تفسیر مدارک (اردو)
مَدارکُ التّنزیل وحقائق التّأویل
جلد دوم
مؤلف
الشیخ ابو البرکات عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی
مترجم
استاذ التفسیر والحدیث مولانا شمس الدین مدظلہ
www.ahlehaq.org
ناشر
مکتبۃ العلم
۱۸- اردو بازار لاہور، پاکستان
فون: 37211788 , 37231788

تفسیر مدارک النسفی اردو

مدارک التنزیل وحقائق التأویل

جلد دوم

از پارہ 11 – تا – 20

تالیف:

أبی البرکات عبد اللہ بن احمد بن محمود النسفی

(ت ۷۱۰ ھ)

حققہ وخرج احادیثہ
یوسف علی بدیوی

راجعہ وقدم لہ
محی الدین دیب مستو

مترجم
استاذ التفسیر والحدیث مولانا شمس الدین مدظلہ

فقہ حنفی کی مشہور تفسیر کا مستند اردو ترجمہ جس میں الفاظِ قرآنی کی لغوی و شرعی تشریح کی گئی ہے۔ ہر آیت کے بارے میں قراءِ کرام کے اقوال، عربی ضرب الامثال کا ذکر، ملحدین کے اعتراضات کے جوابات اور احکامِ قرآنی کا فقہی استنباط اور متقدمین کے اقوال سے استدلال ہے۔

مکتبۃ العلم

۱۸۔ اردو بازار لاہور پاکستان
Ph:37211788 - 37231788

نام کتاب .... تفسیر مدارک للنسفی اُردو

تالیف:............. الشیخ ابو البرکات عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی

مترجم .... اُستاذ التفسیر والحدیث مولانا شمس الدین مدظلہ

ناشر .... خالد مقبول

مطبع .... آر آر پرنٹرز

ملنے کے پتے

❖ مکتبہ رحمانیہ اقراء سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور۔ 37224228

❖ مکتبہ علوم اسلامیہ اقراء سنٹر غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور 37221395

❖ مکتبہ جویریہ ۱۸ - اردو بازار ○ لاہور ○ پاکستان 37211788

استدعا

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے انسانی طاقت اور بساط کے مطابق کتابت، طباعت، تصحیح اور جلد سازی میں پوری پوری احتیاط کی گئی ہے۔
بشری تقاضے سے اگر کوئی غلطی نظر آئے یا صفحات درست نہ ہوں تو ازراہ کرم مطلع فرما دیں۔ان شاء اللہ ازالہ کیا جائے گا۔نشاندہی کے لئے ہم بے حد شکر گزار ہوں گے۔

(ادارہ)

فہرست

پارہ : ۱۱

سُوْرَةُ يُوْنُسَ ⑩

پارہ : ۱۲

سُوْرَۃُ هُوْدٍ ۱۱

سورۃ یوسف ۱۲

پارہ : ۱۳

سورۃ الرعد ⑬

سورۃ ابراہیم ⑭

پارہ : ۱۴

سورۃ الحجر ۱۵

سورۃ النحل ⑯

پارہ : ۱۵

سورۃ بنی اسرآءیل ۱۷

سُورَۃُ الکَھف ⑱

پارہ : ۱۶

سورۃ مریم (۱۹)

سورۃ طٰہٰ ۲۰

پارہ : ۱۷

سورۃ الانبیاء ۲۱

سُوْرَۃُ الْحَجِّ ﴿۲۲﴾

پارہ : ۱۸

سُورَةُ الْمُؤْمِنُون (۲۳)

سُوْرَةُ النُّوْر ㉔

سُوْرَةُ الْفُرْقَانِ ۲۵

پارہ : ۱۹

سُوْرَۃُ الشُّعَرَاۗءِ (۲۶)

سُورَةُ النَّمْلِ ۲۷

پارہ : ۲۰

سورۃ القصص ㉘

سُوْرَةُ الْعَنْكَبُوْتِ (۲۹)

يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْكُمْ اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَيْهِمْ ؕ قُلْ لَّا تَعْتَذِرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكُمْ

وہ لوگ جو آپ کے پاس عذر پیش کریں گے جب آپ ان کی طرف واپس ہوں گے' آپ فرما دیجئے عذر پیش نہ کرو ہم ہرگز تمہاری بات کو سچی نہ مانیں گے۔

قَدْ نَبَّاَنَا اللّٰهُ مِنْ اَخْبَارِكُمْ ؕ وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ

اللہ نے تمہاری خبریں ہمیں بتا دی ہیں' اور عنقریب اللہ تمہارے عمل کو دیکھ لے گا اور اس کا رسول بھی۔ پھر تم اس ذات کی طرف لوٹائے جاؤ

اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۴﴾ سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ

گے جو چھپی ہوئی اور ظاہری باتوں کا جاننے والا ہے' سو وہ تمہیں ان کاموں سے باخبر فرما دے گا جو تم کیا کرتے تھے' وہ عنقریب تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھائیں

لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ اِنَّهُمْ رِجْسٌ ۫ وَّمَاْوٰىهُمْ

گے جب تم ان کی طرف واپس جاؤ گے تاکہ تم ان سے درگزر کرو' سو آپ ان سے اعراض کریں بے شک وہ ناپاک ہیں اور ان کا ٹھکانہ

جَهَنَّمُ ۚ جَزَآءً ۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۹۵﴾ يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ ۚ فَاِنْ تَرْضَوْا

دوزخ ہے۔ ان کو ان کاموں کا بدلہ دیا جائے گا جو وہ کیا کرتے تھے' وہ تمہارے سامنے قسمیں کھائیں گے تاکہ تم ان سے راضی ہو جاؤ اگر تم ان سے

عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۹۶﴾

راضی ہو جاؤ سو اللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں سے راضی نہیں ہوتا

جھوٹی معذرت والے:

آیت ۹۴: يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْكُمْ (یہ لوگ آپ کے سامنے پیش کریں گے) اپنے نفوس کیلئے ایک باطنی عذر بناتے ہیں۔ اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَيْهِمْ (جب تم ان کے پاس واپس جاؤ گے) اس سفر سے قُلْ لَّا تَعْتَذِرُوْا (آپ کہہ دیں کہ یہ عذر مت پیش کرو) جھوٹے لَنْ نُّؤْمِنَ لَكُمْ (ہم ہرگز تم پر اعتماد نہ کریں گے) ہم ہرگز تمہاری تصدیق نہ کریں گے یہ اعتذار کی ممانعت کی علت ہے کیونکہ عذر کرنے والے کی اصلی غرض یہ ہوتی ہے کہ اس سلسلہ میں اس کی بات سچی تسلیم کر لی جائے۔ قَدْ نَبَّاَنَا اللّٰهُ مِنْ اَخْبَارِكُمْ (اللہ تعالیٰ نے تمہاری کچھ خبریں ہمیں بتا دیں ہیں) یہ ان کی تصدیق کے قبول نہ کرنے کی علت ہے جب اللہ تعالیٰ ان کے حالات اور ضمائر کے متعلق اپنے رسول کو وحی کرتے ہیں تو مناسب نہیں کہ ان کی معذرتوں میں ان کی تصدیق کی جائے وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ (اور آئندہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول تمہاری کارگزاری دیکھ لیں گے) کیا تم اپنے کفر پر قائم رہتے ہو یا اس سے رجوع کرتے ہو۔ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ (پھر تمہیں لوٹایا جائے گا اس ذات کی طرف جو پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والا ہے) تم اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے وہ ہر ظاہر و باطن کا بینا ہے۔ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ

(پھر وہ تم کو بتا دے گا جو کچھ تم کرتے تھے) پس وہ اس کے مطابق تمہیں بدلہ دے گا۔

وہ جان چھڑانے کے لئے قسمیں اٹھائیں لگے تم ان سے اعراض کرو:

آیت ۹۵: سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ (ہاں وہ اب تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھائیں گے جب تم ان کے پاس واپس جاؤ گے تا کہ تم ان کو ان کی حالت پر چھوڑ دو) تا کہ تم ان کو چھوڑ دو اور توبیخ بالکل نہ کرو۔ فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ (پس تم ان سے اعراض کرو) ان کی طلب پوری کر دو۔ اِنَّهُمْ رِجْسٌ (وہ لوگ بالکل گندے ہیں) یہ ترک عتاب کی علت ہے یعنی عتاب ان کے لئے کوئی فائدہ مند نہیں۔ اور ان کے مناسب نہیں کیونکہ وہ پلیدی ہے جس کی تطہیر کی کوئی صورت نہیں۔ وَّمَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ (اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے) ان کا انجام جہنم ہے ان کی توبیخ وعتاب کیلئے جہنم کافی ہے ان کو ڈانٹ ڈپٹ کی تکلیف نہ کرو۔ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (ان کاموں کے بدلے میں جو کچھ وہ کیا کرتے تھے) ان کو ان کے کئے کا بدلہ دیا جائے گا۔

اگر تم راضی ہو بھی گئے مگر اللہ راضی نہ ہوگا:

آیت ۹۶: يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ (وہ تمہارے سامنے قسمیں کھائیں گے تا کہ تم ان سے راضی ہو جاؤ) اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم اٹھانے سے ان کا مقصد صرف تمہیں راضی کرنا ہے تا کہ اس سے ان کو دنیوی فائدہ پہنچ جائے۔ فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ (پس اگر تم ان سے راضی بھی ہو جاؤ تو اللہ تعالیٰ ایسے شریر لوگوں سے راضی نہ ہوگا) فقط تمہاری رضامندی ان کے لئے کافی نہ ہوگی جبکہ اللہ تعالیٰ ان سے ناراض ہیں اور وہ جلد ملنے والی یا بدیر آنے والی سزا کی زد میں ہیں۔

مَسْئَلَه: یہ اس لئے فرمادیا تا کہ معلوم ہو جائے کہ مومنین کی رضامندی میں ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی نہیں۔ جب انکا عمل اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے مناسب ہو تو اس میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہے۔

اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا وَّاَجْدَرُ اَلَّا يَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ

دیہاتی لوگ کفر اور نفاق میں بہت سخت ہیں اور اس لائق ہیں کہ اللہ نے اپنے رسول ﷺ پر جو احکام نازل فرمائے ہیں ان سے

عَلٰى رَسُوْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۹۷﴾ وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يَّتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ

واقف نہ ہوں اور اللہ جاننے والا ہے حکمت والا ہے اور دیہاتیوں میں سے بعض لوگ ایسے ہیں جو اپنے خرچ کرنے کو تاوان

مَغْرَمًا وَّيَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَآئِرَ ؕ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۹۸﴾

سمجھتے ہیں اور تمہارے لئے مصیبتوں کے آنے کے منتظر رہتے ہیں۔ ان پر بری گردش ہے اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے

وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ

اور دیہاتیوں میں وہ لوگ بھی ہیں جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لاتے ہیں اور جو کچھ خرچ کرتے ہیں اسے اللہ کی

عِنْدَ اللّٰهِ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ ؕ اَلَآ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ ؕ سَيُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ

نزدیکی کا اور رسول ﷺ کی دعائیں لینے کا ذریعہ بناتے ہیں۔ خبردار یہ ان کے لئے نزدیکی کا سبب ہے اللہ عنقریب انہیں اپنی رحمت میں

فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۹۹﴾ ع

داخل فرمائے گا۔ بلاشبہ اللہ غفور ہے رحیم ہے۔

۱۲ ع ۱۰ ۱

دیہاتی کفر ونفاق میں بڑھ کر ہیں:

آیت ۹۷: اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا (دیہاتی لوگ کفر اور نفاق میں بہت ہی سخت ہیں) شہریوں کی نسبت کیونکہ ان کی طبیعت میں سختی اور درشتی ہوتی ہے وہ علماء اور علم کی محفل سے دور ہوتے ہیں۔ وَّاَجْدَرُ اَلَّا يَعْلَمُوْا (اور وہ اسی لائق ہیں کہ وہ نہ جانیں) وہ اس بات کے زیادہ حقدار ہیں کہ وہ نہ جانیں حُدُوْدَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ (ان احکام کو جو اللہ نے اپنے رسول پر نازل فرمائے) یعنی احکام وشرائع جو اللہ تعالیٰ نے اتارے اور دین کی حدود۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے ان الجفاء و القسوة فی الفدادین۔ سختی اور جفاء ان لوگوں میں زیادہ ہوتی ہے جو کھیتوں اور مویشیوں میں آوازیں بلند کرتے ہیں۔ الفدید چیخنا اور آواز دینا۔ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ (اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے) ان کے حالات کو حَكِيْمٌ (بڑی حکمت والے ہیں) ان کو مہلت دینے میں حکمت والے ہیں۔

انفاق کو چٹی کہنے والا ٹولہ:

آیت ۹۸: وَمِنَ الْاَ عْرَابِ مَنْ یَّتَّخِذُ مَایُنْفِقُ (اور بعض بدوایسے ہیں جو قرار دیتے ہیں اس چیز کو جو کچھ وہ خرچ کرتے ہیں) صدقہ کرتا ہے مَغْرَمًا (جرمانا) چٹی سمجھ کر اور نقصان قرار دیکر کیونکہ وہ مسلمانوں سے تقیہ کرتے ہوئے خرچ کرتا ہے اور محض دکھانے کی خاطر کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی رضا اس کو مقصود نہیں ہوتی اور نہ ہی ثواب حاصل کرنا مطلوب ہوتا ہے۔ وَّ یَتَرَبَّصُ بِکُمُ الدَّوَآئِرَ (اور تمہارے متعلق گردشوں کے منتظر ہیں) وہ حوادث زمانہ اور تبدل احوال کے منتظر ہیں کہ تمہارا غلبہ ختم ہو جائے، صدقہ دینے سے ان کی جان چھوٹ جائے۔ عَلَیْھِمْ دَآئِرَۃُ السَّوْءِ (براوقت انہی پر پڑنے والا ہے) ان پر مصائب ولڑائیوں کے اثرات پہنچیں گے۔ جنکے پہنچنے کی وہ مسلمانوں کے متعلق توقع رکھے ہوئے ہیں۔

قراءت: مکی، ابوعمرو، نے السُّوْءِ پڑھا۔ اس کا معنی عذاب ہے اور حفص نے فتحہ سے پڑھا ہے اس کا معنی مطلق برائی ہے مذلت ایام جیسا کہتے ہیں رجل سوء رجل صدق کے مقابلہ میں وَاللّٰہُ سَمِیْعٌ (اور اللہ تعالیٰ سنتے ہیں) جب صدقہ کے لیے ان کو کہا جاتا ہے۔ تو جو کچھ وہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ ان تمام باتوں کو سننے والے ہیں۔ عَلِیْمٌ (جانتے ہیں) ان باتوں کو جو وہ چھپانے والے ہیں۔

آیت ۹۹: وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ یُّؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰ خِرِ وَیَتَّخِذُمَا یُنْفِقُ (اور بعض دیہاتی ایسے بھی ہیں جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں اور قرار دیتے ہیں اس چیز کو جو وہ خرچ کرتے ہیں) جہاد و صدقات میں قُرُبٰتٍ (قرب کا ذریعہ) قربت الٰہی کے اسباب عِنْدَ اللّٰہِ (اللہ کے ہاں) یہ یَتَّخِذُ کا دوسرا مفعول ہے۔ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ (اور رسول کی دعاؤں کا ذریعہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں لینا مقصود ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کیلئے دعائیں فرماتے کہ اللہ تعالیٰ برکت دے۔ اور تمہارے گناہ معاف فرمائے جیسا کہ اس ارشاد میں اللّٰھم صل علی ال ابی اوفٰی (بخاری، ۱۴۹۷، مسلم ۱۰۷۸) اَلَآ اِنَّھَا (یاد رکھو بے شک ان کا یہ خرچ کرنا) یہ خرچ کرنا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں لینا قُرْبَۃٌ لَّھُمْ (ان کے لئے قرب کا ذریعہ ہے)

قراءت: نافع نے قُرُبَۃٌ پڑھا۔

مسئلہ: جس نے صحیح طور پر اللہ تعالیٰ کی رضامندیوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں حاصل کرنے کیلئے صدقہ کیا یہ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کی طرف سے قبولیت کی گواہی اور تصدیق ہے کہ اس کی امید بارآور ہوگی اس کو جملہ مستانفہ کے طور پر ذکر کیا اور اَلَآ، حرف تنبیہ اور حرف تحقیق ساتھ ساتھ لائے تاکہ بات کی پختگی اور اس پر پورے اختیار کا اظہار کر دیا جائے کہ ان کی یہ امیدیں ضرور بارآور ہونگی) اور اسی طرح سَیُدْ خِلُھُمُ اللّٰہُ فِیْ رَحْمَتِہٖ (ضرور اللہ تعالیٰ ان کو اپنی رحمت میں داخل کریں گے) رحمت سے مراد جنت ہے سین کو مضارع پر وعدہ کی پختگی کیلئے داخل کیا۔

مسئلہ: اس کلام میں صدقہ کرنے والوں کیلئے کیا خوب انداز سے رضامندی کا اظہار کیا گیا اور جب صدقہ کرنے والے کی نیت مخلصانہ ہو تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کا کیا کچھ مرتبہ اور مقام ہے اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ (اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے) خلل والوں کے عیوب کو چھپانے والے رَّحِیْمٌ (بڑی رحمت والے ہیں) قلیل محنت کرنے والے کی کوشش کو بھی قبول فرما لیتے ہیں۔

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ

اورمہاجرین اور انصار میں سے جو لوگ سبقت لے جانے والے ہیں اور وہ لوگ جنہوں نے اخلاص کے ساتھ ان کی پیروی کی '

رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ

اللہ ان سے راضی ہوا وہ اللہ سے راضی ہوئے اور اللہ نے ان کے لئے ایسے باغ تیار کئے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں ان میں وہ ہمیشہ ہمیشہ

فِيْهَآ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿١٠٠﴾ وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ۛؕ

رہیں گے۔ یہ بڑی کامیابی ہے۔ اور تمہارے گردو پیش جو دیہاتی ہیں ان میں منافق ہیں

وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ۛؔ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ ۫ لَا تَعْلَمُهُمْ ؕ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ؕ

اور اہل مدینہ میں بھی ایسے لوگ ہیں جو منافقت پر اڑ گئے ہیں ' آپ انہیں نہیں جانتے۔ ہم انہیں جانتے ہیں '

سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ ﴿١٠١﴾ ۚ

ہم انہیں دو مرتبہ عذاب دیں گے ' پھر وہ عذاب عظیم کی طرف لوٹائے جائیں گے۔

وقف منزل ۵۵ مع

سابقون الاولون کا تذکرہ:

آیت ١٠٠: وَالسّٰبِقُوْنَ (اور سبقت کرنے والے) یہ مبتداء ہے۔ الْاَوَّلُوْنَ (پہلے) یہ مبتداء کی صفت ہے مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ (جو مہاجر) من بیانیہ ہے۔ نمبر١۔ اس سے مراد وہ لوگ جنہوں نے دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی۔ نمبر٢۔ جو بدر میں میں حاضر ہوئے۔ نمبر٣۔ بیعت رضوان میں جو موجود تھے۔ وَالْاَنْصَارِ (اور انصار ہیں) اس کا عطف المہاجرین پر ہے ای ومن الانصار یہ بیعت عقبہ اولیٰ والے ہیں جنکی تعداد سات تھی اور بیعت عقبہ ثانیہ والے جنکی تعداد ستر ٧٠ تھی۔ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ (اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں) مہاجرین انصار میں سے نمبر١۔ اس سے تمام صحابہ کرام مراد ہیں۔ نمبر٢۔ اس سے قیامت تک آنے والے لوگ مراد ہیں جنہوں نے اطاعت وایمان کے ساتھ ان کی اتباع وپیروی کی رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ (اللہ ان سب سے راضی ہوگیا) یہ خبر ہے ان کے اعمال حسنہ کی وجہ سے وَرَضُوْا عَنْهُ (اور وہ سب اس سے راضی ہوگئے) ان دنیوی اور اخروی انعامات کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ نے ان کو عطاء فرمائے وَاَعَدَّ لَهُمْ (اور ان کے لئے مہیا کر دیئے) اس کا عطف رَضِيَ پر ہے۔ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ (ایسے باغات جن کے نیچے نہریں جاری ہونگی)

قراءت: مکی نے تَحْتِهَا پڑھا ہے۔ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے)

مدینہ کے گردوپیش کے منافق:

آیت۱۰۱: وَ مِمَّنْ حَوْلَكُمْ (اور ان لوگوں میں سے جو تمہارے گردوپیش ہیں) یعنی مدینہ کے اردگرد مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ (یعنی بدوؤں میں سے کچھ منافق ہیں) وہ جہینہ، اسلم، اشجع، غفار، کے منافق لوگ ہیں۔ یہی مدینہ کے اطراف میں آباد تھے۔وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ (اورمدینہ کے رہنے والوں میں سے بھی) اس کا عطف مِمَّنْ حَوْلَكُمْ پر ہے جو مبتداء کی خبر ہے۔ جبکہ تقدیرعبارت یہ مانیں ومن اهل المدينة قوم مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ (وہ نفاق کی حدکمال پر پہنچے ہوئے ہیں) اسمیں ماہر ہیں یہ اس صورت میں معنی ہے جبکہ مردوا کومحذوف کی صفت مانا جائے اور پہلی صورت میں۔نمبر۱۔یہ جملہ ابتدائیہ ہے نمبر۲۔منافقین کی صفت ہے اوران کے مابین خبر پرعطف ڈال کر فاصلہ کر دیا اوران کی مہارت پر دلالت اس قول سے ہے۔

آپ ان کونہیں جانتے، ہم جانتے ہیں:

لَا تَعْلَمُهُمْ (آپ ان کونہیں جانتے) آپ کی فطانت اور ذہانت کے باوجود وہ آپ پرمخفی ہیں۔اورفراست کاملہ کے باجود آپ ان کونہیں پہچان سکتے کیونکہ وہ ایسے کاموں سے ہوشیاری کے ساتھ بہت محتاط رہتے ہیں جن کی وجہ سے آپ ان کے متعلق شک میں پڑیں۔پھر فرمایا نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ (ہم ان کو جانتے ہیں) ان کواللہ تعالیٰ کے سواء کوئی نہیں جانتا۔اوران کی پوشیدہ حالت پرکوئی مطلع نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ اپنے دلوں کے پردوں میں کفر چھپانے والے ہیں اورتمہارے سامنے اسی طرح ظاہر ہوتے ہیں جیسا کہ مخلص مسلمان ظاہر ہوتے ہیں۔سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ (ہم ان کو دوبار عذاب دینگے) نمبر۱۔قتل اور عذاب قبر۔نمبر۲۔ذلت و رسوائی اور عذاب قبر۔نمبر۳۔اموال سے صدقات کی وصولی اور ابدان پر پھوڑے ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ (پھر ان کو بڑے عذاب کی طرف لوٹایا جائے گا) یعنی عذاب نار۔

وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ

اور کچھ لوگ ایسے ہیں جنہوں نے اپنے گناہوں کا اقرار کرلیا انہوں نے ملے جلے عمل کئے جن میں نیک عمل بھی ہیں اور برے اعمال بھی۔ عنقریب اللہ

يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۰۲﴾ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ

ان کی توبہ قبول فرما لے گا۔ بلاشبہ اللہ غفور ہے رحیم ہے۔ آپ ان کے اموال سے صدقہ لے لیجئے جو انہیں

وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۳﴾

پاک کرے گا اور ان کو دعا دیجئے۔ بے شک آپ کی دعا ان کے لئے باعث تسکین ہے اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے

اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ وَاَنَّ

کیا ان لوگوں نے نہیں جانا کہ بلاشبہ اللہ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور صدقات قبول فرماتا ہے اور بلاشبہ

اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۰۴﴾ وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ

اللہ خوب زیادہ توبہ قبول کرنے والا ہے مہربان ہے اور آپ فرما دیجئے کہ عمل کرتے رہو سو عنقریب اللہ تمہارے اعمال کو دیکھ لے گا اور اس کا رسول بھی

وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ وَسَتُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۵﴾

اور اہل ایمان بھی، اور عنقریب تم اس ذات پاک کی طرف لوٹائے جاؤ گے جسے چھپی ہوئی چیزوں کا اور کھلی ہوئی چیزوں کا علم ہے پھر وہ تمہیں جتا دے گا جو عمل تم کیا کرتے تھے

وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ اِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَاِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۰۶﴾

اور کچھ لوگ ایسے ہیں جن کا معاملہ اللہ کا حکم آنے تک مؤخر کیا ہوا ہے وہ انہیں عذاب دے یا ان کی توبہ قبول فرمائے اور اللہ علیم ہے حکیم ہے۔

معترفِ گناہ مؤمن:

آیت ۱۰۲: وَاٰخَرُوْنَ (اور کچھ اور لوگ ہیں) ان مذکورہ لوگوں کے علاوہ اور لوگ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ (جو اپنی خطا کے معترف ہو گئے) اپنے پیچھے رہ جانے پر جھوٹے عذر پیش نہیں کئے بلکہ انہوں نے ندامت سے اس فعل کا اعتراف و اقرار کرلیا کہ انہوں نے بہت بڑی غلطی کی ہے ان کی تعداد دس تھی۔ ان میں سے سات نے ان آیات کو سن کر جو متخلفین کے متعلق اتری تھیں اپنے آپ کو مسجد نبوی کے ستون سے باندھ دیا۔ آپ ﷺ تشریف لائے اور عادت مبارکہ کے مطابق سب سے پہلے مسجد میں داخل ہو کر دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ آپ نے جب ان کو بندھا ہوا دیکھا تو ان سے سوال کیا انہوں نے ذکر کیا کہ ہم نے قسم اٹھائی ہے کہ اپنے آپ کو نہیں کھولیں گے بلکہ اللہ کے رسول ﷺ خود کھولیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں بھی قسم اٹھاتا ہوں کہ جب تک اللہ تعالیٰ کا حکم نہ ہوگا تمہیں نہیں کھولوں گا پس یہ آیت اتری آپ نے ان کو آزاد فرما دیا۔

پھرانہوں نے عرض کی یارسول اللہ ! یہ ہمارے اموال ہیں جو آپ سے پیچھے رہنے کا باعث بنے۔آپ ان کو صدقہ کر دیں اورہمیں پاک کریں۔آپ نے فرمایا مجھے تمہارے اموال میں سے کسی چیز کے لینے کا حکم نہیں ہوا۔اس وقت یہ آیت اتری۔ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً (۱۰۳:التوبہ)

خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا (انہوں نے ملایا بھلےعمل کو) جہاد کی طرف جانا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا (اور کچھ برےعمل کو)۔نمبرا۔ جہادتبوک سے پیچھے رہ جانا۔نمبر۲۔توبہ اور گناہ پھر یہ اس قول کی طرح ہے بعت الشاة شاة و درهمًا ای شاة بدرهم۔ میں نے بکری کو ایک درہم کے بدلے فروخت کر دیا۔پس واؤ بمعنی با ہے کیونکہ واؤ جمع کیلئے ہے اور باالصاق کا معنی دیتی ہے پس دونوں میں مناسبت واضح ہے۔نمبر۳۔مطلب یہ ہے کہ ہرایک دوسرے سے مل گیا پس ہرایک ان میں سے مخلوط اور مخلوط بہ ہے جیسا کہتے ہیں خلطت الماء واللبن اس سے مراد یہ ہے کہ ہرایک کو دوسرے سے ملا دیا۔البتہ اگر خلطت الماء باللبن کہا جائے تو اس میں پانی کو تم نے مخلوط اور دودھ کو مخلوط بہ قرار دے دیا اور جب واؤ سے کہا جائے گا تو پانی اور دودھ میں سے ہرایک مخلوط اور مخلوط بہ ہوگا۔گویا اس طرح کہا خلطت الماء باللبن واللبن بالماء کہ میں نے پانی کو دودھ اور دودھ کو پانی سے ملا دیا۔حاصل یہ ہوا کہ انکے اچھے برے اعمال گڈمڈ ہو گئے۔

قبولیتِ توبہ:

عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (اللہ سے امید ہے کہ وہ ان پر توجہ فرمائینگے بےشک اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے بڑی رحمت والے ہیں) اس میں انکی توبہ کا تذکرہ نہیں کیا کیونکہ اعتراف ذنوب کا تذکرہ پہلے کر دیا گیا تھا یہی بات انکی توبہ کی قبولیت کی دلیل ہے۔

تکمیل توبہ کے لئے صدقہ ودُعا:

آیت ۱۰۳: خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً (آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ لے لیں) نمبرا۔ان کے گناہوں کا کفارہ نمبر۲ بعض کے بقول زکوٰۃ مراد ہے تُطَهِّرُهُمْ (آپ ان کو پاک کر دیں گے) گناہوں سے۔یہ صدقہ کی صفت ہے۔اور تا۔نمبرا۔ خطاب کی ہے۔نمبر۲۔واحد مؤنث غائب کا صیغہ ہے وَتُزَكِّيْهِمْ (اوران کو صاف کر دیں گے) اس میں تا یقیناً خطاب ہی کیلئے ہے۔بِهَا (جس کے ذریعہ) صدقہ کے ذریعہ التزکیہ،نمبرا:تطہیر و پاکیزگی میں مبالغہ اور اضافہ نمبر۲۔ مال میں برکت ونمو وَصَلِّ عَلَيْهِمْ (اوران کے لئے دعا کریں) دعا کے ساتھ ان پر مہربانی فرما کر۔رحم کر کے۔

مَسْئَلَہ :صدقہ لینے والے کو چاہیے کہ صدقہ دینے والے کو دعا دے۔یہی سنت ہے۔اِنَّ صَلٰوتَكَ (بلاشبہ آپ کی دعا)

قراءت: کوفی قراء ابوبکر کے علاوہ صَلٰوتَكَ پڑھتے ہیں بعض نے کہا الصلاۃ،الصلوات سے زیادہ مناسب ہے کیونکہ جنس کا معنی دیتا ہے۔

سَكَنٌ لَّهُمْ (ان کیلئے سکون کا باعث ہے) ان کو سکون خاطر حاصل ہوتا ہے اور انکے دل مطمئن ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انکی توبہ کو قبول کر لیا۔وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ (اور اللہ تعالیٰ خوب سنتے) نمبرا۔اللہ تعالیٰ آپ کی دعا کو سننے والے نمبر۲۔ان کی دعاؤں اور گناہوں کے اعتراف کو جاننے والے ہیں عَلِيْمٌ (جانتے ہیں) جو انکے دلوں میں غم،شرمندگی پائی جاتی ہے۔اس سلسلے میں جو کہ ان سے سرزد ہوا۔

مالکِ قبولیت اللہ ہی ہے:

آیت ۱۰۴: اَلَمْ يَعْلَمُوْا (کیا انکو یہ خبرنہیں) اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنکی توبہ قبول کی گئی یعنی کیا انکو قبول توبہ اور قبول صدقات سے قبل معلوم نہیں۔اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ (کہ اللہ تعالیٰ ہی توبہ کو قبول کرتا ہے اپنے بندوں سے) بشرطیکہ وہ صحیح

طریق سے ہو وَيَأْخُذُ الصَّدَقٰتِ (اور وہی صدقات کو قبول کرتا ہے) اور انکو قبول فرماتے ہیں جبکہ خلوص نیت سے دیئے جائیں۔
نکتہ: هُوَ، کا لفظ تخصیص کو بتلا رہا ہے کہ یہ کام رسول اللہ کے حوالے نہیں بیشک اللہ تعالیٰ ہی توبہ کو قبول کرنے والے اور مسترد کرنے والے ہیں پس توبہ میں اسی ہی کا قصد کرو اور اسی ہی کی طرف اسکی نسبت کرو۔ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ (اور بے شک اللہ ہی توبہ کو قبول کرنے والے ہیں) بہت زیادہ توبہ قبول فرمانیوالے ہیں۔ الرَّحِيْمُ (رحمت کرنے والے ہیں) اور گناہ کو معاف کر دیتے ہیں۔

وعید برائے مستقبل:

آیت ۱۰۵: وَقُلِ (اور آپ کہہ دیں) ان توبہ کرنے والوں کو اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ (عمل کئے جاؤ پس اللہ دیکھ لیگا تمہارے عمل کو اور اسکا رسول اور مؤمنین بھی)۔ نمبرا۔ تمہارا کوئی عمل مخفی نہیں خواہ خیر ہو یا شر اللہ تعالیٰ پر اور نہ اسکے بندوں پر جیسا کہ تم نے دیکھ لیا اور تمہارے سامنے ظاہر ہو گیا۔ نمبر۲۔ غیر تائبین کو توبہ کی ترغیب کیلئے یہ فرمایا۔ روایت میں وارد ہے جب انکی توبہ قبول کر لی گئی تو ان لوگوں نے کہا جنہوں نے توبہ نہ کی تھی کہ یہ وہ لوگ ہیں جو کل گزشتہ ہمارے ساتھ نہ کلام کرتے اور نہ بیٹھتے تھے۔ انکو کیا ہو گیا پس یہ آیت اتری اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد فسیری اللّٰہ یہ انکے حق میں وعید ہے اور اصرار کے انجام سے ڈرایا گیا ہے۔ اور توبہ کے متعلق غفلت برتنے سے خوف دلایا گیا۔ وَ سَتُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ (اور ضرور تم کو اس ذات کے پاس جانا ہے جو تمام چھپی) جو لوگوں سے پوشیدہ ہے وَالشَّهَادَةِ (اور کھلی چیزوں کو جاننے والا ہے) جس کا وہ مشاہدہ کرتے ہیں فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (پس وہ تم کو تمہارا سب کیا ہوا بتلا دے گا) یہ تنبیہ و تذکیر اور اس پر مجازات کا ذکر ہے۔

التواء والے لوگ:

آیت ۱۰۶: وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ (اور کچھ اور لوگ ہیں جن کا معاملہ اللہ کے حکم آنے تک ملتوی کر دیا گیا ہے) مدنی، کوفی قراء سوائے ابوبکر نے بلاھمزہ پڑھا ہے۔ دوسرے قراء نے مُرْجُوْوْنَ پڑھا ہے یہ ارجیتہ ارجائۃً سے ہے۔ جب کہ اس کو مؤخر کیا جائے۔ اور اسی سے المرجنہ ہے۔ مطلب اس طرح ہے واٰخرون من المتخلفین موقوفون الی ان یظھر امر اللّٰہ فیھم۔ متخلفین میں سے دوسرے روک دیئے گئے یہاں تک کہ ان کے متعلق اللہ تعالیٰ کا حکم ظاہر ہو۔
اِمَّا يُعَذِّبُهُمْ (خواہ وہ ان کو سزا دے) اگر وہ اصرار کریں اور توبہ نہ کریں۔ وَاِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ (یا ان کی توبہ قبول کر لے) اگر وہ توبہ کر لیں ان کی تعداد تین تھی نمبرا۔ کعب بن مالک نمبر۲۔ ہلال بن امیہ نمبر۳۔ مرارہ بن الربیع۔ یہ غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ گئے تھے یہی وہ لوگ ہیں جنکا تذکرہ اس آیت میں ہے وعلی الثلاثۃ الذین خُلّفوا۔ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ (اور اللہ خوب جاننے والا) ان کے مؤخر کرنے کو حَكِيْمٌ (بڑا حکمت والا ہے) اور ان کو مؤخر کرنے میں امّا کا لفظ شک و تردد کے لئے آتا ہے۔ بندوں کا لحاظ کر کے امّا کا استعمال کیا گیا یعنی ان کو عذاب کا خطرہ ہے اور مجھے ان پر رحمت کی امید ہے روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کو ان کے ساتھ سلام و کلام سے منع فرما دیا ان حضرات نے اپنے آپ کو ستونوں سے بھی نہ باندھا اور نہ ہی گھبراہٹ و غم کا اظہار کیا۔ جب انہیں بائیکاٹ کا علم ہوا تو اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا اور اپنی نیتوں کو خالص کر لیا۔ ان کی توبہ مخلصانہ تھی ان کو اللہ تعالیٰ نے خوش کر دیا۔ (واقعہ روایت کعب سے بخاری و مسلم میں مذکور ہے)

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا

اور جن لوگوں نے اس لئے مسجد بنائی کہ ضرر پہنچائیں اور کفر اختیار کئے رہیں اور مومنین کے درمیان پھوٹ ڈالیں اور اس شخص کے قیام کا انتظام کریں جس

لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ

نے اس سے پہلے اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کی' اور البتہ وہ ضرور قسمیں کھائیں گے کہ ہم نے تو صرف بھلائی ہی کا ارادہ کیا تھا اور اللہ

يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝۱۰۷ لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ؕ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى

گواہی دیتا ہے کہ بے شک وہ جھوٹے ہیں۔ آپ اس مسجد میں کبھی بھی کھڑے نہ ہوں۔ البتہ جس مسجد کی بنیاد پہلے ہی دن سے تقویٰ پر

مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ

رکھی گئی ہو وہ اس لائق ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں اس میں ایسے آدمی ہیں کہ وہ خوب پاک ہونے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ

يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ۝۱۰۸ اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ

خوب پاک ہونے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ "اپنی عمارت کی بنیاد اللہ سے ڈرنے اور اللہ کی خوشنودی پر رکھی ہو" وہ بہتر ہے

اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ ؕ وَاللّٰهُ لَا

یا وہ بہتر ہے جس کی بنیاد کسی گھاٹی کے کنارے پر رکھی گئی ہو جو گرنے والی ہے پھر وہ اسے لے کر دوزخ کی آگ میں گر پڑے' اور اللہ

يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۱۰۹ لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِىْ بَنَوْا رِيْبَةً فِىْ قُلُوْبِهِمْ اِلَّآ

ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔ انہوں نے جو عمارت بنائی وہ ہمیشہ ان کے دلوں میں کھٹکتی رہے گی۔ الاّ

اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۱۱۰ ع

یہ کہ ان کے دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں اور اللہ جاننے والا ہے حکمت والا ہے۔

مسجدِ ضرار کے بانی منافقین:

آیت ۱۰۷: وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا (اور بعض ایسے لوگ ہیں جنہوں نے مسجد بنائی) تقدیر عبارت اس طرح ہے و منھم الذین اتخذوا۔ مدنی اور شامی قراء نے والذین کو بغیر واؤ پڑھا ہے وہ مبتداء جس کی خبر محذوف ہے ای جازینا ھم جن کو ہم نے بدلہ دیا۔ روایت میں ہے کہ بنی عمرو بن عوف نے مسجد قباء مکمل کر لی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پیغام بھیجا۔ آپ تشریف لائے اور اسمیں دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ (اور ہجرت کے وقت آپ نے پہلا قیام قباء میں فرمایا اور ۱۴ روز قیام فرما کر اس مسجد کی بنیاد خود

دست اقدس سے رکھی اور وہاں نمازیں ادا فرمائیں) ان کے بھائی بنو غنم بن عوف کو حسد پیدا ہوا کہنے لگے ہم بھی مسجد بنائیں گے اور رسول ﷺ کو نماز کی اس میں دعوت دیں گے اور ابو عامر راہب جب شام سے آئے گا تو وہ بھی اس میں نماز پڑھا کرے گا یہ ابو عامر وہ شخص ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کو احد کے دن کہا آپ کے مقابلہ میں جو بھی لڑے گا میں اس کا ساتھ دونگا حنین تک مختلف لڑائیوں میں شریک رہا۔ چنانچہ مسجد قباء کے قریب انہوں نے ایک مسجد بنائی۔ اور رسول ﷺ کو کہا ہم نے بیمار اور حاجت مند لوگوں کی خاطر ایک مسجد بنائی ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ اس میں نماز پڑھیں آپ ﷺ نے فرمایا اسوقت میں سفر پر جارہا ہوں۔ تبوک سے واپسی پر انشاء اللہ ہم اس میں نماز ادا کریں گے۔

جب تبوک سے آپ واپس لوٹ آئے انہوں نے مسجد میں آنے کا سوال کیا اس پر یہ آیات اتریں۔ آپ ﷺ نے وحشی اور معن بن عدی وغیرہ کو حکم دیا اس مسجد کی طرف جاؤ جس کے بنانے والے ظالم ہیں اور اس کو جلا دو۔ پس ایسا کر دیا گیا اس جگہ کوڑا کرکٹ مردار اور فضلات ڈالنے کا حکم فرمایا۔ ابو عامر فاسق شام میں اپنی موت مرگیا۔ ضِرَارًا (ضرر پہنچانے) یہ مفعول لہٗ ہے۔ اسی طرح اس کا مابعد بھی۔ تقدیر عبارت یہ ہے **مضارۃ لا خوانھم اصحاب مسجد قباء** مسجد قباء کے ساتھیوں کو نقصان پہنچانے کیلئے۔ وَّکُفْرًا (اور کفر کی باتیں کرنے کے لئے) منافقت کو مضبوط کرنے کیلئے وَّتَفْرِیْقًا بَیْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ (اور ایمان والوں میں تفریق ڈالنے کیلئے) کیونکہ وہ اکٹھے مسجد قباء میں نماز ادا کرتے انہوں نے چاہا کہ ان میں انتشار پیدا ہو جائے۔ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ (اور اس شخص کے قیام کا سامان کرنے کیلئے) اس شخص کے قیام کا سامان بنانے کیلئے حَارَبَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ (جو اللہ اور اس کے رسول کا مخالف رہا ہے) وہ ابو عامر راہب تھا جس کے نماز ادا کرنے اور رسول اللہ ﷺ پر غلبہ پانے کیلئے یہ مرکز بنایا گیا تھا۔

بعض کا قول یہ ہے کہ فخر ومباہات اور ریاکاری یا شہرت کیلئے بنائی جانے والی مسجد اسی حکم میں ہے۔ یا اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کے علاوہ کسی بھی غرض کیلئے بنائی جانے والی مسجد یا ناپاک مال سے بنائی جانے والی مسجد بھی مسجد ضرار کے حکم میں ہے۔ مِنْ قَبْلُ (پہلے سے) یہ حَارَبَ کے متعلق ہے یعنی اس مسجد کی تعمیر سے پہلے خندق کے دن وَلَیَحْلِفُنَّ (اور یہ ضرور قسمیں کھائیں گے) جھوٹے اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰی (کہ ہم نے تو صرف بھلائی ہی کا ارادہ کیا تھا) ہم اس مسجد کی تعمیر سے اچھی غرض ہی رکھتے تھے مثلاً نماز، ذکر اللہ، نمازیوں کی آسانی وَاللّٰہُ یَشْھَدُ اِنَّھُمْ لَکٰذِبُوْنَ (اور اللہ گواہ ہے کہ وہ بالکل جھوٹے ہیں) اپنے اس حلف میں۔

ایسی مسجد میں قیام کی ممانعت:

آیت ۱۰۸: لَاتَقُمْ فِیْہِ اَبَدًا (آپ اس میں کبھی کھڑے نہ ہوں) نماز کیلئے لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَی التَّقْوٰی۔ (البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے)

مسجد قباء میں قیام کا حکم اور ان کے بانیوں کی تعریف:

لام ابتدائیہ ہے اُسس یہ مسجد کی صفت ہے نمبر ۱۔ مراد اس سے مسجد قباء ہے جس کی بنیاد رسول اللہ ﷺ نے قباء کے زمانہ

قیام میں اپنے دست اقدس سے رکھی۔نمبر۲۔مسجد نبوی جو مدینہ میں ہے وہ مراد ہو۔مِنْ اَوَّلِ یَوْمٍ (اول دن سے) اس کی تعمیر کے پہلے دن سے۔ایک قول یہ ہے کہ تقاضہ قیاس تو یہ ہے کہ یہاں مُذْ آتا کیونکہ وہ ابتداء غایت فی الزمان کیلئے آتا ہے اور یہاں مِنْ لائے جو کہ ابتداء غایت فی المکان کیلئے ہے۔الجواب مِنْ کا لفظ زمان ومکان دونوں کیلئے آتا ہے۔

اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ (وہ اس لائق ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں) نماز کیلئے فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ (اس میں ایسے آدمی ہیں کہ وہ خوب پاک ہونے کو پسند کرتے ہیں۔اور اللہ تعالیٰ خوب پاک ہونے والوں کو پسند کرتا ہے) جب یہ آیت اتری تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین کی جماعت کے ساتھ قباء میں تشریف لائے اور مسجد قباء کے دروازے پر کھڑے ہوگئے انصار مسجد میں بیٹھے تھے۔آپ نے آواز دیکر فرمایا۔ أمؤمنون انتم؟ کیا تم ایمان والے ہو؟ تمام خاموش رہے پھر آپ نے اس بات کو دھرایا اس پر حضرت عمرؓ نے کہا یارسول اللہ ﷺ! بلاشبہ وہ مؤمن ہیں اور میں بھی ان کے ساتھ۔اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم فیصلے پر راضی ہو؟ انہوں کہاہاں! فرمایا کیا تم آزمائش پر صبر کرنے والے ہو؟ انہوں نے کہا جی ہاں! فرمایا کیا تم خوشحالی میں شکر گزار رہو۔انہوں نے جواب دیا جی ہاں حضور! آپ نے فرمایا رب کعبہ کی قسم تم مؤمن ہو۔پھر آپ بیٹھ گئے اور فرمایا اے گروہ انصار! اللہ تعالیٰ نے تمہاری تعریف فرمائی ہے تم بوقت وضو کیا عمل کرتے ہو اور پاخانے کے وقت تمہارا کیا عمل ہے؟ انہوں نے کہا یارسول اللہ ﷺ ہم پاخانہ سے فارغ ہو کر تین ڈھیلے استعمال کرتے ہیں پھر پتھروں کے استعمال کے بعد پانی استعمال کرتے ہیں آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی **فيه رجال يحبون ان يتطهروا**۔

دوسرا قول یہ ہے کہ تمام نجاسات سے تطہیر کیلئے یہ آیت عام ہے۔تیسرا قول اس تطہیر سے گناہوں کی توبہ کے ذریعہ تطہیر مراد ہے **يحبون ان يتطهروا** میں محبت سے مراد طہارت کو ترجیح دینا اور اس کی اس طرح حرص کرنا جیسا کہ محب کسی محبوب چیز کی حرص کرتا ہو۔اور اللہ تعالیٰ کی محبت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر راضی ہے اور ان پر احسان فرمانے والے ہیں جیسا محب محبوب کے ساتھ کرتا ہے۔

دونوں میں تقابلی فرق:

آیت ۱۰۹: اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ (کیا وہ شخص جس نے اپنی عمارت کی بنیاد رکھی) تعمیر کی بنیاد رکھتا ہے۔عَلٰى تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ (تقویٰ پر اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی پر وہ زیادہ بہتر ہے یا وہ شخص جس نے اپنی عمارت کی بنیاد کسی کھائی کے گرنے والے کنارے پر رکھی ہو) یہ استفہام تقریری ہے اور واضح ہونے کی وجہ سے جواب ذکر نہیں کیا گیا، مطلب یہ ہے۔جس نے اپنے دین کی بنیاد مضبوط اساس پر رکھی ہو۔وہ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اور رضامندی ہے۔خیر ام من جس نے اپنی عمارت کی تعمیر کمزور بنیادوں پر رکھی ہو۔وہ بنیادیں باطل اور منافقت ہے جس کی مثال قلت ثبات اور استمساک میں، گرنے والے گڑھے کے گرنے والے کنارے کی ہے گرنے والا گڑھے کا کنارہ تقویٰ کے مقابلہ میں ذکر کیا گیا کیونکہ گرنے والے گڑھے کے کنارے کو اس چیز سے مجاز قرار دیا جو تقویٰ کے مخالف ہے۔

الشفاء کنارہ، جرف الوادی وادی کی وہ جانب جس کو پانی نے نیچے سے کھود ڈالا ہو۔سیلاب اس کو کھود ڈالیں جس سے

وہ کمزور ہوجائے الھار گرنے والا، پھٹنے والا جو گرا چاہتا ہو۔ اس کا وزن فَعِلٌ ہے جو فاعل سے قصر کر کے پڑھا جیسا کہ خلف کو خالف سے پڑھا ہے۔ اس کا الف فاعل کا الف نہیں بلکہ اصلی ہے یہ اصل ھَوَرٌ ماقبل فتحہ کی وجہ سے واؤ کو الف سے بدل دیا۔ یہ انتہائی بلیغ کلام ہے۔ جو باطل کی حقیقت واصلیت کو طشت از بام کر رہا ہے۔

قراءت: شامی، نافع، نے افمن اسس بنیانه کو اَمَّنْ اُسس بنیانه پڑھا ہے۔ شامی، حمزہ اور یحییٰ نے جُرُف کو جُرْف راء کے سکون سے پڑھا۔ ابوعمرو نے ھار کو امالہ سے پڑھا جبکہ حمزہ نے ایک روایت کے مطابق اور یحییٰ نے امالہ کیا ہے۔

فَانْهَارَ بِهٖ فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ (پھر وہ اس کو لے کر دوزخ کی آگ میں گر پڑے) باطل اس کو لیکر جہنم میں گر پڑا۔ جب آیت میں جرف ھائر کو باطل کیلئے بطور مجاز استعمال کیا گیا تو جرف کیلئے انھار کا لفظ لائے جو اس کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ نیز یہ تصور دیا کہ باطل پرست نے اپنی تعمیر کی بنیاد جہنم کی وادی کے گرنے والے گڑھے کے کنارہ پر رکھی ہے وہ کنارہ اس کو لیکر جہنم کی گہرائی میں جا گرا ہے۔

جابر کہتے ہیں میں نے مسجد ضرار سے اس وقت دھواں نکلتا ہوا دیکھا جب وہ جہنم میں گری۔ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ (اور اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں کو سمجھ ہی نہیں دیتا) ان کو نفاق کی سزا کے طور پر خیر کی توفیق نہ دے گا۔

منافقین کے خبیث مقاصد کی نشاندہی:

آیت ۱۱۰: لَا یَزَالُ بُنْیَانُهُمُ الَّذِیْ بَنَوْا رِیْبَةً فِیْ قُلُوْبِهِمْ (یہ عمارت جو انہوں نے بنائی ہے۔ ہمیشہ ان کے دلوں میں کھٹکتی رہے گی) اس کا گرانا ان کے نفاق وشک میں اضافہ کا باعث بنا رہے گا کیونکہ اس سے ان کو مزید غصہ آئے گا اور وہ ان پر گراں گزرے گی۔ اِلَّآ اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ (مگر یہ کہ ان کے دل ہی فنا ہو جائیں) شامی، وحمزہ اور حفص نے تَقَطَّعَ پڑھا جو اصل میں تَتَقَطَّعَ ہے۔ دیگر قراء نے تُقَطَّعَ۔ پڑھا ہے جس کا معنی ان تُقَطَّعَ قلوبهم قطعا و تفرق اجزاءً انکے دلوں کو چھوٹے ٹکڑوں میں کاٹ کر اجزاء الگ کر دیئے جائیں اس وقت ان کو تسلی ہوگی البتہ جب تک ان کے دل صحیح سالم اور اکٹھے ہیں ان میں شک باقی رہے گا اور مضبوطی سے جمار ہے گا۔ پھر یہ درست ہے کہ شک کے زائل کرنے کی تصویر بٹھانے کیلئے کیا گیا ہو اور یہ بھی جائز ہے کہ حقیقۃً کٹنا مراد ہو۔ جو کہ ان کے قتل سے ممکن ہے۔ یا قبور میں پہنچ کر یا آگ میں داخل ہو کر۔

ایک مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان کے دل توبہ وندامت سے اپنی اس زیادتی پر کٹ جائیں نڈھال ہو جائیں۔ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ (اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے) ان کے عزائم سے حَکِیْمٌ (بڑی حکمت والے ہیں) ان کے جرائم کی سزا میں حکمت والے ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ

بے شک اللہ نے مومنین سے اس بات کے عوض ان کی جانوں اور مالوں کو خرید لیا کہ ان کے لئے جنت ہے۔

یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَیَقْتُلُوْنَ وَیُقْتَلُوْنَ قف وَعْدًا عَلَیْهِ حَقًّا فِی التَّوْرٰىةِ

وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑتے ہیں جس میں قتل کرتے ہیں اور قتل کر دیئے جاتے ہیں اس پر اللہ کا وعدہ ہے جو توریت'

وَالْاِنْجِیْلِ وَالْقُرْاٰنِ ؕ وَمَنْ اَوْفٰی بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَیْعِكُمُ

انجیل اور قرآن میں ہے' اور اللہ سے زیادہ اپنے عہد کو پورا کرنے والا کون ہے۔ سو تم لوگ اپنی اس بیع پر خوش ہو جاؤ

الَّذِیْ بَایَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ﴿۱۱۱﴾ اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ

جس کا تم نے معاملہ کیا ہے اور یہ بڑی کامیابی ہے۔ یہ لوگ توبہ کرنے والے ہیں۔ عبادت کرنے والے ہیں' حمد کرنے والے ہیں۔

السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ

روزہ رکھنے والے ہیں' رکوع کرنے والے ہیں۔ سجدہ کرنے والے ہیں۔ نیک باتوں کی تعلیم دینے والے ہیں' اور بری باتوں سے روکنے

الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۱۲﴾

والے ہیں اور اللہ کی حدود کی حفاظت کرنے والے ہیں' اور آپ مومنین کو خوشخبری سنا دیجئے۔

نفع بخش تجارت جس میں اقالہ نہیں:

آیت ۱۱۱: اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ (بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں کو اور ان کے مالوں کو اس بات کے عوض خرید لیا ہے۔ کہ ان کو جنت ملے گی) اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کی ثابت قدمی اور اس کی راہ میں مال خرچ کرنے کو جنت کے بدلے خریدنے سے تشبیہ دی اور روایت میں آیا ہے کہ ان سے تجارت کا معاملہ کیا مگر ثمن کو بہت مہنگا کر دیا۔

حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہمارے نفوس کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور اموال عنایت کرنے والے بھی وہی ہیں۔ ایک اعرابی کا گزر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایسی حالت میں ہوا جبکہ آپ یہ تلاوت فرما رہے تھے تو وہ سنکر کہنے لگا اللہ کی قسم بڑی نفع بخش بیع ہے ہم اس میں نہ اقالہ کرتے اور نہ اقالے کا مطالبہ کرتے ہیں۔ وہ ایک غزوہ میں نکلا اور شہید ہو گیا۔ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ (وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑتے ہیں) سپردگی کا محل بیان فرمایا فَیَقْتُلُوْنَ وَیُقْتَلُوْنَ (وہ جس میں قتل کرتے ہیں اور قتل کئے جاتے ہیں) یعنی کبھی وہ دشمن سے لڑتے ہیں کبھی تو دشمن ان کو قتل کر دیتا ہے۔

قراءت: فیُقْتَلُوْنَ ویَقْتلوْن حمزہ اورعلی نے پڑھا۔ وَعْدًا عَلَیْہِ (اس پر وعدہ کیا گیا ہے) یہ مصدر ہے یعنی وعدھم بذلک وعداً ان سے وعدہ کیا وعدہ کرنا۔ حَقًّا (سچا) یہ وعداً کی صفت ہے اس میں اطلاع دی کہ مجاہدین سے کیا جانے والا وعدہ پختہ وعدہ ہے جس کو میں نے لکھ دیا ہے۔ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ وَالْقُرْاٰنِ (توریت میں اورانجیل میں اورقرآن میں)

مَسْئَلَه: یہ دلیل ہے کہ ہرملت والوں کوقتال کاحکم دیا گیا اوراس پران سے وعدے کئے گئے پھر فرمایا وَمَنْ اَوْفٰی بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ (اوراللہ تعالیٰ سے زیادہ کون وعدے کو پورا کرنے والا ہے) کیونکہ وعدہ خلافی قبیح چیز ہے۔ جب اس کا ارتکاب کوئی شریف آدمی نہیں کرتا تو اکرم الاکرمین کیونکر وعدہ کی خلاف ورزی فرمانے والے ہیں۔ اس سے زیادہ بہتر اور بلیغ انداز میں جہاد کی ترغیب نہیں دی جاسکتی۔ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَیْعِكُمُ الَّذِیْ بَایَعْتُمْ بِهٖ (تم لوگ اپنی اس بیع پر جس کا معاملہ تم نے ٹھہرایا ہے خوشی مناؤ) تمہیں انتہائی خوش ہونا چاہیئے کہ تم فانی دیکر باقی کا سودا کر رہے ہو۔ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ (اور یہ بڑی کامیابی ہے) صادق رحمہ اللہ کا فرمان ہے کہ تمہارے ابدان کی قیمت صرف جنت ہے۔ پس ان کو صرف اسی کے بدلے میں فروخت کرو۔

آیت ۱۱۲: اَلتَّآىِٕبُوْنَ (وہ ایسے ہیں جو توبہ کرنے والے ہیں) نمبرا۔ یہ مدح کی بناء پر مرفوع ہے ای هم التائبون یعنی یہ مذکورمومنین ہی تائب ہیں یا۔ نمبر۲۔ یہ مبتداء ہے اوراس کی خبر العابدون ہے۔ الْعٰبِدُوْنَ (عبادت کرنے والے) وہ لوگ جو فقط اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرنے والے ہیں اورعبادت اسی کے لئے خالص کرنے والے ہیں اس کا مابعد خبر کے بعد خبر ہے۔ یعنی التائبون من الکفر علی الحقیقة الجامعون لهٰذه الخصال۔ کہ حقیقۃً کفر سے توبہ کرنے والے وہ ان خصال کے جامع ہیں۔

حضرت حسن رحمہ اللہ سے مروی ہے اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے شرک سے توبہ کی۔ اورنفاق سے براءت کا اظہار کیا۔ الْحٰمِدُوْنَ (حمد کرنے والے) اسلام کی نعمت پر السَّآىِٕحُوْنَ (روزہ رکھنے والے) نمبرا۔ روزہ رکھنے والے ہیں۔ آپ علیہ السلام کا ارشاد ہے۔ سیاحة امتی الصیام (رواہ ابن جریر) نمبر۲۔ طلباءعلم مراد ہیں کیونکہ وہ زمین میں سفر کرتے ہیں اور مناہل علم سے علم حاصل کرتے ہیں نمبر۳۔ عبرت کیلئے زمین میں سفر کرنے والے ہیں۔ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ (اوررکوع اور سجدہ کرنے والے) نمازوں کی حفاظت کرنیوالے ہیں۔ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ (اورنیک باتوں کی تعلیم کرنے والے) ایمان اورمعرفت واطاعت کے ذریعہ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (اور بری باتوں سے باز رکھنے والے) شرک ومعاصی سے واؤ کو درمیان میں لاکر بتلایا کہ یہ سات پوری لڑی ہے جو پروئی ہوئی ہے۔ نمبر۲۔ امرونہی کے مابین تضاد ظاہر کرنے کے لئے واؤ لایا گیا جیسا کہ اس ارشاد میں ثیباتٍ وابکاراً (التحریم: ۵) وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ (اوراللہ تعالیٰ کی حدوں کا خیال رکھنے والے) اللہ تعالیٰ کے اوامرونواہی۔ نمبر۲۔ شریعت کے نشانات وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ (اورآپ ایسے مؤمنین کوخوشخبری سنادیں) جوان صفات کے ساتھ متصف ہیں۔

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا

نبی کو اور دوسرے مسلمانوں کو یہ جائز نہیں کہ مشرکین کے لئے مغفرت کی دعا کریں۔ اگرچہ وہ

اُولِىْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿١١٣﴾ وَمَا كَانَ

رشتہ دار ہی ہوں۔ اس بات کے ظاہر ہو جانے کے بعد یہ لوگ دوزخی ہیں اور ابراہیم کا

اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ

اپنے باپ کے لئے استغفار کرنا صرف اس لئے تھا کہ انہوں نے اپنے باپ سے ایک وعدہ کر لیا تھا۔ پھر جب ابراہیم پر یہ بات واضح ہو گئی

اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ۭ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ﴿١١٤﴾

کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو اس سے بیزار ہو گئے۔ بے شک ابراہیم بڑے رحم دل برداشت کرنے والے تھے۔

مشرکین کے لئے استغفار کی ممانعت:

آیت ۱۱۳: آپ ﷺ نے ارادہ فرمایا کہ ابو طالب کیلئے استغفار کریں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اُتار دی: مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِىْ قُرْبٰى (پیغمبر کو اور دوسرے مسلمانوں کو جائز نہیں کہ وہ مشرکین کیلئے مغفرت کی دعا مانگیں اگرچہ وہ رشتہ دار ہی ہوں) اللہ تعالیٰ کے قانون اور حکمت کے مطابق استغفار اس کے لئے حلال نہیں مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ (اس بات کے ظاہر ہو جانے کے بعد کہ یہ لوگ دوزخی ہیں) اس بات کے ظاہر ہو چکنے کے بعد کہ ان کی موت شرک پر واقع ہوئی۔ پھر اگلی آیت میں ابراہیم علیہ السلام کا عذر ذکر فرمایا۔

استغفار ابراہیم علیہ السلام کا جواب:

آیت ۱۱۴: وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ (اور ابراہیم کا اپنے باپ کیلئے دعائے مغفرت مانگنا وہ صرف وعدہ کے سبب سے تھا جو انہوں نے اسی سے وعدہ کر لیا تھا)۔ نمبر ۱۔ ان کے والد نے ان سے وعدہ کیا کہ وہ اسلام لے آئیگا۔ نمبر ۲۔ ابراہیم علیہ السلام نے والد سے وعدہ کیا کہ وہ اس کے لئے استغفار کرے گا۔ جیسا اس ارشاد میں ہے لاستغفرن لك (الممتحنہ: ۴) اس کی دلیل حسن رحمہ اللہ کی قراءت ہے۔ وعدها اياه۔ استغفار کا معنی مغفرت کا سوال کرنا اسلام لانے کے بعد نمبر ۲۔ اللہ تعالیٰ سے ان کے اسلام لانے کی دعا کرنا جو کہ مغفرت کا سبب ہے۔ فَلَمَّا تَبَيَّنَ (پھر جب ان پر یہ بات ظاہر ہو گئی) وحی کے ذریعہ لَهٗٓ ابراہیم علیہ السلام کو اَنَّهٗ (کہ وہ) کہ ان کا والد عَدُوٌّ لِّلّٰهِ (اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے) کا فر مرے گا تو ان کی امید منقطع ہو گئی تَبَرَّاَ مِنْهُ (تو وہ اس سے بالکل بے تعلق ہو گئے) استغفار منقطع کر دیا۔ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ (بیشک ابراہیم بڑے رحیم المزاج) وہ شفقت اور اللہ تعالیٰ کے خوف سے بہت آہیں کھینچنے والے تھے۔ مطلب یہ ہوا کہ وہ شدید رحمت و رقت سے اپنے باپ کا فر پر

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ ؕ

اور اللہ ایسا نہیں کرتا کہ کسی قوم کو ہدایت دینے کے بعد گمراہ کر دے جب تک کہ ان چیزوں کو واضح طور پر بیان نہ فرما دے جن سے وہ بچتے ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يُحْيٖ

بیشک اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے بے شک اللہ ہی کے لئے ہے ملک آسمانوں کا اور زمین کا ' وہ زندہ کرتا ہے

وَيُمِيْتُ ؕ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۱۱۶﴾

اور موت دیتا ہے اور تمہارے لئے اللہ کے سوا کوئی یار اور مددگار نہیں۔

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ

بلاشبہ اللہ نے نبی پر اور مہاجرین پر اور انصار پر مہربانی فرمائی جنہوں نے اس کے بعد تنگی کے وقت میں نبی کا

الْعُسْرَةِ مِنْ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّهٗ

ساتھ دیا جبکہ ان میں سے ایک گروہ کے دلوں میں تزلزل ہو چلا تھا ' پھر اللہ نے ان پر توجہ فرمائی۔ بلاشبہ اللہ

بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۷﴾ وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ؕ حَتّٰۤى اِذَا ضَاقَتْ

ان پر مہربان ہے رحم فرمانے والا ہے' اور اللہ نے ان تین شخصوں کے حال پر بھی توجہ فرمائی جن کا معاملہ ملتوی چھوڑ دیا گیا تھا یہاں تک کہ جب زمین

عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْۤا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ

اپنی فراخی کے باوجود ان پر تنگ ہوگئی اور وہ خود اپنی جانوں سے تنگ آ گئے اور انہوں نے یقین کر لیا کہ اللہ سے بچ کر کہیں پناہ نہیں مل سکتی سوائے اس کے کہ

اللّٰهِ اِلَّاۤ اِلَيْهِ ؕ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۱۸﴾ ع

اس کی طرف رجوع کیا جائے۔ پھر اللہ نے ان کے حال پر توجہ فرمائی تاکہ وہ...... رجوع کریں بے شک اللہ خوب توبہ قبول فرمانے والا ہے' اور رحم کرنے والا ہے۔

مہربانی کرتے حَلِیْمٌ (حلیم الطبع تھے) تکالیف پر صبر کرنے والے۔ تکلیف پر درگزر کرنے والے تھے۔ وہ باپ کے لئے ہدایت و استغفار کے طالب تھے۔ اور باپ لار جمنٹ کا پیغام سناتا تھا۔

گناہ کو جان بوجھ کر کرنے سے مواخذہ ہوگا:

آیت ۱۱۵: وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ (اور اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کرتا کہ کسی قوم کو اللہ تعالیٰ ہدایت کرنے کے بعد گمراہ کر دے جب تک کہ ان چیزوں کو صاف صاف نہ بتلا دے جن سے وہ بچتے رہیں) جس سے

بچنے اور پرہیز کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے جیسا کہ مشرکین کیلئے استغفار وغیرہ اور دیگر منہیات اور وہ چیزیں جن کا محظور ہونا واضح کر دیا۔ اور اس پر وہ اپنے ان بندوں سے جن کی راہنمائی اسلام کی طرف کر دی مؤاخذہ بھی نہیں فرماتا۔ اور نہ رسوا کرتا ہے مگر جبکہ اس کا اقدام جان بوجھ کر کریں اور وہ جانتے ہوں کہ اس کا ماننا ضروری ہے۔ باقی وضاحت واطلاع سے پہلے مؤاخذہ نہیں۔ دراصل اس آیت میں ان صحابہ کے عذر کا بیان ہے جن کو خدشہ ہوا کہ استغفار مشرکین کے سلسلہ میں کہیں مؤاخذہ نہ ہو جائے۔

مایتقون سے مراد وہ چیز ہے کہ ممانعت کی بناء پر جس سے بچنا ضروری ہے باقی عقل سے معلوم ہونے والی چیز کا دارومدار اس پر نہیں ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ بِکُلِّ شَیْ ءٍ عَلِیْمٌ (بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں)

مالک وہی ہے اس کی کارسازی کے بغیر چارہ نہیں:

آیت ۱۱۶: اِنَّ اللّٰہَ لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ وَمَا لَکُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ (بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی کی سلطنت ہے۔ آسمانوں اور زمین میں اور وہی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور تمہارا اللہ تعالیٰ کے سواء کوئی نہ یار ہے اور نہ مددگار ہے)

آیت ۱۱۷: لَقَدْ تَّابَ اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ (اللہ تعالیٰ نے پیغمبر کے حال پر توجہ فرمائی) یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر منافقین کو پیچھے رہنے کی اجازت دینے پر رجوع فرمایا۔ جیسا دوسرے ارشاد میں ہے۔ **عفا اللّٰہ عنك لم اذنت لهم** (التوبہ:۴۳) وَالْمُھٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ (اور مہاجرین وانصار کے حال پر بھی) اس میں مسلمانوں کو توبہ پر آمادہ کیا گیا۔ ہر مؤمن توبہ واستغفار کا محتاج ہے یہاں تک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مہاجرین وانصار بھی۔

الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْہُ فِیْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ (جنہوں نے ایسی تنگی کے وقت میں پیغمبر کا ساتھ دیا) غزوۂ تبوک کے موقع پر۔ اس کا معنی وقت العسرۃ ہے۔ الساعۃ کا لفظ مطلق وقت کے لئے استعمال ہوتا ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سواریوں کی تنگی تھی دس دس صحابہ ایک ایک اونٹ پر سوار ہوتے تھے۔ سفر کا زادِ راہ ردی قسم کی کھجور بھوسی دار جو، مہک والی چربی تھی۔ بھوک اس حد تک پہنچ گئی کہ دو دو کو ایک کھجور ملنے لگی اور بعض اوقات ایک جماعت اس ایک کھجور کو چوس کر پانی پی لیتی اور پانی کی قلت کا حال یہ تھا کہ اونٹوں کو ذبح کر کے ان کی اوجریاں بعض اوقات نچوڑ کر پینی پڑیں۔ ادھر موسم شدید گرمی اور تمازت والا۔ اور قحط وخشک سالی اپنے جوش میں۔

مِنْۢ بَعْدِ مَا کَادَ یَزِیْغُ قُلُوْبُ فَرِیْقٍ مِّنْھُمْ (اس کے بعد کہ ان میں سے ایک جماعت کے دل میں کچھ تزلزل پیدا ہو چلا تھا) نمبر۱۔ ایمان پر ثابت قدمی میں۔ نمبر۲۔ اس غزوہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جانے میں

نحو: کاد میں ضمیر شان ہے اور اس کے بعد والا جملہ منصوب ہے یہ اسی طرح ہے جیسا کہا جاتا ہے **لیس خلق اللّٰہ مثلہ** ای **لیس الشان خلق اللّٰہ مثلہ** اللہ تعالیٰ نے اس جیسا بنایا نہیں۔

قراءت: حمزہ اور حفص نے یزیغُ پڑھا ہے۔

ثُمَّ تَابَ عَلَیْھِمْ (پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے حال پر توجہ فرمائی) دوبارہ تاکید کیلئے لائے۔ اِنَّہٗ بِھِمْ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ (بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان سب پر بہت ہی شفیق ومہربان ہے)

تین صحابہ رضی اللہ عنہم پر بھی توجہ رحمت کا چھینٹا پڑا:

آیت ۱۱۸: وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ (اور ان تین شخصوں کے حال پر بھی) ای وتاب علی الثلاثۃ۔ اس کا عطف النبی پر ہے۔ اور تینوں پر رجوع فرمایا۔ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا (جن کا معاملہ ملتوی کر دیا گیا تھا) غزوہ سے پیچھے رہ گئے۔ حَتّٰٓى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ (یہاں تک کہ جب زمین باوجود اپنی فراخی کے ان پر تنگی کرنے لگی) مار حبت میں ما مصدر یہ ہے برحبھا۔ وسعت کے باوجود۔ دراصل یہ حیرانی کو تمثیل سے ذکر فرمایا۔ گویا وہ زمین میں کوئی جگہ ہی نہیں پا رہے تھے کہ جہاں قلق اضطراب اور گھبراہٹ سے بھاگ کر چلے جائیں۔ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ (وہ خود اپنی جان سے تنگ آ گئے)
انفس سے مراد قلوب ہیں ان کے دلوں میں انس و سرور نہ رہا گویا وہ فرط وحشت وغم سے نکل نکل گئے۔ وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ (اور انہوں نے یقین کر لیا کہ اللہ تعالیٰ سے کہیں پناہ نہیں مل سکتی مگر اس کے ہاں) انہیں یقین ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کی ناراضی سے نکلنے کا راستہ معافی واستغفار کے علاوہ کوئی نہیں ہے۔ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ (پھر ان کے حال پر توجہ فرمائی) پچاس ایام کے بعد لِيَتُوْبُوْا (تا کہ وہ آئندہ بھی رجوع رہا کریں) تا کہ وہ بھی توابین میں شامل ہو جائیں۔ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ (بیشک اللہ تعالیٰ بہت توجہ فرمانے والے بڑے رحم کرنے والے ہیں) ابو بکر وراق کہتے تھے خالص توبہ یہ ہے کہ تائب کو زمین باوجود وسعت کے تنگ نظر آئے اور خود اس کا اپنا نفس بھی اس پر تنگ ہو۔ جیسا کہ یہ تین صحابہ کرام۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۱۹﴾

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ

مدینے والے اور انکے آس پاس کے رہنے والے دیہات کے لوگوں کے لئے یہ زیبا نہیں تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جانے سے

رَّسُوْلِ اللّٰهِ وَلَا يَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ لَا يُصِيْبُهُمْ

پیچھے رہ جائیں اور نہ یہ بات کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر اپنی جانوں کو لے کر بیٹھ جائیں، یہ اس وجہ سے کہ انہیں جو بھی کوئی پیاس

ظَمَاٌ وَّلَا نَصَبٌ وَّلَا مَخْمَصَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَطَئُوْنَ مَوْطِئًا يَّغِيْظُ الْكُفَّارَ

یا تھکن یا بھوک اللہ کی راہ میں پہنچتی ہے اور وہ کسی جگہ جو قدم رکھتے ہیں جس سے کافروں کو جلن ہوتی ہے

وَلَا يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ

اور دشمن سے جو بھی کوئی چیز لے لیتے ہیں تو اس سب کی وجہ سے ان کے لئے نیک عمل لکھا جاتا ہے۔ بلاشبہ اللہ اچھے کام کرنیوالوں کا

اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ وَلَا يُنْفِقُوْنَ نَفَقَةً صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً وَّلَا يَقْطَعُوْنَ

اجر ضائع نہیں فرماتا۔ اور وہ لوگ جو بھی کوئی چھوٹا بڑا خرچہ کرتے ہیں اور جس کسی میدان کو قطع کرتے

وَادِيًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۱﴾

ہیں تو یہ ان کے لئے لکھ لیا جاتا ہے تاکہ اللہ ان کو انکے عمل کا اچھے سے اچھا بدلہ عطا فرمائے۔

سچوں کا ساتھ دو:

آیت ۱۱۹: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ (اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو) نمبر۱۔ ایمان والوں کے ساتھ نہ کہ منافقین کے ساتھ۔ نمبر۲۔ ان ایمان والوں کے ساتھ جو پیچھے نہیں رہے۔ نمبر۳۔ ان لوگوں کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ کے دین میں اور قول و نیت و عمل میں سچ اختیار کرنے والے ہیں۔

مَسْئَلَہ: یہ آیت اجماع کی حجیت پر دلیل ہے کیونکہ صادقین کا ساتھ دینے کا حکم دیا گیا پس ان کا قول قبول کرنا ضروری ہوا۔

اپنی جان کو عزیز سمجھ کر جہاد سے پیچھے نہ رہنا چاہئے:

آیت ۱۲۰: مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ (مدینہ کے رہنے والوں کو اور جو دیہاتی ان کے گرد و پیش ہیں یہ مناسب نہیں تھا کہ وہ رسول اللہ کا ساتھ نہ دیں) یہاں نفی بمعنی نہی ہے ان لوگوں کو خصوصاً ذکر کیا اگرچہ تمام لوگ اس معاملے میں برابر ہیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ آنحضرت ﷺ کے بالکل قریب رہتے تھے۔ اور آپ کا نکلنا ان کے سامنے واضح تھا۔

وَلَا يَرْغَبُوْا (اور نہ اپنی جان کو عزیز سمجھیں) اور نہ یہ چاہئے کہ وہ بخل کریں بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ (ان کی جان کے مقابلہ میں) جو کچھ بھی پہنچتا رہے آپ کو۔ یعنی ان کو نہ چاہئے کہ وہ اپنے آپ کو حضور ﷺ کی ذات کے مقابلے میں ترجیح دیں بلکہ پریشانی اور تکلیف میں آپ کا ساتھ دیں اور ساتھ رہیں اور ہر سختی میں اپنے کو آپ کی خدمت میں پیش کر دیں۔ ذٰلِكَ (یہ) پیچھے رہنے کی ممانعت بِاَنَّهُمْ (اس سبب سے) اس وجہ سے ہے لَا يُصِيْبُهُمْ ظَمَاٌ (ان کو جو پیاس لگتی ہے) پیاس وَّلَا نَصَبٌ (اور جو تھکاوٹ پیش آتی ہے) تھکاوٹ وَّلَا مَخْمَصَةٌ (اور جو بھوک لگتی ہے) بھوک فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (اللہ کی راہ میں) جہاد میں وَلَا يَطَئُوْنَ مَوْطِئًا (اور جو چلنا وہ چلے) اپنے گھوڑوں کے سموں سے کفار کی جس زمین کو وہ روندتے ہیں اور اپنے اونٹوں کے قدموں اور پاؤں سے لتاڑتے ہیں۔ يَّغِيْظُ الْكُفَّارَ (جو کفار کیلئے غصہ کا باعث ہوا) ان کو ناراض کرے اور ان کے سینوں کو تنگ کرے۔ وَلَا يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا (اور انہوں نے دشمن کی جو کچھ خبر لی) ان کو قتل کی جو مصیبت پہنچتی ہے نمبر۲۔ قید و بند نمبر۳۔ زخم نمبر۴۔ ہڈی ٹوٹنا نمبر۵۔ شکست وغیرہ اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ (ان سب پر ان کے نام ایک ایک نیک عمل لکھا گیا) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ہر گھبراہٹ کے بدلے ستر ہزار نیکیاں ملتی ہیں کہا جاتا ہے نال منہ جب اس کو تکلیف پہنچائے اور اس کو کم کرے۔ یہ ہر ایسی چیز کے متعلق عام ہے جو پریشانی کا باعث بنے۔

مَسْئَلَہ: نمبر۱۔ جو آدمی کسی کام کا قصد کرتا ہے تو اس کے لئے اس کی نقل و حرکت، قیام و قعود، کلام، مشی، رکوب وغیرہ تمام قابل بدلہ اور صلہ ہیں۔ نمبر۲۔ لڑائی ختم ہونے کے بعد مدد لشکر کے ساتھ مال غنیمت میں برابر کی شریک ہے کیونکہ کفار کے علاقوں کو روندنے سے ان کو غصہ آتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے عامر کے دونوں بیٹوں کو حصہ عنایت فرمایا۔ حالانکہ وہ دونوں لڑائی کے ختم ہونے کے بعد پہنچے تھے۔

الْمَوْطِئ نمبر۱ یہ مورد کی طرح مصدر ہے نمبر۲۔ ظرف مکان ہے۔ اگر ظرف مکان مانیں تو پھر يَغِيْظُ الْكُفَّارَ کا معنی (اس کا روندنا کفار کو غصہ دلانے والا ہے، یہ مصدری معنی ہے) روندنے کی جگہ کفار کو غصہ دلانے والی ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ (یقیناً اللہ تعالیٰ مخلصین کا اجر ضائع نہیں کرتے) یعنی بیشک وہ مخلص ہیں اللہ تعالیٰ انکا ثواب باطل نہ کریں گے۔

اخلاص والے ہر چھوٹے بڑے عمل کا بدلہ ہے:

آیت ۱۲۱: وَلَا يُنْفِقُوْنَ نَفَقَةً (اور جو کچھ انہوں نے خرچ کیا) اللہ تعالیٰ کی راہ میں صَغِيْرَةً (چھوٹا) خواہ ایک کھجور ہی کیوں نہ ہو وَّلَا كَبِيْرَةً (بڑا) جیسا کہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جیش عسرہ میں دیا۔ وَّلَا يَقْطَعُوْنَ وَادِيًا (جتنے میدان ان کو طے کرنے

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَآفَّةً ۗ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ

"اور مؤمنین کو یہ نہ چاہیئے کہ سب کے سب نکل کھڑے ہوں، کیوں نہ نکلی چھوٹی جماعت بڑی جماعت میں سے

لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ ﴿١٢٢﴾

تاکہ وہ دین میں سمجھ حاصل کریں۔ اور تاکہ یہ لوگ اپنی قوم کو ڈرائیں۔ جبکہ وہ انکے پاس واپس آ جائیں۔"

پڑے) آنے جانے میں جس زمین سے ان کا گزر ہوا۔ وادی پہاڑوں کے درمیان کھلی جگہ۔ اور ٹیلوں کے مابین وسیع جگہ۔ جس میں ٹیلوں سے اترنے والا پانی بہتا ہو۔ یہ اصل میں فاعل ہے اصل ودی جبکہ بہنے لگے اسی سے الوادی ہے اور الودی بھی اسی سے ہے اب وادی مطلق زمین کیلئے بولا جانے لگا۔ اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ (یہ سب بھی ان کے نام لکھا گیا) وہ خرچ کرنا اور وادی عبور کرنا لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ (تاکہ اللہ تعالیٰ ان کو بدلہ دے) یہ كُتِبَ سے متعلق ہے یعنی ان کے نامہ عمل میں بدلے کیلئے لکھ دیا گیا۔ اَحْسَنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (ان کے کاموں کا اچھے سے اچھا) یعنی ان کے ہر عمل پر بہترین جزاء عنائیت فرمائیں گے اور احسن سے کم درجہ عمل کو بھی احسن کے ساتھ کثرت اجر کیلئے شامل کرلیا جائے گا۔

کچھ جہاد میں جائیں تو دوسرے دین کا فہم حاصل کریں:

آیت ۱۲۲: وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً (مؤمنوں کو یہ نہ چاہئے کہ سب کے سب نکل کھڑے ہوں) لام تاکید نفی کیلئے ہے تمام مسلمانوں کا طلب علم کیلئے اپنے وطنوں سے کوچ کرنا صحیح نہیں کیونکہ اس سے بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ فَلَوْلَا نَفَرَ (کیوں نہ نکلی چھوٹی جماعت) جب تمام کا کوچ نہیں تو پھر ایک گروہ کیونکر ایسا نہیں مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ (ہر ہر بڑی جماعت میں سے ایک چھوٹی جماعت) ہر بڑی جماعت میں سے چھوٹی جماعت تاکہ ان کا کوچ کرنا کفایت کر جائے۔ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ (تاکہ باقی ماندہ لوگ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرتے رہیں) تاکہ وہ اسمیں خوب گہرائی کو بتکلف حاصل کریں اور اس کے حصول میں مشقت اٹھائیں۔

وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ (تاکہ یہ لوگ اپنی قوم کو ڈرائیں) ان کو اپنی ہمتوں کا مقصود دعوت وارشاد دین اور انذار بنانا چاہیئے۔ اِذَا رَجَعُوْا اِلَيْهِمْ (جبکہ وہ ان کے پاس آویں) اور کوئی خسیس اغراض جیسے سرداری، صدارت حاصل کرنا اور لباس اور سواریوں میں ظالموں سے مشابہت نہ ہونی چاہیئے۔ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ (تاکہ وہ احتیاط رکھیں) جس سے بچنا ضروری ہے کہا گیا ہے کہ غزوۂ تبوک کے بعد جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی لشکر کو روانہ فرماتے جبکہ متخلفین کے بارے میں سخت عذاب کی آیات اتر چکیں تو تمام مؤمن اس لشکر میں جانے کیلئے سبقت کرتے۔ اور تفقہ فی الدین سے منقطع رہتے اس پر حکم ہوا کہ ایک گروہ کو جہاد کی طرف بھیجا جائے۔ اور باقی تمام تفقہ فی الدین میں مصروف رہیں۔ تاکہ اس جہاد اکبر سے منقطع نہ رہیں۔ اسلئے کہ قصد کرنے والوں کے ساتھ جہاد و کوشش جہاد بالنبل سے (ایک اعتبار سے) بڑھ کر ہے لیتفقھوا میں ضمیر ان باقی گروہوں کیلئے ہے جو کوچ کرنیوالوں کے بعد رہ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ

اے ایمان والو! ان کافروں سے قتال کرو جو تمہارے آس پاس ہیں اور وہ تمہارے اندر سختی محسوس

غِلْظَةً ؕ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۲۳﴾ وَاِذَا مَاۤ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ

کریں، اور جان لو کہ بلاشبہ اللہ پرہیز گاروں کے ساتھ ہے، اور جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو ان میں سے

مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖۤ اِيْمَانًا ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس نے تم میں سے کس کے ایمان کو بڑھایا، سو جو لوگ اہل ایمان ہیں اس سورت نے ان کے ایمان کو

اِيْمَانًا وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ

بڑھا دیا اور وہ خوش ہوتے ہیں اور جن لوگوں کے دلوں میں مرض ہے سو اس سورت نے انکی

رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ وَمَاتُوْا وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۲۵﴾ اَوَلَا يَرَوْنَ اَنَّهُمْ يُفْتَنُوْنَ

گندگی پر گندگی بڑھا دی۔ اور وہ اس حال میں مر گئے کہ وہ کافر ہیں، کیا وہ نہیں دیکھتے کہ وہ ہر سال

فِيْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوْبُوْنَ وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۲۶﴾ وَاِذَا

ایک یا دوبار کسی نہ کسی مصیبت میں ڈالے جاتے ہیں پھر وہ رجوع نہیں کرتے اور نہ نصیحت حاصل کرتے ہیں، اور جب

مَاۤ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ ؕ هَلْ يَرٰىكُمْ مِّنْ اَحَدٍ ثُمَّ

کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہیں کہ تمہیں کوئی شخص دیکھ تو نہیں رہا، پھر

انْصَرَفُوْا ؕ صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ﴿۱۲۷﴾

چل دیتے ہیں، اللہ نے ان کے دلوں کو پھیر دیا، اس وجہ سے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو سمجھتے نہیں ہیں۔

جائیں۔اور لینذروا قومھم تاکہ وہ باقی جماعتوں اور کوچ کرنے والوں کو جب وہ لوٹ کر آئیں وہ علوم سکھائیں جوان کی غیر موجودگی میں حاصل کئے ہیں۔اور پہلی صورت میں مدینہ کی طرف دین کی سمجھ حاصل کرنے کیلئے آنے والی جماعتیں مراد ہیں (کہ وہ لوٹ کر اپنے اپنے شہروں اور اقوام کو دین کی باتیں سکھائیں)۔

کفار کے ساتھ اقرب فالاقرب کے لحاظ سے قتال کیا جائے:

آیت ۱۲۳: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِیْنَ یَلُوْنَكُمْ (اے ایمان والوان سے لڑو جو تمہارے آس پاس ہیں) تم سے جو قریب ہیں مِّنَ الْكُفَّارِ (کفار سے) قتال تمام کفار کے خلاف خواہ وہ قریب ہوں یا بعید واجب ہے لیکن وجوب اقرب فالاقرب کے لحاظ سے ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنی قوم سے لڑائی کی پھر حجاز کے دیگر کفار سے۔ پھر شام۔ کیونکہ شام عراق کی نسبت مدینہ سے زیادہ قریب ہے اسی طرح ہر طرف میں لازم یہ ہے کہ قریب تر سے لڑیں۔ وَلْیَجِدُوْا فِیْكُمْ غِلْظَةً (اور ان کو تمہارے اندر سختی پانی چاہئے) تم میں قتال سے قبل ان کے ساتھ بات میں سختی و درشتی ہونی چاہئے۔ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ (اور یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ متقی لوگوں کے ساتھ ہے) نصرت و غلبہ کے ذریعہ۔

منافقین کا قرآن سے استہزاء اور اس کا جواب:

آیت ۱۲۴: وَاِذَا مَاۤ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ (اور جب کوئی سورت نازل کی جاتی ہے) ما موصولہ ہے جو تاکید کیلئے ہے فَمِنْهُمْ (تو بعض منافقین) منافقین میں سے مَّنْ یَّقُوْلُ (کہتے ہیں) ایک دوسرے کو کہتے ہیں اَیُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖ (اس سورت نے تم میں سے کس کے ترقی دی ہے) اس سورت نے اِیْمَانًا (ایمان میں) ایمان والوں کا استہزاء اور سورت کا انکار کرتے ہوئے اَیُّكُمْ یہ مبتداء کی وجہ سے مرفوع ہے۔ فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِیْمَانًا وَّ هُمْ یَسْتَبْشِرُوْنَ (سو جو لوگ ایماندار ہیں اس سورت نے ان کے ایمان میں ترقی دی ہے)

آیت ۱۲۵: وَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ (اور جن کے دلوں میں بیماری ہے) شک و نفاق۔ یہ ایسا بگاڑ ہے جو بدن کی بیماری کی طرح علاج کے لائق ہے۔ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ (تو ان کی گندگی کے ساتھ اور گندگی بڑھا دی) ایسا کفر جو ان کے کفر کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ وَمَاتُوْا وَهُمْ كٰفِرُوْنَ (اور وہ حالت کفر ہی میں مر گئے) اس میں ان کے کفر پر اصرار کرنے کی اطلاع دی گئی ہے۔ (جو کہ یقیناً سچی ثابت ہوئی)

منافق سال بسال آفات میں ڈالتے جاتے تا کہ توبہ کر لیں مگر کہاں......:

آیت ۱۲۶: اَوَلَا یَرَوْنَ (کیا ان کو دکھائی نہیں دیتا) منافقین کو

قراءت: حمزہ نے تَرَوْنَ پڑھا ہے اور خطاب ایمان والوں کو ہے۔ اَنَّهُمْ یُفْتَنُوْنَ (کہ یہ آفت میں پھنستے رہتے ہیں) قحط امراض وغیرہ میں مبتلا کیے جاتے ہیں۔ فِیْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَیْنِ ثُمَّ لَا یَتُوْبُوْنَ (ہر سال میں ایک بار یا دو بار پھر بھی باز نہیں آتے) اپنی منافقت سے وَلَا هُمْ یَذَّكَّرُوْنَ (اور نہ وہ کچھ سمجھتے ہیں) نمبرا۔ نہ عبرت حاصل کرتے ہیں۔ نمبر۲۔ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مل کر جہاد کے ذریعہ نہ تو وہ توبہ کرتے ہیں حالانکہ اسلام کا دبدبہ دیکھتے بھی ہیں۔ اور نہ صدمات سے نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ

بلاشبہ تمہارے پاس رسول آیا ہے، جو تم میں سے ہے۔ تمہیں جو تکلیف پہنچے وہ اس کے لئے نہایت گراں ہے وہ تمہارے نفع کے لئے حریص ہے۔

بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ۖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا

مومنین کے ساتھ بڑی شفقت اور مہربانی کا برتاؤ کرنے والا ہے۔ سو اگر لوگ روگردانی کریں تو آپ فرما دیجئے کہ میرے لئے اللہ کافی ہے۔ اس کے سوا کوئی

هُوَ ۭ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۲۹﴾

عبادت کے لائق نہیں۔ میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور وہ عرش عظیم کا مالک ہے۔

منافقین کی نظر بازیاں:

آیت ۱۲۷: وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ (اور جب کوئی سورت اتاری جاتی ہے تو ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگتے ہیں) وحی کا انکار کرتے ہوئے ایک دوسرے کو آنکھوں سے طعنے دیتے ہیں اور اسلام کا مذاق اڑانے کیلئے اور زبان سے یہ کہہ رہے ہوتے ہیں۔ هَلْ يَرٰىكُمْ مِّنْ اَحَدٍ (تم کو کوئی دیکھ نہیں رہا) مسلمانوں میں سے تاکہ ہم واپس لوٹ چلیں۔ ہم اس کو سن کر صبر نہیں کر سکتے اور نہ رک سکتے ہیں۔ ہمیں تو اتنی شدید ہنسی آ رہی ہے جس کی وجہ سے ان کے درمیان ہمیں ٹھہرنے کی صورت میں رسوائی کا خدشہ ہے۔

نمبر۲۔ جب کوئی سورت منافقین کے عیوب ظاہر کرنے کیلئے اترتی ہے تو وہ ایک دوسرے کو اشارے کرتے ہیں۔ اگر تم آپ کے پاس سے اٹھے ہو تو تمہیں کسی نے اٹھتے دیکھا تو نہیں ثُمَّ انْصَرَفُوْا (پھر وہ چل دیتے ہیں) پھر رسوائی کے خطرہ کے پیش نظر آپ کے پاس سے اٹھ کر چلے جاتے ہیں۔ صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ (اللہ تعالیٰ نے ان کا دل پھیر دیا ہے) قرآن کے سمجھنے سے بِاَنَّهُمْ (اس سبب سے کہ وہ) قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ (بالکل بے سمجھ لوگ ہیں) وہ تدبر ہی نہیں کرتے کہ بات کو سمجھیں۔

عظیم الشان رسول کی رفیع الشان صفات:

آیت ۱۲۸: لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ (تمہارے پاس آئے ایک عظیم الشان رسول) محمد ﷺ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ (جو تمہاری جنس سے ہیں) تمہاری جنس، تمہارے نسب سے، عربی، قرشی تمہاری طرح عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ (جن کو تمہاری مشقت والی بات نہایت ہی گراں گزرتی ہے) ان پر گراں گزرتی ہے کیونکہ وہ تمہیں میں سے ایک ہیں۔ عنتکم تمہاری تکلیف اور تمہیں ناپسند بات کا پہنچنا پس وہ تمہارے عذاب میں پڑنے اور مبتلا ہونے سے ہر وقت ڈرتے ہیں۔

حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ (تمہارے فائدے کے بڑے خواہش مند رہتے ہیں) تمہارے ایمان کے متعلق بِالْمُؤْمِنِيْنَ (اور ایمان والوں کے ساتھ) جو تم میں سے ہیں یا تمہارے علاوہ میں سے ہیں۔ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (بڑے شفیق مہربان ہیں) کہا گیا ہے

کہ اللہ تعالیٰ نے اور کسی کیلئے اس کے ناموں میں دو نام ایک جگہ اکٹھے نہیں ذکر فرمائے صرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے رؤف رحیم دو نام جمع کر کے ذکر فرمائے۔

آیت ۱۲۹: **فَإِنْ تَوَلَّوْا** (پھر اگر یہ روگردانی کریں) اگر آپ پر ایمان لانے سے اعراض کریں اور علیحدگی اختیار کریں۔ **فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ** (تو آپ کہہ دیں کہ میرے لئے اللہ تعالیٰ کافی ہے) پس اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرو اور اپنے امور اس کے سپرد کرو اس کی ذات ان کے تمام حملوں کی طرف سے کافی ہے وہ ذات ان کے خلاف تمہاری مدد فرمانے والی ہے۔ **لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ** (اس کے سوا کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں میں نے اسی پر بھروسہ کر لیا) میں نے اپنا معاملہ اس کے سپرد کیا **وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ** (اور وہ مالک ہے عرش کا) مخلوقات میں سب سے بڑی مخلوق عرش الٰہی ہے۔ اہل سماء کے طواف کیلئے اس کو پیدا فرمایا اور ان کے لئے دعا کا قبلہ بنا دیا۔ **الْعَظِيْمِ** (بڑی عظمت والا ہے) قراءت: یہ جر کے ساتھ ہے اور مرفوع ماننے کی صورت میں رب عز وجل کی صفت ہے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ یہ آیت سب سے آخر میں نازل ہوئی۔

تمت ترجمة التوبة ليلة الخميس من شهر جمادى الاخرىٰ ۱۴۲۳ھ، ۲۸ اگست ۲۰۰۲ء الحمدللّٰه اولاً واٰخرا

اللّٰهم وفقنى توبة نصوحًا كما فعلت بفضلك مع اصحاب نبيك ﷺ۔

سُوْرَةُ يُوْنُسَ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّتِسْعُ اٰيَاتٍ وَّاَحَدَ عَشَرَ رُكُوْعًا

سورۃ یونس مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اس میں ١٠٩ آیات اور ١١ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

الٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ① اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ

الٓرٰ یہ آیات ہیں کتاب حکیم کی، کیا لوگوں کو اس بات سے تعجب ہوا کہ ہم نے انہیں میں سے ایک شخص کی طرف وحی بھیجی

اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ

کہ لوگوں کو ڈرایئے اور ان لوگوں کو بشارت دیجئے جو ایمان لائے یہ کہ ان کے لئے ان کے رب کے پاس بڑا مرتبہ ہے۔ کافروں نے کہا

اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ ② اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ

کہ بے شک یہ کھلا جادوگر ہے، بلاشبہ تمہارا رب اللہ تعالیٰ ہے جس نے آسمانوں کو اور زمین کو چھ دن میں

اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ؕ

پیدا فرمایا پھر (وہ) عرش پر مستوی ہوا، وہ ہر کام کی تدبیر فرماتا ہے اس کی اجازت کے بغیر کوئی سفارش کرنے والا نہیں،

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ③ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ

وہ اللہ تمہارا رب ہے سو تم اسکی عبادت کرو، کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے، اسی کی طرف تم سب کو لوٹ جانا ہے، اس نے سچا وعدہ

حَقًّا ؕ اِنَّهٗ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

کر رکھا ہے بلاشبہ وہی مخلوق کو ابتداءً پیدا فرماتا ہے پھر وہ اسے دوبارہ لوٹا دے گا تا کہ وہ ان لوگوں کو انصاف کیساتھ

بِالْقِسْطِ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا

بدلہ دے جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے، اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لئے پینے کو کھولتا ہوا پانی اور دردناک عذاب ہے اس وجہ سے کہ وہ

يَكْفُرُوْنَ ④

کفر کرتے تھے۔

منزل ٣ — وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم

الٓرٰ۔ تِلْكَ اٰیٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِیْمِ اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَیْنَآ اِلٰی رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِیْنٌ۔

آپ کی نبوت قابل تعجب کیوں ہے؟

۱،۲: الٓرٰ اوران کی مثل امالہ ہے حمزہ،علی اورابوعمرو رحمہم اللہ کے نزدیک۔ یہ حروف تحدّی کیلئے شروع سور میں لائے گئے ہیں۔ تِلْكَ اٰیٰتُ الْكِتٰبِ (جو اس کتاب کی آیتیں ہیں) تلك سے اشارہ ان آیات کی طرف ہے جو سورت میں پائی جاتی ہیں الکتاب سے یہ سورۃ مراد ہے۔ الْحَكِیْمِ (جو پرحکمت ہے) نمبرا۔حکمتوں پر مشتمل ہونے کی وجہ سے کتاب کی صفت حکیم لائی گئی ہے۔نمبر۲۔کذب اورمن گھڑت ہونے سے محفوظ ہے۔ اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا (کیاان لوگوں کواس بات سے تعجب ہوا) اس میں ہمزہ استفہام انکاری تعجبی ہے۔لوگوں کے اس کے متعلق تعجب کرنے پر انکاروتعجب کااظہار کیا گیا ہے۔

نحو: اَنْ اَوْحَیْنَآ (کہ ہم نے وحی بھیج دی) یہ کان کا اسم اور عجبًا اسکی خبر ہے اور للناس کالام محذوف کے متعلق ہے جو کہ عجبًا کی صفت ہے جب وہ مقدم ہے تو حال بن گیا۔ اِلٰی رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ (انہی میں سے ایک شخص کے پاس کہ سب آدمیوں کوڈرائے)۔نمبرا۔ان سے پہلے با مقدر ہے بان انذر۔نمبر۲۔ان مفسرہ ہے کیونکہ ایحاء میں قول کامعنی پایا جاتا ہے۔ وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ (اور ایمان والوں کوخوشخبری سنائے کہ ان کو) اَنَّ سے پہلے با محذوف ہے بانّ لھم۔ للناس میں لام کامعنی یہ ہے کہ انہوں نے اس بات کوایک عجوبہ قرار دیا جس پر وہ تعجب کرتے تھے کہ ایک انسان کی طرف وحی آئی اور وہ انسان بھی ایسا جوان کے متوسط طبقے میں سے ہے نہ کہ ان کے مالدار سرداروں میں سے۔اسی لئے وہ کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کو رسالت کے لئے ابوطالب کے یتیم بھتیجے کے سواءاور کوئی نہ ملا۔اور وہ آگ سے ڈراتا اور جنت کی خوشخبری سناتا ہے۔حالانکہ ان باتوں میں سے کوئی بھی تعجب انگیز نہیں ہے کیونکہ اُمم کی طرف مبعوث رسل انہی جیسے انسان ہوتے ہیں اوریتیم اور بے مایہ کا بھیجنا بھی تعجب خیز نہیں۔کیونکہ نبوت کیلئے وہ منتخب کیا جاتا ہے۔ جو اسباب نبوت کا جامع ہو اور مالداری اور دنیا میں مرتبہ ودرجہ والا ہونا یہ اسباب نبوت سے قطعاً نہیں ہے اور جزاء اور سزا کیلئے دوبارہ اٹھانا یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت عظمیٰ کا تقاضہ ہے پس یہ کیونکر قابل تعجب ہوا؟ بلکہ تعجب انگیز اور قابل انکار تو صحیح عقل وفکر میں جزاء کاانکار ہے۔

قدم صدق کی مراد:

قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ (پورا مرتبہ ملے گا ان کے رب کے ہاں) نمبرا۔ قدم کامعنی سابقیت اور فضیلت اور بلند مرتبہ ومقام ہے۔کیونکہ تگ ودو اور سبقت قدم سے حاصل ہوتی ہے اس لئے اچھی کوشش اور اس کے مقام اور اس میں سابقیت کوقدم سے تعبیر فرمایا گیا۔جیسا کہ نعمت کو ید، باع کہتے ہیں کیونکہ وہ مال ہاتھ سے ادا کیا جاتا ہے اور دینے والا اپنے بازو اس کے لئے دراز کرتا ہے محاورہ میں کہتے ہیں۔لفلان قدم فی الخیر۔قدم کی نسبت صدق کی طرف کر کے زیادت فضل کی طرف اشارہ کر دیا۔اور یہ بتلا دیا کہ یہ عظیم انعامات سے ہے۔نمبر۲۔قدم کا معنی مقام صدق ہے۔نمبر۳۔سعادت میں سبقت کا میسر آنا مراد ہے۔ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِیْنٌ (کافر کہنے لگے بلاشبہ یہ تو کھلا جادوگر ہے)

قراءت: مدنی، بصری، شامی نے لَسِحْرٌ پڑھا ہے۔ جنہوں نے لَسَاحِرٌ پڑھا ہے۔ اس سے انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی مراد لی ہے۔ اس میں دلیل ہے کہ وہ لوگ اس بات سے عاجز تھے کہ آپ کو کاذب وساحر ثابت کر سکیں اور آپ کے سچے ہونے کے معترف تھے۔

قضاء وقدر کا وہی مالک:

۳: اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ (بلاشبہ تمہارا رب اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں پیدا فرمایا پھر عرش پر قائم ہوا) استوی کا معنی استیلاء وغلبہ ہے کیونکہ دیّان مکان سے پاک اور معبود حدود سے وراء الوراء ہے۔

یُدَبِّرُ (وہ تدبیر کرتا ہے) حکمت کے مطابق اندازہ کرتا اور فیصلہ فرماتا ہے۔ الْاَمْرَ (ہر کام کی) تمام مخلوقات کا معاملہ اور آسمان زمین اور عرش کا معاملہ۔ اولاً اللہ تعالیٰ کی عظمت وملکیت کا تذکرہ آسمان وزمین اور عرش کی پیدائش سے کیا۔ اور پھر یدبر الامر کا جملہ لاکر عظمت کو مزید واضح کر دیا۔ اور یہ بتلا دیا کہ اسکی شان یہ ہے کہ قضاء وقدر کا کوئی امران کے حکم سے باہر نہیں ہے۔ اسی طرح مَامِنْ شَفِیْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ (کوئی سفارش کرنے والا نہیں بغیر اس کی اجازت کے) میں اللہ تعالیٰ کی عزت و کبریائی کی دلیل مزید دے دی ذٰلِكُمُ (ایسا) اس سے اشارہ عظمتوں کے ساتھ متصف ذات کی طرف کیا جو عظمتیں مذکور ہوئیں۔ اللّٰهُ رَبُّكُمْ (اللہ تمہارا رب ہے) وہی تو مستحق عبادت ہے فَاعْبُدُوْهُ (پس تم اسی کی عبادت کرو) اس کو وحدہٗ لاشریک جانو اور اسکی مخلوقات میں سے انسان اور فرشتوں کو بھی اس کا شریک مت بناؤ۔ چہ جائیکہ وہ جمادات بت وغیرہ جو ذرہ بھر نفع و نقصان پر بھی قدرت نہیں رکھتے اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ (کیا تم پھر بھی نہیں سمجھتے) کیا تم تدبر نہیں کرتے کہ جس سے تم مصالح اور منافع کے پائے جانے سے نافع ومصلح کی ذات پر استدلال کر سکو۔

۴: اِلَیْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِیْعًا (تم تمام نے اسی ہی کی بارگاہ میں لوٹنا ہے) جمیعًا حال ہے مطلب یہ ہے کہ تم بالآخر اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ پس اسکی ملاقات کی تیاری کرلو۔ نمبرا۔ المرجع کا معنی رجوع کرنا۔ نمبر۲۔ رجوع کی جگہ وَعْدَ اللّٰهِ (اللہ نے وعدہ کر رکھا ہے) یہ الیہ مرجعکم کیلئے مصدر بطور تاکید لایا گیا ہے۔ حَقًّا (سچا) یہ وعد اللہ کیلئے مصدر مؤکد ہے۔ اِنَّهٗ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ (وہی پہلی بار بھی پیدا کرتا ہے پھر وہی دوبارہ بھی پیدا کرے گا) یہ جملہ مستانفہ ہے اور اس کا مقصد اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنے کی علت بیان کرنا ہے۔

شرک نہ کرنے والے منصف ہیں:

لِیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (تاکہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے وہ جزاء دے) یعنی تخلیق اور اعادہ کی حکمت یہ ہے کہ مکلفین کو ان کے اعمال کا بدلہ دیا جائے۔ بِالْقِسْطِ (انصاف کے ساتھ)

نحو: بالقسط یہ یجزی کے متعلق ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے لیجز یھم بقسطه۔ نمبرا۔ تاکہ اپنے انصاف سے انکو بدلہ دے اور انکو انکا پورا پورا اجر عنایت کرے یا نمبر۲۔ ان کے انصاف کا بدلہ دے۔ یعنی جو انہوں نے انصاف اور عدل کیا اور ظلم نہ کیا۔

هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ

اللہ وہ ہے جس نے سورج کو روشنی بنایا اور چاند کو نور بنایا ، اور اس کے لئے منزلیں مقرر فرما دیں تا کہ تم

السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ؕ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ ۚ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۵﴾

برسوں کی گنتی جان لو اور حساب کو معلوم کر لو ، یہ چیزیں اللہ نے حق ہی کے ساتھ پیدا فرمائی ہیں ، وہ جاننے والوں کے لئے تفصیل کے ساتھ نشانیاں بیان فرماتا ہے

اِنَّ فِي اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ

بے شک رات اور دن کے ایک دوسرے کے بعد آنے جانے میں اور جو کچھ اللہ نے آسمان اور زمین میں پیدا فرمایا ہے ان میں ان لوگوں کے لئے دلائل ہیں

يَّتَّقُوْنَ ﴿۶﴾

جو ڈرتے ہیں ۔

جبکہ وہ ایمان لائے اسلئے کہ شرک بڑا ظلم ہے جیسا کہ (سورۂ لقمان ۱۳) میں فرمایا ان الشرك لظلم عظيم اور یہ وجہ سب سے بہتر ہے کیونکہ اس ارشاد کے مقابلہ میں وارد ہے۔ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّ عَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ (اور جن لوگوں نے کفر کیا انکو کھولتا ہوا پانی پینے کو ملے گا اور دردناک عذاب ہوگا انکے کفر کی وجہ سے) اور میرا کلام بھی ایک وجہ ہے۔

نمونۂ قدرت:

۵: هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً (وہی ذات جس نے سورج کو تیز روشنی والا بنایا) یہ ضوء سے ضیاء بنا ہے۔ ضیاء میں یا اصل میں واؤ ہے ماقبل کسرہ کی وجہ سے یا بنی ہے۔ اور ہمزہ سے قبل یہ تبدیلی لائی گئی کیونکہ یا حرکت کیلئے زیادہ مناسب ہے۔

دوسرا نمونہ:

وَّالْقَمَرَ نُوْرًا (اور چاند کو نورانی بنایا) ضیاء ، نور کی بنسبت تیز روشنی کو کہتے ہیں۔ اسی لئے چاند کے لئے نور (دھیمی روشنی) اور سورج کیلئے ضیاء (تیز روشنی) کا لفظ لایا گیا وَّ قَدَّرَهٗ مَنَازِلَ (اور اس کے لئے مقرر کر دیا منازل کا اندازہ) اور چاند کا اندازہ کیا یعنی اس کے چلنے کی منازل مقرر فرمائیں۔ نمبر۲۔ ذا منازل ۔ اس کو منازل والا بنایا۔ جیسا کہ سورت یٰسٓ ۳۹۔ میں فرمایا و القمر قدرناه منازل۔

لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ (تا کہ تم سالوں کی گنتی جان لو) یعنی سالوں کی تعداد اور مہینوں کی ، ذکر صرف سنین کا فرمایا کیونکہ مہینے ان میں خود شامل ہیں وَالْحِسَابَ (اور حساب کو) اور مدتوں کا حساب اور مقررہ اوقات سالوں اور مہینوں کے ساتھ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ ذلك کا مشار الیہ مذکورہ چیزیں ہیں (کہ اللہ تعالیٰ نے ان مذکورہ چیزوں کو نہیں بنایا) اِلَّا بِالْحَقِّ (مگر حق کے ساتھ) اس حکمت بالغہ سے یہ متصل ہیں۔ بے کار پیدا نہیں کئے گئے۔ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ (وہ نشانات کو کھول کر بیان کرتا ہے)

اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا وَرَضُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا وَالَّذِيْنَ

بلاشبہ جو لوگ ہمارے پاس آنے کی اُمید نہیں رکھتے اور وہ دنیاوالی زندگی پر راضی ہو گئے اور اس پر مطمئن ہو گئے اور وہ لوگ

هُمْ عَنْ اٰيٰتِنَا غٰفِلُوْنَ ۷ اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۸ اِنَّ الَّذِيْنَ

جو ہماری آیات سے غافل ہیں ایسے لوگوں کا ٹھکانہ ان کے اعمال کی وجہ سے دوزخ ہے ، بے شک جو لوگ

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ يَهْدِيْهِمْ رَبُّهُمْ بِاِيْمَانِهِمْ ۚ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ

ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان کا رب انکے ایمان کی وجہ سے انہیں راہ بتا دے گا، ان کے نیچے نہریں جاری

الْاَنْهٰرُ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۹ دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ۚ

ہوں گی ۔ نعمت کے باغوں میں ہوں گے، ان میں انکی یہ بات ہو گی کہ اے اللہ تو پاک ہے ،اور اس میں ان کا تحیہ سلام ہو گا

وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۱۰ ع

اوران کی آخری بات الحمدللّٰہ رب العلمین ہو گی۔

قراءت: مکی، بصری، حفص نے یا سے پڑھا جبکہ دیگر قراء نے نون سے پڑھا ہے۔لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ (جاننے والے لوگوں کیلئے) پس وہ ان میں غور کر کے فائدہ حاصل کرتے ہیں۔

نمونہ نمبر ۳:

۶ : اِنَّ فِي اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ (بیشک رات دن کے آگے پیچھے آنے میں) نمبرا۔ان میں سے ہر ایک کے دوسرے کے پیچھے آنے میں۔نمبر۲۔ان کے باہمی رنگوں کے مختلف ہونے میں۔وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اوران چیزوں میں جو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین میں پیدا کی ہیں) یعنی تمام مخلوقات میں لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَّقُوْنَ (بڑے دلائل ہیں ان لوگوں کیلئے جو ڈرتے ہیں) ڈرنے والوں کا خاص طور پر تذکرہ فرمایا کیونکہ آخرت کا کھٹکا اور ڈر انہی لوگوں کو ہے پھر یہ ڈر ان کو غور و فکر کی طرف متوجہ کر دیتا ہے۔

دنیا پر خوش اور آخرت سے غافل آگ میں:

۷ : اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا (جن لوگوں کو ہمارے سامنے پیش ہونے کا ڈر کھٹکا نہیں ہے) نمبرا۔ بالکل انکی توقع ہی نہیں رکھتے۔اور نہ ہی اس کا خیال اپنے دلوں میں لاتے ہیں کیونکہ حقائق کو سمجھنے سے وہ غفلت کا شکار ہیں۔یا نمبر۲۔ ہماری بہتر ملاقات کی امید نہیں کرتے جیسا کہ سعادت مند لوگ امید کرتے ہیں۔یا نمبر۳۔ ہمارے سامنے بری حاضری سے نہیں ڈرتے۔وہ

بری ملاقات جس سے ڈرنا ضروری ہے۔
وَرَضُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (اوروہ دنیا کی زندگی سے خوش ہیں) آخرت کے مقابلہ میں اورانہوں نے قلیل فانی کوکثیر باقی پر ترجیح دی ہے۔وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا (اسی پر مطمئن ہیں) وہ اس میں اس طرح رہ رہے ہیں جیسے اس سے زائل نہ ہونگے اسی لئے انہوں نے مضبوط تعمیرات کی ہیں اور لمبی امیدیں باندھ رکھی ہیں۔وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنْ اٰيٰتِنَا غٰفِلُوْنَ (اور جولوگ کہ ہمارے دلائل سے غفلت برتنے والے ہیں) ان میں سوچ و بچار نہیں کرتے۔
نحو: اس پر وقف نہیں کیونکہ اِنَّ کی خبر اُولٰٓئِكَ مَاْوٰهُمُ النَّارُ ہے۔
۸: اُولٰٓئِكَ مَاْوٰهُمُ النَّارُ (ایسےلوگوں کا ٹھکانہ دوزخ کی آگ ہے)
نحو: اُولٰٓئِكَ مبتداء اول ، ماوھم مبتدا ثانی النار اسکی خبر اور دونوں مل کر اُولٰٓئِكَ کی خبر اور یہ ان کی خبر ہے۔بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (اس کمائی کے بدلے میں جووہ کماتے تھے) بما کی با کا متعلق جوزوا محذوف کلام اس پر دلالت کر رہا ہے۔

جنت ایمان سے ملی :

۹: اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ يَهْدِيْهِمْ رَبُّهُمْ بِاِيْمَانِهِمْ (بے شک جولوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل بھی کئے انکا رب ان کوان کے ایمان کی وجہ سے ان کے مقصد تک پہنچائے گا) ان کے ایمان کے سبب ان کا رب ان کوثواب تک پہنچانے والا ہے کیونکہ انہوں نے سیدھے راستہ پر استقامت اختیار کی۔تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ (اس کے نیچے نہریں جاری ہونگی) اس کا بیان اور تفسیر ہے۔کیونکہ سعادت کے سبب کومضبوطی سے تھام لینا یہ سعادت تک پہنچنے کی طرح ہی ہے۔نمبر۲۔ آخرت میں جنت کے راستہ کی طرف ان کے نور ایمان کے سبب ان کی راہنمائی کرے گا۔اوراس حدیث میں اس بات کا ذکر ہے ان المومن اذا خرج من قبره صوّرله عمله فی صورة حسنة۔ فیقول له انا عملك فيكون له نورا و قائداً الى الجنة والكافر اذاخرج من قبره صوّرله عمله فی صورة سيئة فيقول له انا عملك فينطلق به حتى يدخله النار (ابن جریر فی الطبری) کہ مومن کا عمل اچھی شکل میں جنت کا راہنما ہوگا اور کافر کا عمل بری شکل میں جہنم کا راہنما بنے گا۔
مَسْئَلَه: اس میں اس بات کا ثبوت ہے کہ مجرد ایمان نجات کا باعث ہے اسی لئے بایمانہم فرمایا گیا۔عمل صالح کواس کے ساتھ نہیں ملایا۔فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ (نعمتوں والے باغات میں) یہ نمبرا۔تجری کے متعلق ہے نمبر۲۔الانھار سے حال ہے۔

جنت والوں کی دعاوسلام :

۱۰: دَعْوٰهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ (ان باغات میں ان کی پکار ہوگی اے اللہ تیری ذات ہر عیب سے پاک ہے) دعوٰی یہاں دعا کے معنی میں ہے کیونکہ اللّٰھم نداء ہے کہ اے اللہ ہم آپ کی تسبیح کرتے ہیں یعنی سبحانك اللّٰھم کہہ کر وہ اپنے رب کو پکاریں گے یہ ذکر الٰہی تلذذ کیلئے ہوگا عبادت کیلئے نہیں۔وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ (اور سلام آپس میں السلام علیکم ہوگا) نمبرا۔سلام سے وہ ایک دوسرے کومبارک باد دیں گے۔نمبر۲۔فرشتے اس طرح ان کو سلام کریں گے گویا مصدر کی اضافت مفعول کی طرف ہے۔نمبر۳۔اللہ تعالیٰ کا ان کوسلام ہوگا۔واٰخِرُ دَعْوٰهُمْ (اوران کی آخری بات) اوران کی دعا کا اختتام تسبیح ہوگی۔اَنِ الْحَمْدُ

وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ إِلَيْهِمْ أَجَلُهُمْ ۖ فَنَذَرُ

اور اگر اللہ لوگوں پر نقصان واقع کرنے میں جلدی کرتا جیسے کہ وہ بھلائی کے لئے جلدی مچاتے ہیں تو ان کا وعدہ پورا ہو چکا ہوتا، سو جو لوگ

الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ﴿١١﴾ وَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ

ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے ہم انکی سرکشی میں انہیں سرگرداں چھوڑ دیتے ہیں، اور جب انسان کو

الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْبِهِ أَوْ قَاعِدًا أَوْ قَائِمًا ۚ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهُ مَرَّ كَأَنْ

کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ہمیں پکارتا ہے لیٹے ہوئے اور بیٹھے ہوئے اور کھڑے ہوئے، پھر جب ہم اس کی تکلیف ہٹا دیتے ہیں تو وہ اس حال میں گزر جاتا ہے کہ گویا

لَمْ يَدْعُنَا إِلَىٰ ضُرٍّ مَسَّهُ ۚ كَذَٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِينَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٢﴾ وَلَقَدْ

اس نے ہمیں کسی تکلیف کے پہنچ جانے پر پکارا ہی نہ تھا، اسی طرح حد سے بڑھ جانے والوں کے لئے انکے اعمال مزین کر دیئے گئے ہیں اور ہم نے

أَهْلَكْنَا الْقُرُونَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوا ۙ وَجَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ وَمَا

تم سے پہلے بہت سی جماعتوں کو ہلاک کیا جبکہ انہوں نے ظلم کیا اور ان کے پاس انکے رسول کھلی ہوئی دلیلیں لے کر آئے، اور وہ لوگ

كَانُوا لِيُؤْمِنُوا ۚ كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِينَ ﴿١٣﴾ ثُمَّ جَعَلْنَاكُمْ خَلَائِفَ فِي

ایمان لانے والے نہ تھے، ہم اسی طرح مجرموں کو سزا دیا کرتے ہیں، پھر ہم نے تمہیں زمین میں

الْأَرْضِ مِنْ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ ﴿١٤﴾

ان کے بعد خلیفہ بنا دیا تا کہ ہم دیکھیں کہ تم کیسے عمل کرتے ہو؟

لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (کہ سب تعریفیں اللہ رب العالمین کیلئے ہیں) وہ کہیں گے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ یہ اَنْ مخففہ من المثقلہ ہے اور اصل عبارت یہ ہے انہ الحمدللہ رب العالمین ۔ یہ ہ ضمیر شان ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ان کے کلام کی ابتداء تسبیح اور آخر تحمید سے ہوگی پس اللہ تعالیٰ کی تعظیم وتقدیس سے ابتداء کر کے شکر وثناء پر اختتام ہوگا۔ اور اس کے درمیان میں اپنے ارادے سے جو گفتگو چاہیں گے وہ کریں گے۔

جلد عذاب نہ آنے میں حکمت:

۱۱: وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ (اگر اللہ تعالیٰ لوگوں پر برائی بھیجنے میں جلدی کیا کرتا جیسا لوگ بھلائی مانگنے میں جلدی کرتے ہیں) اصل اس طرح ہے اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو شر بھی اس طرح جلدی پہنچا دیتے جیسا وہ بھلائی میں جلدی

مانگتے ہیں۔ پس آیت میں استعجال بالخیر کو تعجیل خیر کی جگہ رکھ کر اس کے جلد قبول ہونے کی اطلاع دی ہے۔ **ھم** سے مراد اہل مکہ ہیں۔ استعجال سے ان کے قول **فامطر علینا حجارۃ من السمآء**۔ [الانفال:۳۲] کی طرف اشارہ ہے کہ اگر ہم ان کو شر بھی جلدی سے پہنچا دیں جیسا کہ ہم خیر ان کو جلدی دیتے اور اس سلسلہ میں ان کی دعا قبول کرتے ہیں۔ **لَقُضِيَ اِلَيْهِمْ اَجَلُهُمْ** (تو ان کا وقت مقررہ کبھی کا پورا ہو چکا ہوتا) تو وہ مر چکے اور ہلاک ہو چکے ہوتے۔

قراءت: **لَقَضٰى اِلَيْهِمْ اَجَلَهُمْ** شامی نے معروف پڑھا۔ اور فاعل اللہ تعالیٰ کی ذات کو بنایا ہے۔

فَنَذَرُ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا فِيْ طُغْيَانِهِمْ (پس ان لوگوں کو جو ہمارے پاس آنے سے ڈر نہیں رکھتے ان کے حال پر چھوڑتے ہیں وہ اپنی سرکشی میں) یعنی اپنے شرک اور گمراہی میں **يَعْمَهُوْنَ** (حیران ہیں) یعنی متردد ہیں۔ ماقبل سے اس کے اتصال کی وجہ یہ ہے کہ **لو یعجل اللہ** کا ارشاد تعجیل کی نفی کو اپنے اندر شامل کرنے والا ہے۔ گویا تقدیر اس طرح ہے **ولا تعجل لھم الشر ولا نقضی الیھم اجلھم فنذرھم فی طغیانھم یعنی نمھلھم و نفیض علیھم النعمۃ مع طغیانھم الزاما للحجۃ علیھم**۔ نہ ہم ان کو جلد شر پہنچاتے ہیں اور نہ ہی ان کی مدت مقررہ کو ختم کرتے ہیں بلکہ ان کی سرکشی میں مہلت دیکر اور سرکشی کے باوجود انعامات دیکر ان کو چھوڑ دیتے ہیں۔ تاکہ ان پر حجت تمام ہو جائے۔

کافر کا دکھ سکھ میں حال:

۱۲: **وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ** (جب انسان کو پہونچتی ہے) مس کا معنی پہنچنا اور انسان سے کافر انسان مراد ہے **الضُّرُّ دَعَانَا** (تکلیف تو وہ ہمیں پکارتا ہے) یعنی اللہ تعالیٰ کو پکارتا ہے تاکہ وہ اس تکلیف کا ازالہ کر دے **لِجَنْۢبِهٖٓ** (اپنے پہلو پر) یہ حال ہے کیونکہ بعد والے حال کا یہ معطوف علیہ ہے۔ **اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآئِمًا** (بیٹھے یا کھڑے) یعنی لیٹے ہوئے بھی ہمیں پکارتا ہے۔ ان تینوں حالتوں کو ذکر کرنے کا فائدہ یہ ہے۔ کہ تکلیف زدہ کے بارے ظاہر کر دیا جائے کہ وہ ہمیں مسلسل پکارتا ہے۔ نہ پکارنے سے اکتاتا اور نہ منقطع کرتا ہے جب تک کہ ضرر و تکلیف اس سے دور نہیں ہو جاتی۔ وہ تمام حالتوں میں ہمیں پکارتا رہتا ہے۔ خواہ اس طرح لیٹنے کی حالت ہو کہ وہ اٹھ بھی نہ سکے یا بیٹھنے کی حالت ہو کہ قیام کی سکت نہ پاتا ہو یا قیام کی حالت ہو کہ چلنے کی مطلق قدرت نہ ہو۔

فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ (جب ہم اسکی تکلیف کا ازالہ کر دیتے ہیں) یعنی اس تکلیف کو زائل کر دیتے ہیں جس میں وہ مبتلا ہوتا ہے۔ **مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَآ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ** (تو وہ ایسا گزر جاتا ہے گویا اس نے کسی تکلیف کے پہنچنے میں ہمیں کبھی بلایا ہی نہیں)۔ نمبر ۱۔ یعنی وہ اپنے تکلیف پہنچنے سے پہلے والے راستہ پر چل پڑتا ہے۔ اور مشقت و تکلیف والی حالت یکسر بھلا دیتا ہے۔ یا نمبر ۲۔ گڑگڑانے اور تضرع کے مقام سے گزر جاتا ہے اور اسکی طرف لوٹ کر نہیں آتا۔ گویا کہ وہ تضرع کے مقام سے واقف بھی نہیں۔ **کان لم یدعنا** اصل میں **کانہ لم یدعنا** تھا تخفیف کی بناء پر ضمیر شان کو حذف کر دیا۔ **كَذٰلِكَ** (اسی طرح) اس تزیین کی طرح **زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِيْنَ** (خوشنما کر دیئے جاتے ہیں حد سے بڑھنے والوں کیلئے) کفر کی طرف حدود میں تجاوز کرنے والوں کیلئے شیطان اپنے وساوس سے بُرے اعمال کو مزین کرتا ہے۔ **مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ** (ان کے ان اعمال کو جو وہ کرتے تھے) اعمال

سے یہاں اللہ تعالیٰ کی یاد سے اعراض اور اتباع کفر مراد ہے۔

مکذین کا انجام ہلاکت:

۱۳: وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ (بیشک ہم نے تم سے پہلے بہت سے اہل زمانہ کو ہلاک کیا) کُمْ سے اہل مکہ کو مخاطب فرمایا گیا ہے لَمَّا ظَلَمُوْا (جب انہوں نے ظلم کیا) ظلم سے یہاں شرک مراد ہے یہ اھلکنا کا ظرف ہے۔ وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ واوٴ حالیہ ہے (حالانکہ ان کے رسول ان کے پاس) مطلب یہ ہے کہ تکذیب کر کے انہوں نے ظلم کیا حالانکہ ان کے رسول ان کے پاس بِالْبَيِّنٰتِ معجزات لائے وَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا (وہ نہ تھے ایسے کہ مانتے) اگر وہ باقی رہتے اور ہلاک نہ کئے جاتے کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں جانتے تھے کہ وہ کفر پر اصرار کرتے رہیں گے۔

نحو: اس کا عطف ظلموا پر ہے یا یہ جملہ معترضہ ہے اور اس میں لام نفی تاکید کیلئے ہے مطلب یہ ہوا کہ ان کی ہلاکت کا اصل سبب انکار سولوں کی تکذیب کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے علم ازلی سے جانتے ہیں کہ ان کو مہلت دینے میں کوئی فائدہ نہیں۔ کیونکہ نبوت کے ذریعہ ان پر اتمام حجت کر دی گئی ہے۔ كَذٰلِكَ (اسی طرح) ہلاکت جیسی سزا نَجْزِی الْقَوْمَ الْمُجْرِمِیْنَ (ہم سزا دیا کرتے ہیں مجرمین کو) اس میں اہل مکہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کے جرم پر ڈرایا گیا ہے (کہ باز آؤ ورنہ تمہارا انجام ان لوگوں سے مختلف نہ ہوگا)۔

ماضی سے عبارت پکڑو نہ اکڑو:

۱۴: ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِی الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِهِمْ (پھر ان قوموں کے بعد ہم نے تمہیں ان کا جانشین بنایا) یہ ان لوگوں کو خطاب ہے جنکی طرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو براہ راست مبعوث فرمایا کہ ہلاک شدہ اقوام کے بعد ہم نے اے مخاطبین تمہیں زمین میں ان کا نائب بنایا۔ لِنَنْظُرَ كَیْفَ تَعْمَلُوْنَ (تا کہ ہم دیکھیں کہ تم کیسے کام کرتے ہو) یعنی تا کہ ہم دیکھیں کیا تم خیر کے اعمال بجا لاتے ہو یا شر کا ارتکاب کرتے ہو۔ پھر ہم تمہارے اعمال کے مطابق تم سے سلوک برتیں گے۔

نحو: و کیف یہ تعملون کی وجہ سے محل نصب میں ہے۔ لِنَنْظُرَ کی وجہ سے نہیں کیونکہ استفہام کا معنی اس سلسلہ میں رکاوٹ ہے اس کا عامل اس سے مقدم ہے۔ مطلب اس طرح بنا۔ تم ہماری نگاہ میں ہو۔ اب غور کر لو کہ کس طرح کے اعمال تم کر رہے ہو۔ ماضی کو نگاہ عبرت سے دیکھنے والے ہو یا اس کو نظر انداز کر کے حال کے غرور میں مبتلا ہو؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (فداہ ابی و امی) الدنیا حلوة خضرة و ان اللّٰه مستخلفکم فیها فناظر کیف تعملون دنیا شیریں سرسبز ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے بعد وہ تمہیں دینے والے ہیں تا کہ آزمائیں کہ تم کیسے عمل کرتے ہو۔

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ

اور جب ان پر ہماری واضح آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو جو لوگ ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے یوں کہتے ہیں کہ آپ اس قرآن کے علاوہ

غَيْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ ؕ قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ ۚ اِنْ

دوسرا قرآن لے آیئے یا اس کو بدل دیجئے، آپ فرما دیجئے کہ مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا کہ میں اسے اپنے پاس سے بدل دوں، میں تو

اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۚ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۵﴾

بس اسی کا اتباع کرتا ہوں جو میری طرف وحی کی جاتی ہے، بے شک میں اگر اپنے رب کی نافرمانی کروں تو بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں،

قُلْ لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ ۫ۖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ

آپ فرما دیجئے کہ اگر اللہ چاہتا تو میں تم لوگوں پر اسکی تلاوت نہ کرتا اور نہ تمہیں اللہ اسکی اطلاع دیتا، سو میں تمہارے درمیان اس سے پہلے عمر کے ایک بڑے حصہ تک

قَبْلِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۶﴾ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ

رہ چکا ہوں، کیا تم سمجھ نہیں رکھتے، سو اس سے بڑھ کر کون ظالم ہو گا جو اللہ پر بہتان باندھے یا اسکی آیات

بِاٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۱۷﴾

کو جھٹلائے، بے شک بات یہ ہے کہ مجرم کامیاب نہیں ہوتے۔

اور قرآن کا مطالبہ اور اس کا جواب:

۱۵: وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ (اور جب ان کو ہماری واضح آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں) بینات، حال ہے۔ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا (وہ لوگ کہتے ہیں جن کو ہماری ملاقات کی امید نہیں) جب کہ ان کو قرآن میں بتوں کی عبادت کی مذمت اور سرکش لوگوں کے متعلق وعید پر غصہ آتا ہے۔ ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَآ (تو اس قرآن کے سواء اور قرآن لے آ) اس میں وہ چیزیں نہ ہوں جو ہمیں غصہ دلائیں۔ تو ہم آپ کی اتباع کر لیں گے۔ اَوْ بَدِّلْهُ (یا اسی کو بدل دے) اس طرح کہ آیت عذاب کی جگہ رحمت کی آیات اور ہمارے معبودوں کا تذکرہ اور ان کی عبادت کی مذمت نکال دو۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ملا کہ آیت عذاب کی جگہ آیت رحمت رکھ دینا اور معبودوں کی مذمت نکال دینا چونکہ انسانی قدرت کے تحت ہے۔ اس کے جواب میں اس طرح فرمادیں۔

قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ (آپ کہہ دیں مجھے حق نہیں) یعنی میرے لئے حلال نہیں۔ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ (کہ میں اس قرآن میں اپنی طرف سے کوئی ردو بدل کر سکوں) تلقاء نفسی کا معنی من قبل نفسی اپنے نفس و ذات کی جانب سے۔ اِنْ

اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰی اِلَیَّ (میں تو صرف اسی حکم کی اتباع کرتا ہوں جو میری طرف وحی کیا جاتا ہے) یعنی میں بلا کم وکاست وحی الٰہی کی اتباع کرتا ہوں اس میں کوئی تبدیلی اپنی طرف سے نہیں لاتا کیونکہ میں یہ سب اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے لاتا ہوں۔ اپنی طرف سے نہیں کہ تبدیلی کا مجاز ہوں۔ (جب وحی میرے اختیار میں نہیں تو تبدیلی کیسے میرے اختیار میں ہوسکتی ہے) اِنِّیْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ (اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو مجھے اپنے رب کے عذاب کا خطرہ ہے) اپنی طرف سے اس میں تبدیلی کرنے پر یَوْمٍ عَظِیْمٍ (بڑے دن میں) یوم عظیم سے قیامت کا دن مراد ہے۔

عظیم فائدہ:

اور قرآن لانے پر کسی انسان کو قدرت وطاقت نہیں۔ ان کا عجز تو ظاہر ہو چکا تھا مگر ضد کی بناء پر اپنا عجز تسلیم نہ کرتے تھے بلکہ اس طرح کی ڈینگیں مارتے۔ **لو نشاء لقلنا مثل هذا** [الانفال:۳۱] (مگر چیلنج کے باوجود نہ کرنا اس بات کو واضح کر رہا تھا کہ وہ کر ہی نہیں سکتے) **ائت بقرآن غير هذا او بدله** کہ اس کے علاوہ اور قرآن لے آ، یا اس کو بدل دے، کا مقصد ان کے نزدیک ہرگز یہ نہیں تھا کہ وحی کے ذریعہ اس کو بدل دے کیونکہ اس کے متعلق تو آپ فرما چکے **انی اخاف ان عصیت** (الآیۃ) مجھے تو خود نافرمانی کی صورت میں بڑے دن کے عذاب کا خطرہ ہے۔ اب ان کی غرض ائت بقرآن سے اس کے سواء اور کوئی نہیں تھی کہ وہ آپ سے فریب کرنا چاہتے تھے اور تبدیلی قرآن والی بات میں یہ غرض بھی پنہاں تھی کہ یہ قرآن تم خود بنا کر لائے ہو۔ اور اس جیسا اور لا سکتے ہو۔ پس اس میں تبدیلی کر کے اور لے آؤ۔ یہ تبدیلی والی بات بھی آپ کی آزمائش کیلئے ایجاد کی گئی تھی کہ اگر وہ تبدیلی کر دیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو ہلاک کر دے گا۔ پس ہمیں ان سے نجات مل جائے گی۔ اور اگر ہلاک نہ بھی ہوئے تو مسخری کا موقع مل جائے گا۔ پس یہ تبدیلی آپ کے خلاف مستقل دلیل مل جائے گی اور مفتری ہونا (نعوذ باللہ) صحیح قرار پائے گا۔

۱۶: قُلْ لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَیْكُمْ (کہہ دیں اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو میں تم کو یہ پڑھ کر نہ سناتا) یعنی قرآن مجید کی تلاوت فقط اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہے اور اس کا اظہار ایک خارجی معاملہ ہے جو عادت کے اعتبار سے عجیب ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک امی آدمی جس نے کسی سے پڑھا نہ ہو۔ اور نہ علماء کی مجلس میں بیٹھا ہو مگر وہ تمہارے سامنے ایک فصیح وبلیغ کتاب پیش کرے جو ہر فصیح کلام پر غالب ہو اور ہر نثری اور شعری کلام پر فوقیت رکھے اور اصول وفروع کے علوم سے پُر ہو۔ اخبار بالغیب بھی اس میں اس طرح دیئے گئے ہوں کہ جن کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔

وَلَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ (اور نہ اللہ تعالیٰ تمہیں قرآن مجید کی خبر دیتا) اللہ تعالیٰ میری زبان سے قرآن کا علم جاری نہ کرتا۔ فَقَدْ لَبِثْتُ فِیْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ (بیشک اس قرآن سے پہلے بھی میں تم میں زندگی کا ایک بڑا حصہ گزار چکا ہوں) قبل سے نزول قرآن سے قبل کا زمانہ مراد ہے۔ یعنی میں تمہارے مابین چالیس برس رہا۔ اور اس عرصہ میں اس قسم کی کسی چیز کو تم میرے بارے میں نہیں جانتے اور نہ ہی یہ میری قدرت میں ہے نہ میں علم اور بیان سے موصوف رہا ہوں۔ کہ تم مجھ پر اختراع کی تہمت لگاؤ۔ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (کیا تم اتنی بات بھی نہیں سمجھتے ہو) پس تم جان لو کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ مجھ جیسے انسانوں کی طرف سے نہیں۔ یہ اس الزام تراشی کا جواب ہے جو ائت بقرآن [یونس:۱۵] کہہ کر انہوں نے کی تھی کہ تو افتراء کرنے والا ہے (نعوذ باللہ)

وَ يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ

اور وہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر ان چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو ان کو نہ نقصان دے سکیں اور نہ نفع پہنچا سکیں، اور وہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ

شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ؕ قُلْ اَتُنَبِّـُٔوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِى السَّمٰوٰتِ وَلَا فِى

اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں، آپ فرما دیجئے کیا تم اللہ کو وہ بات بتاتے ہو جسے وہ نہیں جانتا آسمانوں اور

الْاَرْضِ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۞ وَمَا كَانَ النَّاسُ اِلَّآ اُمَّةً

زمینوں میں، وہ ان لوگوں کے شرک سے پاک ہے، اور برتر ہے، اور لوگ پہلے ایک ہی امت

وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِىَ بَيْنَهُمْ فِيْمَا

تھے پھر انہوں نے آپس میں اختلاف کر لیا، اور اگر آپ کے رب کی طرف سے پہلے سے بات طے نہ ہو چکی ہوتی تو ان کے درمیان اس چیز میں فیصلہ ہو چکا

فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۞ وَيَقُوْلُوْنَ لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۚ فَقُلْ

ہوتا جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں، اور وہ کہتے ہیں کہ اس پر کوئی نشانی اس کے رب کی طرف سے کیوں نہیں نازل کی گئی، سو آپ فرما دیجئے

اِنَّمَا الْغَيْبُ لِلّٰهِ فَانْتَظِرُوْا ۚ اِنِّىْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ۞ ع ۷

کہ غیب کا علم صرف اللہ ہی کو ہے، سو تم انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں ہوں۔

۱۷: فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا (اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہو سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹا بہتان باندھے) نمبرا۔ افتراء سے یہاں اللہ تعالیٰ کا شریکوں والا اور اولا دوالا ہونا مراد ہو۔ نمبر۲۔ آپ کی طرف افتراء کی جو نسبت انہوں نے کی اس سے بچنا مقصود ہو۔ اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ (یا اسکی آیات کی تکذیب کرے) آیات سے قرآن مراد ہے۔

مَسْئَلَه: اس میں وضاحت کر دی کہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولنے والا اور اسکی آیات کو جھٹلانیوالا دونوں کفر میں برابر ہیں۔ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ (بلاشبہ ایسے مجرموں کو کبھی فلاح میسر نہیں آتی)

۱۸: وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ (اور وہ مشرک اللہ تعالیٰ کے سوائے ان کی عبادت کرتے ہیں جو نہ ان کو کچھ نقصان دے سکتے ہیں) اگر وہ ان کی عبادت کو ترک کر دیں۔ وَلَا يَنْفَعُهُمْ (اور نہ ان کو نفع دے سکتے ہیں) اگر وہ ان کی عبادت کریں۔ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ (اور وہ کافر اسطرح کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں) هٰؤلاء سے اصنام کی طرف اشارہ ہے عند اللہ سے دنیا اور اس کے دوران زندگی مراد ہے کیونکہ وہ بعث بعد الموت کے قائل نہ تھے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے نام کی پختہ قسمیں اٹھاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مرنے والوں کو بالکل نہ اٹھائے گا۔ [النحل: ۳۸] نمبر۲۔ قیامت کے دن سفارشی

ہونگے اگر بعث ونشور ہو۔

اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک موجود ہی نہیں:

قُلْ اَتُنَبِّئُوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ (کہہ دیں کیا تم اللہ تعالیٰ کو ایسی چیز سے مطلع کرنا چاہتے ہو جس کے آسمان وزمین میں موجود ہونے کا علم اللہ تعالیٰ کو نہیں) کیونکہ وہ شئی موجود ہی نہیں کیا تم اللہ تعالیٰ کو ان کے سفارشی ہونے کی اطلاع دیتے ہو حالانکہ وہ ایسی خبر ہے جو معلومات الٰہی میں نہیں۔ جب وہ معلومات الٰہی میں نہیں حالانکہ وہ تو تمام معلومات کا عالم وجاننے والا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ وہ موجود ہی نہیں۔ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ یہ اس نفی کی تاکید ہے۔ کیونکہ جو چیز آسمانوں اور زمین پر نہیں پائی جاتی وہ معدوم ہے۔ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (اللہ تعالیٰ ان کے شرک سے پاک اور بلند وبالا ہے) اس میں اس نے اپنی ذات کو شرک سے پاک قرار دیا ہے۔

قراءت: حمزہ وعلی نے تشرکون تا سے پڑھا ہے۔ اور ما موصولہ ہے یا مصدریہ ہے یعنی ان شرکاء سے جن کو وہ شریک قرار دیتے ہیں یا ان کے شریک کرنے سے پاک ہے۔

سب کا ایک دین:

۱۹: وَمَا كَانَ النَّاسُ اِلَّآ اُمَّةً وَّاحِدَةً (پہلے انسان ایک ہی جماعت تھے) سب سے کٹ کر ایک اللہ تعالیٰ کے متقی بندے ایک ملت پر قائم تھے۔ ان میں کوئی اختلاف نہ تھا۔ یہ آدم علیہ السلام کے زمانہ کی بات ہے جب تک کہ ہابیل کا قتل پیش نہ آیا۔ نمبر۲۔ طوفان نوح علیہ السلام کے بعد جبکہ فقط مومن باقی رہ گئے کوئی کافر نہ رہا۔ اس وقت لوگ ایک دین پر تھے۔

دنیا امتحان گاہ ہے نہ کہ فیصلہ گاہ:

فَاخْتَلَفُوْا (پھر وہ الگ الگ ہوگئے) پس وہ مذاہب میں بٹ گئے۔ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ (اگر آپ کے رب کی طے شدہ بات پہلے سے نہ ہوتی) وہ بات حکم کو قیامت تک کیلئے مؤخر کرنا ہے۔ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ (تو ان کے مابین کبھی کا فیصلہ ہو چکا ہوتا) یعنی جلدی سے فِيْمَا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ (جس چیز میں وہ اختلاف کرتے تھے) اس بات میں جس میں انہوں نے اختلاف کیا۔ تاکہ حق پرست اور باطل پرست میں امتیاز ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کی بات اس حکمت کی بناء پر پہلے سے طے ہو چکی کہ یہ دنیا دار التکلیف ہے اور اگلا جہاں ثواب وعقاب کا مقام ہے۔

مُنہ مانگی نشانی کا مطالبہ:

۲۰: وَيَقُوْلُوْنَ لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ (اور یہ اس طرح کہتے ہیں کہ اس پیغمبر پر اس کے رب کی طرف سے کوئی معجزہ کیوں نہیں اترا) آیت سے وہ نشانی مراد ہے جس کا وہ مطالبہ کرتے تھے۔ فَقُلْ اِنَّمَا الْغَيْبُ لِلّٰهِ (کہہ دیں کہ بیشک غیب کی خبر تو اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے) یعنی اللہ تعالیٰ ہی کی ذات علم غیب کے ساتھ خاص ہے وہی جانتا ہے کہ مطلوبہ آیات سے کونسی چیز رکاوٹ ہے اور کوئی نہیں جانتا۔ فَانْتَظِرُوْا (تم بھی انتظار کرو) اس تجویز شدہ نشانی کے اترنے کا۔ اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ (میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کر رہا ہوں) جو اللہ تعالیٰ تمہارے انکار آیات اور دشمنی پر کرنے والے ہیں۔

وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً مِّنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُمْ اِذَا لَهُمْ مَّكْرٌ فِيْٓ اٰيَاتِنَا ؕ قُلِ اللّٰهُ

اور لوگوں کو تکلیف پہنچنے کے بعد جب ہم انہیں اپنی رحمت چکھا دیں تو اچانک ہماری آیتوں کے بارے میں مکر کرنے لگتے ہیں، آپ فرما دیجئے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ

اَسْرَعُ مَكْرًا ؕ اِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُوْنَ مَا تَمْكُرُوْنَ ﴿۲۱﴾ هُوَ الَّذِيْ يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ

مکر کی سزا جلد ہی دینے والا ہے، بلاشبہ ہمارے فرشتے تمہارے مکر کے کاموں کو لکھ لیتے ہیں، اللہ وہ ہے جو تمہیں سمندر اور خشکی میں چلاتا ہے

حَتّٰٓى اِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ ۚ وَجَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيْحٍ طَيِّبَةٍ وَّفَرِحُوْا بِهَا جَآءَتْهَا رِيْحٌ

یہاں تک کہ جب تم کشتی میں موجود ہو اور وہ کشتی اچھی ہوا کے ساتھ چلنے لگے اور جو لوگ اس میں سوار ہوں وہ اس پر خوش ہو جائیں تو اس کشتی پر ایک سخت ہوا

عَاصِفٌ وَّجَآءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اُحِيْطَ بِهِمْ ۙ دَعَوُا اللّٰهَ

آ جائے اور ہر جگہ سے ان پر موجیں آنے لگیں اور وہ یقین کر لیں کہ انہیں گھیر لیا گیا ہے تو اللہ کو پکارنے لگتے ہیں

مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ لَئِنْ اَنْجَيْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۲۲﴾ فَلَمَّآ

اس کے لئے خالص اعتقاد کر کے اگر تو نے ہمیں اس سے نجات دے دی تو ہم ضرور ضرور شکر گزاروں میں سے ہوں گے، پھر جب

اَنْجٰىهُمْ اِذَا هُمْ يَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ ۙ

اللہ انہیں نجات دے دیتا ہے تو اچانک وہ زمین میں ناحق بغاوت کرنے لگتے ہیں، اے لوگو تمہاری سرکشی تمہاری ہی جانوں پر ہے

مَّتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۫ ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۳﴾

دنیاوی زندگی میں فائدہ اٹھا رہے ہو پھر ہماری طرف تم کو لوٹ کر آنا ہے، سو ہم تمہیں بتا دیں گے جو تم کرتے تھے۔

مکہ والوں کے عداوتی منصوبے:

۲۱: وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ (جب ہم لوگوں کو چکھاتے ہیں) الناس سے اہل مکہ مراد ہیں۔ رَحْمَةً (مہربانی) خوشحالی و وسعت مِّنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُمْ (اس دکھ کے بعد جو ان کو پہنچا) ضراء یعنی قحط، بھوک اِذَا لَهُمْ مَّكْرٌ فِيْٓ اٰيَاتِنَا (اسی وقت وہ ہماری آیات کے متعلق تدابیر کرنے لگتے ہیں) یعنی ان آیات کے انکار اور دفع کی تدابیر کرنے لگتے ہیں روایات میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ پر سات سال قحط کو مسلط کر دیا یہاں تک کہ ہلاکت کے قریب پہنچ گئے پھر بارش دیکر ان پر مہربانی فرمائی۔ جب مہربانی ہوئی تو اسی وقت اللہ تعالیٰ کی آیات پر طعنہ زنی شروع کر دی اور رسول اللہ ﷺ کے متعلق دشمنی اور عداوت کے منصوبے گانٹھنے لگے۔

اذا پہلا شرط کا معنی دے رہا ہے اور دوسرا اسکے جواب میں ہے۔ اور وہ مفاجات کا معنی دے رہا ہے جیسا کہ اس ارشاد میں ہے۔ **وان تصبهم سيئة بما قدمت ايديهم اذا هم يقنطون** [الروم:۳۶] یعنی اگر ان کو کوئی تکلیف پہنچ جاتی ہے تو مایوس ہو جاتے ہیں اور جب ہم لوگوں کو مہربانی کا مزہ چکھاتے ہیں تو منصوبے باندھنا شروع کر دیتے ہیں۔ المَکْر تدبیر کو چھپا کر رکھنا

الجاریۃ الممکورہ بداخلاق لونڈی کو کہتے ہیں۔ مَسَّتْهُمْ کا معنی یہ ہے کہ وہ تکلیف ان میں اسقدر رچ جاتی ہے کہ اس کا برا اثر ان میں محسوس نظر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قُلِ اللّٰهُ اَسْرَعُ مَكْرًا (کہ اللہ تعالیٰ کی تدبیر تیز ہے) مگر ان کے متعلق نہیں فرمایا کیونکہ کلمہ اذا اس بات پر دلالت کر رہا ہے گویا اس طرح فرمایا جب ہم تکلیف کے بعد ان پر مہربانی کرتے ہیں تو اچانک وہ فریب کاریوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور جلدی سے انکار کا ارتکاب کرتے ہیں اس سے پہلے کہ تکلیف کے بقیہ اثرات سے اپنے کو محفوظ کریں۔ اِنَّ رُسُلَنَا (بیشک ہمارے قاصد) حفاظتی فرشتے يَكْتُبُوْنَ مَاتَمْكُرُوْنَ (تمہاری وہ مکاریاں لکھتے رہتے ہیں) اس میں اس بات سے خبردار کیا گیا کہ جس کو تم مخفی سمجھتے ہو وہ اللہ تعالیٰ سے چھپایا نہیں جا سکتا۔ وہ خود انکا بدلہ تم سے چکا لے گا۔

قراءت: یا سے وارد ہے۔

وقتی وصیت پر توبہ پھر سرکشی:

۲۲: هُوَ الَّذِيْ يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (وہ اللہ تعالیٰ جو تمہیں خشکی اور سمندر میں چلاتا ہے) اس نے تم کو پاؤں سے چلنے اور چوپاؤں اور کشتیوں کے ذریعہ مسافت طے کرنے کی ہمت بخشی ہے یا وہ چلنے کو تم میں پیدا کرتا ہے۔

قراءت: یَنشُرکم شامی نے پڑھا ہے۔

حَتّٰى اِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ (یہاں تک کہ جب تم کشتی میں ہوتے ہو) فُلْک کشتیاں، جمع ہے۔ وَجَرَيْنَ (وہ کشتیاں چلتی ہیں)۔ بِهِمْ (ان کے ساتھ) یعنی ان کو لیکر جو ان میں ہیں مبالغہ کی خاطر خطاب سے غیب کی طرف رجوع کیا بِرِيْحٍ طَيِّبَةٍ (موافق ہوائیں) آہستہ مناسب چلنے والی جو آندھی نہ ہو اور نہ بہت ہلکی ہو وَّ فَرِحُوْا بِهَا (اور اس ہوا سے وہ لوگ بہت خوش ہیں) نرمی کی وجہ سے اس ہوا سے وہ خوش ہیں اور مسلسل چلنے کی وجہ سے جَآءَتْهَا (اس کشتی پر آ جاتا ہے) اس کشتی پر یا موافق ہوا پر آ جاتا ہے۔

رِيْحٌ عَاصِفٌ (تیز جھونکا) تیز چلنے والی آندھی وَّجَآءَهُمُ الْمَوْجُ (اور ان پر موجیں بلند ہوتی ہیں) الموج پانی پر جو بلند ہو اسکو موج کہتے ہیں۔ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ (ہر طرف سے) سمندر سے یا موج کے تمام امکانی مقامات سے وَّ ظَنُّوْا اَنَّهُمْ اُحِيْطَ بِهِمْ (وہ سمجھ لیتے ہیں کہ ہر طرف سے ان کو گھیر لیا گیا) وہ ہلاک ہو گئے گھیر میں آ جانے سے ہلاکت کو بطور تمثیل گھیرے میں آ جانے سے تعبیر کیا۔

دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ (اس وقت خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت اختیار کر کے اس کو پکارتے ہیں) بغیر شریک ٹھہرانے کے کیونکہ اس وقت وہ اس کے ساتھ کسی اور کو نہیں پکارتے بلکہ کہتے ہیں۔ لَئِنْ اَنْجَيْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ (اے اللہ اگر تو ہمیں اس سے بچالے گا) ہٰذا کا مشار الیہ اہوال ہیں یا ریح ہے لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ (تو ہم ضرور تیرے شکر گزار رہیں گے) یعنی تیری نعمتوں پر شکر گزار اور تجھ پر یقین کرنے والے اور تیری طاعت کو مضبوطی سے تھامنے والے ہونگے۔

فَائِدَة: آیت میں اگرچہ کشتی میں سوار ہونے کو سمندر میں سفر کی غایت قرار نہیں دیا گیا۔ لیکن جملہ شرطیہ کا مضمون حتی کے مابعد تمام چیزوں کو اپنے اندر سمیٹنے والا ہے گویا اس طرح فرمایا گیا ہے وہ تمہیں چلاتا ہے یہاں تک کہ یہ حادثہ وقوع پذیر ہوتا ہے۔ اور

اس طرح تیز ہوا کی آمد، تلاطم امواج، ہلاکت کا یقین نجات کی دعائیں پیش آتی ہیں۔ اذا کا جواب جاءَ تہا ہے اور دَعَوُا یہ ظَنُّوْا کا بدل ہے کیونکہ ان کی دعائیں ہلاکت کے یقین کے لوازمات میں سے ہیں اور ان سے ملی ہوئی ہیں۔

۲۳: فَلَمَّآ اَنْجٰھُمْ اِذَاھُمْ یَبْغُوْنَ فِی الْاَرْضِ (جب اللہ تعالیٰ ان کو اس طوفان سے نجات دے دیتا ہے تو وہ زمین میں بے جا سرکشی اختیار کرتے ہیں۔) فساد مچاتے ہیں بِغَیْرِ الْحَقِّ (ناحق) باطل یعنی باطل پرستی اختیار کرنے والے ہیں۔ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْیُکُمْ عَلٰٓی اَنْفُسِکُمْ (اے لوگو! تمہاری سرکشی کا وبال تم پر پڑنے والا ہے) یعنی تمہارا ظلم تمہاری طرف لوٹ آئے گا جیسا کہ فصلت ۴۶ میں فرمایا۔ من عمل صالحًا فلنفسہٖ ومن اساء فعلیھا۔ مَّتَاعَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا (تم دنیا کے ساز و سامان سے فائدہ اٹھالو) یہ حفص کی قراءت کے مطابق ہے یعنی وہ نفع اٹھاتے ہیں جو نفع دنیا کی زندگی تک ہے۔

نحو: متاع الحیٰوة الدنیا اور علی انفسکم یہ بغیکم کی خبر ہے

دیگر قراء نے رفع کے ساتھ پڑھا اسکی وجہ یہ ہے کہ یہ بغیکم کی خبر ہے اور علی انفسکم اس کا صلہ ہے جیسا کہ اس آیت میں فَبَغٰی عَلَیْھِمْ [القصص:٧٦] مطلب اس طرح ہے تمہاری سرکشی ان لوگوں پر ہے جو تمہاری طرح ہیں۔ یا یہ خبر مانیں اور متاع کو دوسری خبر مانیں یا متاع مبتداء محذوف ھو کی خبر ہے۔ یعنی وہ دنیا کی زندگی کا سامان ہے'' حدیث نبوی علی صاحبہا السلام میں ہے سب سے زیادہ جلد جس نیکی کا ثواب ملتا ہے وہ صلہ رحمی ہے۔ اور سب سے جلد جس شر کا وبال پہنچتا ہے وہ سرکشی ہے اور دوسرے نمبر پر جھوٹی قسم ہے۔

نو چیزیں:

روایت میں ہے کہ دو چیزیں ہیں جن کا دنیا میں جلد بدلہ ملتا ہے نمبرا۔ سرکشی نمبر۲۔ والدین کی نافرمانی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اگر ایک پہاڑ دوسرے پہاڑ پر سرکشی اختیار کرے تو باغی کو پیس ڈالا جائے۔ محمد بن کعب سے مروی ہے کہ جس میں تین خصلتیں پائی جائیں اس میں بغاوت پائی جاتی ہے نمبرا۔ سرکشی نمبر۲۔ نکتہ چینی وعدہ توڑنا نمبر۳ فریب کاری۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا انما بغیکم علیٰ انفسکم [یونس:۲۳] ولا یحیق المکر السیئ الاباھلہ [فاطر:۴۳] فمن نکث فانما ینکث علی نفسہ [الفتح:۱۰] ثُمَّ اِلَیْنَا مَرْجِعُکُمْ فَنُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (پھر تم نے ہماری ہی طرف واپس لوٹنا ہے، ہم تمہیں ان کاموں کی حقیقت سے مطلع کریں گے جو تم کرتے تھے) پس ہم تمہیں ان کی اطلاع دیں گے اور اس پر بدلہ دیں گے۔

اِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ

دنیا کی مثال ایسی ہے جیسے آسمان سے ہم نے پانی اتارا، پھر اس پانی کی وجہ سے زمین سے نکلنے والی ہری بھری چیزیں جنہیں انسان اور مویشی

مِمَّا يَاْكُلُ النَّاسُ وَالْاَنْعَامُ ؕ حَتّٰٓى اِذَآ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ

کھاتے ہیں خوب گنجان ہو کر نکلیں، یہاں تک کہ جب زمین نے اپنی رونق کا پورا حصہ لے لیا اور اسکی خوب زیبائش ہوگئی اور زمین والوں نے

اَهْلُهَآ اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَآ ۙ اَتٰهَآ اَمْرُنَا لَيْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا حَصِيْدًا

خیال کر لیا کہ ہم اس پر صاحب قدرت ہو چکے ہیں تو رات کو یا دن کو ہمارا حکم آ گیا۔ سو ہم نے اسے ایسا بنا دیا جیسے کٹا ہوا ڈھیر ہو،

كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿٢٤﴾

گویا کہ کل اس کا وجود ہی نہ تھا، ہم اسی طرح آیات کو کھول کر بیان کرتے ہیں ایسے لوگوں کے لئے جو سوچتے ہیں۔

دُنیا کی مثال:

۲۴: اِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ (دنیا کی مثال ایسی ہے جیسے آسمان سے ہم نے پانی اتارا) بادلوں سے فَاخْتَلَطَ بِهٖ (اس پانی کے ساتھ مل گیا) نَبَاتُ الْاَرْضِ (زمین کا سبزہ) یعنی اسکی وجہ سے گنجان ہو کر نکلا جو ایک دوسرے میں گھسا ہوا ہے۔ مِمَّا يَاْكُلُ النَّاسُ (جس سے لوگ کھاتے ہیں) یعنی غلہ، پھل، سبزیات وَالْاَنْعَامُ (چوپائے) یعنی گھاس وغیرہ حَتّٰٓى اِذَآ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا (یہاں تک کہ جب زمین نے اپنی زینت لے لی) یعنی نباتات سے اس کو زینت دی جس نبات کی رنگتیں الگ الگ ہیں۔ وَازَّيَّنَتْ زمین اس سے مزین ہوئی۔ یہ اصل میں تزینت ہے تا کو زای میں زا کر کے ادغام کر دیا۔ اور یہ زیادہ فصیح ہے۔ زمین کے مزین ہونے کو تمثیل کے طور پر دلہن قرار دیا جب کہ وہ شاندار قسم کے رنگ برنگ کپڑے پہن لے اور مختلف رنگ کی زینتوں سے زینت حاصل کر لے۔ وَظَنَّ اَهْلُهَآ (اور زمین کے مالکوں نے یہ سمجھ لیا) اہل سے مراد اہل زمین ہیں۔ اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَآ (کہ وہ اس کھیتی پر قابو پانے والے ہیں) اسکی منفعت پر پوری قدرت پانیوالے اور اس کے ثمرات کو حاصل کرنے والے ہیں۔ اور اس کا غلہ اٹھانے والے ہیں۔

اَتٰهَآ اَمْرُنَا (اچانک ہمارا امر عذاب پہنچ گیا) امر سے عذاب مراد ہے اور یہ عذاب کھیتی میں کوئی بیماری پیدا کرنے کی صورت میں ہوتا ہے جبکہ وہ اسکی سلامتی پر یقین کر چکے ہوں۔ لَيْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا (دن یا رات کو پھر ہم نے اس پیداوار کو کر دیا) اس کھیتی کو کر دیا۔ حَصِيْدًا (کٹا ہوا) اس کے کٹنے اور تباہی کو کٹی ہوئی کھیتی سے تشبیہ دی۔ كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ (گویا وہاں کل کچھ اگا نہ تھا) گویا کھیتی اگی ہی نہ تھی قائم اور ٹھہری ہی نہ تھی اس قسم کے مواقع پر مضاف محذوف مانا جاتا ہے تا کہ معنی کلام درست ہو سکے۔ بِالْاَمْسِ (کل گزشتہ) یہ قریب وقت کو بطور تمثیل ذکر کیا۔ گویا اس طرح کہا کہ گویا کبھی اب تک قائم ہی نہیں ہوئی۔ كَذٰلِكَ

نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ (اسی طرح نشانیاں ان لوگوں کیلئے تفصیل سے بیان کرتے ہیں جوغور وفکر کرتے ہیں) وہ بیان امثلہ سے نفع اٹھاتے ہیں یہ تشبیہ مرکب ہے۔ دنیا کے تیزی سے زوال پذیر ہونے اور اس کے نعمتوں کے سمیٹنے کو زمین کی نباتات کے خشک ہونے اور ریزہ ریزہ ہونے سے تشبیہ دی حالانکہ وہ نبات پہلے گنجان، باہم لپٹی ہوئی۔ زمین کو اپنے سبزہ سے مزین کرنے والی، پتوں سے پُر تھیں۔

حکمت: اس تشبیہ سے اس بات پر متنبہ کیا کہ دنیا کی زندگی کا صاف حصہ بھی ملاوٹ والا ہے جبکہ گدلا تو پہلے ہی ملاوٹ سے خالی نہیں۔ جیسا کہ صاف پانی پیالے کے بالائی حصہ میں ہوتا ہے۔ شاعر نے خوب کہا عمر ایک پانی کا بچا ہوا پیالہ ہے۔ پہلا حصہ صاف اور پچھلا گدلا ہے۔ اور واقعہ یہ ہے کہ مٹی کے جسم کو دنیا اور دین کی مصلحتوں سے مزین کر دیا۔ جیسا کہ مختلف رنگوں کے باوجود ملی جلی نبات۔ پس زرخیز مٹی انسانوں کے باغات کو اگاتی ہے اور ارواح کے پھول پیدا کرتی اور زھد کی کلیاں نکالتی ہے اور سخاوت کی بیلیں اور محبت الٰہی کے غلہ جات اور حقیقت کے باغیچے لہلہاتی ہے۔ جبکہ راستے کی بدبختیاں اور خباثتیں مخالفتوں کا اختلاف اور گناہوں کے پیاز، شرک کے کانٹے اور بخل کے کانٹے دار پودے اور ہلاکت کی لکڑیاں، کھیل کی ہریاول پیدا کرتے ہیں۔ پھر اسکی دشمنی پر اسی طرح اتر آتے ہیں جیسے کھیتی کہ جس کے کٹنے کا وقت قریب ہو۔ پس دھوکے کی حالت میں اسکی زندگی کو زائل کر دیتے ہیں۔ جیسا کہ کھیتی پیلی پڑ جاتی ہے۔ پس اس آدمی کا وجود قبر میں اس طرح غائب ہو جاتا ہے گویا کل وہ دنیا میں آیا ہی نہ تھا۔ اور یہ اس وقت تک رہے گا کہ بعث کی بہاری اسکو اُگا دے اور پیشی کا نشانہ اپنے مقام پر لگ جائے اور بحث و کرید کی گھڑی آن پہنچے۔ دنیا کا حال پانی کی طرح ہے کہ تھوڑا تو فائدہ دیتا ہے۔ زیادہ سیلاب سے ہلاک کر دیتا ہے پس زیادہ کا چھوڑنا ضروری ہے۔ سفر میں جس طرح زادراہ کے سواء چارہ نہیں۔ اسی طرح تھوڑے مال کے بغیر گزارہ نہیں مال کا حصول لغزش سے اسی طرح خالی نہیں جیسا کہ پانی میں گھسنے والا تری سے بچ نہیں سکتا۔ مال کا جمع کرنا مال والے کیلئے ضیاع اور اہلاک ہے۔ نصاب سے کم مال تو پایاب پانی کی طرح ہے کہ اس میں سے بے پروائی سے گزر جاتے ہیں اور نصاب کی مقدار اس دریا کی طرح ہے جو گزرنے والے کے راستے اور مقصود کے درمیان حائل ہو۔ اور کامیابی کے مقام کی طرف گزرنا پل کے بغیر ممکن نہیں۔ اور وہ پل زکوٰۃ ہے اور پل کی تعمیر عطیات ہیں۔ جب پل خراب ہو جائے گا تو جمع شدہ خزانوں کی موجیں اس کو ڈبو دیں گی۔ اسی کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا **الزکاۃ قنطرۃ الاسلام**۔ اسی طرح مال ضعیف العقل کا معاون ہے۔ بزرگوں کا نہیں جیسا کہ پانی گڑھوں میں جمع ہوتا ہے ٹیلوں پر نہیں۔ اسی طرح مال بخل کی مشقت سے اکٹھا ہوتا ہے جبکہ پانی گزرگاہ میں بند لگانے سے جمع ہوتا ہے پھر فنا اور ہلاکت کا شکار ہوتا ہے جیسا کہ چلو میں لیا ہوا پانی چلو میں باقی نہیں رہتا۔

وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ ؕ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝۲۵ لِلَّذِيْنَ

اور اللہ سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے اور جسے چاہتا ہے سیدھے راستہ کی طرف ہدایت دیتا ہے جن لوگوں نے اچھائی کے کام کئے

اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ؕ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ

ان کے لئے خوبی ہے اوراس سے زائد بھی ہے، اور ان کے چہروں پر نہ کدورت چھائے گی اور نہ ذلت، یہ لوگ جنت

الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۲۶ وَالَّذِيْنَ كَسَبُوا السَّيِّاٰتِ جَزَآءُ سَيِّئَةٍ بِمِثْلِهَا ۙ

والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے، اور جن لوگوں نے برے کام کئے ان کی برائی کی سزا برائی کے برابر ملے گی

وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ كَاَنَّمَآ اُغْشِيَتْ وُجُوْهُهُمْ قِطَعًا

اور ان پر ذلت چھا جائے گی، انہیں اللہ سے کوئی بچانے والا نہ ہوگا، گویا کہ انکے چہرے اندھیری رات کے ٹکڑوں سے ڈھانک

مِّنَ الَّيْلِ مُظْلِمًا ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۲۷

دیئے گئے ہیں۔ یہ لوگ دوزخ والے ہیں اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

دار السلام:

۲۵: وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ (اور اللہ سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے) وہ جنت ہے، السلام جنت کا نام ہے اور اسکی اضافت نام کی طرف کر کے اسکی عظمت کو بیان کیا۔ نمبر۲۔ السلام کا معنی سلامتی ہے کیونکہ اہل جنت ہر ناپسند چیز سے محفوظ کر دیئے گئے ہیں۔ نمبر۳۔ ان کے مابین السلام علیکم بہت کہا جائے گا۔ اور فرشتے بھی ان کو سلام کریں گے۔ جیسا کہ الواقعہ ۲۶ میں اِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا ہے۔ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ (اور جس کو چاہتا ہے توفیق دیتا ہے)۔ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (سیدھے راستے کی طرف)۔ نمبر۱۔ یعنی اسلام کی طرف یا نمبر۲۔ سنت کے راستہ کی طرف۔

نکتہ: راہنمائی کے ذریعہ زبان نبوت سے دعوت کو عام کر دیا۔ مگر بھیجنے والے کی مہربانی سے عنایت وتوفیق کے ذریعہ ہدایت کو خاص کر دیا۔ مطلب آیت کا یہ ہوا کہ دار السلام کی طرف اللہ تعالیٰ تمام بندوں کو دعوت دے رہے ہیں مگر اسمیں داخلہ ہدایت یافتہ لوگوں کو ملے گا۔

زیادۃ کی تفسیر دیدارِ الٰہی:

۲۶: لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا احسان سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لانا مراد ہے۔ الْحُسْنٰى خوبی ہے عمدہ ثواب اور وہ جنت ہے۔ وَزِيَادَةٌ (اور زائد) وہ دیدار الٰہی ہے حضرت ابوبکر، حذیفہ، ابن عباس، ابوموسیٰ اشعری، عبادہ بن الصامت رضی اللہ

عنہم سے اسی طرح مروی ہے۔
بعض تفاسیر میں اس بات پر مفسرین کا اتفاق نقل کیا ہے کہ زیادہ کی تفسیر اللہ تعالیٰ کا دیدار ہی ہے۔حضرت صہیب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔ جب جنت والے جنت میں داخل ہو چکیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کیا تم ایسی چیز چاہتے ہو جو میں ان نعمتوں پر اضافہ کروں۔ وہ کہیں گے کیا آپ نے ہمیں جنت میں داخل نہیں فرمایا اور آگ سے نجات نہیں دی؟ آپ نے فرمایا پھر حجاب اٹھایا جائے گا۔ تمام اہل جنت اللہ تعالیٰ کا دیدار پالیں گے اس سے بڑھ کر آج تک ان کو کسی نعمت میں اتنا مزانہ آیا ہوگا۔ جتنا دیدار الٰہی میں پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ **للذین احسنوا الحسنی و زیادہ۔**
(رواہ احمد و مسلم، ترمذی، ابن ماجہ)

صاحب کشاف: کی حالت قابل تعجب ہے کہ اس نے اس روایت کو ذکر کیا مگر ان الفاظ سے نہیں جو اوپر ذکر ہوئے اور پھر تنقید کرتے ہوئے کہہ گئے کہ یہ حدیث من گھڑت ہے۔ حالانکہ یہ مرفوع روایت ہے۔ اس کو صاحب مصابیح نے صحاح میں ذکر کیا۔ دوسری تفسیر الزیادۃ کی بندوں کے دلوں میں محبت سے کی گئی، تیسری تفسیر اللہ تعالیٰ کی مغفرت و رضوان سے بھی کی گئی ہے۔
وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ (نہ ڈھانپے گی ان کو) **قَتَرٌ** (سیاہی) ایسا غبار جس میں سیاہی ہو **وَّلَا ذِلَّةٌ** (نہ ذلت) نہ ذلت کا اثر مطلب یہ ہے کہ ان کے چہروں پر وہ چیز نہ چھائے گی جو اہل نار کے چہروں پر چھا رہی ہوگی۔ **اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ** (وہ جنتی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے)

بروں کا انجام:

۲۷: **وَالَّذِيْنَ كَسَبُوا** اسکا عطف للذین احسنوا پر ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہوگی وللذین کسبوا۔ **السَّيِّاٰتِ** (رنگا رنگ کے شرک) **جَزَآءُ سَيِّئَةٍ بِمِثْلِهَا** (برائی کا بدلہ اس کے مثل سے ہے) اس میں یا اسی طرح زائد ہے جیسا اس ارشاد میں **جزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا** [الشوریٰ:۴۰] یا تقدیر عبارت اس طرح ہو **جزاء سیئۃ مقدر بمثلھا۔** برائی کا بدلہ طے شدہ ہے اس کے مثل سے **وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ** ذلت و رسوائی **مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ** (انہیں اللہ سے بچانے والا) اسکی سزا سے **مِنْ عَاصِمٍ** (کوئی نہیں ہوگا) یعنی اسکی ناراضی اور سزا سے ان کو کوئی نہ بچائے گا۔ **كَاَنَّمَآ اُغْشِيَتْ وُجُوْهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ الَّيْلِ مُظْلِمًا** ان پر رات کی سیاہی کا پردہ لٹکا دیا گیا ہے یعنی ان کے چہرے سیاہ ہونگے۔ **قطعًا** جمع **قطعۃ** یہ **اغشیت** کا مفعول ثانی ہے۔
قراءت: مکی، علی، نے **قِطْعًا** پڑھا ہے۔ یہ اس آیت کی طرح ہے۔ **بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ** [ھود:۸۱] اس قراءت کے مطابق مظلماً یہ قطع کی صفت ہے۔ اور پہلی قراءت کے مطابق یہ اللیل سے حال ہے اور اسمیں عامل اغشیت ہے کیونکہ من اللیل، قطعاً کی صفت ہے۔ پس اس کا موصوف تک پہنچنا صفت تک پہنچنے کی طرح ہے یا **منَ الَّيْلِ** میں معنی فعل عامل ہے۔ **اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ** (وہ دوزخی ہیں۔ اس میں ہمیشہ رہیں گے)۔

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا مَكَانَكُمْ أَنْتُمْ وَشُرَكَاؤُكُمْ

اور جس دن ہم ان سب کو جمع کریں گے پھر ہم ان لوگوں سے کہیں گے جنہوں نے شرک کیا کہ تم اور تمہارے شریک اپنی جگہ پر ٹھہرے رہو،

فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ وَقَالَ شُرَكَاؤُهُمْ مَا كُنْتُمْ إِيَّانَا تَعْبُدُونَ ﴿۲۸﴾ فَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا

پھر ہم ان کے آپس میں جدائی کردیں گے، اور ان کے شریک کہیں گے کہ تم ہماری عبادت نہیں کرتے تھے۔ سو اللہ ہمارے تمہارے درمیان گواہ کافی ہے

بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ إِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغَافِلِينَ ﴿۲۹﴾ هُنَالِكَ تَبْلُو كُلُّ نَفْسٍ مَا

بے شک بات یہ ہے کہ ہم تمہاری عبادت سے غافل تھے، اس موقعہ پر ہر شخص اپنے ان کاموں کو جانچ لے گا جو اس نے پہلے

أَسْلَفَتْ وَرُدُّوا إِلَى اللَّهِ مَوْلَاهُمُ الْحَقِّ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿۳۰﴾

کئے تھے، اور وہ اپنے مالک حقیقی کی طرف لوٹا دیئے جائیں گے اور جو کچھ جھوٹ تراش رکھا تھا وہ سب غائب ہو جائے گا۔

منظر حشر:

۲۸: وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ ۔هُمْ سے کفار وغیرہ مراد ہیں۔ جَمِيعًا (تمام) یہ حال ہے۔ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا مَكَانَكُمْ ترجمہ: یعنی تم اپنی جگہ رک جاؤ۔ اس وقت تک یہاں سے نہ ہٹو جب تک اپنا انجام نہ دیکھ لو۔ اَنْتُمْ (تم)۔ اس سے مکانکم کی ضمیر کی تاکید کی گئی ہے۔ کیونکہ وہ الزموا کے قائم مقام استعمال ہوا۔ وَشُرَكَآؤُكُمْ (اور تمہارے شرکاء) ماقبل پر معطوف ہے۔ فَزَيَّلْنَا (ہم تفریق کردیں گے)۔ بَيْنَهُمْ (ان کے درمیان) ان کے ساتھیوں کو الگ کردیں گے۔ اور وہ تعلق کاٹ دیں گے جو دنیا میں ان کے درمیان تھا۔ وَقَالَ شُرَكَآؤُهُمْ (کہیں گے ان کے شریک) جنکی اللہ تعالیٰ کے سواء عبادت کی ہوگی اور وہ عقلاء میں سے ہونگے (جن وانس میں سے) یا بتوں کو اللہ تعالیٰ بولنے کی زبان دے گا۔

مَّا كُنْتُمْ اِيَّانَا تَعْبُدُوْنَ (تم ہماری پوجا تو نہ کرتے تھے) تم تو شیاطین کی عبادت کرتے تھے۔ جیسا کہ انہوں نے تمہیں حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ کے شریک بناؤ۔ پس تم نے ان کی اطاعت کی جیسا سورۂ سباء۔ ۴۰۔ ۴۱۔ **ویوم یحشرھم جمیعا۔الٰی، بل کانوا یعبدون الجن** میں مذکور ہے۔

۲۹: فَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ یعنی اللہ تعالیٰ کافی ہے گواہی کے لحاظ سے شھیدًا یہ تمیز ہے۔ اِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغٰفِلِيْنَ اِنْ یہ مخففہ من المثقلہ ہے لام اسکی دلیل ہے۔

سب کی جانچ:

۳۰: هُنَالِكَ (وہاں) اس جگہ میں یا اس وقت میں۔ اس صورت میں اسم مکان زمانہ کیلئے بطور استعارہ استعمال ہوا ہے۔ تَبْلُوْا كُلُّ نَفْسٍ (آزمائے گا اور چکھے گا) ہر شخص مَّآ اَسْلَفَتْ (جو اس نے پیچھے چھوڑا) یعنی عمل۔ پس پہچان لے گا کہ اس عمل کی کیفیت کیا۔

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ

آپ فرما دیجئے وہ کون ہے جو تمہیں آسمان سے اور زمین سے رزق دیتا ہے۔ یا وہ کون ہے جو کانوں اور آنکھوں کا مالک ہے اور وہ کون ہے جو

الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ

زندہ کو مردہ سے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے اور وہ کون ہے جو تمام کاموں کی تدبیر فرماتا ہے، سو وہ ضرور یوں کہیں گے کہ اللہ ہی ہے

فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۳۱﴾ فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ ۚ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ ۚۖ

تو آپ فرما دیجئے کہ پھر کیوں نہیں ڈرتے ہو، سو وہ اللہ تمہارا حقیقی رب ہے۔ سو پھر حق کے بعد گمراہی کے سوا کیا ہے؟

فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ﴿۳۲﴾

پھر کہاں پھرے جا رہے ہو۔

ہے اچھا یا برا نفع بخش یا نقصان دہ، مقبول یا مردود، زجاج رحمہ اللہ کہتے ہیں اسلفت کا معنی قدمت ہے جو اس نے آگے بھیجا۔
قراءت: حمزہ، علی نے تتلوا پڑھا ہے۔ یعنی وہ پیروی کرے گا اس عمل کی جو اس نے آگے بھیجا کیونکہ اسکا عمل ہی اس کو جنت و دوزخ کی راہ دکھائیگا۔ یا اپنے نامہ عمل میں وہ پڑھ لے گا جو اس نے خیر و شر کا عمل آگے بھیجا ہوگا۔ یہ اخفش کا قول ہے۔ وَرُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ ان کا سچا رب جو اپنی ربوبیت میں سچا ہے کیونکہ یہ لوگ ان کی دوستی کا دم بھرتے تھے جنکی ربوبیت کی کوئی حقیقت نہیں۔ یا نمبر۲۔ وہ جو ان کے ثواب و حساب کا متولی ہے اور ایسا عادل ہے جو کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ اور ان سے وہ تمام معبود گم ہو جائیں گے جن کے متعلق ان کو دعویٰ تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے شریک ہیں۔ یا نمبر۲۔ جو جھوٹ وہ گھڑا کرتے تھے وہ بے کار ہوئے کہ ان کے شفعاء اور الِهَه ان کی سفارش کر کے زبردستی چھڑا لیں گے۔

دلائل قدرت:

۳۱: قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ (آپ فرما دیجئے وہ کون ہے جو تمہیں رزق دیتا ہے آسمان سے) بارش کے ذریعہ وَالْاَرْضِ (اور زمین سے) (نبات کے ذریعہ) اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ (یا کون مالک ہے کانوں اور آنکھوں کا) کون ان کو بنانے اور اس انداز سے فٹ کرنے کی طاقت رکھتا ہے جس طرح سے یہ فٹ ہیں یا۔ نمبر۲۔ کون ان کی ان آفات کثیرہ سے عرصہ دراز تک حفاظت کرتا ہے حالانکہ یہ دونوں بڑی لطیف ہیں ان کو معمولی چیز بھی نقصان پہنچاتی ہے۔
وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ یعنی حیوان، چوزے، کھیتی، مومن، عالم کو نطفہ، انڈا، دانہ، کافر، جاہل سے اور اس کا عکس وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ (اور کون معاملات کی تدبیر کرتا ہے) تمام عالم کے معاملات کا مدبر کون ہے پہلے خاص کا ذکر کیا اور اسکے بعد عام کو لائے۔ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ترجمہ وہ عنقریب آپ کے سوال کے جواب میں کہیں گے کہ ان تمام

كَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ فَسَقُوْٓا اَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۳۳ قُلْ هَلْ

اسی طرح آپ کے رب کی یہ بات نافرمانوں کے بارے میں ثابت ہو چکی ہے کہ یہ لوگ ایمان نہ لائیں گے۔ آپ فرما دیجئے کیا

مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ؕ قُلِ اللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ

تمہارے شریکوں میں کوئی ایسا ہے جو مخلوق کو پیدا فرمائے پھر اسے دوبارہ زندہ کرے؟ آپ فرما دیجئے کہ اللہ مخلوق کو ابتداءً پیدا فرماتا ہے پھر اس کو دوبارہ پیدا فرمائے گا۔

فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۝۳۴ قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ ؕ قُلِ اللّٰهُ يَهْدِيْ

سو تم کہاں پھرے جا رہے ہو؟ آپ فرما دیجئے کہ تمہارے شرکاء میں کوئی ایسا ہے کہ امر حق کا راستہ بتلاتا ہو آپ فرما دیجئے کہ اللہ ہی امر حق کا راستہ

لِلْحَقِّ ؕ اَفَمَنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْٓ اِلَّآ اَنْ يُّهْدٰى ۚ

بتلاتا ہے، سو جو حق کی راہ بتاتا ہو وہ زیادہ اتباع کے لائق ہے یا وہ شخص جو ہدایت نہیں پاتا مگر جبکہ اسے راہ بتائی جائے،

فَمَا لَكُمْ ۟ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ۝۳۵ وَمَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا ؕ اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ

سو تمہیں کیا ہوا تم کیسی تجویزیں کرتے ہو، اور ان میں سے اکثر لوگ صرف اٹکل کے پیچھے چلتے ہیں بلاشبہ اٹکل حق کے بارے میں ذرا بھی مفید

شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ۝۳۶

نہیں ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان کاموں کو جاننے والا ہے جن کاموں کو وہ کرتے ہیں۔

پر قدرت والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ (پس کہہ دیں پھر تم کیوں ڈرتے نہیں ہو۔) عبادت میں شرک سے جبکہ تم ربوبیت کا اعتراف بھی کر چکے۔

۳۲: فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ (سو وہ اللہ تعالیٰ ہے) یعنی وہ ذات جس کی یہ قدرت ہے وہی تو اللہ تعالیٰ ہے۔ رَبُّكُمُ الْحَقُّ (تمہارا سچا رب) جس کی ربوبیت ایسی ثابت ہے جس میں اس کو کوئی شک نہیں ہو سکتا جو حقیقت کی نگاہ ڈالے۔ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ (سو پھر حق کے بعد گمراہی کے سوا کیا ہے) یعنی حق و باطل کے درمیان کوئی واسطہ نہیں جو حق راستہ سے ہٹا وہ گمراہی میں جا پڑا۔ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ (تم کدھر پھرے جا رہے ہو) حق چھوڑ کر گمراہی کی طرف اور توحید کو ترک کر کے شرک کی طرف۔

کفار کی ضد:

۳۳: كَذٰلِكَ (اسی طرح) اس حق کی طرح حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ (تیرے رب کی بات ثابت ہوگئی۔) قراءت: شامی، مدنی نے كَلِمٰتُ پڑھا ہے یعنی جیسا کہ حق وثابت ہوا کہ حق کے بعد گمراہی ہے۔ نمبر۲۔ جیسا ثابت ہوا کہ وہ حق سے پھرے ہوئے ہیں پس اسی طرح تیرے رب کی بات سچی ہوگئی۔ عَلَى الَّذِيْنَ فَسَقُوْٓا (ان لوگوں کے متعلق جو فاسق ہیں) یعنی جو اپنے کفر میں سرکشی

تک پہنچنے والے اور اسکی انتہائی حد تک نکلنے والے ہیں۔اَنَّهُمْ لَايُؤْمِنُوْنَ (کہ یہ ایمان نہ لائیں گے) یہ کلمۃ سے بدل ہے یعنی ایمان کی نفی ان پر ثابت ہو چکی یا نمبر۲۔اللہ کی بات ان پر ثابت ہو چکی کہ ان کا ایمان ثابت نہ ہوگا۔نمبر۳۔کلمہ سے عذاب والا وعدہ مراد ہے اور انهم لایؤمنون اسکی تعلیل ہے تقدیر عبارت یہ ہوگی لانهم لایؤمنون اسلئے کہ وہ ایمان نہ لائیں گے۔

معبودانِ باطلہ کی بے بسی:

۳۴: قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ (آپ فرما دیجئے کہ تمہارے شرکاء میں کوئی ایسا ہے کہ امر حق کا راستہ بتلاتا ہو) ثم یعیدہ کو یہاں ذکر کیا حالانکہ وہ اعادہ کے قائل نہ تھے۔کیونکہ اعادہ کے دلائل اس قدر ظاہر ہیں کہ گویا یہ مسلمہ معاملہ ہے کہ وہ اعادہ کے قائل ہیں۔نمبر۲۔انسانوں کے علاوہ اور چیزوں کا اعادہ مراد لیا جائے جیسے دن، رات، پانی اتارے، اور نبات اگائے۔قُلِ اللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ (آپ فرما دیجئے کہ اللہ مخلوق کو ابتداءً پیدا فرماتا ہے پھر اس کو دوبارہ فرمائے گا) اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو حکم دیا کہ جواب میں ان کی نیابت کریں۔مطلب یہ ہے کہ ان کو ان کا تکبر کلمۂ حق کہنے نہ دے گا۔ پس آپ ان کی طرف سے سچی بات کہہ دیں۔فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ پس کس طرح سیدھے راستہ سے پھرے جا رہے ہو؟

حق کی طرف راہنمائی کرنے والے اور کافر بے راہ کے پیروکار:

۳۵: قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّهْدِيْۤ اِلَى الْحَقِّ (آپ فرما دیجئے کہ تمہارے شرکاء میں کوئی ایسا ہے کہ امر حق کا راستہ بتلاتا ہو) اسکی طرف راہنمائی کرنے قُلِ اللّٰهُ يَهْدِيْ لِلْحَقِّ اَفَمَنْ يَّهْدِيْۤ اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْۤ اِلَّاۤ اَنْ يُّهْدٰى عربی میں هداه للحق، الی الحق دو آتے ہیں۔یہاں دونوں لغات کو جمع کر دیا۔اور اسی طرح هدی بنفسه بمعنی اهتدی کے آتا ہے جیسا کہ شری بمعنی اشتری اور اسی سے۔

قراءت: حمزہ و علی امّن لا یهدّی بمعنی یهتدی ہے۔اور لا یَهَدّی مکی، شامی اور ورش کی قراءت میں ہے۔جبکہ ابو عمرو نے اس ھا کے فتحہ کو اشمام سے پڑھا اور عاصم نے یحییٰ کے علاوہ ھا کے کسرہ اور یا کے فتحہ کے ساتھ پڑھا۔اور اصل یهتدی ہے۔اور عبداللہ کی قراءت یہی ہے۔تا کو دال میں ادغام کیا اور ھا کا فتحہ وہی تا کو دے دیا یا التقاء ساکنین کی وجہ سے کسرہ دیا مگر یحییٰ نے یا اور ھا کے کسرہ اور دال کی تشدید سے پڑھا ہے مابعد کی اتباع کی وجہ سے البتہ ورش کے علاوہ مدنی قراء نے ھا کے سکون اور دال کی تشدید سے پڑھا ہے۔

مطلب یہ ہے بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہی صرف حق کی طرف راہنمائی کرنے والی ہے اس طرح کہ مکلفین میں عقلیں رکھ دیں اور ان کو دلائل پر غور کی قدرت عنایت فرمائی۔اور دلائل خود اپنی طرف سے مہیا فرمائے اور نور توفیق بخش دیا اور دلوں میں بھلائی ڈال دی اور رسولوں کو بھیج کر شرائع و احکام کی اطلاع دے دی۔پس جن کو تم نے اللہ تعالیٰ کا شریک قرار دے رکھا ہے ان میں کوئی ایسا ہے جو اللہ تعالیٰ کی اس راہنمائی کی طرح راہنمائی کرنے والا ہو۔

پھر فرمایا تم بتلاؤ کہ جو حق کی طرف راہنمائی کرے وہ پیروی کیے جانے کا زیادہ حقدار ہے یا وہ جو بذات خود راستہ ہی نہ پا سکتا ہو۔یا دوسرے کی راہنمائی نہ کر سکتا ہو جب تک کہ اللہ تعالیٰ اسکو ہدایت نہ دے۔دوسرا قول یہ ہے یا وہ جو کسی دوسری جگہ کی طرف راہ نہ پا سکتا ہو۔یعنی منتقل نہ ہو سکتا ہو جب تک کہ اس کو منتقل نہ کیا جائے۔یا وہ راہ نہ پائے اور نہ ہی اسکا راستہ پانا درست ہو مگر

وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِىْ بَيْنَ

اور یہ قرآن ایسا نہیں ہے جو افتراء کیا گیا ہو اللہ کی طرف سے نہ ہو۔ بلکہ وہ ان کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے جو اس سے

يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۷﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ

پہلے ہیں، اور احکام ضروریہ کی تفصیل بیان کرنے والا ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ رب العالمین کی طرف سے ہے۔ کیا وہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ اس کو آپ نے اپنے پاس سے بنا لیا ہے۔

قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ

آپ فرما دیجئے کہ تم اس جیسی سورت لے آؤ اور اللہ کے علاوہ جن لوگوں کو بلا سکتے ہو انہیں بلا لو اگر تم

صٰدِقِيْنَ ﴿۳۸﴾ بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ وَلَمَّا يَاْتِهِمْ تَاْوِيْلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ

سچے ہو۔ بلکہ بات یہ ہے کہ ان لوگوں نے اسے جھٹلایا جسے اپنے احاطۂ علمی میں نہیں لائے اور ابھی اس کا نتیجہ ان کے سامنے نہیں آیا، ایسے ہی

كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۹﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ

جھٹلایا ان لوگوں نے جو ان سے پہلے تھے۔ سو دیکھ لیجئے ظالموں کا کیسا انجام ہوا اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو

يُّؤْمِنُ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهٖ ؕ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِيْنَ ﴿۴۰﴾ وَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ

اس پر ایمان لائیں گے اور بعض وہ ہیں جو اس پر ایمان نہیں لائیں گے۔ اور آپ کا رب فساد کرنے والوں کو خوب جانتا ہے۔ اور اگر وہ آپ کو جھٹلائیں تو آپ فرما دیجئے

لِّىْ عَمَلِىْ وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ ۚ اَنْتُمْ بَرِيْٓـُٔوْنَ مِمَّاۤ اَعْمَلُ وَاَنَا بَرِىْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۱﴾

کہ میرے لئے میرا عمل ہے اور تمہارے لئے تمہارا عمل ہے تم اس سے بری ہو جو میں کام کرتا ہوں، اور جن کاموں کو تم کرتے ہو میں ان سے بری ہوں۔

اس صورت میں کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس حالت سے منتقل کر کے حیوان ناطق بنائے تو پھر وہ راہنمائی کر سکے۔ فَمَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ غلط فیصلہ کہ ان کو اللہ تعالیٰ کا شریک گمان کرتے ہو۔

۳۶: وَمَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ بتوں کے متعلق اس بات میں کہ وہ معبود ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں زبردستی چھڑا لیں گے۔ اکثر سے مراد تمام ہیں۔ اِلَّا ظَنًّا (مگر محض گمان) بلا دلیل وہ اپنے آباء سلف کی اتباع واقتداء ہے جو اس گمان سے کرتے تھے کہ وہ درست راستے پر تھے۔ اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِىْ مِنَ الْحَقِّ وہ علم ہے۔ شَيْئًا (ذرہ بھر) یہ مصدر کی جگہ پر ہے اصل اس طرح اغناءً شیئًا اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ (اللہ تعالیٰ جاننے والے ہیں جو کچھ وہ کرتے ہیں) یعنی اتباع ظن اور ترک حق۔

قرآن من گھڑت نہیں بلکہ بلا ریب ہے:

۳۷: وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (اور یہ قرآن ایسا نہیں ہے جو افتراء کیا گیا ہو اللہ کی طرف سے نہ ہو)

یعنی اللہ تعالیٰ کے سواء اوروں کی طرف سے گھڑنا مطلب یہ ہے کہ یہ صحیح اور درست نہیں کہ اس جیسا بلند کلام اور حد اعجاز تک پہنچا ہوا من گھڑت کلام ہو۔ وَلٰكِنْ (لیکن) یہ تَصْدِيْقَ الَّذِىْ بَيْنَ يَدَيْهِ (تصدیق ہے اسکی جو اس سے پہلے ہے) جو کتابیں اس سے قبل نازل ہو چکیں۔

وتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ (اور کتاب کی تفصیل ہے) جو فرائض واحکام لازم وفرض کئے گئے ان کی تشریح ہے یہ معنی اس آیت النساء۲۴ کتاب اللّٰہ علیکم ۔ کی روشنی میں ہے۔ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ (اس کے رب العالمین کی طرف سے ہونے میں شک نہیں ہے) یہ استدراک کے مواقع میں داخل ہے گویا اس طرح کہا گیا لیکن یہ ایسی تصدیق اور تفصیل ہے جو ریب سے خالی ہے اور رب العالمین کی طرف سے آئی ہے۔

دوسری تفسیر یہ مراد لینا بھی درست ہے کہ رب العالمین کی طرف سے تصدیق شدہ ہے اور اسکی طرف سے اسکی تفصیل کی گئی ہے اس بات میں کوئی اشتباہ نہیں۔ اس صورت میں من رب العالمین تصدیق وتفصیل سے متعلق ہے اور لاریب فیہ یہ جملہ معترضہ ہے جیسا تم کہو زیدٌ لاشك فيه كريمٌ۔

کفار کو چیلنج:

۳۸: اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ (کیا وہ کہتے ہیں کہ اس کو گھڑ لیا ہے) ام یہاں بل کے معنی میں ہے کیا وہ کہتے ہیں اس کو گھڑ لیا ہے؟ قُلْ (کہہ دیں) اگر بات اسی طرح ہے جس طرح تم کہتے ہو فَاْتُوْا (تو تم لاؤ) تو تم بھی گھڑ لاؤ بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ (ایک سورت اس جیسی) یعنی جو بلاغت میں اس کے مشابہ ہو اور حسن نظم میں اس جیسی ہو تم بھی میری طرح عربیت جانتے ہو۔ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ (اور ان کو بلالو جن کو اللہ تعالیٰ کے سواء بلانے کی تم میں طاقت ہے) یعنی عبارت اس طرح ادعوا من دون اللّٰہ۔ من استطعتم ۔ بلاؤ اللہ تعالیٰ کے سواء جن کو بلانے کی مخلوق سے تم طاقت رکھتے ہو۔ تا کہ اسکی مثل لانے میں وہ تمہاری امداد کریں۔ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (اگر تم سچے ہو) کہ یہ قرآن من گھڑت ہے۔

جھٹلانا عناد کی بنیاد پر ہے:

۳۹: بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ وَلَمَّا يَاْتِهِمْ تَاْوِيْلُهٗ (بلکہ ایسی چیز کی تکذیب کرنے لگے جس کے علم کا احاطہ انہوں نے نہیں کیا اور ابھی ان کو اسکی حقیقت معلوم نہیں ہوئی) بلکہ انہوں نے قرآن کی تکذیب میں جلدی کی ہے کہ جونہی اسکی آواز کانوں تک پہنچی بلا سوچے سمجھے اس کو جھٹلا دیا۔ قرآن مجید کی حقیقت کو نہ پہچانا اور نہ اسمیں تدبر کیا کہ اس کے معنی اور نتائج سمجھتے اور اسکا بڑا سبب یہ ہے کہ جو چیز ان کے دین کے مخالف ہے اس سے دور بھاگ رہے ہیں ان کو اپنے آبائی دین کا ترک کرنا گراں گزر رہا ہے۔

لمایاتھم تاویلہ میں توقع کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے سوچنے سے پہلے ہی فی البدیہ اس کا انکار کر دیا۔ اس کا معنی نہیں سوچا اور یہ آباؤ اجداد کی تقلید میں کیا۔ اور غور وتدبر کے بعد تکذیب سرکشی اور عناد وضد کی وجہ سے اختیار کی۔ پس ان آیات میں جاننے سے قبل جلد تکذیب کرنے کی مذمت فرمائی اور لما جو کلمہ توقع ہے اس کو ذکر کیا تا کہ اعلان کر دیا جائے کہ کفار نے قرآن کے علوشان اور اعجاز اچھی طرح جان لیا کیونکہ ان کو بار بار چیلنج کیا اور انہوں نے اپنی قوتوں کو خوب آزما لیا اور اسکی مثل لانے سے

اپنا عجز اظہر من الشمس ہوگیا تو ضد وحسد سے قرآن کو جھٹلا دیا۔

كَذٰلِكَ (اسی طرح) اس تکذیب کی طرح كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (ان لوگوں نے جھٹلایا جو ان سے پہلے ہوئے) یعنی امم ماضیہ کے کفار نے رسولوں کے معجزات میں غور وفکر کرنے کے بغیر عناد اور تقلید آباء کی وجہ سے ان کو جھٹلا دیا۔ دوسری تفسیر **لما یاتھم تاویلہ** کی یہ بھی ہوسکتی ہے کہ ابھی تک ان کے سامنے اخبار بالغیب کی تعبیر ظاہر نہیں ہوئی۔ تعبیر سے انجام مراد ہے جس سے اسکا سچا، جھوٹا ہونا ظاہر ہو۔ مطلب یہ ہوا کہ یہ کتاب دو لحاظ سے معجز ہے نمبر ا۔ نظم کا اعجاز، نمبر ۲۔ اخبار غیوب کا اعجاز تم نے اس کے نظم پر غور سے قبل ہی تکذیب کر دی حالانکہ وہ حد اعجاز کو پہنچا ہوا ہے اور اسکی دی ہوئی اطلاعات کا صدق وکذب ظاہر ہونے سے پہلے ہی تم نے انکار کر ڈالا۔ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ (پس غور کرو کس طرح ظالموں کا انجام ہوا)

۴۰: وَمِنْهُمْ مَّنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ (اور بعض ان میں سے آپ پر ایمان لاتے ہیں) ہٗ کی ضمیر نبی اکرم ﷺ یا قرآن کی طرف راجع ہے۔ اپنے دل میں تصدیق کرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ آپ نبی برحق ہیں لیکن عناد کی وجہ سے تکذیب کرتے ہیں۔ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهٖ (اور ان میں بعض وہ ہیں جو آپ پر ایمان نہیں لاتے) آپ کی تصدیق نہیں کرتے اور آپ کے بارے میں شک کرتے ہیں۔ یا اس کا معنی استقبال والا ہو۔ کہ ان میں بعض ایسے ہونگے جو عنقریب آپ پر ایمان لے آئیں گے اور بعض ایسے ہونگے جو کفر پر اصرار کریں گے۔ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِيْنَ (اور آپ کا رب فساد کرنیوالوں کو خوب جاننے والا ہے) مفسدین سے معاند یا اصرار کرنے والے مراد ہیں۔

۴۱: وَاِنْ كَذَّبُوْكَ (اور اگر وہ آپ کو جھٹلا دیں) اگر وہ آپ کی تکذیب پر اتر آئیں اور تم ان کی قبولیت سے مایوس ہو جاؤ۔ فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ (پس کہہ دیں کہ میرے لئے میرا عمل) مراد جزاء عمل ہے۔ وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ (اور تمہارے لئے تمہارا عمل) تمہارے اعمال کا بدلہ۔ اَنْتُمْ بَرِيْٓئُوْنَ مِمَّآ اَعْمَلُ وَاَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ (تم اس سے بری جو میں کرتا ہوں اور میں اس سے بیزار جو کچھ تم کرتے ہو) پس ہر ایک سے اس کے عمل کا مؤاخذہ ہوگا۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ ؕ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ وَلَوْ كَانُوْا لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَمِنْهُمْ

اور ان میں بعض وہ ہیں جو آپ کی طرف کان لگاتے ہیں، کیا آپ بہروں کو سنا دیں گے اگرچہ وہ سمجھ بھی نہ رکھتے ہوں، اور ان میں سے

مَّنْ يَّنْظُرُ اِلَيْكَ ؕ اَفَاَنْتَ تَهْدِى الْعُمْىَ وَلَوْ كَانُوْا لَا يُبْصِرُوْنَ ﴿۴۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ

بعض وہ ہیں جو آپ کی طرف دیکھتے ہیں، کیا آپ اندھوں کو راہ بتا دیں گے اگرچہ وہ دیکھتے بھی نہ ہوں، بلاشبہ اللہ لوگوں پر

النَّاسَ شَيْـًٔا وَّلٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَاَنْ لَّمْ يَلْبَثُوْٓا

ذرا سا بھی ظلم نہیں کرتا لیکن لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں، اور جس دن اللہ انہیں جمع فرمائے گا گویا کہ وہ دن کے حصہ میں سے

اِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ ؕ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ وَمَا

صرف ایک گھڑی ٹھہرے ہیں، وہ آپس میں ایک دوسرے کو پہچانتے ہوں گے، بے شک وہ لوگ خسارہ میں پڑ گئے جنہوں نے اللہ کی ملاقات کو جھٹلایا اور وہ

كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِىْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ

ہدایت پانے والے نہ تھے۔ اور اگر ہم اس میں سے کچھ حصہ آپ کو دکھادیں جس کا ہم ان سے وعدہ کرتے ہیں یا ہم آپ کو وفات دے دیں تو ہماری طرف ان سب کو لوٹنا ہے

ثُمَّ اللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ رَسُوْلُهُمْ قُضِىَ

پھر اللہ اس پر گواہ ہے جو کام وہ لوگ کرتے ہیں، اور ہر امت کے لئے ایک رسول ہے سو جب ان کے پاس ان کا رسول آ جاتا ہے تو ان کے درمیان

بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ

انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جاتا ہے اور ان پر ظلم نہیں کیا جاتا۔ اور وہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب پورا ہوگا اگر تم

صٰدِقِيْنَ ﴿۴۸﴾ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِىْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ لِكُلِّ اُمَّةٍ

سچے ہو، آپ فرما دیجئے کہ میں اپنی جان کے لئے کسی بھی ضرر یا نفع کا مالک نہیں مگر جو اللہ چاہے۔ ہر امت کے لئے ایک وقت

اَجَلٌ ؕ اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۴۹﴾

مقرر ہے جب ان کا وقت مقرر آ جاتا ہے تو ایک گھڑی نہ پیچھے ہٹ سکتے ہیں اور نہ آگے بڑھ سکتے ہیں

کفار اندھے بہرے ہیں:

۴۲: وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ (اور ان میں بعض ایسے ہیں جو آپ کی طرف کان لگا بیٹھتے ہیں) بعض لوگ ان میں آپ کی قراءت پر کان دھرتے ہیں اور احکام شرائع کے وقت بھی متوجہ ہوتے ہیں۔ لیکن وہ ان باتوں کو یاد نہیں رکھتے اور نہ قبول

کرتے ہیں اسلئے وہ بہروں کی طرح ہیں اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ وَلَوْ كَانُوْا لَا يَعْقِلُوْنَ (کیا آپ بہروں کو سناتے ہیں گو ان کو سمجھ بھی نہ ہو) کیا تم یہ طمع رکھتے ہو کہ بہرے کو سنانے پر تمہیں قدرت ہے جبکہ بہرہ بے عقل بھی ہو؟ کیونکہ عقلمند بہرہ تو فراست سے یا کان میں گونج کے پڑ جانے سے استدلال کر کے بات سمجھ سکتا ہے مگر کیا کیجئے جب سلب عقل اور فتور سمع دونوں جمع ہوں تو سارا کھاتہ ہی گل ہے۔

۴۳: وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْظُرُ اِلَيْكَ (ان میں بعض لوگ آپ کی طرف دیکھتے ہیں) اور سچائی کے دلائل کھلے بندوں معائنہ کرتے اور نبوت کے نشانات ظاہر پاتے ہیں لیکن وہ تصدیق نہیں کرتے۔ اَفَاَنْتَ تَهْدِى الْعُمْىَ وَلَوْ كَانُوْا لَا يُبْصِرُوْنَ (پھر کیا آپ اندھوں کو رستہ دکھلانا چاہتے ہیں گو ان کو بصیرت بھی نہ ہو) کیا تمہارا خیال ہے کہ آپ اندھوں کو راہ دکھلائیں گے جب بصارت کے ساتھ وہ بصیرت سے بھی محروم ہو۔ کیونکہ وہ اندھا جس کے دل میں بصیرت ہو وہ کبھی عقل سے جانچ لیتا ہے۔ باقی احمق اندھا تو نری مصیبت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ قبول کرنے اور تصدیق سے ناامیدی کے مقام تک پہنچے ہوئے ہیں جیسا کہ وہ بہرے اور اندھے جن میں عقل و بصیرت نہ ہو۔

۴۴: اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا وَّلٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ (یہ یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں پر ظلم نہیں کرتا۔ لیکن لوگ خود ہی اپنے آپ کو تباہ کرتے ہیں)

قراءت: حمزہ و علی نے ولکن الناسُ پڑھا ہے۔ یعنی استدلال کے آلات کو سلب کر کے اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا۔ بلکہ انہوں نے استدلال کو ترک کر کے اپنے اوپر خود ظلم کیا۔ خود زندہ ہو کر جمادات کو معبود بنالیا۔

حشر میں کفار کا حال:

۴۵: وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ (اور اس دن کو یاد رکھو جب وہ ان کو جمع کرے گا)

قراءت: حفص نے یا سے پڑھا۔ جبکہ ابن عامر و ابن کثیر نے نون سے پڑھا ہے۔ كَاَنْ لَّمْ يَلْبَثُوْا اِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ (گویا وہ نہیں ٹھہرے مگر ایک گھڑی دن کی) دنیا میں قرار کی مدت کو انہوں نے بہت چھوٹا قرار دیا یا قبور میں ٹھہرنے کی مدت کو اہوال آخرت کی وجہ سے قلیل قرار دیں گے۔ يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ (آپس میں پہچانیں گے) ایک دوسرے کو جانتے ہونگے گویا کہ وہ بہت تھوڑا وقت آپس میں جدا رہے اور یہ قبور سے نکلنے کے وقت ہوگا۔ پھر قیامت کے اہوال کی شدت سے تعارف منقطع ہو جائے گا۔

نحو: کان لم یلبثوا یہ هُمْ سے حال ہے یعنی ہم ان کو اس حالت میں اٹھائیں گے کہ ان کی حالت ان لوگوں کے مشابہ ہوگی جو ایک گھڑی ٹھہرے ہوں۔ کان یہ كَاَنَّ ہے اور اس کا اسم محذوف اور لم یلبثوا خبر ہے یتعارفون بینھم یہ دوسرا حال ہے۔ یا جملہ مستانفہ ہے اور هُمْ مبتداء محذوف کی خبر ہے۔

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ (تحقیق خسارہ میں پڑے وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو جھٹلایا) یہ یتعارفون کی ضمیر فاعلی کا مقولہ قرار دیا جائے کہ اپنے مابین تعارف یہ کہتے ہوئے کرائیں گے قد خسر الذین (الآیة) یا یہ اللہ

تعالیٰ کا مقولہ ہے جو ان کے خسران پر شہادت ہے۔ مطلب یہ کہ انہوں نے اپنی تجارت وبیع میں ایمان کو کفر کے بدلہ میں رکھ دیا۔ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ (وہ ہدایت یافتہ نہ تھے) جانتے ہوئے بھی وہ تجارت میں راہ پانے والے نہیں۔ یہ جملہ مستانفہ ہے۔ اس میں تعجب کا معنی ہے گویا اس طرح فرمایا وہ کس قدر خسارہ میں ہیں؟

آپ کی زندگی میں ان پر عذاب لازم نہیں:

۴۶: وَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِىْ نَعِدُهُمْ (اور جس کا ان سے ہم وعدہ کررہے ہیں اس میں سے کچھ تھوڑا سا اگر ہم آپ کو دکھلا دیں) یعنی عذاب اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ (یا آپ کو وفات دے دیں) ان کے عذاب دینے سے پہلے فَاِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ (پس انہوں نے ہمارے پاس لوٹنا ہے) یہ نتوفینك کا جواب ہے اور نرینك کا جواب محذوف ہے یعنی واما نرینك بعض الذی نعدهم فی الدنیا فذاك اونتو فینك قبل ان نریكه فنحن نریكه فی الآخرة اور اگر دکھادیں بعض حصہ اس عذاب کا جس کا ہم ان سے دنیا میں وعدہ کرتے تو یہ مطلوب ہے یا اگر ہم آپ کو وفات دے دیں آپ کو انکا عذاب دکھانے سے پہلے تو ہم آپ کو آخرت میں دکھلائیں گے۔ ثُمَّ اللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ (پھر اللہ تعالیٰ گواہ ہے ان کاموں پر جو وہ کرتے ہیں) یہاں ذکر تو شہادت کا ہے مگر مراد اسکا مقتضی ہے اور وہ عذاب ہے گویا اس طرح فرمایا۔ پھر اللہ تعالیٰ ان کے کرتوتوں پر ان کو سزا دینے والے ہیں۔ بعض نے کہا ثم یہاں واؤ کے معنی میں ہے۔

میں رسول ہوں عذاب کا اختیار نہیں رکھتا:

۴۷: وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ (ہر امت کیلئے ایک رسول ہے) جس کو ان کی طرف اللہ تعالیٰ مبعوث فرماتے ہیں تا کہ وہ ان کو توحید کے بارے میں خبردار کرے اور دین حق کی طرف ان کو دعوت دے۔ فَاِذَا جَآءَ رَسُوْلُهُمْ (جب ان کا رسول آچکتا ہے) دلائل لیکر اور وہ اس کا انکار کردیتے ہیں اور اسکی اتباع نہیں کرتے۔ قُضِىَ بَيْنَهُمْ (ان کے درمیان فیصلہ کردیا جاتا ہے) نبی اور اس کے جھٹلانیوالوں کے درمیان بِالْقِسْطِ (انصاف کے ساتھ) پس رسول کو نجات دی جاتی ہے اور مکذب کو عذاب دیا جاتا ہے۔

دوسری تفسیر۔ قیامت کے دن ہر امت کیلئے رسول ہوگا جس کی طرف اس امت کی نسبت کی جائے گی اور اسی کے نام سے ان کو پکارا جائے گا۔ جب رسول موقف پر ان کے متعلق کفر وایمان کی گواہی دینے کیلئے حاضر ہو جائیں گے تو ان کے مابین انصاف سے فیصلہ کردیا جائیگا۔ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ (اور ان پر ظلم نہ ہوگا) بغیر گناہ کے کسی کو سزا نہ دی جائے گی۔

۴۸: تو فرمایا اگر ہم آپ کو بعض حصہ اس عذاب کا دکھادیں جس کا ہم ان سے وعدہ کرتے ہیں جب کفار نے عذاب مانگنے میں جلدی کی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ (وہ کہتے ہیں کب ہوگا یہ وعدہ) یعنی وعدۂ عذاب اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (اگر تم سچے ہو) کہ عذاب اترنے والا ہے۔ یہ منہم کا خطاب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین تمام سے ہے۔

۴۹: قُلْ (کہہ دیں اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِىْ ضَرًّا (میں مالک نہیں ہوں اپنے نفس کیلئے ذرہ بھر نقصان) جیسے مرض یا فقر وَّلَا نَفْعًا (اور نہ نفع کا) یعنی صحت یا مالداری اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ (مگر جو چاہے اللہ تعالیٰ) یہ مستثنیٰ منقطع ہے یعنی مگر جس کے

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُهٗ بَيَاتًا اَوْ نَهَارًا مَّاذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُوْنَ ۝۵۰

آپ فرما دیجئے کہ تم بتاؤ اگر اللہ کا عذاب رات کے وقت آ جائے یا دن کے وقت آ جائے تو اس میں وہ کون سی چیز ہے جس کی مجرمین جلدی مچا رہے ہیں۔

اَثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ اٰمَنْتُمْ بِهٖ ؕ آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ۝۵۱

کیا پھر جب وہ واقع ہو ہی جائے تو اس پر ایمان لاؤ گے۔ اب ایمان لاتے ہو حالانکہ تم اس کے جلدی آنے کا تقاضا کرتے تھے۔

ثُمَّ قِيْلَ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ ۚ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا بِمَا كُنْتُمْ

پھر ان لوگوں سے کہا جائے گا جنہوں نے ظلم کیا کہ ہمیشگی کا عذاب چکھ لو، تمہیں انہیں اعمال کا بدلہ دیا جائے گا جن کی تم کمائی کرتے تھے۔

تَكْسِبُوْنَ ۝۵۲ وَيَسْتَنْۢبِئُوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ ؕ قُلْ اِیْ وَرَبِّیْٓ اِنَّهٗ لَحَقٌّ ؕ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۝۵۳

اور وہ آپ سے دریافت کرتے ہیں کیا یہ حق ہے؟ آپ فرما دیجئے ہاں میرے رب کی قسم بلاشبہ وہ حق ہے اور تم عاجز کرنے والے نہیں ہو۔

بارے میں اللہ تعالیٰ چاہے کہ وہ ہو۔ پس کس طرح میں تمہارے لئے نقصان اور عذاب کھینچ کر لاسکتا ہوں۔ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۚ اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ (ہر امت کا ایک وقت مقرر ہے جب انکا وقت مقررہ آ جاتا ہے تو ایک گھڑی کیلئے وہ پیچھے نہیں ہٹ سکتے اور نہ آگے بڑھ سکتے ہیں) ہر امت کیلئے عذاب کا ایک وقت معلوم مقرر ہے اور وہ لوح محفوظ میں لکھا جاچکا جب ان کے عذاب کا وقت آ جاتا ہے۔ تو ایک گھڑی کیلئے آگے نہیں بڑھ سکتے اور نہ پیچھے ہٹ سکتے ہیں پس تم جلدی نہ مانگو۔

عذاب تو ذرا سا بھی برا ہے:

۵۰: قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُهٗ (آپ فرما دیجئے کہ یہ تو بتلاؤ کہ اگر تم پر خدا کا عذاب آ پڑے) جس کو تم جلد مانگتے ہو۔ بَيَاتًا (رات کو) یہ ظرفیت کی وجہ سے منصوب ہے یعنی سونے کے وقت میں اور وہ رات ہے۔ اس حال میں کہ تم غافل بے پرواہ سوئے ہوتے ہو۔ اَوْ نَهَارًا (یا دن کو) اس حال میں کہ طلب معاش میں تم مشغول ہو۔ اور کام کر رہے ہو۔ مَّاذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُوْنَ (کیا جلدی کریں گے اس سے مجرم) اس عذاب سے مطلب یہ ہے کہ عذاب تمام کا تمام برا ہے اور نفرت و بھاگنے کے قابل ہے۔ پس تم اس میں سے کونسی چیز جلد مانگتے ہو۔ اس میں تو کوئی چیز بھی جلد مانگنی ضروری نہیں۔ ماذا کا استفہام اَرَءَيْتُمْ سے متعلق ہے۔ کیونکہ مطلب یہ ہے مجھے تم بتلاؤ اس سے مجرم کونسی چیز جلدی مانگتے ہیں۔ شرط کا جواب محذوف ہے اور وہ یہ ہے تندموا علی الاستعجال یاتعرفوا الخطأ فیه۔ اس وقت تم جلد مانگنے پر شرمندہ ہوگے یا اسمیں اپنی غلطی محسوس کرو گے (مگر بے وقت بے فائدہ)

نکتہ: ماذا یستعجلون منه نہیں فرمایا کیونکہ ماذا یستعجل کہہ کر اس بات پر دلالت کی جا رہی ہے کہ ترک استعجال لازم

ہے اور وہ اجرام ہے۔ یاماذا یستعجل کو جواب شرط قرار دیا جائے جیسے ان اتیتك ماذا تطعمنی؟ پھر یہ سارا جملہ اَرَءَیْتُمْ سے متعلق ہے یا اثم اذاماوقع جواب شرط ہے اور ماذا یستعجل جملہ معترضہ ہے۔

عذاب کے وقت حال:

۵۱: اَثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ (کیا پھر جب وہ واقع ہو جائیگا) یعنی عذاب اٰمَنْتُمْ بِهٖ (کیا تم اس وقت ایمان لاؤ گے) یہ جواب شرط ہے اور ماذا یستعجل منه المجرمون جملہ معترضہ ہے۔ مطلب یہ ہوگا اگر تمہارے پاس اسکا عذاب آجائے تو تم اسپر ایمان لاؤ گے اس عذاب کے واقع ہونے کے بعد جبکہ ایسے وقت کا ایمان مفید نہ ہوگا۔

نحو: حرف استفہام کو ثم پر لانا اسی طرح ہے جیسا کہ اس کو واو اور فا پر داخل کیا جائے۔ جیسا (اعراف:۹۷) میں افامن اهل القری ، ۹۸ میں اوامن اهل القری۔ آٰلْئٰنَ (کیا اب ایمان لاتے ہو) اس کو قول کا مقولہ مان کر گویا ان کو کہا جائے گا جبکہ وہ عذاب آجانے کے بعد ایمان لائیں گے کیا اب تم ایمان لاتے ہو۔ وَقَدْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ (حالانکہ تم تو اس کو جلدی مانگا کرتے تھے) یعنی عذاب کو تکذیب اور استہزاء کے طور پر۔ آلان میں لام کے بعد والے ہمزہ کو حذف کر دیا اور اسکی حرکت لام کو دیدی۔ نافع کے نزدیک اسی طرح ہے۔

۵۲: ثُمَّ قِيْلَ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا (پھر ان کو کہا جائے گا جنہوں نے ظلم کیا) اس کا عطف اس قِيْلَ پر ہے جو آٰلْئٰنَ سے پہلے محذوف مانا گیا ہے۔ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ (تم ہمیشہ کا عذاب چکھو) ہمیشگی هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ (نہیں تمہیں جزاء دی جائے گی مگر وہ جو تم کماتے تھے) یعنی شرک، تکذیب

اب تو استہزاء کرتے ہیں مگر وہاں ڈر سے مُنہ چھپائیں گے:

۵۳: وَيَسْتَنْۢبِئُوْنَكَ (اور وہ آپ سے دریافت کرتے ہیں) آپ سے خبر پوچھتے ہوئے کہتے ہیں۔ اَحَقٌّ هُوَ (کیا وہ برحق ہے) یہ استفہام انکاری ہے بطور استہزاء کے وہ کہتے تھے ھو ضمیر کا مرجع موعودہ عذاب ہے۔ قُلْ (کہہ دیں) اے محمد ﷺ اِیْ وَرَبِّيْٓ (ہاں اور مجھے اپنے رب کی قسم ہے) اِنَّهٗ لَحَقٌّ (بلاشبہ وہ حق ہے) بیشک عذاب ہرصورت ہونے والا ہے۔ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ (اور تم عاجز کرنیوالے نہیں ہو) عذاب سے نکلنے والے نہیں ہو وہ ہرصورت میں تمہیں آلے گا۔

وَلَوْ اَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِي الْاَرْضِ لَافْتَدَتْ بِهٖ ؕ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ۚ

ہر وہ شخص جس نے ظلم کیا اگر اس کے لئے وہ سب کچھ ہو جو زمین میں ہے تو وہ اپنی جان کو عذاب سے چھڑانے کیلئے اس سب کو خرچ کر ڈالے گا۔ اور جب وہ عذاب دیکھیں گے تو پشیمانی کو

وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۵۴﴾ اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ

پوشیدہ رکھیں گے، اور ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔ خبردار بے شک اللہ ہی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے

اَلَآ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۵﴾ هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَاِلَيْهِ

خبردار بلاشبہ اللہ کا وعدہ حق ہے لیکن بہت سے لوگ نہیں جانتے ، وہی زندہ فرماتا ہے وہی موت دیتا ہے اور اُسی کی طرف

تُرْجَعُوْنَ ﴿۵۶﴾

لوٹائے جاؤ گے۔

۵۴: وَلَوْ اَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ (اور اگر ہر مشرک شخص کے پاس اتنا ہو کہ) اگر ظلم کا معنی کفر و شرک ہے تو یہ نفس کی صفت ہے یعنی اگر ہر ظالم نفس کو میسر آئے مَا فِي الْاَرْضِ (جو کچھ زمین میں ہے) دنیا میں آج جو اس کے خزائن و اموال موجود ہیں۔ لَافْتَدَتْ بِهٖ (تو وہ ضرور فدیہ میں دے ڈالے) وہ اپنے نفس کا اس کو فدیہ بنالے۔ محاورہ عرب ہے فداہ فافتدی اور کہا جاتا ہے افتداہ یعنی فداہ آتا ہے۔ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ (اور وہ شرمندگی کو چھپائیں گے جب وہ عذاب کو دیکھیں گے) اور وہ شرمندگی کو ظاہر کریں گے، عرب کہتے ہیں اسر الشئی اذا اظہر الشیء۔ جب وہ چیز کو ظاہر کرے نمبر۲۔ دوسری تفسیر: وہ چھپائیں گے شرمندگی کو کیونکہ وہ شدت ہول کی وجہ سے بولنے سے عاجز ہونگے۔ اسر کا لفظ اضداد میں سے ہے۔ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ (ان کے مابین انصاف سے فیصلہ کر دیا جائیگا) ظالموں اور مظلوموں کے مابین۔ اس پر ظلم کے لفظ کا تذکرہ دلالت کرتا ہے۔ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ (اور ان پر ظلم نہ ہوگا)

۵۵: پھر اس خبردار کرنے کے بعد اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ کی ملکیت تامہ کا ذکر کیا۔ اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (خبردار بیشک اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے وہ سب کچھ جو آسمانوں اور زمین میں ہے) پس وہ کیوں کر فدیہ قبول کریگا جبکہ وہ سزا دینے میں برحق ہے اور اس نے جو عذاب و ثواب کا وعدہ فرمایا وہ برحق ہے اس فرمان کی وجہ سے اَلَآ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ (خبردار بیشک اللہ تعالیٰ کا وعدہ) ثواب وعذاب کا حَقٌّ (برحق ہے) ثابت ہونے والا ہے۔ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ (لیکن انکی اکثریت نہیں جانتی)

۵۶: هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ (وہ زندہ کرتا اور موت دیتا ہے) زندگی بخشنے اور موت دینے پر اسے قدرت ہے اس کے علاوہ کسی کو بھی اس پر قدرت نہیں۔ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ (اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے) اسی کے حساب و جزاء کی طرف لوٹنا ہے پس اس کا خوف اور امید دونوں باندھنی چاہئیں۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ۙ وَهُدًى

اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آ گئی ہے اور ایسی چیز آئی ہے جس میں سینوں کے لئے شفا ہے اور ہدایت ہے

وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۷﴾ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ؕ هُوَ خَيْرٌ

اور رحمت ہے مومنین کے لئے۔ آپ فرما دیجئے اللہ کے فضل اور اللہ کی رحمت سے خوش ہو جاؤ۔ سو وہ اس پر خوش ہوں، یہ اس سے بہتر ہے جو

مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿۵۸﴾

وہ جمع کرتے ہیں۔

قرآن عظمت وشفاء ورحمت ہے:

۵۷: يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ (اے لوگو! تمہارے پاس ایک نصیحت تمہارے رب کی طرف سے آچکی) یعنی تمہارے پاس ایسی کتاب آچکی جو نصائح کے فوائد سے مالا مال ہے۔ اس میں توحید پر متنبہ کیا گیا۔

الموعظة اس چیز کو کہتے ہیں جس میں ہر مرغوب کی دعوت اور ہر مرھوب سے ڈراوا موجود ہو۔ اسلئے کہ امر مامور بہ کے حسن کا تقاضا کرتا ہے پس وہ مرغوب ہونا چاہیئے اور جس کا حکم نہ ہو وہ ممنوع ہونا چاہئے اور نہی مامور بہ کے قبح کو چاہتی ہے۔ اور نہی میں بھی اسی طرح حکم ہے۔ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ (اور شفاء ہے اس چیز کیلئے جو سینوں میں ہے) یعنی جو تمہاری سینوں میں عقائد فاسدہ ہیں وَهُدًى (اور ہدایت ہے) گمراہی سے وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ (اور مومنوں کیلئے رحمت ہے) جو تم میں سے اس پر یقین کرنے والے ہونگے۔

۵۸: قُلْ (کہہ دیں) اے محمد ﷺ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا (اللہ تعالیٰ کے فضل اور اسکی رحمت کے ساتھ پس اس کے ساتھ ان کو خوش ہونا چاہیے) اصل کلام اس طرح ہے بفضل الله و برحمته فليفرحوا بذلك اگر اللہ تعالیٰ کے فضل ورحمت کے ساتھ چاہیے کہ وہ خوش ہوں اس پر، تکریر کا مقصد تاکید اور پختگی ہے اور اس بات کو خاص کر ثابت کرنا ہے کہ فضل ورحمت ہی فرح کے لائق ہیں ان کے علاوہ فوائد دنیا لائق فرح نہیں۔ ایک فعل کو دلالت کی وجہ سے حذف کر دیا۔ اور فا کو اس لئے داخل کیا کیونکہ شرط کا مفہوم پایا جاتا ہے گویا اس طرح فرمایا۔ اگر وہ کسی چیز پر خوش ہوں تو ان کو اپنی فرح ان دو چیزوں سے مخصوص کر لینی چاہیے۔ یا ان کو اللہ کے فضل اور اسکی رحمت کی طرف توجہ دینی چاہئے اور چاہیئے کہ وہ اس پر خوشی کا اظہار کریں اور یہ فضل ورحمت کتاب اللہ اور اسلام ہے۔ حدیث پاک میں ارشاد فرمایا جس کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کی طرف ہدایت دے دی پھر قرآن کا علم دے دیا۔ پھر اس نے فاقہ کی شکایت کی تو اللہ تعالیٰ فقر کو اس کے ماتھے پر ملاقات کے دن تک لکھ دیتے ہیں (درمنثور) اور آپ نے پھر یہ آیت تلاوت فرمائی۔ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ (وہ اس سے بہت بہتر ہے جس کو وہ جمع کرتے ہیں) شامی نے یا سے پڑھا ہے یعقوب نے فلتفرحوا پڑھا ہے۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا ؕ قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ

آپ فرما دیجئے کہ تم بتاؤ جو رزق اللہ نے تمہارے لئے نازل فرمایا تم نے اس میں سے خود ہی بعض کو حرام اور بعض کو حلال تجویز کر لیا۔ آپ فرما دیجئے کیا اللہ نے

لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَمَا ظَنُّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ

تمہیں اس کی اجازت دی ہے یا اللہ پر افتراء کرتے ہو، اور قیامت کے دن کے بارے میں ان لوگوں کا کیا گمان ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۶۰﴾ ع

بلاشبہ اللہ لوگوں پر فضل فرمانے والا ہے اور لیکن ان میں سے بہت لوگ شکر ادا نہیں کرتے۔

حلال وحرام تمہارا کام نہیں:

۵۹: قُلْ اَرَءَيْتُمْ (آپ کہیے یہ تو بتلاؤ) مجھے خبر دو مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ (کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے جو کچھ رزق بھیجا تھا) یہ اَنْزَلَ کے ساتھ منصوب ہے یا اَرَاَيْتُمْ کے ساتھ یعنی تم مجھے اسکی خبر دو۔ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا (پس تم نے اس میں سے حرام وحلال بنالیا) پس تم نے اس کے حصے کر کے کہا کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے جیسا کہ سورۃ انعام: ۱۳۹ آیت میں ہے **مافی بطون هذه الانعام خالصة لذكورنا و محرم على ازواجنا** ہاں زمین سے تمام ارزاق نکلتے ہیں لیکن جب اس رزق کے اسباب کو آسمان سے جوڑ دیا۔ جیسا کہ بارش جس سے نبات اگتی ہے اور سورج جس سے فصل پکتی ہے اور پھل تیار ہوتے ہیں تو اس کے اتارنے کی نسبت اسی لئے آسمان کی طرف کر دی گئی۔ قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ (کہہ دیں کیا اللہ تعالیٰ نے تمہیں اسکی اجازت دی) یہ اَرَاَيْتُمْ سے متعلق ہے۔ قُلْ یہ تاکید کیلئے دوبارہ لائے۔ مطلب یہ ہے کہ تم مجھے بتلاؤ کیا اللہ تعالیٰ نے تمہیں اجازت دی کہ تحلیل وتحریم کرو۔ پس تم اسکی اجازت سے کر رہے ہو۔ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ (یا اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہو) یا تم اسکی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کر کے جھوٹ بول رہے ہو۔ یا ہمزہ انکار کیلئے اور اَم منقطعہ بمعنی بل ہے۔ اور اتفترون علی اللہ یہ افتراء کی پختگی کو ظاہر کرنے کیلئے لایا گیا۔

فَائِدَہ: اس آیت میں زجر ہے ان احکام کے متعلق جو کسی سے پوچھے جائیں۔ جب تک کسی چیز کے متعلق یقین نہ ہو جائے اس وقت تک اس کے جائز وناجائز کا حکم نہ لگا دینا چاہیے۔ اور یہ آیت احتیاط کے وجوب کو ظاہر کر رہی ہے۔ اگر بتانے والا اس کا خیال نہ کرے گا تو وہ دین پر افتراء باندھنے والا شمار ہوگا۔

۶۰: وَ مَا ظَنُّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ (اور جو لوگ اللہ پر جھوٹ افتراء باندھتے ہیں) کذب کی نسبت اس کی طرف کرتے ہیں يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (قیامت کے دن) یہ ظن کی وجہ سے منصوب ہے اور وہ گمان اس دن میں واقع ہونے والا ہوگا۔ یعنی مفتری لوگ اس دن کے متعلق کیا گمان کرتے ہیں کہ ان کے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ حالانکہ وہ تو احسان وبرائی پر بدلے کا دن ہے۔ اس آیت میں معاملے کو مبہم رکھ کر سخت وعید کی گئی ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ (بیشک اللہ تعالیٰ لوگوں پر فضل

وَمَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ وَّمَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ

اور آپ جس کسی حال میں بھی ہوں اور قرآن مجید کا جو بھی کوئی حصہ تلاوت کر رہے ہوں اور تم لوگ جو بھی کوئی عمل کرتے ہو ہم ضرور اس سے باخبر

شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ؕ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا

ہوتے ہیں جبکہ تم اس کام میں مشغول ہوتے ہو اور زمین اور آسمان میں ذرہ کے برابر کوئی چیز ایسی نہیں جو تیرے رب کے

فِي السَّمَآءِ وَلَآ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۞ ۶۱

علم میں نہ ہو۔ اور کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو اس سے چھوٹی ہو یا بڑی ہو جو کتاب مبین میں نہ ہو۔

کرنے والے ہیں) اس طرح کہ ان پر عقل کا انعام کیا اور وحی کی رحمت عنایت کی اور حلال وحرام کی تعلیم دے کر مہربانی فرمائی وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ (اور لیکن اکثریت ان کی شکرگزار نہیں) اس نعمت کا شکر اور نہ ہی وہ اس چیز کی اتباع کرتے ہیں جس کی طرف ان کی راہنمائی کی گئی۔

ہم تمہارے ہر حال سے واقف ہیں:

۶۱: وَمَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ (نہیں ہوتے آپ کسی حالت میں) ما نافیہ ہے اور تکون کا خطاب نبی اکرم ﷺ کو ہے۔ الشان معاملہ اور حالت وَّمَا تَتْلُوْا مِنْهُ (اور نہیں پڑھتے آپ اس میں سے) ہٗ کی ضمیر قرآن مجید کی طرف ہے گویا اسطرح کہا گیا ماتتلوا من التنزیل، مِنْ قُرْاٰنٍ (قرآن میں سے) کیونکہ قرآن کا ہر جزء قرآن ہے۔ ذکر سے قبل ضمیر عظمت شان کیلئے لائی گئی ہے یا ہ کی ضمیر کا مرجع اللہ عزوجل کی ذات ہے۔

وَّلَا تَعْمَلُوْنَ (اور تم نہیں کرتے) تم تمام مِنْ عَمَلٍ (کوئی عمل) جو عمل بھی ہو اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا (مگر کہ تم پر ہم حاضر وناظر ہوتے ہیں) مشاہدہ کر رہے اور نگرانی کر رہے ہوتے ہیں اور ایک ایک چیز شمار کرتے ہیں۔ اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ (جبکہ تم اس میں مصروف ہوتے ہو) مشغول ہوتے ہو۔ یہ افاض فی الامر سے ہے۔ جبکہ اس میں ہمہ تن مصروف ہو۔ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ (نہیں غائب تیرے رب سے) دور نہیں، غائب نہیں۔

قراءت: علی نے اس کو ہر جگہ زاء کے کسرہ سے يَعْزِبُ پڑھا ہے۔ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ (ایک ذرّہ کی مقدار) ذرّہ چھوٹی چیونٹی کے وزن کے برابر فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَلَآ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرَ (زمین میں اور نہ آسمان میں نہ کوئی چھوٹی چیز اور نہ اس سے بڑی چیز) قراءت: حمزہ نے اصغر اور اکبر پر ضمہ ابتداء کی وجہ سے پڑھا اور الا فی کتاب مبین کو خبر قرار دیا ہے۔ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ (مگر کہ وہ لوح محفوظ میں ہے) کتاب مبین سے لوح محفوظ ہی مراد ہے۔ دیگر قراء نے اَصْغَرَ اور اَكْبَرَ کو نصب کے ساتھ پڑھا اور لا کو نفی جنس کا قرار دیا ہے۔

فَائِدَہ: یہاں زمین کو آسمان سے مقدم ذکر کیا۔ جبکہ سورۂ سباء میں آسمان کو پہلے لائے۔ کیونکہ عطف واؤ کے ساتھ ہے اور اس

أَلَآ إِنَّ أَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٦٢﴾ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ
خبردار بلاشبہ جو اولیاء اللہ ہیں ان پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے جو ایمان لائے اور

كَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿٦٣﴾ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ ۭ لَا تَبْدِيْلَ
تقویٰ اختیار کرتے تھے، ان کے لئے بشارت ہے دنیاوی زندگی میں اور آخرت میں۔ اللہ کے کلمات میں کوئی

لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿٦٤﴾
تبدیلی نہیں، یہ بڑی کامیابی ہے۔

عطف کا حکم تثنیہ جیسا ہے۔

ولی اور اس کی پہچان اور نشانی:

٦٢ : اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآ ءَ اللّٰهِ (خبردار! بیشک اللہ تعالیٰ کے دوست) نمبرا۔ وہ وہی لوگ ہیں جو طاعت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے دوستی رکھتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کرم نوازی سے ان کے ساتھ مہربانی فرمانے والے ہیں۔ نمبر۲۔ وہ وہ لوگ ہیں کہ اپنی خاص دلیل کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت کی طرف راہنمائی فرمائی ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے حقوق کو ادا کرنے والے اور اسکی مخلوق پر رحمت کرنیوالے ہیں۔ نمبر۳۔ وہ لوگ جنکی محض اللہ تعالیٰ کی خاطر آپس میں محبت ہے۔ حالانکہ ان کی آپس میں کوئی رشتہ داری نہیں۔ اور نہ ہی اموال کا لین دین ہے۔ نمبر۴۔ وہ متقی مومن ہیں جیسا کہ دوسری آیت میں الذین اٰمنوا و کانوا یتقون۔
لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ (ان پر خوف نہ ہوگا) جبکہ لوگ خوف زدہ ہونگے وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (اور نہ وہ غمگین ہونگے) جبکہ لوگ محزون ہونگے۔

٦٣ : اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (وہ لوگ جو ایمان لائے) یہ فعل مضمر کی وجہ سے منصوب ہے وہ اَعِنِّيْ ہے۔ نمبر۲۔ اولیاء کی صفت ہونے کی وجہ سے منصوب ہے گویا اِنَّ کا اسم ہے۔ نمبر۳۔ هُمْ مبتداء محذوف کی خبر ہونے کی بناء پر مرفوع ہے عبارت اس طرح ہوگی۔ هم الذين اٰمنوا، وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ (وہ تھے بچنے والے) شرک و معاصی سے

٦٤ : لَهُمُ الْبُشْرٰى فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (انہی کیلئے خوشخبری ہے دنیا کی زندگی میں) نمبرا۔ ان چیزوں کی جنکی خوشخبری اللہ تعالیٰ نے مومن متقی لوگوں کو قرآن مجید میں کئی مقامات پر دی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ وہ نیک خواب ہیں جو مسلمان دیکھتا ہے یا اسکو دکھائے جاتے ہیں۔ (الترمذی) نبوت ختم ہوگئی اور اچھے خواب اس میں سے باقی رہ گئے۔ [ابن ماجہ] نیک خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جز ہے۔ [الترمذی]

نکتہ: اس آخری روایت میں نکتہ یہ ہے کہ مدت وحی ۲۳ سال اور پہلے چھ ماہ میں نیند و خواب میں آپ کو انذار کے متعلق ہدایات دی جاتی تھیں۔ اور چھ مہینے تیئس سال کا چھیالیسواں حصہ بنتا ہے (یہ توجیہ تو بہت خوب ہے) نمبر۲۔ بشریٰ سے مراد لوگوں میں

وقف لازم

وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ إِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيعًا ۚ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿٦٥﴾ أَلَا إِنَّ لِلّٰهِ

اور آپ کو ان کی بات رنجیدہ نہ کرے، بلاشبہ ساری عزت اللہ ہی کے لئے ہے۔ وہ سننے والا ہے اور جاننے والا ہے۔ خبردار اس میں شک نہیں کہ اللہ ہی کے لئے ہیں

مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ ۗ وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ

جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں، اور جو لوگ اللہ کے سوا دوسرے شرکاء کو پکار رہے ہیں وہ کس چیز کا اتباع

اللّٰهِ شُرَكَاءَ ۚ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ﴿٦٦﴾ هُوَ الَّذِي

کر رہے ہیں۔ یہ لوگ صرف گمان کے پیچھے چل رہے ہیں اور صرف اٹکل پچو گمان کرتے ہیں۔ اللہ وہی ہے

جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۚ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيَاتٍ

جس نے تمہارے لئے رات کو پیدا فرمایا تاکہ تم اس میں سکون حاصل کرو اور دن کو دیکھنے کا ذریعہ بنایا۔ بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لئے

لِقَوْمٍ يَسْمَعُونَ ﴿٦٧﴾ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۗ سُبْحَانَهُ ۖ هُوَ الْغَنِيُّ ۖ لَهُ مَا

نشانیاں ہیں جو سنتے ہیں۔ ان لوگوں نے کہا کہ اللہ نے بیٹا بنا لیا ہے وہ اس سے پاک ہے وہ غنی ہے، اسی کے لئے ہے جو

فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ إِنْ عِنْدَكُمْ مِنْ سُلْطَانٍ بِهٰذَا ۚ أَتَقُولُونَ

کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے تمہارے پاس اس بات کی کوئی دلیل نہیں ہے، کیا تم اللہ کے

عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿٦٨﴾ قُلْ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ

ذمہ ایسی بات لگاتے ہو جس کا تم علم نہیں رکھتے۔ آپ فرما دیجئے بے شک جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں

لَا يُفْلِحُونَ ﴿٦٩﴾ مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ إِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِيقُهُمُ الْعَذَابَ

وہ کامیاب نہیں ہوں گے۔ دنیا میں تھوڑا سا فائدہ اٹھانا ہے پھر ہماری ہی طرف ان کو لوٹنا ہے پھر ہم انہیں ان کے کفر کی وجہ سے

الشَّدِيدَ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ ﴿٧٠﴾ ع

سخت عذاب چکھائیں گے۔

اچھا تذکرہ اور محبت نمبر۳۔ وقت نزع میں ان کو مقام جنت دکھا کر خوشخبری سنائی جاتی ہے وَ فِي الْاٰخِرَةِ (اور آخرت میں) یہ آخرت کی بشری تو جنت ہے۔ نمبرا۔ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کی باتوں میں تبدیلی نہیں) اس کے اقوال میں تبدیلی نہیں اور اس کے وعدوں میں خلاف ورزی نہیں۔ ذٰلِكَ (یہ) اس کا مشار الیہ ان کا دارین میں مبشر بالجنة ہونا ہے۔ نمبر۲۔ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (وہ بڑی کامیابی ہے) یہ دونوں جملے معترضہ ہیں اور اس کے بعد کلام کا ہونا ضروری نہیں جیسے تم کہو فلان ینطق

بالحق والحق ابلج اور یہ کہہ کر خاموش ہو جائے۔اسی طرح یہاں بھی۔

تسلی رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم:

۶۵: وَلَا یَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ (آپ کو ان کی بات غم میں نہ ڈالے) یعنی تکذیب اور تہدید اور آپ کو ہلاک کرنے کی تدابیر اختیار کرنا اور آپ کی نبوت والے معاملے کو فیل کرنے کی کوششیں۔اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِیْعًا (بیشک عزتیں تمام کی تمام اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہیں) یہ جملہ مستانفہ ہے جو تعلیل بیان کرنے کیلئے لایا گیا ہے گویا اسطرح کہا گیا ہے میں کیوں غم زدہ نہ ہوں؟ تو جواب دیا اسلئے کہ عزت یعنی غلبہ اور اقتدار حقیقی تمام مملوکہ چیزوں میں اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے۔کسی کو اس میں سے ذرہ بھر حاصل و میسر نہیں۔نہ ان کفار مکہ کو اور نہ کسی دوسرے کو پس وہ اللہ تعالیٰ آپ کو غالب اور ان کو مغلوب کرے گا اور ان کے خلاف آپ کی مدد فرمائے گا۔جیسا کہ سورۃ المجادلہ:۲۱ میں ہے: کتب اللّٰہ لاغلبن انا ورسلی۔سورۂ غافر:۵۱ میں انا لننصر رسلنا فرمایا گیا ہے۔

نمبر۲۔ہر عزت والا اسی سے عزت حاصل کرتا ہے وہ آپ کو اور آپ کے دین کو اور ماننے والوں کو غلبہ دے گا۔

قراءت ونحو: قولھم پر وقف لازم ہے۔تاکہ ان العزّة کفار کا مقولہ نہ بن جائے۔جَمِیْعًا یہ ماقبل سے حال ہے هُوَ السَّمِیْعُ (وہی سننے والا ہے) ان کے اقوال الْعَلِیْمُ (جاننے والا ہے) جو عزائم رکھتے اور تدابیر وہ اختیار کرتے ہیں وہ ان سے خود نپٹ لے گا۔

۶۶: اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ (خبردار بیشک اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے جو آسمان اور جو زمین میں ہے) مَن سے مراد عقلاء اور وہ فرشتے اور جن وانس ہیں۔

نکتہ: عقلاء کو خاص اس لئے کیا کہ جب یہ اسکی ملک ہیں اور اس کے مملوک ہیں اور ان میں سے کوئی ربوبیت کے لائق نہیں اور نہ ہی اس کا شریک بن سکتا ہے۔تو اس کے بعد جو غیر عقلاء ہیں وہ اس بات کے زیادہ حقدار ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے شریک اور ساجھی نہ ہوں۔

کفار گمان کے پیروکار ہیں:

وَمَا یَتَّبِعُ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُرَكَآءَ (نہیں پیروی کرتے وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے سواء اوروں کو پکارتے ہیں شرکاء کی) اس میں ما۔نافیہ ہے۔مطلب یہ ہے کہ وہ حقیقت میں شرکاء کی اتباع نہیں کرتے۔اگرچہ ظاہراً ان کا نام شرکاء رکھتے ہیں۔کیونکہ حقیقت میں تو ربوبیت باری تعالیٰ میں شرکت محال ہے۔اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ (وہ نہیں اتباع کرتے مگر صرف گمان کی) مگر صرف ان کا اپنا خیال ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے شریک ہیں۔وَاِنْ هُمْ اِلَّا یَخْرُصُوْنَ (وہ نہیں ہیں مگر محض اٹکل کے تیر چلاتے) نمبرا۔وہ اندازہ کرتے اور ان کے شرکاء ہونے کا غلط اندازہ کرتے ہیں۔نمبر۲۔یاما۔استفہامیہ ہے کہ وہ کس چیز کی اتباع کرتے ہیں شُرَكَآءَ اس صورت میں یدعون کی وجہ سے منصوب ہوگا۔اور پہلی صورت میں یتبع کی وجہ سے۔اور حقیقت میں یہ اس طرح ہے وما یتبع الذین یدعون من دون اللّٰہ شرکاء شرکاء اور وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے سواء اوروں کو پکارتے

ہیں وہ شرکاء شرکاء کی اتباع نہیں کرتے۔ایک کو حذف کر دیا کیونکہ اس پر دلالت موجود ہے اور محذوف یدعون کا مفعول ہے۔

نمبر۳۔ مَا۔موصولہ ہے اور اس کا عطف مَن پر ہے۔گویا اس طرح فرمایا وللّٰہ مایتبعہ الذین یدعون من دون اللّٰہ شرکاء ای ولہ شرکاؤھم اور اللہ کی قسم کونسی وہ چیز ہے جس کی اتباع کرتے ہیں وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے سواء اور شرکاء کو پکارتے ہیں یعنی اس کے لئے انہوں نے شرکاء بنا رکھے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت اور تمام بندوں پر اسکی نعمت عامہ کو ذکر کر کے متنبہ کیا اس ارشاد سے وھو الذی جعل لکم الیل (الایة)

قوتِ باری تعالیٰ:

۶۷: هُوَ الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ (وہ ذات جس نے تمہارے لئے رات کو بنایا تاکہ تم اس میں سکون لے سکو) اس نے تمہارے لئے رات کو اندھیر بنایا تاکہ اس میں دن کے ادھر اُدھر آنے جانے اور کام کاج کی تھکاوٹ سے آرام پاسکو۔ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا (دن کو روشن بنایا) تاکہ اس میں رزق کے حصول کے مقامات کو دیکھ سکو۔اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ (بیشک اس میں سننے والے لوگوں کیلئے البتہ نشانیاں ہیں) سننے سے مراد ایسا سننا جو قبولیت وعبرت کا باعث ہو۔

اللہ مالک ہے اسے بیٹوں کی محتاجی نہیں:

۶۸: قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ (انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ نے بیٹا بنالیا ہے وہ سبحان ہے) بیٹا بنانے سے اس کا پاک ہونا بیان کرنا مقصود ہے۔اور ان کے اس احمقانہ کلمہ پر تعجب کا اظہار کیا گیا۔هُوَ الْغَنِىُّ (وہ غنی ہے) یہ نفی ولد کی علت ہے لیکن لڑکے کا وہ طالب ہوتا ہے جو ضعیف ہوتا کہ لڑکے کے ذریعہ قوت حاصل کر لے یا محتاج ہوتا کہ اس سے مدد حاصل کرے یا وہ ذلیل ہوتا کہ اس سے اعلیٰ مرتبہ حاصل کر لے۔اور یہ تمام حاجت کی علامات ہیں پس جو غنی ہو وہ محتاج نہیں ہوتا۔پس لڑکا اس کے لئے ثابت نہ ہوا اور اس لئے کہ لڑکا، والد کا بعض حصہ ہوتا ہے۔پس اس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ مرکب ہو اور مرکب ممکن ہے اور ہر ممکن غیر کا محتاج ہوتا ہے۔پس اس کا حدوث ظاہر ہوا۔پس قدیم کیلئے لڑکے کا ہونا محال ہوا۔لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ (اسی ہی کیلئے ہے جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے) بطور ملک کے اور بنوت اور ملکیت دونوں جمع نہیں ہوسکتیں۔اِنْ عِنْدَكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ بِهٰذَا (نہیں ہے تمہارے پاس اسکی کوئی دلیل) تمہارے پاس اس بات کی کوئی (معقول) دلیل نہیں ہے۔با کا حق یہ ہے کہ وہ ان عندکم سے متعلق ہو۔وہ اس طرح کہ قول کو سلطانا کا ظرف مکان مانا جائے جیسے کہتے ہیں۔ماعند کم بار ضکم موز (تمارے ہاں کوئی کیلا نہیں) گویا یہاں اس طرح کہا گیا ہے جو کچھ تم کہتے ہو اسکی تمہارے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔ جب ان سے دلیل کی نفی کی تو ان کو بے علم قرار دیا پس فرمایا۔اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (کیا تم اللہ تعالیٰ کے متعلق وہ بات کہتے ہو جو جانتے نہیں)

۶۹: قُلْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ (کہہ دیں بیشک وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں) اسکی طرف بیٹے کی نسبت کر کے لَا يُفْلِحُوْنَ (وہ کامیاب نہ ہونگے) وہ آگ سے کبھی نجات نہ پائیں گے اور نہ جنت کی کامیابی سے ہمکنار ہونگے۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ نُوْحٍ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَّقَامِيْ وَتَذْكِيْرِيْ

اور آپ ان کو نوح کا قصہ پڑھ کر سنایئے، جبکہ نوح نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم اگر میرا قیام کرنا اور اللہ کی آیات کی

بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ فَاَجْمِعُوْٓا اَمْرَكُمْ وَشُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ اَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ

یاد دہانی کرنا تم پر بھاری ہے تو میں نے صرف اللہ پر بھروسہ کیا سو تم سب مل کر اپنے شرکاء کے ساتھ اپنی تدبیر کرلو، پھر وہ تمہاری تدبیر ڈھکی

غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوْٓا اِلَيَّ وَلَا تُنْظِرُوْنِ ﴿۷۱﴾ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ ۭ اِنْ اَجْرِيَ

چھپی نہ رہے، پھر تم میرے بارے میں جو چاہو فیصلہ کرلو اور مجھے مہلت نہ دو۔ سو اگر تم روگردانی کرو تو میں نے تم سے کسی معاوضہ کا سوال تو کیا نہیں ہے۔ میرا اجر

اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۙ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۷۲﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَنَجَّيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ

تو صرف اللہ پر ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں فرمانبرداروں میں سے رہوں۔ سو انہوں نے ان کو جھٹلایا پھر ہم نے ان کو اور جو لوگ ان کے ساتھ کشتی میں تھے

فِي الْفُلْكِ وَجَعَلْنٰهُمْ خَلٰٓئِفَ وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ

نجات دے دی، اور ہم نے انہیں پہلے لوگوں کے بعد زمین کا آباد کرنے والا بنا دیا، اور ہم نے ان لوگوں کو غرق کر دیا جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا، سوائے مخاطب دیکھ لے

عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۷۳﴾

جن کو ڈرایا گیا تھا ان کا کیسا انجام ہوا۔

۷۰: مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا (دنیا میں فائدہ اٹھانا ہے) یعنی ان کا یہ افتراء دنیا کا معمولی سا نفع ہے کہ اس سے وہ کفر میں اپنی سربراہی جمائے ہوئے ہیں اور اسکی پشت پناہی کر کے حضور علیہ السلام کو تکلیف پہنچا رہے ہیں۔ ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِيْقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيْدَ (پھر انہوں نے ہمارے ہاں لوٹ کر آنا ہے پھر ہم ان کو سخت عذاب چکھائیں گے) ہمیشہ رہنے والا بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ (اس وجہ سے کہ وہ کفر کرتے تھے) ان کے کفر کے سبب۔

واقعہ نوح علیہ السلام:

۷۱: وَاتْلُ عَلَيْهِمْ (ان کو پڑھ کر سنائیں) نَبَاَ نُوْحٍ (نوح علیہ السلام کا واقعہ) وہ واقعہ جو قوم کے ساتھ ان کو پیش آیا۔ اس پر وقف لازم ہے۔ اگر ایسا نہ کریں تو اذ، اُتْلُ کا ظرف بن جائے گا۔ حالانکہ تقدیر عبارت یہ ہے۔ اذکر اذ قال اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ جب انہوں نے اپنی قوم کو کہا اے میری قوم اگر تمہیں گراں گزرا ہے) بھاری و گراں معلوم ہوا جیسا کہ البقرہ۔۴۵ وانها لكبيرة الا على الخاشعين۔ مَّقَامِيْ (میرا کھڑا ہونا) نمبرا۔ میرا مرتبہ یعنی میری ذات جیسا کہ اس آیت ۴۶ سورت الرحمان میں ولمن خاف مقام ربه جنتان یعنی وہ اپنے رب کی ذات سے ڈرا۔ یا نمبر۲۔ میرا ٹھہرنا اور

تمہارے درمیان قیام کرنا ساڑھے نوسوسال یا۔نمبر۳۔کھڑا ہونا وعظ ونصیحت کیلئے۔

وَتَذْكِيرِیْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ (اور میرا اللہ تعالیٰ کی آیات کے ذریعہ ڈرانا) کیونکہ وہ جب ایک جماعت کو وعظ کرتے تو وہ کھڑے ہوکران کونصیحت کرتے تا کہ ان کے کھڑے ہونے کی جگہ ان کے سامنے آجائے اوران تک بات پہنچ جائے۔فَعَلَی اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ (پس اللہ تعالیٰ ہی کی ذات پر میں نے بھروسہ کیا) یعنی میں نے اپنا معاملہ اس کے سپرد کیا۔فَاَجْمِعُوْٓا اَمْرَكُمْ (تم اپنے معاملے کوجمع کرو)اجمع الامر کام کاعزم اور پختہ نیت کرنا۔وَشُرَكَآءَكُمْ (اوراپنے شرکاء کو)اس میں واؤ مع کے معنی میں ہے۔یعنی اپنے شرکاء کے ساتھ مل کربات طے کرلو۔قرارداد پاس کرلو۔

ثُمَّ لَايَكُنْ اَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً (پھرتمہارا معاملہ تم پرمخفی بھی نہ رہے) یعنی تم پرغم ورنج کا باعث نہ ہو۔الغم اورالغمہ دونوں کا معنی کرب وکربہ کی طرح ایک ہی ہے یا خفاء میں التباس ہو۔الغمہ سُرَّہ کو کہتے ہیں یہ غمه اذا ستره سے ہےاور یہی معنی اس روایت میں ہیں۔فرائض میں اخفاء نہیں (لاغمة فی فرائض الله) کوئی اخفاء نہیں بلکہ انکوظاہر کیا جائیگا۔مطلب آیت کا یہ ہے۔میرے ہلاک کرنے کا قصد وارادہ تم پرمخفی نہ رہے لیکن اس کو کھلے طور پرتم مجھے بتلانے والے ہو۔ثُمَّ اقْضُوْٓا اِلَيَّ (پھرتم میرے بارے میں فیصلہ کرو۔) وہ بات جس کا تم ارادہ رکھتے ہو یعنی میری ہلاکت کے بارے میں جوتمہارے ہاں برحق ہے کر ڈالو۔یہ اسی طرح ہے جیسے آدمی اپنے غریم کا حق ادا کردے۔نمبر۲۔جوتم سے بن پڑے وہ میرے متعلق کرلو۔وَلَاتُنْظِرُوْنَ (اور تم مجھے مہلت نہ دو)

۷۲: فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ (پس اگرتم منہ موڑو) اگرتم میری نصیحت سے اعراض کرو۔اور میری خیرخواہانہ باتوں سے رخ موڑو۔فَمَاسَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ (پس میں تم سے کوئی مزدوری نہیں مانگتا) نمبرا۔کہ جس سے لازماً منہ موڑا جائے۔یا نمبر۲۔میں تم سے کوئی مزدوری نہیں مانگتا کہ تمہارے منہ موڑنے سے وہ رہ جائے گی اور میں اس سے محروم رہ جاؤنگا۔اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ (میرا اجر اللہ تعالیٰ ہی کے ذمہ ہے) اور وہ میرا اجروثواب آخرت ہے جو مجھے آخرت میں مل جائے گا۔یعنی میں نے تمہیں یہ نصیحت فقط اللہ تعالیٰ کی خاطر کی کسی دنیاوی غرض کی بناء پر نہیں کی۔

نکتہ: اس میں دلالت ہے کہ تعلیم قرآن اورعلم دین پر اجر لینا منع ہے۔وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ (اور مجھے حکم ملا ہے کہ میں فرمانبرداروں میں سے ہوں) یعنی جو اس کے حکموں کی پابندی کرتے ہیں خواہ وہ مشروعات سے ہو یا ممنوعات سے۔

قراءت: اِنْ اَجْرِیَ فتحہ کے ساتھ حفص، ابوعمرو، مدنی وشامی نے پڑھا ہے۔

نتیجۂ تکذیب:

۷۳: فَكَذَّبُوْهُ (پس انہوں نے جھٹلا دیا) انہوں نے ان کی تکذیب پر مداومت اختیار کی فَنَجَّيْنٰهُ (پس ہم نے اس کو بچالیا) ڈوبنے سے وَمَنْ مَّعَهٗ فِی الْفُلْكِ وَجَعَلْنٰهُمْ خَلٰٓئِفَ (اوران کو جوکشتی میں ان کے ساتھ تھے، نائب بنایا) غرق سے ہلاک ہونے والوں کے یہ نائب بنے۔وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ (اور ڈبودیا ان لوگوں کو جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا پس غور کرو کیسا انجام ہوا ان لوگوں کا جن کو ڈرایا گیا) اسمیں کفار پرگزرنے والے معاملے کو بڑا بنا

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا

پھر ہم نے نوح کے بعد کتنے ہی پیغمبر بھیجے جو اپنی اپنی قوموں کی طرف مبعوث ہوئے۔ سو وہ ان کے پاس کھلی ہوئی دلیلیں لے کر آئے سو وہ ایسے نہ تھے کہ

بِمَا كَذَّبُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ؕ كَذٰلِكَ نَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۷۴﴾ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ

جس چیز کو پہلے جھٹلا چکے تھے اس پر ایمان لے آئیں۔ ہم اسی طرح حد سے نکل جانے والوں کے دلوں پر مہر لگا دیتے ہیں۔ پھر ان کے بعد ہم نے

بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى وَهٰرُوْنَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۠ئِهٖ بِاٰيٰتِنَا فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا

موسیٰ اور ہارون کو اپنی آیات کے ساتھ فرعون اور اس کی قوم کے سرداروں کی طرف بھیجا، سو ان لوگوں نے تکبر کیا اور وہ مجرم

مُّجْرِمِيْنَ ﴿۷۵﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْۤا اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۷۶﴾ قَالَ

لوگ تھے۔ سو جب ان کے پاس ہماری طرف سے حق آ گیا تو کہنے لگے کہ بلاشبہ یہ تو کھلا جادو ہے۔ موسیٰ نے

مُوْسٰۤى اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَكُمْ ؕ اَسِحْرٌ هٰذَا ؕ وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ ﴿۷۷﴾ قَالُوْۤا

کہا کہ جب تمہارے پاس حق آ گیا تو کیا تم اس کے بارے میں ایسی بات کہتے ہو؟ کیا یہ جادو ہے؟ اور جادوگر نیوالے کامیاب نہیں ہوتے۔ وہ کہنے لگے

اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا وَتَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِيَآءُ فِى الْاَرْضِ ؕ وَمَا

کیا تو ہمارے پاس اس لئے آیا ہے کہ جس چیز پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا ہے تو ہمیں اس سے ہٹا دے۔ اور زمین میں تم دونوں کو سرداری مل جائے اور ہم

نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۸﴾ وَقَالَ فِرْعَوْنُ ائْتُوْنِىْ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ﴿۷۹﴾ فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ

تم دونوں پر ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ اور فرعون نے کہا کہ میرے پاس ہر جادوگر کو لے آؤ جو خوب جاننے والا ہو۔ سو جب جادوگر آئے

قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰۤى اَلْقُوْا مَاۤ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ﴿۸۰﴾ فَلَمَّاۤ اَلْقَوْا قَالَ مُوْسٰى مَا جِئْتُمْ بِهِ ۙ

تو موسیٰ نے ان سے کہا ڈال دو تم جو کچھ ڈالنے والے ہو۔ سو جب انہوں نے ڈالا تو موسیٰ نے کہا تم جو کچھ لائے ہو

السِّحْرُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۸۱﴾ وَيُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ

یہ جادو ہے بلاشبہ عنقریب اللہ اسے باطل کر دے گا بے شک اللہ فساد کرنے والوں کا کام نہیں بننے دیتا، اور اللہ اپنے وعدوں کے موافق حق کو ثابت

بِكَلِمٰتِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۸۲﴾ ع

فرماتا ہے اگرچہ مجرمین برا مانیں۔

کر پیش کیا گیا ہے اور کفار مکہ جو رسول اللہ ﷺ کے مخاطب تھے ان کو ڈرایا گیا اور آنحضرت ﷺ کو تسلی دی گئی۔

۷۴: ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهٖ (پھر ہم نے ان کے بعد بھیجا) یعنی نوح علیہ السلام کے بعد رُسُلًا اِلٰی قَوْمِهِمْ (انبیاء علیہم السلام کو ان کی قوموں کی طرف) یعنی ہود، صالح، ابراہیم، لوط، شعیب علیہم الصلوٰت والسلام فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ (وہ ان کے پاس دلائل لائے) ایسی واضح دلیلیں جو ان کے دعویٰ کو ثابت کر رہی تھیں۔ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا (مگر وہ ایسے نہ تھے کہ ایمان لے آتے اس پر) پس انہوں نے کفر پر اصرار کیا ان انبیاء علیہم السلام کی تشریف آوری کے باوجود بِمَا كَذَّبُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ (جس کو انہوں نے پہلے جھٹلایا) ان کی آمد سے قبل مقصد یہ ہے کہ رسول کی آمد سے قبل اہل جاہلیت تھے حق کی تکذیب ان کا شیوہ تھا۔ مگر بعثت کے بعد ان کی حالت میں تبدیلی نہ آئی اور وہ ایسی تکذیب پر قائم رہے گویا ان کی طرف کوئی پیغمبر مبعوث ہی نہیں ہوا۔ كَذٰلِكَ نَطْبَعُ (اسی طرح ہم مہر لگاتے) اس مہر کی طرح ہم مہر لگاتے ہیں عَلٰى قُلُوْبِ الْمُعْتَدِيْنَ (حد سے تجاوز کرنے والوں کے دلوں پر) یعنی تکذیب میں جو حدود کو پھاند جاتے ہیں۔

واقعہ موسیٰ علیہ السلام وفرعون:

۷۵: ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ (پھر ہم نے ان کے بعد بھیجا) ان رسولوں کے بعد مُّوْسٰى وَ هٰرُوْنَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۠ئِهٖ بِاٰيٰتِنَا (موسیٰ و ہارون کو فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف اپنی آیات دیکر) آیات سے وہ نو آیات مراد ہیں۔ فَاسْتَكْبَرُوْا (پس انہوں نے تکبر کیا) ان آیات کو تسلیم کرنے سے اور سب سے بڑا تکبر یہ ہے کہ بندے اپنے رب کے قاصد کو ماننے میں سستی کریں جبکہ رسالت کو واضح بھی کر دیا گیا اور اس کو قبول کرنے سے بڑائی اختیار کریں۔ وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ (اور وہ مجرم لوگ تھے) بڑے جرائم پیشہ کفار تھے اسی لئے انہوں نے اس کو قبول کرنے سے تکبر کیا اور اس کو مسترد کرنے کی جرأت کی۔

۷۶: فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا (پس جب ان کے پاس حق آچکا ہماری طرف سے) جب انہوں نے پہچان لیا کہ وہ حق ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ قَالُوْا (تو انہوں نے کہا) شہوت پرستی کی وجہ سے اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِيْنٌ (بیشک یہ کھلا ہوا جادو ہے) حالانکہ وہ جانتے تھے کہ جادو سے سب سے زیادہ دور چیز جو ہے وہ حق ہی ہے۔

۷۷: قَالَ مُوْسٰى اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَكُمْ (موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کیا تم حق کو کہتے ہو جبکہ وہ تمہارے پاس آچکا ہے) یہ استفہام انکاری ہے اور ان کا مقولہ محذوف ہے یعنی ہذا سحر کیا یہ جادو ہے پھر انکار کو دوسری مرتبہ لوٹایا اور کہا اَسِحْرٌ هٰذَا (کیا یہ جادو ہے) یہ خبر اور مبتداء ہے۔ وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ (اور جادوگر کامیاب نہیں ہوتے) یعنی وہ کامیاب نہ ہونگے۔

۷۸: قَالُوْا اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا (وہ کہنے لگے کیا تم ہمارے پاس آئے ہو تا کہ تم ہٹا دو) ہمیں پھیر دو۔ عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا (اس سے جس پر ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو پایا) یعنی بتوں کی عبادت یا فرعون کی عبادت وَتَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِيَآءُ (اور ہو جائے تم دونوں کیلئے بڑائی) یعنی بادشاہت کیونکہ بادشاہوں ہی کی صفات بڑائی عظمت، بلندی ہوتی ہیں فِى الْاَرْضِ (زمین میں) یعنی سرزمین مصر میں۔ وَمَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِيْنَ (ہم تم دونوں پر ایمان لانے والے نہیں ہیں) اس میں تصدیق کرنے والے جو کچھ تم لے کر آئے ہو۔

قراءت: حماد و یحییٰ نے یکون پڑھا ہے۔

۷۹: وَقَالَ فِرْعَوْنُ ائْتُوْنِيْ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ (اور فرعون نے کہا تم میرے پاس ہر پڑھے لکھے جادوگر کو لاؤ)
قراءت: حمزہ، علی نے سحار پڑھا ہے۔
۸۰: فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى اَلْقُوْا مَآ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ (جب جادوگر آ گئے تو انہیں موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تم ڈالو! جو تم نے ڈالنا ہے)
۸۱: فَلَمَّآ اَلْقَوْا قَالَ مُوْسٰى مَاجِئْتُمْ بِهِ السِّحْرُ (جب انہوں نے ڈال دیا تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا جو کچھ تم لائے ہو وہ جادو ہے)
نحو: مآ موصولہ ہے اور مبتداء ہے جئتم به اس کا صلہ ہے اور السحر خبر ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے الذین جئتم به هو السحر جو تم لائے ہو وہ جادو ہے۔ نہ کہ وہ جس کو فرعون اور اسکی قوم نے جادو قرار دیا حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیات ہیں۔
قراءت: السحر پر وقف ہے ابوعمرو نے اسی طرح پڑھا ہے۔ استفہام کی صورت میں۔ اس قراءت کے مطابق ما استفہامیہ ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ ای شیء جئتم به۔ تم کونسی چیز لائے ہو کیا وہ جادو ہے؟ اِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ (بیشک اللہ تعالیٰ عنقریب اس کو باطل کر دیں گے) اس کا باطل ہونا کھول دیں گے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ (بیشک اللہ تعالیٰ نہیں درستی کرتے مفسدوں کے عمل کی) اس کو قائم نہیں رہنے دیتے بلکہ تہس نہس کر دیتے ہیں۔
۸۲: وَيُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ (اور اللہ تعالیٰ حق کو ثابت کر دیں گے) اور اس کو قائم و مضبوط کر دیں گے بِكَلِمٰتِهٖ (اپنے کلمات کے ذریعہ) اپنے اوامر و قضایا کے ساتھ یا اسلام کو اپنی نصرت سے غلبہ دیں گے۔ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ (اگرچہ مجرموں کو ناپسند ہو یہ بات۔

فَمَآ اٰمَنَ لِمُوْسٰٓی اِلَّا ذُرِّیَّۃٌ مِّنْ قَوْمِہٖ عَلٰی خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِہِمْ اَنْ یَّفْتِنَہُمْ ؕ

سو موسیٰ پر ان کی قوم میں سے تھوڑے سے لوگ ایمان لائے وہ بھی فرعون اور اس کے سرداروں سے ڈرتے ہوئے کہ کہیں وہ انہیں فتنے میں نہ ڈالے،

وَاِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِی الْاَرْضِ ۚ وَاِنَّہٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِیْنَ ﴿۸۳﴾ وَقَالَ مُوْسٰی یٰقَوْمِ

اور بلاشبہ فرعون اس زمین میں بلندی والا تھا، اور اس میں شک نہیں کہ وہ حد سے آگے بڑھ جانے والوں میں سے تھا، اور موسیٰ نے کہا کہ اے میری قوم

اِنْ کُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰہِ فَعَلَیْہِ تَوَکَّلُوْٓا اِنْ کُنْتُمْ مُّسْلِمِیْنَ ﴿۸۴﴾ فَقَالُوْا عَلَی اللّٰہِ تَوَکَّلْنَا ۚ

اگر تم اللہ پر ایمان لائے ہوئے ہو تو اسی پر بھروسہ کرو اگر تم فرمانبردار ہو، انہوں نے کہا کہ ہم نے اللہ ہی پر بھروسہ کیا

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَۃً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۸۵﴾ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِکَ مِنَ الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ ﴿۸۶﴾

اے ہمارے رب تو ہمیں ظالم قوم کے لئے فتنہ نہ بنا اور اپنی رحمت سے ہمیں کافر قوم سے نجات دے،

وَاَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰی وَاَخِیْہِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِکُمَا بِمِصْرَ بُیُوْتًا وَّاجْعَلُوْا

اور ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی کی طرف وحی بھیجی کہ تم اپنی قوم کے لئے مصر میں گھر برقرار رکھو اور اپنے گھروں کو

بُیُوْتَکُمْ قِبْلَۃً وَّاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۸۷﴾

نماز پڑھنے کی جگہ بنالو، اور نماز قائم کرو اور مومنین کو خوشخبری دو۔

قومہ کی ضمیر کا مرجع:

۸۳: فَمَآ اٰمَنَ لِمُوْسٰی (پس ایمان نہ لائے موسیٰ پر) ان کے ابتداء بعثت میں اِلَّا ذُرِّیَّۃٌ مِّنْ قَوْمِہٖ عَلٰی خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ (مگر ان کی قوم میں سے بعض اولاد، فرعون کے خطرے کے باوجود) مگر ایک جماعت جنکا تعلق اولاد بنی اسرائیل سے تھا۔ گویا تقدیر کلام یہ ہے الا اولاد من اولاد قومہ مگر کچھ اولاد ان کی قوم کی اولاد میں سے۔ اور اس کا واقعہ یہ ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے ان کے بڑوں کو بلایا تو انہوں نے فرعون کے خوف کی وجہ سے کوئی جواب نہ دیا۔ مگر نوجوانوں کی ایک جماعت نے فرعونی خوف کے باوجود آپ کی دعوت پر لبیک کہی (اس قومہٖ کا مرجع موسیٰ علیہ السلام) نمبر۲۔ قومہٖ کی ضمیر فرعون کی طرف لوٹائیں تو ذریۃ سے ذریت فرعون مراد ہونگے اس صورت میں مومن آل فرعون۔ آسیہ امرأۃ فرعون۔ خازن فرعون، خازن کی بیوی، فرعون کے گھر کی مشاطہ (بال سنوارنے والی)۔

وَمَلَا۟ئِہِمْ (اور اس کے سرداروں کے) ھُمْ، کی ضمیر فرعون کی طرف آل فرعون کے معنی کے لحاظ سے لوٹتی ہے جیسا کہتے ہیں ربیعہ ومضر۔ نمبر۲۔ اس طور پر کہ وہ دوست واصحاب والا تھا۔ جو اس کا حکم چلاتے تھے۔ اس لئے ان کا لحاظ کر کے ضمیر لوٹادی۔

نمبر۳۔ھُمْ کا مرجع ذریت ہوتو معنی یہ ہوگا۔فرعون کے خوف کے باوجوداور بنی اسرائیل کے سرداروں کے خوف کے باوجود کیونکہ وہ سرداران بنی اسرائیل اپنے اس انجام سے ڈرتے تھے۔ جوفرعون کی طرف سے متوقع تھا۔اپنے متعلق اوران نوجوانوں کے متعلق۔اسکی دلیل اَنْ يَّفْتِنَهُمْ کا لفظ ہے جوآگے آتا ہے(کہ کہیں وہ ان کوفتنہ میں مبتلا نہ کردے) مراداس سے فرعون کا سزا دینا ہے۔وَاِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِی الْاَرْضِ (اور بیشک فرعون زمین میں غالب تھا) غالب اور زبردست تھا وَاِنَّهٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِيْنَ (اور بیشک وہ البتہ حد سے نکلنے والوں میں سے تھا) ظلم وفساداور تکبر و بڑائی سے کیونکہ وہ اپنے متعلق خدائی کا دعویدار تھا۔

بنی اسرائیل کا دلاسہ:

۸۴: وَقَالَ مُوْسٰى يٰقَوْمِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ (اور موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے میری قوم اگرتم اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہو) اگرتم نے سچے دل سے تصدیق کی اوراسکی آیات پر یقین کیا۔فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْٓا (تو اس پر ہی بھروسہ کرو) فرعون سے حفاظت کیلئے اپنے معاملے کواسی ہی کے سپرد کرو۔ اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ (اگرتم فرمانبردار ہو) اسلام میں توکل کی شرط ہےاوراسلام اس بات کا نام ہے کہ وہ اپنے آپ کواللہ تعالیٰ کے سپرد کریں۔یعنی اپنے نفوس کوسالم وخالص اللہ تعالیٰ ہی کیلئے کردیں کہ اس میں نفس و شیطان کا قطعاً حصہ نہ ہو۔کیونکہ توکل ملاوٹ کے ہوتے ہوئے ممکن نہیں۔

۸۵: فَقَالُوْا عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا (پس انہوں نے کہا ہم نے اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کیا) انہوں نے یہ کہا کیونکہ وہ لوگ اس میں مخلص تھے یقیناً باری تعالیٰ نے ان کے اس توکل کو منظور فرمایا۔اوران کی دعا کو قبول کیااوران کونجات عنایت فرمائی اوران کو ہلاک کردیا جوفرعون سے ڈرتے تھےاوران کامیاب لوگوں کواپنی زمین میں نائب بنایا۔

نکتہ: جوشخص چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پرتوکل میں درست وخالص ہواس کو چاہیے کہ وہ ملاوٹ چھوڑ دےاورایک اللہ تعالیٰ ہی کا ہو جائے۔

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ (اے ہمارے رب ہمیں ظالمین قوم کا تختۂ مشق نہ بنا) فتنہ سے پہلے مضاف محذوف ہے یعنی فتنہ کی جگہ یعنی عذاب کی جگہ نہ بنا کہ وہ ہمیں عذاب دیتے رہیں یا ہمارے دین کے متعلق وہ ہمیں فتنے میں مبتلا کر دیں یعنی گمراہی میں مبتلا کردیں۔ الفاتن حق سے گمراہی میں مبتلا کرنے والا۔

۸۶: وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ (اورتو اپنی رحمت کے ساتھ کافرقوم سے نجات دے) یعنی اسکی غلامی اور ماتحتی سے۔

بنی اسرائیل کو ہدایات:

۸۷: وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰى وَاَخِيْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوْتًا (اورہم نے موسیٰ علیہ السلام اوران کے بھائی کی طرف وحی کی کہ تم دونوں اپنی قوم کیلئے مصر میں گھر بناؤ)۔تبوّء المکان کا معنی مکان کو رہائش کیلئے مقرر کرنا جیسے کہتے ہیں۔توطنہ کا معنی وطن بنانا۔مطلب آیت کا یہ ہے کہ مصر میں ایسے مکان بناؤ جوخصوصی تمہاری قوم کی رہائش کیلئے ہوں۔اورایسے مکان بناؤ جو

عبادت کیلئے لوٹنے اور نماز ادا کرنے کیلئے ہوں۔
وَّ اجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً (اور بناؤ اپنے گھروں کو قبلہ رخ) یعنی مساجد جنکا رخ قبلہ یعنی کعبہ کی طرف ہو۔ موسیٰ علیہ السلام اوران کے ساتھ والے کعبہ کی طرف نماز ادا کرتے تھے۔ پہلے پہل گھروں میں کفار سے خفیہ طور پر عبادت کا حکم تھا۔ تا کہ وہ ان پر غلبہ کر کے ان کو تکلیف نہ پہنچائیں۔ اور دین کے متعلق فتنہ میں مبتلا نہ کریں۔ جیسا کہ ابتداء اسلام میں مسلمان مکہ میں نماز ادا کرتے تھے۔ **وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ** (اور نماز قائم کرو) اپنے گھروں میں نماز ادا کرلوتا کہ کفار سے مامون رہو۔ **وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ** (اور ایمان والوں کو خوشخبری سنادیں) اے موسیٰ

نکتہ: اولاً خطاب تثنیہ پھر جمع اور آخر میں واحد کے صیغہ سے فرمایا کیونکہ عبادت کے مقامات کا انتخاب موسیٰ و ہارون علیہم السلام کو تفویض کیا گیا تھا۔ پھر جمع لائے کیونکہ مساجد کی تعمیر اور ان کی آبادی جمہور امت کا فریضہ تھا۔ پھر آخر میں موسیٰ علیہ السلام کو خطاب فرمایا۔ یہ موقعہ بشارت تھا تا کہ ان کی عظمت سب پر ظاہر ہو جائے۔ اور جنکے حق میں بشارت دی گئی ان کا مرتبہ معلوم ہو۔

وَقَالَ مُوْسٰى رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّاَمْوَالًا فِى الْحَيٰوةِ

اور موسیٰ نے عرض کیا کہ اے ہمارے رب! بے شک آپ نے فرعون کو اور اس کے سرداروں کو دنیا والی زندگی میں زینت اور اموال

الدُّنْيَا رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰى

دیے ہیں اے ہمارے رب! یہ اس لئے ہیں کہ وہ آپ کے راستے سے ہٹایا کریں، اے ہمارے رب! ان کے مالوں کو نیست و نابود کر دیجئے اور ان کے دلوں کو

قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿٨٨﴾ قَالَ قَدْ اُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا

سخت کر دیجئے۔ سو وہ ایمان نہ لائیں یہاں تک کہ درد ناک عذاب کو دیکھ لیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم دونوں کی دعا قبول کر لی گئی

فَاسْتَقِيْمَا وَلَا تَتَّبِعٰٓنِّ سَبِيْلَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٨٩﴾ وَجٰوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ

سو تم دونوں ثابت قدم رہو اور ان لوگوں کے راستہ کا ہرگز اتباع نہ کرو جو نہیں جانتے، اور ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر سے

الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْيًا وَّعَدْوًا حَتّٰٓى اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ قَالَ

گزار دیا پھر بغاوت اور زیادتی کرتے ہوئے فرعون اور اس کا لشکر ان کے پیچھے ہو لیا، یہاں تک کہ جب فرعون ڈوبنے لگا تو کہنے لگا

اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿٩٠﴾

کہ میں ایمان لاتا ہوں کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے اور میں فرمانبرداروں میں سے ہوں،

آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿٩١﴾ فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ

کیا اب ایمان لاتا ہے؟ حالانکہ اس سے پہلے نافرمانی کرتا رہا اور تو فساد کرنیوالوں میں سے ہے۔ سو آج ہم تیری لاش کو نجات دینگے

لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ ﴿٩٢﴾ ع

تاکہ تو ان کیلئے موجب عبرت ہو جو تیرے بعد موجود ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ بہت سے آدمی ہماری نشانیوں سے غافل ہیں

ع ۹ / ۱۴

۸۸: وَقَالَ مُوْسٰى رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ زِيْنَةً (اور موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے ہمارے پروردگار! بیشک آپ نے فرعون اور اس کے سرداروں کو زینت دی ہے) زینت ہر ایسی چیز کو کہتے ہیں جس سے انسان اپنے آپ کو مزین کرتا ہے جیسے لباس زیورات، قالین، اثاث البیت وغیرہ وَّاَمْوَالًا (اور مال) یعنی نقدی، نعمتیں، زمینیں فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ (دنیا کی زندگی میں اے ہمارے پروردگار جس کا نتیجہ یہ کہ وہ لوگوں کو تیرے راستہ سے ہٹا رہے ہیں) تاکہ وہ لوگوں کو آپ کی اطاعت سے برگشتہ کریں۔

قراءت: کوفی کے نزدیک الدنیا پر وقف نہیں کیونکہ لیضلوا، اتیت کے متعلق ہے۔ ربنا کو دوسری مرتبہ تضرع میں الحاح و اصرار کیلئے لائے۔

شیخ ابو منصور رحمہ اللہ:

فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے جانا کہ وہ لوگوں کو گمراہ کریں گے تو ان کو وہ سب کچھ دیا تا کہ وہ گمراہی میں زور لگالیں اور یہ اسی طرح ہے جیسے آل عمران ۱۷۸ میں فرمایا انما نملی لھم لیزدادوا اثما۔ پس یہ آیت معتزلہ کے خلاف قوی حجت ہے۔

دعائے موسیٰ علیہ السلام:

رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰۤی اَمْوَالِهِمْ (اے ہمارے پروردگاران کے اموال کو مٹادے) یعنی اموال کو ہلاک و تباہ کردے اور اس کے آثار کو زائل کردے۔ کیونکہ یہ تیری نعمتوں سے تیری معصیت پر معاونت حاصل کررہے ہیں۔ الطمس کا معنی مٹانا اور ہلاک کرنا ہے۔ ایک قول یہ ہے نمبرا۔ ان کے دراہم و دنانیر پر نقش نگار تو وہی تھا مگر وہ پتھروں میں بدل گئے۔ نمبر۲۔ دوسرا قول تمام اموال اسی طرح بن گئے۔ وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ (اوران کے قلوب کو سخت کردے) ان کے دلوں پر مہر لگادے اور ان کو سخت کردے۔ فَلَا يُؤْمِنُوْا (پس وہ ایمان نہ لائیں) یہ اشدد کا جواب ہے۔ اس صورت میں معنی یہ ہوگا وہ ایمان نہ لائیں گے حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ (یہاں تک کہ دردناک عذاب کو نہ دیکھ لیں) یہاں تک کہ وہ دردناک عذاب کو دیکھ لیں گے اور یہ اسی طرح ہوا چنانچہ فرعونی ڈوبنے تک ایمان نہیں لائے۔ اور ایسے وقت اگر وہ ایمان لاتے بھی تو قابل قبول نہ تھا کیونکہ یہ ایمان یاس تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے ان کے متعلق یہ بددعا اس وقت فرمائی جب ان کے ایمان سے مایوس ہو گئے اور وحی سے ان کو معلوم ہو گیا کہ یہ ایمان نہ لائیں گے وحی سے علم کے بغیر تو ان کو یہ دعا کرنے کا حق نہیں کہ وہ ایمان نہ لائیں گے کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کو ان کی طرف دعوت ایمان دیکر ہی تو مبعوث کیا گیا تھا۔

نکتہ: یہ آیت دلالت کررہی ہے کہ کسی کیلئے کفر پر موت کی بددعا کفر نہیں ہے۔

۸۹: قَالَ قَدْ اُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا (اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم دونوں کی دعا قبول کر لی گئی) کہا گیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام دعا فرما رہے تھے اور ہارون علیہ السلام آمین کہنے والے تھے۔ نکتہ: اس سے یہ ثابت ہوا کہ آمین دعا ہے پس اس کا مخفی کہنا اولیٰ ہے۔ مطلب آیت کا یہ ہے کہ تمہاری دعا مستجاب ہے۔ اور جو تم نے طلب کیا وہ ہو کر رہے گا۔ لیکن اس کا ایک وقت ہے۔ فَاسْتَقِيْمَا پس تم دونوں استقامت اختیار کرو) تم دونوں دعوت و تبلیغ کے فریضہ پر مستقیم رہو۔ وَلَا تَتَّبِعٰٓنِّ سَبِيْلَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ (تم دونوں بے علموں کے راستہ پر مت چلو) جاہلوں کے راستہ کی اتباع نہ کرو جو قبولیت دعا کی سچائی اور حکمت امہال سے واقف نہیں ہیں۔ دعا اور قبولیت میں چالیس سال کا فاصلہ تھا۔

نحو و قراءت: لا تتبعان۔ نون کی تخفیف اور کسرہ کے ساتھ کیونکہ نون تثنیہ کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے التقاء ساکنین ہوا۔ یہ شامی کا قول ہے۔ دیگر قراء نے ان کو غلطی پر قرار دیا کیونکہ نون خفیفہ کا سکون خود واجب ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ نہی نہیں بلکہ مضارع منفی ہے۔ یا حال ہے اور تقدیر عبارت اس طرح ہے۔ فاستقیما غیر متبعین۔

بنی اسرائیل کی آزادی اور فرعون کا غرق:

۹۰: وَجٰوَزْنَا بِبَنِیْٓ اِسْرَآءِ یْلَ الْبَحْرَ (ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر پار گزار دیا) نکتہ: یہ اہل سنت کی دلیل ہے کہ افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ (پس ان کا پیچھا فرعون اور اس کے لشکر نے کیا) پس ان کو جالیا۔ کہا جاتا ہے تبعته، حتی اتبعته۔ میں نے اس کا پیچھا کیا یہاں تک کہ میں اس کو جاملا۔ بَغْیًا (سرکشی کے طور پر) وَّعَدْوًا (دشمنی کے طور پر) ظلم کے طور پر

نحو: یہ دونوں حال ہونے کی بناء پر منصوب ہیں۔ یا مفعول لہٗ ہیں۔ حَتّٰٓی اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ (یہاں تک کہ جب وہ ڈوبنے لگا) اس پر وقف نہیں کیونکہ قَالَ اٰمَنْتُ، اِذا کا جواب ہے قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ (اس نے کہا میں ایمان لایا تحقیق شان یہ ہے)۔ یہ اذا کا جواب ہے۔

قراءت: حمزہ وعلی نے اِنَّهٗ پڑھا اور اس کو جملہ مستانفہ قرار دیا۔ اور اٰمَنْت کا بدل بنایا ہے۔ دوسرے قراء نے اَنَّهٗ پڑھا ہے۔ اور ایمان کے صلہ باکو حذف مانا ہے۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِیْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ (اس کے سوا کوئی معبود نہیں مگر وہی کہ جس پر بنو اسرائیل ایمان لائے اور میں فرمانبرداروں میں سے ہوں)

نکتہ: اس میں دلیل ہے کہ ایمان اور اسلام دونوں ایک چیز ہیں اسلئے کہ اس نے کہا امنت پھر کہا وانا من المسلمین۔ فرعون نے ایک معنی کو تین مرتبہ تین عبارتوں میں دھرایا۔ تاکہ قبولیت ہو جائے۔ پھر بھی قبولیت نہیں ہوئی کیونکہ اس کا وقت گزر چکا تھا۔ ورنہ حالت اختیاری میں تو ایک مرتبہ بھی کافی تھا۔

۹۱: آٰلْئٰنَ (کیا اب) تو اضطرار کی گھڑی میں ایمان لاتا ہے۔ جبکہ تو غرق ہو رہا ہے۔ اور اپنے بچنے کی امید ٹوٹ چکی ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ جب پانی نے اس کو ڈبونے کی لگام چڑھائی تو یہ کہہ اٹھا۔ نحو: آٰلْئٰنَ کا عامل اَتُؤْمِنُ محذوف ہے۔ وَقَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ (حالانکہ تو نے اس سے قبل نافرمانی کی اور تو مفسدین میں سے تھا) ان گمراہوں میں سے تھا جو ایمان سے برگشتہ کرنے والے ہوتے ہیں۔ روایت میں ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے اس سے ایک استفتاء طلب کیا۔ **ماقول الا میر فی عبدلرجل نشأ فی ماله و نعمته فکفر نعمته و جحد حقه و ادعی السیادة دونه۔** امیر کیا کہتے ہیں ایسے غلام کے متعلق جو ایسے آدمی کا ہو جس کے مال و نعمت میں اس نے پرورش پائی ہو مگر وہ غلام اپنے آقا کی نعمتوں کی ناشکری کرے اور اس کے حقوق کا منکر ہو جائے اور خود آقا کی جگہ سرداری کا دعوے دار بن بیٹھے۔

پس اس نے اس سوال کا جواب یہ لکھا: یقول ابوالعباس الولید بن مصعب۔ **جزاء العبد الخارج علی سیده، الکافر نعماء ه ان یغرق فی البحر۔** ابوالعباس الولید بن مصعب کہتا ہے کہ ایسے غلام کی سزا کہ جو اپنے آقا کے خلاف خروج کرنے والا اور اسکی نعمتوں کی ناشکری کرنے والا ہو۔ اس کو سمندر میں ڈبو دیا جائے۔ چنانچہ جب وہ ڈوبنے لگا تو جبرئیل علیہ السلام نے اسکی اپنی تحریر اس کے ہاتھ میں تھما دی اس نے پہچان لی۔

جیسی توبہ ایسی نجات:

۹۲: فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ (آج ہم تمہیں نجات دیتے ہیں) تمہیں اونچی زمین پر ڈالتے ہیں اس کو پانی نے اسطرح ساحل پر پھینکا جیسا کہ وہ بیل ہے۔ بِبَدَنِكَ (تمہارے بدن کو) یہ حال ہے تقدیر عبارت اس طرح ہوگی فی الحال التی لا روح فیك وانماانت بدن۔ ایسی حالت میں کہ تجھ میں روح نہ ہوگی۔ بیشک تو فقط ایک بدن ہوگا۔ یا نمبر۲۔ اپنے بدن کے ساتھ کامل درست ہوگا اس میں سے کچھ بھی کم نہ ہوگا۔ اور نہ متغیر ہوگا۔ نمبر۳۔ ننگا بلالباس ایک بدن ہوگا۔ نمبر۴۔ اپنی درع سمیت ہوگا اسکی سونے کی بنی ہوئی ایک زرہ تھی۔ جس سے وہ پہچانا جاتا تھا۔

قراءت: ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے بِاَبْدَانِكَ پڑھا ہے اور یہ اس طرح جیسا کہ عرب کہتے ہیں باجرامہ مطلب یہ ہوا اپنے تمام بدن کے ساتھ اسمیں کسی جزو کی کمی نہ ہوگی۔ یا اپنی زرہوں کے ساتھ کیونکہ وہ ان کے ذریعہ ظاہر ہونے والا تھا۔ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً (تاکہ تو بعد والوں کیلئے ایک نشانی بن جائے) پیچھے آنے والے لوگوں کیلئے علامت ہو۔ مَن سے مراد بنی اسرائیل تھے۔ ان کے دلوں میں یہ بات تھی کہ فرعون اس سے بڑھ کر حالت والا تھا کہ سمندر میں ڈوبے ایک قول یہ ہے کہ ان کو موسیٰ علیہ السلام نے اسکی ہلاکت کی اطلاع دی مگر انہوں نے تصدیق نہ کی اللہ تعالیٰ نے اس کا بدن ساحل پر ڈال دیا۔ جس کو انہوں نے آنکھوں سے دیکھ لیا۔ ایک قول یہ بھی ہے من خلفک سے مراد جو تیرے بعد اہل زمانہ ہونگے اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کے سامنے اسکی غلامی ظاہر ہو جائے اور اس کا ناحق دعوی خدائی وہ محالات سے ہے۔ عظیم سلطنت کے باوجود نافرمانی کی وجہ سے اس کا انجام کیا ہوگا۔ اور اس کا دعوی ربوبیت ناممکنات میں سے ہے۔ اور اسکی اتنی بڑی سلطنت کے باوجود نافرمانی کی وجہ سے اس کا انجام وہ ہوا جو تم نے دیکھا پس اور کسی کے متعلق کیا خیال ہے؟ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ (بیشک بہت لوگ ہماری آیات سے البتہ غفلت برتنے والے ہیں)

وَلَقَدْ بَوَّاْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ مُبَوَّاَ صِدْقٍ وَّرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْا

اور ہم نے بنی اسرائیل کو رہنے کا اچھا ٹھکانا دیا اور انہیں پاکیزہ چیزیں کھانے کو دیں، سوانہوں نے اختلاف نہیں کیا

حَتّٰى جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ

یہاں تک کہ ان کے پاس علم پہنچ گیا۔ بلاشبہ آپ کا رب قیامت کے دن ان چیزوں میں ان کے درمیان فیصلے فرمائے گا جن میں وہ

يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۹۳﴾ فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ فَسْــَٔـلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ

اختلاف کرتے تھے۔ سواگر آپ کو اس میں شک ہے جو ہم نے آپ کی طرف اتارا تو آپ ان لوگوں سے دریافت کر لیجئے جو آپ سے

الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَقَدْ جَآءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۹۴﴾ ۙ

پہلے کتاب پڑھتے ہیں۔ بلاشبہ آپ کے رب کے پاس سے آپ کے پاس حق آ گیا ہے۔ سو آپ ہرگز شک کرنیوالوں میں سے نہ ہوں،

وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَتَكُوْنَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۹۵﴾ اِنَّ

اور ان لوگوں میں سے ہرگز نہ ہو جایئے جنہوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا ورنہ آپ تباہ کاروں میں سے ہو جائیں گے، بے شک

الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۹۶﴾ ۙ وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ

جن لوگوں پر آپ کے رب کی بات ثابت ہو چکی ہے وہ ایمان نہ لائیں گے۔ اگرچہ انکے پاس تمام دلیلیں آجائیں۔

حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿۹۷﴾

جب تک کہ وہ دردناک عذاب کو نہ دیکھ لیں۔

بنی اسرائیل کو عمدہ ٹھکانہ دیا:

۹۳: وَلَقَدْ بَوَّاْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ مُبَوَّاَ صِدْقٍ (تحقیق ہم نے بنی اسرائیل کو بہت اچھا ٹھکانہ دیا) عمدہ پسندیدہ رہنے کی جگہ اور وہ مصر اور شام تھی۔ وَّرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ فَمَا اخْتَلَفُوْا (ہم نے ان کو پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا پس انہوں نے اختلاف نہ کیا) اپنے دین میں حَتّٰى جَآءَهُمُ الْعِلْمُ (یہاں تک کہ ان کے پاس علم آچکا) یعنی تورات اور انہوں نے اسکی تعبیر میں اختلاف کیا۔ جس طرح امت محمد ﷺ نے قرآن مجید کی آیات کی تعبیر میں اختلاف کیا۔ یا نمبر۲۔ مراد حضرت محمد ﷺ کے متعلق علم ہے اور اختلاف بنی اسرائیل حالانکہ وہ اہل کتاب تھے۔ آپ کی صفات میں اختلاف کیا کہ آیا آپ وہی نبی آخر الزمان ہیں یا نہیں ہیں۔ اس کے بعد کہ ان کے پاس علم آچکا کہ آپ وہی نبی آخر الزمان ہیں۔ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا

فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ (بیشک آپ کا رب ان کے درمیان قیامت کے دن ان چیزوں میں فیصلہ کرے گا جسمیں وہ اختلاف کرتے تھے) اور سچے اور جھوٹے کو الگ کرے گا اور ہر ایک کو اس کا بدلہ دیگا۔

آیات میں شک کرنے والے:

۹۴: فَاِنْ كُنْتَ فِیْ شَكٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَیْكَ فَسْئَلِ الَّذِیْنَ یَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ (اگر تمہیں شک ہے اس چیز میں جو ہم نے آپ کی طرف اتاری تو ان لوگوں سے پوچھ لو جو کتاب آپ سے پہلے پڑھتے ہیں) جب بنی اسرائیل کا پہلے تذکرہ ہوا۔ اور وہ کتاب کو پڑھنے والے تھے۔ بنی اسرائیل کے متعلق بتلایا کہ علم ان کے پاس آ چکا کیونکہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ تورات وانجیل میں لکھا ہوا ہے اور وہ آپ کو اس طرح پہچانتے ہیں۔ جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔ تو ان کے علم کی تاکید صحت قرآن اور صحت نبوت صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دی اور اس میں مبالغہ کیا اور فرمایا اگر بالفرض والتقدیر آپ کو شک واقع ہو۔ اور جس کو کوئی شبہ گزرے تو اس کے حل کا طریق کار یہی ہے۔ کہ اس کے حل کی طرف جلدی کی جائے اور اصول دین کی طرف رجوع کیا جائے۔ اور اس کے دلائل سے راہنمائی لی جائے۔ یا علماء سے بات چیت کی جائے۔ پس آپ علماء اہل کتاب سے پوچھیں وہ قرآن مجید کی صحت کو پوری طرح جاننے والے ہیں۔ اس طور پر کہ اور تو اور رہے آپ جیسی شخصیت بھی ان کیطرف اس سلسلہ میں مراجعت کر سکتی ہے۔

پس اس سے مقصود قرآن مجید کی صحت کے متعلق احبار کے رسوخ علم کا بیان ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ (نعوذ باللہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید کے متعلق کوئی شک ہے۔ پھر فرمایا لَقَدْ جَآءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ (تحقیق تیرے پاس تیرے رب کی طرف سے حق آ چکا) یعنی واضح آیات سے تیرے ہاں ثابت ہو چکا اور چمکدار براہین سے روشن ہو گیا۔ کہ آپ کو جو ملا ہے وہ برحق ہے جس میں شک کی کوئی مجال نہیں۔ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ (پس تم ہرگز نہ بنو شک کرنے والوں میں سے) ممترین کا معنی شک کرنے والے۔ اور اس پر وقف نہیں کیونکہ و لا تکونن کا اس پر عطف ہے۔

آیات کی تکذیب مت کرو:

۹۵: وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ فَتَكُوْنَ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ (اور ہرگز نہ ہو ان لوگوں میں سے جنہوں نے آیات اللہ کو جھٹلایا پس ہو جاؤ گے نقصان کرنے والوں میں سے) پس ثابت قدم رہ اور اپنے سے شک کی نفی میں مداومت کر و اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کی آیات کی تکذیب کی نفی میں ہمیشگی اختیار کرو۔ یا نمبر ۲۔ اس انداز سے آپ کو جوش دلانا اور بھڑ کانا مقصود ہو جیسا کہ سورۃ القصص کی آیت ۸۶ **فلا تکونن ظهیرًا للکافرین** اور القصص آیت ۸۷ **و لا یصدنك عن آیات الله بعداذانزلت الیك** ۔ اور ثابت قدمی اور عصمت میں اضافہ کیلئے فرمایا گیا اسی لئے آپ علیہ السلام نے اس آیت کے نزول کے وقت فرمایا۔ **لا اشك و لااسأل ،بل اشهد انه الحق۔** (ابن جریر فی تفسیرہ) میں نہ شک کرتا ہوں اور نہ ہی کسی سے پوچھتا ہوں۔ بلکہ میں گواہی دیتا ہوں کہ برحق ہے۔ یا نمبر ۳۔ خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا مگر مراد آپ کی امت ہے تقدیر اس طرح ہوگی ان **کنتم فی شك مما انزلنا الیکم** (اگر تمہیں شک ہے اس میں جو ہم نے تمہاری طرف اتارا ہے) یہ سورت النساء ۱۷۴ کی طرح ہے **و انزلنا الیکم نورًا مبینًا** نمبر ۴۔ خطاب ہر سامع کو ہے اور اس کے متعلق شک جائز و درست ہے جیسے عرب کہتے ہیں۔

فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ ۭ لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ

سو کوئی بستی ایمان نہ لائی جس کا ایمان لانا اسے نفع دیتا مگر یونس کی قوم کہ جب وہ لوگ ایمان لائے تو ہم نے رسوائی والا عذاب

عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۹۸﴾

دنیاوالی زندگی میں ان سے ہٹادیا۔ اور انہیں ہم نے ایک وقت تک فائدہ پہنچایا۔

اذا اخوك فهن۔

نمبر۵۔ ان نافیہ ہے یعنی آپ شک میں نہیں کہ سوال کریں۔ مطلب یہ ہے کہ ہم آپ کو سوال کا اسلئے حکم نہیں دے رہے کہ آپ شک کرنے والے ہیں۔ لیکن سوال کا حکم اسلئے ہے تا کہ آپ کے یقین میں اضافہ ہو جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام کو احیاء موتی کا معائنہ کر کے اطمینان ہوا۔

سوال: ان نافیہ تو اس مقام پر آتا ہے جہاں اس کے بعد اِلَّا ہو جیسا کہ سورت الملک آیت ۲۰ میں ان الكافرون الافی غرور

جواب: یہ لازم نہیں قرآن مجید سورۂ فاطر آیت ۴۱ میں ہے ان امسكهما من احد من بعده یہاں ان نافیہ ہے اور اس کے بعد اِلَّا نہیں ہے۔

۹۶: اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ (بیشک وہ لوگ جن پر تیرے رب کی بات ثابت ہو چکی) ان پر وہ بات ثابت ہو چکی جو لوح محفوظ میں ہے اور اسکی خبر ملائکہ کو دے دی گئی کہ ان کی موت کفر پر ہوگی یا نمبر۲۔ كلمة ربك سے سورۂ اعراف ۱۸ لاملئنّ جهنّم مراد ہے۔ لَا يُؤْمِنُوْنَ۔ (وہ ایمان نہیں لانے کے) اس پر وقف نہیں ہے کیونکہ ان کا ماقبل سے تعلق ہے۔

۹۷: وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ (اور اگر ہر نشانی ان کے پاس آجائے یہاں تک کہ عذاب دردناک کو نہ دیکھ لیں) یعنی ناامیدی کے وقت پس وہ ایمان لائیں اور ان کو وہ ایمان نفع نہ دے گا۔ نمبر۲۔ قیامت میں اس وقت کسی کا ایمان قابل قبول نہ ہوگا۔

قوم یونس علیہ السلام کا واقعہ اور ان کی قابل رشک حالت:

۹۸: فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ (کیوں نہ کوئی ایسی بستی ہوئی جو ایمان لاتی) کیونکر ان بستیوں میں سے جو کفر پر قائم رہیں اور ہم نے ان کو ہلاک کر دیا۔ کوئی بستی ایسی نہ ہوئی جو معاینہ سے قبل مخلصانہ ایمان لاتی اور اس کو اس طرح مؤخر نہ کیا جاتا جیسا کہ فرعون کو گلا گھونٹنے تک مؤخر کیا گیا۔

فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ (پس ان کو ان کا ایمان فائدہ دیتا) اس طرح کہ وقت اختیار میں ایمان لانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کے ایمان کو قبول کر لیا۔ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ (مگر قوم یونس علیہ السلام) نمبر۱۔ یہ مستثنیٰ منقطع ہے۔ یعنی لیکن قوم یونس (ایمان لائی اور اس کو اس کے ایمان نے فائدہ دیا) یا نمبر۲۔ مستثنیٰ متصل ہے۔ اور جملہ نفی کے معنی میں ہے گویا کلام اس طرح تھا۔ مااٰمنت قرية

من القرى الهالكة الاقوم يونس۔ ہلاک شدہ بستیوں میں سے کسی بستی والوں سے سوائے قوم یونس علیہ السلام کے ایمان کو قبول نہیں کیا۔ یہ مستثنیٰ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ (جب وہ ایمان لائے تو ہم نے ان سے دنیا کی زندگی میں رسوائی کا عذاب کھول دیا اور ان کو ایک وقت تک فائدہ دیا) ان کی مقررہ مدت تک ۔روایت میں ہے کہ یونس علیہ السلام کو نینوٰی کی طرف مبعوث فرمایا گیا جو سرزمین موصل میں واقع ہے انہوں نے جھٹلا دیا پس ناراض ہو کر آپ ان کے ہاں سے چل دیے۔ جب آپ کو نہ پایا تو انہیں عذاب کے اترنے کا خطرہ ہوا۔ ان تمام نے ٹاٹ کا لباس پہنا اور چالیس راتیں اپنی آوازوں کو بلند کیا تمام ایک میدان میں جمع ہوئے بچے، عورتیں جانور بھی ساتھ تھے۔ اور ماؤں نے اپنے بچوں کو اپنے سے الگ کر دیا اور چوپایوں کی اولاد کو ان سے جدا کر دیا۔ وہ ایک دوسرے کی طرف شوق مند ہوئے اور مخلصانہ ایمان اور توبہ کا اظہار کیا۔

اللہ تعالیٰ نے ان پر رحم کیا اور ان سے عذاب کو دور کر دیا۔ یہ جمعہ اور دس محرم کا دن تھا۔ انہوں نے ایک دوسرے کے حقوق تک لوٹا دیے یہاں تک کہ اگر کسی کی ایک اینٹ اپنی بنیاد میں لگائی تھی تو وہ بھی اکھاڑ کر واپس کر دی۔ یہ کہا گیا کہ جب ان پر عذاب اترنے لگا تو وہ اپنے علماء میں ایک شیخ کے پاس گئے جو زندہ تھے۔ شیخ نے فرمایا تم اس طرح کہو: يا حي حين لا حي و ياحي محيي الموتى وياحي لا اله الا انت۔ جب انہوں نے کہا تو اللہ تعالیٰ نے ان سے عذاب کو کھول دیا۔ حضرت فضیل رحمہ اللہ نے فرمایا انہوں نے اسطرح کہا اللّٰهم ان ذنوبنا قد عظمت و جلّت ، وانت اعظم منها واجلّ ، افعل بنا ماانت اهله و لا تفعل بنا مانحن اهله۔

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ؕ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى

اور اگر آپ کا رب چاہتا تو زمین میں جتنے بھی لوگ ہیں سارے کے سارے ایمان لے آتے، کیا آپ لوگوں پر زبردستی کریں گے تا کہ

يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۹۹﴾ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ

وہ مومن ہو جائیں، اور کسی شخص سے یہ نہیں ہو سکتا کہ اللہ کے حکم کے بغیر ایمان لے آئے، اور اللہ ان لوگوں پر گندگی واقع

عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَا تُغْنِي

فرماتا ہے جو سمجھ نہیں رکھتے۔ آپ فرما دیجئے دیکھ لو آسمانوں میں اور زمین میں کیا چیزیں ہیں اور جو لوگ ایمان نہیں لاتے انہیں

الْاٰيٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ فَهَلْ يَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا مِثْلَ اَيَّامِ الَّذِيْنَ

دلائل اور ڈرانے والی چیزیں نفع نہیں دیتیں، سو کیا وہ یہ انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے پاس انہیں لوگوں کے واقعات آ جائیں جو ان سے پہلے

خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ قُلْ فَانْتَظِرُوْا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿۱۰۲﴾ ثُمَّ نُنَجِّيْ رُسُلَنَا

گزر چکے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ تم انتظار کر لو میں تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں ہوں، پھر ہم اپنے رسولوں کو نجات دیتے ہیں

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ ۚ حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۳﴾

اور اسی طرح ان لوگوں کو جو ایمان لائے، ہمارے ذمہ ہے کہ ہم ایمان والوں کو نجات دیں گے۔

ع ۱۱ / ۱۵

کمال قدرت ونفوذ مشیت :

۹۹: وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ (اور اگر آپ کا رب چاہتا تو ضرور ایمان لے آتے اہل زمین) جس میں سے کوئی شخص وفرد باہر نہ رہتا۔ جَمِيْعًا (تمام) یہ حال ہے اس حال میں کہ وہ اجتماع کرنے والے ہوتے ایمان پر اور اس پر اکٹھے ہوتے اختلاف نہ کرتے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت اور نفوذ مشیّت کی خبر دی۔ کہ اگر وہ چاہتا تو تمام اہل زمین ایمان لاتے۔ مگر اس نے چاہا کہ لوگ اختیاری ایمان لائیں اور اس کیلئے کفر کو چاہا جس کے متعلق اپنے علم سے جانا کہ وہ ایمان نہ لائیں گے بلکہ کفر کا چناؤ کریں گے۔

معتزلہ کہتے ہیں کہ مشیّت سے مراد قہر و الجاء کی مشیت ہے یعنی اگر ان میں جبراً ایمان پیدا کرتا تو وہ ایمان لاتے۔ لیکن اسنے چاہا کہ وہ اختیاری ایمان لائیں۔ مگر وہ ایمان نہ لائے اسکی دلیل میں یہ آیت پیش کی افانت تکرہ الناس حتّٰی یکونوا مؤمنین ۔ یعنی آپ کو ایمان میں جبر واکراہ کی مشیّت حاصل نہیں یہ میرے پاس ہے۔

جواب: یہ خیال فاسد ہے کیونکہ ایمان بندے کا فعل ہے اور بندے کا فعل وہی ہوسکتا ہے جو اسکی اپنی قدرت وطاقت سے حاصل

ہو۔اور یہ بلا اختیار ثابت ہی نہیں ہوسکتا۔ باقی آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مہربانیاں ہیں۔ اگر اپنی مہربانی ان کو دے دیتا تو وہ اپنے اختیار سے ایمان لے آتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے جانا کہ وہ ایمان نہ لائیں گے تو ان کو توفیق نہ دی۔ اَفَاَنْتَ میں استفہام نفی کے معنی میں ہے مطلب اس طرح ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ مالک نہیں کہ ان کو ایمان پر مجبور کریں کیونکہ ایمان تصدیق واقرار سے ہوتا ہے اور تصدیق پر اکراہ ممکن نہیں۔ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ (سو کیا آپ لوگوں پر زبردستی کر سکتے ہیں جس میں وہ ایمان ہی لے آویں)

۱۰۰: وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ (کسی نفس کیلئے مناسب نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر وہ ایمان لائے) اذن سے یہاں۔ نمبرا۔ مشیت مراد ہے یا نمبر۲۔ قضاء وقدر مراد ہے۔ یا نمبر۳ توفیق وتسہیل مراد ہے۔ یا نمبر۴۔ علم مراد ہے۔ وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ (اور عذاب کو مقرر کرے) یعنی عذاب یا ناراضی یا شیطان یعنی شیطان کو مسلط کر دے۔ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ (ان لوگوں پر جو بے عقل ہیں) اپنی عقلوں سے فائدہ حاصل نہیں کرتے۔

قراءت: حماد و یحییٰ نے نَجْعَلُ پڑھا ہے۔

۱۰۱: قُلِ انْظُرُوْا (کہہ دیں تم دیکھو) استدلالی نگاہ سے اور عبرت کی نظر سے مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (کہ آسمان و زمین میں کیا ہے) آیات اور عبر جو دن رات کے اختلاف سے ظاہر ہوتی ہیں اور کھیتوں اور پھلوں کے ظہور سے سامنے آتی ہیں۔ وَمَا تُغْنِي الْاٰيٰتُ (اور آیات فائدہ نہیں دیتیں) مَا نافیہ ہے۔ وَالنُّذُرُ (اور ڈرانے والے) انبیاء جو ڈراتے رہے۔ یا ڈراوے عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ (ایمان نہ لانے والی قوم کو) جنکے ایمان کی توقع نہیں۔ وہی تو بے عقل ہیں۔

۱۰۲: فَهَلْ يَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا مِثْلَ اَيَّامِ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ (پس وہ انتظار نہیں کر رہے مگر ان لوگوں کے دنوں جیسے جو ان سے پہلے ہوئے) یعنی جن میں بڑے بڑے واقعات پیش آئے جیسا کہا جاتا ہے۔ **ایام العرب لوقائعها** ۔ قُلْ فَانْتَظِرُوْا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ (کہہ دو پس تم انتظار کرو بیشک میں تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں)

آخر میں نجات ایمان والوں کی:

۱۰۳: ثُمَّ نُنَجِّيْ رُسُلَنَا (پھر ہم نجات دیتے ہیں اپنے رسولوں کو) اسکا عطف کلام محذوف پر ہے۔ جس پر **الامثل ایام الذین خلوا من قبلهم** دلالت کر رہا ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا **نهلك الامم، ثم ننجی رسلنا** ہم امتوں کو ہلاک کر دیتے ہیں۔ پھر اپنے رسولوں کو نجات دیتے ہیں۔ احوال ماضیہ کی حکایت کے طور پر یہ فرمایا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (ان لوگوں کو جو ایمان لائے) اور جو ان انبیاء علیہم السلام پر ایمان لائے۔ كَذٰلِكَ حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ (اسی طرح ہم پر ایمان والوں کی نجات لازم ہے) یعنی اس نجات دینے کی طرح ہم تم میں سے جو ایمان والے ہیں ان کو نجات دیں گے اور مشرکین کو ہلاک کریں گے۔ اور **حقا علینا** یہ جملہ معترضہ ہے یہ لازم ہے ہم پر لازم ہونا۔

قراءت: علی و حفص نے نُنْجِي تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔

قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِيْ فَلَاۤ اَعْبُدُ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ

آپ فرما دیجئے کہ اے لوگو! اگر تم میرے دین کی طرف سے شک میں ہو سو میں ان لوگوں کی عبادت نہیں کرتا جن کی تم

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ ۖۚ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ

اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو لیکن میں اسکی عبادت کرتا ہوں جو تمہیں موت دیتا ہے، اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں ایمان والوں میں سے

الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۱۰۴ وَاَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۚ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝۱۰۵

ہوجاؤں، اور یہ بھی حکم ہوا ہے کہ اپنی ذات کو اس دین کی طرف اس طرح سے متوجہ رکھوں کہ دوسرے سب طریقوں سے علیحدہ رہوں اور یہ کہ ہرگز مشرکوں میں سے مت ہوجانا،

وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا

اور تو اللہ کے سوا کسی کو مت پکار جو تجھے نفع نہ دے سکے اور نہ ضرر دے سکے، سو اگر تو نے ایسا کیا تو بلاشبہ تو ظالموں

مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۱۰۶ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ

میں سے ہو جائیگا، اور اگر اللہ تجھے کوئی تکلیف پہنچا دے تو اللہ کے سوا اسے کوئی دور کرنے والا نہیں اور اگر

يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ۭ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝۱۰۷

وہ تیرے ساتھ خیر کا ارادہ فرمائے تو اس کے فضل کو کوئی بھی ہٹانے والا نہیں، وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے اپنے فضل سے نواز دے۔ اور وہ غفور ہے رحیم ہے۔

دین کی تعریف بزبانِ رسول:

۱۰۴: قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ (کہہ دواے لوگو) یعنی اے اہل مکہ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِيْ (اگر تمہیں میرے دین میں شک ہے) میرے دین کے صحیح اور درست ہونے کے متعلق۔ پس یہ میرا دین ہے جس کی تعریف تم سن لو۔ اب آگے دین کی تعریف بیان فرمائی۔ فَلَاۤ اَعْبُدُ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (میں ان کی عبادت نہیں کرتا جنکی تم اللہ تعالیٰ کے سواء عبادت کرتے ہو) یعنی اصنام وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ (اور لیکن میں تو اس اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہوں جس کے قبضہ میں تمہاری موت ہے) وہ تمہیں موت دے گا۔ موت کو توفی سے تعبیر کیا تا کہ ان کو بتلا دیا جائے کہ اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ڈرنے اور تقوی کے لائق ہے۔ اور عبادت کی حقدار ہے نہ وہ جو کہ کسی چیز کی قدرت نہیں رکھتے۔ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (اور مجھے حکم ملا ہے کہ میں مومنین میں سے ہو جاؤں) ان اکون سے پہلے با محذوف ہے مطلب اس طرح ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھے اس بات کا حکم دیا بسبب اس کے کہ اس نے مجھ میں عقل رکھ دی اور اس سبب سے کہ اس نے اپنی کتاب میں میری طرف وحی فرمائی۔

۱۰۵: وَاَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ (اور یہ کہ تو سیدھا کر اپنا چہرہ دین کیلئے) یعنی مجھے یہ بھی وحی کی کہ تو سیدھا کر اپنا چہرہ (الایۃ)

امورت کے ہم شکل کرنے کیلئے ان اقم فرمایا نمبر۱۔ مطلب یہ ہے تو پورے طور پر اس پر متوجہ ہو کر جو اللہ تعالیٰ نے تجھے حکم دیا تو استقامت اختیار کر۔ نمبر۲۔ اسکی طرف سیدھا رخ کر دائیں بائیں مت رخ پھیر۔ حَنِيْفًا (یکسو ہو کر)۔ یہ للدین سے حال ہے یا الوجہ سے حال ہے۔ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (اور ہرگز تم مشرکین میں سے مت بنو)

۱۰۶: وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ (اور نہ تم پکارو اللہ تعالیٰ کے سواء ان کو جو تمہیں نفع نہیں پہنچا سکتے) اگر تم ان کو پکارو۔ وَلَا يَضُرُّكَ (اور نہ نقصان دے سکتے ہیں) اگر تم ان کو چھوڑ و۔ فَاِنْ فَعَلْتَ (اگر تم نے ایسا کیا) یعنی اگر تم نے ان کو اللہ تعالیٰ کے سواء پکارا جو تمہیں نہ نفع دے سکتے اور نہ نقصان دے سکتے ہیں۔ پکارنے کو بطور اختصار فعل سے تعبیر کیا۔ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ (پس بیشک اس وقت ہو جاؤ گے ظالموں میں سے) اذا یہ جزاء ہے شرط اسکی محذوف ہے۔ یہ سوال مقدر کا جواب ہے۔ گویا کہ سائل کہہ رہا ہے کہ بتوں کی عبادت کا انجام کیا ہے اور اس کو ظالمین میں سے قرار دیا کیونکہ شرک سے بڑا کوئی ظلم نہیں۔

۱۰۷: وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ (اگر اللہ تعالیٰ تمہیں کوئی تکلیف پہنچائے) پہنچائیں مرض وغیرہ۔ فَلَا كَاشِفَ لَهٗ (اس کا کوئی دور کرنے والا نہیں) یعنی اس تکلیف کا اِلَّا هُوَ (مگر وہی) یعنی اللہ تعالیٰ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ (اور اگر وہ تم کو کوئی راحت پہنچانا چاہے) خیر سے عافیت مراد ہے فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ (اس کے فضل کو کوئی رد کرنے والا نہیں) اسکی مراد کو کوئی رد نہیں کر سکتا يُصِيْبُ بِهٖ (وہ پہنچاتا ہے اس کو) یعنی خیر کو مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ (جن کو وہ چاہے گا اپنے بندوں میں سے) اس آیت سے قطعی طور پر ثابت ہوا کہ طریق رغبت و رھبت اسی ہی کی طرف ہے اور اعتماد بھی اسی ہی پر ہے۔ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ (وہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے) مصیبت سے گناہ مٹانے والا اور عطاء سے معافی دینے والا۔

نکتہ: عبادت اوثان کا ذکر کرنے کے بعد ہی لائے اور ان بتوں کے متعلق ذکر کیا کہ وہ نہ نقصان دے سکتے ہیں اور نہ نفع اور اللہ تعالیٰ ہی نافع وضار ہیں۔ وہ ایسی ذات ہے کہ اگر وہ تمہیں تکلیف دے تو اس کے ازالہ پر سوائے اس کے کسی کو قدرت نہیں ہے۔ تو سوچو! بے شعور، جماد کو کیونکر قدرت ہو سکتی ہے۔ اور اسی طرح اگر وہ خیر کا ارادہ فرمائیں۔ خواہ ساری کائنات نہ چاہتی ہو وہ ضرور فضل واحسان پہنچا کر رہتے ہیں۔ جب دوسرے سارے انسان اس خیر کو روک نہیں سکتے تو بت کیا روکیں گے۔ پس وہی اس بات کے لائق ہے کہ عبادت میں اس کو کعبہ توجہ بنایا جائے۔ یہ طرز اس آیت سے زیادہ بلیغ ہے جو سورۃ الزمر ۳۸ میں ہے اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖٓ اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ اس آیت میں ارادہ کا ذکر ایک میں اور مس کا دوسرے میں گویا یوں معلوم ہوتا ہے کہ دو امور کے ذکر کرنے کا ارادہ ہے۔ نمبر۱۔ ارادہ نمبر۲۔ خیر وشر میں سے ہر ایک میں پہنچنا اور یہ کہ ان میں سے جس کا وہ ارادہ کرے اسکو کوئی واپس نہیں کر سکتا۔ اور جو وہ پہنچائے اس کو زائل کرنے کی کسی میں طاقت نہیں پس مختصر کرتے ہوئے مس کا ذکر کیا اور دونوں میں سے کسی ایک کے پہنچنے کو کہتے ہیں۔ اور دوسرے میں ارادہ کا ذکر کیا تا کہ مذکور سے محذوف پر دلالت ہو سکے۔ اس کے باوجود کہ اصابہ کو خیر سے موصوف کر کے یصیب به من یشاء من عبادہٖ میں ذکر فرمایا گیا ہے۔

قُلۡ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدۡ جَآءَكُمُ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّكُمۡ ۚ فَمَنِ اهۡتَدٰی فَاِنَّمَا یَهۡتَدِیۡ

آپ فرما دیجئے کہ اے لوگو! تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس حق آ گیا ہے سو جو شخص ہدایت پائے وہ اپنی ہی جان کے لئے

لِنَفۡسِهٖ ۚ وَمَنۡ ضَلَّ فَاِنَّمَا یَضِلُّ عَلَیۡهَا ۚ وَمَاۤ اَنَا عَلَیۡكُمۡ بِوَكِیۡلٍ ﴿۱۰۸﴾ وَاتَّبِعۡ مَا یُوۡحٰۤی

ہدایت پاتا ہے اور جو شخص گمراہی میں رہے تو اس کی گمراہی اسی کے نفس پر پڑنے والی ہے۔ اور میں تم پر مسلط نہیں کیا گیا، اور آپ اس کا اتباع کیجئے،

اِلَیۡكَ وَاصۡبِرۡ حَتّٰی یَحۡكُمَ اللّٰهُ ۚۖ وَهُوَ خَیۡرُ الۡحٰكِمِیۡنَ ﴿۱۰۹﴾

جس کی آپ کی طرف وحی کی جاتی ہے، اور صبر کیجئے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمائے اور وہ فیصلہ کرنے والوں میں سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔

تم مانو نہ مانو میں نے تو وحی کی اتباع کر دی:

۱۰۸: قُلۡ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ (کہہ دیں اے لوگو) اے اہل مکہ قَدۡ جَآءَكُمُ الۡحَقُّ (تحقیق تمہارے پاس حق آچکا) یعنی قرآن یا رسول مِنۡ رَّبِّكُمۡ فَمَنِ اهۡتَدٰی (تمہارے رب کی طرف سے پس جس نے ہدایت کو اختیار کیا) ہدایت کو چنا اور حق کی اتباع کی فَاِنَّمَا یَهۡتَدِیۡ لِنَفۡسِهٖ (بیشک اس نے ہدایت کو اپنے فائدے کیلئے اختیار کیا) اس چناؤ سے اس نے اپنے نفس کو فائدہ پہنچایا۔ وَمَنۡ ضَلَّ فَاِنَّمَا یَضِلُّ عَلَیۡهَا (اور جو شخص گمراہ ہوا پس اسکی گمراہی کا وبال اس پر ہے) گمراہی کے آثار سے نقصان اسی کی ذات کو ہوگا اس میں علیٰ، ضرر اور لام انتفاع کا معنی دے رہے ہیں۔ وَمَاۤ اَنَا عَلَیۡكُمۡ بِوَكِیۡلٍ (اور میں تم پر کوئی داروغہ نہیں ہوں) حفاظتی کہ جس کے سپرد تمہارا معاملہ ہو بلکہ میں فقط بشیر و نذیر ہوں۔

۱۰۹: وَاتَّبِعۡ مَا یُوۡحٰۤی اِلَیۡكَ وَاصۡبِرۡ (تم اتباع کرو اسکی جو تمہاری طرف وحی کی جاتی ہے اور صبر کرو) ان کی تکذیب اور ایذاء پر حَتّٰی یَحۡكُمَ اللّٰهُ (یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ فیصلہ کر دے) تمہارے حق میں ان کے خلاف مدد و غلبہ کا وَهُوَ خَیۡرُ الۡحٰكِمِیۡنَ (اور وہ سب سے بہتر حاکم ہے) کیونکہ وہ سرائر سے بھی خبردار ہے۔ اس کو کسی دلیل و گواہ کی حاجت نہیں۔

بحمداللہ تمت ترجمة سورة یونس لیلة الجمعة ۱۵ رجب، ۱٤۲۳ھ

سُوْرَةُ هُوْدٍ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ مِائَةٌ وَّثَلٰثٌ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً وَّعَشْرُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ ہود مکہ میں نازل ہوئی اس میں ۱۲۳ آیات اور ۱۰ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

الٓرٰ قف كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ ① اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا

الٓر ٥ یہ کتاب ہے جس کی آیات محکم کی گئیں پھر واضح طور پر بیان کی گئی ہیں حکمت والے باخبر کی طرف سے ہے، یہ کہ

اللّٰهَ ؕ اِنَّنِيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ ② وَّاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ

تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو بیشک میں تمہیں اللہ کی طرف سے ڈرانے والا ہوں اور بشارت دینے والا ہوں، اور یہ بات کہ تم اپنے رب سے مغفرت طلب کرو پھر اس کے

مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّيُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ ؕ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنِّيْٓ

حضور میں توبہ کرو، وہ تمہیں مقرر کردہ اجل تک خوش عیش زندگی دے گا اور ہر زیادہ عمل کرنے والے کو اس کا ثواب عنایت فرمائے گا اور اگر تم اعراض کرو تو میں

اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيْرٍ ③ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ④

تم پر بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ رکھتا ہوں، تم کو اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے،

اَلَآ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ لِيَسْتَخْفُوْا مِنْهُ ؕ اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ ۙ يَعْلَمُ

خبردار وہ اپنے سینوں کو موڑتے ہیں تا کہ وہ اس سے چھپالیں خبردار جب وہ اپنے کپڑوں کو اوڑھ لیتے ہیں وہ اس وقت سب باتیں

مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۚ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ⑤

جانتا ہے جو پوشیدہ طور پر کرتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں، بلاشبہ وہ سینوں کے اندر کی چیزوں کو جانتا ہے۔

قرآن محکم و مفصل:

۱: الٓر كِتٰبٌ (یعنی یہ کتاب ہے) کتاب خبر ہے اور مبتداء ہذا محذوف ہے۔ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ (اسکی آیات محکم ہیں) یہ کتاب کی صفت ہے۔ یعنی مضبوط و محکم لڑی میں پرو دیا گیا اس میں کوئی کمی و خلل واقع نہیں ہوسکتا ہے جیسا کہ مضبوط عمارت ثُمَّ فُصِّلَتْ (پھر اسکی تفصیل کر دی گئی) جیسا یکتا روزگار موتیوں سے ہار جدا کئے جاتے ہیں۔ یعنی دلائل توحید اور احکام، مواعظ، قصص سبھی پر

مشتمل ہے۔

یا نمبر۲: ایک ایک سورت سے اسکی فصلیں بنا دیں اور ایک ایک آیت الگ کر دی یا نمبر۳۔ اکٹھا نہیں اتارا تھوڑا تھوڑا متفرق طور پر اتارا یا نمبر۴۔ جن چیزوں کی بندوں کو ضرورت پڑتی ہے وہ اس میں تفصیل سے بیان کر دیا اور ان کا نچوڑ نکال دیا۔ ثم کا لفظ تراخی فی الوقت کیلئے نہیں ہے بلکہ تراخی فی الحال کیلئے ہے۔ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ (حکمت والی خبر دار ذات کی طرف سے ہے) نمبرا۔ یہ کتاب کی صفت دوم ہے یا نمبر۲۔ دوسری خبر ہے یا نمبر۳۔ احکمت اور فصلت کا صلہ ہے مطلب اسطرح ہے کہ اسی ہی کی طرف سے اس کے احکام اور تفصیل ہے۔

توحید واستغفار کا حکم:

۲: اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ (یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کے سواء کسی کی عبادت نہ کرو) نمبرا۔ یہ مفعول لہٗ ہے یعنی لئلا تعبدوا تا کہ تم عبادت نہ کرو۔ نمبر۲۔ ان مفسرہ ہے کیونکہ تفصیل آیات میں قول کا معنی پایا جاتا ہے گویا کلام اس طرح ہے قال لا تعبدوا الا اللہ اس نے فرمایا کہ نہ عبادت کرو مگر اللہ تعالیٰ ہی کی۔ نمبر۳۔ امر کم الا تعبدوا الا اللہ اس نے تمہیں حکم دیا کہ تم اللہ تعالیٰ کے سواء کسی کی عبادت نہ کرو۔ اِنَّنِيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ (بیشک میں تمہارے لئے اسکی طرف سے ڈرانے والا اور خوشخبری دینے والا ہوں) یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔

۳: وَّاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ (اور یہ کہ تم اپنے رب سے استغفار کرو) یعنی اس نے تمہیں توحید واستغفار کا حکم دیا۔ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ (پھر اسی ہی کی طرف رجوع کرو) یعنی شرک سے استغفار کرو اور پھر طاعت سے اس کی طرف رجوع کرو يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا (وہ تمہیں اچھا نفع دے گا) دنیا میں عمدہ پسندیدہ منافع سے تمہارے نفع کو طویل کر دے گا۔ اور مسلسل نعمتیں عنایت کرے گا اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى (ایک مقررہ مدت تک) یہاں تک کہ تمہیں وفات دے وَّيُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ (اور ہر فضل والے کو اس کا زائد عنایت فرمائے گا) آخرت میں ہر ایسے انسان کو جو عمل میں بڑھنے والا ہو گا اس کے اضافہ عمل کا ثواب عنایت فرمائے گا اور اس میں سے کچھ بھی کم نہ کرے گا۔ وَاِنْ تَوَلَّوْا (اور اگر تم منہ موڑ لو) اور اگر تم بے رخی اختیار کرو۔ فَاِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيْرٍ (مجھے تمہارے متعلق بڑے دن کے عذاب کا خدشہ ہے) بڑے دن سے قیامت کا دن مراد ہے۔

۴: اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ (اللہ تعالیٰ ہی کی طرف تم نے لوٹنا ہے) مرجع بمعنی لوٹنا (مصدر میمی) وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (وہ ہر چیز پر قدرت والے ہیں) اس کو تمہارے دوبارہ لوٹانے پر بھی قدرت ہے۔

نفاق وانحراف کو اللہ جانتے ہیں:

۵: اَلَآ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ (خبردار وہ اپنے سینوں کو دھرا کرتے ہیں) حق سے مڑتے اور منحرف ہوتے ہیں۔ کیونکہ جو آدمی کسی شئی کی طرف متوجہ ہو تو وہ سینے سے اس چیز کا سامنا کرتا ہے اور جو کسی چیز سے مڑتا ہے تو اپنے سینے کو اس چیز کی طرف کرنے سے پھیر لیتا ہے اور اعراض کرتا ہے۔ لِيَسْتَخْفُوْا مِنْهُ (تا کہ وہ اس سے چھپ سکیں) تا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے چھپ جائیں اللہ کے رسول اور مومنوں کو اسکی اطلاع نہ ہو کہ وہ منحرف ہو گئے ہیں۔

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا

اور زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں ہے جس کی روزی اللہ کے ذمہ نہ ہو اور وہ ہر ایک کے ٹھکانہ کو جانتا ہے وہ ٹھکانہ زیادہ عرصہ رہنے کا ہو یا چند دن رہنے کا ہو،

كُلٌّ فِي كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۞ وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ

سب کچھ کتاب مبین میں ہے اور وہی ہے جس نے آسمانوں کو اور زمین کو چھ ۶ دن میں پیدا فرمایا

وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۭ وَلَئِنْ قُلْتَ اِنَّكُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ

اور اس کا عرش پانی پر تھا تا کہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں اچھا عمل کرنے والا کون ہے اور اگر آپ ان سے کہیں کہ بیشک تم موت کے بعد

مِنْۢ بَعْدِ الْمَوْتِ لَيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۞ وَلَئِنْ اَخَّرْنَا

اٹھائے جاؤ گے تو کافر لوگ ضرور یوں کہیں گے کہ بس یہ تو کھلا ہوا جادو ہے، اور اگر ہم تھوڑی سی مدت تک

عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِلٰٓى اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ لَّيَقُوْلُنَّ مَا يَحْبِسُهٗ ۭ اَلَا يَوْمَ يَاْتِيْهِمْ لَيْسَ

ان سے عذاب کو مؤخر کر دیں تو وہ ضرور یوں کہیں گے کہ عذاب کو کون سی چیز روک رہی ہے، خبردار جس دن انکے پاس

مَصْرُوْفًا عَنْهُمْ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۞

عذاب آجائے گا تو وہ ان سے ہٹایا نہ جائے گا اور جس کا وہ مذاق بنایا کرتے تھے وہ ان کو گھیر لے گا۔

اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ (خبردار! جبکہ وہ اپنے کپڑوں کو اپنے اوپر لپیٹتے ہیں) ان کپڑوں سے اپنے آپ کو ڈھانپ لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا کلام سننے سے نفرت کرتے ہوئے اپنے اوپر کپڑے ڈال لیتے ہیں کہ کہیں وہ کلام ان کے کان میں پڑ نہ جائے جیسا کہ نوح علیہ السلام کا ارشاد سورۂ نوح: ۷ جعلوا اصابعهم فی اٰذانهم واستغشوا ثيابهم۔ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ (وہ جانتا ہے جو وہ چھپاتے اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں) یعنی اس کے علم میں ان کے اسرار و اعلان کا کوئی فرق نہیں ان کو ان چیزوں کا سہارا لینے سے کیا فرق پڑتا ہے جن سے اپنے آپ کو وہ چھپانا چاہتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ ان کے سینوں کے دھرا کرنے اور کپڑوں میں لپٹنے کو جانتا ہے ان کا نفاق اس کے ہاں کوئی فائدہ مند نہیں۔ نمبر۲۔ کہا گیا ہے کہ یہ منافقین کے متعلق اتری اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (بیشک وہ سینے کی باتوں سے واقف ہے) جو کچھ ان کے سینوں میں ہے۔

۶: وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا (کوئی جاندار زمین میں ایسا نہیں مگر کہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ اس کا رزق ہے) محض فضل کے طور پر نہ کہ وجوب کے طور پر وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا (وہ اس کا مستقر جانتے ہیں) زمین میں اس کے ٹھہرنے کا مقام اور مسکن وَمُسْتَوْدَعَهَا (اور اسکی امانت کی جگہ) جہاں وہ بطور امانت رکھا گیا تھا اس سے قبل کہ صلب میں قرار پکڑتا یا نمبر۲۔ رحم

مادر نمبر۳۔ بیضہ، پدر كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ (ہر چیز واضح کتاب میں ہے) ہر جاندار اور اس کا رزق، اس کا مستقر اور مستودع لوح محفوظ میں واضح طور پر مندرج ہے۔

۷: وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ (وہی ذات جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا) اور جو کچھ ان کے مابین ہے فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ (چھ دنوں میں) اتوار سے جمعہ تک مخلوق کو معاملات میں ترتیب سکھانے کیلئے وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ (اور اس کا عرش پانی پر تھا یعنی پانی کے اوپر) آسمان وزمین کی پیدائش سے پہلے عرش کے نیچے کوئی مخلوق نہ تھی سوائے پانی کے۔

فائدہ: اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ عرش و پانی دونوں کی پیدائش آسمان وزمین کی پیدائش سے پہلے ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ ابتداء میں اللہ تعالیٰ نے اس کو سبز یاقوت بنایا پھر ہیبت کی تجلی اس پر ڈالی تو وہ پانی بن گیا۔ پھر ہوا کو پیدا کیا پانی کو اسکی پشت پر ٹھہرا دیا۔ پھر اپنے عرش کو پانی پر قائم فرمایا۔ عرش کے پانی پر ٹھہراؤ میں اہل فکر کے لئے عبرت کا بہت بڑا سامان ہے۔ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا (تا کہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں کون اچھے عمل کرنے والا ہے) یعنی تا کہ وہ تمہارے ساتھ وہ سلوک کرے جو تمہیں تمہارے حالات میں مبتلا کرتا ہے کہ تم کیسے اعمال کرتے ہو۔ وَلَئِنْ قُلْتَ اِنَّكُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ مِنْۢ بَعْدِ الْمَوْتِ لَيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ (اور اگر تم کہو بیشک تمہیں اٹھایا جائیگا۔ موت کے بعد۔ کافر ضرور کہہ اٹھیں گے۔ یہ تو کھلا جادو ہے) اس میں انہوں نے قرآن کی طرف اشارہ کیا کیونکہ قرآن ہی بعث بعد الموت کی بات کہنے والا ہے۔ جب اس کو سحر کہا تو جس میں بعث کا ذکر ہو اسکا انکار خود اسمیں آ گیا۔

قراءت: حمزہ، علی نے ساحر پڑھا ہے۔ مراد اس سے ان کی رسول اللہ ﷺ ہیں اور الساحر باطل پرست جھوٹے کو بھی کہتے ہیں۔

عذاب آ جائے گا تو نہ ٹلے گا:

۸: وَلَئِنْ اَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ (اور اگر ہم ان سے عذاب کو مؤخر کر لیں) عذاب سے آخرت کا عذاب مراد ہے یا یوم بدر کا عذاب اِلٰٓى اُمَّةٍ (ایک وقت) اوقات میں سے ایک مجموعہ وقت تک مَّعْدُوْدَةٍ (مقررہ تک) معلوم یا قلیل مطلب یہ ہے معلوم گھڑی تک لَّيَقُوْلُنَّ مَا يَحْبِسُهٗ (ضرور وہ کہیں گے کونسی چیز اس کو روکے ہوئے ہے) اَلَا يَوْمَ يَاْتِيْهِمْ (خبردار جس دن وہ ان پر آن پہنچے گا) یعنی عذاب لَيْسَ مَصْرُوْفًا عَنْهُمْ (وہ ان سے پھیرا نہ جائے گا) عذاب ان سے موڑا نہ جائے گا۔

نحو: یوم، مصروفًا کی وجہ سے منصوب ہے، تقدیر عبارت یہ ہے لیس العذاب مصروفا عنهم یوم یاتیهم جس دن ان پر عذاب اتر پڑے گا تو ٹالے سے بھی نہ ٹلے گا۔ وَحَاقَ بِهِمْ (اور ان کو گھیر لے گا) مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ (جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے) وہ عذاب جس کو وہ جلد مانگتے تھے۔

نکتہ: یہاں یستھزء ون کو یستعجلون کی جگہ لایا گیا کیونکہ وہ جلدی آمد کا مطالبہ بطور استہزاء ہی کرتے تھے۔

وَلَئِنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنٰهَا مِنْهُ ۚ اِنَّهٗ لَيَئُوْسٌ كَفُوْرٌ ⑨ وَلَئِنْ

اور اگر ہم انسان کو اپنی رحمت چکھا دیں، پھر ہم اسے اس سے چھین لیں تو وہ ناامید ناشکرا ہو جاتا ہے اور اگر

اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ ۭ اِنَّهٗ لَفَرِحٌ

کسی تکلیف کے بعد جو اسے پہنچی تھی ہم اسے نعمت چکھا دیں تو وہ کہتا ہے کہ میری ساری بدحالیاں دفع ہوگئیں بے شک وہ اترانے لگتا ہے

فَخُوْرٌ ⑩ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۭ اُولٰۗئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ⑪

شیخی بگھارتا ہے، سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے صبر کو اختیار کیا اور نیک کام کرتے رہے یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے مغفرت ہے اور بڑا اجر ہے۔

عام انسانی مزاج ناشکرا و نخریلا:

۹: وَلَئِنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ (اور اگر ہم انسان کو چکھائیں) انسان سے جنس انسان مراد ہے۔ مِنَّا رَحْمَةً (اپنی طرف سے رحمت) نعمت جو صحت و امن و مال کی قسم سے ہو۔ لئن میں لام تمہید قسم کیلئے ہے۔ ثُمَّ نَزَعْنٰهَا مِنْهُ (پھر وہ اس سے کھینچ لیں) پھر وہ نعمت سلب کرلیں اور اِنَّهٗ لَيَئُوْسٌ جواب قسم ہے۔ اِنَّهٗ لَيَئُوْسٌ (بیشک وہ ناامید) وہ اس سے سخت مایوس ہو جاتا ہے کہ اس سلب کی ہوئی نعمت کی طرح نعمت اسکو ملے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل اور وسعت رحمت سے اپنی امیدیں توڑنے والا بنکر بے صبرا ہو جاتا ہے اور قضاء کو تسلیم نہیں کرتا۔ كَفُوْرٌ (بہت ناشکرا ہے) گزشتہ وقت میں اللہ تعالیٰ کی جس نعمت سے نفع اٹھاتا رہا اسکی سخت ناشکری کرنے والا اور اس کو بالکل بھلانے والا ہے۔

۱۰: وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ (اگر ہم اسے نعمتیں چکھائیں اس تکلیف کے بعد جس نے اس کو چھولیا) فقر موجود کے بعد نعمت میں وسعت کردیں۔ لَيَقُوْلَنَّ ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ (تو ضرور کہنے لگے گا مجھ سے برائیاں دور ہوگئیں) سیئات سے وہ مصائب مراد ہیں جنہوں نے میری حالت کو بگاڑ دیا تھا۔ اِنَّهٗ لَفَرِحٌ (بیشک وہ اترانے لگتا ہے) تکبر و شیخی فَخُوْرٌ (فخر کرنے والا) ان نعمتوں پر جو اللہ تعالیٰ نے اس کو دی ہیں مگر اس کو فرح اور فخر شکر کرنے سے باز رکھتا ہے۔

۱۱: اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا (مگر وہ لوگ جنہوں نے صبر کیا) مشقت و مصیبت میں وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (اور نیک عمل کرتے رہے) نعمتوں اور خوشحالی میں شکریہ ادا کیا۔ اُولٰۗئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ (ان لوگوں کے لئے مغفرت ہے) ان کے گناہوں سے وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ (اور بڑا اجر ہے) یعنی جنت

فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَضَآئِقٌۢ بِهٖ صَدْرُكَ اَنْ يَّقُوْلُوْا لَوْلَآ

سوایسا ہونے والا تو نہیں ہے کہ آپ ان احکام میں سے بعض احکام کو چھوڑ دیں جو آپ کے پاس وحی کے ذریعہ بھیجے جاتے ہیں اور اس بات سے آپ کا دل تنگ ہو رہا ہے کہ وہ

اُنْزِلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ ؕ اِنَّمَآ اَنْتَ نَذِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ

یوں کہہ رہے ہیں کہ ان پر کوئی خزانہ کیوں نازل نہیں کیا گیا یا ان کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہیں آیا، آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں اور اللہ ہر چیز کا اختیار

شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ؕ ﴿۱۲﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا

رکھنے والا ہے، کیا وہ یوں کہتے ہیں کہ اس نے خود سے بنالیا ہے، آپ فرما دیجئے کہ تم اس جیسی دس سورتیں لے آؤ جو بنائی ہوئی ہوں اور اللہ کے سوا

مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۳﴾ فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْٓا

جس کو بھی بلا سکتے ہو بلا لو اگر تم سچے ہو، سو اگر وہ تمہاری بات قبول نہ کریں تو یقین کر لو

اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۴﴾

کہ یہ اللہ کے علم کے مطابق اتارا گیا ہے اور یہ کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، تو کیا تم اسلام قبول کرنے والے ہو۔

۱۲: کفار آپ سے آیات کا سوال کرتے مگر ہدایت کیلئے نہیں بلکہ ضد کی وجہ سے کیونکہ اگر وہ رشد و ہدایت کے طالب ہوتے تو لائی جانے والی آیات میں سے ایک بھی راہنمائی کے لئے کافی تھی۔ ان کے بے جا مطالبات میں سے ایک یہ تھا کہ اس کے پاس خزانہ کیوں نہیں یا اسکے ساتھ فرشتہ کیوں نہیں وہ قرآن مجید کو کچھ نہیں سمجھتے تھے۔ اس کے متعلق بتکلف سستی کا اظہار کرتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ مبارک اس بات سے تنگی محسوس کرتا آپ پر وہ چیز ڈالی جارہی ہے جس کو وہ قبول نہیں کرتے بلکہ اس سے ہنستے ہیں اس آیت میں آپ کو فریضہ رسالت کی ادائیگی پر آمادہ کیا گیا اور ان کے قرآن مجید کو مسترد کرنے کی بالکل پرواہ نہ کرنے کا حکم فرمایا۔ آپ ان کے مطالبات جدیدہ اور استہزاء کو خاطر میں نہ لائیے۔

ان کے تکبر وحماقت کو نہ دیکھیں، وحی پہنچائیں:

فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ (شاید کہ آپ چھوڑ بیٹھنے والے ہیں ان بعض چیزوں کو جو آپ کی طرف وحی کی جاتی ہیں) یعنی شاید کہ آپ چھوڑ بیٹھیں ان کی طرف ڈالنا اور پہنچانا ان آیات کا جو آپ پر اتاری جاتی ہیں اس خطرے کے پیش نظر کہ وہ تردید کریں اور اس کے قبول کرنے میں سستی کر رہے ہیں۔ **وَضَآئِقٌۢ بِهٖ صَدْرُكَ** (اور آپ کے سینے میں اس سے تنگی ہوتی ہے) کہ وہ آیات ان کو پڑھ کر سنائیں۔

نکتہ: اللہ تعالیٰ نے لعل فرمایا اور ضیق نہیں فرمایا بلکہ ضائق فرمایا۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ تنگی ایک عارضہ ہے جو قائم رہنے والا نہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سینہ کے اعتبار سے سب سے زیادہ وسیع تھے مگر یہ چھوڑنے جیسا معاملہ تھا اس لئے مشاکلت کیلئے تارک کا لفظ

بول دیا گیا۔ اَنْ یَّقُوْلُوْا (کہیں وہ یہ نہ کہیں) اس خطرے کے پیش نظر کہ وہ کہنے لگیں۔ لَوْ لَآ اُنْزِلَ عَلَیْهِ كَنْزٌ اَوْ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ (کہ وہ یوں کہہ رہے ہیں کہ ان پر کوئی خزانہ کیوں نازل نہیں کیا گیا) اس پر خزانہ کیوں نہ اترا جس کا ہم نے مطالبہ کیا تا کہ ہم خرچ کریں اور فرشتے ساتھ کیوں نہیں جو اسکی تصدیق کریں اس پر وہ قرآن کیوں اُتارا جارہا ہے جس کو ہم چاہتے نہیں اور نہ ہی ہم مطالبہ کرتے ہیں۔

اِنَّمَآ اَنْتَ نَذِیْرٌ (بیشک آپ تو نذیر ہیں) یعنی آپ کے ذمہ کوئی الزام نہیں اگر وہ قرآن مجید کو رد کردیں یا اس کے ماننے میں سستی دکھائیں۔ آپ کے ذمہ صرف ہماری وحی کو پہنچانا ہے۔ اور اس پیغام کو دینا ہے جس کے دینے کا آپ کو حکم دیا گیا۔ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ وَّكِیْلٌ (اللہ تعالیٰ ہر چیز پر نگہبان ہے) وہ ان کے اقوال کو محفوظ کرنے والا ہے اور اس کے مناسب ان سے سلوک کرے گا۔ آپ اسی پر بھروسہ کریں اور اپنا معاملہ اس کے حوالہ کردیں۔ آپ کی ذمہ داری کھلے دل سے وسیع سینے کے ساتھ وحی کو پہنچانا ہے ان کے تکبر کی طرف قطعاً متوجہ نہ ہوں اور نہ حماقت واستہزاء کی پرواہ کریں۔

دس سورتوں سے چیلنج:

۱۳: اَمْ یَقُوْلُوْنَ (کیا وہ یہ کہتے ہیں) اَم منقطعہ ہے۔ افْتَرٰىهُ (اس کو بنالیا ہے) ہٗ کی ضمیر وحی کی طرف جارہی ہے۔ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ (ان کو کہہ دو تم دس سورتیں لے آؤ) پہلے دس سورتوں سے ان کو چیلنج دیا پھر ایک سورت سے جیسا خط میں مقابلہ کرنے والا اپنے مقابل کو کہے دس سطر اس طرح کی لکھو جیسی میں نے لکھی ہیں۔ جب اس کا عجز معلوم ہوجاتا ہے تو پھر اسکو کہتا ہے میں تیرے متعلق ایک سطر پر اکتفاء کرتا ہوں کہ وہ تو لکھ کر دکھادے۔ دس نہ سہی۔

مِّثْلِهٖ (جو اسکی مثل ہو) حسن وخوبی میں اور مثلہ کا معنی امثالہ ہے ان میں سے ہر ایک مماثلت کی طرف بہت زیادہ جانے والی ہو۔ یعنی بہت مماثل ہو مُفْتَرَیٰتٍ (بنائی ہوئی) یہ عشر سور کی صفت ہے جب کفار نے یہ الزام لگایا کہ تم نے قرآن خود بنایا ہے اور اپنے ہاں سے گھڑلیا ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کی لگام ڈھیلی کردی اور فرمایا فرض کرلو کہ میں نے اس کو اپنی طرف سے گھڑا ہے تو تم بھی اس جیسا کلام اپنی طرف سے گھڑ کر لے آؤ۔ تم بھی تو میرے جیسے فصیح عرب ہو۔ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ (اور ان کو بلاؤ اللہ تعالیٰ کے سواء جن کو بلانے کی طاقت رکھتے ہو) تا کہ وہ معارضہ میں تمہاری معاونت کرسکیں۔ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ (اگر تم سچے ہو) کہ وہ من گھڑت ہے۔

۱۴: فَاِلَّمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (اگر وہ آپ کا چیلنج قبول نہ کریں تو یقین کرلو بیشک آپ پر اللہ تعالیٰ کے علم سے اتاری جارہی ہے اور اللہ تعالیٰ کے سواء کوئی معبود نہیں۔) یعنی وہ ایسی چیزوں کے ساتھ اتارا گیا جنکا علم سوائے باری تعالیٰ کے اور کسی کو نہیں جیسے مخلوق کو عاجز کرنے والے الفاظ، غیب کی اطلاعات جنکی طرف معلومات کا بندوں کے پاس کوئی راستہ نہیں۔ اس وقت جان لو کہ اس کے سواء کوئی معبود حقیقی نہیں اور اس کو وحدہٗ لاشریک ماننا ضروری ہے۔ اور اس کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہرانا ظلم عظیم ہے۔

نکتہ: اولاً خطاب انفرادی کیا اور پھر جمع لائے۔ وہ لکم، اعلموا اور شروع میں قل، درحقیقت جمع کے صیغہ عظمت رسول اللہ ﷺ

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا

جو شخص دنیا کو اور اسکی زینت کو چاہتا ہے ہم اس کے اعمال کا بدلہ دنیا ہی میں پورا پورا دے دیں گے۔ اور اس میں

لَا يُبْخَسُوْنَ ﴿۱۵﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖ وَحَبِطَ مَا

ان پر ظلم نہ ہوگا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں آگ کے علاوہ کچھ نہیں ہے اور دنیا میں انہوں نے جو کچھ کیا ہے

صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶﴾ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ

وہ سب برباد ہوگیا۔ اور جو کچھ کرتے تھے وہ سب باطل ہوگیا۔ جو شخص قرآن پر قائم ہے جو اس کے رب کے پاس سے آیا ہے اور اس کے ساتھ

شَاهِدٌ مِّنْهُ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً ۭ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۭ وَمَنْ

اسی میں سے گواہ بھی ہے اور اس۔ سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کی کتاب پیشوا اور رحمت تھی، کیا منکر آدمی اس کے برابر ہوسکتا ہے۔ یہ لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں، اور

يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ ۚ فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ ۤ اِنَّهُ الْحَقُّ

جماعتوں میں سے جو شخص اس کا منکر ہو سو دوزخ اسکی جگہ ہے جس میں اس کے بھیجنے کا وعدہ ہے۔ سوائے مخاطب تو اس کے بارے میں شک میں نہ پڑ، بے شک وہ

مِنْ رَّبِّكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۷﴾

تیرے رب کی طرف سے حق ہے، اور لیکن بہت سے لوگ ایمان نہیں لاتے۔

کو ظاہر کرنے کیلئے یا رسول اللہ ﷺ اور ایمان والے ان کو بیان کرتے ہیں یا خطاب مشرکین کو ہے۔ ضمیر **لم یستجیبوا** اور **استطعتم** جمع ہیں تو ان کی مناسبت سے دوسری ضمائر جمع لائی گئی ہیں۔ مطلب اس کا اس طرح ہوا کہ جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سواء مدد کیلئے اور اپنی پشت پناہی کیلئے پکارتے ہو وہ اس مقابلہ میں مدد کیلئے تمہاری دعوت قبول نہ کریں کیونکہ ان کو اپنا عجز بخوبی معلوم ہے تو تم بھی جان لو کہ یہ قرآن اللہ تعالیٰ کے علم سے اتارا گیا ہے۔ اور علم سے یہاں اِذن یا امر مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم و اذن سے اتارا گیا ہے۔

فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ (پھر تم کیوں مسلمان نہیں ہوتے ہو) اس قطعی دلیل کے بعد اسلام کی اتباع کیوں نہیں کرتے۔ جنہوں نے اس کا مخاطب مسلمانوں کو بنایا۔ تو ان کے ہاں معنی یہ ہوگا اے مسلمانو! تم اس علم پر قائم رہو۔ جس پر تم ہو اور اپنے یقین میں مزید اضافہ کرلو کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتارا گیا ہے۔ اور توحید پر اور یقین پختہ کرو۔ اور **فهل انتم مسلمون** کا معنی یہ ہوگا کہ تم اخلاص کیوں اختیار نہیں کرتے یعنی پورا اخلاص اختیار کرو۔

طالب دنیا کو آخرت میں کچھ نہ ملے گا:

۱۵: مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ (جس شخص نے دنیا کی زندگی اور اسکی زینت کا ارادہ رکھا ہو ہم ان کو ان کے اعمال اس دنیا میں پورے دے دیں گے اور ان کے حق میں کمی نہ کی جائے گی) ہم ان کو ان کے اعمال کا اجر کامل و مکمل بلاکم و کاست دنیا میں دے دیں گے۔ یہ بدلہ صحت، رزق کی شکل میں ہے اور یہ کفار یا منافقین ہیں (جن کا بدلہ دنیا میں ہی چکا دیا جاتا ہے)

۱۶: اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا (یہ وہ لوگ ہیں جنکے لئے آخرت میں آگ ہی ہے اور جو انہوں نے دنیا میں کیا وہ ضائع ہو گیا) جو انہوں نے کیا وہ آخرت میں ضائع ہو گیا یا ان کا عمل ضائع ہو گیا۔ یعنی ان کے عمل کا ثواب نہ ہوگا۔ کیونکہ انہوں نے آخرت کا ارادہ ہی نہیں کیا۔ بلاشبہ انہوں نے دنیا ہی کا ارادہ کیا اور وہ ان کو پورا پورا دے دیا گیا۔ وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (اور باطل ہوا وہ جو وہ کرتے رہے) یعنی ان کا عمل ذات کے لحاظ سے ہی باطل تھا کیونکہ اسکی غرض صحیح نہ تھی اور باطل عمل کا کوئی ثواب نہیں۔

۱۷: اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ (کیا آیا وہ شخص جو اپنے رب کی طرف سے دلیل پر ہو) کیا وہ جو دنیا کا ارادہ رکھتا ہو پھر وہ شخص جو اپنے رب کی طرف سے دلیل پر ہو۔ یہ دونوں مرتبہ میں برابر تو کیا قریب بھی نہیں ہو سکتے۔ یعنی ان دونوں کے درمیان واضح فرق ہے۔ اَفَمَنْ سے وہ لوگ مراد ہیں جو یہود میں سے اسلام لائے۔ جیسا عبداللہ بن سلام وغیرہ وہ اپنے رب کی طرف سے دلیل پر ہے اس میں وضاحت ہے کہ دین اسلام برحق ہے اور رب کی طرف سے ہے اور یہ عقلی دلیل ہے۔ وَيَتْلُوْهُ (اور اس برہان کی اتباع کرتا اور پیچھے آتا ہے۔ شَاهِدٌ (ایک گواہ) جو اسکی صحت کا گواہ ہے اور یہ شاہد قرآن ہے۔ مِّنْهُ (اسکی طرف سے) اللہ تعالیٰ کی طرف سے یا قرآن کی طرف سے (جس کو اوپر ذکر کیا) وَمِنْ قَبْلِهٖ (اور اس سے قبل) یعنی قرآن سے پہلے كِتٰبُ مُوْسٰى (موسیٰ علیہ السلام کی کتاب) ہے۔ وہ تورات ہے اور اس برہان کے پیچھے ہے قرآن مجید سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کی کتاب اِمَامًا (مقتداء) جو دین میں قابل اقتداء اور نمونہ ہے۔ وَّرَحْمَةً (اور رحمت ہے) جنکی طرف اتارا گیا ان کے لئے عظیم نعمت ہے۔

نحو: یہ دونوں حال ہیں۔ اُولٰٓئِكَ (وہ) یعنی وہ جو بینہ و دلیل پر ہوں۔ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ (وہ اس پر ایمان لانے والے ہیں) یعنی قرآن مجید پر وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ (اور جو آدمی انکار کرے اس کا) یعنی قرآن کا۔ مِنَ الْاَحْزَابِ (ان گروہوں میں سے) یعنی اہل مکہ اور جو ان کے ساتھ مل کر رسول اللہ ﷺ کے خلاف محاذ بنانے والے ہیں۔ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ (پس آگ اس کے وعدہ کی جگہ ہے) انجام، گھاٹ ہے۔ فَلَا تَكُ فِىْ مِرْيَةٍ (پس تم مت پڑو شک میں) مریۃ شک کو کہتے ہیں۔ مِّنْهُ (اس کے متعلق) اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ (بے شک وہ برحق ہے تیرے رب کی طرف سے لیکن اکثر لوگ یقین نہیں کرتے)

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۚ أُولٰٓئِكَ يُعْرَضُوْنَ عَلٰى رَبِّهِمْ وَيَقُوْلُ

اور اس سے بڑھ کر کون ظالم ہو گا جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا، یہ لوگ اپنے رب پر پیش کئے جائیں گے اور گواہی

الْأَشْهَادُ هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ۚ أَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۸﴾

دینے والے کہیں گے کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی طرف نسبت کرکے جھوٹ بولا، خبردار ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے

الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ

جو اللہ کی راہ سے روکتے رہے اور اس میں کجی تلاش کرتے رہے اور یہ لوگ آخرت کے

كٰفِرُوْنَ ﴿۱۹﴾ أُولٰٓئِكَ لَمْ يَكُوْنُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْأَرْضِ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ

منکر ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو زمین میں عاجز کرنیوالے نہ تھے اور اللہ کے سوا ان کا

دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ أَوْلِيَآءَ ۘ يُضٰعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ ۚ مَا كَانُوْا يَسْتَطِيْعُوْنَ السَّمْعَ وَمَا

کوئی مدد گار نہیں ہے۔ ان کو دوہرا عذاب کر دیا جائے گا، یہ لوگ سننے کی طاقت نہیں رکھتے تھے اور نہ

كَانُوْا يُبْصِرُوْنَ ﴿۲۰﴾ أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا أَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا

دیکھتے تھے، یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی جانوں کو برباد کر بیٹھے اور جو کچھ انہوں نے جھوٹ بنایا تھا وہ سب

يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۱﴾ لَا جَرَمَ أَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْأَخْسَرُوْنَ ﴿۲۲﴾ إِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

غائب ہوگیا، اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ لوگ آخرت میں سب سے زیادہ خسارہ میں ہوں گے، بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل

الصّٰلِحٰتِ وَأَخْبَتُوْٓا إِلٰى رَبِّهِمْ ۙ أُولٰٓئِكَ أَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۳﴾ مَثَلُ

کئے اور اپنے رب کی طرف جھکے یہ لوگ جنت والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ دونوں فریق کی

الْفَرِيْقَيْنِ كَالْأَعْمٰى وَالْأَصَمِّ وَالْبَصِيْرِ وَالسَّمِيْعِ ۚ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ۚ أَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۴﴾

مثال ایسی ہے جیسا اندھا ہو اور بہرا ہو، اور دیکھنے والا ہو اور سننے والا ہو، کیا دونوں حالت کے اعتبار سے برابر ہوں گے؟ کیا تم نہیں سمجھتے!

وقف لازم

ع ۲

مفتری آخرت میں دوگنا عذاب کا شکار ہوگا اور خسارہ پائے گا:

۱۸: وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا أُولٰٓئِكَ يُعْرَضُوْنَ عَلٰى رَبِّهِمْ (اور کون بڑا ظالم ہے اس سے جس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا ان لوگوں کو اپنے رب کے ہاں پیش کیا جائے گا) موقف میں ان کو روک لیا جائے گا اور ان کے اعمال

پیش کیے جائیں گے۔ وَیَقُوْلُ الْاَشْھَادُ ھٰٓؤُلَآءِ الَّذِیْنَ کَذَبُوْا عَلٰی رَبِّھِمْ (گواہ کہیں گے یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ بولا) ان پر گواہ ملائکہ اور انبیاء علیہم السلام گواہی دیں گے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولنے والے ہیں کہ اس کے متعلق کہتے رہے کہ اس نے بیٹا اور شریک بنالیا ہے۔ اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الظّٰلِمِیْنَ (خبردار اللہ تعالیٰ کی ظالموں پر لعنت ہو) جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولنے والے ہیں۔ الاشھاد جمع شاہد ہے جیسے اصحاب جمع صاحب یا شہید و اشہاد شریف و اشراف۔

۱۹: اَلَّذِیْنَ یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ (وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکتے رہے) لوگوں کو اس کے دین سے پھیرتے رہے۔ وَیَبْغُوْنَھَا عِوَجًا (اور اس میں ٹیڑھ تلاش کرتے رہے) نمبر ۱۔ اس کو ٹیڑھا بتلاتے رہے حالانکہ وہ سیدھا راستہ ہے یا۔ نمبر ۲۔ اس راستے پر چلنے والوں کے متعلق ارتداد کی کوشش کرتے رہے۔ وَھُمْ بِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ کٰفِرُوْنَ (اور وہ آخرت کا انکار کرنے والے تھے) دوسرا ھم تاکید کیلئے لائے تاکہ ان کا آخرت کے متعلق انکار اور خاص طور پر اس عقیدے کا انکار خوب ثابت ہو جائے۔

۲۰: اُولٰٓئِکَ لَمْ یَکُوْنُوْا (یہ لوگ نہیں ہیں) یعنی نہیں تھے۔ مُعْجِزِیْنَ فِی الْاَرْضِ (زمین میں عاجز کرنے والے نہ تھے) دنیا میں اللہ کو عاجز کرنے والے نہ تھے کہ اگر وہ ان کو سزا دینا چاہے تو سزا دے (اور یہ اس سے بھاگ جائیں) وَمَا کَانَ لَھُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ مِنْ اَوْلِیَآءَ (اور نہیں تھا ان کے لئے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی کارساز) جو ان کی دوستی اختیار کر کے اللہ تعالیٰ سے ان کا بدلہ لے۔ اور اسکی پکڑ سے ان کو محفوظ کر لے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو مہلت دینا چاہی اور اس دن تک عذاب کو مؤخر کر دیا۔ یہ گواہوں کا کلام ہے۔ یُضٰعَفُ لَھُمُ الْعَذَابُ (ان کو دوگنا عذاب دیا جائے گا) کیونکہ انہوں نے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے دین سے گمراہ کیا۔

قراءت: مکی و شامی نے یُضَعَّفُ پڑھا ہے۔ مَا کَانُوْا یَسْتَطِیْعُوْنَ السَّمْعَ (وہ سننے کی طاقت نہ رکھتے تھے۔) یعنی حق بات سننے کی وَمَا کَانُوْا یُبْصِرُوْنَ (اور نہ وہ دیکھتے تھے) حق کو۔

۲۱: اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَھُمْ (ان لوگوں نے اپنے آپ کو نقصان میں ڈالا) اس طرح کہ غیر اللہ کی عبادت کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے مقابلہ میں خرید لیا۔ وَضَلَّ عَنْھُمْ (اور ان سے گم ہو گئے) باطل ہو گئے اور ضائع ہو گیا وہ جس کو انہوں نے خریدا اور وہ مَّا کَانُوْا یَفْتَرُوْنَ (وہ چیز ہے جس کو وہ باندھا کرتے تھے) یعنی معبود اور ان کی شفاعت

۲۲: لَا جَرَمَ اَنَّھُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ ھُمُ الْاَخْسَرُوْنَ (یقیناً وہ آخرت میں وہی نقصان اٹھانے والے ہیں) روکنے اور رکنے کی وجہ سے۔ لاجرم میں کئی اقوال ہیں نمبر ۱۔ لَا سابقہ کلام کی تردید کیلئے ہے۔ مطلب یہ ہے **لیس الامر کما زعموا۔** معاملہ اس طرح نہیں جیسا انہوں نے گمان کیا اور جرم کا معنی کسب ہے (کمایا) اس کا فاعل ضمیر ہے اور **انھم** یہ محل نصب میں ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے ان کے قول کی کمائی آخرت کا خسارہ ہے۔ نمبر ۲۔ لا جرم یہ مرکب ہے۔ اس کا معنی **حقًّا** ہے۔ **انھم** میں اَنَّ محل رفع میں حق کا فاعل ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ **حق خسر انھم۔** ان کا خسارہ ثابت ہے۔ نمبر ۳۔ لا جرم کا معنی بہرصورت اور بہر طور ہے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ اِنِّىْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۲۵﴾ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ

اور ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا انہوں نے کہا کہ میں تمہیں واضح طور پر ڈرانے والا ہوں کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو،

اِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۶﴾ فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ

بلاشبہ میں تمہارے بارے میں ایک بڑے تکلیف دینے والے دن کے عذاب کا اندیشہ کرتا ہوں، اسپر سرداروں نے کہا جو کافر تھے

مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِىَ

کہ ہم تمہیں اپنے ہی جیسا آدمی دیکھ رہے ہیں اور جو لوگ تمہارا اتباع کرنے والے ہیں ہم دیکھ رہے ہیں کہ وہ ہم میں رذیل ترین لوگ ہیں جو سرسری رائے میں

الرَّاْىِ ۚ وَمَا نَرٰى لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍۢ بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِيْنَ ﴿۲۷﴾

تمہارے ساتھ ہوئے ہیں۔ اور ہم اپنے اوپر تمہاری کوئی فضیلت نہیں دیکھتے بلکہ ہم تمہیں جھوٹا سمجھتے ہیں،

مؤمنوں کو جنت ملے گی:

۲۳: اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَخْبَتُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ (بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور اعمال صالحہ کیئے اور رجوع کیا اپنے رب کی طرف) اخبتوا کا معنی اسکی طرف مطمئن ہوا اور اسکی عبادت خشوع و تواضع کے ساتھ یکسوئی سے کی۔ یہ الخبت سے لیا گیا اور وہ نرم پست زمین کو کہتے ہیں۔ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (وہ جنتی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں)

مؤمن و کافر کی مثال:

۲۴: مَثَلُ الْفَرِيْقَيْنِ كَالْاَعْمٰى وَالْاَصَمِّ وَالْبَصِيْرِ وَالسَّمِيْعِ (دونوں گروہوں کی مثال اندھے اور بہرے اور دیکھنے اور سننے والے جیسی ہے) کافروں کو اعمٰی اور اصم سے تشبیہ دی۔ جبکہ ایمان والے فریق کو سمیع اور بصیر سے۔ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ (کیا یہ دونوں برابر ہیں) یہ فریقین مَثَلًا (مثال و حالت میں) مشابہت میں۔

نحو: یہ تمیز کی وجہ سے منصوب ہے۔ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ (کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے) کہ مثال بیان کرنے سے فائدہ اٹھاتے۔

دعوت نوح علیہ السلام:

۲۵: وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ اِنِّىْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ (تحقیق ہم نے نوح (علیہ السلام) کو ان کی قوم کی طرف بھیجا (انہوں نے قوم کو خطاب کر کے فرمایا) بیشک میں تمہارے لئے کھلا ڈرانے والا ہوں) اِنِّىْ اصل میں بِاَنِّىْ ہے اسلئے کہ مطلب اس

طرح ہوا۔ ہم نے ان کو بھیجا کہ وہ کہہ رہے تھے۔ انی لکم نذیر مبین۔اِنّیْ یہ کسرہ کے ساتھ ہے۔ جب حرف جار اس کے ساتھ مل گیا تو کانّ کی طرح ا سے کو مفتوح پڑھیں گے اَنّیْ ۔

قراءت: شامی، نافع اور عاصم، حمزہ وعلی نے کسرہ کے ساتھ پڑھا۔ قال کا قول قرار دیکر۔

۲۶: اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰہَ (تم نہ عبادت کرو مگر اللہ تعالیٰ ہی کی) اَنْ مفسرہ ہے۔ اور نمبرا۔ ارسلنا کے متعلق ہے۔ نمبر۲۔ نذیر کے متعلق ہے۔ اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْکُمْ عَذَابَ یَوْمٍ اَلِیْمٍ (مجھے ڈر ہے تمہارے متعلق دردناک دن کے عذاب کا) یوم کی صفت الیم لائی گئی اس میں اسناد مجازی ہے۔ کیونکہ دکھ اس دن میں واقع ہوا۔

۲۷: فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ قَوْمِہٖ (پس ان کی قوم کے کافر سرداروں نے کہا) ملاء سے مراد سرداران قوم ہیں کیونکہ ان کی ہیبت سے دل بھر جاتے اور مجالس پر ہو جاتیں۔ نمبر۲۔ ان کو ملاء۔ اس لئے کہا کیونکہ وہ خیالات سے بھرے ہوتے تھے۔ درست آراء سے مَا نَرٰکَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا (ہم تمہیں اپنے جیسا انسان خیال کرتے ہیں) انکا مقصد یہ تھا کہ پیغمبر کے لئے مناسب یہ ہے کہ وہ فرشتہ ہو یا بادشاہ ہو۔ وَمَا نَرٰکَ اتَّبَعَکَ اِلَّا الَّذِیْنَ ھُمْ اَرَاذِلُنَا (اور ہم نہیں دیکھتے تجھے مگر کہ تیری اتباع ان لوگوں نے کی ہے جو ہم سے رذیل ہیں) کم درجہ حقیر جمع ارذل۔

دُنیا پرستوں کی رائے میں مسلمان تدبر سے خالی ہیں:

بَادِیَ الرَّاْیِ (ظاہر رائے والے) بادی کو ابوعمرو نے ہمزہ سے پڑھا الرای کو بلا ہمزہ پڑھا۔ مطلب یہ ہے نمبرا۔ تیری اتباع ظاہر رائے والوں نے کی۔ نمبر۲۔ ابتدائی رائے والوں نے کی یہ بادی بدا، یبدو، اذا ظھر سے لیا جائے۔ یا بدءیبدء جب کہ کسی چیز کو ابتداء سے کیا جائے۔

نحو: یہ ظرفیت کی وجہ سے منصوب ہے۔ اسکی اصل یہ ہے وقت حدوث ظاہر رایہم۔ ان کی ظاہری رائے کے سامنے آنے کے وقت یا ان کی پہلی رائے۔ پس مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ کو اس کے قائم مقام رکھ دیا۔ مقصد اس بات کا یہ تھا کہ تیری اتباع انہوں نے بلا سوچے سمجھے اور غور وتدبر کئے سرسری طور پر کرلی ہے۔ اگر وہ سوچتے تو تیری اتباع نہ کرتے۔ درحقیقت انہوں نے ایمان والوں کو اسلئے رذیل قرار دیا کیونکہ وہ غریب اور اسباب دنیویہ میں ان سے کم تھے۔ کفار اپنی جہالت کی وجہ سے دنیا کو اپنا قبلہ مقصود سمجھتے تھے۔ ان کے نزدیک معزز وہ تھا جس کے پاس مال ہو، جیسا کہ اس دور میں اسلام میں اشتباہ رکھنے والے لوگ خیال کرتے ہیں حالانکہ ان کو غلطی لگی کیونکہ دنیا میں ترقی کسی کو اللہ تعالیٰ کے قریب نہیں کرسکتی۔ بلکہ دور کرتی ہے۔ بلند نہیں کرتی بلکہ گراتی ہے۔

وَمَا نَرٰی لَکُمْ عَلَیْنَا مِنْ فَضْلٍ (ہم نہیں دیکھتے تم میں اپنے اوپر کوئی بزرگی) مال میں اور رائے میں کُمْ سے نوح علیہ السلام اور ان کے متبعین مراد ہیں۔ بَلْ نَظُنُّکُمْ کٰذِبِیْنَ (بلکہ ہم تمہیں جھوٹا گمان کرتے ہیں) یعنی نوح علیہ السلام کو دعوت میں۔ اور ان کے متبعین کو تصدیق میں۔ یعنی تم نے دعوت واجابت میں ایک دوسرے کی موافقت حکومت حاصل کرنے کیلئے کی ہے۔

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَاٰتٰىنِيْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهٖ فَعُمِّيَتْ

انہوں نے جوا   میں کہا کہ اے میری قوم بتاؤ اگر میں اپنے ربّ کی طرف سے دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنے پاس سے رحمت عطا فرمائی ہو پھر وہ تم کو دکھائی

عَلَيْكُمْ ؕ اَنُلْزِمُكُمُوْهَا وَاَنْتُمْ لَهَا كٰرِهُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَيٰقَوْمِ لَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا ؕ

نہ دیتی ہو تو کیا ہم اسے تم پر چپکا دیں گے حالانکہ تم اس سے نفرت کرنے والے ہو حالانکہ تم اسے برا جان رہے ہو۔   اور اے میری قوم میں تم سے اس پر کوئی مال طلب نہیں کرتا

اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَلٰكِنِّيْٓ

میرا اجر صرف اللہ ہی پر ہے اور جو لوگ ایمان لے آئے ہیں میں انکو ہٹانے والا نہیں ہوں۔   بیشک وہ اپنے رب سے ملاقات کرنے والے ہیں، لیکن میں

اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ﴿۲۹﴾ وَيٰقَوْمِ مَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ طَرَدْتُّهُمْ ؕ اَفَلَا

تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ تم جہالت کر رہے ہو   اور اے میری قوم اگر میں ان کو ہٹادوں تو مجھے اللہ کے مؤاخذہ سے کون بچائے گا۔ کیا تم

تَذَكَّرُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ اِنِّيْ

نہیں سمجھتے ہو؟   اور میں یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور میں غیب کو نہیں جانتا میں یہ نہیں کہتا کہ میں

مَلَكٌ وَّلَآ اَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ تَزْدَرِيْٓ اَعْيُنُكُمْ لَنْ يُّؤْتِيَهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ

فرشتہ ہوں اور جن لوگوں کو تمہاری آنکھیں حقارت کے ساتھ دیکھ رہی ہیں میں ان کے بارے میں یہ نہیں کہتا کہ اللہ ہرگز انہیں خیر عطا نہ فرمائے گا جو کچھ ان کے دلوں میں

بِمَا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۚۖ اِنِّيْٓ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۱﴾

ہے۔ اللہ خوب جاننے والا ہے اگر میں ایسا کروں تو میں بیشک ظالموں میں سے ہو جاؤں گا۔

۲۸: قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ (کہا اے میری قوم تم مجھے بتلاؤ) خبر دو اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ (اگر میں ہوں دلیل پر) مِّنْ رَّبِّيْ (اپنے رب کی طرف سے) اور اسکی طرف سے ایک گواہ بھی اسکی شہادت دیتا ہے کہ میں اپنے دعوٰی میں سچا ہوں۔ وَاٰتٰىنِيْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهٖ (اور اس نے مجھے اپنی طرف سے رحمت دی ہے۔) اور رحمت سے مراد نبوت ہے۔ فَعُمِّيَتْ عَلَيْكُمْ (پس وہ تم پر مخفی کر دی گئی) یعنی مخفی رہے تم پر۔

قراءت: حمزہ، علی وحفص کی قراءت یہ ہے اور عَمِيَتْ، نافع، ابن کثیر ابن عامر کی قراءت میں ہے۔

مطلب یہ ہے تم پر دلیل مخفی ہوگئی اور اس دلیل نے تمہاری راہنمائی نہیں کی۔ جیسا کہ اگر قوم کا راہنما چھپ جائے تو وہ جنگل میں بغیر ہادی کے پڑے رہتے ہیں۔ اسکی حقیقت یہ ہے کہ دلیل جسطرح دیکھی جانیوالی اور سامنے کی چیز ہے۔ اسی طرح اندھی اور پوشیدہ بھی ہے۔ کیونکہ اندھا راہ پا نہیں سکتا اور نہ غیر کی راہنمائی کر سکتا ہے۔ اَنُلْزِمُكُمُوْهَا وَاَنْتُمْ لَهَا كٰرِهُوْنَ (کیا وہ تمہارے

سرتھوپ دیں اس حال میں کہ تم اس کو ناپسند کرتے ہو) ھا سے مراد رحمت ہے۔ کارھون کا معنی تم چاہتے نہیں ہو۔ اس میں واؤ میم کی تکمیل کیلئے لائی گئی ہے۔

قراءت: ابوعمرو نے سکون میم سے پڑھا ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ حرکت اختلاس وتخفیف کے طور پر ہوتی ہے۔ مگر راوی نے اس کو سکون خیال کیا۔ حالانکہ سکون کی صورت میں یہ لحن بن جاتی ہے۔ کیونکہ حرکت اعرابیہ ضرورت شعری میں ڈالی جاتی ہے۔

۲۹: وَيٰقَوْمِ لَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ (اور اے میری قوم میں تم سے اس پر نہیں مانگتا) تبلیغ رسالت پر۔ کیونکہ انی لکم نذیر کا مدلول یہی ہے۔ مَالًا (مال) یعنی بدلہ جس کی ادائیگی تم پر گراں ہو رہی ہو۔ اگر تم ادا کرو یا مجھ پر اگر تم انکار کرو۔ اِنْ اَجْرِیَ (نہیں ہے میری مزدوری)

قراءت: مدنی، شامی، ابوعمرو، حفص نے نصب یا سے پڑھا ہے۔

اِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (مگر اللہ تعالیٰ پر اور میں ان لوگوں کو ہٹانے والا نہیں ہوں جو ایمان لائے ہیں) یہ کفار کے اس مطالبے کا جواب ہے کہ ان غرباء کے ساتھ ہم نہیں بیٹھ سکتے ان کو نکال دو تو تب تمہارے پاس بیٹھیں گے تو ان کے جواب میں فرمایا مَآ اَنَا (الآیة) وَلٰكِنِّیْٓ اَرٰكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ (لیکن میں تمہیں جاہل قوم خیال کرتا ہوں) تم مسلمانوں پر بیوقوفی کا الزام دھرتے اور ان کو رذیل کہہ کر پکارتے ہو یا تم اپنے رب کی ملاقات سے جاہل و بے خبر ہو۔ یا اس سے تم جاہل ہو کہ وہ تم سے بہت بہتر ہیں۔

۳۰: وَيٰقَوْمِ مَنْ يَّنْصُرُنِیْ مِنَ اللّٰهِ (اے میری قوم کون میری مدد کرے گا اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے کیلئے) یعنی اس کے انتقام سے کون بچائے گا۔ اِنْ طَرَدْتُّهُمْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ (اگر میں نے ان کو اپنے ہاں سے نکال دیا کیا تم نصیحت قبول نہیں کرتے ہو) تذکرہ کا معنی وعظ ونصیحت حاصل کرنا۔

۳۱: وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ (اور نہ میں کہتا ہوں کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں) کہ مالداری کی وجہ سے تم پر مالداری کا دعویٰ کروں یہاںتک کہ تم یہ کہہ کر میری فضیلت کا انکار کرو۔ مانری لکم علینا من فضل (ہود۔۲۷) (ہم تم میں اپنے سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں دیکھتے) وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ (اور نہ میں غیب جانتا ہوں) یہاں تک کہ مجھے اطلاع ہو جائے دلوں کے اندر اور نفوس میں جو میری اتباع ہے۔ (تمہارے ظاہر کرنے سے معلوم ہوگی) اس کا عطف عندی خزائن اللّٰہ پر ہے۔ ای لا اقول عندی خزائن اللّٰہ ولا اقول انا اعلم الغیب، وَلَآ اَقُوْلُ اِنِّیْ مَلَكٌ (نہ میں کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں) یہاں تک کہ تمہیں کہنا پڑے کہ تو تو ہمارے جیسا انسان ہے ماانت الا بشرٌ مثلنا [الشعراء:۱۵۴] وَلَآ اَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ تَزْدَرِیْٓ اَعْيُنُكُمْ (اور نہ میں کہتا ہوں ان لوگوں کو جن کو تمہاری آنکھیں حقیر قرار دیتی ہیں) میں حکم نہیں لگاتا ان ایمان والوں پر جن کو تم فقر کی وجہ سے حقیر قرار دیتے ہو لَنْ يُّؤْتِيَهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا (کہ ہرگز اللہ تعالیٰ ان کو کوئی بھلائی نہ دے گا) دنیا اور آخرت میں اس کے ہاں ذلیل ہونے کی وجہ سے اور تمہاری معاونت اور تمہاری خواہشات کی مطابقت کرتے ہوئے۔ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ (اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے جو ان کے دلوں میں ہے) سچا اعتقاد، بیشک میرے ذمہ تو ظاہری اقرار کو قبول کرنا ہے کیونکہ میں

قَالُوْا يٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا فَاَكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۳۲﴾

وہ کہنے لگے کہ اے نوح تم ہم سے جھگڑے اور تم نے ہم سے زیادہ جھگڑا کر لیا۔ لہٰذا ہمارے پاس وہ لے آؤ جس کی تم ہمیں دھمکی دیتے ہو اگر تم سچے ہو۔

قَالَ اِنَّمَا يَاْتِيْكُمْ بِهِ اللّٰهُ اِنْ شَآءَ وَمَاۤ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۳۳﴾ وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِيْۤ

نوح نے جواب دیا کہ اس چیز کو تمہارے پاس اللہ ہی لائے گا اگر وہ چاہے، اور تم عاجز کرنے والے نہیں ہو، اور میری خیر خواہی تمہیں فائدہ نہیں دے سکتی

اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ اِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يُّغْوِيَكُمْ ؕ هُوَ رَبُّكُمْ ۫ وَاِلَيْهِ

اگر میں تمہاری خیر خواہی کا ارادہ کروں اگر اللہ کا یہ ارادہ ہو کہ وہ تمہیں گمراہ کرے، وہ تمہارا رب ہے اور تم اسی کی طرف

تُرْجَعُوْنَ ﴿۳۴﴾ ؕ

لوٹائے جاؤ گے۔

ان کے مخفی اسرار کی اطلاع نہیں پا سکتا۔ اِنِّيْۤ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ (بیشک میں اس وقت ہو جاؤنگا ظالموں میں سے) اگر میں ان میں سے کوئی چیز اپنے متعلق کہوں۔ الازدراء یہ زری علیہ سے باب افتعال ہے اس کے معنی عیب لگانا ہے اور اس کا اصل تزتری ہے تا کو دال سے بدل دیا گیا ہے۔

۳۲: قَالُوْا يٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا (انہوں نے کہا اے نوح تو نے ہم سے مجادلہ کیا) ہم سے مخاصمت کی فَاَكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ (تو نے ہم سے بہت جھگڑا کیا پس تو لے آ جس کا تو ہم سے وعدہ کرتا ہے) یعنی عذاب اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ (اگر تو سچا ہے) اپنے وعدے میں۔

۳۳: قَالَ اِنَّمَا يَاْتِيْكُمْ بِهِ اللّٰهُ اِنْ شَآءَ (کہا بیشک وہ اللہ تعالیٰ تم پر لائیں گے اگر وہ چاہیں گے) عذاب لانا میرے اختیار میں نہیں۔ وہ اس کے اختیار میں ہے جس کا تم انکار کرتے ہو۔ وَمَاۤ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ (اور تم اسکو عاجز کرنے والے نہیں ہو) یعنی تم اس سے کہیں بھاگ نہیں سکتے۔

۳۴: وَ لَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِيْۤ (اور تمہیں میری نصیحت فائدہ نہ دے گی) اس میں گمراہی کے مقام کی نشاندہی کی گئی تا کہ اس سے بچا جائے اور رشد کی راہنمائی کی گئی تا کہ اسکی پیروی کی جائے

قراءت: ابوعمرو اور مدنی نے ولکنّیَ، اِنِّیَ نُصْحِیَ پڑھا ہے۔

اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ اِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يُّغْوِيَكُمْ۔ (اگر چہ میں تمہاری خیر خواہی کا ارادہ کروں اگر اللہ تعالیٰ کا ارادہ تمہارے گمراہ کرنے کا ہو) یغویکم کا معنی گمراہ کرنا ہے۔

یہ شرط شرط پر داخل ہے۔ پس دوسری شرط حکم میں مقدم ہوگی جیسا کہ معروف و معلوم ہے تقدیر عبارت یہ ہے ان کان یرید

ع ۳ / ۱۱

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۭ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَعَلَيَّ اِجْرَامِيْ وَاَنَا بَرِيْۗءٌ مِّمَّا تُجْرِمُوْنَ ۝۳۵

کیا وہ کہتے ہیں کہ اس نے قرآن کو اپنے پاس سے بنالیا۔ آپ فرمادیجئے اگر میں نے اس کو اپنے پاس سے بنالیا ہے تو مجھ ہی پر اسکا جرم ہے اور میں اس سے بری ہوں جو جرم تم کرتے ہو۔

ان یغویکم لاینفعکم نصحی ان اردت ان انصح لکم۔ اگر اللہ تعالیٰ تمہیں گمراہ کرنا چاہیں تو میری نصیحت تمہارے کچھ کام نہیں آسکتی خواہ میں تمہاری خیرخواہی کا ارادہ کروں (کیونکہ **و اللہ غالب علی امرہ ،لا معقب لحکمہٖ**)

نکتہ: ارادہ معاصی کے متعلق یہ ہماری واضح دلیل ہے۔

هُوَ رَبُّكُمْ (وہ تمہارا رب ہے) پس وہ تم میں اپنے ارادہ کے فیصلہ کے مطابق تصرف کرتے ہیں **وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ** (اور اسی کی طرف تمہیں لوٹایا جائے گا) پس وہ تمہارے اعمال پر تمہیں بدلہ دے گا۔

۳۵: اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ (کیا وہ کہتے ہیں اس کو گھڑ لیا ہے) **اَمْ** ، **هَلْ** کے معنی میں ہے ہمزہ استفہام کا محذوف ہے، بلکہ کیا وہ کہتے ہیں اس کو گھڑ لیا ہے۔ **قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَعَلَيَّ اِجْرَامِيْ** (کہہ دیں اگر میں نے اس کو گھڑا ہے تو مجھ پر میرا اجرم) یعنی اگر صحیح ہے کہ میں نے افتراء کیا ہے تو مجھ پر میرے جرم کی سزا ہے یعنی افتراء کی۔ کہا جاتا ہے: **اجرم الرجل، اذا اذنب۔** جب وہ گناہ کرے۔ **وَاَنَا بَرِيْۗءٌ** (اور میں بری ہوں) یعنی یہ بات ثابت نہیں اور میں اس سے بریٔ الذمہ ہوں **مِّمَّا تُجْرِمُوْنَ** تمہارے اس جرم سے کہ میری طرف افتراء کی نسبت کرتے ہو۔ پس تمہاری دشمنی اور اعراض کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔

وَاُوْحِیَ اِلٰی نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ یُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا

اورنوح کی طرف وحی کی گئی کہ بلاشبہ تمہاری قوم میں سے جولوگ ایمان لا چکے ہیں ان کے علاوہ اور کوئی شخص ہرگز ایمان نہ لائے گا، سو یہ لوگ جوکام کرتے تھے آپ انکی

كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْیُنِنَا وَوَحْیِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِیْ فِی الَّذِیْنَ

وجہ سے رنجیدہ نہ ہوں، اور ہمارے حکم سے کشتی بنا لیجئے اور ظالموں کے بارے میں مجھ سے خطاب

ظَلَمُوْا اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَیَصْنَعُ الْفُلْكَ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَیْهِ مَلَاٌ مِّنْ قَوْمِهٖ سَخِرُوْا

نہ کرنا، بلاشبہ یہ لوگ غرق کئے جانے والے ہیں اور وہ کشتی بنا رہے تھے اور جب انکی قوم کے سردار ان پر گزرتے تھے تو ان سے ہنسی کرتے

مِنْهُ قَالَ اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ ﴿۳۸﴾ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ

تھے، وہ جواب دیتے تھے کہ اگر تم ہم پر ہنس رہے ہو تو بلاشبہ ہم تم پر ہنسیں گے جیسا کہ تم ہنسی کر رہے ہو، سو عنقریب تم جان لو گے

مَنْ یَّاْتِیْهِ عَذَابٌ یُّخْزِیْهِ وَیَحِلُّ عَلَیْهِ عَذَابٌ مُّقِیْمٌ ﴿۳۹﴾

کہ کس کے پاس عذاب آتا ہے جو اس کو رسوا کردے گا اور اس پر دائمی عذاب نازل ہوگا۔

ان کے ایمان کی توقع نہ کریں:

۳۶: وَاُوْحِیَ اِلٰی نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ یُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ (اورنوح علیہ السلام کی طرف وحی کی گئی کہ ہرگز تمہاری قوم میں سے کوئی ایمان نہیں لائے گا) ان کے ایمان سے ناامیدی کا اظہار کیا گیا اور اس بات کا بھی کہ ان کے ایمان کی توقع چھوڑ دیں۔

نکتہ: اس میں دلیل ہے کہ ایمان کیلئے تجدد کا حکم ہے۔ گویا اس طرح فرمایا۔ بیشک جو ایمان لایا ہے وہ ایمان لاتا ہے نئے وقت میں اور ایمان بالقرآن میں جس اضافہ کا ذکر ہے اسکا مطلب بھی تجدید ایمان اور پختگی ایمان لیا جائے گا۔ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ (پس تو رنجیدہ نہ ہو جو کچھ وہ کر رہے ہیں) تو غمزدہ پریشان کی طرح غمزدہ نہ ہو۔ الابتیاس یہ البؤس سے افتعال ہے۔ اس کا معنی غم وفقر ہے۔ اب آیت کا یہ مطلب ہوا۔ انہوں نے تیری جو تکذیب کی ہے اس پر غمزدہ نہ ہو اور جو تمہیں تکلیف پہنچائی اس پر رنجیدہ نہ ہو، تیرے دشمنوں سے انتقام لے گا۔

کشتی بناؤ:

۳۷: وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْیُنِنَا (تو ہماری نگرانی میں کشتی بنا) یہ موضع حال میں ہے۔ یعنی اس کو بنا اس حال میں کہ وہ محفوظ ہو۔ اور حقیقۃً یہ ملتبسا باعیننا ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے ساتھ نگران مقرر تھے جو اس بات کی نگرانی کرتے تھے کہ اس

کی بناوٹ میں کوئی خرابی پیدا نہ ہونے پائے۔ وَوَحْيِنَا (اور ہماری وحی سے) پس ہم تیری طرف وحی کو الہام کرتے ہیں کہ تم نے کس طرح اس کام کو انجام دینا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ انہیں کشتی کی صنعت معلوم نہ تھی۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی کہ پرندے کے سینے کی طرح۔

وَلَا تُخَاطِبْنِىْ فِى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا (اور مت مجھے خطاب کرنا ان لوگوں کے متعلق جو ظالم ہیں) اپنی قوم کی حالت کے متعلق تم مجھے نہ پکارنا اور نہ عذاب کے دور کرنے کی شفاعت کرنا۔ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ (بیشک ان کو ہم ڈبوئیں گے) ان پر غرق کا حکم لگ چکا اور فیصلہ ہو چکا۔ قلم خشک ہو چکے اب اس کے رکنے کا کوئی راستہ نہیں۔

۳۸: وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ (وہ کشتی بنا رہے تھے) ماضی کی حالت کو بیان کیا گیا ہے۔ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَاٌ مِّنْ قَوْمِهٖ سَخِرُوْا مِنْهُ (جب بھی ان کے پاس سے ان کی قوم کے سردار گزرتے تو ان سے وہ تمسخر کرتے) کشتی بنانے پر وہ پانی سے دور جنگل میں بنا رہے تھے۔ پس وہ ان پر ہنستے اور کہتے اے نوح! تو پیغمبر بننے کے بعد بڑھئی بن گیا ہے۔ قَالَ اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ (نوح علیہ السلام کہتے ہیں اگر تم ہم سے مذاق کرتے ہو تو ہم بھی تم سے مذاق کریں گے) جب تمہاری ہلاکت کو دیکھیں گے كَمَا تَسْخَرُوْنَ (جیسا تم مذاق اڑاتے ہو) ہمارا کشتی بنانا دیکھ کر۔

کشتی نوح، عرض وطول:

روایت میں ہے کہ نوح علیہ السلام نے ساج کی لکڑی سے دو سال میں کشتی تیار کی۔ اسکی لمبائی تین سو ہاتھ تھی یا ۱۲۰۰ ہاتھ اسکی چوڑائی ۵۰ ہاتھ یا ۶۰۰ ہاتھ۔ بلندی ۳۰ ہاتھ، اس کے تین طبقات بنائے۔ سب سے نچلے حصے میں وحشی جانور، درندے، حشرات الارض۔ درمیانے طبقے میں چوپائے، پالتو جانور، تیسری بالائی منزل میں نوح علیہ السلام بمع ایمان والوں کے اور زادراہ سمیت سوار ہوئے اور آدم علیہ السلام کا جسد بھی ساتھ لیا اور اس کو مردوں اور عورتوں کے درمیان روک بنا دیا۔

۳۹: فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ مَنْ يَّاْتِيْهِ (اور عنقریب تم جان لوگے کہ جس کے پاس عذاب آئیگا) تعلمون کی وجہ سے من یاتیہ محل نصب میں ہے۔ ای فسوف تعلمون الذی یا تیہ۔ عنقریب تم جان لوگے اس کو جس پر عذاب آئے گا۔ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ عذاب اس کو رسواء کردے گا۔ یعنی ان کو عذاب غرق سے دنیا میں رسوا کردے گا۔ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ (اور اس پر اتر پڑے گا) نازل ہوگا۔ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ (قائم رہنے والا عذاب) اور وہ عذاب آخرت ہے۔

حَتّٰۤی اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ قُلْنَا احْمِلْ فِیْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ وَاَهْلَكَ

یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آپہنچا اور تنور سے پانی ابلنے لگا تو ہم نے کہا اس کشتی میں ایک ایک نر ایک ایک مادہ (یعنی ہر جنس سے دو عدد) سوار کر دو اور اپنے گھر والوں کو بھی سوار کر دو

اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَیْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ اٰمَنَ ؕ وَمَاۤ اٰمَنَ مَعَهٗۤ اِلَّا قَلِیْلٌ ﴿۴۰﴾ وَقَالَ ارْكَبُوْا

سوائے اس کے جس کے بارے پہلے سے فیصلہ ہو چکا ہے، اور ان لوگوں کو بھی سوار کر لو جو ایمان لائے ہیں اور انکے ساتھ کم آدمی ایمان لائے، اور نوح نے کہا کہ اس میں

فِیْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا ؕ اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۴۱﴾ وَهِیَ تَجْرِیْ بِهِمْ

سوار ہو جاؤ۔ اللہ کے نام سے ہے اس کا چلنا اور اس کا ٹھہرنا، بلاشبہ میرا رب بالیقین بخشنے والا ہے۔ مہربان ہے۔ اور وہ کشتی ان کو لے کر پہاڑوں جیسی

فِیْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ ۫ وَنَادٰی نُوْحُ ۨ ابْنَهٗ وَكَانَ فِیْ مَعْزِلٍ یّٰبُنَیَّ ارْكَبْ مَّعَنَا

موجوں میں چلنے لگی اور نوح نے اپنے بیٹے کو آواز دی اور وہ انسے ہٹا ہوا تھا کہ اے میرے چھوٹے سے بیٹے ہمارے ساتھ سوار ہو جاؤ

وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۴۲﴾ قَالَ سَاٰوِیْۤ اِلٰی جَبَلٍ یَّعْصِمُنِیْ مِنَ الْمَآءِ ؕ قَالَ لَا

اور کافروں کے ساتھ مت ہو، وہ کہنے لگا کہ میں عنقریب کسی پہاڑ کی پناہ لے لوں گا جو مجھے پانی سے بچا لے گا، نوح نے جواب دیا کہ آج

عَاصِمَ الْیَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ ۚ وَحَالَ بَیْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِیْنَ ﴿۴۳﴾

اللہ کے حکم سے کوئی بچانے والا نہیں مگر وہی جس پر وہی رحم فرمائے اور ان دونوں کے درمیان موج حائل ہو گئی۔ سو وہ غرق کئے جانے والوں میں سے ہو گیا۔

۴۰: حَتّٰی (یہاں تک کہ) نحو: یہ ابتداء کلام میں آتا ہے۔ یہ شرط و جزاء والے جملے پر داخل ہوتا ہے۔ یصنع الفلک کی غایت ہے یعنی وہ کشتی بناتے رہے یہاں تک کہ وہ وعدہ کا وقت آ گیا۔ درمیان والا کلام یصنع سے حال ہے یعنی یصنعها والحال انه کلما مر علیه ملاء من قومه سخروا منه آپ کشتی بنا رہے تھے حالت یہ تھی کہ جب بھی آپ کی قوم کے سردار آپ کے پاس سے گزرتے تو وہ آپ سے مذاق کرتے۔ اور کلما کا جواب سخروا ہے اور قال یہ جملہ مستانفہ ہے اس کو سوال مقدر کے جواب میں لایا گیا ہے۔ یا قال سخروا کے جواب میں ہے۔ اور سخروا یہ مَرَّ کا بدل ہے یا ملاء کی صفت ہے۔

عذاب آن پہنچا:

اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا (جب ہمارا حکم آ گیا) امر سے عذاب مراد ہے۔ وَفَارَ التَّنُّوْرُ (اور تنور نے جوش مارا) یہ معاملے کی سختی اور صعوبت سے کنایہ ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ روٹی کے تنور سے پانی نے جوش مارا۔ یہ پتھروں کا تنور تھا جس کو حواء نے بنایا تھا۔ اس زمانہ سے نوح علیہ السلام تک پہنچا تھا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ تنور، سطح زمین کو کہتے ہیں۔ قُلْنَا احْمِلْ فِیْهَا (ہم نے کہا اس میں سوار کرو) یعنی کشتی میں مِنْ كُلٍّ زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ (ہر جوڑے میں سے دو دو) اسکی تفسیر سورۃ المومنون میں ہے۔

وَاَھْلَکَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَیْہِ الْقَوْلُ (اوراپنے اہل کومگروہ جنکے بارے میں بات پہلے کہی جا چکی) اس کا عطف اثنین پر ہے اور اسی طرح ومن امن کا بھی وَمَنْ اٰمَنَ (اور وہ جوایمان لائے)۔یعنی سوار کروتم اپنے اہل کواور غیر میں سے ایمان والوں کو اہل سے من سبق علیہ القول کومستثنیٰ کر دیا۔اس لئے کہ وہ اہل نار میں سے ہے اوراس کے متعلق بات پہلے اس لئے کہہ دی کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کے متعلق جانتے ہیں کہ وہ کفرکواپنے ارادہ وتقدیر سے اختیار کریں گے اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے بلند و بالا ہے۔کہ کائنات میں اس کے ارادہ کے خلاف کوئی چیز وقوع پذیر ہو۔

وَمَآ اٰمَنَ مَعَہٗٓ اِلَّا قَلِیْلٌ (اوران پر ایمان نہ لائے مگر بہت قلیل) رسول اللہ ﷺ نے فرمایاان کی تعداد آٹھ تھی۔نوح اور ان کے گھر والے،ان کے تین بیٹے اوران کی بیویاں (یہ روایت مرفوعا ثابت نہیں ہے۔ابن حجر) ایک قول یہ ہے وہ دس تھے پانچ مرداور پانچ عورتیں۔نمبر۳۔ایک قول بہتر مرداورعورتیں اوراولا دنوح علیہ السلام سام حام،یافث اوران کی بیویاں اس طرح کل تعداد ۷۸ ہوگئی آدھے مرداورآدھی عورتیں۔

کشتی میں سواری کی دعا:

۴۱: وَقَالَ ارْکَبُوْا فِیْھَا بِسْمِ اللّٰہِ مَجْرٖھَا وَمُرْسٰھَا (کہاتم اس پرسوار ہو جاؤ اللہ تعالیٰ کے نام سے اس کا چلنا اور رکنا ہے) بسم اللہ،ارکبوا سے متصل ہے۔واؤ سے حال ہے۔یعنی تم اس میں سوار ہو جاؤ اس حال میں کہ اللہ تعالیٰ کا نام لینے والے ہو۔یا اس حال میں کہ اس کے چلانے اور ٹھہرانے کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لینے والے ہو۔اس وجہ سے کہ المجری،المرسیٰ اسماء ظروف ہیں اور وقت کا معنی دیتے ہیں یا اس لئے کہ یہ دونوں مصدر میمی ہیں جیسا اجراء وارساء اوران کا مضاف وقت کا لفظ حذف کر دیا جیسا کہتے ہیں:خفوق النجم ای وقت خفوق النجم۔

یہ بھی درست ہے کہ بسم اللّٰہ مجرھا و مرسٰھابذات خود جملہ ہو ماقبل سے متعلق نہ ہو بلکہ مبتداء خبر ہو۔مطلب یہ ہے کہ نوح علیہ السلام نے ان کوسوار ہونے کا حکم دیا پھران کو بتلایا کہ ان کا چلنااور رکنا اللہ تعالیٰ کا نام لینے سے ہے۔ای بسم اللہ اجراء ھا وارساؤھا چنانچہ جب کشتی چلاتے تو کہتے باسم اللہ کشتی چل پڑتی اور کھڑا کرنا چاہتے تو باسم اللہ کہتے کشتی لنگر انداز ہو جاتی۔

قراءت: مجرٖھَا میم مفتوح اورراءمکسور ہے یہ جری سے ہے یامصدر ہے یاوقت محذوف ہے یہ حمزہ،علی،حفص نے پڑھا ہے۔

اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (بیشک میرارب بخشنے والامہربان ہے) ان کے لئے جومخلصانہ ایمان لانے والے ہیں۔

۴۲: وَھِیَ تَجْرِیْ بِھِمْ (وہ کشتی ان کولیکر چل رہی تھی) یہ فعل محذوف سے متصل ہے۔اس پر ارکبوا فیھا باسم اللّٰہ دلالت کررہاہے۔گویاعبارت اس طرح ہے۔فرکبوا فیھا یقولون بسم اللّٰہ وھی تجری بھم ای السفینۃ وھم فیھا۔ پس وہ اس میں بسم اللہ کہتے ہوئے سوار ہوگئے وہ کشتی ان کولیکر چل پڑی اس حال میں کہ وہ کشتی میں تھے۔

فِیْ مَوْجٍ کَالْجِبَالِ (ایسی موجوں میں جو پہاڑوں جیسی تھیں) اس سے مرادطوفان کی موجیں ہیں۔موج جمع موجہ ہے جیساتمر جمع تمرۃ۔موج اس پانی کو کہتے ہیں جوتیز ہواؤں کے پانی کے اندر داخل ہونے سے اضطراب کے وقت بلند ہو۔بلندی اور

تہہ تہہ مل جانے کی وجہ سے ہر موج کو پہاڑ سے تشبیہ دی ہے۔

بیٹے سے گفتگو:

وَنَادٰی نُوْحُ ۣابْنَهٗ (اورنوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو آواز دی) کنعان بعض نے کہا یام۔ جمہور کے ہاں یہ آپ کا صلبی بیٹا تھا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ان کی بیوی کا سابقہ خاوند سے بیٹا تھا۔ وَكَانَ فِىْ مَعْزِلٍ (وہ الگ تھلگ مقام میں تھا) اپنے والد اور کشتی سے۔ معزل یہ مفعل کا وزن ہے۔ یہ عزله عنه سے جبکہ دور کر دیا جائے اور ہٹا دیا جائے یا اپنے والد کے دین سے الگ تھلگ تھا۔ يّٰبُنَىَّ (اے میرے بیٹے)

قراءت: یٰ کے فتحہ سے عاصم نے پڑھا ہے۔ یا اضافت سے الف مبدلہ پر اکتفاء کرتے ہوئے جیسے یابنیاً دیگر قراء نے کسرہ یا سے یا، ی اضافت سے اس پر اکتفاء کرتے ہوئے ارْكَبْ مَّعَنَا (تو ہمارے ساتھ سوار ہو جا) کشتی میں یعنی اسلام لا اور کشتی میں بیٹھ وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ (اور تو کافروں کے ساتھ مت ہو)

۴۳: قَالَ سَاٰوِىْٓ (کہا اس نے میں پناہ لونگا) اِلٰى جَبَلٍ يَّعْصِمُنِىْ مِنَ الْمَآءِ (پہاڑ پر جو مجھے پانی سے بچائے گا) ڈوبنے سے محفوظ کر دے گا۔ قَالَ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ (کہا آج کوئی پناہ دینے والا نہیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے مگر جس پر وہ رحم کرے) مگر رحم کرنے والا بچا سکتا ہے، اور وہ اللہ تعالیٰ ہے یا آج کوئی طوفان سے بچنے والا نہیں۔ مگر جس پر اللہ تعالیٰ رحم کرے اور وہ مومنین ہیں۔ اور اسکی وجہ یہ ہے کہ جب اس نے پہاڑ کو طوفان سے بچانے والا بتایا تو آپ نے اس کو فرمایا آج تمہیں کوئی بچنے کی جگہ بچا نہ سکے گی خواہ پہاڑ وغیرہ ہی کیوں نہ ہو۔ سوائے ایک بچنے کی جگہ کے اور وہ جگہ ان لوگوں کا مقام ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے نجات دی اور ان پر رحم فرمایا وہ مقام کشتی ہے یا یہ استثناء منقطع ہے۔ گویا اس طرح فرمایا۔ لكن من رحم الله فهو المعصوم۔ لیکن وہ کہ جس پر اللہ تعالیٰ نے رحم کیا وہ بچا ہوا ہے یہ اس طرح ہے جیسے فرمایا: مالهم به من علم الا اتباع الظن۔ [النساء:۱۵۷]

ابن نوح کی ہلاکت:

وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ (اور حائل ہوگئی ان کے درمیان موج) بیٹے اور پہاڑ کے درمیان یا نوح علیہ السلام اور بیٹے کے درمیان فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِيْنَ (پس وہ ہوگیا ڈوبے ہوؤں میں سے) کان یہاں صار کے معنی میں ہے یا کان اپنے معنی میں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ڈوبنے والوں میں سے تھا۔

وَقِيلَ يَٰٓأَرْضُ ٱبْلَعِى مَآءَكِ وَيَٰسَمَآءُ أَقْلِعِى وَغِيضَ ٱلْمَآءُ وَقُضِىَ ٱلْأَمْرُ

اور حکم ہوا کہ اے زمین اپنے پانی کو نگل لے اور اے آسمان تھم جا،اور پانی کم ہو گیا اور فیصلہ کر دیا گیا

وَٱسْتَوَتْ عَلَى ٱلْجُودِىِّ وَقِيلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ ٱلظَّٰلِمِينَ ﴿۴۴﴾ وَنَادَىٰ نُوحٌ رَّبَّهُۥ

اور کشتی جودی پر ٹھہر گئی،اور کہہ دیا گیا کہ کافروں کے لئے دوری ہے، اور(نوح علیہ السلام) نے اپنے رب کو پکارا

فَقَالَ رَبِّ إِنَّ ٱبْنِى مِنْ أَهْلِى وَإِنَّ وَعْدَكَ ٱلْحَقُّ وَأَنتَ أَحْكَمُ ٱلْحَٰكِمِينَ ﴿۴۵﴾

اور عرض کیا اے میرے رب بے شک میرا بیٹا میرے اہل سے ہے اور بیشک تیرا وعدہ سچا ہے اور تو احکم الحاکمین ہے،

قَالَ يَٰنُوحُ إِنَّهُۥ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ ۖ إِنَّهُۥ عَمَلٌ غَيْرُ صَٰلِحٍ ۖ فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَيْسَ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نوح بلاشبہ وہ تیرے اہل میں سے نہیں ہے۔ بیشک اس کا عمل درست نہیں سو تو مجھ سے اس چیز کا سوال نہ کر جس کا تجھے

لَكَ بِهِۦ عِلْمٌ ۖ إِنِّىٓ أَعِظُكَ أَن تَكُونَ مِنَ ٱلْجَٰهِلِينَ ﴿۴۶﴾ قَالَ رَبِّ إِنِّىٓ أَعُوذُ بِكَ

علم نہیں، میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ نادانوں میں شامل نہ ہونا، نوح نے عرض کیا کہ اے میرے رب بیشک میں اس بات کی آپ سے پناہ چاہتا ہوں

أَنْ أَسْـَٔلَكَ مَا لَيْسَ لِى بِهِۦ عِلْمٌ ۖ وَإِلَّا تَغْفِرْ لِى وَتَرْحَمْنِىٓ أَكُن مِّنَ ٱلْخَٰسِرِينَ ﴿۴۷﴾

کہ میں آپ سے وہ سوال کروں جس کا مجھے علم نہیں اور اگر آپ نے میری بخشش نہ فرمائی تو میں خسارہ والوں میں سے ہو جاؤں گا،

قِيلَ يَٰنُوحُ ٱهْبِطْ بِسَلَٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكَٰتٍ عَلَيْكَ وَعَلَىٰٓ أُمَمٍ مِّمَّن مَّعَكَ ۚ وَأُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ

حکم ہوا کہ اے نوح تم اتر جاؤ سلامتی کے ساتھ جو ہماری طرف سے ہے اور برکتوں کے ساتھ جو تم پر اور ان جماعتوں پر ہیں جو تمہارے ساتھ ہیں علاوہ بہت سی جماعتیں ایسی ہیں جنہیں

ثُمَّ يَمَسُّهُم مِّنَّا عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۴۸﴾

ہم نفع پہنچائیں گے پھر انہیں ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچے گا۔

۴۴: وَقِيلَ يَٰٓأَرْضُ ٱبْلَعِى مَآءَكِ (اور کہا گیا اے زمین تو نگل اپنے پانی کو) تو پھٹ جا اور پانی پی جا۔ البلع کا معنی چوسنا اور جذب کرنا۔ وَيَٰسَمَآءُ أَقْلِعِى (اور اے آسمان تھم جا) پانی برسانا روک لے۔ وَغِيضَ ٱلْمَآءُ (اور پانی کم کردیا گیا) غیض کا معنی کم ہونا اور کرنا۔ یہ غاض بمعنی نقص سے ہے۔ یہاں متعدی آیا ہے۔ وَقُضِىَ ٱلْأَمْرُ (اور کام تمام کردیا گیا) اور اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کے ساتھ قوم کی ہلاکت کا جو وعدہ فرمایا تھا وہ پورا کر دیا۔ وَٱسْتَوَتْ (اور کشتی ٹھہری) چھ ماہ تمام زمین کا چکر کاٹنے کے بعد کشتی ٹھہر گئی۔ عَلَى ٱلْجُودِىِّ (جودی پہاڑ پر) یہ موصل کا ایک پہاڑ ہے۔ وَقِيلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ ٱلظَّٰلِمِينَ (اور کہا گیا کہ ظالم قوم کیلئے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دوری ہے) دور ہو قوم نوح جن کو ڈبویا گیا کہا جاتا ہے کہ بعد بُعْدَ و بَعْدًا جبکہ انتہائی دور

کرنے کا ارادہ ہو جیسے ہلاکت وموت اسی لئے یہ لفظ بددعا کیلئے خاص ہے۔
فائدہ جلیلہ: اس آیت کو چار اطراف سے دیکھو کہ علم بیان کا کتنا شاندار مرقع ہے اس میں مجاز، استعارہ اور کنایہ اور اس کے متعلقات ہم عرض کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جب چاہا کہ اس مطلب کو بیان کیا جائے۔ ہم نے زمین سے پھوٹے ہوئے پانی کو لوٹانے کا ارادہ کیا کہ جو نکلا ہے وہ واپس تہہ زمین میں چلا جائے۔ اور آسمان سے طوفان کو منقطع کرنا چاہا وہ منقطع ہو گیا۔ اترنے والے پانی کو سوکھانا چاہا تو وہ جذب ہو کر خشک ہو گیا۔ اور نوح علیہ السلام کے معاملے کا فیصلہ کردیں اور وہ قوم کے غرق والے فیصلہ کو نافذ کرنا تھا۔ وہ بھی کر دیا گیا کشتی کو روکنا چاہا وہ جودی پر رک گئی ظالموں کو غرق کر دیا۔
تو کلام کی بنیاد اس پر رکھی کہ مراد کو ایسے امور سے تشبیہ دی جس سے نافرمانی ہو ہی نہیں سکتی (کیونکہ اللہ تعالیٰ ہیبت ورعب میں کامل ہے) اور تکوین مراد کو ایسے امر قطعی سے تشبیہ دی جو مقصود کے بننے میں بطور تصویر کے نافذ العمل ہے کیونکہ وہ ذات عظیم اقتدار والی ہے۔ اور آسمان زمین میں جو چاہے کرے وہ اس کی تکوین کے مطیع ہیں۔ اس کے ارادے کو کسی تغیر وتبدل سے روکنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ گویا کہ وہ عقلاء ہیں اور امتیاز کرنے والے ہیں اسکی پہچان کا جو حق ہے اسی طرح اس کو پہچانتے ہیں اور اس کے حکم کی اطاعت میں جو چیز ان پر لازم ہے اس کو بخوبی جاننے والے ہیں اور اس کے حکموں پر یقین کرنے والے ہیں۔ اور اسکی مراد کے حصول میں اپنی پوری ہمت صرف کرنے والے ہیں۔ پھر نظم کلام کی بنیاد اسی تشبیہ پر رکھی چنانچہ فرمایا وقیل ارادہ سے بطور مجاز استعمال کیا کیونکہ قائل کا قول اسی سے واقع ہوتا ہے۔ مجاز کیلئے قرینہ جماد کو خطاب یا ارض اور یا سماء کو بنایا۔ پھر ان کو خطاب کر کے یا ارض اور یا سماء کہہ کر اس تشبیہ سے استعارہ کر دیا۔
پھر زمین میں پانی کی گہرائی کیلئے بطور استعارہ البلع کا استعمال فرمایا بلع کھائی ہوئی چیز سے پانی کا چوسنا۔ تو پانی بھی مخفی ٹھکانے میں پہنچ گیا۔ تو اس مناسبت سے بلع کو ذکر کر دیا۔ پھر الماء کو استعارۃً غذا کیلئے استعمال کیا کیونکہ دونوں کے مابین قوت کی مشابہت پائی جاتی ہے زمین بھی پانی سے طاقت پاتی ہے۔ جیسا کھانے والا طعام سے قوت پاتا ہے۔ پھر فرمایا۔
مَآءَكِ پانی کی نسبت زمین کی طرف فرمائی بطور مجاز کیونکہ پانی زمین سے متصل ہوتا ہے جیسے ملک مالک سے متصل ہوتی ہے۔ پھر احتباس بارش کیلئے اقلاع کا لفظ اختیار کیا۔ اقلاع ترک فعل کو کہتے ہیں کیونکہ عدم تاخیر کی مشابہت دونوں میں پائی جاتی ہے۔ پھر فرمایا **وغیض الماء وقضی الامر واستوت علی الجودی وقیل بعداً** اس میں تصریح نہیں فرمائی کہ کس نے پانی کو خشک کیا اور نہ اس کا جس نے حکم کو نافذ کیا اور کشتی کو ٹھہرایا آخر میں فرمایا بُعْدًا دور کرنے والے کی تصریح نہیں کی جب کہ یا ارض، یا سماء میں قائل کی تصریح نہیں کی۔ ان میں کنایہ کا راستہ اپنایا کہ یہ تمام امور عظیمہ کسی فاعل قادر، مکون قاہر کی تکوین سے ہی ممکن ہیں اور ان کا کرنے والا اکیلا ہے اس کے حکم میں کسی دوسرے کی شرکت نہیں ہے۔
وہم وخیال کا کوئی گوشہ یہ نہیں کہتا کہ کوئی دوسرا یہ آرڈر دے سکتا ہو **یارض ابلعی ماءك و یاسماء اقلعی** ۔ اور نہ یہ خیال میں آسکتا ہے کہ غائض، القاضی، المسوی اس کے سواء کوئی اور ہو۔ پھر کلام کو تعریض سے ختم کیا تاکہ ان مکذبین کو خبردار کر دیا جائے جو انبیاء علیہم السلام کی تکذیب کرنے والے ہیں وہ اپنے آپ پر ظلم کر رہے ہیں اور یہ سخت عذاب ان کے اپنے ظلم ہی کا نتیجہ تھا۔

نمبر۲۔علم معانی کے اعتبار سے۔ ہر کلمہ کا فائدہ اور تقدیم و تاخیر جملوں پر غور کریں۔ نمبرا۔ یا حروف نداء میں سے لایا گیا کیونکہ وہ کثیر الاستعمال ہے اور منادی کے بُعد پر بھی دلالت کررہا ہے۔اور یہاں اس سے اظہار عظمت اور ملکوت ابداء عزت و جبروت کا مقصد حاصل کیا گیا اور وہ منادیٰ کے دور ہونے سے ہی حاصل ہوسکتا ہے جس کے معمولی ہونے کو ظاہر کیا گیا اور یَا اَرْضِیْ نہیں کہا کیونکہ اس میں تہاون بڑھتا ہے کیونکہ اضافت قرب کو چاہتی ہے۔یاایتھا الارض نہیں کہا تا کہ اختصار ہو۔اور لفظ ارض اور سماء کے استعمال لئے کیونکہ خفیف اور عام مستعمل ہیں۔ ابلعی کو اختیار کیا ابتلعی نہیں کہا تا کہ اختصار ہو۔دوسرا اقلعی اور اس کے درمیان صفت تجانس ہے۔اور اقلعی کہا عن المطر ساتھ نہیں کہا۔اسی طرح یاارض ابلعی ماءک فبلعت اور یا سماء اقلعی فاقلعت نہیں کہا بطور اختصار نتائج ذکر نہیں فرمائے۔غیض الماء کو غیض کی بجائے لائے اور الماء کہا ماء الطوفان نہیں کہا۔الامر کہا اور امر نوح وقومہ نہیں کہا۔ یہ بطور اختصار فرمایا اور الف لام عہدی نے ضرورت پوری کردی۔

اسی طرح سویت علی الجودی نہیں فرمایا جیسا کہ پہلے قیل،غیض مجہول کے صیغے تھے ھی تجری معروف کی رعایت سے استوت فرمایا گیا۔تا کہ مطابقت ہوجائے پھر بعدًا فرمایا بعدًا للقوم یا یبعد القوم نہیں فرمایا تا کہ اختصار و تاکید دونوں مقصود حاصل ہوں۔نمبر۳۔جملوں کا تسلسل: یہ تو کلمات کی ترکیب کو دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے۔اگر جملوں کی ترتیب پر غور کریں نمبرا۔ امر سے نداء کو مقدم کیا یاارض ابلعی و یا سماء اقلعی۔اسی طرح ابلعی یا ارض،اقلعی یا سماء نہیں فرمایا۔تا کہ جن کو اصل خطاب کیا ہے وہ مقدم ہوں تا کہ امر وارد منادی کے نفس میں خوب جاگزین ہوجائے۔

نمبر۲: پھر زمین کو آسمان سے پہلے لائے۔کیونکہ طوفان زمین سے شروع ہوا۔پھر پیچھے وغیض الماء کو لائے۔تا کہ قصہ ماء سے یہ متصل ہو اور اپنے مقام پر پہنچ جائے۔نمبر۳۔واقعہ کا مقصد آخر میں لائے۔جو قضی الامر ہے کہ نوح علیہ السلام سے ہلاکت کفار کا جو وعدہ تھا وہ پورا کردیا گیا اور وہ ہلاکت کفار اور نجات نوح علیہ السلام اور مومنین تھی پس اس سے عبرت حاصل کرو۔

نمبر۴: فصاحت لفظیہ پر غور کرو تمام الفاظ فصیح،سہل الاستعمال تنافر سے دور، بشاعت سے دور،انتہائی لذیذ وشیریں،عمدہ چلاؤ پانی جیسا بہاؤ،شہد جیسی حلاوت،نسیم سحری جیسی رقت۔

اعجاز قرآنی: اسی لئے تو معاندین نے اس بات پر اتفاق کیا کہ اس جیسی آیات لانے سے طاقت بشر قاصر ہے۔قرآن مجید کی کیا عجیب شان ہے۔جب کوئی عالم اسکی کسی آیت میں غور کرے گا تو وہ ایسے بے شمار لطائف پائے گا۔جن کو شمار میں نہیں لایا جاسکتا۔ جو کچھ ہم نے لکھا وہ تو اس سے بہت کم ہے جو اس آیت میں لطائف ہیں یہ بحر ذخار ہے جس کی تہہ نہیں کلام الملوك، ملوك الكلام۔

بیٹے کے متعلق سوال:

۴۵: وَ نَادٰى نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ (نوح علیہ السلام نے پکارا اپنے رب کو اور کہا اے میرے رب) اس میں نوح علیہ السلام کی دعا و نداء کا ذکر فرمایا جو ان الفاظ سے تھی۔رب اے میرے رب اپنے اہل کے متعلق وعدہ پورا کرنے کا تقاضا ہے کہ آپ میرے اہل کو نجات دیں گے۔اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَهْلِیْ (بیشک میرا بیٹا میرے اہل میں سے ہے) یعنی اہل میں سے کیونکہ وہ آپ کا

صلبی بیٹا یا ربیب تھا۔ وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ (اور آپ کا وعدہ بلا شبہ سچا ہے) آپ جو وعدہ فرماتے ہیں وہ برحق وثابت ہے جس کے پورا ہونے میں کوئی شبہ نہیں، اور پورا کرنے میں اور آپ نے میرے اہل کو نجات دینے کا وعدہ فرمایا پس میرے بیٹے کا کیا معاملہ ہے؟ وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِيْنَ (حالانکہ آپ تو سب سے بڑے حاکم ہیں) آپ تمام حکام سے زیادہ علم والے اور زیادہ عدل والے ہیں۔ کیونکہ حاکم کو دوسرے حاکم پر علم وعدل ہی کی وجہ سے فضیلت حاصل ہوتی ہے۔ آج کے زمانہ میں بہت سے حکام اعلیٰ حکام کہلانے والے جہل وظلم کا مجسمہ ہیں اور احکم الحاکمین کا یہی معنی ہے۔ پس تم کو اس حال سے عبرت حاصل کرنی چاہئے اور آنسو بہانے چاہئیں۔

۴۶: قَالَ يٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ (فرمایا اے نوح وہ تیرے اہل میں سے نہیں ہے) پھر اہل میں نہ ہونے کی تعلیل بیان فرمائی۔ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ (اس کے عمل درست نہیں ہیں)

مَسْئَلَہ: اس میں اعلان کر دیا کہ قرابت دینی قرابت نسبی کو ڈھانپنے والی ہے۔ تیرا اہم نسب وہ جو تیرے دین میں متفق ہے۔ اگرچہ وہ حبشی اور تو قریشی اور جو تیرے دین پر نہ ہو۔ اگرچہ وہ تیرا قریبی رحم کا رشتہ دار ہو۔ وہ تجھ سے بہت ہی دور ہے۔ نمبر۱۔ اس آیت میں خود اس لڑکے کا عمل غیر صالح قرار دیا تا کہ مذمت میں مبالغہ ہو جائے۔ جیسا شاعر کا قول ہے۔

ع **فانما هی اقبال و ادبار**

کہ زمانہ تو دوران کا نام ہے۔

نمبر۲: تقدیر عبارت یہ ہو۔ **ذو عمل**۔ اس میں اشارہ کر دیا کہ تیرے اہل میں سے جن کو نجات دی گئی وہ ان کی صلاح وبھلائی کی وجہ سے دی گئی اس بناء پر نہیں کہ وہ تیرے رشتہ دار ہیں۔ اور اس وجہ سے جب اس میں صلاح نہیں پائی جاتی تو ابوت اس کے لئے چنداں نفع رساں نہیں۔

قراءت: عَمِلَ غَيْرَ صَالحٍ علی نے پڑھا ہے

شیخ ابومنصور رحمہ اللہ نے فرمایا، نوح علیہ السلام کے ہاں یہ بات تھی کہ وہ آپ کے دین پر ہے۔ کیونکہ وہ منافقت کرنے والا تھا۔ ورنہ نوح علیہ السلام سے سوال نجات کا احتمال بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ سوال کی ممانعت تو پہلے کی جا چکی تھی۔

منافقت کی وجہ سے اس کو اهل میں شمار کر کے نجات کا سوال کر دیا پس اس قسم کی ممانعت **و لا تخاطبنی فی الذین ظلموا انهم مغرقون** [هود: ۳۷] کے بعد آپ کا سوال اس کے اس ظاہر کے لحاظ سے تھا۔ جو آپ کو اس کے متعلق معلوم تھا۔ جیسا کہ بہت سے منافقین نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ظاہری موافقت کا اظہار کرتے رہے اور باطنی طور پر مخالفت کرتے رہے۔ اور آپ کو ان کے متعلق معلوم نہ ہوا یہاں تک اللہ تعالیٰ نے آپ کو مطلع کر دیا۔ اور ارشاد الٰہی لیس من اہلک کا مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں میں سے نہیں ہے جنکے متعلق نجات کا وعدہ کیا تھا اور وہ وہی لوگ ہیں جو ظاہر و باطن میں مؤمن ہیں۔

فَلَا تَسْئَلْنِ (پس تو مجھ سے سوال نہ کر) قراءت: کوفی نے فلاتَسْئَلْنِ یا کی بجائے کسرہ، بصری نے تسالْنِیْ پڑھا جبکہ مدنی نے تسالَنِیَ پڑھا۔ اور شامی نے تَسْاَءَ لَنَّ حذف یاء ونون تاکید کے ساتھ پڑھا مکی نے تَسْاَ لَنَّ پڑھا ہے۔ مَا

لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ (اس بات کا جس کا تجھے علم نہیں) اس کے متعلق سوال کے جواز کا۔ اِنِّیْٓ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ (بیشک میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ نادانوں میں سے مت ہو جاؤ) یہ اسی طرح ہے جیسا کہ ہمارے رسول ﷺ کو اس قول میں فرمایا فلا تکونن من الجاھلین [الانعام:۳۵]

استغفارِ نوح علیہ السلام:

۴۷: قَالَ رَبِّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُبِكَ اَنْ اَسْئَلَكَ مَا لَيْسَ لِیْ بِهٖ عِلْمٌ (کہا اے میرے رب بیشک میں وہ چیز جس کا مجھے علم نہ ہو اس کے متعلق سوال کرنے سے تیری پناہ مانگتا ہوں) یعنی کہ مستقبل میں میں وہ چیز طلب کروں جس کے صحیح ہونے کا مجھے علم نہیں تیرے ادب کا پاس کرتے ہوئے اور تیری نصیحت کو قبول کرتے ہوئے وَاِلَّا تَغْفِرْ لِیْ (اور اگر تو نے مجھے نہ بخشا) جو سبقت مجھ سے ہوگئی وَتَرْحَمْنِیْٓ (اور مجھ پر رحم نہ فرمایا) اس جیسی بات کی طرف لوٹنے سے بچا کر اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ (تو میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤنگا)

۴۸: قِيْلَ يٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا (اے نوح کشتی سے اترو ہماری طرف سے سلامتی لیکر) ہمارے تحفوں اور سلاموں کے ساتھ غرق سے سلامت رہنے کے سبب وَبَرَكٰتٍ عَلَيْكَ (اور برکات لیکر جو تم پر اتریں گی) برکات ان بھلائیوں کو کہا جاتا ہے جو بڑھنے والی ہوں ان کے حق میں وہ کثرت اولاد اور کثرت متبعین ۔ اللہ تعالیٰ نے اکثر انبیاء علیہم السلام کو ان کی نسل سے پیدا فرمایا اور دین کی تکمیل ان کی باقی نسل میں فرمائی۔ وَعَلٰٓی اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ (اور ان امتوں پر جو تمہارے ساتھ ہیں) من بیانیہ ہے امم سے وہ مراد ہیں جو ان کے ساتھ کشتی میں تھیں کیونکہ وہ جماعتیں تھیں۔ نمبر۲۔ ان کو امم اس لئے کہا گیا کیونکہ ساری امتیں ان سے پھوٹیں۔ نمبر۳۔ من ابتداء غایت کیلئے ہے یعنی ان امتوں پر جو ان لوگوں سے پیدا ہونگی جو تیرے ساتھ ہیں یہ آخری زمانہ تک امتیں ہیں اور یہ سب سے بہتر قول ہے۔ وَاُمَمٌ یہ مبتداء کی وجہ سے مرفوع ہے۔ سَنُمَتِّعُهُمْ (اور کچھ جماعتوں کو ہم دنیا میں فائدہ دیں گے) دنیا میں وسعت رزق اور زندگی کی سہولیات۔

نحو: یہ صفت ہے خبر محذوف ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے و ممن معك امم سنمتعهم حذف اسلئے کیا کیونکہ ممن معك اس پر دلالت کرتا ہے۔ ثُمَّ يَمَسُّهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ (پھر ان کو ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچے گا) یعنی آخرت میں مطلب یہ ہے کہ سلام ہماری طرف اور برکات تجھ پر اور ان مومنوں پر جو ان کی نسل سے ہونگے جو تمہارے ساتھ ہیں ان کی نسل میں کچھ جماعتیں دنیا میں نفع اٹھائیں گی پھر آگ کی طرف منتقل کر دی جائیں گی۔

حضرت نوح علیہ السلام ابوالانبیاء ہیں اور طوفان کے بعد والی ساری مخلوق ان کی نسل سے ہے۔ اور ان کی نسل سے ہے جو ان کے ساتھ کشتی میں تھے۔ محمد بن کعب کہتے ہیں۔ اس سلام میں قیامت تک آنے والا ہر مومن و مومنہ داخل ہے اور جو اس کے بعد تمتع دنیا اور عذاب آخرت ہے اس میں قیامت تک آنے والے کافر شامل و داخل ہیں۔

تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهَاۤ اِلَیْكَ ۚ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَاۤ اَنْتَ وَلَا

یہ قصہ غیب کی خبروں میں سے ہے۔ آپ کی طرف وحی بھیجتے ہیں۔ اس سے پہلے آپ ان کو نہیں جانتے تھے اور نہ

قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا ۛؕ فَاصْبِرْ ۛؕ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِیْنَ ۴۹ وَاِلٰی عَادٍ

آپ کی قوم مانتی تھی، سو آپ صبر کیجئے، بلاشبہ انجام کار متقیوں ہی کے لئے ہے۔ اور قوم عاد کی طرف

اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ اِنْ اَنْتُمْ

ہم نے انکے بھائی ہود کو بھیجا انھوں نے کہا کہ اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو اس کے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں تم صرف

اِلَّا مُفْتَرُوْنَ ۵۰ یٰقَوْمِ لَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا ؕ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی الَّذِیْ فَطَرَنِیْ ؕ

جھوٹ بولتے ہو، اے میری قوم میں تم سے اس پر کوئی مزدوری طلب نہیں کرتا۔ میرا اجر صرف اللہ پر ہے جس نے مجھے پیدا فرمایا

اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۵۱ وَیٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَیْهِ یُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْكُمْ

کیا تم سمجھ نہیں رکھتے، اور اے میری قوم تم اپنے رب سے مغفرت طلب کرو اور اس کے حضور میں توبہ کرو وہ تم پر خوب بارشیں

مِّدْرَارًا وَّیَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰی قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِیْنَ ۵۲ قَالُوْا یٰهُوْدُ

بھیج دے گا اور تمہیں جو قوت حاصل ہے اس سے زیادہ قوت عطا فرمائے گا اور تم مجرم بن کر روگردانی کرنے والے نہ بنو، وہ کہنے لگے کہ اے ہود

مَا جِئْتَنَا بِبَیِّنَةٍ وَّمَا نَحْنُ بِتَارِكِیْۤ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ لَكَ

تم ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں لائے اور ہم تمہارے کہنے کی وجہ سے اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے نہیں اور ہم تم پر ایمان

بِمُؤْمِنِیْنَ ۵۳ اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ ؕ قَالَ اِنِّیْۤ اُشْهِدُ اللّٰهَ

لانے والے نہیں، ہم تو یہی کہتے ہیں کہ ہمارے معبودوں میں سے کسی نے تمہیں کوئی خرابی پہنچا دی ہے۔ ہود نے کہا کہ بیشک میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں

وَاشْهَدُوْۤا اَنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ۵۴ مِنْ دُوْنِهٖ فَكِیْدُوْنِیْ جَمِیْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ ۵۵

اور تم گواہ ہو جاؤ کہ بیشک میں ان چیزوں سے بری ہوں جنہیں تم اللہ کے علاوہ شریک قرار دیتے ہو، سو تم سب مل کر میرے بارے میں تدبیریں کرلو پھر مجھے مہلت نہ دو

قصہ نوح علیہ السلام من جملہ اخبارِ غیب سے ہے:

۴۹: تِلْكَ (یہ) مقصد نوح علیہ السلام کی طرف اشارہ ہے۔ یہ ابتداء کی وجہ سے مرفوع ہے اور وہ جملے جو اس کے بعد ہیں۔ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهَاۤ اِلَیْكَ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَاۤ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ (غیب کی خبریں ہیں جو ہم وحی کر رہے ہیں آپ کی طرف۔

نہ آپ ان کو جانتے تھے اور نہ ہی آپ کی قوم) خبریں یعنی یہ قصہ غیب کے خبروں میں سے کچھ ہے جو آپ کی طرف وحی کیا گیا۔ تمہیں معلوم نہ تھا اور نہ ہی تیری قوم کو۔مِنْ قَبْلِ هٰذَا (اس سے پہلے)اس وقت سے پہلے یا میرے وحی بھیجنے سے پہلے اور اسکی اطلاع دینے سے پہلے فَاصْبِرْ (پس تم صبر کرو) تبلیغ رسالت کے سلسلہ میں ان ایذاؤں پر جو آپ کو آپ کی قوم کی طرف سے آتی ہیں۔جیسا کہ نوح علیہ السلام نے صبر کیا۔اور مکذبین کے متعلق اسی طرح کے انجام کی توقع رکھو جو قوم نوح کے ساتھ پیش آیا۔ اور اپنے متعلق اسی طرح کے نتیجہ کی جو نوح علیہ السلام کے سامنے آیا۔اِنَّ الْعَاقِبَةَ (بیشک انجام) کامیابی ونصرت وغلبہ میں۔لِلْمُتَّقِيْنَ (متقین کیلئے ہے) جو شرک سے بچنے والے ہیں۔

قوم عاد اور ہود علیہ السلام:

۵۰: وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا (اور قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ہود (علیہ السلام) کو بھیجا) اخاهم سے مراد ان کی قوم میں سے ایک۔

نحو: اخاهم کا نصب ارسلنا نوحًا پر عطف کی وجہ سے ہے۔تقدیر عبارت یہ ہے وارسلنا الی عاد اخاهم هودًا یہ عطف بیان ہے اخاهم کا قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ (کہا اے میری قوم تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو) اس کو اکیلا مانو۔مَالَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ (تمہارے لئے اس کے سواء کوئی معبود نہیں)

قراءت: نافع نے مرفوع پڑھا جار ومجرور کے محل پر عطف قرار دیکر۔مگر علی نے لفظ کے لحاظ سے مکسور غَيْرِهٖ پڑھا۔اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَ (تم توافتراء کرنے والے ہو) تم اللہ تعالیٰ پر افتراء کرتے ہو اس طرح کہ تم نے اوثان کو اس کا شریک بنالیا۔

۵۱: يٰقَوْمِ لَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ؕ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى الَّذِيْ فَطَرَنِيْ (اے میری قوم میں اس پر تم سے اجر نہیں مانگتا میری مزدوری تو اس اللہ پر ہے جس نے مجھے پیدا کیا) جتنے بھی انبیاء علیہم السلام گزرے تمام کو ان کی قوموں نے اسی قسم کی بات کہی۔کیونکہ وہ نصیحت کرنے آئے تھے۔نصیحت مخلصانہ وہی کرسکتا ہے جو مطامع کو مٹانیوالا ہو۔اور جب تک ان میں سے کسی چیز کی طمع رکھتا ہے کامیابی نہیں ہوتی۔اور نہ فائدہ حاصل ہوتا ہے۔اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (کیا تم سمجھتے نہیں ہو) جبکہ تم اس شخص کی نصیحت مسترد کر رہے ہو جو اس پر تم سے کسی بدلے کا طالب نہیں وہ تو صرف خدائے ذوالجلال سے بدلہ چاہنے والا ہے۔اور وہ بدلہ ثواب آخرت ہی ہے۔اور تہمت کو دور کرنے کیلئے اس سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ہے۔

برکاتِ استغفار:

۵۲: وَيٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ (اے میری قوم تم اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو) اس پر ایمان لاؤ۔ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَيْهِ (پھر اسکی بارگاہ میں توبہ کرو) غیر اللہ کی عبادت سے يُرْسِلِ السَّمَآءَ (وہ آسمان کو مقرر کردے گا) بارش کیلئے عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا (تم پر مسلسل) یہ مدرارًا حال ہے اس حال میں کہ وہ کثرت سے کوٹنے والی ہو۔وَيَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ (وہ تمہاری قوت میں مزید ترقی دے گا) انہوں نے کثرت امطار سے ان کو ایمان کی طرف مائل کرنا چاہا۔اور اس طرح اضافی قوت سے بھی کیونکہ ان لوگوں کو اپنے کھیتوں اور باغات کیلئے پانی کی سخت ضرورت تھی۔ان کو اپنی قوت وزور پر ناز تھا۔

نمبر۲۔دوسرا قول یہ ہے کہ قوت سے مال مراد ہے۔یا نکاح کی قوت نمبر۳۔ان سے بارش تین سال سے رکی ہوئی تھی اور عورتیں بانجھ پن کا شکار ہو چکی تھیں پس ہود علیہ السلام نے ان سے بارش اور اولاد کا وعدہ استغفار کی شرط پر فرمایا۔

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاں گئے جب وہ وہاں سے نکلے تو ان کو بعض حاجیوں نے کہا کہ میں مالدار ہوں مگر اولاد نہیں، مجھے کوئی چیز بتلا دیں شاید اللہ تعالیٰ مجھے بیٹا دے دیں۔اس پر حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا استغفار کو لازم پکڑو۔ چنانچہ وہ کثرت سے استغفار کرنے لگا۔ یہاں تک کہ ایک دن میں سات سات سو مرتبہ وہ استغفار کر ڈالتا۔اللہ تعالیٰ نے اس کو دس بیٹے عنایت فرمائے۔حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ بات پہنچی تو انہوں نے کہا تو نے ان سے دریافت کیوں نہ کرلیا۔جنہوں نے یہ بتلایا؟ حضرت حسن رضی اللہ عنہ دوسری مرتبہ تشریف لائے تو اس آدمی نے سوال کیا۔اس پر آپ نے فرمایا کیا تم نے ہود علیہ السلام کا قول نہیں سنا **ویزدکم قوۃ الی قوتکم** اور نوح علیہ السلام کا قول و **یمددکم باموال و بنین** [نوح:۱۲] وَلَاتَتَوَلَّوْا (اور تم منہ نہ موڑو) اعراض نہ کرو اس سے جس کی طرف میں بلاتا ہوں مُجْرِمِیْنَ (مجرم بنکر) اپنے جرائم اور گناہوں پر اصرار کرنیوالے نہ بنو۔

۵۳: **قَالُوْا یٰھُوْدُمَا جِئْتَنَا بِبَیِّنَۃٍ** (انہوں نے کہا اے ہود تو ہمارے لئے کوئی دلیل لیکر نہیں آیا) یہ کذب وجحود کی وجہ سے انہوں نے کہا جیسا کہ قریش مکہ نے رسول اللہ ﷺ کو کہا اور **لولا انزل علیہ ایۃ من ربہ**[الرعد:۷] ان آیات کو فوت کرنے کی وجہ سے (جو ہم مطالبہ کرتے ہیں) **وَّمَانَحْنُ بِتَارِکِیْ اٰلِھَتِنَا عَنْ قَوْلِکَ** (ہم تیری بات سے اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے نہیں ہیں) یہ تارکی **الھتنا** کی ضمیر سے حال ہے۔گویا تقدیر عبارت یہ ہے **وما نترک الھتنا صادرین عن قولک**۔ ہم اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے نہیں اس حال میں کہ تیری بات سے واپس لوٹنے والے ہیں۔**وَمَا نَحْنُ لَکَ بِمُؤْمِنِیْنَ** (اور نہ ہی ہم تجھ پر ایمان لانے والے ہیں) ہمارے لئے یہ درست نہیں کہ تیرے جیسے آدمی کی تصدیق کریں اس بات میں جس کی طرف وہ دعوت دیتا ہے۔اس سے مقصود آپ کو ایمان سے ناامید کرنا ہے۔

۵۴: **اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰکَ بَعْضُ اٰلِھَتِنَابِسُوْٓءٍ** (ہم تو یہی کہتے ہیں کہ تمہیں ہمارے بعض معبودوں کی مار پڑی ہے) اِنْ حرف نفی ہے ایک بات کے سواء ہر بات کی نفی کی اور وہ **اعتراک** پہنچ جانا **بعض الھتنا بسوء** سوء سے جنون و بدحواسی مراد ہے تقدیر عبارت یہ ہے۔**مانقول قولا الا ھذہ المقالۃ**۔ ہم تو صرف یہ بات کہتے ہیں کہ ہمارے معبودوں نے تمہیں برائی سے چھولیا ہے۔**قَالَ اِنِّیْٓ اُشْھِدُ اللّٰہَ وَاشْھَدُوْٓا اَنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِکُوْنَ** (کہا بیشک میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتا ہوں اور تم بھی گواہ ہو جاؤ کہ میں ان سے بیزار ہوں جن کو تم شریک ٹھہراتے ہو)

۵۵: **مِنْ دُوْنِہٖ** (اس کے سواء) تمہارے اس کے ساتھ الٰہ کو شریک ٹھہرانے سے۔مطلب یہ ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں تمہارے معبودوں سے جن کو تم شریک ٹھہراتے ہو بری ہوں اور تم گواہ ہو جاؤ کہ میں اس سے بری ہوں اور شہادت کو لفظ امر سے ذکر کیا جس طرح وہ آدمی کہتا ہے جنکے درمیان ناراضگی ہو جائے۔ مجھے تم سے محبت نہیں اسکی تذلیل اور شرمندہ کرنے کیلئے۔

اِنِّیْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّیْ وَرَبِّكُمْ ؕ مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِیَتِهَا ؕ اِنَّ رَبِّیْ

بیشک میں نے اللہ پر بھروسہ کیا جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں ہے جس کی پیشانی اسکی گرفت میں نہ ہو، بیشک میرا رب

عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۵۶﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ مَّاۤ اُرْسِلْتُ بِهٖۤ اِلَیْكُمْ ؕ وَیَسْتَخْلِفُ

صراط مستقیم پر ہے، سو اگر تم روگردانی کرو تو میں سب کچھ پہنچا چکا ہوں جو پیغام دے کر مجھے تمہاری طرف بھیجا گیا ہے اور میرا رب تمہارے سوا

رَبِّیْ قَوْمًا غَیْرَكُمْ ۚ وَلَا تَضُرُّوْنَهٗ شَیْئًا ؕ اِنَّ رَبِّیْ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ حَفِیْظٌ ﴿۵۷﴾ وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا

کسی دوسری قوم کو تمہارے قائم مقام کر دے گا، اور تم اسے کچھ بھی ضرر نہ پہنچا سکو گے، بیشک میرا رب ہر چیز پر نگہبان ہے اور جب ہمارا حکم آ پہنچا

نَجَّیْنَا هُوْدًا وَّالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا ۚ وَنَجَّیْنٰهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِیْظٍ ﴿۵۸﴾ وَتِلْكَ

تو ہم نے اپنی رحمت سے ہود کو اور ان لوگوں کو نجات دے دی جو ایمان لا کر ان کے ساتھ تھے اور ہم نے انہیں سخت عذاب سے نجات دے دی اور یہ تھے

عَادٌ ۟ۙ جَحَدُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ وَعَصَوْا رُسُلَهٗ وَاتَّبَعُوْۤا اَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِیْدٍ ﴿۵۹﴾ وَاُتْبِعُوْا فِیْ

قوم عاد کے لوگ جنھوں نے اپنے رب کی آیات کا انکار کیا اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کی اور ہر سرکش ضدی کی بات کا اتباع کیا اس دنیا میں ان کے

هٰذِهِ الدُّنْیَا لَعْنَةً وَّیَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ عَادًا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُوْدٍ ﴿۶۰﴾ ع ۵

پیچھے لعنت لگا دی گئی اور قیامت کے دن بھی، خبردار بلاشبہ قوم عاد نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا خبردار عاد کے لئے دوری ہے جو ہود کی قوم ہے۔

قوم کو چیلنج:

فَكِیْدُوْنِیْ جَمِیْعًا (پس تم تمام میرے خلاف تدبیر کرلو) تم اور تمہارے معبود ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ (پھر تم مجھے مہلت بھی نہ دو) نہ مہلت دو۔ مجھے تمہاری اور تمہاری تدبیر کی کوئی پرواہ نہیں اور نہ ہی تمہارے چڑھ دوڑنے کا خطرہ ہے خواہ تم میرے خلاف ایک دوسرے سے تعاون کرو۔ تمہارے معبود مجھے کیسے نقصان دے سکتے ہیں۔ جبکہ وہ جماد ہیں نہ نقصان دے سکتے ہیں نہ نفع اور کس طرح وہ مجھ سے انتقام لے سکتے ہیں جبکہ میں ان کے متعلق یہ باتیں مخالفت میں کہہ رہا ہوں اور ان کی عبادت سے ہٹا اور رکا ہوا ہوں کہ وہ مجھے انتقاماً پاگل کر دیں۔ یا عقل دور کر دیں۔

۵۶: اِنِّیْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّیْ وَرَبِّكُمْ مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِیَتِهَا (بیشک میں نے اللہ تعالیٰ پر توکل کیا جو میرا اور تمہارا رب ہے کوئی جاندار ایسا نہیں مگر وہ اسکی پیشانی کے بالوں سے پکڑنے والا ہے) اس کا مالک ہے جب ہود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ پر اپنے توکل اور اسکی حفاظت پر یقین اور ان کے مکر سے حفاظت کا ذکر کیا تو اللہ تعالیٰ کی ایسی صفات کا ذکر لائے جو اسکی

ذات پر توکل کو لازم کرتا ہے جیسے اسکی ربوبیت جو اس پر اور ان کو شامل ہے اور ہر جاندار پر اسکا قبضہ اور ملک اور اسکی قوت قاہرہ اور سلطانی کے سامنے ہر ایک کی مغلوبیت الاخذ بالناصیۃ یہ درحقیقت ایک تمثیل ہے۔اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (بیشک میرا رب سیدھی راہ پر ہے) میرا رب حق پر ہے اس سے عدول نہیں کرتا۔یا میرا رب صراط مستقیم کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔

۵۷: فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ مَّآ اُرْسِلْتُ بِهٖٓ اِلَيْكُمْ (اگر تم منہ پھیرو تو وہ پیغام پہنچا چکا جو میں تمہاری طرف دیکر بھیجا گیا ہوں) وہ اس حیثیت میں ہے کہ جس سے تم پر حجت قائم ہوگئی وَيَسْتَخْلِفُ رَبِّیْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ (اور میرا رب تمہارے علاوہ دوسری قوم کو تمہارا نائب بنائے گا) یہ جملہ مستانفہ ہے یعنی وہ اللہ تعالیٰ تمہیں ہلاک کردے گا اور دوسری قوم کو لے آئے گا جو تمہارے شہروں میں تمہاری جگہ ہونگے اور تمہارے اموال میں بھی۔وَلَا تَضُرُّوْنَهٗ (تم اس کو نقصان نہ پہنچا سکو گے) تمہارے اعراض کردینے کی وجہ سے شَيْئًا (ذرہ بھر) بالکل ذرا سا نقصان اس لئے کہ مضار اس کو پہنچایا جا ہی نہیں سکتا۔بلکہ تم اپنے آپ کو نقصان پہنچاؤ گے۔

اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ حَفِيْظٌ (بیشک میرا رب ہر چیز پر نگہبان ہے) رقیب و نگہبان ہے۔تمہارے اعمال اس سے مخفی نہیں رہ سکتے اور وہ تمہارے مؤاخذہ سے بے خبر نہیں۔یا جو ذات تمام چیزوں پر نگران ہو وہ ان کا محافظ ہوتا ہے اور تمام چیزیں نقصان سے بچنے کیلئے اسکی حفاظت کی محتاج ہوتی ہیں تم جیسے ایسی ذات کو نقصان نہیں پہنچا سکتے۔

عذاب کی آمد اور ایمان والوں کی نجات:

۵۸: وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا هُوْدًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ (جب ہمارا عذاب والا حکم آگیا تو ہم نے ہود (علیہ السلام) اور وہ لوگ جو ان پر ایمان لائے تھے نجات دی) ان کی تعداد چار ہزار تھی۔بِرَحْمَةٍ مِّنَّا (اپنی مہربانی سے) نہ کہ ان کے علم کے سبب یا نمبر۲۔ایمان کے ذریعہ ہم نے ان پر انعام کیا وَنَجَّيْنٰهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ (ہم نے ان کو سخت عذاب سے نجات دی) نجینا کو دوبارہ تاکید کیلئے لائے۔نمبر۲۔آخرت کے عذاب سے اور آخرت کے عذاب سے زیادہ کوئی عذاب سخت نہیں۔

۵۹: وَتِلْكَ عَادٌ (یہ قوم عاد) ان کی قبور و آثار کی طرف اشارہ فرمایا گویا کہنے والا کہہ رہا ہے تم زمین میں چلو اور ان کی طرف عبرت کی نگاہ سے دیکھو۔پھر ان کے حالات کے بیان کو دھرایا اور فرمایا جَحَدُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَعَصَوْا رُسُلَهٗ (انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کی) کیونکہ جب انہوں نے اپنی طرف مبعوث رسول کی نافرمانی کی تو گویا تمام رسل اللہ کی نافرمانی کردی۔ارشاد الٰہی ہے لانفرق بین احد من رسلہ [البقرہ:۲۸۵] وَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ (ہر ظالم ہر سرکش کے حکم کی اتباع کی) مراد اس سے روٴساء اور تکذیب رسل کی طرف بلانے والے داعی ہیں کیونکہ یہی لوگ تو لوگوں کو مختلف کاموں پر ظلم سے مجبور کرتے اور اپنے رب سے عناد رکھتے ہیں۔اتباع امر سے ان کی اطاعت مراد ہے۔

۶۰: وَاُتْبِعُوْا فِیْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ (اور ان کے پیچھے اس دنیا کی زندگی میں لعنت اور قیامت کے دن لعنت لگادی گئی) جب وہ رسولوں کے علاوہ دوسروں کی اطاعت کرنے والے تھے تو لعنت کو دونوں جہانوں میں ان کا تابع بنا دیا۔اَلَآ

اِنَّ عَادًا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ (خبردار عاد نے اپنے رب کا انکار کیا خبردار دوری ہو قوم عاد کیلئے) اَلَا کو دو مرتبہ لائے تاکہ ان کے معاملے کی خوفناکی ظاہر ہو نیز ان کے کفر کا اعلان اور ان کے متعلق بددعا۔ ان سے عبرت حاصل کرنے پر آمادہ کیا گیا اور ان کی حالت سے بچنے پر آمادہ کیا گیا۔ ہلاکت کے بعد ان کی دوری کی بددعا کی گئی حالانکہ یہ تو دعائے ہلاکت ہے۔ اس پر دلالت یہ ہے کہ وہ اس کے مستحق واہل تھے۔

قَوْمِ هُوْدٍ (ہود کی قوم) یہ عاد کا عطف بیان ہے۔ اس میں ایک اور فائدہ پیش نظر ہے کیونکہ قوم عاد دو ہیں۔ عاد اولی۔ قدیم عاد یہ حضرت ہود علیہ السلام کی قوم ہے۔ اور یہ انہی کا واقعہ ہے۔ نمبر۲ عاد ارم اس کو عاد ثانیہ کہتے ہیں۔ آئندہ آیات انہی کے واقعہ سے متعلق ہیں)۔

وَإِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا ۚ قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۖ هُوَ

اور ہم نے قوم ثمود کی طرف انکے بھائی صالح کو بھیجا، انھوں نے کہا اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں، اس نے

أَنشَأَكُم مِّنَ الْأَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيهَا فَاسْتَغْفِرُوهُ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ ۚ إِنَّ رَبِّي

تمہیں زمین سے پیدا فرمایا اور تمہیں اس میں آباد فرمایا سو تم اس سے مغفرت طلب کرو پھر اس کے حضور میں توبہ کرو۔ بیشک میرا رب

قَرِيبٌ مُّجِيبٌ ﴿٦١﴾ قَالُوا يَا صَالِحُ قَدْ كُنتَ فِينَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هَٰذَا ۖ أَتَنْهَانَا أَن نَّعْبُدَ مَا يَعْبُدُ

قریب ہے قبول کرنے والا ہے۔ وہ کہنے لگے کہ اے صالح اس سے پہلے تو ہمیں تم سے بڑی امیدیں وابستہ تھیں کیا تم ہمیں ان چیزوں کی عبادت کرنے سے روکتے ہو جن کی عبادت

آبَاؤُنَا وَإِنَّنَا لَفِي شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُونَا إِلَيْهِ مُرِيبٍ ﴿٦٢﴾ قَالَ يَا قَوْمِ أَرَأَيْتُمْ إِن كُنتُ عَلَىٰ

ہمارے باپ دادا کیا کرتے تھے اور بلاشبہ ہم اس بات کے بارے میں شک میں پڑے ہوئے ہیں جس کی تم ہمیں دعوت دیتے ہو یہ شک تردد میں ڈالنے والا ہے صالح نے کہا کہ اے میری قوم بتاؤ

بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّي وَآتَانِي مِنْهُ رَحْمَةً فَمَن يَنصُرُنِي مِنَ اللَّهِ إِنْ عَصَيْتُهُ ۖ فَمَا

اگر میں اپنے رب کی طرف سے دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنی طرف سے رحمت عطا فرمائی ہے، پھر وہ کون ہے جو مجھے اللہ سے بچالے گا اگر میں اسکی نافرمانی کروں؟ سو تم

تَزِيدُونَنِي غَيْرَ تَخْسِيرٍ ﴿٦٣﴾ وَيَا قَوْمِ هَٰذِهِ نَاقَةُ اللَّهِ لَكُمْ آيَةً فَذَرُوهَا تَأْكُلْ فِي أَرْضِ

میرے لئے نقصان ہی کو بڑھا رہے ہو اور اے میری قوم یہ اللہ کی اونٹنی ہے یہ بطور نشانی کے ہے سو تم اسے چھوڑے رکھو اللہ کی زمین میں کھاتی

اللَّهِ وَلَا تَمَسُّوهَا بِسُوءٍ فَيَأْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيبٌ ﴿٦٤﴾ فَعَقَرُوهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوا فِي

پھرے اور اسے برائی کے ساتھ ہاتھ نہ لگانا پھر تمہیں جلد آنے والا عذاب پکڑ لے گا۔ سو انھوں نے اس کو مار ڈالا، اس پر صالحؑ نے کہا کہ تم تین دن اپنے

دَارِكُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ ۖ ذَٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوبٍ ﴿٦٥﴾ فَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا نَجَّيْنَا صَالِحًا وَالَّذِينَ

گھروں میں بسر کرلو یہ ایسا وعدہ ہے جو جھوٹا ہونے والا نہیں ہے پھر جب ہمارا حکم آپہنچا تو ہم نے صالح کو اور ان لوگوں کو جو ان کے ساتھ اہل ایمان تھے

آمَنُوا مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَمِنْ خِزْيِ يَوْمِئِذٍ ۗ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيزُ ﴿٦٦﴾ وَأَخَذَ

اپنی رحمت سے نجات دے دی اور اس دن کی رسوائی سے نجات دی، بیشک تیرا رب قوت والا ہے اور زبردست ہے اور جن لوگوں نے

الَّذِينَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَأَصْبَحُوا فِي دِيَارِهِمْ جَاثِمِينَ ﴿٦٧﴾ كَأَن لَّمْ يَغْنَوْا فِيهَا ۗ أَلَا إِنَّ

ظلم کیا انہیں چیخ نے پکڑ لیا۔ سو وہ اپنے گھروں میں اوندھے منہ پڑے ہوئے رہ گئے جیسا کہ ان گھروں میں کبھی بسے ہی نہ تھے، خبردار

ثَمُودَ كَفَرُوا رَبَّهُمْ ۗ أَلَا بُعْدًا لِّثَمُودَ ﴿٦٨﴾

قوم ثمود نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا خبردار دوری ہے ثمود کے لئے۔

قوم ثمود اور صالح علیہ السلام:

۶۱ : وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاھُمْ صٰلِحًا قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُ وا اللّٰہَ مَالَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ ھُوَاَنْشَاَکُمْ مِّنَ الْاَرْضِ (اور ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح علیہ السلام کو بھیجا انہوں نے کہا اے میری قوم تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو تمہارے لئے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اس نے تمہیں زمین سے پیدا کیا) نہیں پیدا کیا اس زمین سے مگر اسی نے اَنْشَاَ سے مراد آدم علیہ السلام کی مٹی سے تخلیق کی طرف اشارہ ہے۔ پھر آدم علیہ السلام کی نسل سے ان کو پیدا کیا۔ وَاسْتَعْمَرَ کُمْ فِیْھَا (اور تمہیں زمین میں آباد کیا) یعنی زمین کو آباد کرنے والا بنایا۔ اور تمہارے ذریعہ اس کو آباد کروایا۔ یا نمبر۲۔ استعمر یہ عمر سے لیا گیا تمہیں طویل عمریں عنایت کیں۔ ان کی عمر تین سو سے ایک ہزار سال تک ہوتی تھی وہ فارس کے بادشاہ تھے انہوں نے بہت نہریں نکالیں درخت بوئے اور طویل عمریں گزاریں مگر اس کے ساتھ ساتھ ان میں ظلم پایا جاتا تھا۔ ان کے زمانہ کے ایک پیغمبر (علیہ السلام) نے ان کی تعمیر کی وجہ دریافت کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی کہ انہوں نے میرے ملکوں کو آباد کیا پس میرے بندے اسمیں زندگی گزار رہے ہیں۔ فَاسْتَغْفِرُوْہُ (پس اسی ہی سے معافی طلب کرو) ایمان لا کر اسکی بخشش طلب کرو ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَیْہِ اِنَّ رَبِّیْ قَرِیْبٌ (پھر اسکی طرف رجوع کرو بیشک میرا رب قریب ہے) قریب رحمت والا ہے۔ مُّجِیْبٌ (جواب دینے والا ہے) جو اس کو پکارے۔

۶۲ : قَالُوْا یٰصٰلِحُ قَدْ کُنْتَ فِیْنَا (کہنے لگے اے صالح تو ہم میں ہونہار معلوم ہوتا تھا) ہمارے درمیان مَرْجُوًّا قَبْلَ ھٰذَآ (تم پر امیدیں تھیں) نمبر۱۔ سرداری اور معاملات میں مشورہ کی یا نمبر۲۔ ہم امید کرتے تھے کہ تو ہمارے دین میں داخل ہو جائے گا اور اس میں ہماری موافقت کرے گا۔

اَتَنْھٰنَآ اَنْ نَّعْبُدَ مَایَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا (کیا تم منع کرتے ہو ان معبودوں کی پوجا سے جنکی پوجا ہمارے آباؤ اجداد کرتے تھے) یہ ماضی کی حکایت حال ہے۔ وَاِنَّنَا لَفِیْ شَکٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَیْہِ (اور ہمیں قطعی طور پر شک ہے اسمیں جس کی طرف تم ہمیں دعوت دیتے ہو) یعنی توحید باری تعالیٰ مُرِیْبٍ (تردد میں ڈالنے والا) اشتباہ میں ڈالنے والا یہ ارابہ سے لیا گیا جس کا معنی شک میں مبتلا کرنا ہے۔ ریب اضطراب نفس کو کہتے ہیں جس میں طمانیت اٹھ جائے۔

۶۳ : قَالَ یٰقَوْمِ اَرَءَ یْتُمْ اِنْ کُنْتُ عَلٰی بَیِّنَۃٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَاٰتٰنِیْ مِنْہُ رَحْمَۃً (آپ نے فرمایا اے میری قوم اگر میں اپنے رب کی طرف سے دلائل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنی خاص رحمت سے نوازا ہے) رحمت سے یہاں نبوت مراد ہے۔ اِن جو شک کا لفظ ہے اس سے ذکر کیا حالانکہ یقینی طور پر وہ دلیل پر تھے۔

جواب : آپ شدید منکرین کو خطاب فرماتے ہیں گویا اس طرح فرمایا فرض کرو کہ میں اپنے رب کی طرف سے دلیل پر ہوں اور واقعتاً میں نبی برحق ہوں تو غور کرو اگر اس صورت میں میں تمہاری اتباع کروں اور اپنے رب کے حکموں کی نافرمانی کروں تو فَمَنْ یَّنْصُرُنِیْ مِنَ اللّٰہِ (تو کون میری مدد کرے گا اللہ تعالیٰ کے عذاب سے) پھر مجھے کون بچائے گا اِنْ عَصَیْتُہٗ (اگر میں اسکی نافرمانی کروں) تبلیغ رسالت کے سلسلہ میں اور بتوں کی عبادت سے تمہیں منع کرنے میں) فَمَا تَزِیْدُ وْنَنِیْ (پس تم نہیں بڑھاؤ گے) اپنی اس بات سے کہ اتنھانا ان نعبدما یعبد اٰباؤنا۔ غَیْرَ تَخْسِیْرٍ (سوائے نقصان کے اور کوئی چیز) کہ میری

نسبت خسارے کی طرف کرر ہے ہو، یا میں تمہاری نسبت خسارے کی طرف کروں۔

اونٹنی کا معجزہ:

۶۴: وَيٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً (اے میری قوم یہ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی ہے جو تمہارے لئے ایک معجزہ ہے)

نحو: اٰيَةً یہ حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اسمیں معنی فعل عامل ہے اسم اشارہ اس پر دلالت کررہا ہے۔ لکم یہ آیۃً حال مقدم کے متعلق ہے اگر اسکو مؤخر کردیتے تو صفت بن جاتا جب مقدم کیا تو حال کی وجہ سے منصوب ہوگیا۔ فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ (اس کو چھوڑ دو (گھومتی پھرتی) اللہ تعالیٰ کی زمین میں چرتی پھرے) تمہارے ذمہ اس کے لئے چارہ نہیں۔ اس کے باوجود کہ تمہارا اس میں فائدہ ہے۔ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ (اسکو برائی سے ہاتھ مت لگاؤ) ذبح کرنا یا کونچیں کاٹنا فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيْبٌ (تمہیں قریبی عذاب آئے گا) قریب کا معنی جلد ملنے والا۔

۶۵: فَعَقَرُوْهَا (پس انہوں نے اس کی کونچیں کاٹ دیں) بدھ کے دن فَقَالَ (پس صالح علیہ السلام نے کہا) تَمَتَّعُوْا (زندگی سے نفع اٹھاؤ) فِيْ دَارِكُمْ (اپنے گھروں میں) شہروں میں بلاد کو دیار فرمایا کیونکہ اسی میں گھوما آیا جایا جاتا ہے یعنی اپنی مرضی سے تصرف کیا جاتا ہے۔ یا دنیا کے گھروں میں ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ (تین دن) پھر تمہیں ہلاک کر دیا جائے گا پس وہ ہفتے والے دن ہلاک ہوئے۔ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ (یہ ایسا وعدہ ہے جسمیں جھوٹ نہیں) اسمیں جھوٹ نہیں حرف کو حذف کر کے ظرف میں وسعت پیدا کر دی اور مفعول بہ کے قائم مقام لائے یا وعدہ جھوٹ بولنا نہیں اس طرح کہ مکذوب مصدر ہے جیسا معقول۔

۶۶: فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا (جب ہمارا حکم آیا) عذاب والا یا ہمارا عذاب آیا نَجَّيْنَا صٰلِحًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا (ہم نے بچایا صالح (علیہ السلام) اور ان لوگوں کو جوان پر ایمان لائے اپنی مہربانی سے) شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا یہ آیت دلالت کر رہی ہے کہ جن کو نجات ملی وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ملی نہ کہ اپنے عمل سے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لا یدخل احد الجنۃ الا برحمۃ اللّٰہ۔ کوئی آدمی جنت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بغیر داخل نہ ہوگا۔ وَمِنْ خِزْيِ يَوْمِئِذٍ (اور اس دن کی رسوائی سے) اس رسوائی کی نسبت یوم کی طرف کی اور یوم اضافت سے مجرور ہے)

قراءت: مدنی وعلی نے یوم کو فتحہ سے پڑھا ہے۔ کیونکہ یہ اذ کی طرف مضاف ہے اور وہ مبنی ہے ظرف زمان کی اضافت جب اسمائے مبہمہ کی طرف اور افعال ماضیہ کی طرف کر دی جائے تو مبنی بن جاتے ہیں اور مضاف الیہ سے بناء حاصل کر لیتے ہیں۔ جیسا نابغہ کا شعر، علی حین عاتبت المشیب علی الصبا واؤ عاطفہ ہے اور تقدیر عبارت یہ ہے ونجیناہ من خزی یومئذ یعنی ذلت ورسوائی سے بچالیا اور اس سے بڑی رسوائی اور کیا ہوگی کہ غضب الٰہی کا شکار بن جائے اور انتقام خداوندی کا نشانہ بنے۔ يَوْمِئِذٍ سے قیامت کا دن بھی مراد ہوسکتا ہے جیسا کہ عذاب غلیظ کی تفسیر عذاب آخرت سے کی گئی اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ (بیشک آپ کا رب ہی طاقت ور ہے) اپنے اولیاء کو نجات دینے کی قدرت رکھتا ہے۔ الْعَزِيْزُ (زبردست ہے) اپنے دشمنوں کو ہلاک کرنے میں غلبہ پانے والا ہے۔

قوم ثمود کی چیخ سے ہلاکت:

۶۷: وَاَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ (اور ظالموں کو چیخ نے آلیا) جبرئیل علیہ السلام کی چیخ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ (وہ صبح کے وقت اپنے گھروں میں) اپنے منازل میں ہی جٰثِمِيْنَ (اوندھے منہ) مردہ ہوگئے مرے کے مرے رہ گئے۔

۶۸: كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا (گویا گھروں میں رہتے ہی نہ تھے) ان میں اقامت ہی اختیار نہ کی۔ اَلَآ اِنَّ ثَمُوْدَاۡ كَفَرُوْا رَبَّهُمْ (خبردار! قوم ثمود نے اپنے رب کی نافرمانی اختیار کی)

قراءت: حمزہ حفص نے ثمود بغیر الف پڑھا ہے۔ اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ (خوب سن لو قوم ثمود کیلئے دوری ہے)۔

قراءت: علی نے لثمودٍ پڑھا ہے۔ ثمود کو منصرف قبیلہ کی طرف نسبت کرنے یا بڑے جد کی طرف نسبت سے پڑھا گیا ہے اور غیر منصرف خاندان کی نسبت ماننے کی وجہ سے ہے۔

وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ

اور ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے ابراہیم کے پاس بشارت لے کر آئے، انھوں نے سلام کے الفاظ بولے، ابراہیم نے سلام کا جواب دیا پھر دیر نہ لگائی کہ ایک

بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ ﴿۶۹﴾ فَلَمَّا رَاٰۤ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ؕ قَالُوْا

تلا ہوا بچھڑا لے آئے۔ سو جب ابراہیم نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ اسکی طرف نہیں پہنچ رہے ہیں تو ان کی طرف سے خوفزدہ ہو گئے انھوں نے کہا

لَا تَخَفْ اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ ؕ ﴿۷۰﴾ وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ

آپ ڈریں نہیں بیشک ہم قوم لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں اور انکی بیوی کھڑی ہوئی تھی سو وہ ہنس پڑی سو ہم نے اسے اسحاق کی

وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ﴿۷۱﴾ قَالَتْ يٰوَيْلَتٰۤى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِىْ

اور اسحاق کے پیچھے یعقوب کے پیدا ہونے کی خوشخبری سنائی وہ کہنے لگی ہائے خاک پڑے، میں بچہ جنوں گی حالانکہ میں بڑھیا ہوں، اور یہ میرے شوہر

شَيْخًا ؕ اِنَّ هٰذَا لَشَىْءٌ عَجِيْبٌ ﴿۷۲﴾ قَالُوْۤا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ

بڑے میاں ہیں، بیشک یہ تو ایک عجیب چیز ہے۔ وہ کہنے لگے کیا تو اللہ کے حکم سے تعجب کرتی ہے اے اہل بیت تم پر اللہ کی رحمت ہو

وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ﴿۷۳﴾ فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ

اور اسکی برکتیں ہوں، بلاشبہ اللہ مستحق حمد ہے بڑائی والا ہے، پھر جب ابراہیم کا خوف جاتا رہا

وَجَآءَتْهُ الْبُشْرٰى يُجَادِلُنَا فِىْ قَوْمِ لُوْطٍ ؕ ﴿۷۴﴾ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ ﴿۷۵﴾

اور اس کے پاس خوشخبری آ گئی تو ہم سے قوم لوط کے بارے میں جدال شروع کر دیا بیشک ابراہیم بردبار رحمدل، رجوع کرنے والے تھے،

يٰۤاِبْرٰهِيْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ۚ اِنَّهٗ قَدْ جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ۚ وَاِنَّهُمْ اٰتِيْهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُوْدٍ ﴿۷۶﴾

اے ابراہیم اس بات سے اعراض کرو، بیشک تمہارے رب کا حکم آ چکا ہے اور بیشک ان پر عذاب آنے والا ہے جو واپس نہ ہوگا۔

ابراہیم علیہ السلام اور بشارت والے فرشتے:

۶۹: وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ (تحقیق ہمارے قاصد آئے) جبرئیل، میکائیل، اسرافیل علیہ السلام یا نمبر۲۔ جبرئیل گیارہ فرشتوں کے ساتھ (علیہم السلام) اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى (ابراہیم علیہ السلام کے پاس خوشخبری لیکر) لڑکے کی بشارت یا قوم لوط کی ہلاکت کی بشارت مگر اول قول راجح ہے۔ قَالُوْا سَلٰمًا (فرشتوں نے کہا ہم آپ کو سلام کرتے ہیں) ہم آپ کو سلام کرتے ہیں، سلام کرنا۔

قَالَ سَلٰمٌ (آپ نے کہا تم پر سلام ہو) تمہارا کام سلامتی ہے۔
قراءت: حمزہ وعلی نے سِلْمٌ پڑھا معنی اس کا بھی سلام ہے۔ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ (وہ زیادہ دیر نہ ٹھہرے کہ ان کے پاس بچھڑا لائے) لانے میں دیر نہ کی بلکہ جلدی کی یا ان کی آمد نہ رکی۔ اَلعِجْل بچھڑا، ابراہیم علیہ السلام کا مال گائیں تھیں۔ حَنِيْذٍ (بھنا ہوا)۔ گرم پتھروں کے ذریعہ بھنا ہوا۔
۷۰: فَلَمَّا رَاٰۤ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ (جب دیکھا ان کے ہاتھوں کو کہ وہ نہیں پہنچ رہے کھانے کو تو اوپرا محسوس کیا ان کو) نکر وانکر کا معنی ناگوار ہونا۔ ان کی عادت یہ تھی کہ جب کوئی مہمان ان کا کھانا چھو لیتا تو اس سے مطمئن ہو جاتے ورنہ خطرہ محسوس کرتے۔ اور ظاہر یہ ہے کہ انہوں نے محسوس کیا کہ وہ ملائکہ ہیں اور اوپرا اس لئے محسوس کیا کیونکہ ان کو خطرہ ہوا کہ ان کا نزول کسی ایسے معاملے کی وجہ سے ہوا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ناپسند کیا ہے۔ یا میری قوم کو عذاب دینے کیلئے اسکی دلیل ان کا یہ قول ہے وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ان کے متعلق خوف دل میں چھپایا۔ قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ (انہوں نے کہا ڈرو نہیں بیشک ہم تو قوم لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں) عذاب دینے کیلئے اور یہ ان کو کہا جاتا ہے جن کو پہچان تو لیا جائے مگر ان کے آنے کا مقصد معلوم نہ ہو۔ فرشتوں نے لا تخف کہا کیونکہ خوف کے آثار اور تغیر ان کے چہرے پر محسوس کیا۔
۷۱: وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ (ابراہیم علیہ السلام کی بیوی کھڑی ہوئی تھی) پردے کے پیچھے جوان کی گفتگو سن رہی تھی یا ان کے سروں پر کھڑی خدمت کر رہی تھی۔ فَضَحِكَتْ (پس وہ ہنس دی) زوال خوف پر خوش ہو کر یا اہل خبائث کی ہلاکت پر یا قرب عذاب کے باوجود قوم لوط کی غفلت پر یا ان کو اسی وقت حیض آ گیا (جیسا **ضحکت الارنب**۔ خرگوش کو حیض آیا)

بشارت اسحٰق ویعقوب:

فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ (ہم نے ان کو اسحاق کی خوشخبری دی) سارہ کو بشارت کے ساتھ خاص اس لئے کیا کیونکہ عورتیں لڑکے کی بشارت پر بہت خوش ہوتی ہیں اور اس وجہ سے بھی کہ اس کے ہاں لڑکا نہ تھا۔ ابراہیم علیہ السلام کا دوسرا لڑکا اسماعیل دوسری بیوی سے تھا۔ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ (اور اسحاق کے بعد یعقوب کی)
قراءت: یعقوب منصوب، شامی، حمزہ، حفص نے فعل مضمر کی وجہ سے پڑھا۔ جس پر دلالت موجود ہے۔ **فبشرنٰها باسحاق** ای **فبشرنا ها باسحاق ووهبنا لها يعقوب من وراء اسحاق** ہم نے اس کو اسحاق کی خوشخبری دی اور یعقوب عنایت کیا اسحاق کے بعد۔ دوسرے قراء نے ابتداء کی وجہ سے مرفوع پڑھا ہے۔ اور ظرف **من ورآء** جو اس سے پہلے ہے اس کو خبر مانا ہے۔ جیسا کہتے ہیں **فی الدار زيدٌ** ۔
۷۲: قَالَتْ يٰوَيْلَتٰۤى (اس نے کہا کیا خوب بھلا) الف یا اضافت سے تبدیل ہو کر بنی ہے۔
قراءت: حسن نے يٰوَيْلَتِىْ اصل پر یا کو پڑھا ہے۔ ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ (کیا میں بڑھیا بچے جنوں گی) ان کی عمر نوے سال تھی۔ وَّهٰذَا بَعْلِىْ شَيْخًا (اور یہ میرے خاوند بوڑھے ہیں) ان کی عمر ۱۲۰ سال تھی۔
نحو: هٰذا مبتداء اور بعلی اسکی خبر ہے۔ شیخًا حال ہے۔ اس میں عامل معنی اشارہ ہے۔ جس پر ذا دلالت کر رہا ہے۔ یا تنبیہ کا معنی

عامل ہے جس پر ھٰذا دلالت کرتا ہے۔ اِنَّ ھٰذَا لَشَیْءٌ عَجِیْبٌ (بیشک یہ عجیب بات ہے) کہ دو بوڑھوں سے اولاد ہو۔ یہ عادت کے لحاظ سے استبعاد کا اظہار ہے

تعجب کا جواب:

۷۳: قَالُوْٓا اَتَعْجَبِیْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ (انہوں نے کہا کیا تم تعجب کرتی ہو اللہ تعالیٰ کے حکم سے) امر سے حکمت وقدرت مراد ہے فرشتوں نے سارہ کے تعجب کو عجیب خیال کیا۔ کیونکہ وہ ایسے گھر میں تھیں جس میں آیات قدرت اور معجزات ظاہر ہوتے رہتے تھے۔ فارق عادت امور کا وہ مہبط تھا۔ پس ان کو مناسب تھا کہ وہ توقیر کرتیں اور اس میں دیگر عورتوں کی طرح اظہار تعجب نہ کرتیں جو کہ بیت نبوت میں نہیں رہتیں اور اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تمجید کرتیں بجائے اس کے تعجب کرنے لگیں۔ اسی طرف فرشتوں نے یہ کہہ کر اشارہ کیا۔ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَیْكُمْ اَهْلَ الْبَیْتِ (اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں تم پر اے گھر والو!) ان کا مقصد یہ تھا کہ یہ اور اسکی نوازشات ایسی چیزیں ہیں کہ جن سے اللہ تعالیٰ تمہیں معزز فرماتے رہتے ہیں۔ اور اس کا انعام کرنے میں اے اہل بیت نبوت تمہیں خاص کرتے ہیں پس یہ تعجب کا مقام نہیں۔ یہ جملہ مستانفہ جو انکار تعجب کا سبب بیان کر رہا ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا ایاك والتعجب فانّ امثال هذه الرحمة والبركة متكاثرة من الله علیكم تو اپنے آپ کو تعجب سے محفوظ کرو۔ اس رحمت و برکت کی مثالیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت زیادہ ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ رحمت سے نبوت اور البرکات سے اسباط بنی اسرائیل مراد ہیں۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام ان میں سے ہوئے اور تمام اولاد ابراہیم علیہ السلام سے تھے اور اهل البیت نداء کی وجہ سے منصوب ہے یا فعل تخصیص مقدر کی وجہ سے منصوب ہے۔ اِنَّهٗ حَمِیْدٌ (بیشک وہ تعریفوں والا ہے) تعریف کیا ہوا شان والا جلد انعامات کی وجہ سے مَّجِیْدٌ (مستحق ستائش ہے) ظاہری کرم والا ہے جلد انتقام کے سبب۔

۷۴: فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِیْمَ الرَّوْعُ (جب ابراہیم علیہ السلام کے دل سے خوف جاتا رہا اور گھبراہٹ دور ہو گئی) الروع وہ گھبراہٹ جو اس خوف کی وجہ سے پیدا ہوئی جب مہمانوں کو اوپرا خیال کیا۔ وَجَآءَتْهُ الْبُشْرٰى (اور خوشخبری ان کے پاس آ گئی) لڑکے کی یُجَادِلُنَا فِیْ قَوْمِ لُوْطٍ (وہ قوم لوط کے متعلق ہم سے جھگڑنے لگے) جب انکا دل مطمئن ہو گیا اور خوف رفع ہو گیا۔ اور بشارت کی وجہ سے دل خوشی سے لبریز ہو گیا تو مجادلہ کیلئے فارغ ہوئے۔

نحو: لَمَّا کا جواب محذوف ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے اقبل یجادل لنا۔ لگے ہم سے جھگڑنے یا خود یجادلنا، لما کا جواب ہے۔ حکایت حال کیلئے مضارع لایا گیا ہے۔ مطلب یہ ہوگا وہ ہمارے قاصدوں سے جھگڑنے لگے۔ ان کا مجادلہ ان سے اس بات میں تھا کہ انہوں نے کہا انا مهلكوا اهل هذه القرية ہم ان بستی والوں کو ہلاک کرنے والے ہیں تو ابراہیم علیہ السلام نے کہا کیا خیال ہے تمہارا اگر اس میں پچاس ایمان والے ہوں تو تب بھی ہلاک کرو گے انہوں نے جواب میں کہا۔ نہیں ابراہیم نے کہا چالیس۔ انہوں نے کہا نہیں ابراہیم نے کہا تیس۔ انہوں نے نفی میں جواب دیا۔ یہاں تک کہ دس تک پہنچے تو انہوں نے نفی میں جواب دیا۔ اس وقت ابراہیم کہنے لگے۔ قال ان فیها لوطا قالوا نحن اعلم بمن فیها لننجینه واهله [العنکبوت:۳۲]

۷۵: اِنَّ اِبْرٰهِیْمَ لَحَلِیْمٌ (بیشک ابراہیم بڑے حلیم الطبع) جو سوء ادب سے پیش آتا اس کے ساتھ جلد بازی کرنے والے نہ تھے

وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِیْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالَ هٰذَا يَوْمٌ عَصِيْبٌ ﴿۷۷﴾

اور جب ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے لوط کے پاس آئے تو وہ انکی وجہ سے رنجیدہ ہوئے۔ اور ان کی وجہ سے تنگ دل ہوئے۔ اور کہنے لگے آج کا دن مصیبت کا دن ہے

وَجَآءَهٗ قَوْمُهٗ يُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ ؕ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ قَالَ يٰقَوْمِ

اور انکی قوم کے لوگ ان کے پاس جلدی جلدی دوڑتے ہوئے آ گئے، اور وہ اس سے پہلے برے کام کیا کرتے تھے، لوط نے کہا اے میری قوم

هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِیْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِیْ ضَيْفِیْ ؕ اَلَيْسَ مِنْكُمْ

یہ میری بیٹیاں ہیں وہ تمہارے لئے پاکیزہ ہیں سو تم اللہ سے ڈرو اور مجھے میرے مہمانوں میں رسوانہ کرو۔ کیا تم میں کوئی بھی

رَجُلٌ رَّشِيْدٌ ﴿۷۸﴾ قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِیْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ ۚ وَاِنَّكَ لَتَعْلَمُ

بھلا مانس نہیں ہے، کہنے لگے کہ تمہیں تو معلوم ہے کہ ہمیں تمہاری بیٹیوں سے کوئی سروکار نہیں ہے اور تم تو جانتے ہو

مَا نُرِيْدُ ﴿۷۹﴾ قَالَ لَوْ اَنَّ لِیْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِیْٓ اِلٰی رُكْنٍ شَدِيْدٍ ﴿۸۰﴾

ہمارا کیا مطلب ہے لوط نے کہا کاش میرا تم پر زور چلتا ہوتا یا میں کسی مضبوط پائے کی پناہ لے لیتا۔

یا ایذاء کو بہت برداشت کرنے والے تھے۔ نافرمانوں کو بہت معاف کرنے والے تھے۔ اَوَّاهٌ (رحیم المزاج) اللہ تعالیٰ کے خوف سے بہت آہ بھرنے والے تھے۔ مُّنِيْبٌ (رجوع کرنے والے) توبہ کرنے والے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والے یہ تمام صفات رقت قلبی پر دلالت کرتی ہیں۔ اور رافت ورحمت کا منبع ہیں۔

حاصل: اس سے یہ واضح ہوا کہ یہ وہ صفات تھیں جنہوں نے ان کو مجادلہ پر آمادہ کیا اس امید سے کہ ان سے عذاب کو اٹھا لیا جائے۔ اور ان کو مہلت مل جائے کہ شاید وہ تائب ہو جائیں۔ جیسا کہ اسی چیز نے ان کو باپ کیلئے استغفار پر آمادہ کیا۔ فرشتوں نے یہ سن کر کہا۔

۷۶: يٰٓاِبْرٰهِيْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا (اے ابراہیم اس بات کو چھوڑیے) یعنی یہ جھگڑا، اگرچہ مہربانی آپ کی عادت وطبیعت ہے۔ اِنَّهٗ قَدْ جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ (بیشک تیرے رب کا فیصلہ آ چکا) اس کا فیصلہ اور حکم وَاِنَّهُمْ اٰتِيْهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُوْدٍ (بیشک ان پر ایسا عذاب آنے والا ہے جو لوٹایا نہیں جا سکتا) جھگڑے سے لوٹایا نہ جائے گا۔ عذابٌ یہ اسم فاعل کی وجہ سے مرفوع ہے۔ اور وہ اتیهم ہے تقدیر عبارت یہ ہے وانهم یا تیهم بیشک وہ عذاب ان پر آئے گا۔

لوط علیہ السلام اور فرشتے:

۷۷: پھر وہ ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے نکل کر قوم لوط کی طرف متوجہ ہوئے، ابراہیم علیہ السلام اور قوم لوط کے مابین چار فرسخ

کا فاصلہ تھا۔ وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا (اور جب ہمارے قاصد لوط علیہ السلام کے پاس آئے) ان کے پاس آئے اور آپ نے ان کی ہیئت اور خوبصورتی کو دیکھا۔ سِیْٓءَ بِهِمْ (تو ان کو ناگوار ہوا) ان کو غمزدہ کر دیا، کیونکہ انہوں نے گمان کیا کہ وہ انسان ہیں۔ پس ان کے متعلق اپنی قوم کی خباثت کا خطرہ محسوس کیا اور اس وجہ سے بھی کہ وہ ان کی مدافعت اور قوم کے مقابلے سے عاجز تھے۔ وَ ضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا (ان کا دل تنگ ہوا) ذرعا یہ تمیز ہے۔ یعنی ان کی آمد سے آپ کا دل تنگ ہوا وَّ قَالَ هٰذَا يَوْمٌ عَصِيْبٌ (اور کہنے لگے یہ دن بڑا سخت ہے) روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان کو ہلاک نہ کرو جب تک لوط چار مرتبہ گواہی نہ دیں۔ چنانچہ ان کو گھر لیکر چلے تو انہیں فرمایا کیا تمہیں اس شہر والوں کا رویہ معلوم نہیں۔ انہوں نے کہا ان کا معاملہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ سطح زمین پر عمل کے لحاظ سے یہ بدترین بستی ہے۔ آپ نے یہ بات چار مرتبہ دہرائی۔ فرشتوں کے ساتھ مکان میں داخل ہوئے اور کسی کو کان وکان خبر تک نہ ہوئی۔ لوط علیہ السلام کی بیوی نکلی اور اپنی قوم کو ان کی اطلاع دی۔

قوم کا کردار اور لوط علیہ السلام کا طرزِ عمل:

۷۸: وَجَآءَهٗ قَوْمُهٗ يُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ (اور لوط علیہ السلام کے پاس ان کی قوم تیز تیز آئی) تیزی کرتے ہوئے گویا ان کو کوئی پیچھے سے دھکیل کر لا رہا ہے۔ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ (اس سے پہلے وہ برے کام کرتے تھے) اسوقت سے پہلے وہ بے حیائی کے کام کرتے تھے۔ یہاں تک وہ اس کے عادی ہو چکے اور اسکی برائی ان کے ہاں سے اڑ چکی۔ اسی لئے سرعام دوڑتے ہوئے آئے ان کو حیاء مانع نہ ہوا۔ قَالَ يٰقَوْمِ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِيْ (کہا اے میری قوم یہ میری بیٹیاں ہیں) پس تم ان سے نکاح کرلو انہوں نے اپنے مہمانوں کو اپنی بیٹیوں کے ذریعہ بچانا چاہا اور یہ انتہائی مہربانی کی بات ہے۔ مسلمان عورتوں کا نکاح اس وقت کفار کے ساتھ جائز تھا۔ جس طرح کہ ابتدائے اسلام میں اس امت میں بھی جائز تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دونوں بیٹیوں کا نکاح عتبہ بن ابی لہب اور ابوالعاص سے کر دیا تھا حالانکہ وہ دونوں کافر تھے۔

ایک قول یہ ہے کہ ان کے دو بڑے سردار تھے آپ نے چاہا کہ اپنی دونوں بیٹیوں کا نکاح ان سے کروالیں۔ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ (وہ زیادہ پاک ہیں تمہارے لیئے) میں حلال کر دیتا ہوں۔

نحو: هٰٓؤُلَآءِ مبتداء اور بَنَاتِيْ اس کا عطف بیان۔ ھن ضمیر فصل اور اطھر خبر ہے۔ یا نمبر۲۔ بناتی خبر ہے۔ اور ھن مبتداء اور اطھر اسکی خبر۔ فَاتَّقُوا اللّٰهَ (تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو) ان کے نکاح کو ان پر ترجیح دیکر وَلَا تُخْزُوْنِ (اور تم مجھے رسوا نہ کرو) میری توہین نہ کرو اور نہ رسوا کرو۔ یہ الخزی سے بنا ہے۔ نمبر۲۔ مجھے شرمندہ نہ کرو۔ یہ الخزایۃ سے ہے جس کا معنی الحیاء ہے۔

قراءت: ابوعمرو نے وصل میں یا سے پڑھا۔ فِيْ ضَيْفِيْ (میرے مہمانوں کے حق میں) کیونکہ جب کسی کا مہمان رسوا ہو جائے یا اس کا پڑوسی تو وہ رسوا ہو جاتا ہے اور یہ شرفاء کا طرزِ عمل ہے۔ اور اصل جواں مردی ہے۔ اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ (کیا تم میں کوئی سمجھدار آدمی نہیں) یعنی کوئی ایک ایسا آدمی جو سیدھا راستہ بتائے اور اچھے کام سکھائے اور برائی سے روکے۔

۷۹: قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِيْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ (انہوں نے کہا تو جانتا ہے کہ ہمیں تمہاری بیٹیوں میں کوئی حق نہیں) حق کا معنی حاجت ہے کیونکہ عورتوں سے نکاح کرنا یہ ہمارے مذہب سے خارج ہے۔ ہمارا مذہب تو مذکروں سے بدفعلی ہے۔ وَاِنَّكَ

قَالُوْا يٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ يَّصِلُوْٓا اِلَيْكَ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ

فرشتوں نے کہا اے لوط بیشک ہم تیرے رب کے بھیجے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ ہرگز تم تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ سو تم رات کے کسی حصے میں اپنے گھر والوں کو لے کر نکل جاؤ

وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ اِلَّا امْرَاَتَكَ ؕ اِنَّهٗ مُصِيْبُهَا مَآ اَصَابَهُمْ ؕ اِنَّ

اور تم میں سے کوئی شخص پیچھے پھر کر نہ دیکھے مگر اپنی بیوی کو ساتھ نہ لے جانا بیشک اسے وہی عذاب پہنچنے والا ہے جو قوم کے سب لوگوں کو پہنچے گا، بیشک

مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ؕ اَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ ﴿۸۱﴾ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا

صبح کا وقت ان کے عذاب کے لئے مقرر ہے کیا صبح قریب نہیں ہے۔ سو جب ہمارا حکم آ پہنچا تو ہم نے زمین کے اوپر کے تختے کو

سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ۙ مَّنْضُوْدٍ ﴿۸۲﴾ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ

نیچے کر دیا اور ہم نے اس زمین پر کھنگر کے پتھر برسا دیئے جو لگاتار گر رہے تھے جن پر آپ کے رب کے پاس سے نشان لگائے

رَبِّكَ ؕ وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ ﴿۸۳﴾

ہوئے تھے اور یہ بستیاں ان ظالموں سے دور نہیں۔

لَتَعْلَمُ مَا نُرِيْدُ (اور تم ہمارا ارادہ جانتے ہو) مراد انہوں نے مذکروں سے بد فعلی لی۔ حالانکہ ان کیلئے اس میں کوئی شہوت نہ تھی۔

۸۰: قَالَ لَوْ اَنَّ لِيْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِيْٓ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ (کہا اگر میرے اندر تمہیں دفع کرنے کی قوت ہوتی (تو تمہیں دفع کر دیتا) یا میں مضبوط رکن کی طرف سہارا لیتا) لَوْ کا جواب محذوف ہے۔ یعنی تو میں ایسا کر گزرتا اور ضرور کرتا۔ مطلب یہ ہے اگر میں ذاتی طور پر تمہارے خلاف طاقت پاتا یا ایسے مضبوط کی پناہ لیتا جس سے میں اپنی پشت کو سہارا دیتا اور اس کے ذریعہ تمہیں روکتا۔ وہ اپنے دست و بازو کے ساتھ تم سے حفاظت کرتا طاقتور زبردست کو پہاڑ کے ستون سے مضبوطی میں تشبیہ دی اور حفاظت میں مشابہت دی۔

۸۱: روایت میں ہے کہ جب وہ مہمان آئے تو آپ نے دروازہ بند کر لیا اور کفار کو لوٹانے کی کوشش کرنے لگے۔ جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور ان سے جھگڑ رہے تھے کہ وہ دیوار پھاند کر اندر آ گئے۔ جب ملائکہ نے لوط علیہ السلام کی تکلیف دیکھی تو انہوں نے کہا قَالُوْا يٰلُوْطُ (کہا اے لوط) بیشک تمہارا ستون تو بڑا مضبوط ہے۔ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ (بیشک ہم تیرے رب کے قاصد ہیں) پس دروازہ کھول دیں۔ اور ان سے ہم نپٹ لیں گے۔ آپ نے دروازہ کھولا جوں ہی وہ داخل ہوئے۔ جبرئیل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے ان کی سزا کی اجازت چاہی اللہ تعالیٰ نے اجازت دے دی۔ آپ نے اپنا پران کے مونہوں پر مارا جس سے ان کی آنکھوں کا نشان مٹ گیا۔ اور وہ اندھے ہو گئے جیسا فرمایا فطمسنا اعينهم [القمر: ۳۷] اب ان کو بھاگنے کا راستہ نظر ہی نہ آتا تھا۔ یہ ہجوم یہ کہتے ہوئے نکلا کہ بچاؤ بچاؤ! لوط کے گھر میں جادوگر رہتے ہیں۔ لَنْ يَّصِلُوْٓا اِلَيْكَ (وہ ہرگز آپ تک پہنچ نہیں سکتے)۔

نحو: یہ جملہ موضحہ ہے جو ماقبل کی وضاحت کر رہا ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے قاصد ہیں اس لئے یہ ہرگز آپ تک پہنچ نہیں سکتے۔اورنہ آپ کونقصان پہنچا سکتے ہیں۔

ہدایات برائے عذاب:

فَاَسْرِ (پس تم رات کو لے چلو)

قراءت: حجازی نے وصل کے ساتھ پڑھا ہے۔ یہ سُری سے ہے۔بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ (اپنے اہل کے ساتھ رات کے حصے میں) کچھ رات گزرنے پر یا نصف رات ہونے پر وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ (اور تم میں سے کوئی مڑ کر نہ دیکھے) پیچھے کی طرف پلٹ کر۔ یا نمبر۲۔ وہ اس چیز کی طرف نہ دیکھے جو اس کے پیچھے ہے۔نمبر۳۔تم میں سے کوئی پیچھے نہ رہے۔اِلَّا امْرَاَتَكَ (مگر تمہاری بیوی) یہ فاسر باهلك سے مستثنیٰ ہے۔

قراءت: مکی،ابوعمرو نے احد کا بدل قرار دے کر مرفوع پڑھا ہے۔

بیوی کے آپ کے اہل کے ساتھ نکالنے کی دو روایتیں ہیں۔نمبرا۔اپنے ساتھ اس کو نکالا اور حکم دیا کہ کوئی پیچھے مڑ کر نہ دیکھے مگر وہ۔ جب اس نے اس عذاب کا سنا تو مڑ کر پیچھے دیکھا اور کہہ اٹھی ہائے۔ میری قوم! ایک پتھر اس کے آ لگا جس سے وہ ہلاک ہوگئی۔نمبر۲۔اس کو حکم دیا کہ وہ اپنی قوم کے ساتھ پیچھے رہے۔ان کی محبت اس کے دل میں تھی اس کو رات ساتھ لیکر نہ چلے۔ قراءتوں کا اختلاف دونوں روایتوں کے اختلاف کی وجہ سے ہے۔اِنَّهٗ مُصِيْبُهَا مَآ اَصَابَهُمْ (اس عورت پر وہ عذاب آئے گا جو ان پر آئے گا) یعنی بیشک معاملہ یہ ہے روایت میں ہے کہ حضرت لوط علیہ اسلام نے ان کو کہا متی موعد هلاكهم۔ان کی ہلاکت کا وعدہ کب ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا۔اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ (بیشک ان کے وعدہ کا وقت صبح ہے) حضرت لوط علیہ السلام نے فرمایا میں اس سے جلد چاہتا ہوں۔تو فرشتوں نے کہا اَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ (کیا صبح قریب نہیں)

انجام قوم:

۸۲: فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا (جب ہمارا حکم آیا تو ہم نے ان کے اوپر کو نیچے کر دیا) جبرئیل علیہ السلام نے اپنے پر کو اس کے نیچے رکھا پھر آسمان کی طرف اٹھا کر بلند کیا یہاں تک کہ آسمان والوں نے کتوں کے بھونکنے اور مرغوں کی بانگ کو سنا۔ پھر اس کو الٹ دیا اور اوپر سے پتھروں کی بارش کی اور اس کا تذکرہ اس ارشاد میں ہے۔وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ (ہم نے ان پر کھنگر کے پتھر برسائے) سجیل کا لفظ معرب ہے (سنگ گل) سے دوسرے مقام میں اس طرح فرمایا حجارة من طين [الذاریات:۳۳] مَّنْضُوْدٍ (مسلسل) یہ سجیل کی صفت ہے نمبرا۔ پے در پے نمبر۲۔ جمع شدہ جو عذاب کیلئے تیار کئے گئے تھے۔

۸۳: مُّسَوَّمَةً (نشان زدہ) یہ حجارة کی صفت ہے یعنی عذاب کیلئے ان پر نشان کیا گیا تھا۔ایک قول یہ ہے کہ ہر ایک پر اس ظالم کا نام لکھا تھا۔عِنْدَ رَبِّكَ (تمہارے رب کی طرف سے) نمبرا۔اس کے خزانوں سے نمبر۲۔ اس کے حکم سے وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ (اور وہ بستیاں ان ظالموں سے کچھ دور نہیں) نمبرا۔کوئی بعید چیز نہیں۔اسمیں اہل مکہ کو وعید ہے۔جبرئیل علیہ

وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۚ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ

اور ہم نے مدین کی طرف ان کے بھائی شعیبؑ کو بھیجا انہوں نے کہا کہ اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو تمہارے لئے اس کے سوا کوئی معبود نہیں

وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ اِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ بِخَيْرٍ وَّاِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ

اور ناپ اور تول میں کمی نہ کرو بیشک میں تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ آسودہ حال ہو بیشک میں تم پر ایک ایسے دن کے عذاب کا اندیشہ

عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيْطٍ ﴿۸۴﴾ وَيٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا

کرتا ہوں جو گھیر لینے والا ہوگا، اور اے میری قوم انصاف کے ساتھ ناپ تول کو پورا کرو اور لوگوں کو

تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۸۵﴾ بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ

چیزیں گھٹا کر نہ دو اور زمین میں فساد مچانے والے نہ بنو۔ اللہ کا دیا ہوا جو کچھ بچ جائے وہ تمہارے لئے بہتر ہے

اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ﴿۸۶﴾ قَالُوْا يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ

اگر تم مومن ہو اور میں تم پر پہرہ دینے والا نہیں ہوں۔ وہ لوگ کہنے لگے کہ اے شعیب کیا تمہاری نماز تمہیں یہ بتاتی ہے

اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِيْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا ؕ اِنَّكَ لَاَنْتَ

کہ ہم ان چیزوں کو چھوڑ دیں جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے رہے ہیں یا یہ کہ ہم اپنے مالوں میں اپنی مرضی کے مطابق تصرف کرنا چھوڑ دیں، بیشک تم تو

الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ ﴿۸۷﴾

بڑے بردبار ہو نیک چلن ہو۔

السلام نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا آپ کی امت کے ظالم ان میں کوئی ظالم ایسا نہیں جو پتھر کے نشانے پر نہ ہو۔ اور وہ کسی بھی گھڑی اس پر گرسکتا ہے۔ نمبر۲۔ ضمیر کا مرجع بستیوں والوں کی طرف ہے۔ کہ یہ بستیاں مکہ کے ظالموں سے کچھ دور نہیں اپنے سفروں میں اُن کا آتے جاتے ان پر گزر رہتا ہے۔

قوم شعیب علیہ السلام:

۸۴: وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا (مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا) مدین ان کے شہر کا نام ہے یا ان کے جد امجد مدین بن ابراہیم کا نام ہے۔ مطلب یہ ہے، ہم نے شعیب علیہ السلام کو ساکنین مدین کی طرف بھیجا یا مدین کی اولاد کی طرف بھیجا۔ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ (کہا اے میری قوم تم اللہ تعالیٰ کی

عبادت کرو۔تمہارے لئے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور ماپ تول میں کمی نہ کرو) مکیلی چیز مکیال کے ساتھ موزونی چیز میزان کے ساتھ اِنِّیْٓ اَرٰکُمْ بِخَیْرٍ (میں تمہیں مالدار پاتا ہوں) دولت ووسعت والا جو ماپ تول میں کمی سے تمہیں بے نیاز کرنے والی ہے یا میں تمہیں دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں نعمتوں سے نوازا ہے۔ان کا حق یہ ہے کہ تم وہ کام نہ کرو۔جو تم کر رہے ہو۔وَ اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْکُمْ عَذَابَ یَوْمٍ مُّحِیْطٍ (مجھے تمہارے متعلق گھیراؤ کرنے والے عذاب کا خطرہ ہے) محیط کا معنی مہلک جیسا دوسری آیات میں ہے واحیط بثمرہٖ [الکہف:۴۲] اور اصل میں یہ احاطة العدو سے بنا ہے مراد اس سے ایسا عذاب ہے جو دنیا میں تہس نہس کر دے یا آخرت کا عذاب۔

ایک معاشرتی مرض:

۸۵: وَیٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِکْیَالَ وَالْمِیْزَانَ (اے میری قوم تم ماپ تول اور وزن کو پورا کرو) پورا کر کے دو بِالْقِسْطِ (انصاف سے) عدل کے ساتھ

نکتہ: پہلے انہیں اس قباحت سے بچنے کا حکم دیا جس میں وہ مبتلا تھے۔ماپ تول میں ڈنڈی مارنا پھر اس کو جو عقل میں بھی خوب ہے پورا کرنے کا حکم دیا۔تاکہ اسکی طرف ان کی رغبت بڑھے اسی لئے بالقسط کے لفظ کا اضافہ کیا کہ تمہیں انصاف کے ساتھ برابر تول، ماپ کر دینا چاہیئے کہ نہ کمی رہے نہ زیادتی ہو۔

وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَ ھُمْ (لوگوں کو ان کی چیزیں کم کر کے نہ دو) البخس۔کمی کو کہتے ہیں۔وہ جو چیزیں خریدتے ان کی چیزوں میں کمی کرتے۔پس اس سے ان کو روک دیا گیا۔وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ (اور زمین میں فساد مچاتے مت پھرو) العثی اور العیث سخت قسم کے فساد کو کہتے ہیں، مثلاً سرقہ، لوٹ مار ڈاکہ زنی وغیرہ اور یہ بھی درست ہے کہ البخس و تطفیف کو العثی (شدید فساد) ان کے حق میں قرار دیا ہو۔

۸۶: بَقِیَّتُ اللّٰہِ (اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا جو بچ جائے) جو حلال مال حرام سے پرہیز کے بعد بچ جائے۔خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ (وہ تمہارے لیئے بہت بہتر ہے۔اگر تم مومن ہو) اس شرط پر کہ تم ایمان لاؤ۔اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا بہت بہتر ہے کفار کیلئے بھی کیونکہ وہ اسکی وجہ اسلام لا کر بخس وتطفیف کی مصیبت سے چھوٹ جائیں گے۔البتہ ایمان کے ساتھ تو اس کا فائدہ حصول ثواب، عقاب سے نجات کی صورت میں ظاہر ہوگا۔ایمان کے بغیر یہ فائدہ ظاہر نہ ہوگا۔کیونکہ وہ مالدار اس صورت میں کفر کے گہرے پانی میں ڈبکیاں کھا رہا ہے۔اس میں ایمان کی عظمت ذکر کر دی اور اللہ تعالیٰ کی جلالت شان کے متعلق خبردار کر دیا۔یا نمبر۲۔مطلب یہ ہے اگر تم میری باتوں میں میری تصدیق کرو اس حال میں کہ میں مخلصانہ نصیحتیں تمہیں کر رہا ہوں۔وَمَآ اَنَا عَلَیْکُمْ بِحَفِیْظٍ (میں تم پر پہرہ دار نہیں ہوں) اسکی ان نعمتوں کے سلسلہ میں جو اس نے تم پر کر رکھی ہیں پس تم خود ان کی حفاظت ماپ تول کی کمی کو ترک کر کے کرو۔

۸۷: قَالُوْا یٰشُعَیْبُ اَصَلٰوتُکَ (کہنے لگے اے شعیب کیا تمہاری نماز) تَاْمُرُکَ اَنْ نَّتْرُکَ مَا یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِیْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا (تمہیں حکم دیتی ہے کہ چھوڑ دیں ان معبودوں کو جنکی پوجا ہمارے آباء واجداد کرتے تھے۔یا ہم اپنے اموال میں

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّىْ وَرَزَقَنِىْ مِنْهُ رِزْقًا

شعیب نے کہا کہ اے میری قوم تم بتاؤ اگر میں اپنے رب کی طرف سے دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنی طرف سے ایک بڑی دولت عطا فرمادی ہے تو میں تمہیں حق کی دعوت دینا

حَسَنًا ؕ وَمَاۤ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَاۤ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ ؕ اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ

کیسے چھوڑ دوں اور میں یہ نہیں چاہتا کہ میں اسطرح تمہاری مخالفت کروں کہ جن کاموں سے روکتا ہوں انہیں خود کرنے لگوں میں تو صرف اصلاح چاہتا ہوں

مَا اسْتَطَعْتُ ؕ وَمَا تَوْفِيْقِىْۤ اِلَّا بِاللّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ﴿۸۸﴾

جہاں تک مجھ سے ہو سکے، اور جو کچھ مجھے توفیق ہے وہ سب اللہ ہی کی طرف سے ہے میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور میں اسی کی طرف رجوع ہوتا ہوں

وَيٰقَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِىْۤ اَنْ يُّصِيْبَكُمْ مِّثْلُ مَاۤ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ

اور اے میری قوم تمہیں میری مخالفت اس پر آمادہ نہ کر دے کہ تمہیں اس طرح کا عذاب پہنچ جائے جو قوم نوحؑ یا قوم

هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ ؕ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ ﴿۸۹﴾ وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْۤا

ہودؑ یا قوم صالحؑ کو پہنچا، اور قوم لوط تم سے دور نہیں ہے اور تم اپنے رب سے استغفار کرو پھر اسکے حضور میں

اِلَيْهِ ؕ اِنَّ رَبِّىْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ ﴿۹۰﴾

توبہ کرو بیشک میرا رب رحم فرمانے والا ہے بڑی محبت فرمانے والا ہے۔

جو ہم کرتے ہیں وہ چھوڑ دیں) حضرت شعیب علیہ السلام بہت زیادہ نفلی نماز پڑھتے تھے۔ ان کی قوم ان کو کہتی اس نماز کا کیا فائدہ آپ جواب میں فرماتے نماز محاسن وخوبیوں کا حکم دیتی ہے اور قبائح سے باز رکھتی ہے۔ اس پر بطور تمسخر کہنے لگے۔ اصلوٰتک تامرک کیا تمہاری نماز تمہیں حکم دیتی ہے کہ تو ہمیں ان کی عبادت کے ترک کا حکم دیتا ہے۔ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ (جن کی پوجا ہمارے آباؤ اجداد کرتے تھے یا ہم کرنا چھوڑ دیں) ہم وسعت و پھیلاؤ کرنا۔ فی اموالنا مانشؤا (اپنے اموال میں اپنی مرضی استعمال کرنا) پورا دینا اور کم کرنا یا یہ بھی درست ہے کہ نمازوں کو مجازاً امر بنایا جائے جیسا اللہ تعالیٰ نے مجازاً ان کو نا ہی قرار دیا ہے۔ اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ (بیشک تو حوصلے والا سمجھدار بنا پھرتا ہے) یعنی تو بیوقوف وگمراہ ہے۔ یہ استہزاءً الٹ نام انہوں نے استعمال کیا۔ نمبر۲۔ تو ہمارے نزدیک حوصلہ مند سمجھدار ہے۔ مگر تو ہمارے ساتھ وہ سلوک نہیں کر رہا جو تیرے حال کے مناسب ہے۔

جواب شعیب علیہ السلام:

۸۸: قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّىْ وَرَزَقَنِىْ مِنْهُ (کہا اے میری قوم! دیکھو تو! اگر میں اپنے رب کی

طرف سے دلیل پر قائم ہوں اور اس نے مجھے اپنی طرف سے اچھا رزق عنایت فرمایا ہے۔ رِزْقًا حَسَنًا (اچھا رزق) یعنی نبوت و رسالت یا حلال مال بغیر بخس و تطفیف کے اَرَءَ یْتُمْ کا جواب محذوف ہے۔ یعنی تم مجھے بتلاؤ اگر میں اپنے رب کی طرف سے واضح دلیل پر ہوں۔ اور حقیقت میں اسکا سچا پیغمبر ہوں۔ کیا میرے لئے یہ صحیح نہیں کہ بتوں کی عبادت کے چھوڑنے اور گناہوں سے رکنے کا تمہیں حکم دوں۔ جبکہ انبیاء علیہم السلام کی بعثت ہی اسی مقصد کیلئے ہوتی ہے۔ محاورہ میں کہا جاتا ہے خالفنی فلان الی کذا جب وہ قصد کرے اور تم اس سے منہ موڑنے والے ہو۔ اور خالفنی عنہ کہتے ہیں وہ منہ موڑنے والا اور تم اس چیز کا قصد کرنے والے ہو۔

مثلاً تمہیں کوئی آدمی پانی کے گھاٹ سے لوٹتے ہوئے ملے اور تم اس سے اس کے دوست کے متعلق دریافت کرو کہ وہ کہاں ہے وہ جواب میں کہے خالفنی الی الماء تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ پانی کی طرف جاتے ہوئے تو میرے ساتھ تھا۔ اور اب میں گھاٹ سے لوٹ کر جارہا ہوں (اسکو وہیں چھوڑ کر) حضرت شعیب علیہ السلام کا قول اسی قسم میں سے ہے۔ وَمَآ اُرِیْدُ اَنْ اُخَالِفَکُمْ اِلٰی مَآ اَنْھٰکُمْ عَنْهُ (یعنی میرا یہ ہرگز مقصود نہیں کہ تمہاری خواہشات و شہوات کی طرف تم سے سبقت کروں جن شہوات سے میں تمہیں منع کرتا ہوں۔) تاکہ تمہاری بجائے میں خود ان پر قبضہ جمالوں اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ (بلکہ میرا مقصود فقط اصلاح ہے) میں اپنے وعظ و نصیحت سے تمہاری اصلاح کرنا چاہتا ہوں۔ میرے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا بھی مقصود یہی ہے۔ مَا اسْتَطَعْتُ (جتنی میں طاقت رکھتا ہوں) یہ ظرف ہے اصلاح کیلئے میری طاقت و امکان کی مدت تک یعنی جب تک میری استطاعت ہے اصلاح کو چھوڑ نہیں سکتا۔ اور اس کے لئے کوشش میں کوئی کمی نہ کرونگا۔

وَمَا تَوْفِیْقِیْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ (اور عمل صالح کی توفیق مجھے اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ملی ہے۔ جو کچھ میں کرتا اور چھوڑتا ہوں وہ اسکی اعانت و تائید سے ہے۔ عَلَیْهِ تَوَکَّلْتُ (اسی ہی پر میں نے توکل کیا) اعتماد کیا وَاِلَیْهِ اُنِیْبُ (اسی ہی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں) میں خوشحالی اور تنگدستی میں اسی ہی کیطرف رجوع کرتا ہوں۔

۸۹: وَیٰقَوْمِ لَا یَجْرِمَنَّکُمْ شِقَاقِیْٓ اَنْ یُّصِیْبَکُمْ (اے میری قوم میری مخالفت تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے۔ کہ کہیں تمہیں پہنچ جائے) میری مخالفت اس نتیجہ پر نہ پہنچادے کہ تم عذاب تک پہنچ جاؤ۔ جرم کا لفظ یہ کسب کی طرح ایک اور دو مفعولوں کی طرف متعدی ہوتا ہے۔ مِّثْلُ مَآ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ (جو عذاب پہنچا قوم نوح یا قوم ہود یا قوم صالح کو) غرق، آندھی اور زلزلے کے عذاب بالترتیب ان اقوام پر آئے۔ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْکُمْ بِبَعِیْدٍ (اور قوم لوط تم سے دور نہیں) ان کا زمانہ قریب ہے۔ نمبر۱۔ وہ ہلاک شدہ لوگوں میں زمانہ کے لحاظ سے قریب تر ہیں۔ نمبر۲۔ یا جگہ کے لحاظ سے نزدیک ہیں ان کے تباہ شدہ مکانات تمہارے قریب ہیں۔ نمبر۳۔ جن اعمال سے وہ ہلاکت کے مستحق ہوئے۔ کفر، گناہ۔ ان میں تمہارے اور ان کے درمیان کوئی خاص فرق نہیں۔

نحو: قریب اور بعید اسی طرح قلیل و کثیر میں مذکر و مؤنث کا فرق نہیں ہے۔ کیونکہ یہ ایسے مصادر کے اوزان پر ہیں جن میں تذکیر و تانیث میں برابری ہے مثلاً الصھیل النھیق وغیرہ۔

۹۰: وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَیْهِ اِنَّ رَبِّیْ رَحِیْمٌ (تم اپنے رب سے شرک و معاصی کی معافی مانگو پھر اسکی طرف رجوع

قَالُوْا يٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ وَاِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا ۚ وَلَوْلَا

وہ لوگ کہنے لگے کہ اے شعیب تم جو کچھ کہتے ہو اس میں سے بہت سی باتیں ہم نہیں سمجھتے، اور بلاشبہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ تم ہمارے درمیان کمزور ہو اور اگر

رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ ۫ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ ﴿۹۱﴾ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَهْطِيْٓ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ

تمہارا خاندان نہ ہوتا تو ہم تمہیں سنگسار کر دیتے، اور ہمارے نزدیک تم کچھ عزت والے نہیں ہو، شعیب نے کہا کہ اے میری قوم کیا میرا خاندان تمہارے نزدیک عزت میں

مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَآءَكُمْ ظِهْرِيًّا ؕ اِنَّ رَبِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿۹۲﴾ وَيٰقَوْمِ

بڑھ کر اللہ سے زیادہ ہے اور تم نے اسے پس پشت ڈال دیا، بلاشبہ میرا رب ان کاموں کا احاطہ کئے ہوئے ہے جنہیں تم کرتے ہو، اور اے میری قوم

اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ ؕ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ

تم اپنی جگہ پر کام کرتے رہو میں بھی عمل کر رہا ہوں، تم عنقریب جان لو گے کہ کس کے پاس عذاب آتا ہے جو اسے رسوا کر دے گا،

وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ ؕ وَارْتَقِبُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ رَقِيْبٌ ﴿۹۳﴾ وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا

اور یہ بھی جان لوگے وہ کون شخص ہے جو جھوٹا ہے۔ انتظار کرو بیشک میں تمہارے ساتھ انتظار کرنے والا ہوں، اور جب ہمارا حکم آپہنچا تو ہم نے اپنی رحمت سے شعیب کو

وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَاَخَذَتِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ

اور ان لوگوں کو نجات دیدی جو انکے ساتھ ایمان لائے اور جن لوگوں نے ظلم کیا انہیں سخت آواز نے پکڑ لیا سو وہ اپنے گھروں میں اوندھے

دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۹۴﴾ ۙ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ؕ اَلَا بُعْدًا لِّمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ ﴿۹۵﴾

گرے ہوئے رہ گئے گویا کہ وہ ان میں رہے ہی نہ تھے خبردار مدین کے لئے دوری ہے جیسا کہ ثمود دور ہوئے

کرو بیشک میرا رب مہربان ہے) رحیم ہے کہ اہل جفاء کو ایمان والوں میں سے بخش دیتا ہے وَّدُوْدٌ (محبت کرنے والا ہے) اہل وفاء صالحین سے محبت کرتا ہے۔

قوم کا آخری جواب:

۹۱: قَالُوْا يٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ (کہنے لگے اے شعیب ہماری سمجھ میں تیری بہت باتیں نہیں آتیں) ہم تیرے اقوال کی صحت کو نہیں سمجھتے ذرا غور تو کرو کس طرح وہ ان کے کلام کو نہ سمجھتے ہونگے حالانکہ وہ تو خطیب الانبیاء تھے؟ وَاِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا (اور بیشک ہم تمہیں اپنے میں کمزور پاتے ہیں) ہمارے درمیان نہ تمہاری عزت ہے اور نہ قوت اور اگر ہم تمہیں نقصان پہنچانا چاہیں تو تو اس کو روکنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ وَلَوْ لَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ (اگر تیرا گروہ نہ ہوتا تو ہم تمہیں سنگسار کر دیتے)

اگر تیرا خاندان نہ ہوتو ہم سنگساری سے تمہیں ہلاک کر دیتے اور یہ بدترین قسم کا قتل ہے۔ آپ کے خاندان والے ان کے ہم مذہب تھے اسی لئے انہوں نے ان کی طرف میلان ظاہر کیا اوران کا اکرام کیا۔ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ (تو ہمارے ہاں معزز نہیں ہے) تو ہم پر زبردست نہیں اور نہ ہی قابل اکرام ہے کہ قتل سے تمہیں بچا سکے اور نہ ہی بلند ہو کہ ہم سنگباری سے بالاتر خیال کریں البتہ تیرا خاندان ہماری نگاہ میں معزز ہے۔ کیونکہ وہ ہمارے دین والے ہیں۔ حرف نفی کو ضمیر پر داخل کر کے بتلایا کہ کلام فاعل میں واقع ہورہا ہے فعل میں نہیں گویا اسطرح کہا گیا۔ وما انت علینا بعزیز بل رهطك هم الاعزة علینا اسی لئے ان کے جواب میں آپ نے فرمایا۔

۹۲: قَالَ يٰقَوْمِ اَرَهْطِىْٓ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ (اے میری قوم کیا میرا خاندان وہ اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں تمہارے ہاں زیادہ عزت والا ہے) اگر ماعززت علینا کہا جاتا تو یہ جواب صحیح نہ بنتا۔ بلکہ اس طرح فرمایا ارهطی اعز علیکم من الله اور کلام ان کے اور خاندان کے متعلق کیا جارہا ہے۔ کہ وہ خاندان ان کے ہاں معزز ہے نہ کہ شعیب، ان کا شعیب علیہ السلام کی توہین کرنا حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نبی تھے۔ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی توہین تھی اور جب ان کے ہاں ان کا خاندان زیادہ عزت والا تھا نہ کہ شعیب تو گویا انکا گروہ ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ سے زیادہ عزت والا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر نظر ڈالیں تو یہ بات بخوبی ذہن نشین ہو جائے گی من یطع الرسول فقداطاع الله [النساء: ۸۰] وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَآءَكُمْ ظِهْرِيًّا (تم نے اس کو پس پشت ڈال دیا) اوراس کو بھلا دیا اور تم نے اس کو پشت پیچھے ڈالی ہوئی چیز کی طرح نسیاً منسیا کر دیا کہ اسکی ذرہ بھر پرواہ نہیں کرتے۔

نَحو: الظهری یہ الظہر سے اسم منسوب ہے اور کسرہ اسم منسوب کی وجہ سے ہے۔ جیسا کہ امس سے امسی اسم منسوب میں تغیرات بہت ہیں۔ اِنَّ رَبِّىْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ (بے شک میرا رب تمہارے اعمال کا احاطہ کرنے والا ہے) وہ علم کے اعتبار سے تمہارے اعمال کا احاطہ کرنے والا ہے اس پر کائنات کی کوئی چیز مخفی نہیں۔

۹۳: وَيٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ (اے میری قوم تم اپنی جگہ کام کرو)

نَحو: یہ مکانة بمعنی مکان ہے۔ کہا جاتا ہے۔ مکان و مکانة و مقام و مقامة ۔ یا نمبر۲۔ مکن کا مصدر ہے فهو مكين جب کسی چیز پر قابو پالے۔ مطلب یہ ہوگا تم کام کرو۔ اس حال میں کہ تم اپنی جانب سے ٹھہرنے اور جمنے والے ہو اس جانب جو کہ شرک اور میری دشمنی والی ہے۔ نمبر۳۔ اپنی طاقت بھر میری عداوت و دشمنی کرلو۔

اِنِّىْ عَامِلٌ (بیشک میں کام کرنے والا ہوں) اس کے مطابق جو اللہ تعالیٰ مجھے نصرت و تائید عنایت فرماتے ہیں اور مجھے ٹھکانہ دینے والے ہیں۔ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ (جلدی تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ کون ہے۔ جس پر ایسا عذاب آتا ہے جو اس کو رسوا کر دے گا اور وہ کون شخص ہے جو جھوٹا ہے)۔

نَحو: من استفہامیہ ہے اور فعل علم سے معلق ہے۔

گویا اس طرح کہا گیا سوف تعلمون اینا یأتیه عذاب یخزیه (رسوا کرتا ہے) وایناهو کاذب ۔ تم عنقریب جان لوگے کہ ہم میں سے کون ہے جس پر عذاب اتر کر اس کو رسوا کرتا ہے۔ اور ہم میں سے کون جھوٹا ہے میں یا تم۔ یا یہ موصولہ ہے گویا

اسطرح کلام ہے۔سوف تعلمون الشقی الذی یأتیه عذاب یخزیه والذی هو کاذب فی زعمکم ودعواکم ۔تم عنقریب اس بدبخت کو جان لوگے جس پر وہ عذاب آتا ہے جو اس کو رسوا کردے گا۔اور وہ جو کہ تمہارے خیال اور دعوے میں جھوٹا ہے۔فا کو سوف پر داخل کیا تاکہ ایسے حرف سے وصل ظاہر ہو جو وصل کیلئے بنایا گیا ہے اور فا کو ہٹانے کی صورت میں وصل تقدیری ہے اور جملہ مستانفہ ہے اور سوال مقدر کا جواب ہے گویا اس طرح کہا گیا پھر کیا ہوگا اگر ہم اسی کیفیت سے کام کرتے رہیں اور تم اپنا کام کرتے رہے؟ تو جواب دیا۔سوف تعلمون، تفنن فی البلاغة کیلئے تو دونوں صورتیں درست ہیں مگر جملہ مستانفہ زیادہ بلیغ ہے۔وَارْتَقِبُوْا (تم انتظار کرو) تم انجام کا انتظار کرو۔اور میں نہیں کہتا اِنِّیْ مَعَکُمْ رَقِیْبٌ (بیشک میں تمہارے ساتھ منتظر ہوں) الرقیب الراقب کے معنی میں ہے (نگران) یہ رقبہ سے نکلا ہے جیسے ضریب بمعنی الضارب۔نمبر۲۔رقیب بمعنی مراقب (ایک دوسرے کا نگران) جیسا عشیر بمعنی معاشر نمبر۳۔رقیب بمعنی مرتقب جیسے رفیع بمعنی مرتفع (منتظر)

نفاذِ عذاب:

۹۴: وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَاَخَذَتِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ (جب ہمارا عذاب والا حکم آیا تو ہم نے بچالیا شعیب کو اور ان کے ساتھ والے مومنوں کو اپنی رحمت سے اور ظالموں کو پکڑ لیا ایک چیخ نے۔) جبرئیل علیہ السلام نے چیخ ماری تو وہ تمام ہلاک ہوگئے۔یہ عاد اور مدین کے واقعہ کے آخر میں مذکور ہوا ہے۔

نکتہ: ثمود ولوط کے واقعہ کے آخر میں لما جاء فرمایا جبکہ آیت ۶۶ میں فلما جاء فرمایا گیا اسکی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں واقعات اس موعد کے بعد ذکر ہوئے جو ان موعد هم الصبح [ھود:۸۱] ذلك وعد غیر مكذوب [ھود:۶۵] پس فالائے جو سببیت کو ظاہر کرتی ہے جیسا تم کہو وعدته فلماجاء المیعاد کان کیت و کیت اور دوسرے دونوں واقعات ابتدائی طور پر لائے گئے۔اس لئے ان کا حق یہ تھا کہ واؤ جمع لاکر ماقبل پر عطف کیا جاتا جیسا ایک قصہ دوسرے پر عطف کیا جاتا ہے۔فَاَصْبَحُوْا فِیْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ (وہ اپنے گھروں میں مرے کے مرے رہ گئے) الجاثم اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنی جگہ کو لازم پکڑے اور ادھر ادھر نہ سرکے۔جبرئیل علیہ السلام نے زور سے چیخ ماری۔اس اچانک چیخ سے تمام کی روحیں قبض ہوگئیں اور وہ اپنی جگہوں پر مر گئے (اعاذنا الله من عاقبتهم)

۹۵: كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا (گویا وہ گھروں میں بستے ہی نہ تھے) گویا زندگی میں انہوں نے ان گھروں میں رہائش اختیار ہی نہیں کی نہ تو پورے اختیار سے اور نہ آتے جاتے۔اَلَا بُعْدًا لِّمَدْيَنَ (خبردار مدین والوں کیلئے دوری ہو) البُعد۔البَعَد کے معنی میں ہے۔اور اس کا معنی ہلاکت ہے۔جیسے الرُشد بمعنی الرَشَد ہے کیا قرآن مجید کی اس آیت کی طرف نہیں دیکھتے۔كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ (جیسے قوم ثمود دور ہوئی)۔

نحو، قراءت: بَعِدَت کو بَعُدتْ پڑھا گیا ہے معنی ہر دو صورت میں ایک ہے۔یہ قرب کی ضد ہے۔مگر انہوں نے بُعْد بمعنی ہلاکت) کے درمیان اور دوسرے کے درمیان فرق کیا پس بناء کو بدل دیا جیسا کہ خیر وشر کے زمانوں میں تفریق کرتے ہوئے کہتے ہیں وعد و اَوْعَد پہلا وعدہ کرنا اور دوسرا ڈرانا۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَ سُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۹۶﴾ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ

اور بلاشبہ ہم نے موسیٰ کو اپنی آیات اور روشن دلیل کے ساتھ فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف بھیجا سو ان لوگوں نے فرعون کی بات کا

فِرْعَوْنَ ۚ وَمَآ اَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيْدٍ ﴿۹۷﴾ يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ ؕ

اتباع کیا اور فرعون کی بات صحیح نہ تھی، قیامت کے دن وہ اپنی قوم کے آگے آگے ہوگا پھر وہ ان کو دوزخ میں اتار دے گا

وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ ﴿۹۸﴾ وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهٖ لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ ﴿۹۹﴾

اور وہ بری جگہ ہے جس میں ان لوگوں کا اترنا ہوگا اور ان کے پیچھے اس دنیا میں لعنت لگا دی گئی اور قیامت کے دن بھی ان پر لعنت ہوگی۔ برا انعام ہے جو انہیں دیا گیا۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْقُرٰى نَقُصُّهٗ عَلَيْكَ مِنْهَا قَآئِمٌ وَّحَصِيْدٌ ﴿۱۰۰﴾ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ

یہ بستیوں کی خبریں ہیں جن کو ہم آپ سے بیان کرتے ہیں ان میں سے بعض بستیاں قائم ہیں اور بعض بالکل ختم ہوگئیں، اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا لیکن

ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَمَآ اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِيْ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ

ان لوگوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا، ان کے معبودوں نے جنہیں وہ اللہ کے سوا پکارا کرتے تھے کچھ بھی فائدہ

شَيْءٍ لَّمَّا جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ؕ وَمَا زَادُوْهُمْ غَيْرَ تَتْبِيْبٍ ﴿۱۰۱﴾

نہ دیا۔ جب آپکے رب کا حکم آگیا اور انھوں نے ہلاکت کے علاوہ کسی چیز میں اضافہ نہیں کیا

موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا قصہ:

۹۶: وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ (تحقیق ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی آیات دے کر اور واضح دلائل کے ساتھ بھیجا) مراد سلطان مبین سے عصا ہے کیونکہ یہ تمام سے زیادہ واضح ترین نشانی تھی۔

۹۷: اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَاتَّبَعُوْٓا (فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف پس انہوں نے اتباع کی) سرداروں نے اتباع کی اَمْرَ فِرْعَوْنَ وَمَآ اَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيْدٍ (فرعون کے حکم کی اور فرعون کا حکم صحیح نہ تھا) اس میں متبعین فرعون کی جہالت ظاہر کی گئی ہے کہ انہوں نے فرعون کا کھلا گمراہ کن عمل قبول کر لیا اور وہ یہ تھا کہ اس نے الوہیت کا دعویٰ کیا تھا حالانکہ وہ ان جیسا انسان تھا۔ اور سر عام ظلم و شرارت پھیلانے والا تھا جو کہ شیطان ہی کا کارنامہ ہوسکتا ہے۔ چہ جائیکہ اس کو الوہیت کے منصب پر بٹھا دیا جائے۔ (نعوذ باللہ من الحمقاء والحماقة) اور اس میں یہ بتلایا کہ قبطیوں نے ان آیات کا معائنہ کیا اور سلطان مبین بھی دیکھی اور ان کو یقین ہو گیا کہ موسیٰ علیہ السلام ہدایت و حق پر ہیں۔ پھر بھی ان کی اتباع سے اعراض کر کے اسکی اتباع کی جس کی اتباع میں رشد و ہدایت کا نشان تک نہ تھا۔ نمبر۲۔ یا مراد یہ ہے کہ اس کا کام نیک نہ تھا۔ اچھے انجام والا نہ تھا۔

۹۸: يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (وہ قیامت کے دن اپنی قوم کے آگے آگے ہوگا) وہ مقتداء ہوگا اور وہ اس کے پیچھے ہونگے۔ یہ ماقبل کی تفسیر و ایضاح ہے۔ کہ اس کا کام رشد و ہدایت والا کس طرح ہو سکتا ہے۔ جس کا انجام یہ ہو؟ الرشد کا لفظ ہر اس چیز میں استعمال ہوتا ہے جو پسندیدہ اور قابل تعریف ہو جیسا کہ الغی کا لفظ ہر قابل مذمت چیز پر بولا جاتا ہے۔ اور قدمہ بمعنی تقدمہ کے ہے آگے آگے ہونا۔ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ پس ان کو آگ میں داخل کرے گا۔ یہ لفظ ماضی لایا گیا کیونکہ ماضی امر موجود پر دلالت کرتا ہے اور قطعیت ظاہر کرتا ہے گویا اس طرح کہا گیا یقدمھم فیوردھم النار لا محالۃ وہ ان سے آگے ہوگا اور ان کو بہر صورت آگ میں داخل کرے گا۔ یعنی جس طرح وہ گمراہی میں نمونہ تھا۔ اس طرح آگ کی طرف بھی ان کے آگے جائیگا اور وہ اس کے پیچھے ہوں گے۔ وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ (بہت برا ہے وہ گھاٹ جس پر وہ وارد ہوئے) الورد بمعنی مورد ہے۔ المورود جس پر وہ وارد ہوئے۔ اس میں اس کو فارط (سابق) سے تشبیہ دی جو کہ وارد سے پہلے گھاٹ پر پہنچتا ہے اور اس کے متبعین کو واردہ سے تشبیہ دی پھر فرمایا یہ بدترین گھاٹ ہے۔ جس پر وہ اترے ہیں یعنی جہنم کی آگ کیونکہ گھاٹ پر پیاس کی تسکین کیلئے جاتے ہیں اور وہ آگ میں اترے ہیں جو پانی کی ضد ہے۔

فرعونیوں کا انجام:

۹۹: وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهٖ (ان کے پیچھے لگا دی گئی اس دنیا کی زندگی میں) ھٰذِہٖ سے دنیا مراد ہے۔ لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ (لعنت کو اور قیامت کے دن) ان پر دنیا میں بھی لعنت کی جائے گی اور آخرت میں بھی ملعون ہونگے۔ بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ (بہت برا انعام ہے جو ان کو دیا گیا) یعنی بدترین مدد اور بدترین وہ جن کو یہ امداد ملی۔ نمبر ۲۔ جس کو یہ عطاء ملی بدترین عطا ملی۔

۱۰۰: ذٰلِكَ (یہ) یہ مبتداء ہے۔ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْقُرٰى (بستیوں والے کے واقعات و خبریں ہیں) یہ خبر ہے۔ نَقُصُّهٗ عَلَيْكَ (جو ہم تمہیں بیان کر رہے ہیں) یہ دوسری خبر ہے یعنی یہ خبر ان بعض اخبار میں سے ہے۔ جو ہلاک شدہ شہروں کی ہم نے بیان کیں۔ مِنْهَا (ان میں سے) ان بستیوں میں سے قَآئِمٌ وَّحَصِيْدٌ (بعض کھڑی اور بعض کٹ کر فنا کے گھاٹ اتر چکیں) یعنی بعض کے آثار باقی ہیں۔ اور بعض کے نشانات بھی مٹ چکے جیسا کہ وہ کھیتی جو اپنی پوری پر کھڑی ہو اور وہ کھیتی جو کٹ کر ریزہ ریزہ ہو جائے۔

نحو: یہ جملہ مستانفہ ہے۔ اس کا کوئی محل اعراب نہیں۔

عذاب کے وقت کسی معبود نے کام نہ دیا:

۱۰۱: وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ (اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا) ان کو ہلاک کر کے وَلٰكِنْ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ (لیکن انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا) ان چیزوں کا ارتکاب کر کے جنکی وجہ سے ہلاک کئے گئے۔ فَمَاۤ اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ (ان کو کچھ فائدہ نہ دیا ان کے معبودوں نے) اللہ تعالیٰ کی پکڑ کو ان سے ہٹا نہ سکے۔ الَّتِيْ يَدْعُوْنَ (وہ معبود جن کو وہ پکارتے تھے) ان کی عبادت کرتے تھے گزشتہ حالت کی حکایت ہے۔ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ لَّمَّا جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ (اللہ تعالیٰ کے سواء جبکہ تیرے رب کا عذاب والا حکم آیا) امر سے عذاب مراد ہے۔

نحو: لما یہ مااغنت کی وجہ سے منصوب ہے۔ وَمَا زَادُوْهُمْ غَيْرَ تَتْبِيْبٍ (اور نہ اضافہ کیا سوائے بربادی کے اور کسی چیز کا)

وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِىَ ظَالِمَةٌ ؕ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ﴿۱۰۲﴾

اور آپ کے رب کا پکڑنا اسی طرح ہے جب وہ بستیوں کو پکڑتا ہے جبکہ وہ ظالم ہوں، بیشک اسکا پکڑنا درد ناک ہے سخت ہے۔

اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ ؕ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ ۙ لَّهُ النَّاسُ

بلاشبہ اس میں اس شخص کے لئے عبرت ہے جو آخرت کے عذاب سے ڈرتا ہو۔ یہ ایسا دن ہو گا جس میں تمام آدمی جمع کئے جائیں گے

وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ ﴿۱۰۳﴾ وَمَا نُؤَخِّرُهٗٓ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ ؕ ﴿۱۰۴﴾ يَوْمَ يَاْتِ لَا تَكَلَّمُ

اور یہ وہ دن ہوگا جو سب کی حاضری کا دن ہے اور ہم اسے مؤخر نہیں کر رہے ہیں مگر تھوڑی سی مدت کے لئے جس وقت وہ دن آئے گا کوئی شخص اللہ کی اجازت کے

نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ شَقِىٌّ وَّسَعِيْدٌ ﴿۱۰۵﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِى النَّارِ لَهُمْ فِيْهَا

بغیر بات نہ کر سکے گا سو ان میں شقی ہوں گے اور سعید ہوں گے، سو جو لوگ شقی ہوں گے وہ دوزخ میں ہوں گے اس میں انکی

زَفِيْرٌ وَّشَهِيْقٌ ۙ ﴿۱۰۶﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ

چیخ و پکار ہو گی وہ اس میں ہمیشہ ٹھہرے رہیں گے جب تک کہ آسمان اور زمین قائم رہیں اِلّا یہ کہ آپ کے رب کی مشیت ہو،

اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ﴿۱۰۷﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِى الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ

بے شک آپ کا رب جو کچھ چاہے پورے طور سے کر سکتا ہے اور لیکن وہ لوگ جو سعید ہوں گے وہ جنت میں ہوں گے اس میں ہمیشہ رہیں

فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ ﴿۱۰۸﴾

گے جبتک آسمان و زمین قائم رہیں اِلّا یہ کہ آپ کے رب کی مشیت ہو، یہ بخشش بھی منقطع نہ ہوگی،

فَلَا تَكُ فِىْ مِرْيَةٍ مِّمَّا يَعْبُدُ هٰٓؤُلَآءِ ؕ مَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا كَمَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُهُمْ

سوائے مخاطب جس چیز کی یہ لوگ عبادت کرتے ہیں تو اس کے بارے میں شک میں نہ پڑنا یہ لوگ اسی طرح عبادت کر رہے ہیں جیسا کہ پہلے انکے باپ

مِّنْ قَبْلُ ؕ وَاِنَّا لَمُوَفُّوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ غَيْرَ مَنْقُوْصٍ ﴿۱۰۹﴾ ع

دادا عبادت کرتے تھے۔ اور ہم ان کو ان کا پورا پورا حصہ دے دیں گے جس میں کچھ بھی کمی نہ ہوگی۔

نقصان کہا جاتا ہے تبّ جبکہ وہ نقصان میں پڑے۔اور تبّبہ غیرہ جبکہ کسی دوسرے کو نقصان میں ڈالے یعنی غیر اللہ کی عبادت نے ان کو کوئی فائدہ نہ دیا بلکہ ان کو ہلاک کیا۔

۱۰۲: وَكَذٰلِكَ (اور اسی طرح) کاف محلاً مرفوع ہے ای مثل ذلك الاخذ اس جیسا پکڑنا۔ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى

(تیرے رب کا پکڑنا ہے جبکہ اس نے بستیوں والوں کو پکڑا) القرٰی سے اہل القرٰی مراد ہیں۔ وَهِيَ ظَالِمَةٌ (جبکہ وہ ظالم تھے) یہ القرٰی سے حال ہے۔ اِنَّ اَخْذَهٗ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ (بیشک اسکی پکڑ بڑی سخت دردناک ہوتی ہے) الیم مولم کے معنی میں ہے دردناک اور شدید۔ پکڑے ہوئے پر سخت ہوتی ہے۔ یہ ہر ظالم بستی کیلئے ڈراوا ہے خواہ مکہ والے ہوں یا کوئی اور۔ ظالم کو چاہئے کہ وہ جلد توبہ کرے اور مہلت کے دھوکے میں مبتلا نہ ہو۔

تذکرۂ آخرت اور استدراج مجرم:

۱۰۳: اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ (بیشک اس میں) جو کچھ کہ ہلاک ہونے والی امتوں کے متعلق بیان کیا لَاٰ يَةً (البتہ عبرت ہے) لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ (اس کے لئے جو ڈرا آخرت کے عذاب سے) یعنی اس عذاب کے وجود اور صحیح ہونے کا اعتقاد رکھا۔ ذٰلِكَ (یہ) کا مشارالیہ یوم القیامۃ ہے کیونکہ عذاب آخرت اس پر دلالت کر رہا ہے۔ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ لَّهُ النَّاسُ (جس دن میں لوگ جمع کئے جائیں گے) الناس یہ مرفوع ہے مجموع کی وجہ سے جیسا کہ اس کا فعل رفع دیتا ہے یہاں فعل کے بجائے اسم مفعول کو اس لئے ترجیح دی گئی تاکہ جمع کا معنی اس دن کیلئے اچھی طرح ثابت ہو جائے اور جمع کی نسبت لوگوں کی طرف کر کے اس بات کو مزید پختہ کر دیا کہ لوگ اس سے جدا نہ ہونگے بلکہ حساب و کتاب کیلئے اکٹھے ہونگے اور ثواب و عقاب کو پائیں گے۔

وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ (اور یہ ایسا دن ہے کہ جس دن شہادت دینے والے شہادت دیں گے) یعنی اس دن میں حاضر ہونگے۔ مفعول بہٖ کی جمع ظرف لائے تاکہ وسعت پیدا ہو۔ مطلب اس طرح ہوا کہ تمام مخلوق موقف حساب میں حاضر ہوگی ان میں سے کوئی غائب نہ ہوگا۔

۱۰۴: وَمَا نُؤَخِّرُهٗ (اور ہم نہیں اس کو مؤخر کر رہے) یعنی مذکورہ دن کو، الاجل، تمام مہلت کی مدت پر بولا جاتا ہے اور اسکی انتہاء کو بھی کہتے ہیں اور گننا اور شمار کرنا تو اسکی مدت کو بیان کرنے کیلئے غایت و منتہا کیلئے نہیں۔ پس اس ارشاد کا معنی اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ (مگر ایک مقررہ مدت کیلئے) نمبرا۔ مگر اس لئے کہ گنی ہوئی مدت پوری ہو جائے۔ مضاف مدۃ حذف کر دیا یا نمبر۲۔ ہم اس دن کو مؤخر نہیں کر رہے مگر اسلئے تاکہ وہ مدت ختم ہو جائے جو ہم نے بقائے دنیا کیلئے مقرر کی ہے۔

۱۰۵: يَوْمَ يَاْتِ (جس دن آئے گا) قراءت: مکی نے یا سے پڑھا اور ابو عمرو، نافع، علی نے وصل میں اسکی موافقت کی ہے۔ اور اصل یا کا اثبات ہے کیونکہ حذف کی کوئی وجہ نہیں یا کا حذف اور کسرہ پر اکتفاء لغت ہذیل میں کثرت سے ملتا ہے اور اسکی مثال ماکنا نبغ [الکہف:۶۴] اور یأت کا فاعل ضمیر ہے جو اس قول کی طرف لوٹ رہی ہے۔ یوم مجموع له الناس [ھود:۱۰۳] اس یوم کی طرف جو یأت سے پہلے آرہا ہے یوم یہ اذکر کی وجہ سے منصوب ہے۔ یالَا تَكَلَّمُ کی وجہ سے یہ لا تکلم ہے (نہ کلام کرے گا)۔ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ (کوئی نفس مگر اس کے حکم سے) یعنی کسی کی کوئی سفارش نہ کر سکے گا مگر اللہ تعالیٰ کی اجازت سے جیسا فرمایا من ذا الذی یشفع عندہٗ الا باذنہ [البقرہ:۲۵۵]

دو قسمیں، شقی و خوش نصیب اور انجام:

فَمِنْهُمْ (پس ان میں سے) ہم کی ضمیر اہل موقف کی طرف راجع ہے کیونکہ لا تکلم نفس اس پر دلالت کر رہا ہے اور لوگوں کا

تذکرہ مجموع له الناس میں گزرا ہے [ھود:۱۰۳] شَقِيٌّ (بدبخت) معذب وَّسَعِيْدٌ (خوش نصیب) اوران میں خوش نصیب ہونگے نعمتوں والے۔

۱۰۶: فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِى النَّارِ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّ شَهِيْقٌ (پس پھر وہ لوگ جو بدبخت ہوئے وہ آگ میں جائیں گے ان کے لئے اس میں چیخیں اور پکاریں ہونگی)۔ زفیر گدھے کی آواز کی ابتدائی کیفیت اور شہیق۔ گدھے کی آواز کی انتہاء نمبر۲۔ سانس کا نکالنا اور لوٹانا۔ یہ جملہ حال ہے اور اسمیں عامل استقرار ہے جو نار میں ہے۔

۱۰۷: خٰلِدِيْنَ فِيْهَا (وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہونگے) یہ حال مقدرہ ہے۔ مَادَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ جب تک رہیں آسمان اور زمین) یہ موضع نصب میں ہے یعنی مدۃ دوام السموت والارض۔ آسمانوں وزمین کے دوام کی مدت اور آسمان و زمین سے آخرت کے آسمان وزمین مراد ہیں۔ وہ دوامی ہونگے اور ابد کیلئے بنائے جائیں گے۔ اور آخرت میں آسمان وزمین کے وجود کیلئے یہ آیت دلیل ہے۔ یوم تبدل الارض غیر الارض والسٰموٰت [ابراہیم:۴۸] نمبر۲۔ جب تک فوق وتحت باقی ہے کیونکہ آخرت والوں کیلئے ایسی چیز ہوگی جو ان کو اٹھائے اور ان پر سایہ کرے گی خواہ سایہ کرنے والا آسمان ہو یا عرش اور ہر چیز جو سایہ کرے وہ سماء ہے۔ نمبر۳۔ یہ ہیشگی کی تعبیر ہے اور انقطاع کی نفی ہے جیسے کہتے ہیں مالاح کو کب وغیرہ تابید کے کلمات بولے جاتے ہیں۔ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ (مگر جو چاہے تیرا رب) نمبر۱۔ یہ خلود فی النار سے استثناء ہے۔ اور اسکی وجہ یہ ہے کہ اہل نار عذاب نار میں اکیلے ہمیشہ نہ رہیں گے بلکہ ان کو زمہریر (شدید سردی) اور کئی اقسام کے عذابوں سے جو آگ کے علاوہ ہونگے سزا دی جائے گی۔ نمبر۲۔ ماشاء کا معنی من شاء ہے اور اس سے مراد وہ لوگ ہیں جن کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کر دیا جائے گا ان کو الجھنمیین کہا جائیگا۔ یہ اہل جنت سے الگ بیان کئے کیونکہ عرصہ دراز تک اہل جنت سے جدا رہے۔ اور یہ بدبخت کامل طور پر نہیں کیونکہ (تابید فی النار) آگ میں ہیشگی سے بچالئے گئے اور ابتداء سعادت مند نہ بنے کہ بغیر آگ کے چھونے کے جنت میں پہنچ جاتے۔ (انتہاء سعادت مند بن گئے کیونکہ آگ سے نکل گئے) یہ تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ضحاک وقتادہ رحمہما اللہ سے مروی ہے۔ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ (بیشک آپ کا رب کر گزرنے والا ہے جو وہ ارادہ کرتا ہے) شقی اور سعید کے متعلق۔

۱۰۸: وَاَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا (اور پھر جو لوگ خوش نصیب ہونگے) قراءت: حمزہ، علی، حفص نے سُعِدُوْا پڑھا ہے۔ سَعِدَ لازم ہے۔ اور سَعَدَ يَسْعَدُ متعدی ہے۔ فَفِى الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَادَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ (پس وہ جنت میں جائیں گے اسمیں ہمیشہ رہنے والے ہونگے جب تک رہیں آسمان وزمین مگر جو چاہے تمہارا رب) نمبر۱۔ یہ خلود فی الجنۃ سے استثناء ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ جنت کے علاوہ ان کو جنت سے بڑی چیزیں بھی دی جائیں گی۔ اور وہ رؤیت باری تعالیٰ اور اسکی رضامندی ہے۔ نمبر۲۔ اسکا معنی یہ ہے کہ مَا بمعنی من ہو کہ جس کو اللہ تعالیٰ چاہے کہ اس کو جنت میں داخلے سے پہلے عذاب دے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ استثناء دونوں آیات میں اہل جنت کیلئے ہے۔ (رواہ ابن مردویہ الدر المنثور) اس کا معنی وہی ہے جو ہم نے ذکر کر دیا کہ گناہ گار مومن کیلئے خلود فی النار نہیں ہے کیونکہ اس کو بالآخر نکال لیا جائے گا اور اس کا جنت میں خلود نہ ہوا کیونکہ وہ ابتداء میں جنت میں داخل نہ ہوا۔

معتزلہ کی عبرتناک حرکت :

جب انہوں نے دیکھا کہ اس آیت سے گناہ گاروں کے خلود فی النار والا مسئلہ باطل ہوتا ہے تو ان تمام احادیث کا انکار کر دیا جو اس سلسلہ میں وارد ہیں۔ اور یہ بدترین گناہ ہے۔

عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ (ایسا عطیہ جو منقطع نہ ہوگا) غیر منقطع مگر ایسے زمانہ تک جائیگا جس کی انتہاء نہیں جیسا کہ فرمایا لھم اجر غیر ممنون [فصلت:۸] یہ عَطَآءً یہ اعطو امحذوف کا مفعول ہونے کی بناء پر منصوب ہے ای اعطوا عطاءً۔

نکتہ: فرقہ جہمیہ نے چار آیات کا انکار کیا۔ نمبرا۔ عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ۔ ھود نمبر۲۔ اکلھا دائمٌ [الرعد:۳۵] نمبر۳۔ وما عند اللّٰہ باق [النحل:۹۶] نمبر۴۔ لا مقطوعة ولا ممنوعة [الواقعہ:۳۳]

مشرکوں کو ضرور سزا ملے گی :

۱۰۹: جب اللہ تعالیٰ نے بتوں کے پجاریوں کے واقعات کو بیان کیا اور ان پر اترنے والے عذاب کو ذکر فرما دیا تو جو عذاب تیار شدہ ہے اس کا ذکر فرمایا۔ فَلَا تَكُ فِىْ مِرْيَةٍ مِّمَّا يَعْبُدُ هٰٓؤُلَآءِ (پس تم اے مخاطب! جس چیز کی یہ عبادت کرتے ہیں اس کے متعلق شک میں نہ پڑو) یعنی تم ہرگز شک نہ کرو اس کے بعد کہ تمہاری طرف یہ واقعات اتار دیئے کہ غیر اللہ کی عبادت کا برا انجام ہوگا جیسا کہ ان کے ہم مثلوں کو ان سے پہلے پہنچا۔

اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی اور کفار سے انتقام کا وعدہ فرمایا۔ اور کفار کو خبردار کیا۔ پھر فرمایا مَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا كَمَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُهُمْ مِّنْ قَبْلُ (یہ عبادت نہیں کرتے مگر کہ جس طرح ان کے آباؤ اجداد اس سے پہلے ان بتوں کی عبادت کرتے تھے) مقصد یہ ہے کہ شرک میں ان کی حالت اپنے آباؤ اجداد سے مختلف نہیں ہے۔ اور آپ کو بتلا دیا کہ ان کے آباء کا حشر کیا ہوا پس ان پر بھی اسی طرح کا عذاب اترے گا۔

نحو : یہ جملہ مستانفہ ہے اس کا مقصد شک کے متعلق نہی کی علت بیان کرنا ہے۔ ان کی عبادت ویسی مشرکانہ ہے جیسی ان کی تھی مِمَّا میں مَا اور كَمَا میں ما مصدر یہ ہے۔ یہ ان کی پوجا کرتے ہیں جن کے ان کے اسلاف کرتے تھے۔ نمبر۲۔ موصولہ ہے۔ اس صورت میں من عبادتھم کعبادتھم جن کی عبادت ان کی عبادت کی طرح معنی ہوگا۔ نمبر۳۔ جن بتوں کی وہ عبادت کرتے اور اسی کی مثل جنکی وہ عبادت ان میں سے کرتے تھے۔ وَاِنَّا لَمُوَفُّوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ (ہم ان کو ان کا حصہ پورا پورا دیں گے) عذاب کا حصہ جیسا کہ ان کے آباء کو ہم نے پورا پورا دیا۔ غَيْرَ مَنْقُوْصٍ (بغیر کمی کے) یہ نصیبھم سے حال ہے یعنی پورا۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ؕ وَ لَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ

اور بلاشبہ ہم نے موسیٰ کو کتاب دی سو اس میں اختلاف کیا گیا اور اگر اللہ کی طرف سے ایک بات طے شدہ نہ ہوتی

لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿۱۱۰﴾ وَاِنَّ كُلًّا لَّمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ

تو ان کے درمیان فیصلہ کر دیا گیا ہوتا، اور بلاشبہ وہ لوگ شک میں پڑے ہوئے ہیں جو تردد میں ڈالنے والا ہے۔ اور بیشک جتنے لوگ ہیں آپ کا رب انہیں

رَبُّكَ اَعْمَالَهُمْ ؕ اِنَّهٗ بِمَا يَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۱۱﴾ فَاسْتَقِمْ كَمَاۤ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ

ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیدیگا بے شک وہ انکے اعمال سے باخبر ہے، سو آپ استقامت پر رہیے جیسا کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے اور جو لوگ توبہ کر کے آپ

مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا ؕ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۱۲﴾ وَلَا تَرْكَنُوْۤا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا

کے ساتھی ہیں وہ بھی استقامت پر رہیں، اور حد سے آگے نہ بڑھو بیشک وہ تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے اور ان لوگوں کی طرف مت جھکو جنہوں نے ظلم کیا

فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۙ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

ایسا کرو گے تو تمہیں آگ پکڑ لے گی اور تمہارے لئے اللہ کے سوا کوئی مدد گار نہیں، پھر تمہاری مدد نہ کی جائے گی،

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ

اور دن کے دونوں طرفوں میں اور رات کے کچھ حصوں میں نماز قائم کیجئے بیشک نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں،

ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَاصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۱۵﴾

یہ نصیحت ہے نصیحت ماننے والوں کے لئے اور آپ صبر کیجئے کیونکہ اس میں شک نہیں کہ اللہ اچھے کام کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں فرماتا۔

۱۱۰: وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ (اور تحقیق ہم نے دی موسیٰ علیہ السلام کو کتاب) یعنی تورات فَاخْتُلِفَ فِيْهِ (پھر اس میں اختلاف ڈالا گیا) بعض لوگ ایمان لائے اور ایک قوم نے انکار کر دیا۔ جیسا کہ قرآن میں اختلاف کر رہے ہیں اس میں رسول اللہ ﷺ کو تسلی دی۔ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ (اگر ایک بات آپ کے رب کی طرف سے نہ ہو چکی ہوتی) کہ وہ ان کو جلدی سزا نہ دے گا۔ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ (تو ان کا قطعی فیصلہ ہو چکا ہوتا) نمبر۱۔ قوم موسیٰ علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کے درمیان نمبر۲۔ آپ کا اور آپ کی قوم کا ایسے عذاب سے جو ان کو جڑ سے اکھاڑ دیتا۔ وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ (اور بلاشبہ وہ اس کے متعلق شک میں مبتلا ہیں) نمبر۱۔ قرآن کے متعلق۔ نمبر۲۔ عذاب کے متعلق مُرِيْبٍ (جو ان کو متردد کرنے والا ہے) یہ اراب الرجل سے ہے جبکہ وہ شک والا ہو۔ یہ اسناد مجازی ہے۔

۱۱۱: وَاِنَّ كُلًّا (اور بالیقین تمام کے تمام) كُلًّا کی تنوین مضاف الیہ کے عوض ہے۔ یعنی اِنَّ كُلَّهُمْ یعنی بیشک تمام اختلاف

کرنے والے ہیں اس میں۔

لَمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ رَبُّكَ اَعْمَالَهُمْ۔ (آپ کا رب انہیں ان کے اعمال کا بدلہ پورا پورا دے گا)

قراءت: اِنَّ مشددہ اور لَمَّا تخفیف کے ساتھ بصری، علی نے پڑھا۔ اور ما زائدہ ہے اِنَّ اور لَيُوَفِّيَنَّهُمْ کی لام میں فاصلہ کیلئے لایا گیا ہے۔ لَيُوَفِّيَنَّهُمْ یہ قسم محذوف کا جواب ہے۔ لَمَّا میں لام قسم کی تمہید کیلئے لائی گئی ہے۔ مطلب اس طرح ہے۔ **وان جميعهم والله ليوفينهم ربك اعمالهم** بیشک تمام کو اللہ تعالیٰ کی قسم ضرور تیرا رب ان کے اعمال کا بدلہ دے گا یعنی ان کے اعمال خواہ ایمان ہو یا انکار و کفر حسن ہو یا قبیح۔

قراءت: ابوبکر نے پہلے کے برعکس اِنْ کو مخففہ پڑھا ہے اور مکی و نافع نے مخففہ ماننے کے باوجود ثقیلہ والا عمل اصل کا لحاظ کر کے دیا کیونکہ اصل ثقیل ہے۔ کیونکہ اِنَّ ثقیلہ فعل کے مشابہ ہے۔ اور فعل حذف سے پہلے اور بعد یکساں عمل کرتا ہے۔ جیسے **لم يكن** اور **لم يك** بالکل اسی طرح مشبہ بہ بھی۔ باقی قراء نے دونوں کو مشدد پڑھا ہے مگر یہ مشکل ہے اس میں سب سے بہتر قول یہ ہے کہ **لممت الشئ** سے لیا جائے ای **جمعتهٗ** لمّا پھر وقف کیا تو لمَّا بن گیا۔ پھر وقف کی بجائے اس پر وصل کو لائے۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ یہ الدعوٰی اور الشروٰی کی طرح ہو اور جن مصادر میں الف تانیث ہو۔

قول زہری رحمۃ اللہ علیہ:

وانَّ كُلًّا لَمًّا تنوین کے ساتھ پڑھا ہے جیسا کہ اس آیت میں اَكْلاً لَمًّا [الفجر:۱۹] اور یہ اس کی تائید کرتا ہے جو ہم نے کہا ہے مطلب یہ ہوگا۔ **ان كلًّا ملمومين اى مجموعين** گویا اسطرح فرمایا اِنَّ **كلًّا جميعًا**۔ (بیشک تمام نے جمع ہونا ہے) جیسا کہ اس ارشاد میں **فسجد الملائكة كلهم اجمعون** [الحجر:۳۰]

صاحب ایجاز کا قول:

لَمَّا میں ظرفیت کا معنی ہے اور کلام میں اختصار ہے۔ گویا اس طرح فرمایا **وان كلا لما بعثوا ليوفينهم** رَبُّكَ اَعْمَالَهُمْ۔ جب ہر شخص کو قیامت کے دن اٹھایا جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو اس کے اعمال کا ضرور بدلہ دے گا۔

کسائی کا قول:

لَمَّا کی تشدید میرے علم میں نہیں ہے۔

اِنَّهٗ بِمَا يَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ (بیشک وہ جو عمل کرتے ہیں ان سے خبردار ہے)

استقامت کا حکم:

۱۱۲: فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ (پس جو حکم آپ کو دیا گیا ہے اس پر قائم رہو) تم اس طرح قائم رہو۔ جس طرح استقامت کا آپ کو حکم ہوا۔ اس سے عدول کرنے والے نہ ہو۔ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ (اور وہ لوگ جو آپ کے ساتھ ایمان لانے والے ہیں) اسکا عطف مستتر پر ہے۔ جو استقم میں ہے اور فصل کیلئے ایسا جائز ہے۔ تقدیر اس طرح ہے۔ **فاستقم انت وليستقم من تاب**

عن الکفر ورجع الی اللہ مخلصًا پس تم استقامت اختیار کرو اور وہ بھی استقامت اختیار کریں جو آپ کے ساتھ ایمان لائے اور اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کیطرف رجوع کیا۔ وَلَا تَطْغَوْا (اور تجاوز نہ کرو (حدود شرع سے) یعنی اللہ تعالیٰ کی حدود سے نہ نکلو اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (وہ تمہارے تمام کاموں کے دیکھنے والے ہیں) وہ تمہیں بدلہ دے گا پس اس سے ڈرو۔ کہا گیا کہ رسول اللہ ﷺ پر اس سے زیادہ اشق آیت کوئی نازل نہیں ہوئی اسی لئے آپ نے فرمایا۔ شَيَّبَتْنِیْ هُوْدُ (ترمذی) مجھے سورۂ ہود نے بوڑھا کر دیا۔

ظالموں کی طرف جھکنے کی سزا آگ:

۱۱۳: وَلَا تَرْكَنُوْا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا (اور ظالموں کی طرف مت جھکو) نہ مائل ہو۔ بقول شیخ رحمہ اللہ! یہ کافر سرداروں کے متعلق خطاب ہے کہ کفار قائدین اور سرداروں کی طرف ان کے ظلم میں ذرا بھر بھی جھکاؤ مت اختیار کریں۔ اور ان باتوں میں جن میں وہ تمہیں اپنی طرف بلاتے ہیں۔ فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ (پس تمہیں عذاب چھولے گا) ایک قول یہ ہے کہ الرکون الیھم سے مراد ان کے کفر پر رضا ہے۔ قتادہ نے کہا مشرکین سے مت ملو۔

نکتہ: موفق کہتے ہیں کہ میں نے امام کے پیچھے نماز پڑھی۔ جب اس نے یہ آیت پڑھی تو اس پر بے ہوشی طاری ہوگئی۔ جب افاقہ ہوا تو ان سے پوچھا، کیا ہوا تو اس نے کہا یہ تو ان لوگوں کے بارے میں ہے جو ظالموں کی طرف جھکنے والے ہیں۔ ظالم کا کیا حال ہوگا؟

اقوالِ علماء رحمۃ اللہ علیہم:

حضرت حسن رحمہ اللہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے دین کو دو۔ لا میں بند کر دیا۔ نمبرا۔ لاتطغوا۔ نمبر۲۔ لاترکنوا (خوب نکتہ بینی ہے) حضرت سفیان رحمہ اللہ نے کہا جہنم میں ایک وادی ہے جس میں وہ قراء جو بادشاہوں کی زیارت کیلئے جانے والے ہیں وہ رکھے جائیں گے۔ قول حضرت اوزاعی رحمہ اللہ! اللہ تعالیٰ کو سب سے ناپسند یہ بات ہے کہ کوئی عالم کسی عامل (وزیر، امیر) کے پاس جائے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے ظالم کے متعلق دعا کی کہ وہ باقی رہے تو اس نے گویا پسند کیا کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اسکی زمین میں ہوتی رہے۔ (بیہقی فی شعب الایمان) سفیان رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ اگر ظالم جنگل میں قریب المرگ ہو۔ کیا اسکو پانی کا گھونٹ دیا جائے گا۔ آپ نے فرمایا نہیں آپ سے سوال کیا گیا وہ مرجائیگا۔ تو فرمایا۔ اس کو موت کے حوالہ کر دو۔

وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ (اور تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں کوئی دوست نہ ہوگا) یہ فتمسکم النار سے حال ہے تقدیر عبارت یہ ہے فتمسکم النار وانتم علی ھذہ الحالۃ۔ پس تمہیں آگ چھولے گی اس حال میں کہ تم اس حالت میں ہوگے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں تمہارا کوئی کارساز نہ ہوگا جو اس کے عذاب سے بچا سکے اور نہ ہی اس کے سواء کوئی تم سے اس کے عذاب کو روک سکے گا۔ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ (پھر تمہاری امداد نہ کی جائیگی) پھر وہ اللہ تعالیٰ تو تمہاری امداد نہ کرے گا کیونکہ تمہیں سزا کا خود اس نے حکم دیا۔ ثُمَّ استبعاد کیلئے ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے آدمی کی مدد بہت ہی بعید ہے۔

(یعنی بالکل نہ ہوگی)

نماز کے قیام اور نیکی کرتے رہنے کا حکم:

۱۱۴: وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَيِ النَّهَارِ (آپ نماز کو قائم کریں دن کے دو اطراف میں) صبح وشام وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ (اور رات کے کچھ حصوں میں) رات کے اوقات میں۔ زلفا یہ جمع زُلفۃٌ ہے یہ دن کے آخر میں رات کی قریبی گھڑیاں یہ ازلفه ای اذا قربه سے بنا ہے۔قریب کرنا۔صلاۃ الغدوۃ نماز فجر اور صلاۃ العشی۔ظہر،عصر ہے کیونکہ زوال کے بعد والا وقت العشی ہے۔اور صلاۃ الزلف یہ مغرب وعشاء ہے۔

نَحو: طرفی النهار کا نصب ظرفیت کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ دونوں کی اضافت وقت کی طرف ہے۔جیسا کہتے ہیں اقمت عنده جميع النهار واتيته نصف النهار واولهٗ آخره یہ تمام منصوب ہیں کیونکہ مضاف کو مضاف الیہ کا حکم دیا ہے۔اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ (بیشک نیکیاں دور کرنے والی ہیں برائیوں کو) پانچوں نمازیں گناہوں کو مٹاتی ہیں۔حدیث میں فرمایا۔ان الصلٰوة الخمس تكفرما بينها من الذنوب بیشک پانچوں نمازیں اپنے درمیان کے گناہوں کو مٹاتی ہیں۔ نمبر۲۔طاعات مٹاتی ہیں سیئات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔غلطی کے بعد نیکی کرلو، وہ نیکی اس برائی کو مٹا دے گی۔ سبحان اللہ، الحمدللہ، لا الٰہ الا اللہ، اللہ اکبر یہ برائیوں کو مٹاتے ہیں۔ذٰلِكَ (یہ) نمبر۱۔اس کا مشار الیہ فاستقم اور اس کا مابعد کلام ہے۔نمبر۲۔قرآن مشار الیہ ہے۔

ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ (یہ نصیحت ہے۔نصیحت حاصل کرنے والوں کیلئے) یہ آیت عمرو بن غزیہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق نازل ہوئی۔ جو کھجور فروش تھے۔ایک عورت ان کے ہاں سودا لینے آئی تو انہوں نے عورت کو کہا گھر میں اس سے بہتر کھجور ہے۔ وہ عورت داخل ہوئی تو انہوں نے اس کا بوسہ لے لیا۔پھر شرمندہ ہوئے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روتے ہوئے اپنا حال بیان کرتے ہوئے حاضر ہوئے۔ یہ آیت اتری آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: هل شهدت معنا العصر کیا تم عصر میں ہمارے ساتھ تھے۔اس نے کہا جی ہاں۔آپ نے فرمایا تیرے لئے وہ اس گناہ کا کفارہ ہے۔صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کیا یہ ان کے ساتھ مخصوص حکم ہے تو آپ نے فرمایا نہیں بلکہ تمام لوگوں کیلئے عام ہے (ترمذی)

۱۱۵: وَاصْبِرْ (اور جمے رہو) اسکو پورا کرنے میں جس کا آپ کو حکم دیا گیا اور اس سے رکے رہو جس کی ممانعت کی گئی ہے۔ جو چیز ان میں سے اسی وقت کامل ہوگی جب صبر ہوگا۔فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ (پس اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتے) جس نے ان تمام اوامر ونواہی کو جو فاستقم سے واصبر تک بیان فرمائے گئے جمع کر دیا وہ محسن ہے۔

فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ اُولُوْا بَقِيَّةٍ يَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِى الْاَرْضِ

سو جو امتیں تم سے پہلے گزری ہیں ان میں ایسے سمجھدار لوگ کیوں نہ ہوئے جو زمین میں فساد کرنے سے روکتے

اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّنْ اَنْجَيْنَا مِنْهُمْ ۚ وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَا اُتْرِفُوْا فِيْهِ وَكَانُوْا

بجز چند آدمیوں کے جن کو ہم نے عذاب سے بچالیا، اور جن لوگوں نے ظلم کی راہ اختیار کی وہ اسی عیش و عشرت کے پیچھے پڑے رہے جس میں وہ تھے اور یہ لوگ

مُجْرِمِيْنَ ﴿۱۱۶﴾ وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ ﴿۱۱۷﴾

مجرم تھے اور آپ کا رب ایسا نہیں ہے، جو بستیوں کو بطور ظلم کے ہلاک فرما دے حالانکہ ان کے رہنے والے اصلاح کرنے والے ہوں

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ ﴿۱۱۸﴾ اِلَّا مَنْ

اور اگر آپ کا رب چاہتا تو سب لوگوں کو ایک ہی جماعت بنا دیتا اور وہ برابر اختلاف میں رہیں گے مگر جس پر

رَّحِمَ رَبُّكَ ؕ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ؕ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ

آپ کا رب رحم فرمائے اور اللہ نے انہیں اسی لئے پیدا فرمایا اور آپ کے رب کی بات پوری ہوگی کہ میں جہنم کو جنات سے اور انسانوں سے

وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۱۹﴾

دونوں جماعتوں سے بھر دوں گا۔

اصلاح والے لوگ ضروری ہیں تا کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ ادا ہو

۱۱۶: فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ (کیوں نہ ہوئے ان امتوں میں جو تم سے پہلے گزریں) لولا۔ ھَلاَّ کان کے معنی میں ہے۔ یہ تخصیص کیلئے ہے اور فعل کو خاص کر دیتا ہے۔ اُولُوْا بَقِيَّةٍ (سمجھدار) فضیلت والے اور بھلائی والے۔ آیت میں فضل وجودت کو بقیہ کے لفظ سے ذکر کیا۔ جیسے کہا جاتا ہے۔ فلان من بقية القوم کہ فلاں قوم کے افضل لوگوں میں سے ہے۔ اور عرب کا قول اسی کے متعلق ہے۔ فی الزوایا خبایا۔ وفی الرجال بقایا۔ کونوں میں چھپی چیزیں اور آدمیوں میں اعلیٰ آدمی ہوتے ہیں۔

يَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِى الْاَرْضِ (جو زمین میں فساد سے لوگوں کو روکتے) اس میں محمد ﷺ اور آپ کی امت کے سامنے اس بات کو تعجب کے طور پر ذکر کیا کہ اس سورت میں جن امتوں کی ہلاکت کا ذکر کیا ان میں ایک جماعت بھی ایسی عقل منداور دیندار موجود نہ تھی جو دوسروں کو کفر و معاصی سے روکتی۔ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّنْ اَنْجَيْنَا مِنْهُمْ (مگر تھوڑے جن کو ہم نے ان میں سے بچالیا) یہ مستثنیٰ منقطع ہے۔ مطلب یہ ہے لیکن تھوڑے ایسے تھے جن کو ہم نے ان اہل زمانہ میں سے بچالیا جنہوں نے فساد سے منع کیا بقیہ تمام نہی عن المنکر کو ترک کرنیوالے تھے۔ ممن انجینا میں مِن بیانیہ ہے تبعیض کیلئے نہیں ہے کیونکہ نجات صرف برائی

سے روکنے والوں کو ملی جیسا دوسری آیت میں ہے۔ انجینا الذین ینھون عن السوء و اخذنا الذین ظلموا [الاعراف:۱۶۵]
وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا (اور ظالموں نے اتباع کی اور پیچھے پڑے رہے) یعنی وہ نہی عن المنکر کو چھوڑ نیوالے تھے۔ اسکا عطف مضمر پر ہے۔ ای الا قلیلاً مِمَّن انجینا منھم نھوا عن الفساد واتبع الذین ظلموا شھواتھم۔ مگر تھوڑے لوگ جن کو ان میں سے بچایا انہوں نے فساد سے دوسروں کو منع کیا۔ اور ظالموں نے اپنی شہوات کی اتباع کی۔ اس کا عطف نھوا پر ہے۔ مَآ اُتْرِفُوْا فِيْهِ (جس ناز و نعمت میں وہ پڑے تھے) انہوں نے ان چیزوں کی اتباع کی جس میں عیش پسندی اور خوشحالی دیکھی۔ الترفۃ سرداری اور دولت کو پسند کرنا اور خوشحالی کے اسباب کو تلاش کرنا۔ انہوں نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو چھوڑ دیا۔ اور اس کو پس پشت ڈال دیا۔ وَكَانُوْا مُجْرِمِيْنَ (اور وہ مجرمین تھے) یہ جملہ معترضہ ہے۔ ان کے بارے میں فیصلہ کر دیا کہ وہ مجرم لوگ ہیں۔

۱۱۷: وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى (اور آپ کا رب ہلاک کرنے والا نہیں اہل بستی کو)۔ نَحو: لِيُهْلِكَ کی لام تاکید نفی کیلئے لائی گئی ہے۔ بِظُلْمٍ (ظلم کے سبب) یہ فاعل سے حال ہے یعنی یہ درست نہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی بستی کو ظلم کے طور پر ہلاک کردے۔ وَّ اَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ (جبکہ بستی والے اصلاح کرنے والے ہوں) اس میں اللہ تعالیٰ کا ظلم سے منزہ اور پاک ہونا ذکر کیا۔ ایک قول یہ ہے کہ ظلم سے شرک مراد ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کسی بستی کو شرک کی وجہ سے ہلاک کرنے والے نہیں۔ جبکہ وہ لوگ اپنے باہمی معاملات میں درستگی کرنے والے ہوں۔ وہ اپنے شرک کے ساتھ کوئی دوسرا افساد نہ ملائیں۔

۱۱۸: وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً (اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سب لوگوں کو ایک گروہ بنا دیتا) سب کو ایمان و طاعات پر اپنے اختیار سے متفق کر دیتا۔ لیکن اس نے ایسا نہ چاہا۔

قول معتزلہ: اس مشیت سے زبردستی کی چاہت مراد ہے۔ اور اس سے ابتلاء کا کوئی معنی نہیں رہتا۔ پس یہ جائز نہیں۔ مگر: آیت تو بتلا رہی ہے کہ مشیت الگ چیز ہے اور حکم جدا چیز ہے۔ پس معتزلہ کی غلطی دونوں میں فرق نہ کرنے کی وجہ سے ہے فافھم) وَّ لَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ (وہ لوگ ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے) کفر و ایمان میں اختلاف کرتے رہیں گے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ وہ مختلف ہوں جب ان سے اختیار کو جانا۔

۱۱۹: اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ (سوائے ان کے جن پر آپ کا رب رحم کرے) مگر وہ لوگ جن کو اللہ تعالیٰ نے اختلاف سے بچایا۔ پس وہ دین حق پر متفق ہو گئے۔ اس میں اختلاف کرنے والے نہ تھے۔ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ (اور اسی کیلئے ان کو پیدا کیا) جس اختلاف پر وہ ہیں۔ پس ہمارے نزدیک تقدیر یہ ہے خلقھم للذی علم انھم سیصیرون الیه من اختلاف ان کو پیدا کیا اس اختلاف کیلئے جس کے متعلق اس نے جانا کہ وہ عنقریب پہنچ جائیں گے۔ (یہ حسن وعطاء کا قول ہے) نمبر۲۔ اتفاق کیلئے پیدا کیا اور ان کو اس کے علاوہ کسی چیز کیلئے پیدا نہیں کیا کہ جس کے بارے میں اس نے جانا کہ وہ اس تک پہنچیں گے۔
(کذا فی شرح التاویلات)

وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ (اور تیرے رب کی بات پوری ہوئی) کلمہ سے مراد وہ بات ہے جو اللہ تعالیٰ نے ملائکہ سے فرمائی

وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ۚ وَجَآءَكَ فِيْ هٰذِهِ الْحَقُّ

اور رسولوں کے قصوں میں سے یہ قصے ہم ایسے بیان کرتے ہیں جن کے ذریعے ہم آپ کے دل کو تقویت دیتے ہیں اور ان قصوں میں آپ کے پاس حق آ گیا ہے

وَمَوْعِظَةٌ وَّذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ ؕ

اور اہل ایمان کے لئے نصیحت ہے اور آپ ان لوگوں سے فرما دیجئے جو ایمان نہیں لاتے کہ تم اپنی جگہ پر عمل کرتے رہو

اِنَّا عٰمِلُوْنَ ﴿۱۲۱﴾ وَانْتَظِرُوْا ۚ اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَيْهِ

ہم بھی عمل کرنے والے ہیں۔ اور تم انتظار کرو ہم بھی انتظار کرنے والے ہیں، اور اللہ ہی کے لئے ہے آسمان کی اور زمین کی غیب کی چیزوں کا علم، اور اسی کی طرف

يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ؕ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ ع

تمام امور رجوع ہوں گے، سو آپ اسکی عبادت کریں اور اس پر توکل کریں اور آپ کا رب ان کاموں سے غافل نہیں جو تم کرتے ہو۔

لاملئن جهنم من الجنة والناس اجمعين۔ اسلئے کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں یہ بات ہے کہ اکثریت باطل کو اختیار کرے گی۔ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ۔ (کہ میں جہنم کو جنات سے اور انسانوں سے دونوں جماعتوں سے بھر دونگا)

۱۲۰: وَكُلًّا (ہر ایک) نحو: اس میں تنوین مضاف الیہ کے عوض میں ہے۔ گویا عبارت اسطرح ہے کل نبأ۔ کُلًّا پر نصب نَقُصُّ عَلَيْكَ سے ہے اور مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ یہ کل کا بیان ہے۔ اور مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ یہ کُلًّا سے بدل ہے۔

نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ (ہر ایک واقعہ جو ہم نے پیغمبروں کے واقعات میں سے بیان کیا وہ ایسا ہے کہ جس سے ہم آپ کے دل کو تقویت دیتے ہیں۔) وَجَآءَكَ فِيْ هٰذِهِ الْحَقُّ (اور آپ کے پاس اس سلسلہ میں حق آ گیا) اس سورت میں یا ان بیان کردہ واقعات میں وہ آ گیا جو سچا ہے۔ وَمَوْعِظَةٌ وَّذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ (وہ چیز آ گئی جو نصیحت اور یادداشت ہے ایمان والوں کیلئے) تثبتِ فؤاد کا معنی اضافہ یقین ہے کیونکہ دلائل کی کثرت دل کو مضبوط کر دیتی ہے۔

تم مانتے نہیں اب عذاب کا انتظار کرو:

۱۲۱: وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ (اور کہہ دیں ان لوگوں کو جو ایمان نہیں لاتے) یعنی اہل مکہ وغیرہ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ (تم اپنی جگہ کام کرو)۔ اپنی حالت اور جانب جس پر تم قائم ہو۔ اِنَّا عٰمِلُوْنَ (بیشک ہم کام کرنے والے ہیں) اپنی جگہ

۱۲۲: وَانْتَظِرُوْا (اور تم انتظار کرو) ہمارے متعلق حوادث کا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ (ہم تمہارے بارے میں انتظار کرنے والے ہیں)۔ کہ تم پر اسی طرح کا عذاب اترے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں بیان فرمایا جو تم جیسے تھے۔

۱۲۳: وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اور اللہ تعالیٰ ہی کیلئے تمام پوشیدہ باتیں ہیں آسمانوں اور زمین کی) ان میں کوئی چیز

ایسی نہیں جواس پرچھپی ہو۔پس تمہارے اعمال اس سے چھپے ہوئے نہیں۔وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ (اوراسی ہی کی طرف تمام کاموں کا لوٹنا ہے) پس ضروری ہے کہ ان کا معاملہ بھی اسی ہی کی طرف لوٹے اور آپ کا معاملہ بھی پس وہ خود آپ کی طرف سے ان سے انتقام لے گا۔

قراءت: نافع وحفص نے یُرجع پڑھا ہے۔فَاعْبُدْهُ وَ تَوَكَّلْ عَلَيْهِ (پس اسی ہی کی عبادت کرواوراس پر ہی بھروسہ کرو) وہ آپ کے لئے کافی ہے اور آپ کا کفیل ہے وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ (اور آپ کا رب بے خبر نہیں ان کاموں سے جن کو وہ کرتے ہیں)۔

قراءت: مدنی، شامی، حفص نے تا کے ساتھ پڑھا ہے۔مطلب یہ ہوگا آپ اور وہ۔تو تعملون میں مخاطب کوغلبہ دے کر ذکر کیا۔ ایک قول یہ ہے کہ تورات کا اختتام اسی آیت سے فرمایا گیا۔حدیث میں فرمایا گیا من احب ان یکون اقوی الناس فلیتو کل علی اللّٰہ تعالیٰ۔جو آدمی یہ پسند کرے کہ وہ لوگوں میں سب سے زیادہ قوی بن جائے وہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے۔(حاکم)

تمت ترجمة سورۂ هود یوم الاربعاء ۲۴/رجب المرجب ۱۴۲۳ من الهجرة والحمدللّٰه

سُورَۃُ یُوسُفَ مَکِّیَّۃٌ وَّھِیَ مِائَۃٌ وَّاحْدٰی عَشْرَۃَ اٰیَۃً وَّاثْنَا عَشَرَ رُکُوْعًا

سورۂ یوسف مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں ایک سو گیارہ آیات اور بارہ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

الٓرٰ قف تِلْكَ اٰیٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِیْنِ ۞ قف اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۞

الٓرٰ قف یہ کتاب مبین کی آیات ہیں بیشک ہم نے اس کو اتارا ہے قرآن عربی تا کہ تم سمجھو۔

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَیْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَاۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ۖۗ وَاِنْ

ہم نے جو یہ قرآن آپ کے پاس بھیجا ہے اس کے ذریعہ سے ہم آپ سے سب سے اچھا قصہ بیان کرتے ہیں، اور اس سے

كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِیْنَ ۞ اِذْ قَالَ یُوْسُفُ لِاَبِیْهِ یٰۤاَبَتِ اِنِّیْ رَاَیْتُ

پہلے آپ محض بے خبر تھے، جبکہ یوسف نے اپنے والد سے کہا کہ اے میرے ابا میں نے دیکھا کہ

اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَیْتُهُمْ لِیْ سٰجِدِیْنَ ۞

گیارہ ستارے اور چاند اور سورج مجھے سجدہ کیے ہوئے ہیں

عظمتِ قرآن:

۱: الٓرٰ۔ اللہ اعلم بمرادہٖ۔ تِلْكَ اٰیٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِیْنِ (یہ واضح کتاب کی آیات ہیں) تلک سے اس سورت کی آیات کی طرف اشارہ ہے۔ الْكِتٰبِ الْمُبِیْنِ سے سورت مراد ہے۔ یعنی یہ آیات وہ ہیں جو آپ کی طرف اس سورت میں اتاری گئیں۔ سورت کی آیات کا معاملہ اعجاز کے لحاظ سے غالب ہے۔ نمبر۲۔ یہ آیات اس پر اعجاز کو ظاہر کرتی ہیں جو ان میں غور و تدبر کرے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ انسانوں کی طرف سے نہیں نمبر۳۔ یہ ایسی واضح آیات ہیں کہ جنکے معانی اہل عرب پر مشتبہ نہیں کیونکہ یہ انہی کی زبان میں ہے۔ نمبر۴۔ ان آیات میں یہود کے اس سوال کو کھولا گیا جو انہوں نے یوسف علیہ السلام کے سلسلہ میں کیا۔ روایت میں ہے کہ علمائے یہود نے مشرکین سے کہا کہ محمد سے سوال کرو۔ آل یعقوب شام سے مصر میں کیوں منتقل ہوئی۔ اور یوسف علیہ السلام کا کیا واقعہ ہے۔

۲: اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِیًّا (ہم نے اسکو اتارا ہے قرآن عربی زبان کا) یعنی اس کتاب کو جس میں یوسف علیہ السلام کا واقعہ ہے اس حال میں اتارا ہے کہ یہ قرآن عربی ہے قرآن کے بعض حصہ کو قرآن کہا کیونکہ قرآن اسم جنس ہے۔ یہ سارے قرآن پر بھی بولا

جا تا ہے اور بعض حصہ پر بھی لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ (تا کہ تم سمجھو) تا کہ تم اس کے معانی سمجھو۔ جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ [فصلت:۴۴]

۳: نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ (ہم تمہیں بہترین قصہ بیان کرتے ہیں) ہم آپ کو بہترین بیان سے وضاحت کرتے ہیں۔القاصّ۔ جوواقعہ کو صحیح طور پر بیان کرے یہ زجاج کا قول ہے ایک قول یہ ہے۔القصص مصدر ہے اور اقتصاص کے معنی میں ہے۔جیسے تم کہو قص الحديث يقصه قصصا اس نے بات کو بیان کیا۔یہ فعل بمعنی مفعول ہے جیسا نفض اور الحسب بمعنی منقوص اور محسوب۔اول صورت میں معنی نحن نقص عليك احسن اقتصاص ہم بیان کرتے ہیں تم پر بہترین بیان۔

بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ (اس سبب سے کہ ہم نے قرآن کو بذریعہ وحی آپ کی طرف بھیجا) یعنی اس سبب سے کہ ہم نے تیری طرف وحی کی ہے یہ سورۃ۔اس طرح احسن مصدر کی وجہ سے منصوب ہے اور مصدر اس کا مضاف الیہ ہے۔ اور مقصوص محذوف ہے کیونکہ بما اوحينا اليك هذا القر ان نے اس سے مستغنی کر دیا۔اوراحسن الاقتصاص سے مراد اس کا انوکھے انداز سے اور عجیب اسلوب سے بیان کرنا ہے۔پہلی کتابوں میں اس قسم کا انداز بیان تو کیا اس کے قریب بھی نہیں پایا جاتا اور اگر قصص سے مقصوص مراد ہو تو معنی یہ ہوگا۔ہم تمہیں ان باتوں میں جو بیان کی جاتی ہیں بہترین واقعہ بیان کرتے ہیں۔

احسن کی وجہ:

نمبرا۔عبرتوں پر مشتمل ہے۔نمبر۲۔حکمتوں کا مرقع نمبر۳۔اس میں وہ عجائبات ہیں جو اوروں میں نہیں اور ظاہر یہ ہے کہ اس باب میں جتنے واقعات بیان کیے جاتے ہیں۔یہ ان میں احسن ہے جیسا کہتے ہیں فلان اعلم الناس یعنی اپنے فن میں اور القصص کا لفظ یہ قص اثرهٗ سے مشتق ہے جبکہ اسکی اتباع کرلے کیونکہ جو بات کو بیان کرتا ہے وہ اپنی یادداشت کی آہستہ آہستہ اتباع کرتا ہے۔وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ (اگر چہ آپ اس سے پہلے) اس میں ضمیر مااوحینا کی طرف لوٹتی ہے۔لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ (البتہ ناواقفوں میں سے تھے) اس کے متعلق۔ان یہ مخففہ من المثقلہ ہے۔اور لام دونوں کو ظاہر کر رہی ہے۔نافیہ کے بعد لام نہیں آتا۔ بیشک شان اور بات یہ ہے کہ تم ہمارے وحی کرنے سے پہلے اس سے ناواقف تھے۔

قصہ یوسف علیہ السلام اور اس کا خواب:

۴: اِذْ قَالَ (جب کہا) یہ احسن القصص سے بدل الاشتمال ہے۔کیونکہ وقت واقعات کو اپنے اندر شامل کرنے والا ہے۔اس لئے کہ واقعات ان اوقات میں وقوع پذیر ہوئے۔تقدیر عبارت یہ ہے اذکر اذ قال۔يُوْسُفُ (یوسف نے) یوسف یہ عبرانی لفظ ہے عربی نہیں۔اگر عربی ہوتو منصرف ہوتا کیونکہ منع صرف اسباب میں صرف تعریف رہ جاتی۔لِاَبِيْهِ (اپنے والد کو) یعنی یعقوب علیہ السلام يٰٓاَبَتِ (اے میرے ابا)

قراءت: شامی نے ابت پڑھا۔یہ تاءتانیث ہے جو کہ یاء اضافت کے عوض میں آئی ہے۔کیونکہ دونوں میں مناسبت پائی جاتی ہے ان میں سے ہر ایک اسم کے آخر میں بڑھائی جاتی ہیں۔اسی لئے تو ھا میں تبدیل ہو جاتی ہیں جبکہ وقف ہو۔تاءتانیث کو مذکر

قَالَ يٰبُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰٓى اِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ

ان کے والد نے کہا کہ اے میرے چھوٹے بیٹے تم اپنا خواب اپنے بھائیوں کو مت بتانا ورنہ وہ تمہارے لئے کوئی تدبیر کریں گے' بلاشبہ شیطان انسان کا

لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ

کھلا دشمن ہے، اور تمہارا رب اسی طرح تمہیں منتخب فرما لے گا، اور تمہیں خوابوں کی تعبیر کا علم دے گا اور وہ تم پر

وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اٰلِ يَعْقُوْبَ كَمَآ اَتَمَّهَا عَلٰٓى اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِيْمَ

اور یعقوب کی آل پر اپنی نعمت پوری فرما دے گا، جیسا کہ اس نے اپنی نعمت اس سے پہلے تمہارے دونوں دادوں ابراہیم اور اسحاق پر

وَاِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝

پوری فرمادی، بے شک آپکا رب جاننے والا ہے حکمت والا ہے

کے آخر میں لانا بھی جائز ہے۔ جیسا کہ کہتے ہیں رجل ربعۃ تا کا کسرہ اس لئے ہے تا کہ یاء محذوف پر دلالت کرے اور جنہوں نے تاء کوفتحہ دیا انہوں نے الف کو یا اَبَتا سے حذف کر کے فتحہ کو باقی رکھا ہے۔ جیسا کہ یاغلام میں حذف یا کے بعد کسرہ کو باقی رکھتے ہیں۔ اِنِّیْ رَاَیْتُ (بیشک میں نے دیکھا) یہ الرؤیا سے ہے۔ الرؤیۃ سے نہیں ہے۔ اَحَدَ عَشَرَ کَوْکَبًا (گیارہ ستارے) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان سے ان کے نام یہ ہیں جریان، الذیال، الطارق، قابس، عمودان، الفلیق، المصبح، الضروح، الفرع، وثاب، ذوالکتفین (البزاز) وَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ (اور سورج اور چاند کو) نمبرا۔ اس سے مراد باپ اور ماں نمبر۲۔ والد اور خالہ اور کواکب سے ان کے بھائی مراد ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ واؤ مع کے معنی میں ہے۔ ای رایت الکواکب مع الشمس و القمر اور ان کو عقلاء کے قائم مقام شمار کیا گیا ہے۔ رَاَیْتُھُمْ لِیْ سٰجِدِیْنَ (میں نے ان کو اپنے سامنے سجدہ ریز دیکھا) کیونکہ انہوں نے ان کا وصف ایسا بیان کیا جو عقلاء کا کام ہے۔ مثلاً سجدہ۔ خواب کو دوبارہ ذکر کیا کیونکہ پہلا الرؤیا، ذات سے متعلق ہے۔ اور دوسرا الرؤیا حالت وصف سے متعلق ہے۔ یا نمبر۲۔ دوسرا کام مستانف ہے۔ سوال کو مقدر مانکر یہ جواب لایا گیا ہے۔ گویا کہ ان کے والد نے ان کو کہا کیف رأیتھا؟ تم نے ستاروں کو کس طرح دیکھا تو انہوں نے جواب میں کہا رأیتھم لی ساجدین یعنی تواضع کی حالت میں پایا۔ اس وقت ان کی عمر بارہ سال تھی۔ اور خواب یوسفی اور بھائیوں کے اس انجام تک چالیس سال کا عرصہ ہے یا اسی سال کا۔

۵: قَالَ یٰبُنَیَّ (کہا اے میرے بیٹے) قراءت: حفص نے بُنَیَّ کو ہر جگہ فتحہ سے ہی پڑھا ہے۔ لَا تَقْصُصْ رُءْیَاکَ (تو بیان نہ کر اپنا خواب) یہ الرؤیۃ کے معنی میں ہے مگر الرؤیا کا لفظ منام کیلئے خاص ہے۔ بیداری کیلئے استعمال نہیں ہوتا اور صاحب بحر المحیط نے دونوں میں تا تانیث سے فرق کیا ہے جیسا کہ القربۃ اور القربٰی میں عَلٰٓی اِخْوَتِکَ فَیَکِیْدُوْا لَکَ کَیْدًا

(اپنے بھائیوں کے سامنے پس وہ تدبیر کریں گے تمہارے متعلق خفیہ تدبیر) یہ نہی کا جواب ہے تقدیر اس طرح ہے ان قصصتها علیهم کادوك۔ اگر تم نے بیان کر دیا تو وہ تیرے خلاف تدبیر کریں گے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے پہچان لیا کہ اللہ تعالیٰ اس کو شرف نبوت سے نوازنے والے ہیں۔ اور دارین میں ان پر احسان فرمائیں گے۔ اسی لئے بھائیوں کے حسد کا خطرہ محسوس کیا۔ البتہ فیکیدوك نہیں کہا جیسا کہ فکیدونی ۔ھود:۵۵ میں ہے لام سے متعدی کر کے فعل کے معنی کو ضمن میں ذکر کر دیا تاکہ تخویف بلیغ انداز میں ہو جائے اور اسکی مثال فیحتالوا الك ہے۔ اسی لئے تو مزید تاکید کیلئے كَيْدًا لائے ہیں۔ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ (بیشک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے) ظاہر دشمنی کرنے والا پس وہ ان کو حسد پر آمادہ کرے گا۔ اور خفیہ تدابیر سکھائے گا۔

۶: وَكَذٰلِكَ (اور اسی طرح) اس چناؤ کی طرح جس پر تیرا خواب دلالت کر رہا ہے۔ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ (تیرا رب تجھے چنے گا) تیرا انتخاب کرے گا۔ اجتباء، چناؤ، کے معنی میں آتا ہے۔ اس کا اصل جبیت الشیء جبکہ اس چیز کو اپنے لئے حاصل کرے۔ اور جبیت الماء فی الحوض کا معنی میں نے پانی حوض میں جمع کیا۔ وَيُعَلِّمُكَ (اور وہ تمہیں سکھائے گا) یہ ابتدائی جملہ ہے تشبیہ میں داخل نہیں۔ گویا اس طرح کہا گیا هو یعلمك ۔مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ (خواب کی تعبیر) نمبر۱۔ خواب کی تفسیر و وضاحت۔ حضرت یوسف علیہ السلام خواب کی سب سے زیادہ تعبیر کرنے والے تھے۔ یا نمبر۲۔ انبیاء علیہم السلام کی باتوں اور اللہ تعالیٰ کی کتابوں کی تعبیر کرنے والے۔ الاحادیث جمع حدیث ہے یہ احدوثة کی جمع نہیں ہے۔ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اٰلِ يَعْقُوْبَ (وہ اپنی نعمت کو تم پر اور آل یعقوب پر پورا کرے گا) اس طرح کہ ان کو دنیا کی نعمت آخرت کی نعمت کے ساتھ ملا کر دے گا۔ یعنی ان کو دنیا میں نبوت، بادشاہت اور دنیا سے آخرت کے بلند درجات میں منتقل کرے گا۔ آل یعقوب سے نسل، اولاد مراد ہے۔ آل کا اصل اَهْلٌ ہے۔ اسکی دلیل یہ ہے کہ اس کی تصغیر اُهَیْل آتی ہے۔ یہ ان کے بارے میں بولا جاتا ہے۔ جن میں عظمت پائی جاتی ہو۔ مثلاً آل النبی، آل الملک یہ نہیں کہا جاتا آل حجام۔ البتہ اہل حجام کہا جاتا ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے جان لیا کہ یوسف علیہ السلام نبی ہونگے اور ان کے بھائی انبیاء ہونگے ستارے کی روشنی سے استدلال کرتے ہوئے (مگر یعقوب علیہ السلام کا یہ سمجھنا کسی بھی صحیح روایت سے ثابت نہیں کہ ان کو انبیاء سمجھ کر بھی ان کی کوتاہیوں کی تاویلات کی جائیں۔ معلوم نہیں کہ شیخ نے یہ کہاں سے لے کر تحریر فرمایا ہے ثبوت نبوت کیلئے قطعی روایت کی ضرورت ہے جیسا کہ نبوت یوسفی کیلئے نص موجود ہے فافہم) وَعَلٰٓى اٰلِ يَعْقُوْبَ اسی لئے فرمایا كَمَآ اَتَمَّهَا عَلٰٓى اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ (جیسا اس نے انعام کو تیرے آباء پر پورا کیا اس سے پہلے) مراد جد اور ابوالجد ہے۔ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ ابویك کا عطف بیان ہے۔ اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ (بیشک آپ کا رب علم والا) وہ جانتا ہے کہ کون اجتباء کا حقدار ہے۔ حَكِيْمٌ (حکمت والا ہے) اشیاء کو ان کے مواقع پر رکھتا ہے۔

لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَاِخْوَتِهٖٓ اٰيٰتٌ لِّلسَّآئِلِيْنَ ⑦ اِذْ قَالُوْا لَيُوْسُفُ وَاَخُوْهُ اَحَبُّ

بلاشبہ یوسف اور اس کے بھائیوں کے قصہ میں سوال کرنے والوں کے لئے دلائل ہیں، جبکہ ان کے بھائیوں نے یوں کہا کہ یوسف اور اس کا بھائی

اِلٰٓى اَبِيْنَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ ۭ اِنَّ اَبَانَا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنِۨ ⑧ اقْتُلُوْا يُوْسُفَ

ہمارے باپ کو زیادہ پیارے ہیں حالانکہ ہم سب مل کر پوری ایک جماعت ہیں، بلاشبہ ہمارے والد کھلی غلطی پر ہیں، یوسف کو قتل کر دو

اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا يَّخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِيْنَ ⑨

یا اسے کسی زمین میں ڈال دو، ایسا کرنے سے تمہارے والد کا رخ تمہاری طرف ہو جائے گا اور اس کے بعد تم صلاح والے بن جاؤ گے،

قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوْا يُوْسُفَ وَاَلْقُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ

ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا کہ یوسف کو قتل نہ کرو اور اسے کسی اندھیرے کنویں میں ڈال دو تاکہ اس کو قافلہ والوں میں سے کوئی مسافر اٹھالے،

اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ⑩

اگر تم کو کرنا ہی ہے۔

۷: لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَاِخْوَتِهٖٓ (یوسف علیہ السلام اور اس کے بھائیوں میں) ان کے واقعہ میں اور باتوں میں اٰيٰتٌ (نشانات) علامات اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کے دلائل ہیں۔ اور حکمت باری کے ہر چیز میں ہونے کا ثبوت ہے۔ قراءت: مکی نے واحد آیۃٌ پڑھا ہے۔ لِّلسَّآئِلِيْنَ (سوال کرنے والوں کیلئے) نمبر ۱۔ جو ان کے واقعات کے متعلق دریافت کرے۔ اور ان کو پہچانے نمبر ۲۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے دلائل ہیں۔ ان لوگوں کیلئے جنہوں نے یہود سے یا ان کے کہنے پر خود سوال کیا اور آپ نے کسی سے واقعہ سننے کے بغیر بتلایا اور کسی کتاب سے پڑھنے کے بغیر بیان کر دیا۔ بھائیوں کے نام یہ ہیں۔ نمبر ۱۔ یہودا، نمبر ۲۔ روبین نمبر ۳۔ شمعون نمبر ۴۔ لاوی، نمبر ۵۔ زبولون نمبر ۶۔ یشجر، ان کی والدہ کا نام لیا بنت لیان ہے۔ نمبر ۷۔ دان۔ نمبر ۸۔ نفتالی نمبر ۹۔ جاد، نمبر ۱۰۔ آشر، یہ دونوں لونڈیوں زلفہ اور بلہہ کے بطن سے ہیں۔ جب لیا کا انتقال ہو گیا تو آپ نے اسکی بہن راحیل سے نکاح کر لیا۔ ان کے بطن سے دو بیٹے۔ نمبر ۱۔ یوسف۔ نمبر ۲۔ بنیامین پیدا ہوئے۔

بھائیوں کا حسد:

۸: اِذْ قَالُوْا لَيُوْسُفُ وَاَخُوْهُ اَحَبُّ اِلٰٓى اَبِيْنَا مِنَّا (جب انہوں نے کہا یوسف اور اس کا بھائی ہمارے باپ کو ہم سے زیادہ محبوب ہے) لَيُوسف کی لام ابتدائیہ ہے۔ اس میں تاکید اور تحقیق جملہ کا معنی پایا جاتا ہے۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ ان سے زیادہ محبت والی بات ثابت شدہ حقیقت ہے۔ جس میں شبہ کی گنجائش نہیں۔ واخوہ انہوں نے کہا حالانکہ وہ بھی تو بھائی تھے اسکی وجہ یہ تھی ان دونوں کی والدہ ایک تھی اور ان کی اور، اَحَبُّ کا لفظ تثنیہ کیلئے بھی لاتے ہیں کیونکہ افعل التفضیل کے واحد و تثنیہ یا جمع میں کوئی

فرق نہیں ہے۔اسی طرح مذکر ومؤنث کا بھی فرق نہیں، اسی لئے لام تعریف لگا کر فرق کرنا ضروری ہوا جب اضافت کی تو دونوں مقصد حاصل ہو گئے۔ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ (اورہم حالانکہ جماعت ہیں) واؤ حالیہ ہے۔مطلب یہ ہے کہ وہ ان دونوں کو محبت میں ہم پر فضیلت دیتا ہے حالانکہ وہ دونوں بچے ہیں جو اپنا آپ سنبھال نہیں سکتے اور ہم دس آدمی ہیں جو ان کی معاونت میں کفایت کر سکتے ہیں پس اضافہ محبت میں ان کی بہ نسبت ہمارا حق زیادہ ہے کیونکہ ہماری تعداد وقوت زیادہ ہے اور فائدہ بھی زیادہ ہے۔ اِنَّ اَبَانَا لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ (بیشک ہمارے والد کھلی گمراہی میں ہیں) دنیاوی تدابیر میں غلطی کرنے والا ہے۔اگر وہ ضلالت فی الدین مراد لیتے تو یہ کافر ہو جاتے۔العصبہ دس یا اس سے زیادہ پر بولا جاتا ہے۔

فیصلہ قتل:

۹: اُقْتُلُوْا یُوْسُفَ (تم یوسف کو قتل کردو) یہ بھی منجملہ ان باتوں میں سے ہے جو اِذْ قَالُوْا کے بعد بیان کی گئیں گویا وہ اس بات کا متفقہ فیصلہ کر چکے تھے۔سوائے اس کے جس نے لا تقتلوا یوسف کہا تھا ایک قول یہ ہے کہ قتل کی رائے دینے والا شمعون تھا۔اور باقی اتفاق رائے کرنے والے تھے۔اس لئے تمام کو قتل کا حکم دینے والے کہا گیا۔ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا (یا اس کو پھینک دو کسی زمین میں) ناواقف اور بیابان جگہ میں جو آبادی سے دور ہو۔اسی لئے ارضًا کو نکرہ لائے اور صفت کے بغیر ذکر کیا اسی وجہ سے اس کا اعراب ظرف مبہم والا نصب دیا گیا۔

یَخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِیْكُمْ (خالص ہو جائے گی تمہارے لئے باپ کی توجہ) وہ تمہاری طرف پوری طرح متوجہ ہو جائے گا۔ اور دوسرے کی طرف متوجہ نہ ہوگا۔اور مقصد اس سے یہ ہے ان کی محبت شراکت سے پاک ہو جائے گی۔ وَجْهٌ کا لفظ توجہ کی تصویر کشی کیلئے لائے۔کیونکہ آدمی جب کسی شئی کی طرف پورا متوجہ ہوتا ہے تو چہرہ اسکی طرف کرتا ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ وجہ بول کر ذات مراد لیں۔جیسا کہ اس آیت میں ویبقی وجه ربك [الرحمان:۲۷] وَتَكُوْنُوْا (اور تم ہو جانا) یہ یخلُ لکم پر عطف کی وجہ سے مجزوم ہے۔ مِنْۢ بَعْدِهٖ (اس کے بعد) یوسف کے بعد یعنی نمبر ا۔اس کے قتل سے فراغت کے بعد نمبر ۲۔جلا وطن کرنے کے بعد نمبر ۳۔اس کے قتل کے بعد نمبر ۴۔پھینکنے کے بعد۔ضمیر اقتلوا کے مصدر کی طرف لوٹتی ہے یا اطرحوا کے مصدر کی طرف قَوْمًا صٰلِحِیْنَ (نیک لوگ) نمبر ا۔اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس حرکت سے توبہ کرنے والے یا نمبر ۲۔تمہاری حالت والد کے ہاں درست ہو جائے گی۔

۱۰: قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ (ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا) وہ یہودا تھا۔یہ سب سے زیادہ عمدہ رائے والا تھا۔ لَا تَقْتُلُوْا یُوْسُفَ (تم یوسف کو قتل مت کرو) قتل بہت بڑا گناہ ہے وَاَلْقُوْهُ فِیْ غَیٰبَتِ الْجُبِّ (اسکو گہرے کنویں کے گڑھے میں ڈال دو) کنوئیں کی گہرائی میں۔ غیابۃ کنوئیں کا حصہ جو دیکھنے والے کی آنکھ سے اوجھل ہو

قراءت: مدنی نے غیابات اور اسی طرح اس کا مابعد پڑھا ہے۔ یَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّیَّارَةِ (اس کو لے جائے کوئی مسافر) راستے پر چلنے والا کوئی آدمی اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِیْنَ (اگر تم عمل کرنے والے ہو) اس پر کچھ۔

قَالُوا يَاَبَانَا مَا لَكَ لَا تَاْمَنَّا عَلٰى يُوسُفَ وَاِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ ⑪ اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا

کہنے لگے کہ اے ہمارے ابا کیا بات ہے آپ یوسف کے بارے میں ہم پر اطمینان نہیں کرتے حالانکہ ہم اس کے خیر خواہ ہیں، آپ اس کو کل ہمارے ساتھ بھیج دیجئے،

يَّرْتَعْ وَيَلْعَبْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ⑫ قَالَ اِنِّىْ لَيَحْزُنُنِىْٓ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَاَخَافُ

تا کہ وہ ہمارے ساتھ کھائے اور کھیلے اور ہم اس کی پوری حفاظت کرنے والے ہیں، یعقوب نے کہا کہ بیشک مجھے یہ بات رنجیدہ کرتی ہے کہ تم اسے لے جاؤ اور میں اندیشہ کرتا ہوں

اَنْ يَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَاَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ ⑬ قَالُوْا لَئِنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ

کہ تم اس سے غافل ہو جاؤ اور اس کو بھیڑیا کھا جائے، کہنے لگے کہ اگر اس کو بھیڑیا کھا جائے

وَنَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّآ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ⑭

اور ہماری پوری جماعت ہے تو ہم بالکل ہی خسارہ میں پڑنے والے ہو جائیں گے

والد سے بات چیت:

۱۱: قَالُوْا يَاَبَانَا مَا لَكَ لَا تَاْمَنَّا عَلٰى يُوسُفَ وَاِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ (وہ کہنے لگے اے ہمارے والد آپ ہم پر یوسف کے معاملے میں کیوں اعتماد نہیں کرتے اور بیشک ہم اس کے خیر خواہ ہیں) یعنی آپ ہم سے اس کے متعلق خائف کیوں ہیں۔ ہم تو اس کے خیر خواہ ہیں۔ اور اس پر شفقت کرنے والے ہیں۔ اس سے وہ یعقوب علیہ السلام کو ان کی رائے سے پھیرنا چاہتے تھے۔ اور حفاظت کے سلسلہ میں ان کی عادت کو بدلنا چاہتے تھے جبکہ یوسف کے متعلق فیصلہ کن کارروائی کا پختہ ارادہ ان کے باطن میں تھا۔

مَسْئَلَہ: اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ یعقوب علیہ السلام نے ان کی طرف سے ایسی بات کو محسوس کر لیا تھا جس سے لازم آتا تھا کہ یوسف کے سلسلہ میں وہ ان پر اعتماد نہ کریں۔

۱۲: اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَّرْتَعْ (اس کو ہمارے ساتھ کل صبح بھیج دیں تا کہ وہ جنگل میں کھائے پیئے)

قراءت: ابو عمرو اور ابن کثیر نے نلعب اور نرتع پڑھا ہے۔ تا کہ ہم اس کو خوب پھل فروٹ کھلائیں الرَّتعة وسعت و کثرت کو کہتے ہیں۔

وَيَلْعَبْ (ہم کھیلیں) شکار، تیر اندازی، گھوڑ دوڑ وغیرہ جو مباح ہیں ان سے تفریح کریں۔

قراءت: مدنی، کوفی نے یا کے ساتھ پڑھا جبکہ مکی، شامی اور ابو عمرو نے نون سے پڑھا ہے۔ حجازی نے عین کے کسرہ سے پڑھا۔ ارتعٰی یرتعی یہ الرعی سے افتعال ہے۔ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (اور بیشک ہم اسکی ضرور حفاظت کرنے والے ہیں) اس سے کہ اس کو کوئی نامناسب چیز پہنچے۔

۱۳۔ قَالَ اِنِّىْ لَيَحْزُنُنِىْٓ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ (کہا بیشک مجھے غم میں ڈالے گا تمہارا اسکو اپنے ساتھ لے جانا) مجھے غمزدہ کرے گا تمہارا

فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ وَاَجْمَعُوْۤا اَنْ یَّجْعَلُوْهُ فِیْ غَیٰبَتِ الْجُبِّ ۚ وَاَوْحَیْنَاۤ اِلَیْهِ

پھر جب یوسف کو لے گئے اور اس پر متفق ہو گئے کہ اسے اندھیرے کنویں میں ڈال دیں اور ہم نے اس کے پاس وحی بھیج دی

لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵﴾ وَجَآءُوْۤ اَبَاهُمْ عِشَآءً یَّبْكُوْنَ ﴿۱۶﴾

کہ تم ضرور انہیں یہ بات جتلاؤ گے اور وہ نہیں جانیں گے، اور وہ لوگ شام کے وقت روتے ہوئے اپنے باپ کے پاس آئے،

قَالُوْا یٰۤاَبَانَاۤ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا یُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ ۚ

کہنے لگے ابا جی بلاشبہ بات یہ ہے کہ ہم سب آپس میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کے لئے دوڑ لگانے میں مشغول ہوگئے اور یوسف کو ہم نے اپنے سامان کے پاس چھوڑ دیا سواسے

وَمَاۤ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِیْنَ ﴿۱۷﴾ وَجَآءُوْ عَلٰى قَمِیْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ ؕ قَالَ

بھیڑیا کھا گیا، اور آپ ہماری بات کا یقین نہیں کریں گے اگرچہ ہم سچے ہوں، اور وہ اس کے کرتہ پر جھوٹا خون لے آئے، یعقوب نے کہا بلکہ بات یہ ہے کہ

بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ فَصَبْرٌ جَمِیْلٌ ؕ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ﴿۱۸﴾

تمہارے نفسوں نے تمہیں ایک بات بنا کر دی ہے سو میں صبر ہی کروں گا جس میں شکایت کا نام نہ ہوگا، اور جو کچھ تم بیان کرتے ہو اس کے بارے میں اللہ ہی سے مدد طلب کرتا ہوں۔

اس کو ساتھ لے جانا۔ لَیَحْزُنُنِیْ میں لام ابتدائیہ ہے۔ وَاَخَافُ اَنْ یَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَاَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ (اور مجھے ڈر ہے کہ اس کو بھیڑیا کھا جائے گا اور تم اس سے غافل ہو جاؤ گے) ان کے سامنے عذر کیا کہ اس کا ساتھ لیجانا ہی مجھے غمزدہ کر دے گا کیونکہ وہ اس سے ایک لمحہ صبر نہ کر سکتے تھے۔ یعقوب علیہ السلام کو بھیڑیے کے حملے کا خطرہ تھا جبکہ وہ اپنے چرانے اور کھیل کود میں مصروف ہوں۔

۱۴: قَالُوْا لَئِنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ (انہوں نے کہا اگر اس کو بھیڑیا کھا لے) لام قسم کی تمہید کیلئے ہے اور قسم محذوف ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے واللہ لئن اکلہ الذئب۔ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ (جبکہ ہم جماعت ہیں) جتھا اور جماعت جو دفاع کی پوری قدرت رکھے عصبہ کہلاتی ہے۔ یہ واؤ حالیہ ہے۔ اِنَّاۤ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ (بیشک ہم اس وقت گئے گزرے ہوئے) یہ جواب قسم ہے یہ جزائے شرط کے قائم مقام ہے یعنی اگر ہم ایک دوسرے کی حفاظت کی قدرت نہیں رکھتے تو پھر ہمارے مویشی ہلاک ہو جاتے اور ہم ان کے سلسلہ میں نقصان میں مبتلا ہو جاتے۔

لطیفہ: انہوں نے اپنے دوسرے عذر کا تو جواب دیا۔ اول کا جواب نہیں دیا کیونکہ یہ بات ان کو غصہ دلانے والی تھی۔

۱۵: فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ وَ اَجْمَعُوْۤا اَنْ یَّجْعَلُوْهُ فِیْ غَیٰبَتِ الْجُبِّ (پس جب وہ (یوسف) کو لے گئے اور انہوں نے اس کو کنوئیں کے گہرے گڑھے میں ڈالنے کا فیصلہ کرلیا) کنوئیں میں ڈالنے کا پختہ ارادہ کرلیا۔ یہ کنواں یعقوب علیہ السلام کے مکان سے تین فرسخ دور تھا۔ لما کا جواب محذوف ہے تقدیر عبارت یہ ہے: فعلوہ بہ مافعلوا من الاذی۔ انہوں نے اس کو جوایذاء

دینی تھی وہ دی۔ روایت میں ہے کہ انہوں نے جنگل میں جا کر عداوت و دشمنی کا اظہار کیا ان کو مارا اور ہلاکت کے قریب کر دیا۔ یہودا نے ان کو اس بات سے روکا جب انہوں نے ڈالنے کا ارادہ کیا تو یوسف ان کے کپڑوں سے چمٹ گئے انہوں نے ہاتھوں سے کپڑا چھڑوالیا۔ پھر وہ کنوئیں کی دیوار سے چمٹ گئے۔ انہوں نے اس کے ہاتھ باندھ دیے اور قمیص اتاری تا کہ خون سے اس کو رنگین کر سکیں اور والد کے سامنے حیلہ بازی کر سکیں۔ انہوں نے ان کو کنوئیں میں لٹکایا۔ اس میں پانی تھا جس میں آپ جا گرے۔ پھر ایک چٹان پر چڑھے۔ اور کھڑے ہو کر رونے لگے۔ یہودا ان کے لئے کھانا لاتا رہا۔ تفسیری روایت میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کو جب آگ میں ڈالا گیا تو ان کے کپڑے اتار لئے گئے۔ جبرئیل علیہ السلام ان کے لئے حریر جنت کا ایک قمیص لائے اور ان کو پہنایا۔ یہ قمیص ابراہیم علیہ السلام نے اسحاق علیہ السلام اور اسحاق علیہ السلام نے یعقوب علیہ السلام کو دیا تھا۔ یعقوب علیہ السلام نے اس کو ایک تعویذ میں جو یوسف علیہ السلام کی گردن میں لٹکایا ہوا تھی اس کو بند کر دیا تھا۔ جبرئیل علیہ السلام نے اس کو نکال کر یوسف کو وہ قمیص پہنا دی۔ (یہ روایت اسرائیلیات کے کسی تعویذ گنڈے والے گروہ کی ایجاد کردہ معلوم ہوتی ہے **فافھم و انتبه**

تسلی یوسف:

وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ (اور ہم نے ان کی طرف وحی کی) ایک قول یہ ہے کہ بچپن میں ان پر وحی کی اور نبوت ملی جیسا یحیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کو ملی نمبر۲۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وہ قریب البلوغ تھے جب یہ وحی ہوئی۔ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا (تم ان کو اس حرکت پر آگاہ کرو گے) تم ضرور اپنے بھائیوں کو بیان کرو گے جو کچھ انہوں نے تمہارے ساتھ کیا۔ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ (اور وہ جانتے بھی نہ ہونگے) کہ تو یوسف ہے کیونکہ تیری شان بلند ہوگی سلطنت عظیم ہوگی۔ اور یہ اس وقت پیش آیا جب وہ غلہ کی خاطر ان کے پاس داخل ہوئے تو یوسف علیہ السلام نے ان کو پہچان لیا اور وہ ان کو نہ جانتے تھے آپ نے ایک برتن منگوایا اور اس کو اپنے ہاتھ پر رکھا پھر اس کو ٹھوکر لگائی تو اس سے آواز نکلی۔ تو آپ نے کہا یہ برتن مجھے بتلا رہا ہے کہ تمہارا ایک باپ سے بھائی تھا جس کو یوسف کہتے تھے۔ تم نے اس کو گہرے کنوئیں میں ڈال کر باپ کو کہہ دیا کہ اس کو بھیڑیئے نے کھا لیا ہے۔ تم نے اس کو چند ٹکے میں فروخت کر دیا۔ (مگر یہ اسرائیلی قصہ انك لانت يوسف کے خلاف نظر آتا ہے (فتدبر) نمبر۲۔ هم لا يشعرون کا تعلق اوحينا سے ہے کہ ہم نے وحی کے ذریعہ ان کو مانوس کیا اور ان کے دل سے وحشت کو زائل کیا اور ان کو ہمارے اس وحی کرنے کی خبر بھی نہ تھی۔

جھوٹا رونا:

۱۶: وَجَآءُوْٓ اَبَاهُمْ عِشَآءً (وہ شام کے اندھیرے میں اپنے باپ کے پاس آئے) تا کہ جھوٹ بولنے کے عذر پر جرأت کر سکیں اور معاملہ چھپا رہے۔ يَّبْكُوْنَ (روتے ہوئے) یہ حال ہے۔

نکتہ: حضرت اعمش کہتے تھے یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے اس رونے کے بعد ہر رونے والے کو سچا نہیں کہا جا سکتا ہے۔

۱۷: جب یعقوب علیہ السلام نے ان کی آواز سنی تو گھبرائے اور فرمایا میرے بیٹو! کیا ہوا۔ کیا تمہاری بکریوں پر کوئی آفت آ گئی۔ انہوں نے کہا نہیں۔ پھر تمہیں کیا ہوا۔ اور یوسف کہاں ہے؟

قَالُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ (کہنے لگے اے ہمارے والد! ہم آپس میں دوڑ لگاتے آگے نکل گئے) نستبق کا معنی

تسابق ہے۔ایک دوسرے کے مقابلہ میں دوڑنا۔نمبر۲۔تیراندازی میں مقابلہ کرتے آگے نکل گئے۔
صرف: باب افتعال اور تفاعل دونوں شراکت فعل کو ظاہر کرتے ہیں جیسے ارتماء اور الترامی وغیرہ ہے۔وَتَرَكْنَا يُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ وَمَآ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ۔ (ہم نے یوسف کو اپنے سامان کے پاس چھوڑا پس اس کو بھیڑیئے نے کھالیا۔آپ کو ہماری بات کا یقین نہیں آئے گا خواہ ہم سچ کہہ رہے ہوں) مومن لنا کا معنی تصدیق کرنا ہے۔لو کنا صادقین کا مطلب یہ ہے اگرچہ ہم تمہارے ہاں سچے اور ثقہ ہوں۔کیونکہ یوسف سے تمہیں شدید محبت ہے اور ہمارے متعلق بدگمان بھی ہیں تو پھر ہماری بات پر کیسے یقین آسکتا ہے خواہ ہم کتنے سچے ہوں۔
۱۸: وَجَآءُوْ عَلٰى قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ (وہ اسکی قمیص پر جھوٹا خون لگا لائے) نمبر۱۔جھوٹ والا نمبر۲۔مبالغۃً مصدر کو بطور صفت لائے۔گویا کہ وہ مجسمہ کذب ہے۔جیسا کہ کذاب کو کہتے ہیں ھو الکذاب بعینہ و الزور بذاتہ کہ وہ تو نرا جھوٹ کا پلندا ہے۔
روایت تفسیر میں ہے کہ انہوں نے ایک بھیڑ کا بچہ ذبح کیا قمیص کو اس میں لت پت کر دیا۔اور پھاڑنا بھول گئے۔روایت تفسیر میں ہے کہ یعقوب علیہ السلام نے جب یوسف علیہ السلام کے متعلق سنا تو زور سے آواز دی قمیص کہاں ہے۔اس کو لیکر اپنے چہرے پر ڈالا اور روئے یہاں تک کہ ان کا چہرہ قمیص کے خون سے خون آلودہ ہوگیا۔اور کہا اللہ تعالیٰ کی قسم؟! میں نے آج کے دن جیسا حوصلہ مند بھیڑیا نہیں دیکھا کہ جس نے میرا بیٹا تو کھالیا اور اس کا قمیص تک نہیں پھاڑا! (انبیاء علیہم السلام کیلئے رونا تو درست ہے مگر ایسا بے صبری کا رونا ان کے شایان شان نہیں۔(اللّٰہم احفظنا من الاسرائیلیات) کہا گیا ہے کہ یوسف علیہ السلام کے قمیص میں تین نشانات ظاہر ہوئے۔نمبر۱۔یعقوب علیہ السلام کے لئے ان کے کذب پر دلیل بن گیا۔نمبر۲۔قمیص یوسفی کو آپ کے چہرے پر ڈالا گیا تو نظر واپس لوٹ آئی۔نمبر۳۔ قمیص کا پیچھے سے پھٹ جانا صداقت یوسفی کی دلیل بن گئی۔
نحو: عَلٰى قميصه ظرفیت کی وجہ سے محل نصب میں ہے تقدیر عبارت یہ ہے وجَآءُوْ فوق قميصه بدم
قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ (یعقوب علیہ السلام نے) (فرمایا بلکہ مزین کیا) آسان کیا یا مزین کیا لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا (تمہارے نفسوں نے ایک امر) عظیم کو آسان کر دیا اور حقیر کر کے دکھایا کہ اسکا تم نے ارتکاب کر ڈالا (یعنی گم شدگی یوسف اور قتل کو اتنا معمولی سمجھ کر غلط عذر تراش لیا) فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ (پس اچھا صبر کروں گا)
نحو: نمبر۱۔یہ خبر ہے یا مبتداء کیونکہ موصوف ہے تقدیر عبارت امری صبر جميل یا صبر جمیل امثل۔صبر جمیل میرے لئے مناسب ہے۔وہ ایسا صبر ہے کہ جس میں مخلوق کے ہاں شکوہ نہ ہو۔وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ (اور اللہ تعالیٰ ہی مددگار ہیں) یعنی اسی سے ہی میں مدد طلب کرونگا عَلٰى (ان مصائب کے برداشت کیلئے جو تم بیان کرتے ہو) ہلاکت یوسف اور اس سے پہنچنے والے دکھ پر صبر مَا تَصِفُوْنَ (جو تم بیان کرتے ہو۔)

وَجَآءَتۡ سَيَّارَةٌ فَاَرۡسَلُوۡا وَارِدَهُمۡ فَاَدۡلٰى دَلۡوَهٗ ؕ قَالَ يٰبُشۡرٰى هٰذَا غُلٰمٌ ؕ

اور ایک قافلہ آ گیا انہوں نے اپنا آدمی پانی لانے والے کو بھیجا اس نے اپنا ڈول ڈالا وہ کہنے لگا کیا ہی خوشی کی بات ہے کہ یہ ایک لڑکا ہے،

وَاَسَرُّوۡهُ بِضَاعَةً ؕ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌ ۢ بِمَا يَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۹﴾ وَشَرَوۡهُ بِثَمَنٍۢ بَخۡسٍ دَرَاهِمَ

اور انہوں نے اسے سامان تجارت بنا کر چھپا لیا اور اللہ خوب جاننے والا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں، اور انہوں نے اسے معمولی سی قیمت پر بیچ دیا جو گنتی کے چند

مَعۡدُوۡدَةٍ ۚ وَكَانُوۡا فِيۡهِ مِنَ الزّٰهِدِيۡنَ ﴿۲۰﴾

درہم تھے اور یہ لوگ اس سے بے رغبت تھے۔

یوسف علیہ السلام اور قافلہ:

۱۹: وَجَآءَتۡ سَيَّارَةٌ (ایک قافلہ ادھر آ گزرا) یہ قافلہ مدین سے مصر جا رہا تھا۔ یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں ڈالے ہوئے تین دن بیت چکے تھے۔ قافلے والے راستہ بھول گے اور کنوئیں کے قریب اتر پڑے یہ آبادی سے دور بیابان کنواں تھا (مگر یلتقطه بعض السیارة کا قرینہ اس کے خلاف راستہ کے کنوئیں کی نشاندہی کرتا ہے فافہم) اس کنوئیں کا پانی نمکین تھا۔ یوسف علیہ السلام کے ڈالنے سے میٹھا ہو گیا۔ فَاَرۡسَلُوۡا وَارِدَهُمۡ (انہوں نے اپنے پانی لانے والے کو بھیجا) وارد وہ شخص جو قوم کا سقا ہو، اس کا نام مالک بن ذعر الخزاعی تھا۔ فَاَدۡلٰى دَلۡوَهٗ (اس نے اپنا ڈول لٹکایا) کنوئیں میں ڈول بھرنے کیلئے چھوڑا یوسف علیہ السلام ڈول کے ساتھ لٹک گئے اس نے کھینچا تو پکار اٹھا۔ قَالَ يٰبُشۡرٰى (اے بشارت)

قراءت: کوفی نے کہا نادی البشری پڑھا ہے گویا اللہ تعالیٰ فرمار ہے ہیں۔ یابشری ھذا اوانک۔ اے بشارت یہ تمہارا زمانہ ہے۔ دیگر قراء نے بشرای (اپنی ذات کی طرف اضافت کے ساتھ) اے میری خوشخبری نمبر۲ یہ بشری مالک کے غلام کا نام ہے پس اس کو آواز دی اپنی ذات کی طرف نسبت کر کے۔ اس صورت میں یہ علم ہے ایک قول یہ ہے کہ وہ آپ کو لیکر گیا جب قافلہ کے قریب پہنچا تو ان کو اسکی خوشخبری دیتے ہوئے آواز دی۔ هٰذَا غُلٰمٌ (کہ یہ ایک لڑکا ہے) وَاَسَرُّوۡهُ (انہوں نے چھپا لیا اسکو) اسمیں ضمیر وارد اور اس کے قافلہ والوں کی طرف ہے۔ کہ انہوں نے بقیہ قافلے سے اس کو چھپایا نمبر۲۔ ضمیر یوسف کے بھائیوں کی طرف لوٹتی ہے۔ انہوں نے قافلہ والوں سے کہا یہ ہمارا غلام بھگوڑا ہو گیا ہے اس کو ہم سے خرید لو۔ یوسف علیہ السلام خوف قتل سے خاموش رہے۔ بِضَاعَةً (مال تجارت سمجھ کر) یہ حال ہے یعنی انہوں نے سامان تجارت سمجھ کر اس کو چھپا لیا۔ البضاعة جس کو مال سے تجارت کی خاطر الگ کر لیا جائے۔ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌ ۢ بِمَا يَعۡمَلُوۡنَ (اور اللہ تعالیٰ جاننے والے تھے جو کچھ وہ کر رہے تھے) یوسف کے بھائی جو اپنے باپ اور بھائی کے ساتھ یہ قبیح قسم کا سلوک کر رہے تھے۔

۲۰: وَشَرَوۡهُ (اور بیچ دیا انہوں نے) فروخت کر دیا بِثَمَنٍۢ بَخۡسٍ (حقیر قیمت) کھوٹے ناقص قیمت ظاہر نقصان والے نمبر۲۔ کم قیمت دَرَاهِمَ مَعۡدُوۡدَةٍ (چند گنتی کے دراہم کے بدلے) دراہم ثمن کا بدل ہے معدودہ قلیل جو شمار ہو سکتے تھے۔ ان کا وزن

وَقَالَ الَّذِي اشْتَرَاهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖٓ اَكْرِمِيْ مَثْوٰىهُ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ

اور اہل مصر میں سے جس شخص نے یوسف علیہ السلام کو خریدا تھا اس نے اپنی عورت سے کہا اسے عزت کے ساتھ رکھنا، ممکن ہے ہمارے کام آ جائے

اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا ؕ وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ ز وَلِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِيْلِ

یا ہم اسے بیٹا بنا لیں، اور اسی طرح ہم نے یوسف علیہ السلام کو اس سرزمین میں قوت دے دی اور تاکہ اسے خوابوں کی تعبیر دینا

الْاَحَادِيْثِ ؕ وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓى اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَلَمَّا

بتلا دیں اور اللہ اپنے کام پر غالب ہے لیکن بہت سے لوگ نہیں جانتے، اور جب

بَلَغَ اَشُدَّهٗٓ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۲۲﴾

وہ اپنی جوانی کو پہنچا تو ہم نے اسے حکمت اور علم عطا کیا اور ہم اسی طرح اچھے کام کرنے والوں کو بدلہ دیتے ہیں۔

وَرَاوَدَتْهُ الَّتِيْ هُوَ فِيْ بَيْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ ؕ

اور وہ جس عورت کے گھر میں تھے اس نے اپنا مطلب حاصل کرنے کے لئے ان کو پھسلایا اور دروازے بند کر دیئے اور کہنے لگی آجاؤ میں تم ہی سے کہہ رہی ہوں،

قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّيْٓ اَحْسَنَ مَثْوَايَ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۳﴾

انہوں نے کہا کہ میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں بے شک تیرا شوہر میرا مربی ہے اس نے میرا اچھا ٹھکانہ بنایا ہے بیشک بات یہ ہے کہ ظلم کرنے والے کامیاب نہیں ہوتے۔

نہ کیا گیا انکے ہاں رواج یہ تھا کہ چالیس سے کم دراہم کو گنتے اور چالیس یا اس سے اوپر دراہم کا وزن کرتے اور یہ بیس دراہم تھے۔ وَكَانُوْا فِيْهِ مِنَ الزَّاهِدِيْنَ (اور اس میں بے رغبت تھے) زاہد اس شخص کو کہتے ہیں جو ہاتھ میں جو موجود ہو اس کو معمولی قیمت کے بدلے دے ڈالے۔ نمبر۲۔ شَرَوْهُ کا معنی خرید لیا اسکو قافلہ والوں نے بھائیوں سے اور وہ اسکے متعلق بے رغبت تھے کیونکہ انہوں نے اس کو بھاگا ہوا غلام سمجھا اور تفسیری روایت میں یہ بھی ہے کہ یوسف کے بھائیوں نے ان کا پیچھا کیا اور کہا اس کو اس سے پختہ اعتماد لے لو کہ یہ بھاگے نہیں۔ اور فیہ یہ الزاھدین کا صلہ نہیں یعنی رغبت نہ رکھنے والے کیونکہ صلہ موصول سے مقدم نہیں ہوتا بلکہ فیہ یہ بیان ہے گویا اس طرح کہا گیا کس چیز میں انہوں نے بے رغبتی کی تو جواب دیا انہوں نے یوسف میں بے رغبتی کی۔

مصر پہنچنا:

۲۱: وَقَالَ الَّذِي اشْتَرَاهُ مِنْ مِّصْرَ اور کہا اس شخص نے جس نے مصر میں یوسف کو خریدا۔ اس کا نام قطفیر تھا اور یہی عزیز ہے جو کہ خزائن مصر پر نگران تھا۔ اور بادشاہ ان دنوں ریان بن ولید تھا۔ یہ یوسف علیہ السلام کے ہاتھ پر ایمان لایا اور آپ کی زندگی میں فوت ہو گیا۔ عزیز نے آپ کو آپ کے ہم وزن چاندی اور ریشم اور کستوری کے بدلے میں خریدا۔ آپ کی اس وقت سترہ سال

عمر تھی۔ آپ اس کے گھر میں تیرہ سال رہے۔ ریان بن ولید نے ۳۰ سال کی عمر میں وزیر بنالیا۔ اللہ تعالیٰ نے حکمت وعلم دیا۔ جبکہ آپ کی عمر ۳۳ سال ہوئی اور آپ کی عمر ۱۲۰ سال ہوئی جب وفات پائی۔

لِامْرَاَتِہٖٓ (اپنی بیوی کو) راعیل یا زلیخا لام یہ قال سے متعلق ہے اشتراہ سے متعلق نہیں۔ اَکْرِمِیْ مَثْوٰہُ (اس کو خاطر سے رکھنا) اس کے مرتبہ اور مقام کو ہمارے ہاں معزز بناؤ یعنی اچھا پسندیدہ اسکی دلیل دوسری آیت میں ہے اِنَّہٗ رَبِّیْٓ اَحْسَنَ مَثْوَایَ [یوسف: ۲۳] ضحاک کہتے ہیں مثوای کا معنی اچھا معاش عمدہ کپڑے، شاندار بستر۔ عَسٰٓی اَنْ یَّنْفَعَنَآ (امید ہے کہ یہ ہمیں فائدہ پہنچائے) شاید کہ یہ جب سیکھ جائے اور معاملات کو سمجھ جائے اور کاموں کے مقام ومحل کو جان لے گا تو ہم اس سے اپنے کاموں میں معاونت لیں گے۔ اَوْ نَتَّخِذَہٗ وَلَدًا (یا اس کو بیٹا بنالیں گے) یا اس کو متبنّٰی لڑکے کے قائم مقام رکھیں گے۔ قطفیر کے ہاں بچہ، بچی کچھ بھی نہ تھا۔ اسلئے نجابت کے آثار دیکھ کر یہ بات کہی۔ وَکَذٰلِکَ (اور اسی طرح) ذٰلک سے اشارہ قتل سے نجات پانے اور عزیز کو مہربان بنانے کی طرف ہے اور کاف منصوب ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ مثل ذلك الانجاء والعطف مَکَّنَّا لِیُوْسُفَ (ہم نے یوسف کو جمادیا) یعنی جس طرح اس کو نجات دی اور عزیز کا دل اسپر موڑ دیا اسی طرح ہم نے اس کو ٹھکانہ دیا۔ فِی الْاَرْضِ (زمین میں) یعنی ارض مصر میں اس کو بادشاہ بنادیا جس پر وہ اپنا حکم چلاتا ہے۔ وَلِنُعَلِّمَہٗ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ (اور تاکہ ہم اس کو باتوں کی تعبیر کرنا سکھائیں) وہ نجات قتل اور اقتدار اس مقصد کی خاطر تھا۔ وَاللّٰہُ غَالِبٌ عَلٰٓی اَمْرِہٖ (اللہ تعالیٰ غالب ہیں اپنے حکم پر) نمبر۱: ضمیر کا مرجع اللہ تعالیٰ ہو تو مطلب جو وہ چاہتا ہے اس سے کوئی اسکو روک نہیں سکتا۔ نمبر۲۔ یا یوسف مرجع ہو تو یوسف کے معاملے میں ان کے بھائی کچھ اور چاہتے تھے اور اللہ تعالیٰ اور چاہتے تھے ہوا وہی جو اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ (لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے) اس بات کو کہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

۲۲: وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّہٗٓ (جب وہ اپنی بھرپور جوانی کو پہنچے) اپنی استعدادی قوت کی انتہاء کو اور وہ اٹھارہ سال ہے یا ۲۱ سال ہے۔ اٰتَیْنٰہُ حُکْمًا وَّعِلْمًا (ہم نے ان کو حکم وعلم عنایت فرمایا) نمبر۱۔ حکم سے حکمت مراد ہے اور علم بمع عمل اور جہالت والی باتوں سے اجتناب۔ نمبر۲۔ لوگوں کے درمیان فیصلہ اور سمجھ بوجھ وَکَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ (اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں نیکی کرنے والوں کو) اس میں متنبہ کیا کہ وہ اپنے اعمال میں مخلص تھے اور عنفوان حکومت میں متقی و پرہیزگار تھے۔

مرجیہ کا غلط طرزِ عمل:

۲۳: وَرَاوَدَتْہُ الَّتِیْ ھُوَ فِیْ بَیْتِھَا عَنْ نَّفْسِہٖ (اور یوسف جس عورت کے گھر میں تھے اس عورت نے اپنا مطلب حاصل کرنے کیلئے ان کو پھسلایا) یعنی یوسف سے مطالبہ کیا کہ وہ اس سے قربت کرے۔ المراودۃ یہ باب مفاعلہ ہے راد، یرود جبکہ وہ آئے اور جائے گویا مطلب اس طرح ہے۔ کہ یوسف کو دھوکا دینا چاہا ان کے نفس کے سلسلہ میں یعنی اس نے ایسی حرکت کی جو دھوکا باز اپنے ساتھی سے کوئی چیز حاصل کرنے کیلئے کرتا ہے۔ اور وہ ساتھی اس چیز کو اپنے ہاتھ سے دینا نہیں چاہتا پس یہ اس سے لینے کیلئے حیلہ بازی کرتا ہے۔ یہ اس تحمل اور آہستگی کی تعبیر ہے جو اس نے یوسف سے اپنا مطلب پورا کرنے کیلئے اختیار کی۔ وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ (اور اس نے دروازے بند کردیے) اور وہ دروازے سات تھے۔ وَقَالَتْ ھَیْتَ لَکَ (اور کہا آجاؤ تمہیں سے کہتی ہوں) ہیت یہ اسم ہے جو تعال اور اقبل کے معنی میں آتا ہے۔ یہ مبنی علی الفتح ہے۔

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ؕ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ

اوراس عورت نے ان کے ساتھ اپنا کام نکالنے کا مضبوط ارادہ کرلیا تھا اور وہ بھی ارادہ کرلیتے اگر اپنے رب کی دلیل نہ دیکھ لیتے اسی طرح تا کہ ہم ان سے برائی کو اور بے حیائی کو

وَالْفَحْشَآءَ ؕ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۲۴﴾ وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيْصَهٗ

دور رکھیں ، بے شک وہ ہمارے برگزیدہ بندوں میں سے تھے ، اور وہ دونوں آگے پیچھے دروازے کی طرف دوڑے اور اس عورت نے پیچھے سے ان کا

مِنْ دُبُرٍ وَّاَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ ؕ قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا

کرتہ چیر دیا اور دونوں نے اس عورت کے سردار کو دروازے کے پاس پالیا ، وہ کہنے لگی جو شخص تیرے گھر والوں کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے اس کی سزا

اِلَّآ اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۵﴾ قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِيْ عَنْ نَّفْسِيْ وَشَهِدَ شَاهِدٌ

اس کے علاوہ کچھ نہیں کہ اسے جیل میں ڈال دیا جائے یا دردناک سزا دی جائے ، یوسف نے کہا اسی نے مجھے اپنی مطلب براری کے لئے پھسلایا اور اس کے خاندان میں سے ایک

مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۲۶﴾ وَاِنْ

گواہی دینے والے نے گواہی دی کہ اگر اس کا کرتہ سامنے سے پھاڑا گیا ہے تو عورت نے سچ کہا اور یہ شخص جھوٹے لوگوں میں سے ہے اور اگر

كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۲۷﴾ فَلَمَّا رَاٰ قَمِيْصَهٗ

اس کا کرتہ پیچھے سے پھاڑا گیا تو اس عورت نے جھوٹ کہا اور یہ سچوں میں سے ہے ، پھر جب اس کے کرتے کو دیکھا گیا

قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهٗ مِنْ كَيْدِكُنَّ ؕ اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ ﴿۲۸﴾ يُوْسُفُ اَعْرِضْ

کہ پیچھے سے پھاڑا گیا ہے تو کہنے لگا کہ بے شک یہ تم عورتوں کی فریب کاری میں سے ہے بے شک تمہارا فریب بڑا ہے ، یوسف اس بات کو

عَنْ هٰذَا ٚ وَاسْتَغْفِرِيْ لِذَنْۢبِكِ ۖۚ اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِـِٕيْنَ ﴿۲۹﴾

جانے دو ، اور اے عورت تو اپنے گناہ کے لئے استغفار کر ، بلاشبہ تو ہی گناہگاروں میں سے ہے۔

ع ۹ ۱۲

قراءت: مکی نے ھیتُ پڑھا ہے۔ اور اس کو مبنی علی الضم مانا ہے۔ مگر مدنی اور شامی نے ھیتَ پڑھا ہے۔ اور لام بیان کیلئے ہے گویا تقدیر عبارت یہ ہے لک اقول ہذا جیسا کہ تم کہو: هلمّ لك قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ (اس نے کہا میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں) اعوذ باللہ معاذًا میں اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں پناہ چاہنا۔ اِنَّهٗ (تحقیق شان یہ ہے) شان اور بات یہ ہے۔ رَبِّیْٓ (وہ میرا آقا اور مالک ہے) مراد اس سے قطفیر تھا۔ اَحْسَنَ مَثْوَایَ (اس نے میرا اچھا ٹھکانہ بنایا ہے) اس نے جب تمہیں کہا اکرمی مثواہ کہ اس کو اچھا ٹھکانہ دو پس کیا سزا ہے اگر میں اس کے اہل کے سلسلہ میں خیانت کروں۔ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ (تحقیق شان یہ ہے کہ وہ ظالموں کو کامیابی نہیں دیتا) ظالم سے خائن مراد ہے یا زانی یا اِنَّهٗ رَبِّیْٓ سے اللہ تعالیٰ کی ذات مراد ہے۔ کیونکہ وہ مسبب الاسباب ہے۔

۲۴: وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ (تحقیق وہ عورت ان کا ارادہ کر چکی تھی) ھَمّ پختہ ارادہ وَھَمَّ بِھَا اور ان کو طبعی میلان ہوا مگر عزم سے اس کو دور کیا۔ یہ حسن بصری رحمہ اللہ کا قول ہے۔ شیخ ابو منصور رحمہ اللہ نے کہا ھَمّ خیال کے معنی میں ہے اور دل میں آنے والے خیالات پر بندے کو اختیار نہیں اور نہ ہی ان پر مؤاخذہ ہے جب تک کہ اس کو پختہ نہ کرے۔ اگر یوسف علیہ السلام کا ھَمّ بھی عورت کے ھَمّ کی طرح ہوتا تو اللہ تعالیٰ عبادنا المخلصین کہہ کر ان کی تعریف نہ فرماتے۔

ایک قول یہ ہے کہ ارادہ کی طرف جھکاؤ اختیار کرنے والے تھے۔ عرب کہتے ہیں ھم بالامر۔ جب قصد کرے اور اس کا پختہ ارادہ کرے۔ اور لولا ان رّابرھان ربہ کا جواب محذوف ہے۔ ای لکان ما کان تو ہوتا جو ہوتا۔ ایک قول یہ کہ وھمّ بھا اس کا جواب ہے مگر یہ صحیح نہیں کیونکہ لولا کا جواب اس سے مقدم نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ حکم شرط میں ہے اور یہ شروع کلام میں آتا ہے۔ البرھان کا معنی حجت ہے اور جائز ہے کہ وھم بھا حکم اور ولقد ھمت بہ کی قسم میں داخل ہو اور یہ بھی درست ہے کہ خارج ہو۔ قاری کا حق یہ ہے جب حکم قسم سے اس کو خارج قرار دے اور اس کو مستقل کلام بنائے تو بہ پر وقف کرے اور ھم بھا سے نیا کلام شروع کرے۔ اس صورت میں دونوں ھَمّ کے درمیان فرق بھی ظاہر ہوتا ہے۔

باطل تفسیر:

اور یوسف کی یہ تفسیر کہ انہوں نے ازار بند کو کھول لیا اور بیٹھ گئے جیسے مرد بوقت حاجت بیٹھتا اور البرھان کی یہ تفسیر کہ انہوں نے ایک آواز سنی ایاك و ایاھا دو مرتبہ۔ پھر تیسری مرتبہ اعرض عنھا۔ مگر انہوں نے توجہ نہ دی یہاں تک کہ یعقوب اپنے پورے کاٹتے ہوئے سامنے آئے۔

تردید:

یہ تفسیر محض باطل ہے۔ سیاق کلام الٰہی' مرتبہ نبوت اور واضح آیات کے خلاف (فلیحذر منه اعاذنا الله من هذه الخرافة) نسفی رحمہ اللہ نے تردید کیلئے یہ نقل کی ہے۔ نقل کفر کفر نباشد) جن آیات کے یہ خلاف ہے وہ یہ ہیں نمبرا۔ ھی راودتنی عن نفسی۔ اگر ان کی طرف سے یہ اقدام ہوا ہوتا تو اپنے نفس کو بانگ دہل اس طرح بری قرار نہ دیتے نہ دے سکتے تھے (وہ عورت تردید کر دیتی) مگر وہ عورت کہہ اٹھی۔ (و لقد راودته عن نفسه فاستعصم) نمبر۲۔ کذلك لنصرف عنه السوء والفحشاء۔ اگر ایسا معاملہ ہوتا تو پھر برائی کا ان سے پھرنے کا معنی ہی نہیں رہ جاتا۔ نمبر۳۔ ذلك ليعلم انى لم اخنه بالغيب۔ اگر یہ معاملہ ہوا ہوتا تو یہ پوشیدہ خیانت تو ہوگئی تردید کا کیا معنی تھا۔ نمبر۴۔ ماعلمنا عليه من سوء اور الآن حصحص الحق انا راودته عن نفسه وانه لمن الصادقين۔

آخری بات:

اگر یہ بات پیش آئی ہوتی تو ان کی توبہ سے استغفار کا ذکر ہوتا۔ یہ تو بہت بڑی بات ہے۔ اس کے مقابلے میں معمولی ترین مرتبہ کے نامناسب باتوں پر دوسرے انبیاء علیہم السلام کا استغفار موجود ہے۔ جیسے سورۂ ہود میں نوح علیہ السلام اور یونس و داؤد علیہما

السلام۔اللہ تعالیٰ تو ان کو مخلصا خالص چنے ہوئے فرما رہے ہیں۔پس قطعی طور پر یہ بات ثابت ہوگئی کہ وہ اس مقام پر ثابت قدم رہے اور اولوالعزم والا مجاہدہ کیا ان کے سامنے نبوت کی برہان سے تحرم کے دلائل روشن تھے۔یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ثناء کے حقدار بنے۔ لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ (اگر وہ اپنے رب کی دلیل نہ دیکھے ہوتے (هم به کو لولا کا قائم مقام جواب بنایا جائے اور جواب شرط کو محذوف مانا جائے تو کلام بغیر اشکال بہت خوب بن جاتا ہے اور محاورۂ عرب کے عین مطابق ہے۔ فتدبر) كَذٰلِكَ نحو :نمبرا۔کاف منصوب ہے ای مثل ذلک التثبیت ثبّتناه۔ایسی ثابت قدمی سے ہم نے ان کو ثابت قدم رکھا۔نمبر۲۔مرفوع ہے ای الامر مثل ذلك معاملہ یونہی ہے۔لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ (تاکہ ہم برائی کو اس سے پھیر دیں) آقا کی خیانت وَالْفَحْشَآءَ (بے حیائی) زنا کو اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ (بیشک وہ ہمارے مخلص بندوں میں سے تھے)

قراءت: مدنی کوفی نے ہر جگہ مخلَصین ،لام کے فتحہ سے پڑھا ہے۔مخلَص وہ لوگ جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت کیلئے خاص کر لیا ہو۔دیگر قراء نے مخلِص پڑھا۔لام کا کسرہ۔وہ لوگ جنہوں نے اپنے دین کو اللہ تعالیٰ کیلئے خالص کر لیا۔من عبادنا کا معنی من تبعیضیہ بعض بندے وہ خاص الخاص بندے کیونکہ وہ مخلصوں میں سے مخلَص ہیں۔

برائی سے فرار اور اس میں کامیابی:

۲۵: وَاسْتَبَقَا الْبَابَ (اور دونوں نے دروازہ کی طرف سبقت کی) دونوں دروازے کی طرف دوڑے۔عورت طلب مقصد کیلئے اور یوسف حفاظت کیلئے۔جار کے محذوف اور ایصال فعل کے ساتھ ہے۔جیسا دوسری آیات میں واختار موسیٰ قومہ [الاعراف: ۱۵۵] نمبر۲۔استبقا میں تضمین مانیں اور ابتداء معنی لیں۔یوسف نے جلدی کی اور اس سے بھاگے اور دروازے کی طرف نکلنے کیلئے جلدی کی اور عورت نے جلدی کی تاکہ نکلنے سے ان کو روکے۔الباب کو یہاں واحد لائے۔دوسرے مقام پر غلقت الابواب فرمایا کیونکہ اس الباب سے باہر والا آخری دروازہ ہے۔جو گھر سے نکلنے کا راستہ تھا۔جب آپ بھاگے تو تالے کے پرزے بکھرنے اور تالے ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگے۔یہاں تک کہ آپ تمام دروازوں سے نکل گئے۔

وَقَدَّتْ قَمِيْصَهٗ مِنْ دُبُرٍ (اور چیر پھاڑ دی اس عورت نے یوسف علیہ السلام کا قمیص پیچھے سے) اس نے پیچھے سے کھینچا۔ پس وہ پھٹ گئی جبکہ وہ دروازے کی طرف بھاگے۔وہ عورت روکنے کیلئے ان کے پیچھے بھاگی۔وَّ اَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ (دونوں نے پایا عورت کے خاوند کو دروازے کے پاس) اس نے اپنے خاوند قطفیر کو سامنے سے آتا ہوا پایا جو کہ گھر میں داخل ہونا چاہتا تھا۔جب اس عورت نے خاوند کو دیکھ لیا تو اپنے میلان کو شک سے صاف کرنے کیلئے اس نے کہا اور یوسف کو دھمکانے کیلئے تاکہ وہ الزام سے بچنے کیلئے اسکی مقصد براری کر دے اور فریب کاری کے طور پر یہ کہا قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا اِلَّآ اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (اس نے کہا نہیں ہے سزا اسکی جو تیرے اہل سے برائی کا ارادہ کرے۔مگر یہ کہ اسکو قید کیا جائے۔اور دردناک سزا دی جائے) ما نافیہ ہے اسکی سزا صرف قید ہے۔یا عذاب الیم، دردناک سزا یعنی کوڑے۔

نکتہ: اس نے یوسف علیہ السلام کا صراحۃً ذکر نہیں کیا کہ اس نے اس کے ساتھ برائی کا ارادہ کیا ہے۔کیونکہ اس عورت کا مقصد عموم تھا۔کہ ہر وہ آدمی جو تیرے اہل سے برائی کا ارادہ کرے۔وہ قید یا عذاب کا مستحق ہے۔یوسف علیہ السلام کو ڈرانے کیلئے یہ

اندازِ زیادہ بلیغ ہے۔

۲۶: جب عورت نے قید اور سزا کی تعریض کی تو یوسف علیہ السلام نے اپنی طرف سے دفاع کو ضروری سمجھا۔ قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِي عَنْ نَّفْسِي (یوسف علیہ السلام نے کہا اس نے مجھے پھسلایا تھا) اگر چالبازی نہ ہوتی تو اس کے معاملے کو چھپاتے اور اس کو اس کے خاوند کے سامنے رسوا نہ کرتے۔

گھر کا گواہ اور اس کی درست بیانی:

وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا (اور عورت کے گھر والوں میں سے ایک نے گواہی دی) وہ عورت کا چچا زاد بھائی تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسکی زبان پر گواہی کو جاری کیا۔ جو کہ اس عورت کے خاندان کا آدمی تھا۔ تا کہ اس عورت پر پختہ دلیل بنے اور براءت یوسف کیلئے مضبوط دلیل ثابت ہو۔ نمبر۲۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ چھوٹا بچہ اور اس عورت کا ابن خال تھا۔

نکتہ: اسکی بات کو شہادت کا نام اس لئے دیا گیا کیونکہ اس نے اپنی بات یوسف علیہ السلام کی تائید اور آپ کی بات کے ثبوت میں گواہی کے مقام پر ہی پیش کی تھی۔ اور اس کو عورت کی بات کا بطلان مقصود تھا۔ اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ (اگر اس کا کرتہ آگے سے پھٹا ہے تو زلیخا سچی ہے اور یوسف جھوٹا ہے)

۲۷: وَاِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ (اگر کرتہ اس کا پھٹا ہے پیچھے سے تو اس عورت نے جھوٹ کہا اور یوسف سچوں میں سے ہے) تقدیر عبارت اس طرح ہے وشهد شاهد فقال ان كان قميصه الاية آگے سے قمیص کا پھٹنا دلالت کرتا ہے کہ وہ سچی ہے کیونکہ وہ جلدی سے اس عورت کو پانے کیلئے پیچھا کرے گا۔ پس وہ قمیص کے دامن میں الجھ کر گرے اور گریبان پھٹ جائے گا۔ اور اس لئے بھی کہ وہ اسکی طرف متوجہ ہوگا اور وہ دفاع نفس میں اس کا گریبان تھامے گی۔ پس قمیص سامنے سے پھٹے گی۔ قبل اور دبر میں تنوین و تنکیر کا معنی یہ ہے کہ ایسی جہت سے جس کو قُبُل کہا جاتا ہے اور ایسی جہت جس کو دُبُر کہا جاتا ہے۔ آیت میں اِنْ جو کہ مستقبل کیلئے آتا ہے۔ اس کو اور کانَ جو ماضی کیلئے آتا ہے جمع کر دیا تا کہ یہ معنی ہو کہ اچھی طرح جان لو کہ قمیص یوسف ہی کی پھٹی تھی۔

۲۸: فَلَمَّا رَاٰ قَمِيْصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ (جب اس نے یوسف کا کرتہ پیچھے سے پھٹا دیکھا) یہ دیکھنے والا قطفیر تھا۔ اس کو براءت یوسفی کا علم ہوگیا۔ اور ان کی سچائی واضح ہوگئی۔ جبکہ عورت کا کذب سامنے آ گیا۔ قَالَ اِنَّهٗ مِنْ كَيْدِكُنَّ (اس نے کہا بیشک وہ (قول) تمہاری مکاری کی وجہ سے ہے) نمبر۱۔ ہٗ کی ضمیر کا مرجع اس کا قول ماجزاء من اراد باهلك سوءًا ہے۔ نمبر۲۔ یا یہ معاملہ کہ مردوں کو قابو کرنے کا حیلہ۔ کیدکن سے اسی کو خطاب ہے اور اسکی لونڈیوں کو اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ (یقیناً تم عورتوں کا مکر بڑا ہے) لیکن ان کا مکر لطیف اور بڑے حیل پر مشتمل ہوتا ہے اسی لئے وہ مردوں پر غالب آ جاتی ہیں ان میں سے جو محلات میں رہنے والی عورتیں ہیں ان کے پاس ایسے ہلاک کن حیلے ہوتے ہیں جو دوسری عورتوں کے پاس نہیں ہوتے۔

نکتہ: بعض علماء کا مقولہ ہے کہ مجھے عورتوں سے شیطان کی نسبت زیادہ خطرہ ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ان كيد كن عظيم جبکہ شیطان کے متعلق فرمایا ان كيد الشيطان كان ضعيفا [النساء:۷۶]

وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِيْنَةِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ تُرَاوِدُ فَتٰهَا عَنْ نَّفْسِهٖ ۚ قَدْ

اور چند عورتوں نے کہا جو شہر میں رہتی تھیں کہ عزیز کی بیوی اپنے غلام کو مطلب حاصل کرنے کے لئے پھسلاتی ہے، اس غلام کے

شَغَفَهَا حُبًّا ؕ اِنَّا لَنَرٰىهَا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۰﴾ فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ اَرْسَلَتْ

عشق نے اس کے دل میں پوری طرح جگہ پکڑ لی ہے، بے شک ہم تو اس عورت کو کھلی گمراہی میں دیکھ رہے ہیں پھر جب اس نے ان عورتوں کی مکر کی باتیں سنیں تو انہیں

اِلَيْهِنَّ وَاَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاً وَّاٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّيْنًا وَّقَالَتِ اخْرُجْ

بلوا بھیجا اوران کے لئے ایک مجلس تیار کی جس میں تکیہ لگا کر بیٹھیں اوران میں سے ہرایک کو ایک ایک چھری دے دی اور یوسف سے کہا کہ ان کے سامنے

عَلَيْهِنَّ ۚ فَلَمَّا رَاَيْنَهٗۤ اَكْبَرْنَهٗ وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا ؕ

نکل آ، سو جب ان عورتوں نے انہیں دیکھا تو حیران رہ گئیں، اور اپنے ہاتھ کاٹ لئے اور کہنے لگیں حاشا للہ یہ شخص بشر نہیں ہے

اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ ﴿۳۱﴾ قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِيْ لُمْتُنَّنِيْ فِيْهِ ؕ وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ

یہ تو کوئی بزرگ فرشتہ ہے وہ عورت کہنے لگی سو یہ وہی شخص ہے جس کے بارے میں تم نے مجھے ملامت کی اور واقعی میں نے اس سے اپنا مطلب حاصل کرنے

نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ ؕ وَلَئِنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَاۤ اٰمُرُهٗ لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ ﴿۳۲﴾

کی خواہش کی سو وہ بچ گیا اگر اس نے وہ بات نہ مانی جس کا میں اسے حکم دے رہی ہوں تو ضرور اس کو جیل میں بھیج دیا جائے گا اور یہ ضرور بے عزت ہوگا۔

۲۹: يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا (اے یوسف اس قصہ سے درگزر کر) حرف نداء کو حذف کر دیا۔ کیونکہ قریب کو پکارا۔ بات کو آئی گئی کرنے کیلئے اس نے کہا اس معاملے کو سرے سے چھوڑ و۔ اور چھپاؤ اور کسی کے سامنے ظاہر نہ کرنا۔ (گھریلو معاملہ ہے رسوائی نہ ہو) پھر راعیل کو مخاطب ہو کر کہا وَاسْتَغْفِرِيْ لِذَنْۢبِكِ اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِـئِيْنَ (اور تو اپنے گناہ کی معافی مانگ یقیناً تو ہی قصوروار لوگوں میں سے ہے) یعنی اس گروہ سے جو جان بوجھ کر گناہ کا ارتکاب کرتے ہیں۔ عرب کہتے ہیں۔ خطئ اذا أذنب متعمدًا جب جان بوجھ کر گناہ کرے۔ الخاطئین مذکر لائے مذکر کو مؤنث پر تغلیب دیکر یہ صیغہ بول دیا۔ عزیز مصر حوصلہ مند آدمی تھا غیرت کی کمی تھی۔ اس لئے سرزنش اور ڈانٹ ڈپٹ پر اکتفاء کی۔

شہری عورتوں کا پروپیگنڈا:

۳۰: وَقَالَ نِسْوَةٌ (عورتوں نے کہا) عورتوں کی جماعت جنکی تعداد پانچ تھی۔ ساقی کی بیوی، خباز کی بیوی، جانوروں کے نگران کی بیوی، قید خانہ کے نگران اعلیٰ کی بیوی۔ دربان شاہی کی بیوی۔ النسوۃ یہ اسم مفرد ہے اور امرأۃ کی جمع ہے۔ اس میں تانیث حقیقی نہیں اسی لئے قالت نہیں کہا۔ بلکہ قال کہا گیا اس میں دو لغتیں ہیں نون کے کسرہ اور ضمہ کے ساتھ فِي الْمَدِيْنَةِ (شہر میں) مصر

میں امْرَاَتُ الْعَزِیْزِ (عزیز کی بیوی) عزیز سے قطفیر مراد ہے۔عرب کے لوگ العزیز بادشاہ کیلئے بولتے ہیں۔ تُرَاوِدُ فَتٰھَا (اپنے غلام کو پھسلاتی ہے) کہاجاتا ہے فتای وفتاتی یعنی میرا غلام اور میری لونڈی عَنْ نَّفْسِہٖ (اس کے نفس کی طرف سے) تاکہ اس سے اپنی خواہش کو پورا کرے قَدْ شَغَفَھَا حُبًّا (اسکی محبت اس کے دل میں گھر کر چکی ہے۔) حبًا یہ تمیز ہے یعنی اسکی محبت نے اس کے دل کے شغاف تک رسائی پائی ہے۔مطلب یہ ہے کہ اس کی محبت نے اس کے دل کے پردے کو پھاڑ کر دل میں رسائی حاصل کرلی ہے۔الشغاف دل کا پردہ یا باریک کھال جس کولسان القلب کہاجاتا ہے۔ اِنَّا لَنَرٰھَا فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ (ہم اس کو کھلی گمراہی میں دیکھتی ہیں) صحیح راستے سے دور خطاء میں بتلا پاتے ہیں۔

پروپیگنڈے کا جواب:

۳۱: فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِھِنَّ (جب راعیل نے ان کے فریب کو سنا) مکر سے ان کا غیر موجودگی میں یہ کہنا: امراۃ العزیز **عشقت عبدھا الکنعانی** اوراس کو غصہ آیا اور غیبت کو مکر خفیہ ہونے کی بناء پر کہا جیسا کہ مکار اپنا مکر خفیہ کرتا ہے۔ایک قول یہ ہے کہ اس نے اپنا راز ان کو چھپانے کیلئے دیا مگر انہوں نے ظاہر کردیا۔اَرْسَلَتْ اِلَیْھِنَّ (اس نے ان کی طرف پیغام بھیجا) ان کو دعوت دی۔ایک قول کے مطابق دعوت تو چالیس عورتوں کو دی جن میں پانچوں مذکورہ بھی تھیں۔وَاَعْتَدَتْ (اوراس نے تیارکیا) مہیا کرنا یہ عتاد سے باب افتعال ہے۔لَھُنَّ مُتَّكَاً (اوران کیلئے تکیے لگا دیے) جن پر وہ تکیہ لگا سکیں۔جیسے گاؤ تکیہ اس ہیئت کا مقصد کہ وہ ٹیک لگا کر بیٹھیں اس حال میں کہ چاقو ان کے ہاتھ میں ہوں۔تاکہ وہ دیدار یوسفی سے مدہوش ہوں اوراپنا آپ کھو بیٹھیں گی جس سے ان کے ہاتھ اپنے ہاتھوں پر پڑیں گے تو ہاتھ کٹ جائیں گے۔کیونکہ ٹیک لگانے والا جب کسی چیز کی وجہ سے مدہوش ہوتا ہے تو اس کا ہاتھ دوسرے ہاتھ پر بلاقصد آ گرتا ہے۔وَّ اٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْھُنَّ سِكِّيْنًا (اوران میں سے ہرعورت کوایک چھری کاٹنے کو دے دی) اس زمانہ میں مصری لوگ چاقو سے کھاتے تھے جیسے عجمی کرتے ہیں۔وَّقَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ (اور کہاتم ان عورتوں کے سامنے سے نکلو)

قراءت: بصری، عاصم اور حمزہ نے قالت میں کسرہ پڑھا۔اور باقیوں نے ضمہ پڑھا۔

فَلَمَّا رَاَيْنَهٗۤ اَكْبَرْنَهٗ (جب انہوں نے (یوسف) کو دیکھا تو مبہوت ہوگئیں) اس کو بہت بڑا خیال کیا۔اوراس خوشگوار حسن ورعنائی سے اور بدیع الجمال چہرے سے ڈر گئیں۔حسن میں یوسف علیہ السلام کو اسی طرح لوگوں پر فوقیت حاصل تھی۔جیسا چاند کو بدر کی رات بقیہ ستاروں پر حاصل ہوتی ہے جب وہ مصر کی گلی کوچوں میں چلتے تو ان کے چہرے کی چمک دیواروں پر نظر آتی۔وہ آدم علیہ السلام کے ساتھ مشابہت رکھتے تھے جس دن کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا فرمایا۔دوسرا قول یہ ہے کہ حسن اپنی دادی سارہ سے وراثت میں پایا تھا۔

اَكْبَرْنَ کا ایک معنی یہ بھی کیا گیا کہ ان کو حیض آ گیا۔اور ھا سکتہ کی ہے۔اس لئے کہ اس طرح بولا نہیں جاتا **النساء قد حضنه** کیونکہ یہ مفعول کی طرف متعدی نہیں ہوتا۔عرب کہتے ہیں۔**اکبرت المراۃ اذا حاضت** ۔جب اسے حیض آئے اور اکبرن کی حقیقت یہ ہے۔کبر میں داخل ہونا۔کیونکہ جب اسے حیض آتا ہے۔تو وہ حد صغر سے نکل جاتی ہے۔گویا متنبی نے اسی تفسیر

سے یہ شعر بنایا ہے۔ خف اللہ واستر ذا الجمال ببرقع ☆ فان لُحت حاضت فی الخدور العوائق

''اللہ تعالیٰ سے ڈر اور خوبصورت کو برقع سے ڈھانپ اگر تو نے ظاہر کیا تو پردوں میں پاکباز عورتوں کا حیض چھوٹ جائیگا۔''

وَقَطَّعْنَ اَیْدِیَھُنَّ (اور انہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے) ہاتھوں کو زخمی کرلیا۔ جیسے کہتے ہیں کنت اقطع اللحم فقطعت یدی۔ میں گوشت کاٹ رہا تھا میرا ہاتھ زخمی ہوگیا۔ اب مطلب یہ ہوا انہوں نے اس کھانے کی چیز کو کاٹنے کا ارادہ کیا جوان کے ہاتھوں میں تھی۔ وہ یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر ایسی مدہوش ہوگئیں کہ اپنے ہاتھوں کو زخمی کرلیا۔ وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ (اور انہوں نے کہا پناہ بخدا) حاشا۔ یہ استثناء کے باب میں تنزیہ کا فائدہ دینے والا کلمہ ہے۔ تم کہو گے اساء القوم حاشا زید۔ قوم نے زیادتی کی سوائے زید کے۔ یہ حروف جارہ میں سے بھی ہے۔ یہاں تنزیہ و براءت کیلئے ہے۔ اب معنی اس طرح ہوگا۔ اللہ تعالیٰ پاک، بری ہے۔ (ضعف و کمزوری سے) اور ابو عمرو کی قراءت حاشا للہ ہے۔ جیسے کہیں سقیا لک گویا پہلے کہا براءۃ پھر کہا۔ اللہ تاکہ واضح ہو کہ کون بری اور منزہ ہے۔ اور قراءت حفص میں حاش للہ دوسرے الف کے حذف کے ساتھ ہے مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو پاکیزگی حاصل ہے۔ عاجزی والی صفات سے اور اسکی قدرت پر تعجب ہے کہ اس نے اس جیسا حسین پیدا کیا۔ مَاھٰذَا بَشَرًا اِنْ ھٰذَآ اِلَّا مَلَکٌ کَرِیْمٌ (یہ بشر نہیں یہ تو بس معزز فرشتہ ہے) ان عورتوں نے یوسف علیہ السلام سے بشریت کی نفی ان کے عجیب و غریب حسن کی وجہ سے کی اور طباع میں یہ بات جمی ہوئی ہے کہ فرشتے سے بڑھ کر کوئی حسین نہیں ہے۔ اور اتنی پاکدامنی فرشتوں میں ہوسکتی ہے۔ جیسا کہ طباع میں یہ بات بیٹھی ہوئی ہے کہ شیطان سے زیادہ کوئی بدصورت نہیں۔

فریب کاری کا نیا جال:

۳۲: قَالَتْ فَذٰلِکُنَّ الَّذِیْ لُمْتُنَّنِیْ فِیْهِ (اس نے کہا یہی وہ شخص ہے کہ جس کے بارے میں تم مجھے ملامت کرتی تھیں) اس نے کہا یہ وہی کنعانی غلام ہے۔ جس کی ایک صورت تم نے اپنے ذہنوں میں بنا رکھی تھی۔ اور پھر تم مجھے اس پر ملامت کرتی تھیں۔ تمہارے ذہن میں اس کا حقیقی تصور آیا ہی نہ تھا۔ ورنہ اسکی وجہ سے میرے فتنہ میں مبتلا ہونے پر تم مجھے معذور قرار دیتیں۔ وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ (واقعہ میں میں نے ہی اس کو اپنی طرف میلان کیلئے پھسلایا تھا مگر وہ بچا رہا) استعصام مبالغہ کا وزن ہے۔ اور انتہائی بلیغ انداز میں باز رہنے پر دلالت کرتا ہے اور انتہائی تحفظ کو ظاہر کرتا ہے گویا کہ وہ عصمت میں پہلے ہی ہے اور اب اس میں مزید اضافے کیلئے کوشاں ہے۔ یہ کھلی ہوئی وضاحت ہے کہ یوسف علیہ السلام اس سے بالکل بری ہیں جو کہ بعض مفسرین نے (عیسائیت کے عقائد سے متاثر ہو کر تفسیر کردی کیونکہ ان کے نزدیک عصمت خاصہ نبوت نہیں) الھم اور البرھان کی تفسیر کر ماری۔

ان عورتوں نے اس موقعہ پر سفارش کی کہ تم اپنی مالکہ کی اطاعت کرو اس پر راعیل نے یہ دھمکی دی۔ وَلَئِنْ لَّمْ یَفْعَلْ مَآ اٰمُرُهٗ (اور اگر اسنے نہ کیا وہ جو میں اس کو کہتی ہوں) نمبرا۔ ضمیرہ کی ما موصولہ کی طرف راجع ہے مطلب یہ ہے ما امر بہ جار کو حذف کردیا جیسا اس مقولہ میں امرتک الخیر ای بالخیر نمبر۲۔ ما مصدر یہ ہے اور مرجع یوسف علیہ السلام ہیں۔ اب تقدیر اسطرح ہے ولئن لم یفعل امری ایاہ ای موجب امری ومقتضاہ اگر اس نے میرے حکم کا مقصود پورا نہ کیا۔ لَیُسْجَنَنَّ (تو ضرور قید کیا جائے گا)

قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْٓ اِلَیْهِۚ وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّیْ كَیْدَهُنَّ

یوسف نے کہا کہ اے میرے رب یہ عورتیں مجھے جس کام کی دعوت دے رہی ہیں اس کے مقابلہ میں مجھے جیل جانا محبوب ہے اور اگر آپ مجھ سے ان کی چال بازی کو دفع نہ کریں گے

اَصْبُ اِلَیْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِیْنَ ﴿۳۳﴾ فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ فَصَرَفَ عَنْهُ كَیْدَهُنَّؕ اِنَّهٗ

تو میں ان کی طرف مائل ہو جاؤں گا اور میں جاہلوں میں سے ہو جاؤں گا، سو ان کے رب نے ان کی دعا قبول کر لی سو عورتوں کی چال بازی کو یوسف سے ہٹا دیا، بلاشبہ وہ

هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۳۴﴾ ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰیٰتِ لَیَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰی حِیْنٍ ﴿۳۵﴾

سننے والا ہے جاننے والا ہے۔ پھر نشانیاں دیکھنے کے بعد ان لوگوں کی سمجھ میں یہ آیا کہ ایک وقت تک یوسف کو جیل میں رکھیں۔

ضرور محبوس کیا جائے گا) وَلَیَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِیْنَ (اور یہ ضرور ذلیل وخوار ہوگا) لیکونا میں نون خفیفہ کو وقفی حالت میں مشابہت کی وجہ سے الف سے لکھ دیا ہے۔ جیسے لنسفعًا بالناصیة میں۔ صاغرین ذلیل چور، قاتل بھگوڑے وغیرہ۔ جیسا کہ اس نے میرا دل چرایا۔ مجھ سے بھگوڑا ہوا اور جدائی سے میرا خون بہایا۔ وہاں اس کو کھانا پینا اور اچھی نیند میسر نہ ہوگی۔ جیسی اس نے میری نینداور کھانا حرام کر رکھا ہے۔ اور جس کو تخت کی ریشم پری پسند نہیں اس کو خاک نشینی کی پستی کے سواء کچھ حاصل نہ ہوگا۔

۳۳۔ جب یوسف علیہ السلام نے اسکی یہ دھمکی سنی تو بارگاہِ الٰہی میں درخواست پیش کر دی۔

دعائے مستجاب:

قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْ اِلَیْهِ (اے میرے رب مجھے قید اسکی بنسبت محبوب ہے جس کی طرف یہ دعوت دیتی ہیں) دعوت کا اسناد تمام کی طرف اس لئے کیا کیونکہ وہ راعیل کی سفارشی بنی تھیں ماعلیك لو اجبت مولا تك یا ہر ایک نے فدا ہو کر خفیہ یوسف کو اپنی طرف کھینچنے کی کوشش کی۔ پس انہوں نے بارگاہ الٰہی میں التجاء کی اے باری تعالیٰ قید و بند مجھے معصیت کے ارتکاب سے زیادہ پسند ہے۔ وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّیْ كَیْدَهُنَّ (اگر آپ نے ان کے فریب کو میری طرف سے نہ ہٹایا) ان سے بچنے کیلئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گڑگڑا رہے ہیں۔ اَصْبُ اِلَیْهِنَّ (میں ان کی طرف مائل ہو جاؤں گا) الصبوة خواہش کی طرف میلان اسی سے الصبا ہے انسانی نفوس صباء کی طرف اسی لئے مائل ہوتے ہیں کہ اسکی خوشبو عمدہ ہے اور وہ راحت بیز ہے۔ وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِیْنَ (اور نادانوں میں سے ہو جاؤں گا) ان لوگوں میں سے جو علم پر عمل پیرا نہیں ہوتے۔ جو شخص علم پر چلتا نہیں وہ اور بے علم برابر ہیں۔ نمبرا۔ جاہلین کا معنی ہے بے وقوف (اس سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعض مفسرین کی وہ تفسیر ھم محض باطل ہے)

۳۴: فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ جب یوسف علیہ السلام کی دعا میں طلب صرف کی دعا تھی تو بارگاہِ الٰہی سے جواب ملا۔ اس کے رب نے اسکی دعا کو قبول کر لیا۔ استجاب اجاب کے معنی میں ہے۔ فَصَرَفَ عَنْهُ كَیْدَهُنَّ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ (پس پھیر دیا اس نے ان کے فریب کو بیشک وہی ہر بات کو سننے والا جاننے والا ہے) پناہ مانگنے والوں کی التجاؤں کو سننے والا اور یوسف علیہ السلام اور ان

وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ ۭ قَالَ اَحَدُهُمَآ اِنِّيْٓ اَرٰىنِيْٓ اَعْصِرُ خَمْرًا ۚ وَقَالَ الْاٰخَرُ اِنِّىْٓ

اور یوسف کے ساتھ دو جوان جیل میں داخل ہوئے ان میں سے ایک نے کہا کہ میں خواب میں اپنے کو دیکھ رہا ہوں کہ شراب نچوڑ رہا ہوں اور دوسرے نے کہا کہ میں

اَرٰىنِيْٓ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِيْ خُبْزًا تَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ ۭ نَبِّئْنَا بِتَاْوِيْلِهٖ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ

خواب میں اپنے کو اس حال میں دیکھ رہا ہوں کہ اپنے سر پر روٹیاں اٹھائے ہوئے ہوں جس میں سے پرندے کھا رہے ہیں آپ ہمیں اس کی تعبیر بتا دیجئے بلاشبہ ہم آپ کو

الْمُحْسِنِيْنَ ۳۶

نیک آدمیوں میں سے سمجھ رہے ہیں۔

عورتوں کے حال کو جاننے والا ہے۔

بے گناہ کی جیل کا فیصلہ:

۳۵: ثُمَّ بَدَا لَهُمْ (پھر عزیز اور اس کے ساتھیوں کی رائے ہوئی) اس کا فاعل مضمر ہے کیونکہ لیسجننہٗ سے اسکی تفسیر اس پر دلالت کر رہی ہے۔ مطلب یہ ہے پھر ان کی یہ رائے بنی۔ ھم کی ضمیر عزیز اور اس کے عزیز۔ مِّنْۢ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰيٰتِ (اس کے بعد کہ انہوں نے مختلف نشانیاں دیکھیں) آیات سے مراد وہ گواہیاں تھیں جو آپ کی براءت کے سلسلہ میں سامنے آئیں۔ نمبرا۔ قدقمیص نمبر۲۔ قطع الایدی نمبر۳۔ شھادۃ الصبی وغیرہ۔ لَيَسْجُنُنَّهٗ (ضرور اس کو قید میں ڈالا جائے) نکتہ چینی پر پردہ ڈالنے۔ موجودہ حالت کا عذر پیش کرنے کیلئے اور یہ صرف عورت کے حکم کی پیروی کی وجہ سے تھا۔ کیونکہ وہ زن مرید بے غیرت تھا۔ عورت کے ہاتھ میں اسکی نکیل تھی۔ اور نمبرا۔ اس کا خیال یہ تھا کہ قید ان کو ذلیل کر کے اس کا مطیع بنا دے گی۔ نمبر۲۔ بدنظری اور بدگمانی کے ڈر اور شرمندگی نے اس کو قید کرانے پر مجبور کیا۔ اور بدنامی کا دھبہ بھی لگ رہا تھا۔ جب اس نے دیدار اور وصال سے محرومی پائی تو پھر سماع احوال پر قناعت اختیار کرنی پڑی۔ حَتّٰى حِيْنٍ (ایک زمانہ تک) ایک وقت تک گویا اس نے اپنے ہاں فرض کر لیا کہ اس کو ایک وقت تک قید کر کے اس کے رویہ کا اندازہ کریں۔

جیل کے دونو جوانوں کے خواب:

۳۶: وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ (اور یوسف علیہ السلام کے ساتھ قید خانہ میں دونو جوان داخل ہوئے) یہ بادشاہ کے غلام تھے۔ ایک اس کا خباز اور دوسرا ساقی۔ ان پر بادشاہ کو زہر دینے کا الزام تھا۔ وہ بھی قید خانہ میں اسی گھڑی لائے گئے جب یوسف علیہ السلام کو داخل کیا گیا کیونکہ مع کا کلمہ صحبت کو ظاہر کرتا ہے جیسا کہو خرجت مع الامیر اس سے مقصد امیر کے ساتھ مل کر جانا ہے۔ پس ان کا قید میں داخلہ آپ کے متصل ہونا ضروری ہے۔ قَالَ اَحَدُهُمَآ (ان میں سے ایک نے کہا) ساقی نے کہا اِنِّيْٓ اَرٰىنِيْٓ (بیشک میں نے اپنے بارے میں دیکھا) اَعْصِرُ خَمْرًا (کہ میں شراب نچوڑ رہا ہوں) یعنی انگور۔ انگور کو شراب کہا کیونکہ عموماً اس

سے وہ شراب بناتے تھے۔نمبر۲۔اہل عمان انگور کو الخمر کہتے ہیں۔وَقَالَ الْاٰخَرُ (دوسرے نے کہا) خباز نے اِنِّیْ اَرٰنِیْ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِیْ خُبْزًا تَاْكُلُ الطَّیْرُ مِنْهُ نَبِّئْنَا بِتَاْوِیْلِهٖ (بیشک میں نے اپنے بارے میں دیکھا کہ اپنے سر پر روٹیاں اٹھائے ہوئے ہوں جس سے پرندے کھا رہے ہیں تو ہمیں اسکی تعبیر بتلا) یعنی خواب کی تعبیر اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ (بیشک ہم تمہیں نیکی کرنے والا پاتے ہیں) ان لوگوں میں سے جو خواب کی اچھی تعبیر کر سکتے ہیں نمبر۲۔قید خانہ والوں کے ساتھ احسان سے پیش آنے والوں میں سے ہیں۔آپ مریض کا علاج، غمگین کی غم خواری۔فقیر محتاج پر وسعت کرتے ہیں۔پس ہمارے خواب کی تعبیر کر کے ہم پر احسان کر دو۔

ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے یہ امتحان کیلئے بتکلف خواب بنایا تھا۔نمبر۱۔ساقی نے کہا میں نے دیکھا گویا میں باغ میں ہوں میں نے اچانک دیکھا کہ انگور کی جڑ پر تین گچھے انگور کے ظاہر ہوئے پس میں نے ان کو توڑ کر بادشاہ کے پیالے میں نچوڑ دیا۔اور اس کو پلا دیا۔نمبر۲۔خباز نے کہا۔میں نے دیکھا گویا میرے سر پر تین ٹوکرے ہیں جن پر قسما قسم کے کھانے سجے ہیں اچانک میں نے دیکھا کہ مردار خور پرندے ان میں سے نوچ نوچ کر کھا رہے ہیں۔

قَالَ لَا يَاْتِيْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖٓ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَكُمَا ؕ ذٰلِكُمَا

یوسف نے کہا جو کھانا تمہیں دیاجاتا ہے اس کے آنے سے پہلے میں تمہیں خواب کی تعبیر بتا دوں گا یہ

مِمَّا عَلَّمَنِيْ رَبِّيْ ؕ اِنِّيْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ

اس علم میں ہے جومیرے رب نے مجھے سکھایا ہے، بلاشبہ میں نے ان لوگوں کے دین کو چھوڑ رکھا ہے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے اور وہ آخرت کے

كٰفِرُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ مَا كَانَ لَنَآ

منکر ہیں اور میں نے اپنے باپ دادوں ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوب کے دین کا اتباع کیا ہے، یہ ہمارے لئے کسی طرح بھی درست نہیں

اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ

کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک ٹھہرائیں، یہ ہم پر اور دوسرے لوگوں پر اللہ کا فضل ہے اور لیکن

اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۳۸﴾ يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ

بہت سے لوگ شکر ادا نہیں کرتے، اے میرے جیل کے دونوں ساتھیو کیا بہت سے معبود جدا جدا بہتر ہیں یا اللہ بہتر ہے

الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۳۹﴾ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَ

جو تنہا ہے زبردست ہے، تم لوگ اللہ کے سوا جن لوگوں کی عبادت کرتے ہو وہ بس چند نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے تجویز

اٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا

کر لئے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کی کوئی سند نازل نہیں فرمائی، حکم بس اللہ ہی کا ہے، اس نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت

اِلَّآ اِيَّاهُ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۰﴾

نہ کرو یہ سیدھا راستہ ہے اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

۳۷: قَالَ لَا يَاْتِيْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖٓ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَكُمَا ؕ (کہا جو کھانا تمہارے کھانے کے لئے آتا ہے اس کے آنے سے پہلے اسکی حقیقت بتلا دیتا ہوں) اسکی ماہیت و کیفیت کیونکہ اس مشکل کی تفسیر کے مشابہ قبل ان یأ تیکما ہے۔ جب انہوں نے آپ سے تعبیر پوچھی اور آپ کی تعریف احسان سے کی تو آپ کی بصیرت نے اس کو بھانپ لیا۔ اور اس سے اپنے ایسے وصف تک پہنچ گئے جو علماء کے علم سے بہت بلند ہے اور وہ غیب کی اطلاع ہے اور آپ نے ان کو متنبہ کیا کہ ان کی طرف لایا جانے والا کھانا ہر روز ان کو بتلایا جاتا ہے کہ آج یہ کھانا اس طرح سے آئے گا۔ اور وہ اسی طرح ہی نکلتا ہے اور اس بات کو آپ نے

تذ کرہ توحید اور ایمان سے پہلے بطور راستہ کے اختیار کیا۔ پھر خوبصورت انداز میں ایمان وتوحید کے محاسن اور شرک وکفر کے قبائح بیان کیے۔

مَسْئَلَہ: اس سے یہ ظاہر ہوا کہ جب لوگ کسی عالم کے مرتبہ سے ناواقف ہوں تو وہ ان کو اس دوران میں اپنی ذات کے متعلق وہ بات کہے جو اسکی طرف مائل کرنے والی ہو۔ اور اس کا مقصد یہ ہو کہ لوگ اس سے استفادہ کریں۔ تو یہ فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ کے حکم میں شامل نہیں۔

وعظ وتوحید:

ذٰلِكُمَا (تمہارے یہ دونوں خواب) ان کی تعبیر کی طرف اشارہ کیا۔ یہ تعبیر اخبار بالغیب کا حصہ ہے۔ مِمَّا عَلَّمَنِیْ رَبِّیْ (اس میں سے ہے جو میرے رب نے مجھے علم دیا) اور میری طرف وحی کی ہے میں نے کہانت اور نجوم سے نہیں کہا۔

اِنِّیْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّایُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ (بیشک میں نے ایسی قوم کا مذہب چھوڑ دیا جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں لاتے اور خاص طور پر وہ آخرت کا انکار کرتے ہیں) یہ ابتدائی کلام بھی ہوسکتا ہے۔ اور ماقبل کی تعلیل بھی بن سکتا ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہوگی۔ علّمنی ذلك واوحٰی به الیّ لانّی رفضت ملّة اولٰئك ۔ میرے رب نے مجھے علم دیا اور میری طرف اسلئے وحی کی کیونکہ میں نے اہل مصر اور جوان کے دین پر مفتون ہیں ان کے طریقہ کا انکار کیا۔

۳۸: وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِیْٓ اِبْرٰهِیْمَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ (اور میں نے اتباع کی اپنے باپ دادا ابراہیم واسحاق ویعقوب کے مذہب کی) وہ ملت حنیفیہ ہے۔ ہم کا لفظ تاکید مزید کیلئے لایا گیا ہے۔ اور آباء کا تذکرہ اس لئے کیا تاکہ ان کے سامنے ظاہر کریں کہ میں خانوادۂ نبوت سے تعلق رکھتا ہوں۔ تاکہ وہ دونوں پہچان لیں کہ آپ نبی مرسل ہیں اور اخبار غیب آپ کو وحی سے معلوم ہوتے ہیں تاکہ اسطرح سے ان کو اور زیادہ رغبت ہو اور آپ کی اتباع کرنا آسان ہو جائے۔ اوپر والی آیت میں ترکْت کا مطلب ابتدائی ترک یعنی اختیار ہی نہ کرنا مراد ہے یہ مراد نہیں کہ پہلے کرتا تھا پھر چھوڑ دیا۔ مَاكَانَ لَنَآ (ہمارے لئے مناسب نہ تھا) ہم گروہ انبیاء علیہم السلام کے مناسب ہی نہ تھا۔

اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ (کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائیں) جو چیز بھی خواہ صنم ہو یا غیر صنم ذٰلِكَ (یہ) یہ توحید۔ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَیْنَا وَعَلَی النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَایَشْكُرُوْنَ (یہ اللہ تعالیٰ کا ہم پر اور لوگوں پر فضل ہے۔ لیکن لوگوں کی اکثریت شکرگزار نہیں) وہ اللہ تعالیٰ کے فضل کا شکر یہ ادا نہیں کرتے بلکہ اس کے ساتھ شریک ٹھہراتے اور باز نہیں آتے۔

۳۹: یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ (اے میرے جیل کے ساتھیو) اے سکان جیل جیسا کہتے ہیں اصحاب النار [البقرہ:۸۱] دوزخی واصحاب الجنۃ [البقرہ:۸۲] جنت والے۔ ءَ اَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَیْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (کیا متفرق رب زیادہ بہتر ہیں یا اللہ اکیلا زبردست) تفرّق سے مراد تعداد میں اختلاف وکثرت ہے یعنی کیا متفرق ارباب کا ہونا کہ ایک تم میں سے ایک خدا کو پوجے اور دوسرا دوسرے کو یہ زیادہ بہتر ہے یا ایک ہی رب جو اکیلا زبردست ہو اور وہ کسی سے مغلوب نہ ہوتا ہو اور ربوبیت میں بھی اس کے

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اَمَّآ اَحَدُكُمَا فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا ۚ وَ اَمَّا الْاٰخَرُ فَيُصْلَبُ

اے میرے جیل کے دونوں ساتھیو! تم میں سے ایک تو اپنے آقا کو شراب پلائے گا اور دوسرے کو سولی پر چڑھایا جائے گا

فَتَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَّاْسِهٖ ؕ قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ ؕ﴿۴۱﴾

اوراس کے سرمیں سے پرندے کھائیں گے جس بات کے بارے میں تم معلوم کررہے تھے اس کا فیصلہ ہو چکا ہے

وَقَالَ لِلَّذِيْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ ۫ فَاَنْسٰىهُ الشَّيْطٰنُ

اور جن دوجوانوں نے خواب کی تعبیر دریافت کی تھی ان میں سے جس شخص کے بارے میں یوسف نے گمان کیا کہ وہ رہا ہونے والا ہے اس سے کہا کہ تو اپنے آقا کے سامنے میرا تذکرہ کر دینا پھر

ذِكْرَ رَبِّهٖ فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِيْنَ ؕ﴿۴۲﴾ ع

اس شخص کو شیطان نے اپنے آقا سے تذکرہ کرنا بھلا دیا سو یوسف جیل میں چند سال رہے۔

ساتھ کوئی سہیم وشریک نہ ہو۔ یہ مثال ہے جو آپ نے اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک کی عبادت اور بتوں کی عبادت کی بیان فرمائی۔

۴۰: مَاتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ (نہیں تم اللہ تعالیٰ کے سواء عبادت کرتے) تعبدون سے ان دونوں اور جو مصری ان کے اہل دین تھے سب کو خطاب کیا ہے ۂ کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے۔ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ (مگر محض نام ہیں جو تم نے اور تمہارے آباؤ واجداد نے تجویز کر لیے ہیں) تم نے ان کو اٰلِهَة کہا جو الوھیت کے حقدار نہیں۔ پھر ستم بر ستم یہ کہ تم نے ان کی پوجا شروع کر دی گویا کہ تم محض ان ناموں کو پوجتے ہو جنکے مسمیات نہیں ہیں۔ سمیتموھا کا مطلب سمیتم بھا ہے۔ جیسے کہتے ہیں سمیتہ زیدًا و سمیتہ بزید۔ دونوں کا معنی میں نے اس کا نام زید رکھا ہے۔ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا (اللہ تعالیٰ نے نہیں اتاری ان کے متعلق) ان کے نام رکھنے کے متعلق مِنْ سُلْطٰنٍ (کوئی دلیل) حجت اِنِ الْحُكْمُ (نہیں ہے حکم) عبادت اور دین کے معاملہ میں اِلَّا لِلّٰهِ (مگر اللہ تعالیٰ ہی کیلئے) پھر اللہ تعالیٰ کا وہ حکم بیان فرمایا۔ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ (اس نے حکم دیا کہ نہ تم عبادت کرو مگر اسی ہی کی یہی مضبوط دین ہے) القیم کا معنی پختہ جس پر دلائل شاہد ہیں۔ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے)۔

مَسْئَلَه: اس سے یہ معلوم ہوا کہ سزا بندے پر لازم ہو جاتی ہے خواہ وہ اس بات سے ناواقف ہو جبکہ اس بات کا جاننا کسی طریقہ سے اس کے لئے ممکن ہو۔

تعبیر خواب:

۴۱: يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اَمَّآ اَحَدُكُمَا (اے میرے جیل کے ساتھیو! تم میں سے ایک) یہاں سے خواب کی تعبیر شروع فرمائی احدکما سے ساقی مراد ہے۔ فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا (وہ اپنے آقا کو شراب پلائیگا) یعنی اپنے عہدے پر واپس لوٹ جائے گا۔ وَاَمَّا

الْاٰخَرُ (اور پھر دوسرا) یعنی نانبائی فَیُصْلَبُ فَتَاْکُلُ الطَّیْرُ مِنْ رَّاْسِہٖ (پس اس کو سولی دی جائے گی اور پرندے اس کو سر کی طرف سے کھائیں گے) روایت تفسیر میں ہے کہ آپ نے پہلے کو کہا تم نے جو انگور کی بیل اور اسکی خوبصورتی دیکھی ہے۔ اس سے مراد بادشاہ ہے اور اس کے ہاں تیری اچھی حالت ہے۔ باقی تین شاخیں اس سے مراد تین دن ہیں جو تمہیں جیل میں گزارنے پڑیں گے۔ پھر تو نکل جائے گا۔ اور اپنی ذمہ داری کو دوبارہ جا کر سنبھال لے گا۔ اور دوسرے کو فرمایا تین ٹوکری یہ تین دن ہیں۔ پھر تمہیں نکال کر سولی دی جائے گی۔ جب خباز نے تعبیر سنی تو کہنے لگا میں نے کوئی خواب نہیں دیکھا (امتحاناً بات بنائی تھی) تو یوسف علیہ السلام نے فرمایا قُضِیَ الْاَمْرُ الَّذِیْ فِیْہِ تَسْتَفْتِیٰنِ (مقرر ہو چکا وہ معاملہ جس کے متعلق تم دونوں پوچھتے تھے) قطعی فیصلہ کر دیا گیا اور تکمیل پذیر ہوا وہ معاملہ جس کے متعلق تم سوال کر رہے تھے۔ یعنی ایک کی ہلاکت اور دوسرے کی نجات۔

۴۲: وَقَالَ لِلَّذِیْ ظَنَّ اَنَّہٗ نَاجٍ مِّنْھُمَا (اور کہا اس کو جس کے بارے میں گمان کیا کہ چھوٹنے والا ہے) گمان کرنے والے یوسف علیہ السلام تھے۔ اگر اسکی تعبیر بطریق اجتہاد ہو۔ اور اگر بطریق وحی ہو تو گمان کرنے والا ساقی ہے۔ نمبر۲۔ ظن کا معنی یقین ہے۔

اذْکُرْنِیْ عِنْدَ رَبِّکَ (تو میرا تذکرہ اپنے آقا کے پاس کرنا) بادشاہ کے ہاں میری صفات کا تذکرہ کرنا اور اس کے سامنے میرا واقعہ سنانا شاید اس کو رحم آئے اور اس پریشانی سے مجھے نکالے۔ فَاَنْسٰہُ الشَّیْطٰنُ (پس اس کو شیطان نے بھلا دیا) ساقی بھول گیا ذِکْرَ رَبِّہٖ (اپنے آقا کے پاس ان کا تذکرہ کرنا) تقدیر عبارت ان یذکر لربہ ہے یا عندربہ۔ اپنے آقا کے لئے یا پاس یا یوسف علیہ السلام سے بھول ہوئی جبکہ انہوں نے اپنا معاملہ غیر کے سپرد کیا۔ حدیث میں ہے جس کو ابن حاتم اور ابن مردویہ) نے ذکر کیا رحم اللّٰہ اخی یوسف لو لم یقل اذکرنی عند ربك لما لبث فی السجن سبعًا۔ اللہ تعالیٰ میرے بھائی یوسف پر رحم فرمائے اگر وہ اذکرنی عندربک نہ کہتے تو سات سال قید میں نہ رہتے۔ فَلَبِثَ فِی السِّجْنِ بِضْعَ سِنِیْنَ (پس وہ قید میں سات سال ٹھہرے) جمہور کے نزدیک سات سال۔ بضع کا لفظ تین سے نو تک بولا جاتا ہے۔

وَقَالَ الْمَلِكُ اِنِّیْٓ اَرٰی سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ یَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعَ

اور بادشاہ نے کہا کہ بے شک۔ میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ سات گائیں موٹی ہیں جنہیں سات دبلی گائیں کھا رہی ہیں، اور سات

سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ یٰبِسٰتٍ ؕ یٰٓاَیُّهَا الْمَلَاُ اَفْتُوْنِیْ فِیْ رُءْیَایَ اِنْ كُنْتُمْ

بالیں ہری ہیں اور ان کے علاوہ خشک بالیں ہیں اے دربار والو مجھے میری خواب کے بارے میں جواب دو اگر تم

لِلرُّءْیَا تَعْبُرُوْنَ ﴿۴۳﴾ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ ۚ وَمَا نَحْنُ بِتَاْوِیْلِ الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِیْنَ ﴿۴۴﴾

خواب کی تعبیر دیتے ہو، وہ لوگ کہنے لگے کہ یہ تو یوں ہی خیالی خواب ہیں،اور ہم خوابوں کی تعبیر دینا جانتے نہیں ہیں

وَقَالَ الَّذِیْ نَجَا مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ اَنَا اُنَبِّئُكُمْ بِتَاْوِیْلِهٖ فَاَرْسِلُوْنِ ﴿۴۵﴾ یُوْسُفُ

اور وہ شخص بول اٹھا جو دو قیدیوں میں رہا ہوا تھا اور اسے ایک مدت کے بعد یاد آ گیا کہ میں تمہیں اس کی تعبیر سے باخبر کردونگا لہٰذا تم لوگ مجھے بھیج دو اے یوسف

اَیُّهَا الصِّدِّیْقُ اَفْتِنَا فِیْ سَبْعِ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ یَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعِ

اے سچے ہمیں ایسی سات موٹی گایوں کے بارے میں جواب دیجئے جنہیں سات دبلی گائیں کھائے جا رہی ہیں اور سات

سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ یٰبِسٰتٍ ۙ لَّعَلِّیْٓ اَرْجِعُ اِلَی النَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَعْلَمُوْنَ ﴿۴۶﴾ قَالَ

ہری بالوں اور ان کے علاوہ خشک بالوں کے بارے میں بتائیے۔ تاکہ میں ان لوگوں کی طرف واپس ہو جاؤں امید ہے کہ وہ بھی جان لیں گے یوسف نے کہا

تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِیْنَ دَاَبًا ۚ فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِیْ سُنْۢبُلِهٖٓ اِلَّا قَلِیْلًا مِّمَّا

کہ سات سال لگاتار متواتر کھیتی کرو گے پھر جو تم کھیتی کاٹ لو تو اسے اس کی بالوں میں چھوڑے رکھنا مگر تھوڑا سا جس میں سے

تَاْكُلُوْنَ ﴿۴۷﴾ ثُمَّ یَاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ یَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ اِلَّا قَلِیْلًا

تم کھاتے رہو، پھر اس کے بعد سخت سات سال آئیں گے جو اس سب کو کھا جائیں گے جو تم نے ان کے لئے پہلے بچا کر رکھا ہوگا بجز

مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ ﴿۴۸﴾ ثُمَّ یَاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِیْهِ یُغَاثُ النَّاسُ وَفِیْهِ یَعْصِرُوْنَ ﴿۴۹﴾ ع

اس کے جو تم چھوڑو گے، پھر اس کے بعد ایک ایسا سال آئے گا جس میں لوگوں کے لئے خوب بارش ہوگی اور اس میں رس نچوڑیں گے۔

ع ۷/۱۶

بادشاہ کا خواب:

۴۳: وَقَالَ الْمَلِكُ اِنِّیْٓ اَرٰی سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ یَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعَ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ یٰبِسٰتٍ (اور بادشاہ نے کہا بیشک میں نے سات موٹی گائیں دیکھیں جن کو سات دبلی گائیں کھا گئیں۔ اور سات بالیں سبز اور دوسری خشک)

جب یوسف علیہ السلام کے نکلنے اور رہائی پانے کا زمانہ قریب آیا تو مصر کے بادشاہ ریان بن ولید نے ایک خوفناک عجیب خواب دیکھا۔ اس نے سات موٹی گائیں خشک دریا سے نکلتے ہوئے دیکھیں اور سات دبلی گائیں بھی۔ یہ دبلی گائیں ان موٹی کو نگل گئیں اور بادشاہ نے سات سبز بالیں دیکھیں جن پر دانے لگ چکے ہیں۔ اور سات دوسری خشک بالیں جو کٹنے کے قریب ہیں۔ وہ خشک بالیں سبز پر لپٹ گئیں۔ اور ان پر غالب آ کر ان کو خشک کر ڈالا۔ بادشاہ نے اسکی تعبیر چاہی مگر اسکی قوم میں کوئی ایسا شخص نہ ملا جو اسکی صحیح تعبیر کر سکے۔

بعض علماء کا قول یہ ہے کہ ابتلاء کی ابتداء بھی خواب اور ابتلاء کی انتہاء بھی خواب سمان جمع سمین و سمینۃ موٹی۔ العجاف۔ دبلی۔ عجف ایسے دبلے پن کو کہتے ہیں کہ جس کے بعد موٹاپا کا وجود نہ ہو۔ عجاف یہ عجفاء کی جمع ہے۔ اور افعل اور فعلاء کی جمع فعال کے وزن پر نہیں آتی۔ اب اسکی نقیض سمان پر اس کو محمول کرنا پڑے گا۔ کیونکہ اہل عرب کی عادت یہ ہے کہ نظیر کو نظیر پر محمول کرتے رہتے ہیں۔ اور اسی طرح نقیض کو نقیض پر۔ آیت میں اس بات پر دلالت ہے کہ خشک بالیں بھی سات ہیں جیسا کہ سبز کی تعداد سات تھی۔ کیونکہ سیاق کلام بقرات سمان اور عجاف کے سلسلہ میں اور سنابل خضر و یابس کے متعلق ایک جیسا ہے۔ پس لازم ہے کہ آخر کا معنی سبعًا لیا جائے۔ اور اُخر یابسات کا معنی سبعا آخر لیا جائے۔

یٰٓاَیُّھَا الْمَلَاُ (اے سردارو!) گویا اس نے اعیان سلطنت مراد لیے جو علماء و حکماء میں سے تھے۔ اَفْتُوْنِیْ فِیْ رُءْیَایَ اِنْ کُنْتُمْ لِلرُّءْیَا تَعْبُرُوْنَ (تم مجھے میرے خواب کے سلسلہ میں بتلاؤ اگر تم خواب کی تعبیر کرنا جانتے ہو) نمبر ا۔ للرؤیا میں لام بیانیہ ہے۔ جیسا کہتے ہیں اس قول باری تعالیٰ میں و کانوا فیہ من الزاھدین میں من بیانیہ ہے۔ نمبر ۲۔ مفعول بہ کو جب فعل سے مقدم کر دیں تو فعل اس پر عمل کرنے میں اتنی قوت میں نہیں رہتا جتنا کہ بعد میں لانے سے۔ پس مفعول کو لام کے ذریعہ تقویت دی جیسا تم کہو عبرت الرؤیا۔ وللرؤ یا عبرت نمبر ۳۔ للرؤیا کَانَ کی خبر ہے۔ جیسا کہتے ہیں۔ کان فلان لھٰذا الامر۔ جبکہ وہ اس کام پر پورا قابو رکھتا ہو اور اس میں مستقل ہو اور تعبدون خبر دوم یا حال ہے۔ اور عبرت الرؤیا کی حقیقت خواب کے انجام کا ذکر کرنا اور اس کے آخر کا تذکرہ جیسا کہتے ہیں عبرت النھر جب تم اس کو طے کرو۔ یہاں تک کہ دوسرے کنارے پر پہنچ جائے۔ ھو عبرہ اس نے اسکی تعبیر کی اور اسی طرح اوّلت الرؤیا جب کہ تم اس کا انجام ذکر کرو۔ وہ اس کا انجام ذکر کرنے والا ہے۔ میرے نزدیک عبرت الرؤیا تخفیف کے ساتھ زیادہ قابل اعتماد ہے۔ میں نے بعض لوگوں کو عبرت الرؤیا۔ تشدید کے ساتھ انکار کرتے پایا حالانکہ التعبیر والمعبر دونوں ہی استعمال ہوتے ہیں۔

۴۴: قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ (انہوں نے کہا یہ پریشان خیالات ہیں) یعنی نمبر ا: وہ خواب، رلے ملے جھوٹے خواب اور جن میں نفس کی بات ملی ہو نمبر ۲۔ وسوسہ شیطانی۔ اضغاث کا اصل گھاس کا مٹھہ قسم قسم کی گھاس کا گٹھا۔ اس کا واحد ضغث ہے یہاں جھوٹے خوابوں کیلئے بطور استعارہ لایا گیا ہے اور اضافت یہاں مِن کے معنی میں ہے۔ اے اضغاث من احلامٍ۔ اس کو جمع لایا گیا حالانکہ وہ ایک ہی خواب ہے بطلان کی صورت میں حلم میں اضافہ کیلئے۔ اور ممکن ہے کہ اس نے اس خواب کے ساتھ اور خواب بھی ذکر کیے ہوں۔

وَمَا نَحْنُ بِتَاْوِیْلِ الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِیْنَ (اور ہم خواب کی تعبیر سے واقف نہیں ہیں) احلام سے مراد باطل خوابیں تھیں۔ اسلئے

انہوں نے کہہ دیا ہمارے پاس اسکی کوئی تعبیر نہیں کیونکہ تعبیر تو ڈھنگ کے خوابوں کی ہوا کرتی ہے۔ نمبر۲۔ انہوں نے اپنی علمی غلطیوں کا اعتراف کرلیا۔ اور انہیں خوابوں کی تعبیر کا علم نہ تھا۔

ساقی کا بیان:

۴۵: وَقَالَ الَّذِیْ نَجَا (کہا اس شخص نے جس نے نجات پائی) قتل سے مِنْهُمَا (ان دونوں میں سے) جیل والوں میں سے وَادَّکَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ (اور اس کو ایک وقت کے بعد یاد آیا) یہ دال کے ساتھ زیادہ فصیح ہے۔ اصل میں اذتکر ہے ذال کو دال اور تا کو دال سے بدل کر دونوں کو باہمی ادغام کر دیا۔ کیونکہ ہم جنس ہیں۔ حسن رحمہ اللہ کہتے ہیں۔ واذّ کر اسکی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے تا کو ذال کر کے ذال میں ادغام کیا ہے۔ یوسف کا تذکرہ اور جوان سے مشاہدہ کیا تھا۔ بعدامۃ طویل مدت کے بعد اور وہ اسطرح کہ جب بادشاہ نے خواب کی تعبیر پوچھی اور اسکی تعبیر مشکل بن گئی تو بچنے والے کو یوسف یاد آئے۔ اور اپنا خواب اور اسکی تعبیر یاد پڑی۔ اور اسی طرح اپنے ساتھی کا خواب اور اسکی تعبیر، تو بادشاہ نے اس کو طلب کیا کہ وہ اس خواب کا تذکرہ بادشاہ کے پاس کرے۔ اَنَا اُنَبِّئُكُمْ بِتَاْوِيْلِهٖ (میں اسکی تعبیر تمہیں بتا تا ہوں) میں اس سے پوچھ کر اسکی تعبیر بتلا تا ہوں جس کو اسکی تعبیر کا علم ہے۔ فَاَرْسِلُوْنِ (پس تم مجھے بھیجو)

قراءت: یعقوب نے یا کے ساتھ پڑھا ہے ای فابعثونی الیه لاسألهٗ مجھے اس کے پاس بھیجو تا کہ میں اس سے پوچھ آؤں۔ انہوں نے یوسف علیہ السلام کی طرف اس کو بھیجا وہ آیا اور آ کر کہا۔

تعبیر یوسف علیہ السلام:

۴۶: یُوْسُفُ اَيُّهَا الصِّدِّيْقُ (اے سچے یوسف) یہ مجسمۂ صدق اس نے یہ بات اس لیے کہی کیونکہ وہ ان کے حالات جان چکا تھا۔ اور اپنے خواب کی تعبیر میں ان کی سچائی خوب پہچان چکا تھا۔ اور اپنے ساتھی کے خواب کے متعلق بھی اسی طرح واقع ہوا جیسا انہوں نے تعبیر کی تھی۔ اَفْتِنَا فِیْ سَبْعِ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ يَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعِ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ يٰبِسٰتٍ لَّعَلِّیْٓ اَرْجِعُ اِلَى النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُوْنَ (آپ ہمیں سات موٹی گائیں جن کو سات دبلی کھا جاتی ہیں اور سات سبز بالیں اور دوسری خشک کے متعلق تعبیر دیں شاید کہ میں لوگوں کے پاس جاؤں شاید وہ جان لیں) النّاس سے بادشاہ اور اس کے پیرو مراد ہیں۔ یعلمون سے آپ کی فضیلت و مرتبہ جان کر طلب کریں اور اس مشقت سے آپ کو رہائی دلائیں۔

۴۷: قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِيْنَ دَاَبًا (فرمایا تم زراعت کرو گے سات سال متواتر) یہ خبر ہے مگر معنی امر کا ہے جیسا اس آیت میں تؤمنون باللّٰہ ورسوله وتجاهدون [الصف:۱۱] تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور جہاد کرو) اسکی دلیل یہ قول ہے فذروہ فی سنبلہ ہے۔

نکتہ: امر کو صورت خبر میں اسلئے ذکر کیا جاتا ہے تا کہ مامور بہ کے وجود میں مبالغہ ہو گویا اس کو موجود سمجھ کر اس کے متعلق خبر دی جاری ہے۔ دَاَبًا (مسلسل)

قراءت: یہ سکون ہمزہ کے ساتھ ہے اور حفص اس کو فتحہ سے پڑھتے ہیں۔ اور یہ دونوں دأب فی العمل کے مصدر ہیں۔ یہ دأبا

المأمورین سے حال ہے ای دائبین ۔ ہمیشگی کرنے والے فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِيْ سُنْۢبُلِهٖ (جو تم کاٹو اس کو اس کے بالوں میں چھوڑ دو) تا کہ اس کے گھن نہ لگے ۔ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ (مگر تھوڑا جو تم کھاؤ) یعنی جو تم نے ان سالوں میں استعمال کرنا ہو۔

۴۸: ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَّاْكُلْنَ (پھر اس کے بعد سات بہت سخت سال آئیں گے جو کھا جائیں گئے) یہاں یَاْکُلْنَ میں کھانے کی نسبت مجازاً سالوں کی طرف کر دی ۔ مَاقَدَّمْتُمْ لَهُنَّ (جو تم نے ان کے لئے پہلے سے جمع کر رکھا ہوگا) یعنی سرسبزی والے سالوں میں اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ (مگر تھوڑا جو تم بچا کر رکھو گے) مگر تھوڑا جو تم جمع کرو گے اور چھپا کر رکھو گے۔

۴۹: ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ (پھر اس کے بعد ایک سال ہوگا) یعنی چودہ سال بعد فِيْهِ يُغَاثُ النَّاسُ (اسمیں لوگوں پر بارش برسائی جائے گی) یہ الغوث سے ہے ۔ نمبر۱۔ ان کے فریادیوں کی ضرورت پوری ہوگی نمبر۲۔ الغیث سے ہے یعنی بارش کی جائے گی جیسے کہتے ہیں غیث البلاد جبکہ بارش ہو وَفِيْهِ يَعْصِرُوْنَ (اور اس میں لوگ نچوڑیں گے) یعنی انگور زیتون تل، اور ان سے مشروبات بنائیں گے اور تری کیلئے بطور تیل استعمال کریں گے۔

قراءت : حمزہ وعلی نے تعصرون پڑھا ہے ۔ آپ نے بقرات سمان اور السنبلات الخضر کی تعبیر خوشحالی کے سال اور العجاف اور الیابسات کی تعبیر قحط والے سالوں سے کی اور پھر ان کو بشارت دی کہ خواب کی تعبیر تو اتنی ہے مگر مزید بات یہ ہے کہ آٹھواں سال برکت والا آئے گا ۔ اس میں کثرت سے غلہ اور بے شمار نعمتیں میسر ہونگی ۔ اور یہ تمام باتیں وحی سے بتلائیں اور اسی ہی سے ممکن ہیں۔

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِیْ بِهٖ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰی رَبِّكَ فَسْـَٔلْهُ مَا بَالُ

اور بادشاہ نے کہا کہ اس شخص کو میرے پاس لے آؤ سو جب قاصد یوسف کے پاس آیا تو یوسف نے کہا کہ تو اپنے آقا کے پاس واپس جا پھر اس سے دریافت کر کہ ان عورتوں کا

النِّسْوَةِ الّٰتِیْ قَطَّعْنَ اَیْدِیَهُنَّ ؕ اِنَّ رَبِّیْ بِكَیْدِهِنَّ عَلِیْمٌ ﴿۵۰﴾ قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ

کیا حال ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے، بے شک میرا رب ان کے فریب کو خوب جاننے والا ہے، اس نے کہا کہ اے عورتو! تمہارا کیا واقعہ ہے جبکہ تم نے

اِذْ رَاوَدْتُّنَّ یُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَیْهِ مِنْ سُوْٓءٍ ؕ قَالَتِ

یوسف سے اپنی مطلب براری کی خواہش کی، انہوں نے جواب میں کہا حاشاللہ ہم اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں۔ ہمارے علم میں ایسی کوئی بات نہیں کہ ہم یوسف کی طرف کوئی برائی

امْرَاَتُ الْعَزِیْزِ الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ ؗ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۵۱﴾

منسوب کر سکیں، عزیز کی بیوی نے کہا اس وقت حق ظاہر ہو گیا میں نے اسے اپنے مطلب براری کے لئے اسے پھسلایا اور بے شک وہ سچے لوگوں میں سے ہے

ذٰلِكَ لِیَعْلَمَ اَنِّیْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَیْبِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِیْ كَیْدَ الْخَآئِنِیْنَ ﴿۵۲﴾

یہ اس لئے کہ وہ جان لے کہ میں نے اس کے پیچھے اس کی خیانت نہیں کی اور بلاشبہ اللہ خیانت کرنے والوں کے فریب کو نہیں چلنے دیتا،

بادشاہ کی طرف سے رہائی کا پروانہ اور آپ کا انکار:

۵۰: وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِیْ بِهٖ فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ (اور کہا بادشاہ نے اس کو میرے پاس لے آؤ۔ جب بادشاہ کا قاصد آیا) تا کہ وہ قید سے رہائی دے قَالَ ارْجِعْ اِلٰی رَبِّكَ (اس نے کہا تو لوٹ جا اپنے آقا کی طرف) ربک سے یہاں بادشاہ مراد ہے۔ فَسْـَٔلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ (اور اس سے پوچھو کیا حال ہے ان عورتوں کا) بال بمعنی عورتوں کی حالت ہے۔ الّٰتِیْ قَطَّعْنَ اَیْدِیَهُنَّ (جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے) یوسف علیہ السلام ثابت قدم رہے اور بادشاہ کے جواب میں حوصلہ مندی سے کام لیا اور عورتوں کے متعلق سوال کو مقدم کیا تا کہ ان کی براءت برسر میدان ظاہر ہو جائے اور جو بہتان ان پر لگایا اور اسمیں قید کیا گیا وہ کھل جائے۔ تا کہ حاسدوں کو آپ کی شان گھٹانے کی جرأت نہ ہو۔ اور تا کہ لوگوں کے منہ اس بات سے بند ہو جائیں کہ کسی بڑے جرم کی وجہ سے ان کو سات سال جیل میں ڈالا گیا۔

مَسْئَلَہ: تہمت کی نفی کیلئے کوشش لازم ہے اور ایسے مواقع سے بچنا ضروری ہے جو تہمت کا پیش خیمہ ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوسف علیہ السلام کی اس عظمت کو اس طرح سراہا۔ یوسف علیہ السلام کا صبر وسخاوت کتنی عظیم ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو معاف کرے۔ جب ان سے موٹی اور دبلی گائیں کے متعلق سوال کیا گیا (تو آپ نے تعبیر کے ساتھ تدبیر حسن بتلائی) اگر میں ان کی جگہ ہوتا تو تعبیر بتلانے

کی یہ شرط لگا دیتا کہ وہ مجھے جیل سے رہا کریں۔اوران کی یہ حالت بھی بڑی عجیب ہے کہ جب ان کے پاس قاصد آیا تو اسے کہا: ارجع الی ربك۔اگر میں اسکی جگہ ہوتا اور قید میں اتنا عرصہ گزار چکا ہوتا جتنا انہوں نے گزارا تو میں ضرور داعی کی بات پر لبیک کہتا اور نکلنے کی طرف جلدی کرتا۔عذر تلاش نہ کرتا، وہ بڑے ہی حوصلے منداور بردبار تھے۔(درالمنثور)

سخاوت وحسن ادبِ یوسفی کا ایک ورق ملاحظہ ہو کہ آپ نے عزیز کی بیوی کا ذکر نہیں کیا۔حالانکہ اس نے آپ کے ساتھ کیا کچھ نہیں کیا اور قید و بند کا سبب بنی اور فقط ان عورتوں کا تذکرہ فرمایا جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے۔اِنَّ رَبِّیْ بِکَیْدِهِنَّ عَلِیْمٌ (بیشک میرا رب ان کے فریب کو جانتا ہے) ان کا فریب بلاشبہ بڑا ہے اس کو اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں اور وہ اس پر بدلہ لینے والے ہیں۔

شاہی تفتیش:

۵۱: جب بادشاہ کا قاصد واپس لوٹ کر آیا تو بادشاہ نے ان ہاتھ کاٹنے والی عورتوں کو بلایا۔اور عزیز کی عورت کو بھی بلایا اور کہا قَالَ مَاخَطْبُکُنَّ (تمہارا کیا معاملہ ہے)

اِذْ رَاوَدْتُّنَّ یُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ (جب کہ تم نے یوسف کو پھسلایا) کیا تم نے اسکی طرف سے اپنے لئے ذرہ بھر میلان پایا۔قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ (تو انہوں نے کہا پناہ بخدا) اسکی قدرت جس نے ایسا پاک باز بنایا ہے۔مَاعَلِمْنَا عَلَیْهِ مِنْ سُوْٓءٍ (ہم نے ان کے متعلق ذرہ بھی برائی نہیں پائی) سوء سے گناہ مراد ہے۔قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِیْزِ الْئٰنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ (عزیز کی بیوی کہنے لگی اب حق واضح ہوگیا) ظاہر اور پختہ ہوگیا۔اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِیْنَ (میں نے اس کو اپنے مطلب کیلئے پھسلایا تھا اور بیشک وہ سچوں میں سے ہے) اس نے یہ بالکل صحیح کہا ھی راودتنی عن نفسی ان دو گواہیوں پر کسی اضافہ کی ضرورت نہیں۔یہ گواہیاں آپ کی براءت ونزاہت کو خوب ثابت کر رہی ہیں۔عورتوں نے یہ برملا اعتراف کیا کہ یوسف علیہ السلام پر جو الزام لگایا گیا اس سے ان کا کوئی سروکار نہیں ہے۔

براءت یوسف علیہ السلام:

۵۲: پھر قاصد یوسف علیہ السلام کے پاس لوٹ کر آیا اور عورتوں کی گفتگو کے متعلق اطلاع دی اور عزیز مصر کی بیوی کے اعتراف و اقرار کا بھی ذکر کیا۔اس پر یوسف علیہ السلام نے فرمایا۔ ذٰلِكَ (یہ) نکلنے سے انکار اور اظہار براءت پر اصرار میں نے اسلئے کیا لِیَعْلَمَ (تاکہ عزیز مصر کو معلوم ہو) اَنِّیْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَیْبِ (کہ میں نے اسکی غیر موجودگی میں اسکی خیانت نہیں کی) اسکی عزت کے سلسلہ میں اس کی عدم حاضری میں۔

نحو : بالغیب یہ فاعل سے حال ہے یا مفعول سے حال ہے۔معنی اس طرح ہوگا نمبرا۔میں اس سے غائب ہوں۔نمبر۲۔وہ

میرے پاس موجود نہ ہو۔ نمبر۲۔ لیعلم کی ضمیر بادشاہ کی طرف لوٹائیں تاکہ بادشاہ کو معلوم ہو جائے کہ میں نے عزیز مصر کی خیانت نہیں کی۔ وَاَنَّ اللّٰهَ لَایَهْدِیْ كَیْدَ الْخَآىِٕنِیْنَ (اور بیشک اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کے فریب کو چلنے نہیں دیتے) ان کو سیدھا راستہ نہیں دکھاتے۔ گویا اس میں امرأۃ عزیز کے متعلق تعریض ہے کہ اسنے اپنے خاوند کی امانت میں خیانت کی۔ اور اپنی امانت کو پوری شوکت وقوت سے ظاہر فرمایا۔

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفۡسِیۡ ۚ اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوۡٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیۡ ؕ اِنَّ رَبِّیۡ

اور میں اپنے نفس کو بری نہیں بتاتا بلاشبہ نفس برائی کرنے کا خوب زیادہ حکم دیتا ہے۔ بجز اس کے جس پر میرا رب رحم فرمائے بیشک میرا رب

غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۵۳﴾

غفور ہے رحیم ہے۔

۵۳: وَمَآ اُبَرِّئُ نَفۡسِیۡ (اور میں اپنے نفس کو بری نہیں بتاتا) پھر آپ نے بارگاہ الٰہی میں تواضع کرتے ہوئے اور اپنے نفس کو مٹاتے ہوئے تاکہ اپنے منہ مُزّکی بننے کا وہم نہ ہو۔ اور یہ بھی واضح ہو جائے کہ مجھ میں جو امانت و دیانت پائی جاتی ہے۔ یہ محض توفیق الٰہی اور اسکی عصمت سے ہے۔ چنانچہ فرمایا میں بذات خود اپنے نفس کو پاک قرار نہیں دیتا کہ وہ لغزشوں سے بچ جائے اور نہ میں بالکلیہ اسکی براءت کی گواہی دیتا ہوں۔ اور نہ عمومی افعال میں اس کو (لغزش سے) پاک قرار دیتا ہوں۔ نمبر۲۔ اس حادثہ میں جیسا کہ ھَمّ کو خطرۂ بشریہ کے معنی میں جب لیا جائے اور قصد وارادہ کا اسمیں مطلقاً دخل نہ ہو۔

اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوۡٓءِ (بیشک نفس تو ضرور برائی کی طرف جھک جانے والا ہے) النفس سے جنس نفس مراد ہے۔ جنس نفس تو برائی کی طرف لے جانے والی ہے اور اس پر آمادہ کرتی ہے کیونکہ اسمیں شہوات پائی جاتی ہیں۔ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیۡ (مگر جس پر میرا رب رحم کرے) نمبر۱۔ مگر وہ چیدہ لوگ جن پر میرے رب کی رحمت ہو اور عصمت سے ان کو نوازا گیا ہو۔ نمبر۲۔ یہ بھی جائز ہے کہ مَا رَحِمَ کو زمانہ کے معنی میں لیا جائے مگر میرے رب کی رحمت کے وقت۔ مطلب اس طرح ہوگا۔ نفس تو ہر وقت برائی کی طرف مائل کرنے والا ہے مگر وقت عصمت میں وہ مائل نہیں کر سکتا۔

نمبر۳۔ یہ استثناء منقطع ہے۔ یعنی میرے رب کی رحمت اس نفس کو بدی کے راستہ سے پھیر دیتی ہے۔ اس صورت میں اِلَّا کو لٰکِنَّ کے معنی میں لیا گیا ہے۔ یہ بھی کہا گیا کہ یہ عزیز مصر کی بیوی کا مقولہ ہے کہ یہ بات جو میں نے کہی ہے یہ اس لئے ہے تاکہ یوسف کو علم ہو جائے کہ میں نے اس کے ساتھ خیانت نہیں کی اور اس کے متعلق اسکی غیر موجودگی میں جھوٹ نہیں بولا بلکہ جو سوال کیا گیا اس کے متعلق میں نے سچی بات کہی ہے مگر اس کے باوجود بھی میں اپنے آپ کو خیانت سے بری الذمہ قرار نہیں دیتی۔ میں نے اسکی خیانت کی ہے جبکہ میں نے اس پر یہ کہہ کر بہتان تراشا مَا جَزَآءُ مَنۡ اَرَادَ بِاَهۡلِكَ سُوۡٓءًا اِلَّاۤ اَنۡ یُّسۡجَنَ اور قید کی دھمکی دی۔ وہ اپنے قصور کا اعتراف کر رہی ہے کہ ہر نفس برائی کی طرف جھکاؤ اختیار کرنے والا ہے۔ اس سے تو یوسف (علیہ السلام) جیسا معصوم انسان پردۂ رحمت کی برکت سے بچ سکتا ہے۔ اِنَّ رَبِّیۡ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ (بیشک میرا رب بخشنے والا رحم کرنے والا ہے) اس نے اپنے رب سے معافی طلب کی اور اسکی رحمت مانگی ان غلطیوں سے جنکا وہ ارتکاب کر چکی تھی۔ اس کو کلام یوسف علیہ السلام قرار دیا گیا۔ مگر ظاہر میں اسکی کوئی دلیل نہیں۔ کیونکہ معنی تو اسکی طرف راہنمائی کرتا ہے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ قرآن مجید کی تقدیم و تاخیر والی قسم میں سے ہے کہ ذٰلِكَ لِیَعۡلَمَ کا اتصال و تعلق فسئله مابال

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖٓ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِيْ ۚ فَلَمَّا كَلَّمَهٗ قَالَ اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا

اور بادشاہ نے کہا کہ اس شخص کو میرے پاس لاؤ میں اسے خالص اپنے لئے رکھوں گا پھر جب ان سے بات کی تو کہا بے شک آج تم ہمارے پاس

مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ ﴿۵۴﴾ قَالَ اجْعَلْنِيْ عَلٰى خَزَآئِنِ الْاَرْضِ ۚ اِنِّيْ حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ ﴿۵۵﴾ وَكَذٰلِكَ

باعزت ہو معتبر آدمی ہو یوسف نے کہا کہ مجھے زمین کے خزانوں پر مقرر کر دو میں ان کی حفاظت کرنے والا ہوں جاننے والا ہوں، اور ہم نے

مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ ۚ يَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَآءُ ۭ نُصِيْبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَآءُ

اسی طرح یوسف کو زمین میں بااختیار بنا دیا اس میں جہاں چاہے رہے ہم جسے چاہیں اپنی رحمت پہنچا دیں

وَلَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۶﴾ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۵۷﴾ ع

اور ہم اچھے کام کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے، اور البتہ آخرت کا ثواب ان لوگوں کے لئے بہتر ہے جو ایمان لائے اور تقوی اختیار کرتے تھے۔

النسوة الّتی قطعن ایدیھن سے ہے۔

شاہی حکم نامہ:

۵۴: وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖٓ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِيْ (بادشاہ نے کہا اس کو میرے پاس لے آؤ۔ میں اس کو خاص کر لونگا اپنی ذات کیلئے) میں اس کو مقرر کرونگا اپنی ذات کیلئے فَلَمَّا كَلَّمَهٗ (جب ان سے بادشاہ نے کلام کیا) اور اس چیز کا مشاہدہ کیا جو اس کے گمان میں بھی نہ تھی۔ تو قَالَ (کہا) بادشاہ نے یوسف علیہ السلام کو اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ (تم آج سے ہمارے نزدیک معتبر و معزز ہو) تو مرتبے اور مقام والا ہے۔ اور ہر بات میں قابل اعتماد ہے۔ روایت تفسیر میں ہے کہ جب قاصد آیا تو اس کے ساتھ ۷۰ ستر دربان اور ستر سواریاں تھیں اور شاہی جوڑا بھی ساتھ تھا اور کہا بادشاہ بلا رہا ہے۔ پس آپ قید سے نکلے اور بادشاہ اور اس کے اہل و عیال کو دعائیں دیں۔ اللّٰھم عطف علیھم قلوب الاخیار ولاتعم علیھم الاخبار فھم اعلم الناس بالاخبار فی الواقعات اور قید خانہ کے دروازہ پر لکھوایا ھذہٖ منازل البلواء وقبور الاحیاء وشماتة الاعداء و تجربة الاصدقاء کہ مصائب کے مقامات زندوں کے قبرستان، دشمنوں کی خوشی اور دوستوں کی آزمائش ہیں پھر غسل فرمایا جیل خانہ کی میل کچیل اتاری۔ نیا لباس زیب تن کیا جب بادشاہ کے ہاں داخل ہوئے تو کہا اللّٰھم انی اسألك بخیرك من خیرہ واعوذ بعزّتك وقدرتك من شرّہ اے اللہ تیری خیر کے ذریعہ اسکی خیر کا طالب ہوں اور تیری عزت و قدرت کی پناہ کا طالب ہوں اس کے شر سے۔ پھر سلام کر کے عبرانی زبان میں اس کے لئے دعا کی تو بادشاہ نے کہا یہ کیا زبان ہے؟ آپ نے فرمایا یہ میرے آباؤ اجداد کی زبان ہے۔ بادشاہ ستر زبانوں کو جانتا تھا۔ چنانچہ اس نے ان سب زبانوں میں گفتگو کی آپ نے انہیں سب زبانوں میں جوابات دیے۔ بادشاہ کو تعجب ہوا اور کہنے لگا اے مجسمہ صدق! میں اپنا خواب تمہارے منہ سے سننا چاہتا ہوں تو آپ

نے فرمایا تم نے گائیں دیکھیں۔ پھران کے رنگ اور حالات اوران کے نکلنے کی جگہ بتلائی اور بالوں کی جو کیفیت بادشاہ نے دیکھی وہ بیان کی۔ بادشاہ کو کہا کہ تم سردیوں میں غلہ جمع کرو۔ مخلوق اطراف سے تیرے پاس آئے گی۔ اور غلہ حاصل کرے گی اور تیرے پاس اتنے خزانے جمع ہونگے جو آج تک کسی کے پاس جمع نہیں ہوئے۔ بادشاہ نے کہا کون ان باتوں میں میرا ذمہ دار ہے؟ اور کون اس کو جمع کرے گا؟ اور کون سرانجام دے گا۔

مطالبۂ یوسف علیہ السلام:

۵۵: قَالَ اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ (یوسف علیہ السلام نے فرمایا تم مجھے زمین کے خزائن پر مقرر کرو) تم سرزمین کے خزائن کا مجھے ذمہ دار بنا دو۔ اِنِّیْ حَفِیْظٌ (میں امانتدار محافظ ہوں) اور اس چیز کی حفاظت کروں گا۔ جس کی حفاظت مجھ سے چاہو گے۔ عَلِیْمٌ (جاننے والا) تصرف وخرچ کے مقامات کو جاننے والا ہوں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی امانت وکارگزاری کو خود بیان فرمایا بادشاہوں کے ہاں جن کو عہدہ دیا جاتا ہے۔ ان میں یہی چیزیں دیکھی جاتی ہیں۔ آپ نے خود عہدہ اس لئے طلب کیا تاکہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل ہو ملک ودنیا ہرگز مقصود نہ تھی آپ چاہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام نافذ ہوں۔ حق قائم ہو، عدل پھیلے، اور بندوں کو راحت میسر ہو۔ انبیاء علیہم السلام کی بعثت اسی لیے ہوتی ہے۔ آپ جانتے تھے کہ کوئی اور یہ کام سرانجام نہیں دے سکتا۔ اس لئے خود طلب کیا۔ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے بھائی یوسف پر رحم کرے اگر وہ **اجعلنی علی خزائن الارض** نہ کہتے تو بادشاہ ان کو فوراً حاکم بنا دیتا۔ (مگر اس کہنے کی وجہ سے) اس نے ایک سال تک مؤخر کیا۔ بقول حافظ ابن حجر یہ روایت سنداً ساقط الاعتبار ہے)

مَسْئَلَہ: اس میں علماء نے یہ مسئلہ نکالا کہ کافر وظالم کی طرف سے کسی عہدے کو سنبھالنا جائز ہے۔ جب کہ عالم یا پیغمبر کو معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو نافذ اسی طرح کیا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ کوئی راستہ نہیں اور مظلوم کی دادرسی بھی کافر وفاسق کی طرف سے عہدہ حاصل کرنے پر ہو سکتی ہو۔ تو ایسے عہدے کا ضرور سہارا لینا چاہئے۔ بہت سے اسلاف نے ظالم بادشاہوں کی طرف سے اسی غرض کی خاطر عہدے قبول کئے۔ بادشاہ آپ کی رائے سے ہٹ کر کوئی رائے نہ دیتا اور آپ کی رائے میں دخل اندازی نہ کرتا گویا احکام کے نفاذ میں بادشاہ آپ کا تابع فرمان تھا۔

انتقالِ اقتدار اور عدل ومساوات یوسف علیہ السلام:

۵۶: وَكَذٰلِكَ (اور اسی طرح) اس ظاہر اقتدار وغلبہ کی طرح مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِى الْاَرْضِ (ہم نے یوسف علیہ السلام کو زمین میں اقتدار بخشا) ارض سے ارض مصر مراد ہے۔ یہ ۴۰×۴۰ فرسخ تھی (یہ اندازہ درست معلوم نہیں ہوتا) التمکین قدرت اور اختیار دینا۔ يَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَآءُ (آپ جس جگہ چاہیں رہیں) جس مقام کو منزل بنائیں غلبہ کی وجہ سے ان کے لئے کوئی رکاوٹ نہ تھی اور وہ سارا علاقہ آپ کی حکومت میں داخل تھا۔

قراءت: مکی نے نشاء نون سے پڑھا ہے۔ نُصِيْبُ بِرَحْمَتِنَا (ہم اپنی رحمت پہنچاتے ہیں) دنیا میں بادشاہی والا عطیہ اپنی طرف سے دیتے اور غناء میسر کر دیتے ہیں اور دیگر نعمتیں بھی۔ مَنْ نَّشَآءُ (جن کو ہم چاہتے ہیں) جنکے لئے ہماری حکمت تقاضا

کرتی ہے۔وَلَا نُضِيعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِينَ (ہم مخلصوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتے) دنیا میں

۵۷: وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (البتہ آخرت کا ثواب بہت بہتر ہے ان لوگوں کیلئے جو ایمان لائے) اس سے مراد یوسف علیہ السلام اور قیامت تک آنے والے اہل ایمان ہیں۔وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ (اور نافرمانی سے بچتے رہے) شرک وفواحش سے بچتے رہے۔سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کہتے ہیں۔مومن کو اسکی حسنات پر دنیا و آخرت میں ثواب ملتا ہے۔اور فاجر کو دنیا میں بھلائی دے دی جاتی ہے اور آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں پھر یہ آیت تلاوت کی۔روایت تفسیر میں ہے کہ بادشاہ نے یوسف علیہ السلام کو تاج پہنایا اور اپنی مہران کے حوالے کر دی اور تلوار ان کو عطا کی اور ان کے لئے سونے کا تحت بچھایا جس پر موتیوں اور یاقوت کا تاج لگا ہوا تھا۔آپ نے فرمایا تخت سے تیرا ملک زیادہ مضبوط ہے۔اور انگوٹھی سے تو اپنے ملک کی تدبیر و تنظیم کرو۔اور تاج یہ میرا اور میرے آباء کا لباس نہیں۔پھر آپ تخت پر تشریف فرما ہوئے سرداروں نے آپ کی اطاعت قبول کی۔بادشاہ نے اقتدار آپ کے حوالے کیا۔اور قطفیر کو معزول کر دیا۔اس کے بعد وہ مر گیا۔بادشاہ نے اسکی بیوی سے ان کا نکاح کر دیا جب یوسف اس کے پاس گئے تو کہا۔کیا یہ اس سے بہتر نہیں جو تم نے طلب کیا تھا اس کو کنواری پایا۔ان سے دولڑکے افراثیم اور میثا (یہ اسرائیلی قصہ گوئی کا حصہ ہے جن کو بلا چھان بین کے نقل کر دیا گیا۔فتدبر)

آپ نے عدل کو قائم کیا اور مصر کے مرد و عورتوں نے آپ سے محبت کی آپ کے ہاتھ پر بہت سے مصری مسلمان ہوئے۔ آپ نے اہل مصر سے قحط کے سالوں میں غلہ دراہم و دنانیر سے خرید لیا۔یہاں تک کہ ان کے پاس کچھ نہ رہا۔پھر دوسرے سال زیور و جواہرات کے بدلے خرید فرمایا۔تیسرے سال چوپایوں کے بدلے چوتھے سال غلاموں اور لونڈیوں کے بدلے۔پانچویں سال زمین اور مکانات کے بدلے، چھٹے سال اولادوں کے بدلے ساتویں سال ان کی گردنوں کے بدلے جب سب غلام بن گئے تو ان کو آزاد کر دیا اور ان کے تمام اموال و املاک ان کو واپس کر دیئے۔غلہ لینے کیلئے جو لوگ آتے فی کس آپ ایک اونٹ کا بوجھ دیتے تھے۔

وَجَآءَ اِخْوَةُ يُوْسُفَ فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿۵۸﴾ وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ

اور یوسف کے بھائی آئے سو وہ ان کے پاس اندر چلے گئے سو یوسف نے انہیں پہچان لیا اور وہ انہیں نہیں پہچان رہے تھے اور جب یوسف نے انہیں سامان

بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُوْنِيْ بِاَخٍ لَّكُمْ مِّنْ اَبِيْكُمْ ۚ اَلَا تَرَوْنَ اَنِّيْٓ اُوْفِي الْكَيْلَ وَاَنَا

تیار کر دیا تو فرمایا کہ تمہارا جو ایک باپ شریک بھائی ہے اسے میرے پاس لے آنا کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ میں پورا ناپ کر دیتا ہوں اور میں سب سے

خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ﴿۵۹﴾ فَاِنْ لَّمْ تَاْتُوْنِيْ بِهٖ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِنْدِيْ وَلَا تَقْرَبُوْنِ ﴿۶۰﴾ قَالُوْا

زیادہ مہمان نوازی کرنے والا ہوں سو اگر تم اس بھائی کو میرے پاس نہ لائے تو تمہارے لئے میرے پاس کوئی غلہ نہیں ہے جو میں تمہیں ناپ کر دوں اور میرے پاس مت آنا، بھائیوں

سَنُرَاوِدُ عَنْهُ اَبَاهُ وَاِنَّا لَفٰعِلُوْنَ ﴿۶۱﴾ وَقَالَ لِفِتْيٰنِهِ اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ فِيْ رِحَالِهِمْ

نے کہا کہ ہم اس کے باپ سے اس کے بارے میں درخواست کریں گے اور ہمیں یہ کام ضرور کرنا ہے، اور یوسف نے اپنے خدمت گذاروں سے کہا کہ ان کی پونجی ان کے کجاووں میں رکھ دو

لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُوْنَهَآ اِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۶۲﴾ فَلَمَّا رَجَعُوْٓا اِلٰٓى

تا کہ جب یہ اپنے گھر والوں کے پاس پہنچ جائیں تو اسے پہچان لیں شاید وہ پھر واپس آ جائیں پھر جب وہ اپنے باپ کے پاس

اَبِيْهِمْ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ فَاَرْسِلْ مَعَنَآ اَخَانَا نَكْتَلْ وَاِنَّا لَهٗ

آئے تو کہنے لگے کہ اے ابا جان ہمیں غلہ دینے کی ممانعت کردی گئی ہے سو آپ ہمارے بھائی کو ہمارے ساتھ بھیج دیجئے تا کہ ہم غلہ لاسکیں اور بلاشبہ ہم اس کی

لَحٰفِظُوْنَ ﴿۶۳﴾ قَالَ هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَآ اَمِنْتُكُمْ عَلٰٓى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ ۭ فَاللّٰهُ

حفاظت کرنے والے ہیں ان کے والد نے کہا کیا میں اس پر تمہارا اعتبار کروں مگر جیسا اس سے پہلے اس کے بھائی پر تمہارا اعتبار کر چکا ہوں، سو اللہ

خَيْرٌ حٰفِظًا ۠ وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۶۴﴾

سب سے بہتر نگہبان ہے اور وہ سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے۔

پہلی بار بھائیوں کی مصر آمد:

۵۸ : مصر کی طرح سرزمین کنعان میں قحط پہنچا۔ یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو غلہ لینے کیلئے بھیجا جس کا ذکر اس ارشاد میں ہے۔

وَجَآءَ اِخْوَةُ يُوْسُفَ فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ (اور یوسف علیہ السلام کے بھائی آئے۔ وہ ان کے ہاں

داخل ہوئے تو یوسف علیہ السلام نے ان کو پہچان لیا۔ اور وہ ان کو نہ پہچان سکے) بغیر پہچان کروانے کے ان کو آپ نے پہچان لیا اور وہ یوسف علیہ السلام کو تبدیلی لباس کی وجہ سے نہ پہچان سکے اور اسلئے بھی کہ وہ پردوں کے پیچھے تھے۔ اور اسلئے کہ چالیس سال کا طویل عرصہ گزر چکا تھا۔

۵۹: وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ قَالَ (اور جب ان کا سامان درست کرا دیا تو ان سے کہا) روایت میں ہے کہ جب بھائیوں کو دیکھا تو ان سے عبرانی زبان میں بات کی اور فرمایا تم بتلاؤ کون ہو؟ اور کیا کام کرتے ہو؟ انہوں نے کہا ہم شامی ہیں۔ بکریاں چرانا ہمارا پیشہ ہے۔ ہم قحط کی وجہ سے تکلیف میں مبتلا ہوئے۔ آپ کے ہاں غلہ لینے آئے ہیں آپ نے فرمایا شاید یہاں کے حالات کی جاسوسی کیلئے آئے ہو۔ انہوں نے کہا خدا کی پناہ ہم ایک بیٹے کی گمشدگی سے غم زدہ پیغمبر باپ کی اولاد ہیں۔ اس کا وہ بیٹا اسے زیادہ محبوب تھا۔ اور ہمارے ایک ماں جائے بھائی کو اس نے انس کیلئے پاس رکھ لیا ہے۔ تو آپ نے فرمایا اگر تم سچے ہو تو اس کو بھی ساتھ لاؤ۔ جب ان کا غلہ تیار کرا دیا اور ہر ایک کو ایک بوجھ اونٹ غلہ دے دیا۔

قراءت: جَهَاز کو کسرہ جیم کے ساتھ پڑھنا شاذ ہے۔

ائْتُونِي بِأَخٍ لَّكُمْ مِّنْ أَبِيكُمْ أَلَا تَرَوْنَ أَنِّي أُوفِي الْكَيْلَ (تم میرے پاس اپنے باپ سے حقیقی بھائی کو لاؤ کیا تم نہیں دیکھتے کہ میں پورا ماپ دیتا ہوں) اُوفی پورا۔ مکمل۔ وَأَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِينَ (اور میں بہترین میزبان ہوں) آپ نے ان کی خوب میزبانی کی اور یہ بات کہہ کر واپسی کی ترغیب دی۔

۶۰: فَإِن لَّمْ تَأْتُونِي بِهِ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِندِي (پس اگر تم اس کو میرے پاس نہ لائے تو تمہارے لئے میرے پاس کوئی غلہ نہیں) میں غلہ تمہارے ہاتھ فروخت نہ کرونگا۔ وَلَا تَقْرَبُونِ (اور تم میرے پاس بھی نہ آنا) اگر تم اس کو نہ لائے تو اپنے غلہ سے محروم اور تم قریب مت آنا۔

نحو: یہ حکم جزاء میں مجزوم کے تحت داخل ہے اور فلا کیل لکم کے محل پر عطف ہے نمبر۲۔ یا یہ نہی کے معنی میں ہے۔

۶۱: قَالُوا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ أَبَاهُ (انہوں نے کہا ہم اس کے لئے باپ کو پھسلانے کی تدبیر کریں گے) اس کے متعلق ضرور چال چلیں گے اور کوئی حیلہ کریں گے تاکہ ان کے ہاتھوں سے ہم لا سکیں۔ وَإِنَّا لَفَاعِلُونَ (اور ہم نے ضرور یہ کرنا ہے) یہ بہر صورت ہوگا۔ اس میں کوئی کمی اور سستی نہ کریں گے یوسف علیہ السلام نے کہا ایک کو بطور رہن چھوڑ دو۔ انہوں نے شمعون کو ان کے پاس چھوڑ دیا۔ جو یوسف علیہ السلام کے متعلق سب سے بہتر رائے والا تھا۔

۶۲: وَقَالَ لِفِتْيَانِهِ (آپ نے اپنے خدام سے کہا)

قراءت: کوفی نے سوائے ابوبکر کے لفتیانہ پڑھا اور دوسروں نے لفتیتہ پڑھا ہے۔ اور یہ دونوں جمع ہیں۔ جیسے اخوۃ۔ اخوان، اخ کی جمع ہے۔ فعلۃ کا وزن قلت اور فعلان کثرت کیلئے استعمال ہوتا ہے یعنی اپنے غلہ ناپنے والے خدام اجْعَلُوا بِضَاعَتَهُمْ فِي رِحَالِهِمْ (ان کا سامان ان کے کجاووں میں رکھ دو) نمبرا۔ ان کے برتنوں میں اور وہ موزے تھے یا نمبر۲۔ کھالیں یا چاندی اور یہ کجاووں میں چھپانے کیلئے زیادہ مناسب ہے۔ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُونَهَا (شاید وہ اس کو پہچانیں) اسکی واپسی کا حق پہچانیں اور دونوں

بدلوں کے ذریعہ اکرام کا حق پہچانیں۔اِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمْ (جب وہ اپنے گھر لوٹیں) اور اپنے برتنوں کو خالی کریں۔لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ (شاید کہ وہ لوٹ آئیں) نمبر۱۔اس حق کا پہچاننا ان کو ہماری طرف لوٹائے گا۔نمبر۲۔شاید کہ وہ سامان پائیں اور اس کو واپسی کیلئے لیکر لوٹیں۔نمبر۳۔ان کی دیانت ان کو امانت واپس کرنے کیلئے لوٹائیگی نمبر۴۔انہوں نے مہربانی کی وجہ سے خیال کیا کہ اپنے بھائیوں سے قیمت لینا مناسب نہیں۔

۶۳: فَلَمَّا رَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْهِمْ (جب وہ اپنے والد کی طرف لوٹ کر گئے) غلہ لیکر اور ان کو بادشاہ کے فعل کی اطلاع دی۔قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ (کہنے لگے! اے ہمارے ابا ہم سے غلہ روک لیا گیا) ان کی مراد منع سے یوسف علیہ السلام کا یہ ارشاد تھا فان لم تاتونی به فلا كيل لكم عندی۔ کیونکہ جب ان کو غلہ روکنے کی دھمکی مل گئی تو گویا غلہ روک لیا گیا۔فَاَرْسِلْ مَعَنَآ اَخَانَا نَكْتَلْ (آپ ہمارے ساتھ ہمارے بھائی کو بھیج دیں تا کہ ہمیں غلہ مل جائے) تا کہ غلہ ملنے میں رکاوٹ کا ازالہ کریں اور ہم جتنا غلہ ضروری ہے لے آئیں۔

قراءت: حمزہ اور علی نے یکتل پڑھا ای يَكْتَلْ اَخُوْنا پس اس کا غلہ ہمارے غلہ کے ساتھ مل جائیگا۔وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (اور بیشک ہم اس کے محافظ ہیں) اس بات سے کہ اس کو کوئی تکلیف پہنچے۔

۶۴: قَالَ هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَآ اَمِنْتُكُمْ عَلٰٓى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ (کیا میں اس کے بارے میں اسی طرح تم پر اعتبار کروں جیسا اس کے بھائی کے بارے میں نے اس سے پہلے کیا تھا) تم نے یوسف کے متعلق یہ کہا تھا۔ارسله معنا غدًا يرتع و يلعب وانا لهٗ لحافظون اور آج اس کے متعلق یہی کہہ رہے ہو۔پھر تم نے اپنی ضمانت میں خیانت برتی۔پس اس قسم کی بات مجھے اعتماد نہیں دلاسکتی۔پھر فرمایا فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا (اللہ تعالیٰ کی حفاظت سب سے بڑھ کر ہے)

قراءت: ابوبکر کے علاوہ کوفی قراء کی یہ قراءت ہے۔آپ نے اللہ تعالیٰ پر توکل کر کے ان کے سپرد کر دیا۔

نحو: حافظًا یہ حال یا تمیز ہے۔جنہوں نے حفظًا پڑھا ہے۔ وہ فقط تمیز ہے حال نہیں بن سکتا۔وَّ هُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ (وہ سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے) پس میں امیدوار ہوں کہ وہ مجھ پر احسان فرما کر اسکی حفاظت فرمائے گا۔اور مجھ پر دو مصیبتیں جمع نہ کرے گا۔کعب کہتے ہیں کہ جب فاللہ خیر حافظاً کہا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب آیا۔وعزتی و جلالی! لا ردن عليك كليهما مجھے میری عزت وجلال کی قسم میں دونوں کو تم پر لوٹا دونگا۔

وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ اِلَيْهِمْ ۭ قَالُوْا يٰۤاَبَانَا مَا نَبْغِيْ ۭ

اور جب انہوں نے سامان کو کھولا تو انہوں نے اپنی پونجی کو پایا کہ ان کی طرف واپس کر دی گئی ہے کہنے لگے کہ ابا جی اور ہمیں کیا چاہیے

هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا ۚ وَنَمِيْرُ اَهْلَنَا وَنَحْفَظُ اَخَانَا وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ ۭ

یہ ہماری پونجی ہے ہماری طرف لوٹا دی گئی ہے اور ہم اپنے گھر والوں کے لئے غلہ لائیں گے اور ہم اپنے بھائی کی حفاظت کرینگے اور ایک اونٹ کا بوجھ زیادہ لے آئینگے،

ذٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ (٦٥) قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَاْتُنَّنِيْ

یہ غلہ تھوڑا سا ہے، انہوں نے کہا کہ میں ہرگز اسے تمہارے ساتھ نہیں بھیجوں گا یہاں تک کہ تم مجھے اللہ کی طرف سے مضبوط عہد نہ دیدو کہ تم اسے ضرور لیکر آؤ

بِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ يُّحَاطَ بِكُمْ ۚ فَلَمَّاۤ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ (٦٦)

گے مگر یہ کہ تم کو گھیر لیا جائے سو جب انہوں نے اپنے والد کو اپنا عہد دے دیا تو والد نے کہا کہ ہم جو بات کہہ رہے ہیں اس پر اللہ نگہبان ہے۔

۶۵: وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ اِلَيْهِمْ قَالُوْا يٰاَبَانَا مَا نَبْغِيْ (جب انہوں نے سامان کھولا تو اپنا سرمایہ پایا جو ان کو واپس کر دیا گیا تھا کہنے لگے ابا لیجئے ہم کو کیا چاہیے) مانفی کیلئے ہے۔ نمبرا۔ مطلب یہ ہے ہم بات میں تجاوز و بغاوت نہیں کر رہے۔ نمبر۲۔ مانبغی شيئا وراء مافعل بنا من الاحسان۔ ہم کوئی چیز نہیں چاہتے اس سے اوپر احسان جو اس نے ہمارے ساتھ کیا نمبر۳۔ ہم آپ سے اور سرمایہ نہیں چاہتے۔ نمبر۴۔ ما استفہامیہ ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا چیز ہم چاہتے ہیں؟ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا (یہ ہمارا سرمایہ ہے جو ہمیں واپس کر دیا گیا)۔ یہ جملہ مستانفہ ہے جو مانبغی کو واضح کرنے والا ہے۔ اور اس کے بعد والے جملے اس پر معطوف ہیں اس طرح ان بضاعتنا ردت الينا فنستظهر بها وَنَمِيْرُ اَهْلَنَا في رجوعنا الى الملك یہ ہمارا سرمایہ ہمیں واپس کر دیا گیا پس اس سے ہم اپنی پشت کو مضبوط کریں گے اور اپنے اہل کو غلہ مہیا کریں گے جبکہ بادشاہ کی طرف سے ہم لوٹیں گے یعنی ہم غلہ لائیں گے۔ میرۃ اس غلے کو کہتے ہیں جو دوسرے علاقہ سے لایا جائے۔ وَنَحْفَظُ اَخَانَا (اور ہم اپنے بھائی کی حفاظت کریں گے) آنے جانے میں اور اس کو ہماری طرف سے کوئی تکلیف نہ پہنچے گی جس کا آپ کو ڈر ہے۔ وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ (اور ہم ایک اونٹ کا بوجھ غلہ مزید حاصل کریں گے) اپنے بھائی کے حصہ کا ایک اونٹ کا بوجھ غلہ ساتھ ملا لیں گے۔ ذٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ (یہ غلہ آسان ہے) اضافی غلہ آسان اور اس کے حصول میں کوئی دشواری بھی نہیں۔

۶۶: قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ حَتّٰى تُؤْتُوْنِ (یعقوب علیہ السلام نے کہا میں اس کو ہرگز تمہارے ساتھ نہ بھیجوں گا یہاں تک کہ تم نہ دو گے)

قراءت: مکی نے يُؤْتُوْنِ پڑھا ہے۔ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر وعدہ) مطلب یہ ہے کہ تم مجھے ایسا وعدہ دو جس کو

وَقَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ؕ

اور یعقوب نے کہا کہ اے میرے بیٹو، تم سب ایک ہی دروازے سے داخل مت ہونا، اور مختلف دروازوں سے داخل ہونا،

وَمَآ اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ

اور میں اللہ کے حکم کو تم سے ذرا بھی ٹال نہیں سکتا، حکم صرف اللہ ہی کا ہے، میں نے اسی پر بھروسہ کیا

وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ۝۶۷ وَلَمَّا دَخَلُوْا مِنْ حَيْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ ؕ

اور چاہئے کہ بھروسہ کرنے والے اسی پر بھروسہ کریں اور جب وہ اسی طرح داخل ہوئے جیسے ان کے والد نے انہیں حکم دیا تھا

مَا كَانَ يُغْنِيْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا حَاجَةً فِيْ نَفْسِ يَعْقُوْبَ قَضٰهَا ؕ

تو اللہ کے حکم سے ذرا بھی انہیں کوئی چیز بچانے والی نہ تھی مگر یعقوب کے جی میں ایک حاجت تھی جسے اس نے پورا کر لیا

وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۶۸ ع

۸ ع ۱۱ ۲

اور بلاشبہ وہ علم والے تھے اس وجہ سے کہ ہم نے انہیں سکھایا تھا اور لیکن بہت سے لوگ نہیں جانتے۔

اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر پختہ کیا گیا ہو۔ حلف کو اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم سے اسلئے پختہ کیا گیا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم سے عہد پختہ کیے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اسکی اجازت دی ہے اور اسکی طرف سے حکم ہے۔ لَتَاْتُنَّنِيْ بِهٖ (کہ تم اسکو ضرور میرے پاس لاؤ گے) یہ قسم کا جواب ہے کیونکہ مطلب اس طرح بنے گا۔ حتی تحلفوا لتأتنني به یہاں تک کہ تم قسم اٹھاؤ کہ ضرور تم اسکو لاؤ گے۔ اِلَّآ اَنْ يُّحَاطَ بِكُمْ (مگر یہ کہ تم مغلوب ہو جاؤ) مگر یہ کہ تم مغلوب ہو کر اسکو نہ لاسکو۔ مفعول لہٗ ہے اور لتا تننی بہٖ اگرچہ کلام مثبت ہے مگر تاویل نفی میں ہے تقدیر عبارت اسطرح ہوگی لا تمتنعوا من الاتيان بهٖ الا للا حاطة بكم مطلب یہ ہوا تم کسی بھی سبب سے اس سے باز نہ رہو مگر ایک سبب سے اور وہ یہ ہے کہ تمہارا احاطہ کرلیا جائے۔ یہ عام سے استثناء ہے۔ جو مفعول لہٗ کی صورت میں ہے۔

قاعدہ: عام سے استثناء نفی ہی میں ہوتا ہے اس لئے اسکی تاویل نفی سے ضروری ہوئی۔ فَلَمَّآ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ (جب انہوں نے ان کو مضبوط عہد دے دیا) ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے حلف اسطرح دیا۔ باللہ رب محمد ﷺ قَالَ (کہا اس نے) بعض علماء نے کہا اس پر سکتہ کرے کیونکہ معنی یہ ہے۔ قال: (یعقوب علیہ السلام نے کہا) اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ (اللہ تعالیٰ اس پر جو ہم کہتے ہیں) یعنی پختہ وعدہ کا مطالبہ اور پھر اس کا دینا وَكِيْلٌ (نگہبان و مطلع ہے) البتہ سکتہ کرنے سے قول اور مقولے میں فاصلہ ہو جائے گا اور یہ جائز نہیں پس بہتر یہی ہے کہ صرف آواز سے ان کے مابین فرق بیان کیا جائے پھر قوت نغمہ سے اللہ تعالیٰ کے نام کا قصد کیا جائے۔

دوسری مرتبہ سفر مصر کیلئے روانگی:

۶۷: وَقَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ (اور کہا اے میرے بیٹو تم ایک دروازے

سے مت داخل ہونا بلکہ متفرق دروازوں سے داخل ہونا) جمہور اس بات پر ہیں کہ یعقوب علیہ السلام کو ان کے متعلق نظر لگ جانے کا خطرہ ہوا کیونکہ وہ حسین وجمیل تھے۔ پہلی مرتبہ ان کو الگ داخلے کا حکم نہیں دیا کیونکہ ان کو کوئی جانتا ہی نہ تھا۔

نظر کا اثر ہمارے نزدیک برحق ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی چیز کی طرف دیکھنے اور اس میں تعجب کرنے سے نقص وخلل پیدا کر دیتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما کو ان کلمات سے تعوذ فرمایا کرتے تھے۔ اُعِیذ کما بکلمات اللّٰہ التامة من کل ھامة ومن کل عین لا مة [بخاری، احمد، ابوداؤد، ترمذی] جبائی معتزلی نے انکار کیا ہے۔ مگر اس کے انکار کی کوئی حیثیت نہیں کیونکہ احادیث صحیحہ صریحہ اس پر دلالت کرتی ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ یعقوب علیہ السلام نے پسند کیا کہ ان کے دشمن ان کو نہ پہچان سکیں اور پہچان کر ہلاکت کی تدابیر اختیار کرنے لگیں۔

وَمَآ اُغْنِیْ عَنْکُمْ مِّنَ اللّٰہِ مِنْ شَیْءٍ (اور میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائی ہوئی کسی بات کو بھی اس کے مقابلہ میں کچھ بھی دفع نہیں کرسکتا) یعنی اگر اللہ تعالیٰ کا ارادہ تمہارے متعلق تکلیف دینے کا ہو تو میں تمہارے کسی کام نہیں آسکتا اور تم سے اس اثر کو دور نہیں کرسکتا وہ بہرصورت تمہیں پہنچ کر رہے گا۔ اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَعَلَیْہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُتَوَکِّلُوْنَ (پس حکم تو اللہ تعالیٰ ہی کا چلتا ہے۔ اسی پر میرا بھروسہ ہے اور اس پر بھروسہ کرنے والے بھروسہ کرتے ہیں) التوکّل معاملے کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا اور اس پر اعتماد کرنا۔

۶۸: وَلَمَّا دَخَلُوْا مِنْ حَیْثُ اَمَرَھُمْ اَبُوْھُمْ (جب وہ داخل ہوئے جس طرح ان کو ان کے والد نے داخلے کا حکم دیا تھا) الگ الگ ہو کر۔ مَا کَانَ یُغْنِیْ عَنْھُمْ (تو ان کو اس (داخلے) نے فائدہ نہ دیا) یعنی متفرق دروازوں سے مِّنَ اللّٰہِ مِنْ شَیْءٍ (اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیش آنے والی چیز کے مقابلہ میں کچھ بھی) بالکل ذرہ بھر اسطرح کہ الگ داخلے کے باوجود، چوری کی نسبت ان کی طرف ہوگئی۔ اور اس سے انتہائی شرمندہ ہوئے اور بھائی کو پیالہ کے کجاوہ میں مل جانے کی وجہ سے پکڑ لیا گیا۔ اور باپ پر مصیبت دوگنا ہوگئی۔ اِلَّا حَاجَةً (مگر ایک خواہش تھی) یہ استثناء منقطع ہے لٰکِنْ کے معنی میں ہے۔ فِیْ نَفْسِ یَعْقُوْبَ قَضٰھَا (یعقوب علیہ السلام کے دل میں جس کو انہوں نے پورا کیا) اور شفقت تھی جو ان کے دل میں تھی۔ وَاِنَّہٗ لَذُوْ عِلْمٍ (اور بیشک وہ علم والے تھے) اسی لئے کہا وما اغنی عنکم من اللّٰہ من شیء کہ تقدیر کے آگے تدبیر کی نہیں چلتی۔ لِّمَا عَلَّمْنٰہُ (ہمارے تعلیم دینے کی وجہ سے) ہم نے اس کو وحی سے سکھایا۔ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ (لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے) اس بات کو۔

وَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰٓى اِلَيْهِ اَخَاهُ قَالَ اِنِّىْٓ اَنَا اَخُوْكَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا

سو جب وہ یوسف پر داخل ہوئے تو انہوں نے اپنے بھائی کو اپنے پاس ٹھکانہ دیا اس سے کہا کہ میں بے شک تیرا بھائی ہوں لہٰذا تو اس کا رنج مت کر جو کچھ

كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۶۹﴾ فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِىْ رَحْلِ اَخِيْهِ

یہ لوگ کرتے رہے ہیں پھر جب انہیں سامان دیکر تیار کر دیا تو ایک پانی پینے کا برتن اپنے بھائی کے کجاوہ میں رکھ دیا

ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَيَّتُهَا الْعِيْرُ اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ ﴿۷۰﴾ قَالُوْا وَاَقْبَلُوْا عَلَيْهِمْ مَّاذَا

پھر ایک پکارنے والے نے پکار کر کہا کہ اے قافلہ والو بلاشبہ تم چور ہو، وہ لوگ کہنے لگے اور ان کی طرف آگے بڑھے کہ تم کس چیز کو

تَفْقِدُوْنَ ﴿۷۱﴾ قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِيْرٍ وَّاَنَا

گم پا رہے ہو انہوں نے کہا کہ ہمیں بادشاہ کا پیمانہ نہیں مل رہا ہے، اور جو شخص اسے لیکر آئے اس کے لئے ایک اونٹ کا بوجھ ہے اور میں

بِهٖ زَعِيْمٌ ﴿۷۲﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِى الْاَرْضِ وَمَا كُنَّا

اس کا ذمہ دار ہوں، وہ کہنے لگے کہ اللہ کی قسم آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ ہم لوگ اس لئے نہیں آئے کہ زمین میں فساد کریں اور نہ ہم

سٰرِقِيْنَ ﴿۷۳﴾ قَالُوْا فَمَا جَزَآؤُهٗٓ اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِيْنَ ﴿۷۴﴾ قَالُوْا جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِىْ

چور ہیں، وہ کہنے لگے کہ پھر اس کی کیا سزا ہے اگر تم جھوٹے ثابت ہوئے؟ کہنے لگے کہ اس کی سزا یہی ہے کہ جس کے کجاوہ میں یہ پیمانہ

رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۷۵﴾

پایا جائے سو خود اس کی ذات ہی اس کا بدلہ ہے ہم ظالموں کو اسی طرح سزا دیا کرتے ہیں۔

بنیامین کی امید برآئی:

۶۹: وَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰٓى اِلَيْهِ اَخَاهُ (جب وہ یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچے تو اپنے بھائی کو اپنے ساتھ ٹھہرایا) ملایا اپنے ساتھ بنیامین کو روایت میں ہے کہ انہوں نے کہا یہ ہمارا بھائی ہے اس کو ہم لے آئے ہیں۔ تو یوسف علیہ السلام نے کہا تم نے خوب کیا۔ پس ان کو مہمان ٹھہرایا اور اکرام کیا۔ پھر ان کو ملایا اور ہر دو دو کو اپنے دسترخوان پر بٹھایا۔ بنیامین اکیلے رہ گئے پس وہ رونے لگے۔ اور کہا اگر میرا بھائی یوسف زندہ ہوتا تو میں اس کے ساتھ بیٹھ جاتا۔ یوسف علیہ السلام نے کہا تمہارا بھائی اکیلا رہ گیا ہے۔ تو اس کو اپنے ساتھ دسترخوان پر بٹھایا اور اس کو کھلاتے رہے اور اس کو کہا کیا تمہیں پسند ہے۔ کہ میں تیرا بھائی بن جاؤں تیرے ہلاک ہونے والے بھائی کی جگہ۔ بنیامین نے کہا تجھ جیسا بھائی کس کو ملے گا؟ لیکن تو یعقوب کا بیٹا نہیں اور نہ راحیل کی کوکھ

سے پیدا ہوا۔ یوسف رو پڑے اور اس سے معانقہ کیا پھر کہا: قَالَ اِنِّیْ اَنَا اَخُوْكَ (کہا بیشک میں تیرا بھائی) یوسف ہوں فَلَا تَبْتَئِسْ (تو پریشان نہ ہو) غم زدہ نہ ہو۔ بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ (ان حرکات سے جو یہ کرتے رہے) ہمارے ساتھ گزشتہ زمانہ میں ۔اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان فرمایا ہے۔اور خیر پر جمع کر دیا ہے۔لیکن ان کو مت بتلاؤ جو تمہیں بتلا دیا گیا ہے۔روایت میں ہے کہ بنیامین نے کہا میں آپ سے جدا نہ ہونگا۔ یوسف علیہ السلام نے فرمایا تم میری وجہ سے والد کی غم زدگی جانتے ہو اگر میں نے تمہیں روک لیا۔تو غم اور بڑھ جائے گا اور اس کے لئے اس کے سوا کوئی راستہ نہیں کہ میں تمہیں ناپسند بات کی طرف منسوب کروں ۔اس نے کہا مجھے اس بات کی پرواہ نہیں ۔تم جو چاہو کرو یوسف علیہ السلام نے کہا میں اپنا صاع تیرے کجاوہ میں چھپا دونگا پھر تمہارے متعلق آواز دلاؤ نگا کہ تم نے اس کو چرایا ہے تا کہ تمہارے رخصت ہونے کے بعد تمہارا لوٹانا ممکن ہو سکے۔ بنیامین نے کہا ایسا کر ڈالیں۔

قافلہ کی واپسی:

۷۰: فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ (جب ان کا سامان سفر تیار کر دیا) یعنی ان کے لئے اسباب مہیا کر دیئے۔اور ناپ پورا کر دیا۔ جَعَلَ السِّقَایَةَ فِیْ رَحْلِ اَخِیْهِ (تو پیالہ اپنے بھائی کے کجاوے میں رکھ دیا) السقایہ پانی پلانے کا برتن اس کو صواع کہا۔ایک قول یہ ہے کہ اس سے بادشاہ کو پانی پلاتے تھے پھر کھانے کی عزت وشان کی وجہ سے اس کو صاع بنا دیا گیا۔وہ سونے یا چاندی کے تاس کے مشابہ تھا۔ ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ (پھر ایک اعلان کرنے والے نے اعلان کیا) ایک منادی نے نداء دی۔ اذنہٗ کا معنی، اعلم اور اذّن۔زور سے اعلان کرنا اسی وجہ سے مؤذن کو کثرت اعلان کی وجہ سے مؤذن کہتے ہیں۔

تفسیری روایت میں ہے کہ وہ روانہ ہو گئے۔ان کو کچھ مہلت دی گئی پھر ان کو واپس لانے اور روکنے کا حکم دیا۔ پھر کہا گیا۔ اَیَّتُهَا الْعِیْرُ (اے قافلہ والو!) العیر وہ اونٹ جن پر سامان لادا جاتا ہے کیونکہ وہ آتے جاتے ہیں اور مراد اونٹوں کے مالک اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ (بلاشبہ تم چور ہو) یہ کنایہ ہے کہ انہوں نے یوسف کو اپنے باپ سے چرایا تھا۔

۷۱: قَالُوْا وَاَقْبَلُوْا عَلَیْهِمْ مَّاذَا تَفْقِدُوْنَ (انہوں نے کہا اور وہ متوجہ ہو کر کہنے لگے تم کیا چیز گم پاتے ہو)۔

۷۲: قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ (انہوں نے کہا ہم گم پاتے ہیں بادشاہ کا پیالہ) صواع سے مراد صاع ہے۔ وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِیْرٍ وَّاَنَا بِهٖ زَعِیْمٌ (اور جو شخص اس کو لا کر حاضر کرے گا۔اس کو ایک بار شتر غلہ ملے گا اور میں اس کا ذمہ دار ہوں) یہ اعلان کرنے والے کا مقولہ ہے۔اس کا مقصد یہ تھا کہ میں اونٹ کے بوجھ کا ذمہ دار ہوں۔ میں خود اس کو ادا کرونگا جو اس کو لائے گا اور یہ ایک کا بوجھ سامان بطور انعام اس کو دیا جائے گا جو ڈھونڈ کر دے گا۔

۷۳: قَالُوْا تَاللّٰهِ (انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ کی قسم) اس میں قسم ہے جسمیں تعجب کا اظہار کیا گیا اس بات میں جوان کی طرف منسوب کی گئی لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِی الْاَرْضِ (تحقیق تم جانتے ہو کہ ہم زمین میں فساد کرنے نہیں آئے) انہوں نے اپنے علم کے مطابق وہ بات کہی جو ان کے دین و دیانت کے مطابق تھی۔ جب مصر میں آئے تو ان کی سواریوں کے منہ بندھے ہوئے تھے تا کہ کسی کی کھیتی کو نہ چریں اور بازار میں کسی کے طعام کو منہ نہ ماریں۔ بلکہ انہوں نے گھر میں پہنچا ہوا سامان بھی واپس کر دیا تھا۔

فَبَدَاَ بِاَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِيْهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ اَخِيْهِ ؕ كَذٰلِكَ

پھر یوسف نے اپنے بھائی کے تھیلے کی تلاشی لینے سے پہلے دوسرے بھائیوں کے تھیلوں کی تلاشی لینے سے ابتداء کی، پھر اس پیمانہ کو اپنے بھائی کے تھیلے سے برآمد کرلیا ہم نے

كِدْنَا لِيُوْسُفَ ؕ مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ اِلَّاۤ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ

یوسف کو اسی طرح تدبیر بتادی، بادشاہ کے قانون میں اپنے بھائی کو لے نہیں سکتے تھے مگر یہ کہ اللہ چاہے،

نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ ﴿۷۶﴾

ہم جسے چاہیں درجات کے اعتبار سے بلند کرتے ہیں اور ہر جاننے والے سے اوپر زیادہ جاننے والا ہے۔

وَمَا كُنَّا سٰرِقِيْنَ (اور ہم چور بھی نہیں) کبھی بھی ہمیں چور کہہ کر نہیں پکارا گیا۔

۷۴: قَالُوْا فَمَا جَزَآؤُهٗ (انہوں نے کہا اسکی کیا سزا ہے) ضمیر کا مرجع صواع ہے ای فما جزاء سرقة الصواع ۔ پیالہ چرانے کی سزا کیا ہے؟ اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِيْنَ (اگر تم جھوٹے ہو) اپنے اس انکار و اصرار میں اور براءت کے دعویٰ میں۔

۷۵: قَالُوْا جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِيْ رَحْلِهٖ (انہوں نے کہا اسکی سزا وہ خود ہے جس کے کجاوے میں وہ مل جائے) آلِ یعقوب میں چور کی سزا یہ تھی کہ ایک سال تک اپنا غلام بنا کر رکھے اسی لئے ان سے سوال کیا گیا فَهُوَ جَزَآؤُهٗ (پس وہ خود اس کا بدلہ ہے) یہ حکم کی وضاحت ہے کہ وہ چور بذات خود اس سلسلہ میں ماخوذ ہوگا۔ دوسرا نہیں نمبر۲۔ جَزَآؤُهٗ مبتداء ہے اور جملہ شرطیہ اسکی خبر ہے۔ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ (ہم ظالموں کو اسی طرح کی سزا دیا کرتے ہیں) ظالم سے یہاں چور مراد ہے اور سزا سے غلام بنانا۔

۷۶: فَبَدَاَ بِاَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِيْهِ (پس اس نے شروع کی تلاشی ان کے تھیلوں سے اپنے بھائی کے تھیلہ سے پہلے) پس اس نے تلاشی ان کے تھیلوں سے شروع کی بنیامین کے تھیلے سے پہلے تاکہ الزام نہ آئے۔ جب اس کے تھیلے تک پہنچے تو ایک نے کہا میرا خیال تو نہیں کہ اس نے کچھ لیا ہو۔ انہوں نے کہا اللہ کی قسم ہم اس کو تلاشی سے مستثنیٰ نہیں رہنے دیں گے اس میں آپ کے اور ہمارے لئے تسلی ہے۔ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا (پھر پیمانہ برآمد کرلیا) ھا کی ضمیر صاع کی طرف راجع ہے مِنْ وِّعَآءِ اَخِيْهِ (اپنے بھائی کے سامان والے تھیلے سے) بار بار صاع کی طرف ضمائر لائے پھر مؤنث ضمیر لائے تاکہ تانیث سقایۃ پر دلالت کرے۔ نمبر۲۔ خود صواع کا لفظ تذکیر و تانیث ہر دو کیلئے مستعمل ہے۔ كَذٰلِكَ (اسی طرح) کذلک کا کاف محل نصب میں ہے اس بڑی تدبیر کی طرح كِدْنَا لِيُوْسُفَ (ہم نے یوسف کیلئے تدبیر کی) یعنی ہم نے اس کو یہ بات سکھائی مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ (وہ بادشاہ کے قانون کے مطابق بھائی کو نہ لے سکتے تھے اور یہ کید کی تفسیر اور اس کا بیان ہے کیونکہ بادشاہی قانون میں چور کا حکم یہ تھا کہ اس کو نقصان سرقہ کے مطابق چٹی دینی پڑتی تھی۔ اس کو غلام نہیں بنایا جا سکتا تھا۔ اِلَّاۤ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ (مگر یہ کہ چاہے اللہ تعالیٰ) یعنی وہ مشیت الٰہی کے بغیر اور اس کے ارادے کے خلاف نہ پکڑ سکتے تھے۔ نَرْفَعُ

قَالُوْۤا اِنْ یَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ۚ فَاَسَرَّهَا یُوْسُفُ فِیْ نَفْسِهٖ وَلَمْ

برادران یوسف کہنے لگے کہ اگر اس نے چوری کی ہے تو اس کا بھائی بھی اس سے پہلے چوری کر چکا ہے سو یوسف نے اس بات کو اپنے جی میں چھپا لیا اور اس

یُبْدِهَا لَهُمْ ۚ قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ۚ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ ﴿۷۷﴾ قَالُوْا یٰۤاَیُّهَا الْعَزِیْزُ

کو ظاہر نہیں کیا، کہا کہ تم زیادہ برے ہو اور اللہ ہی خوب جانتا ہے جو تم بیان کر رہے ہو، وہ کہنے لگے کہ اے عزیز

اِنَّ لَهٗۤ اَبًا شَیْخًا كَبِیْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۷۸﴾

اس کے والد ہیں جو زیادہ بوڑھے ہیں سو آپ اس کی جگہ ہم میں سے کسی ایک کو رکھ لیجئے بلاشبہ ہم آپ کو اچھا برتاؤ کرنے والوں میں سے دیکھ رہے ہیں،

قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗۤ ۙ اِنَّاۤ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ﴿۷۹﴾

یوسف نے کہا کہ اللہ ہمیں اس سے پناہ دے کہ جس کے پاس ہم نے اپنی چیز پائی ہو اس کے سوا کسی دوسرے کو پکڑ لیں، اگر ایسا کریں تو بلاشبہ ہم ظلم کرنے والے ہو جائیں گے۔

دَرَجٰتٍ (ہم درجات بلند کرتے ہیں) قراءت: کوفی نے تنوین سے پڑھا ہے۔ مَّنْ نَّشَآءُ (جن کو ہم چاہتے ہیں) یعنی اپنے علم کے مطابق جیسا کہ ہم نے یوسف علیہ السلام کا درجہ اس میں بلند کیا۔ وَ فَوْقَ كُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ (اور ہر علم والے سے بڑھ کر علم والا ہے) نمبر۱۔ جو علم میں اس سے اعلیٰ مرتبہ والا ہو۔ نمبر۲ تمام علماء سے زیادہ علم والا ہو اور ان کا علم اس سے کم ہو۔ اور سب سے زیادہ جاننے والی ذات باری تعالیٰ کی ہے۔

بھائیوں کی غصہ میں بیجا بات:

۷۷: قَالُوْۤا اِنْ یَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ (انہوں نے کہا اگر اس نے چوری کی تو اس کے بھائی نے اس سے پہلے چوری کی) مراد اس سے یوسف علیہ السلام ہیں۔ نمبر۱۔ وہ ایک گرجے میں داخل ہوئے اور سونے کی ایک مورتی اٹھائی جس کی وہ گرجے والے عبادت کرتے تھے پھر اس کو دفن کر دیا۔ نمبر۲۔ گھر میں ایک مرغی تھی جو آپ نے سائل کو دے دی نمبر۳۔ ایک پٹکا حضرت ابراہیم علیہ السلام سے چلا آ رہا تھا۔ جو حضرت اسحاق سے ان کی بیٹی کو ملا۔ وہ اسحاق کی اولاد میں سے سب سے بڑی تھی۔ اس نے یوسف علیہ السلام کو گود میں لیا اور والدہ کی وفات کے بعد انہی کے ہاں رہنے لگے۔ وہ آپ کے بغیر نہ رہ سکتی تھیں۔ جب ذرا بڑے ہوئے تو یعقوب علیہ السلام نے ان سے واپسی کا مطالبہ کیا تو اس نے وہ پٹکا کپڑوں کے نیچے کمر بند سے باندھ کر لپیٹ دیا۔ پھر آ کر کہنے لگی اسحاق والا پٹکا گم ہوا۔ ذرا تلاش کرو۔ کسی نے تمہارے گھر تو نہیں لے لیا۔ انہوں نے تلاشی پر یوسف کے بندھا پایا۔ اس پر وہ کہنے لگیں یہ تو میرے سپرد ہے میں جو چاہوں کروں۔ یعقوب علیہ السلام نے موت تک یوسف کو ان کے ہاں چھوڑ دیا۔

روایت تفسیر میں ہے کہ جب صاع بنیامین کے کجاوہ سے نکالی گئی تو تمام بھائیوں نے شرمندگی سے سر جھکا لیے پھر متوجہ ہو کر

کہنے لگے تو نے ہمیں رسوا کر دیا۔ اور ہمارے چہروں کو سیاہ کر دیا۔ اوراحیل کی اولاد! تمہاری طرف سے ہم پر یہ مصیبت آتی رہے گی تم نے کب یہ پیالہ لیا۔ اس نے کہا بنوراحیل وہ ہیں جن پر تمہاری اب تک مصیبت اتری؟ تم میرے بھائی کو لے گئے اور اس کو مارڈالا اور یہ پیالہ میرے کجاوے میں اس نے رکھا جس نے تمہارے تھیلوں میں سامان رکھا فَاَسَرَّھَا (پس یوسف نے اس بات کو چھپایا) یعنی ان کی یہ بات کہ اس نے چوری کی گویا کہ آپ نے یہ بات سنی ہی نہیں۔ یُوْسُفُ فِیْ نَفْسِہٖ وَلَمْ یُبْدِھَا لَھُمْ قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّکَانًا (اپنے دل میں اور نہ ظاہر کیا ان کے سامنے۔ کہا تمہیں تم مقام کے اعتبار سے اور زیادہ برے ہو) مکانًا یہ تمیز ہے مطلب یہ ہے کہ تم بڑے چور ہو کیونکہ تم نے اپنے باپ سے یوسف کو چرایا۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ (اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں جو کچھ تم بیان کرتے ہو) جھوٹ بولتے یا کہتے ہو۔

منت وسماجت پر اُتر آئے:

۷۸: قَالُوْا یٰٓاَیُّھَا الْعَزِیْزُ اِنَّ لَہٗٓ اَبًا شَیْخًا کَبِیْرًا (انہوں نے کہا اے عزیز! بیشک اس کا باپ بہت بوڑھا ہے) عمر میں اور مرتبہ میں فَخُذْ اَحَدَنَا مَکَانَہٗ (تم ہم میں سے ایک کو اسکی جگہ لے لو) نمبر۱۔ بطور رہن کے اس کے بدلہ میں لے لو۔ نمبر۲۔ غلام بنانے کیلئے کیونکہ اس کا باپ اس کے مفقود بھائی کی بجائے اس سے تسلی پاتا ہے اِنَّا نَرٰکَ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ (بیشک ہم تمہیں نیکی کرنے والوں میں سے پاتے ہیں) اپنے ساتھ پس تم یہ احسان پورا کر دو نمبر۲۔ تمہاری عادت احسان کرنا ہے پس اپنی عادت پر قائم رہو اس میں تبدیلی نہ لاؤ۔

۷۹: قَالَ مَعَاذَ اللّٰہِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَہٗٓ (اس نے کہا پناہ بخدا (اس ناانصافی سے) کہ ہم نے جس کے پاس اپنا سامان پایا اسکی جگہ کسی اور کو پکڑیں) ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں پناہ مانگنا کہ ہم پکڑیں کسی اور کو۔ مصدر کی اضافت مفعول بہ کی طرف کی۔ اور مَنْ کو حذف کر دیا۔ اِنَّآ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ (ہم اس وقت ظلم کرنے والے ہونگے) اِذًا یہ اس کا جواب جزاء ہے کیونکہ مطلب اس طرح ہے کہ اگر ہم اس کا بدلہ لے لیں تو ہم ظالم ہونگے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ تمہارے فیصلہ پر اس نے پکڑا ہے کہ جس کے ہاں سامان ملے۔ اس کو غلام بنالیا جائے۔ اگر ہم دوسرے کو پکڑیں تو یہ تمہارے مذہب کے لحاظ سے ظلم ہوگا۔ پس جس چیز کا ظلم ہونا تمہیں مُسَلَّم ہے۔ اس کا مطالبہ کیوں کرتے ہو۔

فَلَمَّا اسْتَيْـَٔسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِيًّا ؕ قَالَ كَبِيْرُهُمْ اَلَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ

پھر جب یوسف سے ناامید ہوگئے تو وہاں سے علیحدہ ہوکر آپس میں مشورہ کرنے لگے ان میں جو سب سے بڑا تھا اس نے کہا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ تمھارے والد نے

عَلَيْكُمْ مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ وَمِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ فِيْ يُوْسُفَ ۚ فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰى

تم سے اللہ کی قسم لیکر پکا وعدہ لیا تھا اور اس سے پہلے تم یوسف کے بارے میں قصور کر چکے ہو سو اب میں اس سرزمین سے نہیں ٹلونگا جب تک

يَاْذَنَ لِيْٓ اَبِيْٓ اَوْ يَحْكُمَ اللّٰهُ لِيْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۸۰﴾ اِرْجِعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْكُمْ فَقُوْلُوْا

میرا باپ مجھے اجازت نہ دے یا اللہ میرے لئے فیصلہ نہ فرمادے اور وہ فیصلہ دینے والوں میں سب سے اچھا فیصلہ دینے والا ہے۔ تم لوگ اپنے والد کے پاس چلے جاؤ اور ان سے کہو

يٰٓاَبَانَآ اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ ۚ وَمَا شَهِدْنَآ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حٰفِظِيْنَ ﴿۸۱﴾

کہ اے ابا جان بیشک آپ کے بیٹے نے چوری کرلی اور ہم اسی بات کی گواہی دے رہے ہیں جس کا ہمیں علم ہے اور ہم غیب کی باتوں کے حافظ نہیں تھے،

وَسْـَٔلِ الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا وَالْعِيْرَ الَّتِيْٓ اَقْبَلْنَا فِيْهَا ؕ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۸۲﴾

اور آپ اس بستی سے پوچھ لیجئے جس میں ہم تھے اور اس قافلے سے پوچھ لیجئے جن میں ہم شامل ہوکر آئے ہیں اور بلاشبہ ہم سچ کہہ رہے ہیں

۸۰: فَلَمَّا اسْتَيْـَٔسُوْا (جب وہ مایوس ہوچکے) اس میں تا اور سین کو مبالغہ کیلئے بڑھایا ہے۔ جیسا کہ استعصم میں بیان ہوا مِنْهُ (اس سے) یوسف علیہ السلام سے اور آپ نے ان کو جواب دے دیا۔ خَلَصُوْا (تو وہ الگ ہوئے) وہ لوگوں سے الگ ہوئے اس طرح کہ اور کوئی ان کے ساتھ نہ تھا۔ نَجِيًّا (علیحدگی والا) گروہ علیحدہ یعنی ایسا مناجی جو دوسروں کے ساتھ سرگوشی کرنے والا ہو انہوں نے سرگوشی خالص کی کیونکہ وہ اسی لئے جمع ہوئے تھے۔ اور اس میں انہوں نے محنت واہتمام کیا۔ کیونکہ صورۃً یہ باہمی مناجات ہے۔ اور حقیقت میں النجی بمعنی مناجی ہے۔ جیسا سمیر بمعنی مسامر اور تناجی مصدر کے معنی میں ہے۔ وہ اپنے معاملے میں مشورہ کررہے تھے کہ کیا صورت اختیار کریں اور اپنے والد کو اپنے بھائی کے سلسلہ میں کیا کہیں۔ قَالَ كَبِيْرُهُمْ (ان میں سے بڑے نے کہا) عمر میں بڑا۔ اس کا نام روبیل تھا۔ نمبر۲۔ عقل ورائے میں بڑا اور وہ یہودا تھا۔ نمبر۳۔ ان کا لیڈر۔ وہ شمعون تھا۔ اَلَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ عَلَيْكُمْ مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ وَمِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ فِيْ يُوْسُفَ (کیا تم ناواقف ہو کہ تمہارے والد نے تم سے اللہ تعالیٰ کی قسم دیکر مضبوط عہد کیا تھا۔ اور یوسف کے معاملہ میں اس سے پہلے جو تم قصور کرچکے ہو) مَا موصولہ ہے۔ یعنی اس سے پہلے تم نے یوسف کے معاملہ میں کوتاہی کی اور اپنے والد سے کیے ہوئے وعدہ سے وفا نہ کی۔ نمبر۲۔ مَا مصدریہ ہے اور مصدر محل رفع میں مبتداء ہے اور اسکی خبر من قبل ہے اس کا معنی وقع من قبل تفریطکم فی یوسف اس سے پہلے تمہاری کوتاہی یوسف کے سلسلہ میں ہوچکی فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ (پس میں اس سرزمین کو ہرگز نہ چھوڑونگا) مصر کی سرزمین سے جدا نہ ہونگا۔ حَتّٰى يَاْذَنَ لِيْٓ اَبِيْٓ (یہاں تک کہ میرا والد مجھے اجازت دے) اپنی طرف آنے کی اَوْ يَحْكُمَ اللّٰهُ لِيْ (یا اللہ تعالیٰ میرے لئے حکم

دے دے) نمبرا۔مصر سے نکلنے کا نمبر۲۔موت دے دے نمبر۳۔ان سے لڑنے کی اجازت دے دے۔وَھُوَ خَیْرُ الْحٰکِمِیْنَ (وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والے ہیں) کیونکہ اس کا ہر فیصلہ عدل ہی ہوتا ہے۔

واپسی کا مشورہ:

۸۱:اِرْجِعُوْا اِلٰٓی اَبِیْکُمْ فَقُوْلُوْا یٰٓاَبَانَآ اِنَّ ابْنَکَ سَرَقَ (تم اپنے والد کی طرف لوٹ جاؤ اور اس کو کہو اے ہمارے ابا بیشک تیرے بیٹے نے چوری کی ہے)

قراءت: سُرِّق پڑھا گیا جس کا معنی چوری کی طرف نسبت کرنا ہے۔وَمَا شَھِدْنَآ (اور ہم نے گواہی نہیں دی) اس کے متعلق چوری کی اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا (مگر وہی جو ہم نے جانا) یعنی اس کا سرقہ اور یہ یقین کہ صاع اس کے تھیلے سے نکالا گیا۔وَمَا کُنَّا لِلْغَیْبِ حٰفِظِیْنَ (اور ہم غیب کی باتوں کے حافظ نہ تھے) اور ہمیں تو معلوم نہ تھا کہ وہ عنقریب چوری کرے گا جب ہم نے آپ سے قسم دیکر وعدہ کیا۔

۸۲: وَسْئَلِ الْقَرْیَةَ الَّتِیْ کُنَّا فِیْهَا (اور اس بستی سے جہاں ہم تھے۔آپ دریافت کرلیں) یعنی مصر میں آدمی بھیج کر واقعہ کی اصلیت معلوم کرلیں۔وَالْعِیْرَ الَّتِیْٓ اَقْبَلْنَا فِیْهَا (اور اس قافلہ سے جس میں ہم آئے ہیں) قافلہ والوں سے۔یہ لوگ یعقوب علیہ السلام کے پڑوسی کنعانی لوگ تھے۔وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ (اور بیشک ہم سچے ہیں) اپنی اس بات میں۔

قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ۗ فَصَبْرٌ جَمِيلٌ ۗ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِيْ

یعقوب نے کہا بلکہ تمہارے نفسوں نے تمہیں ایک بات سجھا دی ہے سو میں صبر جمیل کو ہی اختیار کروں گا امید ہے کہ اللہ ان سب کو

بِهِمْ جَمِيعًا ۗ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ﴿٨٣﴾ وَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰاَسَفٰى عَلٰى

میرے پاس لے آئے گا بلاشبہ وہ علم والا ہے حکمت والا ہے، اور ان کی طرف سے رخ پھیر لیا اور کہا کہ یوسف پر

يُوسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيمٌ ﴿٨٤﴾ قَالُوا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ

افسوس ہے، اور غم کی وجہ سے ان کی آنکھیں سفید ہوگئیں سو وہ گھٹتے رہتے تھے، بیٹے کہنے لگے اللہ کی قسم آپ تو برابر یوسف کو یاد کرتے

يُوسُفَ حَتّٰى تَكُونَ حَرَضًا اَوْ تَكُونَ مِنَ الْهٰلِكِينَ ﴿٨٥﴾ قَالَ اِنَّمَا اَشْكُوا بَثِّيْ

رہیں گے یہاں تک کہ گھل جائیں یا ہلاک ہونے والوں میں سے ہو جائیں، یعقوب نے کہا کہ میں اپنے رنج اور غم کی اللہ ہی سے

وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿٨٦﴾ يٰبَنِيَّ اذْهَبُوا فَتَحَسَّسُوا مِنْ

شکایت کرتا ہوں اور اللہ کی طرف سے مجھے وہ علم عطا ہوا ہے جو تم نہیں جانتے، اے میرے بیٹو، تم جاؤ اور یوسف کو اور اس کے بھائی کو

يُّوسُفَ وَاَخِيهِ وَلَا تَايْئَسُوا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ۗ اِنَّهٗ لَا يَايْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ

تلاش کرو اور اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو بلاشبہ اللہ کی رحمت سے

اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُونَ ﴿٨٧﴾

وہی لوگ ناامید ہوتے ہیں جو کافر ہیں

۸۳: چنانچہ وہ والد کے پاس لوٹ کر گئے اور اپنے بھائی والی طے شدہ بات ان کو بتلائی قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا (بلکہ تم نے خود اپنے دل سے اپنے لئے ایک بات بنالی ہے) تم نے اس کا ارادہ کیا ورنہ بادشاہ کو کہاں سے معلوم ہوا کہ جو شخص چور ہو اسکی سزا غلام بنانا ہے۔ اگر تمہارا فتویٰ اور بتلانا نہ ہوتا فَصَبْرٌ جَمِيلٌ ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِيْ بِهِمْ جَمِيعًا (پس صبر جمیل ہی میرے لئے ہے۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو میرے پاس لے آئے گا) یوسف اور اس کے بھائی بنیامین بڑے سمیت اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيمُ (بیشک وہی جاننے والا ہے) میرے غم کی حالت اور افسوس کی کیفیت کو الْحَكِيمُ (حکمت والا ہے) اس نے کسی حکمت سے اس ابتلاء میں ڈالا ہے۔

والد کو اطلاع پر غم کی تازگی:

۸۴: وَتَوَلّٰی عَنْهُمْ (اور ان کی طرف سے منہ پھیرا) جو خبر لائے تھے اس کو ناپسند کرتے ہوئے ان سے اعراض کیا۔ وَقَالَ یٰٓاَسَفٰی عَلٰی یُوْسُفَ (اور کہا اے میرے افسوس یوسف پر) الاسف کو مضاف کیا اپنی ذات کی طرف۔ اسف شدید غم وحزن و حسرت کو کہتے ہیں۔ اس میں الف یاء اضافت سے بدل ہے۔ اور اسف اور یوسف کے الفاظ میں بلا تکلف صفت تجانس پیدا ہوگئی ہے جیسا کہ اثاقلتم الی الارض ارضیتم [التوبہ:۳۸] اور وھم ینھون عنه وینئون عنه [انعام:۲۶] اسی طرح وھم یحسبون انھم یحسنون صنعًا [الکھف:۱۰۴] اسی طرح مِنْ سَبَاٍۢ بِنَبَاٍ [النمل:۲۲] ان تمام مقامات پر یہ صفت تجانس پائی جاتی ہے۔

مَسْئَلَہ: یوسف پر افسوس کیا مگر بنیامین اور بڑے پر نہیں کیونکہ ان کے معاملے کو عرصہ گزر چکا تھا۔ اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ طویل عرصہ گزرنے پر بھی دکھ ان کے ہاں تازہ تھا۔ وَابْیَضَّتْ عَیْنٰهُ (اور ان کی آنکھیں سفید ہوگئیں) اسی لئے کہ ان سے بہت آنسو بہائے اور آنسوؤں نے آنکھوں کی سیاہی مٹا دی اور مکدر سفیدی رہنے دی نمبر۲۔ ان کی نگاہ بالکل جاتی رہی۔ نمبر۳۔ ان کو معمولی جان پہچان تھی۔

مِنَ الْحُزْنِ (غم کے باعث) کیونکہ غم رونے کا ذریعہ ہے۔ جس رونے سے سفیدی آئی تھی گویا دوسرے لفظوں میں غم سے ہی سفیدی آ گئی نمبر۲۔ فراق یوسف سے لیکر ملاقات کے وقت تک آپ کی آنکھیں آنسوؤں سے کبھی خشک نہ ہوئیں تھیں یہ اسی ۸۰ سال کا طویل عرصہ تھا۔ اور یعقوب علیہ السلام سے بڑھ کر اس وقت کوئی اللہ تعالیٰ کا مقبول بندہ نہ تھا۔ اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ ہوسکتا ہے کہ پیغمبر علیہ السلام کو یہ گھبراہٹ اس مقام تک پہنچا دے۔ کیونکہ انسان جبلی طور پر غم میں بے اختیار ہو جاتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے صبر کی تعریف کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بیٹے ابراہیم پر روئے اور فرمایا۔ دل غم کرتا آنکھ آنسو بہاتی ہے۔ مگر ہم وہ بات نہیں کہتے جو ہمارے رب کو ناراض کرے۔ اور ہمیں اے ابراہیم تیری جدائی کا صدمہ پہنچا ہے [بخاری، مسلم] قابل مذمت، چیخنا چلانا، نوحہ کرنا، چہرے پر تھپڑ مارنا۔ سینہ کوبی کرنا، کپڑے پھاڑنا ہے۔ (اور اس سے انبیاء علیہم السلام کا رونا پاک ہے) فَهُوَ کَظِیْمٌ اور وہ جی ہی میں گھٹا کرتے) اولاد پر غصے سے بھرے تھے اور اپنی اس ناگواری کو ظاہر نہ کرتے۔ کظیم فعیل بمعنی مفعول ہے جیسا کہ دوسری جگہ میں فرمایا اذ نادٰی وھو مکظوم [القلم:۴۸] یہ کظم السقاء سے بنا ہے۔ جب اس کو بھر کر باندھ دیں۔

بیٹوں کی ملامت:

۸۵: قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا (بیٹے کہنے لگے آپ تو ہمیشہ ہی) یہ لا تفتأ تھا حرف نفی کو حذف کر دیا کیونکہ وہ ملتبس نہیں ہوتا اگر یہ اثبات ہوتا تو لام ونون کے بغیر چارہ کار نہ تھا۔ لا تفتا کا معنی لاتزال والا ہے۔ تَذْکُرُ یُوْسُفَ حَتّٰی تَکُوْنَ حَرَضًا (یاد کرتا رہے گا یوسف کو یہاں تک کہ تو گھل گھل کر جان بلب ہو جائے) مرض کی وجہ سے ہلاکت کے کنارے پر ہونا۔ اَوْ تَکُوْنَ مِنَ الْهٰلِکِیْنَ (یا تو ہو جائے ہلاک ہونیوالا)

۸۶: قَالَ اِنَّمَآ اَشْکُوْا بَثِّیْ وَحُزْنِیْٓ اِلَی اللّٰهِ (کہا بیشک میں شکوہ کرتا ہوں اپنے رنج اور غم کا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں) البث وہ

شدید غم جس پر صبر نہ ہو سکے پھر وہ اس کا اظہار دوسرے کے پاس کرے۔ مطلب یہ ہوا میں کسی کے ہاں شکوہ نہیں کرتا نہ تمہارے ہاں اور نہ غیر کے ہاں میں تو بارگاہِ الٰہی میں شکوہ کرتا ہوں۔ اور اس سے دعا و التجاء کرنے والا ہوں۔ تم میری شکایت کے درمیان حائل نہ ہو۔

تفسیری روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یعقوب علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ میں تم پر اس لئے ناراض ہوا۔ کیونکہ تم نے ایک بکری ذبح کی۔ تمہارے دروازہ پر ایک مسکین آیا تم نے اس کو کھانا نہ دیا۔ مجھے اپنی مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب انبیاء علیہم السلام ہیں۔ پھر مساکین۔ پس تم کھانا تیار کراؤ اور اس پر مساکین کو بلاؤ۔ نمبر۲۔ انہوں نے ایک لونڈی کو جس کے ساتھ اس کا بیٹا تھا خرید کیا۔ لڑکے کو بیچ دیا۔ وہ لونڈی بیٹے پر رو رو کر اندھی ہوگئی۔ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَالَا تَعْلَمُوْنَ (میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ بات جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے) اور میں اس کی رحمت کے بارے میں جانتا ہوں کہ وہ صبر کرنے سے ملے گی۔ روایت میں ہے کہ انہوں نے موت کے فرشتہ کو خواب میں دیکھا۔ اس سے پوچھا کیا تم نے یوسف کی روح قبض کی؟ اس نے کہا نہیں، اللہ کی قسم! وہ زندہ ہے اس کو تلاش کرو۔ اور پھر فرشتے نے ان کو یہ دعا سکھائی یاذاالمعروف الدائم الذی لاینقطع ابدًا ولا یحصیه غیرك فرّج عنی۔

تیسری بار مصر کی روانگی کی ہدایات:

۸۷: یٰبَنِیَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ یُّوْسُفَ وَاَخِیْهِ (اے میرے بیٹو! جاؤ اور یوسف اور اس کے بھائی کو تلاش کرو) ان دونوں کے متعلق معلومات حاصل کرو اور ان کی خبر تلاش کرو۔ **فتحسسوا** یہ الاحساس سے تفعل ہے اور اس کا معنی معرفت و پہچان حاصل کرنا ہے۔ وَلَا تَایْئَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ (اور تم ناامید نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے) رحمت الٰہی اور وسعت باری تعالیٰ سے مایوسی کی کوئی وجہ نہیں۔ اِنَّهٗ (بیشک شان و معاملہ یہ ہے۔) لَا یَایْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ (اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہیں ہوتے مگر کافر لوگ) کیونکہ جو ایمان لاتا ہے وہ جانتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور رحمتوں میں رہ رہا ہے اور کافر وہ رحمت الٰہی کو جانتا ہی نہیں اور نہ اس کا آنا جانا اسکی نعمتوں میں ہے۔ اس لئے وہ اسکی رحمت سے مایوس رہتا ہے۔

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَيْهِ قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ مَسَّنَا وَاَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ

سو جب یہ لوگ یوسف پر داخل ہوئے تو کہنے لگے کہ اے عزیز! ہمیں اور ہمارے گھر والوں کو تکلیف پہنچی ہے اور ہم یہ ایسی پونجی لائے ہیں

مُّزْجٰىةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِى الْمُتَصَدِّقِيْنَ ﴿۸۸﴾

جو رد کئے جانے کی مستحق ہے سو آپ ہمیں پورا غلہ دے دیجئے اور ہم پر صدقہ کر دیجئے بے شک اللہ صدقہ کرنے والوں کو اس کی جزاء دیتا ہے،

قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ وَاَخِيْهِ اِذْ اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ ﴿۸۹﴾ قَالُوْٓا ءَاِنَّكَ

یوسف نے کہا کیا تم جانتے ہو کہ تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا جبکہ تم جاہل تھے، کہنے لگے واقعی کیا

لَاَنْتَ يُوْسُفُ ؕ قَالَ اَنَا يُوْسُفُ وَهٰذَآ اَخِيْ ؗ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا ؕ اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ

آپ یوسف ہیں؟ یوسف نے کہا میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے اللہ نے ہم پر احسان فرمایا بلاشبہ بات یہ ہے جو شخص تقویٰ اختیار کرے

فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۹۰﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا

اور صبر کرے تو اللہ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں فرماتا، کہنے لگے اللہ کی قسم اللہ نے تجھے ہم پر فضیلت دے دی اور بلاشبہ ہم خطا

لَخٰطِئِيْنَ ﴿۹۱﴾ قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ؕ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ؗ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۹۲﴾

کرنے والوں میں سے تھے، یوسف نے کہا آج تم پر کوئی ملامت نہیں اللہ تمہاری مغفرت فرمائے اور وہ سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے۔

۸۸: پھر وہ اپنے والد کے ہاں سے نکل کر مصر کی طرف روانہ ہوئے فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَيْهِ (جب وہ اس کے پاس داخل ہوئے) یعنی یوسف علیہ السلام قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ مَسَّنَا وَاَهْلَنَا الضُّرُّ (اے عزیز مصر ہمیں اور ہمارے گھر والوں کو قحط سے سخت تکلیف پہنچی ہے) شدت تکلیف اور بھوک سے کمزوری پیش آ گئی۔ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ (اور ہم کھوٹے دراہم لائے ہیں) ردی دراہم جن کو ہر تاجر بے رغبتی سے پیچھے ہٹاتا ہے اور ان سے حقارت کا اظہار کرتا ہے یہ مُزْجٰىة اَزْجَيْتُه سے ہے جس کا معنی دفع کرنا اور پھینکنا ہے۔ نمبر۲۔ دوسرا قول یہ ہے ان کے دراہم زیوف کم قیمت تھے جن کو منت سے ساجت سے لیا جاتا نمبر۳۔ اون اور گھی تھا۔ فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ (تم پورا غلہ دو) جو ہمارا حق بنتا ہے وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا (اور ہم پر صدقہ کر دیجئے) اور درگزر سے ہمیں زائد دیں اور سامان کے ردی ہونے سے چشم پوشی فرمائیں۔ نمبر۲۔ ہمارے حق سے اضافہ فرمائیں۔ نمبر۳۔ ہمارا بھائی مہربانی سے ہمیں دے دیں۔ اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِى الْمُتَصَدِّقِيْنَ (بیشک اللہ تعالیٰ صدقہ کرنے والوں کو جزاء دینے والا ہے)

۸۹: جب انہوں نے کہا مَسَّنَا وَاَهْلَنَا الضُّرُّ اور گڑگڑائے اور اس سے صدقہ طلب کیا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو کی جھڑی لگ گئی اور بے تابانہ یہ کہہ کر ان سے اپنا تعارف کرایا۔ قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ (کہا کیا تم جانتے ہو جو کچھ تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا اس حرکت کی قباحت و برائی سے واقف ہو جو تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ

کی۔ وَاَخِیۡهِ اِذۡ اَنۡتُمۡ جٰهِلُوۡنَ (اوراس کے بھائی کے ساتھ جبکہ تم ناواقف تھے) اسکی قباحت سے واقف نہ تھے نمبر۲۔ جب تم بیوقوفی اور غصہ کی تیزی میں تھے۔ فعلتم باخیه سے اس غم پر تعریض کی جو بھائی کو بھائی سے جدا کر کے دکھ پہنچایا اوراس کے علاوہ قسماقسم کی ایذائیں دیں۔

افشائے راز:

۹۰: قَالُوۡۤا ءَاِنَّكَ (انہوں نے کہا کیا آپ) قراءت: کوفی وشامی دونوں نے دوہمزہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ لَاَنۡتَ يُوۡسُفُ (سچ مچ یوسف ہو)۔

نحو: انت مبتداء اور لام ابتدائی ہے۔ اور یوسف خبر ہے اور جملہ ان کی خبر ہے۔ قَالَ اَنَا يُوۡسُفُ وَهٰذَاۤ اَخِىۡ (کہا میں یوسف اور یہ میرا بھائی ہے) آپ نے اپنے بھائی کا تذکرہ کیا حالانکہ انہوں نے تو فقط آپ کے متعلق سوال کیا کیونکہ بھائی کے تذکرہ میں اس چیز کی وضاحت ہے جس کا انہوں نے سوال کیا۔ قَدۡ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيۡنَا (تحقیق اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان فرمایا) فرقت وجدائی کے بعد ملا دیا۔ اور سلامتی اور عظمت عنایت فرمائی اور ملامت سے ابتداء نہیں فرمائی۔

اِنَّهٗ مَنۡ يَّتَّقِ (شان یہ ہے کہ جو تقوی اختیار کرتا ہے) بے حیائی سے بچتا ہے۔ وَيَصۡبِرۡ (اور صبر کرتا ہے) گناہوں اور اطاعت پر صبر کرتا ہے۔ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيۡعُ اَجۡرَ الۡمُحۡسِنِيۡنَ (پس بیشک اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے) ان کا اجر۔ ضمیر کی جگہ محسنین کا لفظ لائے کیونکہ یہ صابرین اور متقین دونوں کو شامل ہے۔ کہا جاتا ہے جو اپنے سے ڈرتا ہے وہ اسکی آزمائش پر صبر کرتا ہے وہ اس کا بدلہ دنیا وآخرت میں ضائع نہیں کرتے۔

طلبِ معافی:

۹۱: قَالُوۡا تَاللّٰهِ لَقَدۡ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيۡنَا (انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے تمہیں ہم پر ترجیح دی) تمہیں چنا اور علم وحلم کے ذریعہ ہم پر فضیلت دی۔ اور تقوی اور صبر حسن عنایت فرمایا۔ وَاِنۡ كُنَّا لَخٰطِـــِٕيۡنَ (یقیناً ہم غلطی کرنے والے تھے) اور بیشک ہماری شان وحالت یہ ہے کہ بلاشبہ ہم جان بوجھ کر گناہ کرنے والے ہیں۔ نہ ہم گناہوں سے بچے اور نہ صبر کیا یقیناً اللہ تعالیٰ نے آپ کو بادشاہت سے عزت دی اور ہمیں مسکین بنا کر تیری خدمت میں پیش کر دیا۔

اعلانِ معافی:

۹۲: قَالَ لَا تَثۡرِيۡبَ عَلَيۡكُمُ (یوسف علیہ السلام نے فرمایا آج تم پر کوئی الزام نہیں) روایت میں ہے کہ ابوسفیان اسلام لانے کیلئے آئے تو حضرت عباسؓ نے ان کو کہا جب تم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جاؤ تو یہ کہنا قال لا تثریب علیکم الیوم۔ اس نے کہہ دیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہیں بخشے اور اس کو جس نے یہ تمہیں سکھایا [نسائی، بیہقی]

روایت میں ہے کہ جب بھائیوں نے پہچان لیا تو آپ کی طرف پیغام بھیجا۔ تو ہمیں اپنے دسترخوان پر صبح وشام بلاتا ہے۔ اور ہمیں اپنی زیادتیوں کی وجہ سے حیاء آتی ہے۔ یوسف علیہ السلام نے فرمایا۔ اہل مصر نے اگرچہ بادشاہ تو مجھے مان لیا۔ مگر وہ میری

اِذْهَبُوْا بِقَمِیْصِیْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِیْ یَاْتِ بَصِیْرًا ۚ وَاْتُوْنِیْ بِاَهْلِكُمْ

میرا یہ کرتہ لے جاؤ سو اسے میرے والد کے چہرہ پر ڈال دو وہ بینا ہو جائیں گے، اور میرے پاس اپنے سارے گھر والوں کو

اَجْمَعِیْنَ ﴿۹۳﴾ وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِیْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّیْ لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ لَوْلَآ

لے آؤ، اور جب قافلہ روانہ ہو گیا تو ان کے والد نے کہا کہ اگر تم یہ نہ کہو کہ میں بہکی ہوئی باتیں کرنے والا ہوں تو میں یوسف کی

اَنْ تُفَنِّدُوْنِ ﴿۹۴﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِیْ ضَلٰلِكَ الْقَدِیْمِ ﴿۹۵﴾ فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ

خوشبو پا رہا ہوں، وہ لوگ کہنے لگے اللہ کی قسم آپ اپنی پرانی غلطی میں ہیں، پھر جب خوشخبری لانے والا

الْبَشِیْرُ اَلْقٰىهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِیْرًا ۚ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ ۚ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ

آ پہنچا تو اس نے وہ کرتہ ان کے منہ پر ڈال دیا لہٰذا وہ پھر سے آنکھوں والے ہو گئے اور بیٹوں سے فرمایا کیوں میں نے تم سے نہ کہا کہ اللہ تعالیٰ کی باتوں کو

مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۹۶﴾ قَالُوْا یٰٓاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَآ اِنَّا كُنَّا خٰطِـِٕیْنَ ﴿۹۷﴾

جتنا میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے ان کے بیٹے کہنے لگے کہ اے ابا جی ہمارے گناہوں کی مغفرت کے لئے دعا کیجئے بلاشبہ ہم خطا کرنے والے ہیں،

قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّیْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ﴿۹۸﴾

انہوں نے جواب دیا کہ میں عنقریب اپنے رب سے تمہارے لئے مغفرت کی دعا کروں گا بلاشبہ وہ غفور ہے رحیم ہے

طرف پہلی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور کہتے ہیں وہ عظیم ذات ہے۔ جس نے ایک غلام کو اس بلندی پر پہنچا دیا۔ اب تمہاری وجہ سے مجھے یہ شرف ملا اور لوگوں کو علم ہوا کہ میں ابراہیم علیہ السلام کا پوتا ہوں۔ یَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ز (اللہ تمہاری مغفرت فرمائے) وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ (اور وہ سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے) جب میں فقیر اور محتاج کی رحمت کا یہ حال تو غنی غفور کی رحمت بے پایاں کتنی بڑی ہوگی۔

اظہارِ معجزہ:

۹۳: پھر ان سے والد کے حالات دریافت کئے تو انہوں نے کہا زیادہ رونے کی وجہ سے ان کی آنکھیں جاتی رہی ہیں۔ آپ نے فرمایا: اِذْهَبُوْا بِقَمِیْصِیْ هٰذَا (تم میری یہ قمیص لے جاؤ) ایک قول یہ ہے کہ وہ متوارث قمیص تھی جو تعویذ کی صورت میں یوسف علیہ السلام کے پاس تھی یہ جنت سے آئی تھی۔ جبرئیل علیہ السلام نے اسی کے بھیجنے کا حکم دیا تھا کیونکہ اس میں جنت کی خوشبو تھی وہ جب کسی مبتلاءِ مصیبت پر ڈالی جاتی تو وہ صحیح ہو جاتا۔ فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِیْ یَاْتِ بَصِیْرًا (پس اس کو میرے والد کے چہرہ پر ڈال دو ان کی بصارت واپس آجائے گی) بصر بصیرًا تم کہو گے جاء البناء محکما۔ یہ بنیاد مضبوط ہوگئی۔ نمبر۲۔ وہ میری طرف آئیں گے اس حال میں کہ وہ آنکھوں والے ہونگے۔ یہودا نے کہا یہ قمیص شفاء میں اٹھاؤں گا جیسا ظلم کی قمیص میں اٹھا کر لے گیا۔ نمبر۳۔

ایک قول یہ ہے کہ ننگے پاؤں اور ننگے سر مصر سے کنعان اس قمیص کو لے گیا۔ ان کے درمیان اسی فرسخ کا فاصلہ تھا۔ وَاْتُوْنِیْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِیْنَ (اور تم اپنے تمام اہل کو میرے پاس لے آؤ) تاکہ وہ میری بادشاہی سے فائدہ پائیں جیسا میری ہلاکت کی اطلاعات سے غمزدہ ہوئے۔

۹۴: وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِیْرُ (جب قافلہ جدا ہوا) عریش مصر سے نکلا عرب کے محاورہ میں کہتے ہیں۔ فصل من البلاد فصولا، وہ شہر سے جدا ہوا جدا ہونا جبکہ اس سے علیحدہ ہو جائے اور اسکی آبادی سے نکل جائے۔ قَالَ اَبُوْهُمْ (ان کے والد نے (اپنے پوتے کو) کہا) اور جوان کے اردگرد لوگ تھے۔ اِنِّیْ لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ (مجھے یوسف کی خوشبو آ رہی ہے) اللہ تعالیٰ نے قمیص کی خوشبو کا ادراک کرادیا۔ جبکہ آٹھ روز کے فاصلہ سے روانہ ہوئی۔ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ (اگر تم مجھے بہکی باتیں کرنے والا نہ سمجھو) التفنید فند کی طرف نسبت کرنا اور وہ بڑھاپے کی وجہ سے عقل میں نقصان آنا ہے۔ مطلب یہ ہے اگر تم مجھے سٹھایا ہوا نہ سمجھتے تو تم میری تصدیق کرتے۔

۹۵: قَالُوْا (انہوں نے کہا) پوتوں نے تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِیْ ضَلٰلِكَ الْقَدِیْمِ (اللہ کی قسم بیشک تو اپنی پرانی گمراہی میں ہے) عرصہ سے یوسف کی محبت میں افراط کی وجہ سے درست راستہ سے ہٹ چکا ہے۔ نمبر۲۔ یوسف کی محبت والی پرانی غلطی میں مبتلا ہے۔ ان کے ہاں وہ مر چکے تھے۔

بصارتِ یعقوب کی واپسی:

۹۶: فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِیْرُ (جب خوشخبری دینے والا آیا) یعنی یہودا اَلْقٰهُ عَلٰی وَجْهِهٖ (اس کو ان کے چہرہ پر ڈال دیا) خوشخبری والے نے قمیص کو یعقوب کے چہرے پر ڈال دیا نمبر۲۔ یعقوب علیہ السلام نے خود ڈال لیا۔ فَارْتَدَّ (پس لوٹ آئے) بَصِیْرًا (بینا ہوکر) جیسا کہا جاتا ہے ردّہ فارتد اس کو لوٹایا وہ لوٹ گیا اور ارتده اذا ارتجعه جب لوٹایا جائے۔ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ (کہا کیا میں نے تمہیں کہا نہیں) یہ بات مراد ہے انی لاجد ریح یوسف یا یہ قول ولا تایئسوامن روح اللّٰہ اور یہ قول اِنِّیْ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَالَا تَعْلَمُوْنَ (بیشک میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ بات جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے) یہ ابتدائیہ جملہ ہے۔ اور قال کا مقولہ نہیں ہے۔ نمبر۲۔ مقولہ ہے اور مراد اس سے انما اشکو ابثی و حزنی الی اللّٰہ واعلم من اللّٰہ مالا تعلمون ہے۔ تفسیری روایت میں ہے کہ آپ نے خوشخبری والے سے سوال کیا۔ یوسف کا کیا حال ہے اس نے کہا وہ مصر کا بادشاہ ہے اس نے کہا میں نے سلطنت کو کیا کرنا ہے۔ کس دین پر ہے؟ اس نے جواب دیا۔ دین اسلام پر۔ یعقوب علیہ السلام نے فرمایا اب نعمت مکمل ہوئی۔

بیٹوں کا معافی طلب کرنا:

۹۷: قَالُوْا یٰٓاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَآ اِنَّا كُنَّا خٰطِئِیْنَ (انہوں نے کہا اے ابا جی! آپ ہمارے گناہوں کے لئے اللہ تعالیٰ سے استغفار فرما دیں۔ بیشک ہم خطا کار ہیں) یعنی ہمارے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کریں ان غلطیوں سے جو ہم نے

فَلَمَّا دَخَلُوا عَلٰی یُوسُفَ اٰوٰۤی اِلَیْهِ اَبَوَیْهِ وَقَالَ ادْخُلُوا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ

پھر جب یہ لوگ یوسف کے پاس پہنچے تو انہوں نے اپنے والدین کو اپنے پاس ٹھکانہ دیا اور کہا کہ مصر میں انشاء اللہ امن و امان کے ساتھ

اٰمِنِیْنَ ﴿۹۹﴾ وَرَفَعَ اَبَوَیْهِ عَلَی الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۚ وَقَالَ یٰۤاَبَتِ هٰذَا

داخل ہو جائیے، اور یوسف نے اپنے ماں باپ کو تخت پر اوپر بٹھایا اور وہ لوگ اس کے سامنے سجدہ میں گر گئے اور یوسف نے کہا کہ اے ابا جان یہ

تَاْوِیْلُ رُءْیَایَ مِنْ قَبْلُ ۫ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّیْ حَقًّا ؕ وَقَدْ اَحْسَنَ بِیْۤ اِذْ اَخْرَجَنِیْ

میرے خواب کی تعبیر ہے جو میں نے پہلے دیکھا تھا میرے رب نے اس کو سچا کر دیا اور میرے ساتھ احسان فرمایا جبکہ مجھے جیل سے

مِنَ السِّجْنِ وَجَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّیْطٰنُ بَیْنِیْ وَبَیْنَ

نکالا اور آپ لوگوں کو دیہاتی علاقہ سے لے آیا اس کے بعد کہ شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان فساد ڈال

اِخْوَتِیْ ؕ اِنَّ رَبِّیْ لَطِیْفٌ لِّمَا یَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ﴿۱۰۰﴾ رَبِّ قَدْ اٰتَیْتَنِیْ

دیا تھا، بے شک میرا رب جو چاہتا ہے اس کی لطیف تدبیر فرماتا ہے بے شک وہ جاننے والا ہے حکمت والا ہے، اے میرے رب آپ نے مجھے سلطنت کا

مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِیْ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۫ اَنْتَ

حصہ عطا فرمایا اور مجھے خوابوں کی تعبیر سکھائی، اے آسمانوں اور زمین کے پیدا فرمانے والے آپ ہی

وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۰۱﴾

دنیا اور آخرت میں میرے کارساز ہیں مجھے اس حالت میں موت دینا کہ میں فرماں بردار ہوں اور مجھے نیک بندوں میں شامل فرمائیے۔

تمہارے حق میں کی ہیں اور آپ کے بیٹے کے متعلق ہم توبہ کرتے ہیں ہمیں اپنی غلطیوں کا اعتراف ہے۔

۹۸: قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّیْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ (اس نے کہا میں عنقریب تمہارے لئے اپنے رب سے استغفار کرونگا بیشک وہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے) انہوں نے استغفار کو سحر تک مؤخر کیا نمبر۲۔ لیلہ جمعہ تک نمبر۳۔ توبہ کی سچائی میں ان کی حالت معلوم ہونے تک۔ نمبر۴۔ یوسف علیہ السلام سے دریافت تک کہ آیا انہوں نے معاف کر دیا۔

۹۹: پھر یوسف علیہ السلام نے اپنے والد کی طرف سامان اور دو سواریاں بھیجیں تا کہ ان پر سوار ہو کر ان کے ہاں آجائیں۔ جب مصر کے قریب پہنچے تو یوسف علیہ السلام اور بادشاہ چار ہزار فوج اور سرداران ملک اور بہت سے اہل مصر کے ساتھ یعقوب علیہ السلام کے استقبال کرنے کیلئے نکلے۔ یعقوب علیہ السلام سے اس حال میں ملاقات ہوئی کہ یہودا پر ٹیک لگا کر آپ چل رہے تھے۔

تعبیر خواب کی تکمیل:

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰٓى اِلَيْهِ (جب وہ یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچ گئے تو انہوں نے اپنے ماں باپ کو اپنے پاس جگہ دی) اپنے جسم سے ملایا اَبَوَيْهِ (اپنے والدین کو) اوران سے معانقہ کیا۔ ایک قول یہ ہے کہ ان کی والدہ زندہ تھیں۔ نمبر۲۔ان کی والدہ فوت ہو چکی تھی اوران کے والد نے ان کی خالہ سے نکاح کیا تھا۔اور خالہ ماں ہی ہوتی ہے۔جیسا کہ چچا کو باپ کہا گیا ہے اور یہی معنی اس قول میں ہے واله اباء ك ابراهيم واسماعيل واسحاق [البقرہ:۱۳۳] دخولهم عليه کا معنی مصر میں داخلہ سے پہلے جبکہ ان کا استقبال کیا تو خیمہ میں ان کو اتارا۔نمبر۲۔اس جگہ کے کسی محل میں اتارا وہ ان کے پاس داخل ہوئے۔تو انہوں نے والدین سے معانقہ کیا۔وَقَالَ (اوران کو کہا) اوراس کے بعد ان کو کہا اُدْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ (تم مصر میں چلو اور امن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے چاہا تو رہو) امن سے رہو ان کے بادشاہوں سے پہلے وہ پناہ لیکر داخل ہوتے۔نمبر۲۔قحط سے امن میں ہو۔روایت میں ہے کہ ملاقات کے وقت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا۔السلام عليك يا مذهب الاحزان۔یوسف علیہ السلام نے جواباً کہا:بكيتَ عَلَيَّ حَتّٰى ذَهَبَ بَصَرُكَ کیا آپ کو علم نہ تھا کہ قیامت ہمیں جمع کردے گی؟ یعقوب علیہ السلام نے کہاہاں۔لیکن مجھے تمہارے دین کے سلب کا خطرہ ہوا پھر میرے اور تیرے درمیان فاصلہ کردیا جائے۔

نمبر۳۔ایک قول یہ ہے یعقوب علیہ السلام اوران کی اولاد مصر میں جب داخل ہوئے مردعورتیں ۷۲ افراد تھے اور جب موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نکلے تو لڑنے والوں کی تعداد چھ لاکھ پانچ سو بہتر تھی۔ بچے اور بوڑھے اس کے علاوہ تھے۔چھوٹے بچے ایک لاکھ بیس ہزار تھے۔

۱۰۰: وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا (اورانہوں نے اپنے والدین کو تخت پر بٹھایا اور وہ تمام ان کے سامنے سجدہ میں گر گئے) ایک قول یہ ہے کہ مصر میں داخلہ کے وقت جب یوسف اپنی مجلس میں درست ہو بیٹھے تو آپ نے اپنے والدین کو بطور آرام تخت پر بٹھایا۔اور وہ گر پڑے اس کے لئے سجدہ میں گیارہ بھائی اور والدین سُجَّدًا سجدہ ان کے ہاں بطور سلام وتکریم کے جائز تھا۔جیسا کہ قیام ومصافحہ اور ہاتھوں کا بوسہ۔زجاج کہتے ہیں۔تعظیم کا طریقہ اس وقت عظمت والے کو سجدہ کرنا تھا۔نمبر۲۔یہ پھر جھکنا تھا پیشانی کو زمین پر رکھنا مراد نہ تھا مگر خروا له سجدًا اس معنی کا انکار کر رہا ہے۔نمبر۳۔وہ یوسف کی خاطر اللہ کی بارگاہ میں سجدہ شکر میں پڑ گئے اس صورت میں لام اجلیہ ہے۔

وَقَالَ يٰۤاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ (اور کہا اے اباجی! یہ میرے خواب کی تعبیر ہے جو پہلے آیا) ھا سے الرؤیا مراد ہے۔قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا (میرے رب نے اس کو سچا کردیا) خواب اور تعبیر کے درمیان چالیس سال کا فاصلہ تھا۔نمبر۲۔۱۸۰ سال کا فاصلہ نمبر۳۔۸۶ سال کا نمبر۴۔۳۶ سال کا نمبر۵۔۲۲ سال کا۔وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْۤ (اوراس نے مجھ پر احسان فرمایا) کہا جاتا ہے احسن الیہ، احسن بہ (احسان کرنا) اسی طرح اساء الیہ، بہ مستعمل ہے۔اِذْ اَخْرَجَنِيْ مِنَ السِّجْنِ (جب اس نے مجھے قید سے نکالا) یوسف علیہ السلام نے کنوئیں کا ذکر نہیں کیا۔اس قول کے باعث لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ، وَجَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ

(اور تمہیں دیہات سے لایا) دیہات سے کیونکہ ان کے ہاں مویشی تھے ایک پانی سے دوسرے پانی پر منتقل ہوتے اور چراگاہوں کو بدلتے۔مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ (اس کے بعد کہ شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان چوک لگائی) ہمارے درمیان فساد ڈلوایا اور برانگیختہ کیا۔اِنَّ رَبِّيْ لَطِيْفٌ لِّمَا يَشَآءُ (بیشک میرا رب عمدہ تدبیر کرتا ہے جو چاہتا ہے) لطیف تدبیر والا اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ (بیشک وہی علم والے حکمت والے ہیں) نمبر ا۔کہ امیدوں کو مقررہ اوقات تک مؤخر کرتا ہے۔نمبر۲۔اختلاف کے بعد الفت پیدا فرمادی۔

دعائے مستجاب:

۱۰۱: رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ (اے میرے رب آپ نے مجھے سلطنت کا ایک حصہ عنایت فرمایا) ملک سے ملک مصر مراد ہے۔وَعَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ (اور آپ نے مجھے خوابوں کی تعبیر سکھائی) نمبر ا۔اللہ تعالیٰ کی کتابوں کی تفسیر نمبر۲۔خوابوں کی تعبیر۔

نحو: مِنْ تبعیضیہ ہے اس لئے کہ ان کو مصر کی بادشاہت ملی نہ کہ پوری دنیا کی اور تاویل بھی بعض باتوں کی نہ کہ تمام کی فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے)

نحو: منادیٰ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ (آپ دنیا وآخرت میں میرے کارساز ہیں) آپ ہی دارین میں نعمتوں سے نوازنے والے ہیں۔اور ملک فنا کے ساتھ ملک بقاء کو ملا کر عنایت کرنے والے ہیں۔تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا (پوری فرمانبرداری میں مجھے وفات دے) اسلام کی حالت والی موت طلب کی جیسا کہ یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے موت سے قبل عہد لیا تھا و لا تموتن الاوانتم مسلمون! [آل عمران:۱۰۲] بقول ضحاک مسلم کا معنی مخلصاً ہے۔اور تستری کہتے ہیں میں اپنا معاملہ آپ کے سپرد کرنے والا ہوں۔

مَسْئَلَه: باوجود معصوم ہونے کے یوسف علیہ السلام نے یہ دعا کی تا کہ وہ لوگ ان کی اقتداء کریں۔جو مامون اور محفوظ نہیں بلکہ گناہگار ہیں۔انبیاء علیہم السلام کے اعمال کو امتوں کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔تاکہ امتیں ان کو دیکھ لیں۔وَاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ (اور تو مجھے ملادے نیکوں کے ساتھ) نمبر ا۔میرے آباؤ واجداد کے ساتھ نمبر۲۔عام جو نیک صالح لوگ ہیں۔

روایت تفسیر میں ہے کہ یوسف علیہ السلام نے یعقوب علیہ السلام کے ہاتھ کو پکڑا اور اپنے خزانوں کا چکر لگوایا۔جو کہ سونے، چاندی، کپڑے، اسلحہ ڈپو، کاغذ سٹور پر مشتمل تھے۔یعقوب علیہ السلام نے کاغذوں کو دیکھ کر فرمایا میرے بیٹے تیرے پاس اتنے کاغذ تھے مگر آٹھ مرحلہ فاصلہ پر تو نے ایک کاغذ بھی نہ لکھا۔یوسف علیہ السلام نے فرمایا مجھے جبرئیل علیہ السلام نے حکم دیا تھا۔یعقوبؑ نے فرمایا کیا آپ اس سے پوچھ سکتے ہیں؟ یوسف علیہ السلام نے کہا کہ آپ کو ان سے زیادہ بے تکلفی ہے ان سے پوچھ لو تو جبرئیل علیہ السلام نے کہا اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کا حکم دیا تھا۔آپ کے اس قول کی وجہ سے فاخاف ان یاکلہ الذئب مجھے ڈر ہے کہ اس کو بھیڑیا کھا جائے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو مجھ سے کیوں نہ ڈرا۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهِ اِلَیْكَ ۚ وَ مَا كُنْتَ لَدَیْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْۤا اَمْرَهُمْ

یہ غیب کی خبروں میں سے ہے، جو ہم آپ کی طرف وحی کے ذریعے بھیجتے ہیں، اور آپ اس وقت ان کے پاس موجود نہیں تھے جب انہوں نے اپنے کام کا پختہ ارادہ کر لیا تھا

وَ هُمْ یَمْكُرُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَ مَاۤ اَكْثَرُ النَّاسِ وَ لَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَ مَا تَسْـَٔلُهُمْ

اور وہ تدبیر کر رہے تھے، اور اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں ہیں اگرچہ آپ حرص کریں، اور آپ اس پر ان سے کسی عوض کا

عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۰۴﴾ ع

سوال نہیں کرتے یہ تو جہاں والوں کے لئے نصیحت ہے

ع ۱۱ / ۵

ایک روایت میں ہے کہ یعقوب علیہ السلام ۲۴ سال زندہ رہے پھر وفات پا گئے اور اسحاق علیہ السلام کے پہلو میں سرزمین شام لیجا کر دفن کا حکم دیا۔ پھر جان جہاں آفریں کے حوالہ کر دی۔ ان کو اسی جگہ دفن کر دیا گیا پھر آپ مصر واپس لوٹے اور اپنے والد کے بعد تینتیس ۳۳ سال زندہ رہے جب ان کی موت کا وقت آیا تو اپنے لئے ہمیشہ کی بادشاہت چاہی اور نیکوں جیسی موت کی تمنا کی۔ نمبرا۔ ایک قول یہ ہے ان سے پہلے یہ تمنا کسی نے نہیں کی اور نہ ان کے بعد۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو پاکیزگی کے ساتھ وفات دی۔ اہل مصر نے آپس میں ان کے دفن پر شدید اختلاف کیا یہاں تک کہ لڑائی تک نوبت آ گئی ہر ایک اپنے محلے میں دفن کرنا چاہتا تھا۔ پھر مرمر کا صندوق بنوا کر اس میں ان کے جسد خاکی کو رکھا اور نیل میں ایسے مقام پر دفن کیا جو نیل کا راستہ اور گزرگاہ تھی۔ تاکہ سارے اہل مصر فیضیاب ہوں۔ موسیٰ علیہ السلام نے چار سو سال بعد ان کے تابوت کو بیت المقدس منتقل کیا۔ ان کے ہاں دو اولادیں افراثیم اور میشا تھے۔ افراثیم کا ایک بیٹا نون تھا نون کے بیٹے یوشع ہیں جن کو فتٰی موسٰی کہہ کر قرآن مجید نے ذکر کیا۔ عمالیق کے فراعنہ آپ کے بعد وراثۃً حکمران رہے اور بنو اسرائیل ان کے ماتحت دین یوسفی (ابراہیمی) پر قائم رہے۔

۱۰۲: ذٰلِكَ (یہ) یوسف علیہ السلام کے سابقہ واقعہ کی طرف اس سے اشارہ فرمایا یہ خطاب رسول اللہ ﷺ کو فرمایا یہ مبتداء ہے۔ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ (غیب کی بعض خبریں ہیں)۔ نُوْحِیْهِ اِلَیْكَ (جو وحی کر رہے ہیں ہم آپ کی طرف)

نحو: یہ دونوں ذٰلک کی خبریں ہیں۔ وَمَا كُنْتَ لَدَیْهِمْ (اور آپ ان کے پاس نہ تھے) اولاد یعقوب کے پاس اِذْ اَجْمَعُوْۤا اَمْرَهُمْ (جبکہ انہوں نے اپنے معاملہ میں اتفاق کیا) یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں ڈالنے کا پختہ ارادہ وَهُمْ یَمْكُرُوْنَ (اس حال میں کہ وہ تدبیر کر رہے تھے) یوسف علیہ السلام کے متعلق اور ان کو دھوکہ سے قتل کرنا چاہتے تھے۔ یہ غیب کی خبریں آپ کو بذریعہ وحی حاصل ہوتی ہیں۔ کیونکہ آپ اولاد یعقوب کے پاس موجود نہ تھے جبکہ وہ اپنے بھائی کو کنوئیں میں ڈال رہے تھے۔

۱۰۳: وَمَاۤ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِیْنَ (اور لوگوں کی اکثریت ایمان لانے والی نہیں خواہ آپ کو کتنی خواہش ہو) عام لوگ مراد ہیں۔ نمبر۲۔ اہل مکہ یعنی اہل مکہ ایمان لانے والے نہیں خواہ ان کے ایمان کیلئے آپ پوری کوشش صرف کر دیں۔

وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ﴿۱۰۵﴾

اور بہت سی نشانیاں ہیں آسمانوں میں اور زمین میں جن پر یہ لوگ گذرتے ہیں اور وہ ان سے اعراض کئے ہوئے ہیں،

وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ﴿۱۰۶﴾ اَفَاَمِنُوْٓا اَنْ تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ

اوران میں سے اکثر لوگ اللہ پر ایمان نہیں لاتے مگر اس حال میں کہ شرک کرنے والے ہیں، کیا یہ لوگ اس بات سے مطمئن ہیں کہ ان پر اللہ کی طرف سے عذاب کی کوئی

عَذَابِ اللّٰهِ اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۰۷﴾

ایسی آفت آپڑے جو ان کو گھیر لے یا ان پر اچانک قیامت آپڑے اور ان کو خبر بھی نہ ہو۔

۱۰۴: وَمَا تَسْئَلُهُمْ عَلَيْهِ (اور تم ان سے اس پر نہیں مانگتے) ہٗ سے مراد تبلیغ نمبر۲۔ قرآن پر مِنْ اَجْرٍ (کوئی مزدوری) بدلہ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ (یہ خالص ذکر ہے) یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصیحت ہے۔ لِّلْعٰلَمِيْنَ (جہان والوں کیلئے) اس میں اپنے ایک رسول کی زبان پر سے نجات کو طلب کرنے پر آمادہ کیا۔

نشانہائے عبرت تو بہت ہیں مگر عبرت حاصل کرنے والے کم ہیں:

۱۰۵: وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ (کتنی ہی نشانیاں ہیں) علامتیں ہیں جو خالق کی خالقیت اور صفات وتوحید پر دلالت کرنے والی ہیں۔ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا (آسمانوں اور زمین میں جن پر ان کا گزر ہوتا ہے) ان نشانات پر نمبر۲۔ زمین پر (جنکے پاس ان کا گزر ہوتا ہے۔ وہ ان کا آنکھوں سے مشاہدہ کرتے ہیں۔ وَهُمْ عَنْهَا (اور وہ ان آیات سے) مُعْرِضُوْنَ (اعراض کرنے والے ہیں) ان سے عبرت حاصل نہیں کرتے۔ اس سے مراد ہلاک ہونے والی امتوں کے آثار اور عبرتناک مقامات جن کو وہ آتے جاتے دیکھتے تھے۔

۱۰۶: وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ (اور ان کی اکثریت اللہ پر ایمان نہیں لاتی مگر کہ وہ شرک بھی کرتے ہیں) یعنی ان کی اکثریت اللہ تعالیٰ کے متعلق اقراری ایمان تو لاتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اور آسمان وزمین کو پیدا کیا۔ مگر بتوں کی عبادت کر کے شرک کرنے والے ہیں جمہور کہتے ہیں یہ مشرکین کے متعلق اتری کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کو اپنا رازق وخالق مانتے تھے اور جب ان کو کوئی سخت معاملہ پیش آتا تو اللہ تعالیٰ کو مخلصانہ پکارتے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو شریک کرتے۔ شرک کی باتوں میں سے قدریہ کی یہ بات بھی ہے کہ بندے کیلئے قدرت تخلیق مانتے ہیں۔ اور خالص توحید وہی ہے جو اہل سنت کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی خالق نہیں۔

۱۰۷: اَفَاَمِنُوْٓا اَنْ تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ (کیا وہ اس سے بے خوف ہوگئے کہ ان پر آن پہنچے کوئی ڈھانپنے والی) ایسی سزا جو ان کو ڈھانپ لے اور گھیر لے مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ (اللہ تعالیٰ کے عذاب میں سے یا قیامت آجائے ان کے پاس) ساعت سے قیامت مراد ہے۔ بَغْتَةً (اچانک) یہ حال ہے وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ (اس حال میں کہ ان کو شعور بھی نہ ہو) اسکی آمد کا۔

وقف النبی

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣؕ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ

آپ فرما دیجئے کہ یہ میرا راستہ ہے میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں میں بصیرت پر ہوں اور وہ لوگ بھی جنہوں نے میرا اتباع کیا، اور اللہ پاک ہے اور میں

اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝۱۰۸ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ۭ

مشرکین میں سے نہیں ہوں۔ اور ہم نے آپ سے پہلے جتنے بھی رسول بھیجے سب آدمی ہی تھے جو مختلف بستیوں کے رہنے والوں میں سے تھے۔

اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ

ہم ان کی طرف وحی بھیجتے تھے کیا یہ لوگ زمین میں نہیں چلے پھر سو وہ دیکھ لیتے کہ ان لوگوں کا کیا انجام ہوا جو ان سے پہلے گذرے

وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝۱۰۹

اور البتہ آخرت کا گھر بہتر ہے ان لوگوں کے لئے جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا کیا تم سمجھ نہیں رکھتے۔

عقیدۂ توحید کا اعلان:

۱۰۸: قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ (کہہ دیں کہ یہ میرا راستہ ہے) یہ وہی راستہ ہے جس میں ایمان و توحید کی دعوت ہے۔ یہی میرا راستہ ہے۔ نحو: السبیل اور الطریق یہ دونوں لفظ مذکر و مؤنث استعمال ہوتے ہیں۔ پھر سبیل کی تفسیر اس طرح فرمائی۔ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ (میں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتا ہوں بصیرت کے ساتھ) واضح دلیل کے ساتھ میں اس کے دین کی طرف دعوت دیتا ہوں اندھے پن کے ساتھ نہیں۔

اَنَا (میں) یہ ادعوا کی ضمیر مستتر کی تاکید ہے۔ وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ (اور جس نے میری پیروی کی) اس کا عطف انا پر ہے) تقدیر عبارت یہ ہے ادعوا الی سبیل اللّٰہ اناوید عوا الیہ من اتبعنی کہ میں اللہ تعالیٰ کے راستہ کی طرف دعوت دیتا ہوں اور میرے پیروکار اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتے ہیں نمبر۲۔ انا مبتداء علی بصیرۃ مقدم خبر ہے۔ اور من اتبعنی کا انا پر عطف ہے۔ آپ ابتداءً یہ بتلا رہے ہیں کہ میں اور میرے پیروکار حجت و دلیل پر ہیں خواہش پر نہیں وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ (اور اللہ تعالیٰ پاک ہے) میں اس کو شرکاء سے پاک قرار دیتا ہوں۔ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں) جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو شریک کرنے والے ہیں۔

۱۰۹: وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا (اور ہم نے آپ سے پہلے مردوں ہی کو رسول بنا کر بھیجا) نہ کہ فرشتوں کو کیونکہ کفار یہ کہا کرتے تھے۔ ولو شاء اللّٰہ لانزل ملائکۃ (اگر اللہ تعالیٰ رسول بھیجنا چاہتا تو ضرور فرشتے اتارتا۔ نمبر۲۔ ان میں کوئی عورت نہ تھی (تمام مرد تھے) نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى (جنکی طرف ہم وحی کرتے رہے شہروں کے رہنے والوں میں سے)

حَتّٰٓی اِذَا اسْتَیْئَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا اَنَّھُمْ قَدْ کُذِبُوْا جَآءَھُمْ نَصْرُنَا ۙ فَنُجِّیَ

یہاں تک کہ جب رسول ناامید ہوگئے اور انہیں یہ گمان ہوگیا کہ ہماری فہم نے غلطی کی تو ہماری مدد ان کے پاس آ گئی پھر ہم نے

مَنْ نَّشَآءُ ؕ وَلَا یُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِیْنَ ﴿۱۱۰﴾ لَقَدْ کَانَ فِیْ

جس کو چاہا اسے نجات دیدی گئی اور ہمارا عذاب مجرم لوگوں سے نہیں ہٹایا جاتا، البتہ ان کے قصوں

قَصَصِھِمْ عِبْرَۃٌ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ؕ مَا کَانَ حَدِیْثًا یُّفْتَرٰی وَلٰکِنْ

میں عقل والوں کے لئے عبرت ہے یہ قرآن ایسی کوئی بات نہیں ہے جو تراشی ہوئی ہو بلکہ

تَصْدِیْقَ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ وَتَفْصِیْلَ کُلِّ شَیْءٍ وَّھُدًی وَّرَحْمَۃً لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ ع ۱۲ / ۶

اس سے پہلے جو کتابیں نازل ہوئی ہیں یہ کتاب ان کی تصدیق کرنے والی ہے اور ہر چیز کی تفصیل کرنے والی ہے اور ہدایت ہے اور رحمت ہے ان لوگوں کے لئے جو ایمان لاتے ہیں۔

قراءت: حفص نے نون سے پڑھا ہے اہل قری اس لئے کہا کیونکہ وہ علم وحلم والے ہوتے ہیں اور جنگلی لوگوں میں جہل و جفا کثرت سے ہوتی ہے۔ اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ وَلَدَارُ الْاٰخِرَۃِ (کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ وہ دیکھتے کس طرح ان لوگوں کا انجام ہوا جو ان سے پہلے ہوئے البتہ آخرت کا گھر) آخری گھڑی والا گھر خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ اتَّقَوْا (وہ بہت بہتر ہے۔ ان لوگوں کیلئے جو متقی ہیں) شرک سے بچنے والے ہیں، اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لانیوالے ہیں۔ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (کیا تمہیں سمجھ نہیں)

قراءت: مکی، ابوعمرو اور حمزہ وعلی نے یعقلون یا سے پڑھا ہے۔

۱۱۰: حَتّٰٓی اِذَا اسْتَیْئَسَ الرُّسُلُ (یہاں تک کہ جب پیغمبر (اس بات سے) مایوس ہوگئے) قوم کے ایمان لانے سے مایوس ہوگئے وَظَنُّوْٓا اَنَّھُمْ قَدْ کُذِبُوْا (اور انہوں نے یقین کرلیا کہ ان کی تکذیب کردی گئی) رسولوں کو یقین ہوگیا کہ ان کی قوم نے ان کو جھٹلا دیا ہے۔

قراءت: کوفی نے تخفیف کے ساتھ پڑھا۔ قوموں نے یقین کیا کہ رسل نے واقعی جھوٹ بولا یعنی وعدہ خلافی کی ہے۔ یا نمبر۲۔ قوموں نے گمان کیا کہ رسولوں کی طرف سے ان کے ساتھ جھوٹ بولا گیا۔ یعنی رسولوں نے انہیں یہ جھوٹ کہا کہ وہ ان پر غالب آجائیں گے اور اسمیں وہ سچے نہ نکلے۔ جَآءَھُمْ نَصْرُنَا (ان کے پاس ہماری مدد آئی) انبیاء علیہم السلام اور مومنین پر ہماری مدد اچانک بغیر شمار کے آن پہنچی۔ فَنُجِّیَ (پس جس کو چاہا ہم نے بچالیا)

قراءت: جیم مشدد، ایک نون یا مفتوح کے ساتھ شامی وعاصم نے پڑھا ہے ماضی مجہول اور مَن کو قائم مقام فاعل قرار دیا ہے۔ باقی قراء نے فَنُنْجِیْ دونون، دوسرا ساکن خفیفہ اور یا ساکن سے پڑھا ہے۔ مَنْ نَّشَآءُ (جن کو ہم نے چاہا) نبی اور ان کے

ساتھ ایمان والے وَلَا یُرَدُّ بَاْسُنَا (اور ہماری پکڑ لوٹائی نہیں جا سکتی) بأس سے عذاب مراد ہے عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِیْنَ (مجرم قوم سے) کافر مراد ہیں۔

۱۱۱: لَقَدْ کَانَ فِیْ قَصَصِہِمْ نمبرا (ان کے واقعات میں) ان انبیاء علیہم السلام اور قوموں کے واقعات میں نمبر ۲۔ یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کے واقعہ میں عِبْرَۃٌ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ (عقل والوں کیلئے عبرت ہے) نمبرا۔ اس طرح کہ گہری محبت سے گہرے کنوئیں میں ڈال دیئے گئے۔ نمبر۲۔ چٹائی جیل سے تخت پر منتقل ہوئے نمبر۳۔ صبر کے نتیجہ میں سلامتی، کرامت وعزت ملی نمبر۴۔ فریب کاری میں ندامت وشرمندگی سامنے آئی۔ مَا کَانَ حَدِیْثًا یُّفْتَرٰی (یہ کوئی من گھڑت بات نہ تھی) یہ قرآن کفار کے خیال کے مطابق مفتری نہیں ہے۔ وَلٰکِنْ تَصْدِیْقَ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْہِ (لیکن یہ تصدیق ہے اس وحی کی جو اس کے سامنے ہے) پہلی کتابوں کی یہ تصدیق ہے۔ وَتَفْصِیْلَ کُلِّ شَیْءٍ (اور اسمیں ہر چیز کی تفصیل ہے) جس کی دین میں ضرورت ہے کیونکہ یہ وہ قانون ہے سنت کو جس کا سہارا ہے اور اجماع وقیاس کو بھی وَّھُدًی (اور راہنمائی ہے) گمراہی سے وَّرَحْمَۃً (اور رحمت ہے) عذاب سے لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ (ان لوگوں کیلئے جو ایمان لانے والے ہیں) اللہ تعالیٰ اور اس کے پیغمبر پر۔

نحو: لکن کے بعد والا جملہ کان کی خبر پر عطف ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

فضائل:

رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ اپنے غلاموں کو سورۂ یوسف سکھاؤ۔ جو بندہ اس کو پڑھے اور اپنے اہل کو سکھائے اور غلام لونڈی کو سکھائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس پر سکرات کی موت کو آسان کر دیں گے۔ اور اس کو طاقت دیں گے کہ کوئی مسلمان اس سے حسد نہ کرے گا۔ (کشاف زمخشری)

شیخ ابو منصور رحمہ اللہ نے کہا کہ یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کے واقعہ میں رسول اللہ ﷺ کو ایذاء قریش پر صبر کی تلقین کی گئی گویا اس طرح فرمایا یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے موافقت فی الدین کے باوجود اور حقیقی بھائی ہو کر یوسف علیہ السلام کے ساتھ کیا کچھ مکر وفریب نہیں کیے۔ اور یوسف علیہ السلام نے صبر کیا۔ آپ تو دین میں بھی ان کے مخالف ہیں پھر یہ اگر مخالفت کر رہے ہیں تو ان کی ایذاء پر صبر کریں۔ قول وہب رحمہ اللہ۔ اللہ تعالیٰ نے جو بھی کتاب پہلے اتاری اس میں کامل سورۂ یوسف اتاری جیسا کہ قرآن عظیم میں ہے (واللہ اعلم)

تمت ترجمة تفسير سورۂ يوسف يوم الاربعاء التاسعة من شهر اكتوبر ۲۰۰۲ والحمد لله على ذلك

سُوْرَۃُ الرَّعْدِ مَکِّیَّۃٌ وَّھِیَ ثَلٰثٌ وَّ اَرْبَعُوْنَ اٰیَۃً وَّ سِتُّ رُکُوْعَاتٍ

سورۂ رعد مدینہ میں نازل ہوئی اس میں تینتالیس آیتیں اور چھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

الٓمّٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ ؕ وَالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ

الٓمّٓرٰ یہ کتاب کی آیتیں ہیں، اور آپ کے رب کی طرف سے جو کچھ آپ کی طرف اتارا گیا حق ہے، لیکن بہت سے

النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى

لوگ ایمان نہیں لاتے، اللہ وہی ہے جس نے آسمانوں کو بغیر ستونوں کے بلند فرما دیا تم ان آسمانوں کو دیکھ رہے ہو پھر وہ عرش پر

عَلَى الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ

مستوی ہوا، اور اس نے چاند اور سورج کو مسخر فرمادیا ہر ایک مدت مقررہ کے مطابق چلتا ہے وہ کاموں کی تدبیر فرماتا ہے،

يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ ﴿۲﴾ وَهُوَ الَّذِيْ مَدَّ الْاَرْضَ وَجَعَلَ

نشانیوں کو واضح طور پر بیان فرماتا ہے، تاکہ تم اپنے رب کی ملاقات کا یقین کر لو، اور وہی ہے جس نے زمین کو پھیلا دیا اور اس میں

فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْهٰرًا ؕ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِيْهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ يُغْشِي

پہاڑ اور نہریں پیدا فرما دیں اور ہر قسم کے پھلوں سے دو دو قسمیں پیدا فرمائیں وہ رات کو دن پر

الَّيْلَ النَّهَارَ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۳﴾ وَفِي الْاَرْضِ قِطَعٌ

ڈھانپ دیتا ہے، بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو فکر کرتے ہیں اور زمین میں ٹکڑے ہیں

مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِيْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ يُّسْقٰى

جو آپس میں پڑوسی ہیں اور انگوروں کے باغ ہیں اور کھیتیاں ہیں اور کھجور کے درخت ہیں جن میں بعض کی جڑ بعض سے ملی ہوئی ہے اور بعض ملی ہوئی نہیں ہیں انہیں ایک ہی

بِمَآءٍ وَّاحِدٍ ۣ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِي الْاُكُلِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ

پانی سے سیراب کیا جاتا ہے اور ہم ایک کو دوسرے پر فضیلت دیتے ہیں بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو سمجھ سے

يَّعْقِلُوْنَ ﴿۴﴾

کام لیتے ہیں۔

۱: الٓمّٓرٰ اللہ تعالیٰ ہی اسکی مراد کو جانتا اور دیکھتا ہے تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ۔ ترجمہ یہ معنی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا گیا ہے تلک سے آیات سورت کی طرف اشارہ ہے الکتاب سے سورۃ مراد ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے تلك الأيات ايات السورة الكاملة العجيبة فى بابها ۔ یہ آیات اس سورت کی آیات ہیں جو کہ اپنے باب میں کامل و عجیب ہے۔ وَالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ (اور وہ جو تیری طرف تیرے رب کی جانب سے اتارا گیا) یعنی تمام قرآن الْحَقُّ (سچا ہے) یہ خبر ہے اور الذی الایۃ یہ مبتداء ہے وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ (لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے) وہ یہ کہتے ہیں کہ محمد اسکو بنالائے ہیں۔ پھر ان چیزوں کا ذکر کیا جن پر ایمان واجب ہے پس فرمایا۔

قدرت الٰہی کے نمونے:

۲: اَللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ (اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے آسمانوں کو بلند کیا) اللہ مبتداء ہے اور الذی رفع السمٰوٰت اس کی خبر ہے۔ بِغَيْرِ عَمَدٍ (بغیر ستون کے) یہ عماد یا عمود کی جمع ہے یہ حال ہے تَرَوْنَهَا (جو تم کو نظر آرہے ہیں) ھا ضمیر آسمانوں کی طرف لوٹتی ہے یعنی تم انکو اسی طرح دیکھتے ہو بیان کی ضرورت نہیں نمبر۲۔ ضمیر عمد کی طرف ہے اس صورت میں یہ موضع جر میں ہے اس لئے کہ عمد کی صفت ہے یعنی بغیر عمد مرئیہ نظر آنے والے ستونوں کے بغیر ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ (پھر عرش پر مستوی ہوا) اقتدار و نفوذ سلطنت سے استیلاء کیا وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ (اور سورج اور چاند کو کام میں لگادیا) بندوں کے فوائد اور علاقوں کی مصلحت میں كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى (ہر ایک ان میں سے ایک وقت مقررہ کیلئے چل رہا ہے) وہ اجل دنیا کا ختم ہونا ہے۔ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ (وہ معاملات کی تدبیر کرتا ہے) اپنی ملکوت اور ربوبیت کے معاملے کی۔ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ (وہ آیات کو کھول کر (اپنی نازل شدہ کتابوں میں) بیان کرتا ہے) لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ (تاکہ تمہیں اپنی رب کی ملاقات پر یقین ہو) تاکہ تمہیں یقین آجائے کہ ایسے مدبر اور مفصل کی طرف لوٹنا ضروری ہے۔

۳: وَهُوَ الَّذِيْ مَدَّ الْاَرْضَ (وہی ذات ہے جس نے زمین کو بچھایا) وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ (اور زمین میں پہاڑ بنائے) زمین پر جم جانے والے پہاڑ وَاَنْهٰرًا (اور نہریں) جاری وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِيْهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ (اور زمین میں ہر طرح کے پھلوں کی دو قسمیں پیدا کیں) یعنی سیاہ، سفید، میٹھے، کھٹے، چھوٹے، بڑے اور جو اسکے مشابہ ہیں۔ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ (ڈھانپ دیتا ہے دن کو رات سے) روشنی سفیدی کو رات پہنا دیتا ہے جس سے وہ سیاہ اندھیر بن جاتی ہے

قراءت: حمزہ، علی، ابوبکر نے يُغَشِّى پڑھا ہے۔

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ (بیشک اسمیں البتہ نشانیاں ہیں سوچ و بچار کرنے والے لوگوں کیلئے) پس وہ جانتے ہیں کہ انکا ایک بنانے والا ہے جو قادر مطلق علم و حکمت والا ہے۔

۴: وَفِي الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ (اور زمین میں پاس پاس ملے ہوئے زمین کے ٹکڑے ہیں) زمین کے قطعات مختلف ہیں حالانکہ وہ بالکل قریب قریب ملے ہوئے ہیں۔ کوئی عمدہ پیداوار والے اور شور یلے کوئی عمدہ اور کوئی کم پانی والے کوئی سخت اور کوئی نرم۔ یہ اس بات پر دلیل ہے کہ اسکی تدبیر کرنے والا قدرت و ارادہ والا ہے۔ وہ افعال کو اپنی مرضی سے ایک سے دوسرے انداز

وَاِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۬ؕ اُولٰٓئِكَ

اور اگر آپ کو تعجب ہو تو ان کا یہ قول لائق تعجب ہے کہ جب ہم مٹی ہو جائیں گے تو کیا نئے سرے سے پیدا ہوں گے، یہ

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ

وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا اور یہ وہ لوگ ہیں جن کی گردنوں میں طوق ہونگے اور یہ لوگ دوزخ والے ہیں

هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ⑤ وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ

اس میں ہمیشہ رہیں گے، اور یہ لوگ عافیت سے پہلے آپ سے مصیبت کے جلدی آنے کا تقاضا کرتے ہیں اور حالانکہ ان سے پہلے

قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ ؕ وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ ۚ وَاِنَّ رَبَّكَ

عذاب کے واقعات گزر چکے ہیں اور بلاشبہ آپ کا رب لوگوں کے ظلم کے باوجود انہیں بخش دینے والا ہے، اور یہ بات یقینی ہے کہ آپ کا رب

لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ ⑥ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ اِنَّمَآ

سخت عذاب والا ہے، اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ کہتے ہیں،ان پر ان کے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نازل نہیں کی گئی۔ آپ صرف

اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ⑦ ع

ڈرانے والے ہیں اور ہرقوم کے لئے ہدایت دینے والے ہوتے چلے آئے ہیں۔

میں ڈھال دینے والا ہے اور وَجَنّٰتٌ (اور باغات) جَنّٰتٌ کا عطف قِطَعٌ پر ہے۔ یعنی زمین میں باغات ہیں الایۃ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّ نَخِيْلٌ صِنْوَانٌ وَّ غَيْرُ صِنْوَانٍ (انگوروں کے اور کھیتیاں اور کھجوریں دوشاخ والی اور ایک تنے والی)

قراءت: مکی، بصری، حفص نے قطع کا معطوف قرار دیکر مرفوع پڑھا ہے۔ اور دوسروں نے خبر کے ساتھ پڑھا ہے۔ اور اعناب پر عطف کیا ہے اور الصنوان جمع صنو ہے۔ وہ کھجور جو ایک تنے سے دوشاخہ بن جائے۔ حفص نے صنوان کو ضمہ صاد سے پڑھا ہے۔ یہ دونوں لغتیں ہیں۔ يُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ (انکو ایک پانی سے سیراب کیا جاتا ہے۔) قراءت: عاصم وشامی نے یا سے پڑھا ہے اور تا والی قراءت ابن کثیر، نافع کی ہے۔

وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ (ہم ایک کو دوسرے پر فضیلت دیتے ہیں)۔ قراءت: حمزہ اور علی نے یا سے پڑھا ہے۔ فِي الْاُكُلِ (پھل میں) مقدار، مزہ رنگ، بو قراءت: نافع اور مکی نے کاف کے سکون سے پڑھا ہے۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ (بیشک اس میں عقل والے لوگوں کیلئے نشانات ہیں) حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں دل آثار و انوار اور اسرار میں اسی طرح مختلف ہیں جس طرح زمین کے مختلف حصے انہار واز ہار، پھل میں مختلف ہیں۔

اگر ان سب کا خالق ہے تو اعادۂ انسان کیوں ناممکن:

۵: وَاِنْ تَعْجَبْ (اگر تمہیں تعجب ہو) اے محمد ﷺ اگر آپ انکے انکار بعث والے قول پر تعجب کرتے ہیں۔ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ (تو

انکا یہ قول تعجب کے قابل ہے) یہ خبر اور مبتداء ہے یعنی انکا قول اس قابل ہے کہ اس پر تعجب کیا جائے کیونکہ یہ تمام چیزیں پیدا کر سکتا ہے تو اسکو انکا دوبارہ لوٹانا تو آسان تر ہے۔ اور سہل ترین ہے پس ان منکرین کا انکار تو عجوبہ کائنات ہے۔ ءَ اِذَا کُنَّا تُرٰبًا ءَ اِنَّا لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ۔ (جب ہم مٹی ہو جائیں گے تو کیا نئے سرے سے پیدا ہوں گے) قراءت: عاصم، حمزہ نے ہر ایک کو دو ہمزہ سے پڑھا ہے۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ (یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کا انکار کیا) وہ کافر اپنے کفر میں ضد اختیار کرنے والے ہیں۔ وَاُولٰٓئِكَ الْاَغْلٰلُ فِیْٓ اَعْنَاقِهِمْ (یہ وہ لوگ ہیں کہ جنکی گردنوں میں طوق ہونگے) اس میں وعید ہے نمبر۲۔ انکے اصرار کو اس طرح ذکر کیا (گویا گمراہی کے طوق انکے گلے میں لٹکے ہیں) وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ (وہ جہنمی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے) اولٰٓئک کو دو مرتبہ ذکر کر کے معاملے کی ہولناکی کو بتلانا مقصود ہے۔

مطالبہ عذاب کا جواب:

۶: وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ (یہ لوگ آپ سے مصیبت جلد مانگتے ہیں بھلائی سے پہلے) عافیت کا وقت ختم ہونے سے پہلے عذاب کو مانگتے ہیں اور اسکا معاملہ اس طرح پیش آیا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ ہم پر عذاب لے آؤ۔ اور یہ بات آپکے انذار کا مذاق اڑاتے ہوئے کہی وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ (حالانکہ ان سے پہلے واقعات عقوبت گزر چکے) سزائیں جو ان جیسے مکذبین کو پیش آئیں۔ انکو کیا ہوا کہ یہ عبرت نہیں پکڑتے ورنہ یہ استہزاء نہ کرتے۔ المثلہ۔ سزا۔ اسکو المثلہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ جرم اور مجرم میں مماثلت پائی جاتی ہے۔ جیسا اس آیت میں جزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا۔[الشوری: ۴۰] وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰی ظُلْمِهِمْ (اور بیشک آپکا رب یقیناً لوگوں کی خطائیں باوجود انکی بے جا حرکتوں کے معاف کر دیتا ہے) علٰی، مَعَ کے معنی میں یعنی گناہ کے ذریعہ اپنے نفسوں پر ظلم کے باوجود۔ یہ محلاً حال ہے۔ ای ظالمین لانفسھم اس حالت میں کہ وہ اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والے ہوتے ہیں سُدی کہتے ہیں مومنین پر۔ یہ کتاب اللہ کی سب سے زیادہ امید بخش آیت ہے۔ اس حیثیت سے کہ ظلم کے باوجود مغفرت کو ذکر فرمایا۔ جبکہ وہ بغیر توبہ ہو۔ توبہ گناہ کو اٹھا دیتی اور زائل کر دیتی ہے۔ وَاِنَّ رَبَّكَ لَشَدِیْدُ الْعِقَابِ (بیشک آپکا رب البتہ سخت بدلہ لینے والا ہے) نمبر۱۔ کافروں سے نمبر۲۔ یہ دونوں مومنین سے متعلق ہوں تو مشیت سے متعلق ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے یغفر لمن یشاء ویعذب من یشاء۔

من پسند نشانی کیوں نہیں لائے؟

۷: وَيَقُوْلُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ (اور کافر کہتے ہیں کیونکر اس پر اتاری نہیں جاتی کوئی نشانی اسکے رب کی طرف سے) رسول اللہ ﷺ پر اتاری جانے والی آیات کو کافر در خور اعتناء ہی نہ سمجھتے۔ عناد سے انکار کرتے خود پسند معجزات موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام جیسے عصا کا سانپ بن جانا مُردوں کا زندہ ہونا۔ وغیرہ کے طلب گار تھے۔ رسول اللہ ﷺ کو کہا گیا۔ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ (بیشک آپ ڈرانے والے ہیں) بیشک آپکو منذر بنا کر بھیجا گیا۔ برے انجام سے آپ انکو ڈرانے والے اور دوسرے رسولوں کی طرح خیر خواہی کرنے والے ہیں اور آپکے ذمہ صرف وہ بات ہے کہ جس سے آپکا رسول منذر ہونا ثابت ہو اور یہ کسی ایک نشانی سے بھی ہو سکتا ہے۔ دعوٰی رسالت کے صحیح ثبوت کیلئے تمام نشانات برابر ہیں۔ وَّ لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ (اور ہر قوم

اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ؕ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ

اللہ جانتا ہے جو کوئی کسی عورت کو حمل ہوتا ہے اور جو کچھ رحم میں کمی اور بیشی ہوتی ہے، اور ہر چیز اللہ کے نزدیک ایک خاص مقدار کے

بِمِقْدَارٍ ۝۸ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ۝۹ سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ

ساتھ ہے، وہ تمام پوشیدہ اور ظاہر چیزوں کا جاننے والا ہے بڑا ہے برتر ہے، تم میں سے جو کوئی شخص کوئی بات آہستہ سے کہے

وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ ۝۱۰ لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ

اور جو شخص پکار کر کہے اور جو شخص رات میں چھپا ہوا ہو اور جو شخص دن میں چلتا پھرتا ہو یہ سب برابر ہیں، ہر ایک کے لئے آگے پیچھے آنے جانے

بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ

والے فرشتے ہیں جو آگے سے اور پشت کے پیچھے سے آتے ہیں جو اللہ کے حکم سے اس کی حفاظت کرتے ہیں، بلاشبہ اللہ کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا

حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمْ

جب تک کہ وہ لوگ خود اپنی حالت کو نہیں بدلتے، اور جب اللہ کسی قوم کو تکلیف پہنچانے کا ارادہ فرمائے تو اسے کوئی واپس کرنے والا نہیں، اور ان لوگوں کے لئے

مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ۝۱۱

اس کے سوا کوئی مددگار نہیں

کیلئے ایک ہادی ہوا) انبیاء علیہم السلام میں سے جو انکو دین قویم کی طرف راہ دکھلاتا رہا۔ اور اپنی مخصوص ملنے والی آیات سے انکو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا رہا مطلوبہ فرمائشی معجزات کسی نے بھی پیش نہیں کیے۔

علم الٰہی بے پایاں ہے:

۸: اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ (اللہ تعالیٰ جانتے ہیں جو کچھ کسی مادہ کو حمل رہتا ہے اور جو کچھ رحم میں کمی اور زیادتی ہوتی ہے) ان تین مقامات میں ما موصولہ ہے تو مطلب یہ ہوگا جس چیز کو مادہ اپنے پیٹ میں اٹھائے ہوئے ہوتی ہے نر یا مادہ ایک یا متعدد۔ سالم الاعضاء بچہ یا ناقص، خوبصورت، بدصورت، لمبا، چھوٹا وغیر ذلک اور جسکو رحم گھٹاتے ہیں یعنی وہ جانتا ہے جسکو وہ کم کرتا ہے۔ تغیض کا معنی کم کرنا کہتے ہیں غاض الماء و غضته انا۔ پانی گھٹ گیا اور میں نے اسکو کم کیا ماتزداد جو وہ بڑھتے ہیں یا بڑھاتے ہیں مراد نمبرا۔ اس سے لڑکے کی تعداد کہ ایک، دو، تین، چار یا نمبر۲ لڑکے کا جسم تام ہے یا ناقص یا نمبر۳۔ مدت ولادت نو ماہ سے کم اور دو سال تک زیادہ سے زیادہ عندنا۔ امام شافعیؒ کے نزدیک چار سال، امام مالک کے ہاں ۵ سال تک۔

ما مصدریہ ہو تو معنی یہ ہے ہر مؤنث کے حاملہ ہونے کی اور رحموں کے گھٹنے اور انکے بڑھنے کو جانتا ہے۔ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِمِقْدَارٍ (اور ہر چیز اسکے ہاں مقدار کے ساتھ ہے) ایک اندازے اور حد تک ہے جس سے وہ تجاوز نہیں کرتی اور نہ کم ہوتی ہے جیسا اس ارشاد میں انا کل شیء خلقنٰہ بقدر [القمر:۴۹]

۹: عٰلِمُ الْغَيْبِ (وہ غیب کا جاننے والا ہے) غیب سے مراد جو مخلوق سے پوشیدہ ہے وَالشَّهَادَةِ (اور سامنے والی چیز کو) جسکا وہ مشاہدہ کرتے ہیں۔ الْكَبِيرُ (عظمت والی) بڑی شان والی جس سے ہر چیز کم ہے۔ الْمُتَعَالِ (عالی شان ذات ہے) ہر شئی سے اپنی قدرت کے ساتھ بلند و بالا۔ نمبر۲۔ مخلوقات کی تعریف سے بلند و بالا اور عالی شان ہے۔ دونوں حالتوں میں مکی یا سے پڑھتے ہیں یعنی وصل و وقف کی حالت۔

۱۰: سَوَاءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ (جو شخص تم میں سے کوئی بات چپکے سے کہے اور جو پکار کر کہے یہ سب برابر ہیں) اللہ تعالیٰ کے علم میں وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ بِالَّيْلِ (اور جو شخص رات کو چھپنے والا ہو) مستخف کا معنی چھپنے والا وَسَارِبٌ بِالنَّهَارِ (اور جو دن میں چلے) اپنے راستہ پر چلنے والا ہو اور سامنے جانے والا ہو۔ کہا جاتا ہے سرب فی الارض سروبا اور سارب کا عطف من هو مُسْتَخْفٍ پر ہے صرف مُسْتَخْفٍ پر نہیں ہے نمبر۲۔ مُسْتَخْفٍ پر ہو تو من دو کے معنی میں ہے۔

۱۱: لَهٗ (اسکے لئے ہے) ہٗ کی ضمیر من کی طرف لوٹتی ہے گویا اس طرح فرمایا لمن اسرّ و من جهر و من استخفٰی و من سرب مُعَقِّبٰتٌ (حفاظتی فرشتے) فرشتوں کی وہ جماعتیں جو حفاظت میں باری باری آتی ہیں۔ اصل معتقبات تھا تا کو قاف میں ادغام کر دیا۔ نمبر۲۔ یہ عقبہ سے مفعّلات کا وزن ہے جبکہ وہ اسکے پیچھے آئے کیونکہ وہ ایک دوسرے کے پیچھے آتے ہیں۔ نمبر۳۔ کیونکہ وہ کلام کرنے کے بعد آکر اس بات کو لکھ لیتے ہیں۔ مِّنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ (سامنے اور پیچھے سے) یعنی اسکے آگے اور پیچھے يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ (وہ اسکی حفاظت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے) یہ دونوں اکٹھی مل کر صفتیں ہیں۔ من امر اللّٰہ یہ یحفظون کا صلہ نہیں۔ گویا تقدیر عبارت اس طرح ہے له معقبات من امر اللّٰه۔ نمبر۲۔ یحفظونه من اجل امر اللّٰه ای من اجل ان اللّٰه تعالیٰ امر هم بحفظهٖ۔ اس خاطر کہ اللہ تعالیٰ نے انکو اسکی حفاظت کا حکم فرمایا ہے۔ نمبر۳۔ یحفظون من بأس اللّٰه و نقمته اذا اذنب بدعائهم له۔ وہ اللہ تعالیٰ کی پکڑ اور عذاب سے اسکی حفاظت کرتے ہیں اسکو پکارنے کے سبب سے جبکہ وہ گناہ کر لیتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ (بیشک اللہ تعالیٰ کسی قوم کی (اچھی) حالت کو (بری) حالت سے نہیں بدلتا) ما سے مراد عافیت و نعمت ہے حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ یہاں تک وہ اپنی (اچھی) حالت کو نہیں بدلتے) اچھی حالت میں کثرت معاصی کے ذریعہ وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا (جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کے ساتھ برائی کا ارادہ کر لیتا ہے) سوء سے عذاب مراد ہے۔ فَلَا مَرَدَّ لَهٗ (تو اسکے بچنے کی کوئی صورت نہیں) اسکو کوئی چیز دور نہیں کر سکتی وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ (اور اللہ تعالیٰ کے سوا انکا کوئی مددگار نہیں رہتا) اللہ تعالیٰ کے سوا جو انکے معاملے کا ذمہ دار بنے اور ان سے عذاب کو ہٹائے۔

هُوَالَّذِیْ یُرِیْکُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّیُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ﴿۱۲﴾ وَیُسَبِّحُ

اللہ وہی ہے جو تمہیں بجلی دکھاتا ہے جس سے تمہیں ڈر لگتا ہے اور امید بندھتی ہے اور وہ بھاری بادلوں کو پیدا فرماتا ہے، اور رعد اس کی

الرَّعْدُ بِحَمْدِہٖ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ مِنْ خِیْفَتِہٖ وَیُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَیُصِیْبُ بِھَا مَنْ

تسبیح کے ساتھ اس کی تعریف بیان کرتا ہے، اور فرشتے بھی اس کے خوف سے، اور وہ بجلیاں بھیجتا ہے پھر جسے چاہے

یَّشَآءُ وَھُمْ یُجَادِلُوْنَ فِی اللّٰہِ وَھُوَشَدِیْدُ الْمِحَالِ ﴿۱۳﴾

پہنچا دیتا ہے اور حال یہ ہے کہ وہ لوگ اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں اور وہ سخت قوت والا ہے۔

قدرتِ باری تعالیٰ کا نمونہ:

۱۲: هُوَ الَّذِیْ یُرِیْکُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّ طَمَعًا (وہی ذات ہے جو تم کو ڈرانے اور امید دلانے کیلئے بجلی دکھاتا ہے) خوفًا و طمعًا یہ دونوں البرق سے حال ہیں۔ گویا کہ وہ ذاتی اعتبار سے نرا خوف اور طمع ہے۔ نمبر۲۔ تقدیر عبارت اس طرح ہوگی: ذاخوف حذف مضاف کے ساتھ۔ خوف والے اور طمع والے ہوتے ہو۔ یعنی مخاطبین خوف والے اور طمع والے ہوتے ہیں مطلب یہ ہے کہ وہ بجلی کے چمکنے سے بجلی کے گرنے کا خطرہ اور بارش کی طمع رکھتے ہیں۔ ابوالطیب نے کہا وہ ایسا نوجوان ہے جو سیاہ بادل کی طرح ہے کہ جس کو طوفان کا خطرہ اور بارش کی امید ہے۔ اسکے عطیہ کی امید اور گرجوں کا ڈر ہے۔ اور بارش سے وہ ڈرتا ہے جس کا اسمیں نقصان ہو جیسے مسافر اور جسکا گھر ٹپکتا ہو۔ اور وہ شہری لوگ کہ بارش سے نفع نہیں اٹھاتے اور بارش کی طمع وہ رکھتے ہیں جنکو اس سے فائدہ ہوتا ہے۔ وَّ یُنْشِئُ السَّحَابَ (وہ بادلوں کو اٹھاتا ہے) السحاب یہ اسم جنس ہے اور اسکا واحد سحابۃ ہے۔ الثِّقَالَ (جو بھاری ہوتے ہیں) پانی کے ساتھ۔ الثقال جمع ثقیلہ ہے جیسا کہ تم کہو سحابۃ ثقیلۃ وسحاب ثقال۔

۱۳: وَیُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِہٖ (اور رعد فرشتہ اسکی پاکیزگی اسکی تعریف کے ساتھ بیان کرتا ہے) گرج کو سننے والے بارش کے امیدوار بندے اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتے ہیں۔ یعنی سبحان اللہ اور الحمدللہ کے کلمات بولتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے کہ بادل پر مقرر فرشتہ رعد ہے۔ اور اسکے پاس آگ کے کوڑے ہیں جن سے وہ بادلوں کو ہنکاتا ہے اور یہ سنائی دینے والی آواز بادلوں کو دی جانے والی جھڑکی ہے جو اس وقت دی جاتی ہے یہاں تک کہ وہ منزل مامور پر پہنچ جائیں۔ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ مِنْ خِیْفَتِہٖ (اور فرشتے اسکے خوف سے) تقدیر عبارت اس طرح ہے ویسبح الملائکۃ من ھیبتہ واجلالہ ملائکہ اسکے خوف واجلال کی وجہ سے تسبیح کرتے ہیں۔ وَیُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَیُصِیْبُ بِھَا مَنْ یَّشَآءُ (اور وہ بجلیاں بھیجتا ہے پس جس پر چاہتا ہے انکو گراتا ہے) الصاعقہ وہ آگ جو آسمان سے گرے۔ جب علم الٰہی کا تذکرہ ہوا جو کہ ہر چیز میں نافذ ہے اور اللہ تعالیٰ کے علم میں ظاہر و خفی برابر ہیں۔ اور اس بات کا تذکرہ فرمایا جو اللہ تعالیٰ کی ظاہر قدرت اور وحدانیت پر دلالت کرنے والی ہے تو فرمایا وَھُمْ یُجَادِلُوْنَ فِی اللّٰہِ (وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑنے والے ہیں) یعنی رسول اللہ ﷺ کی تکذیب کرنے والے اللہ تعالیٰ کے متعلق

لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ؕ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا

سچا پکارنا اسی کے لئے خاص ہے اور جو لوگ اس کے علاوہ دوسروں کو پکارتے ہیں وہ ذرا بھی ان کی درخواست کو منظور نہیں کرتے مگر

كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ؕ وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا

جیسے کوئی شخص پانی کی طرف اپنی ہتھیلیاں پھیلائے ہوئے ہوتا کہ پانی اس تک پہنچ جائے حالانکہ وہ اس تک پہنچنے والا نہیں اور کافروں کی پکار

فِيْ ضَلٰلٍ ﴿۱۴﴾ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ

بس ضائع ہے، اور اللہ ہی کے لئے سجدہ کرتے ہیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں خوشی سے اور مجبوری سے اور ان کے سائے بھی صبح اور شام کے

وَالْاٰصَالِ ﴿۱۵﴾ السجدۃ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ

السجدۃ ۲

اوقات میں، آپ سوال کیجئے کہ آسمانوں کا اور زمینوں کا رب کون ہے؟ آپ جواب دیجئے کہ اللہ ہے، آپ سوال کیجئے کیا تم لوگوں نے اللہ کے سوا دوسرے

دُوْنِهٖ اَوْلِيَآءَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى

مددگار تجویز کر رکھے ہیں جو اپنی جانوں کے لئے نفع اور ضرر کے مالک نہیں ہیں؟ آپ سوال کیجئے کیا نابینا اور بینا برابر

وَالْبَصِيْرُ ۙ اَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ ۚ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا

ہوسکتے ہیں؟ کیا اندھیریاں اور روشنی برابر ہوسکتی ہیں کیا یہ بات ہے کہ ان لوگوں نے اللہ کے لئے شریک تجویز کئے ہیں جنہوں نے کوئی چیز پیدا کی ہو

كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۱۶﴾

جیسے کہ اللہ نے مخلوق کو پیدا کیا ہے، جس کی وجہ سے ان پر مخلوق میں اشتباہ پیدا ہو گیا ہو، آپ فرما دیجئے اللہ ہر چیز کا پیدا فرمانے والا ہے اور وہ تنہا ہے غالب ہے۔

جھگڑتے ہیں کہ اللہ کا رسول تو بعث و اعادہ خلق کو بیان کرتا ہے اور یہ اسکا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں من یحیی العظام وھی رمیم[یٰسٓ :۷۸] اور بہت سے معبود مان کر وحدانیت کا انکار کرتے ہیں۔ اور الملائکۃ بنات اللہ کہہ کر اللہ تعالیٰ کو منجملہ اجسام میں سے قرار دیتے ہیں۔ نمبر۲۔ واؤ حالیہ ہے۔ وہ بجلی اللہ تعالیٰ جس پر چاہتے ہیں حالت جدال میں گراتے ہیں۔ اس کا واقعہ اس طرح ہے۔ لبید بن ربیعہ عامری کا بھائی اربد، عامر بن طفیل کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ارادۂ قتل لیکر آئے۔ عامر کو اونٹ جیسی گلٹی نکلی اور وہ ایک سلولی عورت کے گھر میں مرگیا۔ اور اربد پر بجلی گری جس سے وہ ہلاک ہو گیا۔ اربد نے یہ گستاخانہ کلمہ کہا تھا اخبرنی عن ربنا امن نحاس ھو ام من حدید[ابو یعلی فی مسندہ] وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ (حالانکہ وہ بڑی سخت قوت والا ہے) المحال بمعنی المماحلہ ہے اور وہ سخت تدبیر و مقابلہ کو کہتے ہیں اسی سے تمحل لکذا جبکہ وہ حیلہ کے استعمال میں تکلف کرے۔ اور خوب محنت کرے۔ محل فلان کہتے ہیں اذا کا دہٗ جب خفیہ تدبیر کرے اور بادشاہ کے ہاں اسکی چغلی کرے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ

اپنے دشمنوں کو ہلاک کرنے کی خفیہ مضبوط تدابیر کرنے والا ہے۔ جہاں سے انکو گمان بھی نہیں ہوتا۔

سچی پکار اللہ تعالیٰ کی:

۱۴: لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ (سچا پکارنا اسی کیلئے خاص ہے) دعوت کی اضافت حق کی طرف کی گئی جو کہ باطل کی ضد ہے تا کہ دعوت کا حق کے ساتھ ملا ہوا ہونا اور باطل سے الگ ہونا معلوم ہو۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو پکارا جاتا ہے تو وہ پکارنے والے کی پکار کو قبول کرتا اور اسکا مطلوب اسے عنایت فرماتا ہے یہ پکار حق کے ساتھ اس لئے ملی ہوئی تھی کیونکہ اسکی ذات اسکے لائق ہے کہ دعا کو اسکی طرف متوجہ کیا جائے کیونکہ اسکی پکار میں فائدہ اور نفع ہے بخلاف انکی پکار کے جنکی پکار سے کوئی فائدہ نہیں۔

شدید المحال اور له دعوة الحق کا ماقبل سے تعلق واقعہ اربد کے سلسلہ میں تو ظاہر ہے۔ کیونکہ اس پر بجلی کا پڑنا اللہ تعالیٰ کی قوت اور خفیہ تدبیر پر دلالت کر رہا ہے کہ اسکو خبر بھی نہ ملی اور وہ ہلاک ہوگیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اسکے اور اسکے ساتھی کے متعلق یہ بددعا فرمائی۔ اللّٰهم اخسفهما بما شئت یہ سچی بددعا ان دونوں کے حق میں منظور ہوئی۔ اس میں کفار مکہ کے لئے شدید وعید ہے کہ اگر رسول اللہ ﷺ نے انکے حق میں بددعا کر دی تو وہ قبول ہو جائے گی۔ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ (اور جن کو یہ کفار) اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہیں) لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ (وہ انکے لئے انکی درخواست کو ذرہ بھر قبول نہیں کر سکتے) انکی مطلوبہ اشیاء میں سے اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ (مگر اس شخص کی طرح جو اپنی ہتھیلیوں کو پانی کی طرف پھیلانے والا ہوتا ہے کہ وہ اسکے منہ کو پہنچ جائے) یہ لا یستجیبون کے مصدر استجابۃ سے استثناء ہے۔ کیونکہ فعل اپنے حروف سے مصدر اور اپنے صیغہ سے زمانہ اور اپنی ضرورت سے مکان اور حال پر دلالت کرتا ہے اسی لئے تمام کا فعل سے استثناء جائز ہے۔ پس تقدیر عبارت یہ ہے۔ لا یستجیبون استجابة الا استجابة کا ستجابة باسط کفیه الی الماء ای کاستجابة الماء لمن بسط کفیه الیه یطلب منه ان یبلغ فاه والماء جماد لا یشعر ببسط کفیه ولا بعطشه وحاجته الیه ولا یقدر ان یجیب دعاء ہ و یبلغ فاہ وکذلك مایدعونه جماد لا یحسّ بدعا ئهم ولا یستطیع اجابتهم ولا یقدر علی نفعهم وہ کوئی استجابت نہیں کر سکتے مگر ایسی استجابت جو اس شخص جیسی ہو جو پانی کی طرف دونوں ہتھیلیاں پھیلانے والا ہو۔ یعنی اسکی استجابت پانی کی استجابت کے مشابہ ہے اس شخص کیلئے جو اپنی ہتھیلیاں پانی کی طرف پھیلا کر مطالبہ کر رہا ہو کہ وہ پانی اسکے منہ کو پہنچ جائے جبکہ پانی تو جماد ہے۔ اسکے ہاتھ پھیلانے اور اسکی پیاس اور ضرورت کو نہیں جانتا اور نہ اسکی پکار کا جواب دینے کی طاقت رکھتا ہے اور نہ ہی اسکے منہ تک خود پہنچنے کی اسمیں طاقت ہے اسی طرح جن کو وہ پکارتے ہیں جماد ہے انکی پکار کو محسوس نہیں کرتا اور نہ ہی اس میں قبولیت کی استطاعت اور نفع کی قدرت ہے لیبلغ کی لام بباسط کفیه کے متعلق ہے۔ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ (اور وہ اسکو پہنچنے والا نہیں) پانی اسکے منہ کو پہنچنے والا نہیں۔ وَ مَادُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ (اور کافروں کا پکارنا محض بے کار ہے) ضائع ہے اس میں کوئی فائدہ نہیں۔ کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ کو پکاریں تو وہ (انکے کفر کی وجہ سے) قبول نہیں کرتا اور اگر وہ بتوں کو پکاریں تو وہ قبولیت کی صلاحیت نہیں رکھتے۔

سب اللہ کے مطیع:

۱۵: وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اور اللہ تعالیٰ ہی کو سجدہ کرنے والے ہیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں) عبادت واطاعت کا سجدہ طَوْعًا (خوشی سے) یہ حال ہے مَنْ سے ملائکہ اور مومنین مراد ہیں۔ وَّكَرْهًا (مجبوری سے) منافق و کفار سختی وتنگی کی حالت میں وَّظِلٰلُهُمْ (اور انکے سائے) اسکا عطف مَنْ پر ہے۔ ظلال جمع ظل ہے (سایہ) بِالْغُدُوِّ (صبح کے وقت) یہ غداۃ کی جمع جیسے قُنِیّ و قناۃ وَالْاٰصَالِ (اور شام کے وقت) یہ جمع اُصل جمع اصیل ہے ایک قول یہ ہے کہ ہر چیز کا سایہ اللہ تعالیٰ کو صبح وشام سجدہ کرتا ہے اور کافر کا سایہ مجبوراً سجدہ کرتا ہے کیونکہ کافر کو یہ ناپسند ہے۔ اور مومن کا سایہ خوشی سے سجدہ کرتا ہے کیونکہ مومن اطاعت کرنے والا ہے۔

۱۶: قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قُلِ اللّٰهُ (اس میں انکے اعتراف کو بیان کیا کیونکہ جب انہیں من رب السمٰوٰت والارض کہہ کر سوال کریں تو مجبوراً انکو جواب میں اللہ کہنا پڑتا ہے۔ اسکی دلیل ابن مسعود اور اُبی کی قراءت قالوا اللہ ہے۔ نمبر۲۔ یہ تلقین ہے یعنی اگر وہ جواب نہ دیں تو تلقین کرو اللہ رب السمٰوٰت والارض۔ اس لئے کہ اسکا جواب اسکے سوا اور کچھ نہیں۔ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ (کہہ دیں کیا تم نے پھر بھی اسکے سوا اور کارساز بنالئے) کیا اس بات کو جاننے کے بعد کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا رب ہے تم نے اسکے سوا کارساز بنالیے ہیں۔ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا (جنکا اپنا نفع ونقصان بھی اپنے اختیار میں نہیں) وہ طاقت نہیں رکھتے اپنے نفسوں کے متعلق کہ انکو نفع پہنچائیں یا اپنے نفوس سے ضرر کو دور کرسکیں پھر دوسروں کو نفع ونقصان کی طاقت کس طرح ان میں ہوسکتی ہے۔ حالانکہ تم نے تو انکو خالق، رازق، المثیب، العاقب ذات پر ترجیح دے رکھی ہے۔ تم کس قدر کھلی گمراہی میں مبتلا ہو۔

مشرک ومؤمن برابر نہیں:

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ (کہہ دیں کیا اندھا اور آنکھوں والا برابر ہیں) یعنی کافر ومومن نمبر۲۔ جو کچھ نہ دیکھتا ہو اور جس ذات پر کوئی چیز مخفی نہ ہو۔ اَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ (یا تاریکیاں اور روشنی برابر ہے) یعنی کفر اور ایمان۔ قراءت: حفص کے علاوہ کوفی قراء نے یستوی پڑھا ہے۔ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ (یا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے شریک بنالئے) اَمْ، بَلْ کے معنی میں ہے بلکہ کیا انہوں نے بنالئے شریک؟ ہمزہ انکار کیلئے ہے۔ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ (انہوں نے کسی چیز کو پیدا کیا ہو جیسا خدا نے پیدا کیا) اسکے پیدا کرنے کی طرح پیدا کیا ہو یہ شرکاء کی صفت ہے یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ کا شریک نہیں بنایا ایسے شرکاء کو جو پیدا کرنے والے ہوں کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے کی طرح پیدا کیا ہو۔ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ (کہ دونوں کی مخلوق میں تشابہ پیدا ہوگیا ہو) کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی مخلوق، شرکاء کی مخلوق سے رل مل گئی کہ جس سے انکو یہ کہنا پڑا۔ ہمارے شرکاء پیدا کرنے پر اسی طرح قدرت رکھتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ اس لئے یہ عبادت کے حقدار بن گئے اور ہم نے انکو اسکا شریک قرار دیکر انکی اسی طرح عبادت شروع کر دی جیسا اسکی عبادت کی جاتی ہے لیکن انہوں نے تو عاجزوں کو شریک بنایا جو اس کی قدرت بھی نہیں رکھتے جو مخلوق کو قدرت حاصل ہے۔ چہ جائے کہ انکو وہ قدرت حاصل ہو جو خالق کو ہے۔ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ (کہہ دیں کہ

اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا

اللہ نے آسمان سے پانی اتارا پھر نالے اپنی مقدار کے موافق بہنے لگے پھر بہتے ہوئے پانی نے اپنے اوپر جھاگ کو اٹھایا جو پانی پر

رَّابِيًا ؕ وَمِمَّا يُوْقِدُوْنَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَآءَ حِلْيَةٍ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ ؕ

بلند ہے اور جن چیزوں کو آگ میں ڈال کر اوپر سے جلاتے ہیں تاکہ زیور یا کوئی دوسری نفع کی چیز حاصل کریں اس میں بھی اسی طرح کی جھاگ ہیں

كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ۬ؕ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً ۚ وَاَمَّا مَا

اسی طرح اللہ حق اور باطل کی مثال بیان فرماتا ہے، سو جو جھاگ ہے وہ تو بے فائدہ ہو کر چلا جاتا ہے اور جو

يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ ﴿۱۷﴾ لِلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا

لوگوں کو نفع دیتا ہے وہ زمین میں ٹھہر جاتا ہے اللہ تعالیٰ ایسے ہی مثالیں بیان فرماتا ہے جن لوگوں نے

لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰى ؕ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهٗ لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ

اپنے رب کی اطاعت کی ان کے لئے جنت ہے اور جن لوگوں نے اللہ کی فرماں برداری نہ کی اگر ان کے لئے وہ سب کچھ ہو جو زمین میں ہے اور اس کے ساتھ

مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْحِسَابِ ۙ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۸﴾

اس جیسا اور بھی ہو تو وہ اس سب کو اپنی جان کے بدلہ دے دیں گے یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے برا حساب ہے اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ رہنے کی بری جگہ ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا خالق ہے) یعنی اجسام و اعراض کا خالق ہے۔ غیر اللہ خالق نہیں ہیں۔ مخلوق میں اسکا شریک بننا درست بھی نہیں۔ پس عبادت میں اسکا کوئی شریک نہیں ہوسکتا۔

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بندے کے افعال کا خالق نہیں۔ بلکہ بندے خود ان افعال کے خالق ہیں تو انکے اس قول کے مطابق مخلوق کے مشابہ مخلوق ہوگئی۔ وَهُوَ الْوَاحِدُ (اور وہی یکتا ہے) ربوبیت میں یگانہ ہے۔ الْقَهَّارُ وہ مغلوب نہیں ہوتا۔ اسکے علاوہ تمام مربوب اور مقہور ہیں۔

حق و باطل کی مثال:

۱۷: اَنْزَلَ (اس نے اتارا)۔ واحد قہار اور وہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہے مِنَ السَّمَآءِ (آسمان سے) یعنی بادلوں سے مَآءً (پانی) بارش فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌ بِقَدَرِهَا (بس بہہ پڑیں وادیاں اپنی مقدار کے مطابق) اس مقدار کے مطابق جسکے متعلق اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ کس قدر نفع بخش ہے نقصان دینے والی نہیں۔ فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ (سیلاب نے اٹھایا) یعنی بلند کیا۔ زَبَدًا (جھاگ) مطلب یہ ہے اس پر جھاگ بلند ہوئی۔ رَّابِيًا (پانی کے اوپر بلند ہونے والا) پھولنے والا۔ سیلاب کی سطح پر بلند ہونے والا۔ وَمِمَّا

یُوۡقِدُوۡنَ عَلَیۡهِ (جن چیزوں کو آگ میں تپاتے ہیں)
قراءت: ابوبکر کے علاوہ کوفی قراء نے یوقدون پڑھا اور ابن کثیر، ابن عامر، عاصم وغیرہ نے توقدون پڑھا۔ مِنْ نمبرا۔ ابتدائیہ ہے۔ مطلب یہ ہے اس سے بھی جھاگ پیدا ہوتی ہے جو پانی کی جھاگ جیسی ہوتی ہے۔ نمبر۲۔ تبعیضیہ ہے اور اسکا بعض حصہ جھاگ ہے۔ فِی النَّارِ یہ علیہ کی ضمیرہ سے حال ہے۔ تقدیر اسطرح ہے ومما یوقدون علیه ثابتًا فی النار۔ جس پر آگ جلاتے ہیں اس حال میں کہ وہ آگ میں قائم رہنے والی ہے۔ ابۡتِغَآءَ حِلۡیَةٍ (زیور بنانے کیلئے) زیور بنانے کی خاطر۔ نحو: یہ مصدر ہے جو کہ توقدون کی ضمیر سے حال واقع ہو رہا ہے۔ اَوۡ مَتَاعٍ (یا سامان) لوہے، تانبے پیتل وغیرہ جن سے برتن بنتے ہیں اور وہ چیز جن سے سفر وحضر میں فائدہ اٹھایا جاتا ہے وہ بنتی ہیں۔ اسکا عطف حِلۡیَةٍ پر ہے۔ زینت کی چیزیں سونے اور چاندی سے زَبَدٌ (جھاگ) مِّثۡلُهٗ (اسکی مثل)
نحو: زبدٌ مبتداء موصوف مثلہ اسکی صفت، ممایوقدون اسکی خبر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان دھاتوں پر بھی پگھلاتے وقت پانی جیسی جھاگ آتی ہے۔ کَذٰلِكَ یَضۡرِبُ اللّٰهُ الۡحَقَّ وَالۡبَاطِلَ (اسی طرح اللہ تعالیٰ حق و باطل کی مثال بیان کرتے ہیں) یعنی حق وباطل کی مثال فَاَمَّا الزَّبَدُ فَیَذۡهَبُ جُفَآءً (پھر جھاگ خشک ہو کر ختم ہو جاتا ہے) جُفاءً یہ حال ہے۔ اس حال میں کہ وہ بکھرنے والی ہے۔ یہ وہ جھاگ ہے جسکو جوش کے وقت ہنڈیا پھینکتی ہے۔ اور سمندر طغیانی کے وقت اوپر لاتا ہے۔ الجفء، کا معنی خشک ہونا، پھینکنا' جیسا کہتے ہیں۔ جفأت الرجل ای صرعته وَاَمَّا مَا یَنۡفَعُ النَّاسَ (اور پھر وہ لوگوں کے لئے فائدہ مند ہے) یعنی پانی، زیور، برتن فَیَمۡكُثُ فِی الۡاَرۡضِ (پس وہ زمین میں ٹھہر جاتا ہے) پانی چشموں، کنوؤں، غلہ جات، فروٹ میں برابر برقرار رہتا ہے۔ اسی طرح جواہر زمین میں طویل مدت باقی پڑے رہتے ہیں۔ کَذٰلِكَ یَضۡرِبُ اللّٰهُ الۡاَمۡثَالَ (اسی طرح اللہ تعالیٰ مثالیں بیان کرتے ہیں) اسی طرح اللہ تعالیٰ حق و باطل کی مثالیں بیان کرتے ہیں تاکہ حق باطل سے ظاہر وجدا ہو جائے۔
کہا جاتا ہے کہ یہ مثال اللہ تعالیٰ نے حق اور اہل حق اور باطل اور باطل پرستوں کی بیان فرمائی ہے۔
حق کی مثال: حق اور اہل حق کی مثال اس پانی سے دی جو آسمان سے اترتا ہے۔ پھر وہ لوگوں کی وادیوں میں بہتا ہے اس سے لوگ زمین کو زندہ کرتے اور قسماقسم کے منافع حاصل کرتے ہیں۔ اسی طرح دھات سے تشبیہ دی۔ جس سے لوگ زیور، برتن، مختلف آلات، مشینریاں بناتے ہیں۔ یہ دھاتیں زمین میں ظاہراً مختلف صورت میں باقی رہنے والی ہیں پانی تو منافع کی صورت میں اور جواہر طویل و دراز زمانوں تک باقی رہتے ہیں باطل کو جلدی مضمحل ہونے اور جلد زائل ہونے میں جھاگ سے تشبیہ دی جس کو پھینک دیا جاتا ہے اور دھاتوں کی جھاگ سے جو پگھلاتے وقت ابھر کر بیکار ہو جاتا ہے۔
بقول جمہور: یہ مثال اللہ تعالیٰ نے قرآن اور قلوب کی اور حق و باطل کی بیان فرمائی۔ الماء قرآن مجید ہے جو باغات کیلئے زندگی ہے جیسا کہ پانی ابدان کیلئے اور قلوب کو اَوۡدِیَه سے اب بِقَدَرِهَا کا مطلب دل کی وسعت وتنگی کے مطابق اور الزبد دل میں آنے والے خیالات اور شیطان کے وساوس۔ حق کی مثال صاف نفع بخش پانی کی طرح ہے۔ جس طرح میل دور ہو جاتی ہے باطل اسی طرح ہے اور صاف پانی باقی رہتا ہے اسی طرح نفسانی خیالات اور وساوس شیطانی ختم ہو جاتے ہیں اور اصل حق باقی رہتا ہے۔
باقی سونے، چاندی کے زیور یہ عمدہ احوال۔ پاکیزہ اخلاق باقی لوہا، تانبا، پیتل یہ ان اعمال کی مثال ہے جو اخلاص کے ساتھ

اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا

جو شخص یہ جانتا ہے کہ جو کچھ آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا ہے وہ حق ہے کیا یہ شخص اس شخص کی طرح سے ہو سکتا ہے جو اندھا ہو نصیحت تو وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو

الْاَلْبَابِ ﴿۱۹﴾ الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ﴿۲۰﴾ وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ

عقل والے ہیں جو اللہ کے عہد کو پورا کرتے ہیں اور عہد کو نہیں توڑتے، اور جو اس چیز کو جوڑے رکھتے ہیں

مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ ﴿۲۱﴾ؕ

جس کے جوڑے رکھنے کا اللہ نے حکم دیا، اور اپنے رب سے ڈرتے ہیں، اور برے حساب کا اندیشہ رکھتے ہیں،

اخلاص کیلئے بنائے گئے۔اعمال ثواب کو کھینچنے والے اور عقاب کو دور کرنے والے ہیں۔جس طرح کہ ان میں سے بعض جواہر کمائی کرنے کا ذریعہ ہیں اور بعض لڑائی میں دفاع کا آلہ ہیں۔الزبد یہ ریا کاری،نقصان،اکتاہٹ،سستی ہے۔

ماننے والوں اور نہ ماننے والوں کا انجام:

۱۸: لِلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا (اور وہ لوگ جنہوں نے مان لیا) اسکی لام یضرب سے متعلق ہے استجابوا یہ اجابوا کے معنی میں ہے مطلب یہ ہے کذلك يضرب الله الا مثال للمؤمنين الذين استجابوا اسی طرح اللہ تعالیٰ ان مومنین کیلئے مثالیں بیان کرتے ہیں جنہوں نے قبول کیا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰى (اپنے رب کی بات انکے لئے اچھا بدلہ ہے) استجابوا کے مصدر کی صفت ہے ای استجابوا الاستجابة الحسنٰی۔انہوں نے قبول کیا اچھی طرح قبول کرنا۔وَالَّذِيْنَ لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهٗ (اور وہ لوگ جنہوں نے قبول نہیں کیا اسکو) یعنی ان کافروں کیلئے جنہوں نے نہیں مانا۔یہ دونوں گروہوں کی مثال ہے۔ لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّ مِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ (اگر انکے پاس دنیا بھر کی چیزیں ہوں اور اسکے ساتھ اتنی اور بھی ہوں تو وہ سب اپنی رہائی کیلئے دے ڈالیں گے) مگر انکی رہائی نہ ہوگی یہ ابتدائی کلام ہے۔جسمیں ان لوگوں کا تذکرہ ہے جو قبول نہ کرنیوالے ہیں یعنی اگر وہ تمام دنیا کے اموال کے مالک بنا دیئے جائیں اور اتنا کچھ اور بھی انکی ملک میں آجائے۔انکو کہا جائے کہ عذاب سے بچنے کیلئے یہ تمام مال دے دو تو عذاب کو دور کرنے کیلئے وہ تمام مال بھی خرچ کر ڈالیں گے اور درست ترین بات یہ ہے کہ کلام امثال پر پورا ہو گیا۔اور بعد والا کلام جملہ مستانفہ ہے۔الحسنٰی مبتداء للذین استجابو اسکی خبر ہے۔

نحو: مطلب یہ ہے انکو اچھا بدلہ ملے گا۔اور وہ جنت ہے۔والذین لم یستجیبو امبتداء ہے لو ان لهم الخ اسکی خبر ہے۔

اُولٰٓئِكَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْحِسَابِ (ان لوگوں کا سخت حساب ہوگا) حساب میں مناقشہ کیا جائے گا۔حدیث میں ہے من نوقش فی الحساب عُذِّب [بخاری] جس سے حساب پوچھ لیا گیا وہ عذاب میں مبتلا ہو گیا۔وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ (اور اُن کا ٹھکانہ جہنم ہے) محاسبہ کے بعد انکا ٹھکانہ جہنم کی آگ ہے۔وَبِئْسَ الْمِهَادُ (اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے)۔مخصوص بالذم محذوف ہے۔یعنی جہنم۔

۱۹: اَفَمَنْ يَّعْلَمُ (جو شخص یہ جانتا ہے) ہمزہ انکار کیلئے ہے اور اسکو فا پر اس لئے داخل کیا گیا تا کہ مثال بیان کرنے کے بعد اس شبہ میں مبتلا ہونے سے بچایا جائے۔ کہ اس علم والے کا حال جو یہ جانتا ہے اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ (کہ تیری طرف تیرے رب کی طرف سے حق اترا ہے۔) اور اس نے اس حق کو قبول کرلیا ہے۔ وہ جاہل کے حال سے مختلف ہے جو کچھ بھی بصیرت نہیں رکھتا پھر وہ بات مانتا ہے۔ اور یہی مطلب اس آیت کا ہے۔ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى (اس شخص کی طرح ہوسکتا ہے جو کہ اندھا ہو) انکے مابین پانی اور جھاگ والا فرق اور میل کچیل اور خالص دھات کے مابین والا فرق ہے۔ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَ لْبَابِ (عقل والے ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں) یعنی وہ لوگ جو اپنی عقول کے فیصلوں پر عمل کرتے اور غور وفکر کرتے ہیں۔

اولوالالباب کی صفات:

۲۰: اَلَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ (وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے وعدوں کو پورا کرتے ہیں)

نحو: یہ مبتداء ہے اور **اولئك لهم عقبى الدار** اسکی خبر ہے۔ جیسا کہ دوسری آیت **والذين ينقضون عهد الله** ۔ مبتداء اور **اولٰئك لهم اللعنة** خبر ہے [الرعد:۲۵] بعض نے کہا یہ اولی الالباب کی صفت ہے مگر پہلی صورت زیادہ وقیع ہے۔ عہد اللہ سے مراد شہادت ربوبیت والا معاہدہ ہے۔ جیسا کہ اس آیت میں **واشهد هم على انفسهم الست بربكم قالوا بلٰى** [الاعراف:۱۷۲] وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ (اور وہ پختہ عہد کو نہیں توڑتے) وہ پختہ عہد جو انہوں نے اپنے نفسوں سے لیا۔ اور قبول کیا یعنی ایمان باللہ اور بندوں کے درمیان کئے جانے والے معاہدے۔ اولاً خاص ذکر کیا پھر عام مواثیق کا ذکر کیا۔

۲۱: وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ (اور وہ لوگ جو ملاتے ہیں اس چیز کو جسکے ملانے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا) یعنی ارحام وقرابتیں اس میں قرابت رسول ﷺ اور قرابت مومنین جو ایمان کی وجہ سے ثابت ہوتی ہے وہ شامل ہے جیسا اس آیت میں ہے۔ **انما المومنون اخوة** [الحجرات:۱۰] وصل کا مطلب طاقت کے مطابق انکے ساتھ احسان کرنا اور انکی معاونت کرنا، ان سے ظلم کو دفع کرنا اور ان پر شفقت کرنا اور ان کو کھل کر سلام کہنا انکے بیمار کی تیمارداری کرنا اور انہی میں سے ایک حق دوستوں کے حق کی رعایت، خدام کا خیال، پڑوسیوں کا لحاظ، رفقائے سفر کے ساتھ سلوک بھی شامل ہے۔ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ (اور وہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں) اسکی تمام وعیدوں سے وَيَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ (اور وہ برے حساب سے ڈرتے ہیں) خاص طور پر وہ اپنے نفوس کا محاسبہ، محاسبہ سے پہلے کرتے رہتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً

اور جنہوں نے اپنے رب کی رضا حاصل کرنے کے لئے صبر کیا اور نمازوں کو قائم کیا اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے پوشیدہ طور پر اور ظاہری طریقے پر خرچ کیا

وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۲۲﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا

اور حسن سلوک کے ذریعہ بدسلوکی کو دفع کرتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے آخرت کا اچھا انجام ہے ہمیشہ رہنے والے باغ ہیں جن میں وہ داخل ہوں گے،

وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ

اور ان کے باپ دادوں اور بیویوں اور اولاد میں جو لائق ہوں گے وہ بھی ان میں داخل ہوں گے، اور ان پر ہر دروازہ سے فرشتے

مِّنْ كُلِّ بَابٍ ﴿۲۳﴾ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۲۴﴾ وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ

داخل ہوں گے جو یوں کہیں گے کہ تم نے جو صبر کیا اس کے بدلہ تم پر سلام ہو، سو اس جہاں میں اچھا انجام ہے، اور جو لوگ مضبوط کرنے کے بعد اللہ کے

عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِى

عہد کو توڑتے ہیں اور اللہ نے جس چیز کو جوڑنے کا حکم دیا اسے کاٹتے ہیں اور زمین میں فساد کرتے

الْاَرْضِ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴿۲۵﴾ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ

ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے لعنت ہے اور آخرت میں بدحالی ہے، اور اللہ جس کے لئے چاہتا ہے رزق کشادہ فرما دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے،

وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِى الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ ﴿۲۶﴾

اور وہ لوگ دنیاوی زندگی پر اترا رہے ہیں حالانکہ دنیا والی زندگی آخرت کے مقابلہ میں بس ایک ذرا سی کام آنے والی چیز ہے۔

۲۲: وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا (اور وہ لوگ جنہوں نے صبر کیا) یہ ان تمام مصائب پر حاوی ہے جو نفوس اور اموال پر دکھ برداشت کرنے کی صورت میں آتے ہیں۔ ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ (اپنے رب کی رضامندی چاہنے کیلئے) نہ اس لئے کہ کہا جائے کہ یہ کتنا بڑا صابر ہے۔ اور کتنا مصائب کو اٹھانے والا اور مذلۃ الاقدام مواقع پر ثابت قدم رہنے والا ہے اور نہ ہی اس لئے کہ گھبراہٹ میں عیب نہ لگایا جائے۔ (بلکہ اس لئے تاکہ اللہ راضی ہو جائے) وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ (اور نماز کو قائم کیا) اسکی اقامت پر مداومت اختیار کی۔ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ (اور اس میں سے خرچ کیا جو ہم نے انکو رزق دیا) یعنی حلال اگرچہ حرام بھی ہمارے نزدیک رزق ہے سِرًّا وَّعَلَانِيَةً (پوشیدہ اور ظاہر) اس میں نوافل بھی شامل ہیں کیونکہ وہ پوشیدہ افضل ہیں۔ اور فرائض سر عام افضل ہیں تاکہ اس پر یہ شبہ نہ ہو کہ یہ فرائض کا تارک ہے۔ وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ (اور وہ دور کرتے ہیں نیکی سے بدی کو) جو غلط بات انکو کہی جاتی ہے اسکا جواب اچھائی سے دیتے ہیں۔ نمبر۲۔ جب انکو محروم کیا جائے تو دیتے ہیں اور جب ان پر ظلم ہو تو وہ معاف کرتے

ہیں۔ جب ان سے قطع رحمی کی جائے تو وہ صلہ رحمی کرتے ہیں۔ اور جب گناہ کرتے ہیں تو توبہ کر لیتے ہیں اور وہ اطاعت سے بھاگ پڑیں تو واپس لوٹ آتے ہیں۔ جب کوئی برائی دیکھتے ہیں تو اسکی تبدیلی کا حکم دیتے ہیں۔ یہ وہ آٹھ اعمال ہیں جو جنت کے آٹھ دروازوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ (ان لوگوں کیلئے نیک انجام ہے) دنیا کا انجام اور وہ جنت ہے کیونکہ اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ وہ دنیا کا انجام بنے اور دنیا والوں کے لوٹنے کا ٹھکانہ ہو۔

۲۳: جَنّٰتُ عَدْنٍ (ہمیشہ کے باغات) یہ عقبی الدار سے بدل ہے۔ يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ (وہ انمیں داخل ہونگے اور وہ جو لائق ہونگے) یعنی ایمان لائیں گے مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ (انکے آباؤ اجداد اور انکی بیویوں اور انکی اولاد میں سے) قراءت: صَلُحَ بھی پڑھا گیا مگر فتحہ لام زیادہ فصیح ہے۔ اور من، یدخلونھا کی ضمیر پر عطف ہونے کی وجہ سے محل رفع میں ہے۔ کیونکہ ضمیر مفعول فاصل بن گیا ہے۔ زجاج نے اسکے مفعول معہ ہونے کو جائز قرار دیا۔ اور صلاح کی صفت کے ساتھ اسکو ذکر کیا۔ تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ نسب فقط فائدہ مند نہیں اور مراد ہر ایک کے ماں، باپ ہیں۔ اگرچہ ذکر تغلیباً آباء کا ہی کیا گیا۔ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ (اور فرشتے ہر دروازے سے ان پر داخل ہونگے) ہر دن ورات کی مقدار میں تین مرتبہ ہدایا پیش کریں گے اور رضائے الٰہی کی بشارتیں لائیں گے۔

۲۴: سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ (تم پر سلام ہو) یہ موضع حال میں ہے اس لئے کہ معنی یہ ہے قائلین سلام علیکم یا مسلمین۔ اس حال میں کہ کہہ رہے ہونگے تم پر سلام ہو یا اس حال میں کہ سلام کرنے والے ہونگے۔ بِمَا صَبَرْتُمْ (تمہارے صبر کرنے کی وجہ سے) یہ ثواب تمہیں اس لئے ملا کہ تم نے خواہشات سے صبر کیا نمبر۲۔ یا اللہ تعالیٰ کے حکم پر جمے رہنے کی وجہ سے یا نمبر۳۔ تم پر ہم سلام کرتے اور تمہارا اکرام تمہارے صبر کی وجہ سے کر رہے ہیں راجح ان میں سب سے بہتر پہلا قول ہے۔ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ (پس اس جہاں میں تمہارا یہ انجام بہت اچھا ہے) یعنی جنات کے باغات۔

وعدہ توڑنے والوں کا انجام:

۲۵: وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ (اور وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے وعدہ کو مضبوط کرنے کے بعد توڑتے ہیں) اس کے بعد کہ انہوں نے اس وعدہ کو اعتراف وقبولیت سے مضبوط کیا ہے۔ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ (اور وہ قطع کرتے ہیں اس کو کہ جسکے ملانے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا اور وہ زمین میں فساد کرتے ہیں) کفر اور ظلم کر کے اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ (ان لوگوں پر لعنت ہے) رحمت سے دوری وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ (اور انکے لئے برا گھر ہے) یہ بھی احتمال ہے کہ اس میں دنیا کے برے انجام کا ذکر ہو۔ کیونکہ یہ عقبی الدار کے مقابلہ میں ہے اور دار سے جہنم بھی مراد ہو سکتی ہے اور سوء سے اسکا عذاب مراد ہوگا۔

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ

اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ کہتے ہیں کہ ان پر کوئی نشانی ان کے رب کی طرف سے کیوں نازل نہیں کی گئی، آپ فرما دیجئے بلاشبہ اللہ گمراہ کرتا ہے جس کو چاہے

وَيَهْدِيْۤ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ ۖۚ ﴿۲۷﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اَلَا بِذِكْرِ

اور جو اس کی طرف رجوع ہوا سے اپنی طرف راہ دکھاتا ہے جو ایمان لائے اور ان کے دل اللہ کی یاد سے مطمئن ہوتے ہیں، خبردار اللہ کے

اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ؕ ﴿۲۸﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰى لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ ﴿۲۹﴾

ذکر سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے، جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان کے لئے خوشحالی ہے اور اچھا ٹھکانہ ہے،

كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ فِيْۤ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَاۤ اُمَمٌ لِّتَتْلُوَا۟ عَلَيْهِمُ الَّذِيْۤ اَوْحَيْنَاۤ

اسی طرح ہم نے آپ کو ایسی امت میں بھیجا جس سے پہلے بہت سی امتیں گزر چکی ہیں تا کہ آپ انہیں وہ چیز پڑھ کر سنائیں جو ہم نے آپ کی طرف وحی

اِلَيْكَ وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ ؕ قُلْ هُوَ رَبِّيْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ

کی ہے، اور وہ رحمٰن کے منکر ہو رہے ہیں، آپ فرما دیجئے وہ میرا رب ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں میں نے اس پر بھروسہ کیا اور اسی کی طرف

مَتَابِ ﴿۳۰﴾

میرا رجوع ہونا ہے

۲۶: اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ (اللہ تعالیٰ ہی روزی کو کھولتے ہیں جسکے لئے چاہتے اور تنگ کرتے ہیں) یعنی اور تنگ کرتے ہیں جسکے لئے چاہتے ہیں۔ مطلب یہ ہے اللہ تعالیٰ اکیلے ہی رزق کو کھولنے اور تنگ کرنے والے ہیں اور کوئی نہیں وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (اور وہ دنیا کی زندگی پر اتراتے ہیں) اس وجہ سے کہ اللہ نے انکو دنیا کی وسعت دے رکھی ہے یہاں فرح سے تکبر و غرور مراد ہے۔ فرح و سرور مراد نہیں جو اللہ تعالیٰ کے فضل و انعام سے حاصل ہوتا ہے۔ اور یہ لوگ شکر یہ سے اسکا سامنا نہیں کرتے۔ تا کہ آخرت میں نعمتوں سے اجر پا سکیں۔ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ (اور دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلہ میں صرف سامان ہے) ان کے سامنے یہ بات مخفی ہے کہ دنیا کی نعمتیں آخرت کی نعمتوں کے مقابلہ میں معمولی چیز ہیں اور ان سے نفع اندوزی مسافر کی اس چند کھجوروں جیسی ہے جو تیزی میں چلتے چلتے لے لیتا ہے یا ستو کا گھونٹ ہے۔

کفار کا اعتراض:

۲۷: وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ (اور کہتے ہیں کافر کیوں نہیں اتاری جاتی اس پر کوئی نشانی اسکے رب کی طرف سے) وہ نشانی جو ہم مانگتے ہیں۔ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ (کہہ دیں بیشک اللہ تعالیٰ جسکو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے)

معجزات کے ظہور کے بعد منہ مانگی نشانیوں کا مطالبہ کر کے۔ وَیَهْدِیْٓ اِلَیْهِ مَنْ اَنَابَ (اور وہ راہنمائی کرتا ہے اسکی طرف اسکو جو متوجہ ہوتا ہے) اور اپنے دین کی طرف اسکی راہنمائی کرتا ہے جو دل سے اسکی طرف رجوع کرے۔

۲۸: اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (وہ لوگ جو ایمان لائے) ھم مبتداء محذوف اور یہ خبر یا من کا بدل ہو کر محلاً منصوب ہے وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ (ان کے دل مطمئن ہو جاتے ہیں) تسکین حاصل کرتے ہیں۔ بِذِكْرِ اللّٰهِ (اللہ کے ذکر کے ساتھ) ہمیشہ یا نمبر۲۔ قرآن کے ساتھ نمبر۳۔ اسکے وعدوں کے ساتھ اَ لَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (خبردار اللہ تعالیٰ کے ذکر کے سبب دل مطمئن ہوتے ہیں) اسکی یاد کی وجہ سے مسلمانوں کے دل مطمئن ہوتے ہیں۔

۲۹: اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے) یہ مبتداء ہے اور طوبٰی لهم اسکی خبر ہے۔ طُوْبٰی لَهُمْ (انکے لئے خوشی ہے) یہ طاب سے مصدر ہے جیسے بشریٰ مطلب یہ ہے طوبٰی لك تیرے لئے اچھائی ہے۔ اصبت خیرًا و طیبًا میں نے بھلائی و پاکیزگی کو پالیا۔

نحو: اسکا مقام نصب یا رفع ہے جیسے کہیں طیباً لک۔ طیب لک۔ سلاماً لک و سلام لک۔ لھم کا لام بیان کیلئے ہے۔ اسکی مثال سقیا لک۔ طوبٰی میں واؤ اصل میں یا ہے جو ماقبل ضمیر کی وجہ سے واؤ بن گئی ہے جیسا موقن اصل میں مُیْقِنٌ ہے۔ وَحُسْنُ مَاٰبٍ (اچھی لوٹنے کی جگہ) ماب لوٹنے کی جگہ رفع ونصب اسکی محلیت پر دلالت کرتا ہے۔

۳۰: كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ (اسی طرح ہم نے بھیجا) اس بھیجنے کی طرح ارسلناك (ہم نے آپ کو بھیجا) اس طرح بھیجنا کہ جسکو تمام ارسالات پر فوقیت حاصل ہے۔ پھر اسکی تفصیل اسطرح فرمائی۔ فِیْٓ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَآ اُمَمٌ (ایسی امت میں کہ گزر چکیں اس سے پہلے امتیں) آپ کو ایسی امت میں بھیجا کہ جس امت سے پہلے بہت سی امتیں گزر چکیں۔ یہ آخری امت ہے اور آپ خاتم الانبیاء ہیں۔ لِتَتْلُوَاْ عَلَیْهِمُ الَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ (تاکہ آپ ان پر وہ پڑھیں جو ہم نے آپکی طرف وحی کی) تاکہ آپ انکے سامنے وہ عظیم الشان کتاب پڑھیں جو ہم نے آپکی طرف وحی کی۔ وَهُمْ یَكْفُرُوْنَ (حالانکہ وہ انکاری ہیں) انکا حال یہ ہے کہ یہ رحمان کے منکر ہیں بِالرَّحْمٰنِ (رحمان کے) بلیغ رحمت والا جسکی رحمت ہر چیز پر چھانے والی ہو۔ قُلْ هُوَ رَبِّیْ (کہہ دیں کہ وہ میرا رب ہے) اور ہر چیز کا رب ہے۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (اسکے سوا کوئی معبود نہیں) وہ اکیلا میرا رب ہے۔ اور شرکاء سے بلند و بالا ہے۔ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ (اسی ہی پر میں نے بھروسہ کیا) تمہارے خلاف اپنی مدد میں وَاِلَیْهِ مَتَابِ (اور اسی ہی کی طرف لوٹنا ہے) میرا لوٹنا۔ تمہاری طرف سے پہنچنے والی تکالیف پر مجھے ثواب دے گا۔

قراءت: یعقوب۔ وقف و وصل کی دونوں حالتوں میں متابی، عقابی، مآبی پڑھتے ہیں۔

وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى ؕ بَلْ لِّلّٰهِ

اور اگر قرآن ایسا ہوتا جس کی وجہ سے پہاڑ چلا دیئے جاتے یا اس کے ذریعہ زمین کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جاتے یا اس کے ذریعہ مردوں سے بات کرا دی جاتی تب بھی یہ لوگ ایمان لانے والے نہیں ہیں، بلکہ

الْاَمْرُ جَمِيْعًا ؕ اَفَلَمْ يَايْئَسِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَلَا

تمام امور اللہ ہی کے لئے ہیں، کیا اہل ایمان ناامید نہیں ہوئے حالانکہ یہ جانتے ہیں کہ اللہ چاہتا تو سب لوگوں کو ہدایت دے دیتا، اور جن لوگوں نے

يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا تُصِيْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ اَوْ تَحُلُّ قَرِيْبًا مِّنْ دَارِهِمْ حَتّٰى يَاْتِيَ

کفر کیا ان کے اعمال بد کی وجہ سے انہیں برابر کوئی نہ کوئی مصیبت پہنچتی رہے گی یا ان کے مکانوں کے قریب مصیبت نازل ہو جائے گی یہاں تک کہ اللہ کا

وَعْدُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴿۳۱﴾

وعدہ آ جائے بلاشبہ اللہ وعدہ خلاف نہیں فرماتا

قرآن سے ناممکن کام کر دیئے جائیں تب بھی نہ مانیں گے:

۳۱: وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ (اگر قرآن کے ذریعہ سے پہاڑوں کو چلا دیا جائے) جگہ سے ہٹا کر پھیلا دیا جائے۔ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ (یا زمین بھی طے کی جا سکتی ہو) یہاں تک کہ زمین پھٹ جائے اور ٹکڑے ٹکڑے ہو کر زائل ہو جائے۔ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى (یا اس سے مردوں سے بات کی جائے) وہ سنتے اور جواب دیتے تو یہ قرآن ہوتا کیونکہ یہ تذکیر میں انتہاء کو پہنچا ہوا ہے تخویف و انذار میں آخری درجہ کو پہنچا ہے۔ لَوْ۔ کا جواب محذوف ہے۔ یا نمبر۲۔ ولو ان قرآناً وقع به تسيير الجبال وتقطيع الارض و تكليم الموتى و تنبيئهم لما أمنوا به ولما تنبهوا عليه۔ اگر قرآن سے پہاڑوں کا چلانا ،زمین کا طے کرنا، مُردوں کا بات کرنا اور انکا خبردار کرنا واقع ہو جائے تب بھی ایمان نہ لائیں گے اور نہ متنبہ ہونگے جیسا کہ فرمایا ولو اننا نزلنا اليهم الملائكة [الانعام:۱۱۱] بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا (بلکہ تمام اختیار اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے) بلکہ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر قدرت ہے اور اسکو ان نشانات کے پیدا کرنے کی قدرت ہے جو تم اپنے منہ مانگ رہے ہو۔

اہل ایمان کو تسلی:

اَفَلَمْ يَايْئَسِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا (کیا ناامید نہیں ہوتے ایمان والے) (ان کفار کے ایمان لانے سے)۔ افلم يايئس یہ افلم یعلم کے معنی میں ہے اور یہ نخع قبیلہ کی لغت میں ہے ایک قول یہ ہے کہ یائس علم کے معنی میں اس لئے استعمال ہوتا ہے کیونکہ اس میں علم کا معنی پایا جاتا ہے۔ کیونکہ یائس عن الشی کا مطلب ہی یہ ہے کہ وہ جانتا ہے کہ یہ چیز نہ ہوگی جیسا کہ نسیان ترک کے معنی میں استعمال ہوتا ہے کیونکہ اس میں ترک کا معنی پایا جاتا ہے۔ اور اسکی دلیل قراءت علی رضی اللہ عنہ افلم يتبيّن ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ کاتب نے یہ لکھ دیا جبکہ وہ اونگھ رہے تھے پورا اونگھنا۔ مگر اسکے افتراء و بہتان ہونے میں شک نہیں اَنْ

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَمْلَيْتُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ

اور بہت سے پیغمبر جو آپ سے پہلے گزر چکے ہیں بلاشبہ ان کا مذاق بنایا گیا پھر میں نے ان لوگوں کو مہلت دی جنہوں نے کفر کیا، پھر میں نے ان کو پکڑ لیا سو میرا عذاب دینا

عِقَابِ ﴿۳۲﴾ اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ ۚ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ ؕ قُلْ سَمُّوْهُمْ ؕ

کیسا تھا؟ سو جو ذات ہر شخص کے اعمال پر مطلع ہو کیا اس کے برابر وہ ہو سکتا ہے جس کی یہ صفت نہ ہو۔ اور لوگوں نے اللہ کے لئے شریک تجویز کر لئے آپ فرما دیجئے کہ تم ان کے نام لو

اَمْ تُنَبِّئُوْنَهٗ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِى الْاَرْضِ اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ ؕ بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا

کیا تم اللہ کو اس چیز کی خبر دیتے ہو جسے وہ زمین میں نہیں جانتا یا محض ظاہری لفظ کے اعتبار سے، بلکہ کافروں کے لئے ان کا مکر مزین

مَكْرُهُمْ وَصُدُّوْا عَنِ السَّبِيْلِ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۳۳﴾ لَهُمْ عَذَابٌ

کر دیا گیا اور وہ لوگ راستہ سے روک دیئے گئے، اور اللہ جسے گمراہ کرے سو اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں، ان کے لئے دنیاوالی زندگی میں

فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴿۳۴﴾

عذاب ہے اور البتہ آخرت کا عذاب بہت زیادہ سخت ہے، اور انہیں کوئی اللہ سے بچانے والا نہیں،

لَوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيْعًا ۚ وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا تُصِيْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا (اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو تمام لوگوں کو ہدایت دیتے۔ اور ان کافروں کو تو ہمیشہ یہ حالت پیش آتی ہے۔ کہ انکے کردار کی وجہ سے کوئی نہ کوئی حادثہ پڑا رہتا ہے) انکے کفر کی وجہ سے اور بداعمالیوں کی وجہ سے قَارِعَةٌ (آفت) ایسی مصیبت جو انکو کھٹکھٹاتی ہے اس چیز کے ذریعہ جس سے ہر وقت ان پر مختلف قسم کے مصائب اور دکھ اترتے ہیں اور انکی اولاد واموال ان مصائب کا شکار بنتے ہیں۔ اَوْ تَحُلُّ قَرِيْبًا مِّنْ دَارِهِمْ (یا وہ عذاب انکی بستی کے قریب اترتا رہتا ہے) یا وہ مصیبت انکے قریب اترتی ہے جس سے وہ گھبراہٹ میں مبتلا ہوتے ہیں اور اسکے شرارے اڑ کر ان پر گرتے ہیں۔ اور اسکا شر ان تک آپہنچتا ہے۔ حَتّٰى يَاْتِيَ وَعْدُ اللّٰهِ (یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا قیامت والا وعدہ آجائے) انکی موت آئے یا قیامت برپا ہو نمبر۳۔ کفار مکہ کو اس تکذیب اور سلوک کی بناء پر جو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کیا۔ کھٹکھٹا دینے والی مصیبت ان پر اترتی رہے گی۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا لشکر مکہ کے اردگرد حملہ آور ہو کر بعض کفار کو اچکتا رہتا ہے۔ یا آپ اے محمد ﷺ اپنا لشکر لیکر انکے گھروں کے قریب ڈیرہ زن ہونگے۔ جیسا حدیبیہ میں ہوا۔ حتّٰی یاتی وعد اللّٰہ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا قیامت والا وعدہ آئے۔ وعد اللہ سے مراد فتح مکہ ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ (بیشک اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں فرماتے) یعنی اسکے وعدہ میں خلاف ورزی ناممکن ہے۔

تسلی رسول صلی اللہ علیہ وسلم :

۳۲: وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَمْلَيْتُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا (تحقیق آپ سے پہلے رسولوں کے ساتھ استہزاء کیا گیا پھر میں نے کافروں کو ڈھیل دی) الاملاء۔ مہلت دینا ایک مدت کیلئے امن وامان میں چھوڑ دینا۔ ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ (پھر میں نے انکو پکڑا پس میری سزا کیسی رہی) یہ کفار مکہ کو وعید ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بطور استہزاء آئے روز جو نشانات مانگتے تھے اسکا جواب اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی۔

اللہ کی مثال کوئی نہیں:

۳۳: اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ (کیا پس وہ ذات جو ہر شخص کے تمام اعمال کا نگران ہے) انکے اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرانے کے خلاف حجت پیش کی گئی ہے۔ کیا پس وہ اللہ تعالیٰ کی ذات جو نگران ہے عَلٰى كُلِّ نَفْسٍ (ہر ہر نفس پر) خواہ وہ صالح ہو یا بدکار بِمَا كَسَبَتْ (جو کچھ کہ وہ کر رہا ہے) وہ اسکے شر اور خیر کو جانتا ہے اور ہر ایک کا بدلہ دیتا ہے کیا وہ اسکی طرح ہوسکتا ہے جو اس طرح کا نہ ہو۔ پھر جملہ مستانفہ لائے اور فرمایا۔ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ (اور بنا رکھے ہیں انہوں نے اللہ تعالیٰ کے شریک) یعنی اصنام قُلْ سَمُّوْهُمْ (آپ ان سے کہیں انکے اوصاف تو بتلاؤ) تم اسکے سامنے انکے نام لو کہ وہ کون ہیں اور ان ناموں کی تفصیل اسکے سامنے ذکر کرو۔ پھر فرمایا۔ اَمْ تُنَبِّئُوْنَهٗ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِى الْاَرْضِ (یا تم اللہ تعالیٰ کو ایسی بات بتلا رہے ہو جس سے وہ ساری زمین میں واقف نہیں) اَم منقطعہ بمعنی بل ہے۔ بلکہ تم اسکو بتلا رہے ہو اسکے شرکاء جن کو وہ زمین میں نہیں جانتا حالانکہ وہ تو آسمان وزمین کے ہر ذرہ سے واقف ہے۔ جب اللہ تعالیٰ انکو نہیں جانتا تو اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ یہ کوئی چیز نہیں یعنی انکی کچھ اصلیت نہیں مقصد اس کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک ہے ہی نہیں۔ اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ (یا تم انکو اللہ تعالیٰ کا شریک ظاہری و سرسری طور پر کہتے ہو) بلکہ کیا تم نے انکا نام سرسری طور پر رکھا ہوا ہے۔ بغیر اس بات کے کہ اسکے پیچھے کوئی حقیقت ہو۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا ذٰلک قولهم بافواههم [التوبہ:۳۰] ماتعبدون من دونه الّا اسمآء سمیتموها (یوسف:۴۰) بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مَكْرُهُمْ (بلکہ کافروں کیلئے انکی تدبیر کو مزین کر دیا گیا) مکر سے انکا اسلام کیلئے فریب کاری کرنا مراد ہے جو شرک کی وجہ سے کرتے رہتے تھے۔ وَصُدُّوْا عَنِ السَّبِيْلِ (اور انکو صحیح راہ سے روک دیا گیا) اللہ تعالیٰ کی راہ سے قراءت صُدُّ وا کو صاد کے ضمہ سے کوفی نے پڑھا اور دیگر قراء نے فتحہ کے ساتھ اور اسکا معنی پھر یہ ہوگا۔ صدوا المسلمین عن سبیل اللہ انہوں نے مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکا۔ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ (جسکو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے اسکو کوئی راہ پر ڈالنے والا نہیں) کوئی نہیں جسکو انکی ہدایت پر قدرت ہو۔

۳۴: لَهُمْ عَذَابٌ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (دنیوی زندگی میں ان پر عذاب مسلط ہے) جو قتل، قید، مختلف مشقتوں کی صورت میں ہوگا۔ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ (اور آخرت کا عذاب تو بہت سخت ہے) اس لئے سخت ہے کیونکہ وہ دائمی ہے۔ وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ (اور انکو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کوئی بچانے والا نہیں) جو اسکے عذاب سے انکی حفاظت کرے۔

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ۭ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۭ اُكُلُهَا دَاۗىِٕمٌ وَّظِلُّهَا ۭ

متقیوں سے جس جنت کا وعدہ کیا گیا اس کا حال یہ ہے کہ اس کے نیچے نہریں جاری ہوں گی ان کے پھل اور ان کا سایہ دائمی ہوگا

تِلْكَ عُقْبَى الَّذِيْنَ اتَّقَوْا ڰ وَّعُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ ۝٣٥ وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ

یہ انجام ہے لوگوں کا جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا، اور کافروں کا انجام دوزخ ہے، اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب

الْكِتٰبَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمِنَ الْاَحْزَابِ مَنْ يُّنْكِرُ بَعْضَهٗ ۭ قُلْ اِنَّمَآ

دی وہ اس کی وجہ سے خوش ہوتے ہیں جو آپ پر نازل کیا گیا، اور گروہوں میں بعض ایسے ہیں جو اس کے بعض حصے کا انکار کرتے ہیں، آپ فرما دیجئے مجھے تو

اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَآ اُشْرِكَ بِهٖ ۭ اِلَيْهِ اَدْعُوْا وَاِلَيْهِ مَاٰبِ ۝٣٦ وَكَذٰلِكَ

بس یہ حکم ہوا ہے کہ اللہ کی عبادت کروں اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤں، میں اس کی طرف بلاتا ہوں اور اسی کی طرف میرا لوٹنا ہے، اور اسی طرح

اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا ۭ وَلَىِٕنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَاۗءَهُمْ بَعْدَ مَا جَاۗءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ

ہم نے اس کو اس طور پر نازل کیا کہ عربی زبان میں خاص حکم ہے، اور اس کے بعد کہ آپ کے پاس علم آ گیا اگر آپ نے ان کی خواہش کا اتباع کیا

مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا وَاقٍ ۝٣٧ ع

تو کوئی ایسا نہیں جو اللہ کے مقابلہ میں آپ کی مدد کرنے والا اور بچانے والا ہو

جنت کا حال:

٣٥: مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ (اس جنت کی حالت جسکا متقین سے وعدہ کیا گیا) اسکی وہ حالت تو مثال میں عجیب و غریب ہے۔ نحو: مبتداء ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے اور خبر محذوف ہے۔ ای مثل الجنۃ مبتداء، فیما یتلی علیکم خبر محذوف ہے۔ یا نمبر ٢۔ خبر موجود تجری من تحتھا الانھار ہے۔ جیسا کہتے ہیں صفت زید اسمر تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ (وہ ایسی جنت ہے جسکے (درختوں کے) نیچے نہریں جاری ہیں) اُكُلُهَا دَاۗىِٕمٌ (اسکے پھل ہمیشہ ہمیشہ ہوں گے) اسکے پھل ہمیشہ پائے جانے والے ہیں منقطع نہ ہونگے۔ وَّظِلُّهَا (اور اسکے سائے) ہمیشہ کے ہیں ختم نہیں ہوں گے۔ جیسا سورج کی وجہ سے معدوم ہو جاتے ہیں۔ تِلْكَ عُقْبَى الَّذِيْنَ اتَّقَوْا (وہ انجام ان لوگوں کا ہے جو متقی ہیں) یعنی ان صفات والی جنت انکے تقویٰ کا نتیجہ ہے یعنی اسکا انجام ہے۔ وَّعُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ (اور کافروں کا انجام آگ ہے)

٣٦: وَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ (اور وہ لوگ جنکو ہم نے کتاب دی) اس سے مراد عبداللہ بن سلام اور انکے ساتھی ہیں جنکو اہل کتاب میں اسلام نصیب ہوا۔ اور اس طرح وہ حبشہ کے لوگ جو نصاریٰ میں سے اسلام لائے۔ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ

وَمِنَ الْاَ حْزَابِ (وہ اس قرآن سے خوش ہوتے ہیں جو آپ پر اتارا گیا اور ان گروہوں میں سے) اور انکے گروہوں میں سے اور اس سے مراد وہ کفار ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف عداوت میں جتھہ بندی کی جیسے کعب بن اشرف یہودی اور اسکی پارٹی اور اسید، عاقب اور انکے ساتھ والے لوگ جو عیسائی تھے۔ مَنْ یُّنْکِرُ بَعْضَهٗ (وہ لوگ ہیں جو قرآن کے کچھ حصہ کا انکار کرتے ہیں) کیونکہ یہ لوگ قصص و واقعات اور بعض احکام دین اور معانی و مفاہیم کا انکار نہ کرتے تھے جو کہ انکی کتابوں میں بھی پائے جاتے تھے۔ بلکہ فقط نبوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنی کتاب میں تحریف کردہ باتوں میں قرآن کی مخالفت کرتے تھے (توحید باری تعالیٰ، بعض صفات باری تعالیٰ کا انکار کرتے)۔

نبوتِ محمدی کا انکار اللہ تعالیٰ کی توحید کا انکار ہے:

قُلْ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَآ اُشْرِكَ بِهٖ (مجھے تو حکم ملا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کروں اور اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤں) پس تمہارا نبوت محمد یہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے انکار یہ اللہ تعالیٰ کی عبادت و توحید کا انکار ہے۔ پس دیکھ لو تم کس بات کا انکار کر رہے ہو۔ حالانکہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لازم ہونے کے دعوے دار ہو۔ اور اسکے بھی دعوے دار ہو کہ اسکا کوئی شریک نہیں۔ اِلَیْهِ اَدْعُوْا (میں اسی ہی کی طرف دعوت دیتا ہوں) خاص طور پر، میں اسکے علاوہ اور کسی کی طرف دعوت نہیں دیتا۔ وَاِلَیْهِ مَاٰبِ (اور اسی کی طرف میرا لوٹنا ہے) والیہ کا لفظ لا کر بتلا دیا کہ اسی ہی کی طرف دعوت دیتا ہوں نہ کہ غیر کی طرف مآب لوٹنے کی جگہ۔ اے یہود و نصاریٰ تم بھی اسی طرح کہتے ہو۔ پھر میری نبوت کا انکار چہ معنی دارد۔

۳۷: وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ (اور اسی طرح ہم نے اس کو اتارا) جس طرح ہم نے گزشتہ کتابیں اتاریں جن میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم دیا گیا۔ اور اسکی وحدانیت کا سبق پڑھایا گیا اور اسکی طرف بلانے کا امر ہوا۔ اور اسکے دین کی طرف اور دار الجزاء سے ڈرنے کا کہا گیا۔ حُكْمًا عَرَبِيًّا (عربی زبان میں فیصلہ والا) یہ حکمت ہے جسکی ترجمانی عربی زبان سے کی گئی۔

نحو: یہ منصوب ہیں حال کی وجہ سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان امور کی طرف دعوت دیتے جو دین اسلام اور انکے ایک جیسے تھے تو اس سلسلہ میں آپکو ہدایت فرمائی۔ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ (اگر آپ نے انکی خواہشات کی اتباع کی اسکے بعد کہ آپ کے پاس (وحی سے) علم آچکا) قطعی دلائل کے ذریعہ علم کے ثبوت اور روشن براھین کے بعد۔ مَالَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّ لَا وَاقٍ (آپ کے لئے اللہ تعالیٰ سے بچانے والا کوئی دوست نہ ہوگا) یعنی کوئی مددگار آپکی مدد نہ کر سکے گا اور کوئی بچانے والا بچا نہ سکے گا۔ یہ طرز عمل درحقیقت سامعین ومخاطبین کو دین پر ثابت قدم رکھنے کیلئے ہے تاکہ کسی شبہ میں پڑ کر کوئی آدمی پھسل نہ جائے۔ ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی تو مضبوطی سے اپنے موقف پر جمنے والی تھی۔ ان میں ڈگمگانے کا سوال ہی نہ تھا۔

وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا رُسُلًا مِّنۡ قَبۡلِكَ وَجَعَلۡنَا لَهُمۡ اَزۡوَاجًا وَّذُرِّيَّةً ؕ وَمَا كَانَ

اور یقیناً ہم نے آپ سے پہلے بہت سے رسول بھیجے اور ہم نے ان کو بیویاں دیں اور ذریت بھی، اور کسی

لِرَسُوۡلٍ اَنۡ يَّاۡتِىَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذۡنِ اللّٰهِ ؕ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ﴿۳۸﴾ يَمۡحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ

رسول کو یہ قدرت حاصل نہیں کہ کوئی آیت لے آئے الا یہ کہ اللہ کا حکم ہو، ہر زمانہ کے لئے لکھے ہوئے احکام ہیں، اللہ مٹاتا ہے جو چاہتا ہے

وَيُثۡبِتُ ۖۚ وَعِنۡدَهٗۤ اُمُّ الۡكِتٰبِ ﴿۳۹﴾ وَاِنۡ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعۡضَ الَّذِىۡ نَعِدُهُمۡ

اور ثابت رکھتا ہے جو چاہتا ہے، اور اس کے پاس اصل کتاب ہے، اور اگر ہم آپ کو بعض وہ وعدے دکھا دیں جو وعدے ہم ان سے کر رہے ہیں

اَوۡ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِنَّمَا عَلَيۡكَ الۡبَلٰغُ وَعَلَيۡنَا الۡحِسَابُ ﴿۴۰﴾ اَوَلَمۡ يَرَوۡا اَنَّا نَاۡتِى

یا ہم آپ کو اٹھالیں تو بس آپ کے ذمہ پہنچا دینا ہے اور ہمارے ذمہ حساب لینا ہے، کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم زمین کو اس کے

الۡاَرۡضَ نَنۡقُصُهَا مِنۡ اَطۡرَافِهَا ؕ وَاللّٰهُ يَحۡكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكۡمِهٖ ؕ وَهُوَ سَرِيۡعُ

اطراف سے کم کرتے چلے آ رہے ہیں اور اللہ حکم فرماتا ہے اس کے حکم کو کوئی ہٹانے والا نہیں، اور وہ جلد حساب لینے

الۡحِسَابِ ﴿۴۱﴾ وَقَدۡ مَكَرَ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ فَلِلّٰهِ الۡمَكۡرُ جَمِيۡعًا ؕ يَعۡلَمُ مَا تَكۡسِبُ

والا ہے، اور جو لوگ ان سے پہلے تھے انہوں نے مکر کیا سو اللہ ہی کے لئے ہے اصل تدبیر جو بھی کوئی شخص عمل کرتا ہے

كُلُّ نَفۡسٍ ؕ وَسَيَعۡلَمُ الۡكُفّٰرُ لِمَنۡ عُقۡبَى الدَّارِ ﴿۴۲﴾ وَيَقُوۡلُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لَسۡتَ

وہ اسے جانتا ہے، اور کافر عنقریب جان لیں گے کہ بعد میں آنے والے گھر کا اچھا انجام کس کے لئے ہے، اور جنہوں نے کفر کیا انہوں نے کہا کہ تم

مُرۡسَلًا ؕ قُلۡ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيۡدًاۢ بَيۡنِىۡ وَبَيۡنَكُمۡ ۙ وَمَنۡ عِنۡدَهٗ عِلۡمُ الۡكِتٰبِ ﴿۴۳﴾

ع ۱۲

پیغمبر نہیں ہو، آپ فرما دیجئے کہ میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہونے کے لئے اللہ کافی ہے اور وہ لوگ کافی ہیں جن کے پاس کتاب کا علم ہے۔

انبیاء علیہم السلام کی اولاد وازواج تھیں:

۳۸: وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا رُسُلًا مِّنۡ قَبۡلِكَ وَجَعَلۡنَا لَهُمۡ اَزۡوَاجًا وَّ ذُرِّيَّةً (تحقیق ہم نے آپ سے پہلے جو رسول بھیجے اور انکے لئے بیویاں اور اولاد بنائی) کفار مکہ آپکو عیب لگاتے کہ اسکی بیوی ہے اولاد ہے یہ کیسا پیغمبر ہے۔ من مانی آیات کا مطالبہ کرتے۔ اور نسخ کا انکار کرتے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات اتار کر جواب دیا۔ کہ رسالت کا سلسلہ اسی طرح چلا آرہا ہے۔ انکی بیویاں اور اولاد تھی۔ وَمَا كَانَ لِرَسُوۡلٍ اَنۡ يَّاۡتِىَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذۡنِ اللّٰهِ (کسی پیغمبر کو یہ مناسب نہیں کہ وہ کوئی نشانی بغیر اللہ تعالیٰ کی اجازت کے

پیش کرے) اسکی حدود وسعت میں نہیں کہ قوم کی منہ مانگی نشانیاں لے آئے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے قبضہ و اختیار میں ہے۔ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ (ہر کتاب کیلئے ایک وقت مقررہ ہے) ہر کتاب کا ایک حکم ہے جو بندوں پر ایک وقت پر فرض کیا جاتا ہے جو اس وقت حکمت کے مطابق ہوتا ہے۔

۳۹: يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ (اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے مٹاتا ہے) جس چیز کا منسوخ کرنا منظور ہوتا ہے اسکو منسوخ کرتا ہے۔ وَيُثْبِتُ (اور قائم رکھتا ہے) اسکے بدلے میں جو چاہتا ہے۔ نمبر۲۔ غیر منسوخ چھوڑ دیتا ہے اور نافذ العمل رہتا ہے۔ نمبر۳۔ حفاظتی فرشتوں کے دفتروں سے جو چاہتا ہے مٹاتا ہے اور دوسرے کو قائم رکھتا ہے۔ نمبر۳۔ تائبین کے کفر کو مٹاتا اور انکے ایمان کو اس جگہ لکھ دیتا قائم کر دیتا ہے۔ نمبر۴۔ وفات دیتا ہے جسکا وقت مقرر آجاتا ہے اور قائم و زندہ چھوڑتا ہے جسکا وقت باقی ہوتا ہے۔ قراءت وَيُثْبِتُ مدنی، شامی، حمزہ اور علی نے پڑھا ہے۔ وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ (اور اصل کتاب اسی ہی کے پاس ہے) یعنی ہر کتاب کی اصل اسی ہی کے پاس ہے اور وہ لوح محفوظ ہے، کیونکہ کائنات میں ہر وقوع پذیر ہونے والی چیز اس میں درج ہے۔

۴۰: وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ (اگر آپ کو وفات سے پہلے) اس بات کا کچھ حصہ دکھادیں جسکا ہم ان سے وعدہ کر رہے ہیں یا آپکو وفات دے دیں (اور آپکی زندگی میں انکو شکست نہ ہو) جس طرح حالات کا تقاضا ہو۔ ہم انکا پچھڑنا دکھادیں اور ان سے جو عذاب اتارنے کا وعدہ کیا ہے وہ عذاب ان پر اتار دیں۔ یا اس سے قبل آپکو وفات دے دیں۔ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ (پس بیشک آپکے ذمہ پہنچا دینا ہے) پس آپکے ذمہ اتنا ضروری ہے کہ پیغام رسالت پہنچا دیں۔ یہ کافی ہے۔ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ (اور ہمارے ذمہ حساب لینا ہے) ہمارے ذمہ ان سے حساب لینا اور بدلہ دینا ہے۔ جو انکے اعمال کے مناسب ہوگا۔ آپکے ذمہ نہیں۔ آپ انکے اعراض کو کچھ اہمیت نہ دیں اور نہ انکے لئے جلد عذاب مانگیں۔

۴۱: اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ (کیا انہوں نے (مکہ کے کافروں نے) نہیں دیکھا کہ ہم زمین کو ہر چہار جہت سے کم کرتے چلے آرہے ہیں) مراد ارض کفر ہے۔ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا (اسکو ہم اطراف سے کم کرتے جارہے ہیں) انکا علاقہ مسلمان فتح پر فتح کرتے جارہے ہیں۔ دار الحرب کو گھٹا رہے ہیں۔ اور دار الاسلام کو پھیلا رہے ہیں یہ غلبہ اور نصرت کی علامت ہے۔ مطلب یہ ہے آپ کے ذمہ اس چیز کا پہنچانا ہے جو ذمہ داری آپ پر ڈال دی گئی ہے۔ اسکے نتیجہ کا آپ اہتمام نہ فرمائیں ہم جانیں ہمارا کام۔ ہم نے جو نصرت و کامیابی کا وعدہ کیا وہ پورا کر کے رہیں گے۔

وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ (اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمانے والے ہیں اسکے فیصلوں کو کوئی موڑ نہیں سکتا) اسکے فیصلوں کو کوئی واپس نہیں کرسکتا۔ المعقب جو کسی چیز پر بار بار حملہ آور ہو کر اسکو باطل و ہلاک کردے۔ اور اسکی حقیقت وہ شخص جو کسی چیز کو لوٹانے اور اسکو باطل کرنے کیلئے اس کے پیچھے پڑجاتا ہے۔ اسی لئے حق والے کو معقب کہا جاتا ہے کیونکہ وہ اپنے مقروض کا پیچھا پورے تقاضے اور طلب سے کرتا ہے اب مطلب یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے غلبہ کا فیصلہ کیا ہوا ہے۔ اور اسکو اقبال مند کر ناطے ہو چکا ہے۔ اور کفر پر زوال مقرر ہو چکا اور اس کا پیچھے ہٹنا قطعی ہے۔

نحو: لا معقب لحکمه حال کی وجہ سے محل نصب میں ہے۔ گویا اس طرح فرمایا۔ واللّٰہ یحکم نافذاً حکمه اللّٰہ فیصلہ

کرنے والے ہیں اس حال میں کہ وہ اپنے حکم کو نافذ کریں گے جیسا تم کہو۔ جاء نی زید لا عمامة علی رأسه و لا قلنسوة له۔ مقصد صرف اسکا ننگے سر اور ننگے پاؤں بیان کرنا ہے۔ وَهُوَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ (اور وہ جلد حساب لینے والے ہیں) دنیا کے عذاب کے بعد آخرت میں ان سے معمولی مدت میں حساب لے لیں گے۔

۴۲: وَقَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (تحقیق ان لوگوں نے تدابیر کیں جو ان سے پہلے ہوئے) گذشتہ امتوں کے کفار نے اپنے انبیاء کے ساتھ المکر ارادة المکروہ فی خفیة۔ خفیہ بری تدبیر کرنا۔ پھر انکے مکر کو پوری خفیہ، تدبیر قرار دیا۔ اپنی تدبیر کے تقابل میں ذکر فرما کر۔ فرمایا فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ جَمِيْعًا (تمام تدابیر تو اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہیں)۔ پھر اسکی اس طرح وضاحت فرمائی يَعْلَمُ مَاتَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ ط وَسَيَعْلَمُ الْكُفّٰرُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ (وہ جانتا ہے جو ہر نفس کرتا ہے اور عنقریب کفار جان لیں گے کہ آخرت کا انجام کس کا ہے) یعنی اچھا انجام کس کا ہے۔ کیونکہ جو ذات ہر نفس کی ہر بات کو جانتی ہے اور اسکا بدلہ تیار کر رکھا ہے۔ یہی تمام اسکی تدبیر ہے۔ کیونکہ اسکی تدبیر ایسی طرف سے آتی ہے جہاں سے ان کو علم بھی نہیں ہوتا۔ اس حال میں کہ وہ اپنے انجام سے بے خبر ہوتے ہیں۔ قراءت الکافر سے مراد کافر ہیں۔ جبکہ الف لام جنس کا ہو۔ حجازی اور ابو عمرو نے اسی طرح پڑھا ہے۔

آپ کی رسالت کا اللہ گواہ کافی ہے:

۴۳: وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا (کافر کہتے ہیں کہ آپ رسول نہیں ہیں) اس سے مراد خاص کافر کعب بن اشرف اور رؤساء یہود مراد ہیں۔ وہ کہتے تھے لست مرسلا۔ اسی لئے عطاء رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ سورت مکیہ ہے سوائے اس آیت کے۔ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ (کہہ دیں اللہ تعالیٰ کی گواہی میرے اور تمہارے درمیان کافی ہے) اس وجہ سے کہ میری رسالت پر دلائل واضح کر دیئے گئے با فاعل پر داخل ہوئی ہے۔ اور شہیدا یہ تمیز ہے۔ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ (اور وہ جنکے پاس کتاب کا علم ہے) نمبر ا۔ ہٗ کا مرجع اللہ تعالیٰ کی ذات اور الکتاب سے لوح محفوظ اسکی دلیل وہ قراءت ہے جو بعض قراء نے ومن عندہ علم الکتاب پڑھا ہے۔ یعنی اور اسی ہی کی طرف سے کتاب کا علم ہے۔ کیونکہ جن کو اس سے علم دیا انکا علم اللہ تعالیٰ کے فضل و مہربانی سے ہے۔ نمبر۲۔ مَنْ سے مراد علمائے اہل کتاب جو اسلام لائے کیونکہ وہ قرآن و رسول ﷺ کی صفت اپنی کتابوں میں پاتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن سلامؓ فرماتے ہیں یہ آیت میرے بارے میں اتری۔ نمبر۳۔ مَنْ سے مراد جبرئیل علیہ السلام ہیں۔

نحو: مَنْ نمبر ا۔ یہ موضع جر میں ہے اسکا لفظ اللہ پر عطف ہے۔ نمبر۲۔ موضع رفع میں ہے جار و مجرور کے محل پر اسکا عطف ہے کیونکہ تقدیر عبارت یہ ہے کفی اللّٰہ و علم الکتاب۔ ظرف میں مقدر کی وجہ سے رفع دیا جاتا ہے۔ پس وہ فاعل ہوگا کیونکہ ظرف مَنْ کا صلہ ہے۔ اور من یہاں الذی کے معنی میں ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ من ثبت عندہٗ علم الکتاب اور اسکی وجہ یہ ہے کہ جب ظرف صلہ بن جائے تو فعل جیسا عمل کرتا ہے۔ جیسے مررت بالذی فی الدار اخوہ پس یہاں اخوہ فاعل ہے۔ جیسا کہ تم کہو الذی استقر فی الدار اخوہ اگر قراءت کسرہ میم والی لی جائے تو پھر یہ ابتداء کی وجہ سے مرفوع ہوگا۔

الحمد للہ سورۃ الرعد کا تفسیری ترجمہ مکمل ہوا۔

سُوْرَةُ اِبْرٰهِيْمَ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ اثْنَتَانِ وَخَمْسُوْنَ اٰيَةً وَّسَبْعُ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ ابراہیم مکہ میں نازل ہوئی جو باون آیات اور سات رکوع پر مشتمل ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

الٓرٰ قف كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ بِاِذْنِ

الٓرٰ ۞ یہ کتاب ہے جو ہم نے آپکی طرف نازل کی تا کہ آپ لوگوں کو انکے پروردگار کے حکم سے اندھیروں سے نور کی طرف نکالیں

رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۞ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ط

زبردست اور خوبیوں والے وہ اللہ ہے جس کے لئے وہ سب کچھ ہے جو آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے،

وَوَيْلٌ لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيْدِ ۞ الَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ

اور کافروں کے لئے ہلاکت یعنی سخت عذاب ہے جو دنیاوی زندگی کو آخرت کے مقابلہ میں پسند کرتے ہیں

وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ط اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ بَعِيْدٍ ۞

اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اسمیں کجی تلاش کرتے ہیں، یہ لوگ دور کی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں

۱: الٓرٰ ! كِتٰبٌ (یہ کتاب ہے)۔

نحو : یہ مبتداء محذوف کی خبر ہے اور مبتدا ''ھذا'' ہے اور کتاب سے مراد سورت ہے اور اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ (جس کو ہم نے اتارا) یہ جملہ موضع رفع میں ہے اور كِتٰبٌ نکرہ کی صفت ہے۔ لِتُخْرِجَ النَّاسَ (تا کہ تم لوگوں کو نکالو) ان کو دعوت دیکر مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ (اندھیروں سے روشنی کی طرف) گمراہی سے ہدایت کی طرف۔ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ (ان کے رب کے حکم سے) یعنی اس کے آسانی اور سہولت کر دینے کے سبب۔ یہ ایسے اذن کیلئے بطور استعارہ استعمال ہوا جس کا مقصد حجاب کا آسان کر دینا ہے اور یہی توفیق دینا ہے۔ اِلٰى صِرَاطِ (راستہ کی طرف) عامل کو دوبارہ لایا گیا ہے یہ نور سے بدل ہے الْعَزِيْزِ (زبردست) انتقام کی قدرت رکھتا ہے۔ الْحَمِيْدِ (مستحق ستائش) انعام پر قابل تعریف۔

۲: اللّٰهِ قراءت : مدنی، شامی، علی نے رفع سے پڑھا۔ تقدیر یہ ہے ھواللہ۔ دیگر قراء نے جر سے پڑھا ہے اس طرح کہ العزیز الحمید سے عطف بیان ہے۔ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ (وہ ذات جس کیلئے ہے ہر وہ چیز جو آسمانوں اور زمین میں ہے) مخلوق و مملوک ہونے کی وجہ سے۔ جب ظلمات کفر سے نور ایمان کی طرف نکلنے والوں کا ذکر کیا۔ تو کافروں کو ویل و ہلاکت

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ط فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ

اور ہم نے جتنے بھی پیغمبر بھیجے وہ اپنی ہی قوم کی زبان بولنے والے تھے تا کہ وہ اپنی قوم کے لیے بیان کریں، پھر اللہ جسے چاہے گمراہ کرے

وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ط وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿٤﴾

اور جسے چاہے ہدایت دے، اور وہ غالب ہے حکمت والا ہے۔

سے ڈرایا۔ یہ ویل لفظ الوآل کی نقیض ہے۔ اور وہ نجات کو کہا جاتا ہے۔ اور یہ معنوی اعتبار سے اسم ہے جیسے الھلاک وَوَيْلٌ لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ (اور ہلاکت ہے سخت عذاب سے کافروں کیلئے) نحو: یہ مبتدا اور خبر اور صفت ہے۔

۳: اَلَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ (وہ لوگ جو پسند کرتے ہیں) ترجیح دیتے اور چناؤ کرتے ہیں الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ (دنیا کی زندگی کو آخرت پر) وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (اور وہ اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکتے ہیں) اللہ تعالیٰ کے دین سے وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا (اور اللہ تعالیٰ کے راستہ میں کجی ڈھونڈتے ہیں) اللہ تعالیٰ کے راستہ کیلئے ٹیڑھ اور کجی تلاش کرتے ہیں۔ و یبغونھا کی اصل یبغون لھا ہے۔ جار کو حذف کر دیا اور ضمیر کو فعل کے ساتھ ملا دیا۔ نحو: یہ مبتدا ہے الذین سے اور خبر اولئک فی ضلال بعید ہے۔ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ بَعِيْدٍ (وہ لوگ دور کی گمراہی میں ہیں) حق سے۔ آیت میں ضلال کی صفت بعید کے ساتھ بطور اسناد مجازی کے لائے ہیں۔ اصل تو بُعد گمراہ ہونے والے کی صفت ہے۔ کیونکہ وہ حق کے راستہ سے دور ہٹتا ہے پس فعل کی صفت اس سے کر دی جیسا کہ کہتے ہیں۔ جدّ جدّہ نمبر۲۔ کافرین کی صفت بن کر مجرور ہے۔ نمبر۳۔ منصوب علی الذم ہے۔ نمبر۴۔ اعنی کی وجہ سے منصوب ہے ای اعنی الذین نمبر۵۔ ھم کی وجہ سے مرفوع ہے۔ ای ھم الذین ۔

ہر رسول اپنی قومی زبان میں اللہ کا پیغام لایا:

۴: وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ (ہم نے ہر پیغمبر کو اسکی قوم کی زبان میں پیغمبر بنایا) وہ انہی کی لغت میں گفتگو کرنے والا ہوتا ہے۔ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ (تا کہ وہ ان کے سامنے کھول کر بیان کرے) اس کو جس کو دیکر بھیجا گیا ہو اور جنکے لئے بھیجا گیا ہو، تا کہ ان کے پاس اللہ تعالیٰ کے متعلق کوئی حجت نہ رہے اور نہ پیغمبر کو کہہ سکیں کہ جس وحی سے ہمیں مخاطب کیا گیا وہ تو ہمیں سمجھ نہیں آتی۔

سوال: ہمارے رسول ﷺ تو تمام انسانوں کی طرف مبعوث ہوئے۔ جیسا کہ اس ارشاد میں ہے قل یایھا الناس انی رسول اللّٰہ الیکم جمیعًا [الاعراف:۱۵۸] بلکہ جن وانس کی طرف حالانکہ ان کی زبانیں تو مختلف ہیں۔ پس اگر عرب کیلئے حجت ہیں تو غیر کے لئے حجت کس طرح؟

جواب: قرآن تمام زبانوں میں نازل ہوگا یا ایک زبان میں۔ تمام زبانوں میں نازل ہونے کی ضرورت نہیں۔ آپ کی اپنی قوم کی زبان میں اترنا چاہئے کیونکہ وہ آپ کے پہلے مخاطب ہیں۔ اور ایک زبان میں اترنا تبدیلی وتحریف سے بھی محفوظ کرنے کیلئے زیادہ

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ وَذَكِّرْهُمْ

اور البتہ تحقیق ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دیکر بھیجا کہ اپنی قوم کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لاؤ اور انہیں ایام الٰہیہ

بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ⑤ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ

یاد دلاؤ بے شک اس میں ہر ایسے شخص کے لیے نشانیاں ہیں جو خوب صبر کرنے والا ہے خوب شکر کرنے والا ہے اور جبکہ موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا

اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ اَنْجٰىكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ

کہ تم پر جو اللہ کی نعمتیں ہیں ان کو یاد کرو جبکہ اس نے تمہیں آلِ فرعون سے نجات دی وہ تمہیں بری طرح تکلیف پہنچاتے

الْعَذَابِ وَيُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ

تھے اور تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے تھے اور تمہاری عورتوں کو زندہ رہنے دیتے تھے اور اس میں تمہارے لیے

رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ⑥

بڑا امتحان تھا۔

مناسب ہے۔ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ (پس اللہ تعالیٰ گمراہ کر دیتا ہے جس کو چاہتا ہے) جو اسباب ضلالت کو ترجیح دے۔ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ (اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے) جو ہدایت کے اسباب کو ترجیح دیتا ہے وَهُوَ الْعَزِيْزُ (وہی زبردست ہے) اسکی مشیت پر کوئی غالب نہیں آ سکتا۔ الْحَكِيْمُ (حکمت والا ہے) وہ رسوا نہیں کرتا مگر ذلیل لوگوں کو ہی۔

موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ:

۵: وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ (اور تحقیق ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی آیات کے ساتھ بھیجا) آیت سے وہ نو نشانیاں مراد ہیں۔ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ (تم اپنی قوم کو نکالو) اَنْ اَخْرِجْ میں اَنْ دراصل بِاَنْ ہے یعنی تم نکالو کیونکہ ارسال میں قول کا معنی موجود ہے گویا اس طرح فرمایا ارسلناہ و قلنا له اخرج قومك (ہم نے ان کو بھیجا اور ان کو کہا کہ اپنی قوم کو نکالو) مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ (اندھیروں سے روشنی کی طرف اور ان کو ایام اللہ کے ذریعہ نصیحت کرو) ان کو پہلی اقوام کے واقعات سے ڈراؤ جیسے قوم نوح، عاد، ثمود وغیرہ اور اسی سے ایام العرب کا لفظ لڑائی کے دنوں کیلئے بھی بولا جاتا ہے۔ نمبر۲۔ انعامات کے دن جیسے بادلوں کا سایہ، من وسلویٰ کا نزول۔ فلق البحر وغیرہ۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ (بیشک اس میں البتہ ہر صبر کرنے والے کیلئے نشانیاں ہیں) جو مصیبتوں پر صبر کرنیوالے ہیں۔ شَكُوْرٍ (شکر ادا کرنے والے ہیں) انعامات پر۔ گویا اس طرح فرمایا لکل مؤمن کیونکہ ایمان کے دو حصے ہیں۔ نمبر۱۔ نصف صبر ہے۔ نمبر۲۔ نصف شکر ہے۔

۶: وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ اَنْجٰىكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ (اور

وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَىِٕنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَىِٕنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ ﴿۷﴾

اور وہ وقت یاد کرو جب تمہارے رب نے تم کو مطلع فرما دیا کہ اگر تم شکر کرو گے تو تم کو اور زیادہ دونگا اور اگر تم ناشکری کرو گے تو بلاشبہ میرا عذاب سخت ہے،

وَقَالَ مُوْسٰۤى اِنْ تَكْفُرُوْۤا اَنْتُمْ وَمَنْ فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِىٌّ حَمِيْدٌ ﴿۸﴾

اور موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اگر تم اور وہ سب لوگ جو زمین میں ہیں اللہ کی ناشکری کرو تو بلاشبہ اللہ بے نیاز ہے ستودہ صفات ہے۔

جب کہا موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو تم اللہ تعالیٰ کے انعامات کو یاد کرو جو اس نے تم پر کیے جب اس نے تم کو آلِ فرعون سے نجات دی۔ وہ تمہیں سخت عذاب دیتا تھا) اذ ظرف ہے نعمت کیلئے جو کہ بمعنی انعام ہے۔ یعنی اس کا انعام تم پر اس وقت میں ہوا۔ نمبر ۲۔ نعمۃ اللہ سے بدل الاشتمال ہے ای اذکروا وقت انجائکم (اپنے نجات دیئے جانے کے وقت کو یاد کرو) وَيُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ (اور وہ ذبح کرتے تھے تمہارے بیٹوں کو)

نکتہ: البقرة الأية: ۴۹ میں یذبحون اور اعراف الأية: ۱۴۱ میں یقتلون بغیر واؤ لائے جبکہ یہاں واؤ کے ساتھ ہے۔ حاصل اس کا یہ ہے کہ ذبح ابناء کو جب عذاب کی تفسیر اور بیان بنایا تو واؤ کو ذکر نہیں کیا۔ اور جہاں واؤ کو ذکر کیا تو وہاں جنسِ عذاب میں ایک اضافہ ذبح ابناء کا کیا گویا یہ عذاب کی الگ قسم ہے۔ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ وَفِىْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ (وہ زندہ چھوڑتے تمہاری عورتوں کو اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے بڑی آزمائش تھی) اس میں عذاب کی طرف اشارہ ہے۔ اور البلاء سے مشقت مراد ہے۔ نمبر ۲۔ نجات کی طرف اشارہ ہو تو بلاء سے نعمت مراد ہے۔ جیسا اس آیت میں و نبلوکم بالشر والخير فتنة۔ [الانبیاء: ۳۵]

۷: وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ (جب تمہارے رب نے اطلاع دے دی) اعلان کر دیا تأذن اور اذن توعّد واوعد کی طرح ہے۔ تفعل میں جو معنی میں اضافہ ہے وہ افعل میں نہیں ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا واذاذن ربکم ایذاناًبلیغاً تنتفی عنده الشکوك والشبه جب تمہارے رب نے کامل اعلان کیا جس سے شکوک وشبہات رفو ہو گئے اور وہ انہی میں سے ہے جو موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو ارشادات فرمائے۔

نحو: نعمة اللّٰه علیکم پر عطف کی وجہ سے یہ منصوب ہے گویا اسطرح فرمایا واذ قال موسیٰ لقومه اذکروا نعمة اللّٰه علیکم واذکروا حین تاذن ربکم مطلب یہ ہے جب تمہارے رب نے اطلاع دیتے ہوئے فرمایا لَىِٕنْ شَكَرْتُمْ (اگر تم شکر کرو گے) اے بنی اسرائیل جو ہم نے تمہیں نجات کی نعمت دی ہے۔ لَاَزِيْدَنَّكُمْ (نعمت میں تمہارے لئے ضرور اضافہ کریں گے) نعمت پر نعمت دیں گے۔ شکر موجود کو قابو رکھنا اور مفقود کی تلاش میں رہنا۔ کہا جاتا ہے جب تم نعمت میں شکر کا نغمہ سنو تو اور نعمت کی تیاری کرو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا لئن شکر تم بالجدّ فی الطاعة لازیدنکم بالجدّ فی المثوبة۔ اگر تم اطاعت کی صورت میں شکر ادا کرو گے تو میں ثواب کی صورت میں مزید اضافہ کروں گا۔ وَلَىِٕنْ كَفَرْتُمْ (اور اگر تم

نے ناشکری کی) اس نعمت کی جو میں نے تم پر کی اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ (بیشک میرا عذاب بڑا سخت ہے) اس کیلئے جو میری نعمت کی ناشکری کرے۔ دنیا میں تو سلبِ نعمت کا عذاب اور آخرت میں مسلسل ناراضگی اور سزا۔

ارشادِ موسیٰ علیہ السلام:

۸: وَقَالَ مُوْسٰٓی اِنْ تَکْفُرُوْٓا اَنْتُمْ (اور موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اگر تم ناشکری کرو گے) اے بنی اسرائیل وَمَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا (اور وہ جو تمام زمین میں ہیں) تمام لوگ فَاِنَّ اللّٰہَ لَغَنِیٌّ (پس بیشک اللہ تعالیٰ بے نیاز ہیں) تمہارے شکریے سے حَمِیْدٌ (تعریفوں والے ہیں) خواہ تعریف کرنے والے اسکی تعریف نہ کریں تم نے اپنے نفوس کو خیر سے محروم کر کے نقصان پہنچایا ہے۔ جو اسکی طرف سے بہر صورت پہنچتی ہے۔

مع

أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوحٍ وَعَادٍ وَثَمُودَ ۛ وَالَّذِينَ مِن

کیا تمہارے پاس ان لوگوں کی خبر نہیں آئی جو تم سے پہلے تھے یعنی نوح کی قوم اور عاد اور ثمود اور ان لوگوں کی خبر جو ان کے بعد

بَعْدِهِمْ ۛ لَا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا اللَّهُ ۚ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَرَدُّوا

تھے جنہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا ان کے پاس انکے رسول واضح دلائل لیکر آئے سو ان لوگوں نے اپنے ہاتھ

أَيْدِيَهُمْ فِي أَفْوَاهِهِمْ وَقَالُوا إِنَّا كَفَرْنَا بِمَا أُرْسِلْتُم بِهِ وَإِنَّا لَفِي شَكٍّ مِّمَّا

انکے منہ میں دیدیئے اور کہا کہ بے شک تم جو چیز لیکر بھیجے گئے ہو ہم اسے نہیں مانتے اور بلاشبہ جس چیز کی طرف تم لوگ ہمیں بلاتے

الثلثة

تَدْعُونَنَا إِلَيْهِ مُرِيبٍ ﴿٩﴾ قَالَتْ رُسُلُهُمْ أَفِي اللَّهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمَاوَاتِ

ہو ہم اس کی طرف سے شک میں ہیں جو تردد میں ڈالنے والا ہے، انکے رسولوں نے کہا کیا اللہ کے بارے میں شک ہے جو آسمانوں کا اور زمین کا پیدا فرمانے

وَالْأَرْضِ ۖ يَدْعُوكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُم مِّن ذُنُوبِكُمْ وَيُؤَخِّرَكُمْ إِلَىٰ أَجَلٍ

والا ہے وہ تمہیں بلاتا ہے تا کہ تمہارے گناہوں کو معاف فرما دے۔ اور مقررہ مدت تک تمہیں ڈھیل

مُّسَمًّى ۚ قَالُوا إِنْ أَنتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا تُرِيدُونَ أَن تَصُدُّونَا عَمَّا كَانَ

دیدے، ان لوگوں نے جواب دیا کہ تم تو ہمارے ہی جیسے آدمی ہو ہمارے باپ دادا جسکی عبادت کرتے تھے تم ہمیں

يَعْبُدُ آبَاؤُنَا فَأْتُونَا بِسُلْطَانٍ مُّبِينٍ ﴿١٠﴾ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ إِن نَّحْنُ إِلَّا بَشَرٌ

اس سے روکتے ہو۔ سو تم ہمارے پاس کوئی کھلی ہوئی دلیل لے آؤ، انکے رسولوں نے ان سے کہا کہ ہم تمہارے ہی جیسے

مِّثْلُكُمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَمُنُّ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۖ وَمَا كَانَ لَنَا أَن نَّأْتِيَكُم بِسُلْطَانٍ إِلَّا

آدمی ہیں لیکن اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے احسان فرماتا ہے اور ہمارے بس کی یہ بات نہیں کہ ہم تمہارے سامنے کوئی معجزہ اللہ کے حکم کے بغیر لا سکیں

بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿١١﴾ وَمَا لَنَا أَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللَّهِ وَقَدْ

اور ایمان والوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہئے، اور ہمیں کیا ہوا کہ ہم اللہ پر بھروسہ نہ کریں حالانکہ

هَدَانَا سُبُلَنَا ۚ وَلَنَصْبِرَنَّ عَلَىٰ مَا آذَيْتُمُونَا ۚ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُونَ ﴿١٢﴾

ع ۲ ۱۴

اس نے ہمیں ہماری راہیں دکھائی ہیں اور ہم تمہاری ایذاؤں پر ضرور ضرور صبر کریں گے اور اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہئے بھروسہ کرنے والوں کو۔

۹: اَلَمْ یَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّ ثَمُوْدَ (کیا تمہارے پاس خبر نہیں آئی ان کی جو تم سے پہلے قومیں ہوئیں جیسے قوم نوح، عاد و ثمود) نمبر۱۔ یہ موسیٰ علیہ السلام کا کلام ہے۔ جو اپنی قوم سے کیا۔ نمبر۲۔ آنحضرت ﷺ کے زمانہ والے لوگوں کو خطاب کیا گیا ہے۔ وَالَّذِیْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ لَایَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ (اور وہ لوگ جو ان کے بعد ہوئے جن کو اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں) یہ جملہ ابتدائیہ ہے اور خبر جملہ معترضہ ہے یا الذین من بعدهم کا عطف قوم نوح پر ہے اور لا یعلمهم الا اللّٰہ یہ جملہ معترضہ ہے۔ مطلب اس طرح ہے وہ کثرتِ تعداد میں اتنے ہیں کہ ان کی حقیقی گنتی اللہ تعالیٰ کو ہی معلوم ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عدنان اور اسماعیل کے درمیان تیس جد ہیں جو معلوم ہی نہیں۔ آنحضرت ﷺ سے مروی ہے۔ کہ آپ نے اس آیت کے نزول کے بعد فرمایا کذب النسابون [ابن سعد فی الطبقات] جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ (ان کے رسول ان کے پاس دلائل لائے) بینات سے معجزات مراد ہیں۔ فَرَدُّوْٓا اَیْدِیَهُمْ فِیْٓ اَفْوَاهِهِمْ (انہوں نے ان کے ہاتھ ان کے منہ کی طرف لوٹا دیے) نمبر۱۔ دونوں ضمیریں کفار کی طرف راجع ہیں یعنی کفار نے اپنے ہاتھوں کے پوروے منہ میں تعجب کے طور پر رکھ لیے۔ نمبر۲۔ غصہ سے اپنے پوروے کاٹنے لگے۔ نمبر۳۔ دوسری ضمیر انبیاء علیہم السلام کی طرف کہ قوم نے اپنے ہاتھ انبیاء علیہم السلام کے منہ میں دے دیئے تا کہ وہ بات نہ کر سکیں۔ پیغام رسالت نہ دے سکیں۔ وَقَالُوْٓا اِنَّا كَفَرْنَا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ وَاِنَّا لَفِیْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَنَآ اِلَیْهِ (اور کہنے لگے ہم تمہارے دعویٰ رسالت کے منکر ہیں اور جس بات کی طرف تم ہمیں دعوت دیتے ہو ہم اس میں شک کرنے والے ہیں) یعنی ایمان باللہ اور توحید مُرِیْبٍ (جو ہمیں تردد میں ڈالنے والا ہے) شک میں مبتلا کرنے والا ہے۔

۱۰: قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِی اللّٰهِ شَكٌّ (ان کے پیغمبروں نے کہا کیا تم کو اللہ تعالیٰ کے بارے میں شک ہے) ہمزہ انکاری کو ظرف پر داخل کیا۔ کیونکہ کلام شک میں نہیں بلکہ مشکوک فیہ میں ہے اللہ تعالیٰ کے متعلق اشتباہ ہو بھی کیسے سکتا ہے۔ جبکہ اس کے وجود و ظہور کے دلائل واضح ہیں۔ یہ ان کے قول انا لفی شك کا جواب ہے۔ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَدْعُوْكُمْ (وہ آسمان و زمین کو پیدا کرنے والا ہے۔ وہ تمہیں دعوت دیتا ہے) ایمان کی طرف لِیَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ (تا کہ تمہارے گناہوں کو بخش دے) جبکہ تم ایمان لاؤ۔

نکتہ: کفار کے خطابات میں من ذنوبكم لایا گیا جیسا اس ارشاد میں: واتقوه واطیعون یغفرلكم من ذنوبكم [نوح:۳-۴] یقومنا اجیبوا داعی اللّٰه وامنوا به یغفرلكم من ذنوبكم [الاحقاف:۳۱] ایمان والوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا ھل ادلكم علی تجارة الیٰ ان قال یغفرلكم ذنوبكم [الصف:۱۲] قرآن مجید کی آیات میں تتبع اور تلاش سے یہ بات سامنے آسکتی ہے۔ یہ دونوں خطابات میں فرق کیلئے فرمایا تا کہ فریقین کے وعدہ میں برابری نہ سمجھ لی جائے۔ وَیُؤَخِّرَكُمْ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی (اور تمہیں مہلت دے ایک وقت مقررہ تک) ایک وقت تک جس کو مقرر کر دیا اور اسکی مقدار کو واضح کر دیا۔ قَالُوْٓا (انہوں نے کہا) قوم کفار نے کہا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا (تم تو ہم ہی جیسے انسان ہو) ہم میں اور تم میں فضیلت کا کوئی فرق نہیں اور تمہیں نبوت والی فضیلت حاصل نہیں تو پھر تم اپنے کو نبوت سے کیسے خاص کرتے ہو؟ تُرِیْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ یَعْبُدُ

اٰبَآؤُنَا (تم چاہتے ہو کہ ہمیں ان معبودوں سے روک دو جنکی پوجا ہمارے آباء کرتے تھے) یعنی بت فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ (تو تم ہمارے پاس کوئی واضح دلیل لاؤ) واضح حجت۔ حالانکہ رسول علیہم السلام تو واضح دلائل لائے تھے۔ مگر کفار کی سلطان مبین سے مراد ضد واصرار کی وجہ سے منہ مانگی نشانی تھی۔

انبیائے علیہم السلام کا ارشاد:

۱۱: قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (ان کو ان کے رسولوں نے کہا ہم تو تم جیسے انسان ہیں) ان کی اس بات کو تسلیم کیا کہ ہم تم جیسے انسان ہیں اور کوئی جنس وقسم نہیں۔ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ (لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جن کو چاہتا ہے ان پر (نبوت والا) احسان کرتا ہے) ایمان اور نبوت والا احسان جیسا کہ اس نے ہم پر کیا۔ وَمَا كَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ (اور ہمارے لئے ممکن نہیں کہ تمہارے پاس کوئی نشان اللہ تعالیٰ کی مرضی کے بغیر لے آئیں) یہ کفار کے قول فاتونا بسلطان مبین کا جواب ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تمہاری منہ سے مانگی ہوئی نشانی لانا ہمارے قبضۂ قدرت میں نہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت سے متعلق ہے۔ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ (اور اللہ تعالیٰ ہی کی ذات پر ایمان والوں کو بھروسہ کرنا چاہئے) اس میں تمام ایمان والوں کو توکل کا حکم دیا گیا ہے۔ اور اپنی ذات کو اولین حیثیت سے مخاطب کیا گیا گویا انہوں نے اس طرح فرمایا ہے ومن حقنا ان نتوكل على الله فى الصبر على معاندتكم و معاداتكم و ايذائكم ہمارا حق یہ بنتا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کریں تمہاری ضد، دشمنی، ایذاء پر صبر کرنے میں۔ اگلی آیت اس مفہوم کی تائید کر رہی ہے۔

۱۲: وَمَا لَنَآ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ (اور ہم اللہ تعالیٰ پر آخر بھروسہ کیوں نہ کریں) اللہ تعالیٰ پر توکل نہ کرنے میں ہمارے پاس کیا عذر ہے۔ اس نے تو ہمارے ساتھ وہ سلوک کر رکھا ہے جو ہم پر توکل کو لازم کرتا ہے۔ وَقَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا (جبکہ اسی نے ہمیں اپنے راستوں کی راہ سُجھا دی ہے) اس نے اپنے راستہ کیطرف راہنمائی کی توفیق عنایت فرمائی وہ راستہ جس پر اس کے دین میں چلنا لازم ہے۔ ابوتراب نے کہا توکل کی حقیقت بدن کو عبودیت میں ڈالنا اور دل کا تعلق ربوبیت سے قائم کرنا اور عطاء کے وقت شکریہ اور بلاء کے وقت صبر کرنا ہے۔ وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَآ اٰذَيْتُمُوْنَا (اور ہم ضرور ان ایذاؤں پر صبر کریں گے جو تم ہمیں دے رہے ہو) وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ (اور اللہ تعالیٰ ہی پر توکل کرنے والوں کو توکل کرنا چاہئے) توکل کرنے والوں کو اپنے توکل پر قائم رہنا چاہئے۔ یہ مفہوم اس لئے ذکر کیا تاکہ تکرار نہ ہو۔

وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِرُسُلِھِمْ لَنُخْرِجَنَّکُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِیْ مِلَّتِنَا ط فَاَوْحٰٓی

اور کافروں نے اپنے رسولوں سے کہا کہ ضرور ضرور ہم تمہیں اپنی زمین سے نکال دیں گے یا یہ بات ہو کہ تم ہمارے دین میں واپس ہو جاؤ، سوانکے رب نے

اِلَیْھِمْ رَبُّھُمْ لَنُھْلِکَنَّ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۳﴾ وَلَنُسْکِنَنَّکُمُ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِھِمْ ط ذٰلِکَ لِمَنْ

انکی طرف وحی بھیجی کہ ہم ضرور بالضرور ظالموں کو ہلاک کر دیں گے ۔ اور انکے بعد تمہیں اس زمین میں آباد رکھیں گے یہ اس شخص کے لیے ہے جو

خَافَ مَقَامِیْ وَخَافَ وَعِیْدِ ﴿۱۴﴾ وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ کُلُّ جَبَّارٍ عَنِیْدٍ ﴿۱۵﴾ مِّنْ وَّرَآئِہٖ جَھَنَّمُ

میرے حضور کھڑا ہونے سے خائف ہوا اور میری وعید سے ڈرا، اور کافروں نے فیصلہ چاہا اور ہر سرکش ضدی نامراد ہوا، اس کے آگے دوزخ ہے

وَیُسْقٰی مِنْ مَّآءٍ صَدِیْدٍ ﴿۱۶﴾ یَّتَجَرَّعُہٗ وَلَا یَکَادُ یُسِیْغُہٗ وَیَاْتِیْہِ الْمَوْتُ مِنْ کُلِّ

اور اسے ایسا پانی پلایا جائے گا جو پیپ ہوگا وہ اسے گھونٹ گھونٹ پئے گا اور گلے سے بہ آسانی نہ اتارے گا اور ہر جگہ سے اسپر موت کی آمد

مَکَانٍ وَّمَا ھُوَ بِمَیِّتٍ ط وَمِنْ وَّرَآئِہٖ عَذَابٌ غَلِیْظٌ ﴿۱۷﴾

ہوگی اور وہ نہیں مریگا اور اسکے سامنے سخت عذاب ہوگا۔

کفار کی دھمکی:

۱۳: وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِرُسُلِھِمْ (کافروں نے اپنے رسولوں کو کہا)

قراءت: ابوعمرو نے اوپر والی آیت میں سُبْلَنَا کو سُبْلَنا اور لرُسْلھم پڑھا ہے۔ لَنُخْرِجَنَّکُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ (ضرور ہم تمہیں نکال دیں گے اپنی سرزمین سے) اپنے علاقہ سے اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِیْ مِلَّتِنَا (یا تم ضرور لوٹ جاؤ گے ہمارے مذہب میں) یعنی دو میں سے ایک بات ضرور کرنا پڑے گی نمبر ۱۔ تمہارا نکالنا نمبر ۲۔ تمہارا مذہب میں واپس لوٹنا۔ کفار نے اس پر حلف اٹھایا۔ العود کا معنی ہونا ہے اور یہ کلام عرب میں بہت ہے۔ نمبر ۲۔ اس سے ہر رسول کو خطاب کیا اور ان کے اوپر ایمان لانے والوں کو اس خطاب میں شامل کر کے خطاب میں جماعت کو ایک غلبہ دیکر ذکر کیا (کیونکہ ایمان لانے والے تو پہلے کافر ہوتے ہیں پھر کافروں سے نکل کر ایمان لاتے ہیں)

اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب:

فَاَوْحٰٓی اِلَیْھِمْ رَبُّھُمْ لَنُھْلِکَنَّ الظّٰلِمِیْنَ (پس ان کی طرف ان کے رب نے وحی کی کہ ہم ضرور ظالموں کو ہلاک کر دیں گے) نمبر ۱۔ یہاں قال مضمر ہے۔ نمبر ۲۔ اَوْحٰی کو قول کے قائم مقام لائے۔ کیونکہ وہ بھی اسکی ایک قسم ہے۔

۱۴: وَلَنُسْکِنَنَّکُمُ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِھِمْ (اور ضرور ہم تمہیں آباد کریں گے اس زمین میں ان کے بعد) ظالموں کی سرزمین اور

ملک میں ۔حدیث میں فرمایا: من اذی جاره ورثه الله جارهٗ جس نے اپنے پڑوسی کو دکھ دیا اللہ اس کے گھر کا اسکو وارث بنا دیتے ہیں (یہ مقولہ ہے حدیث نہیں ہے) ذٰلِكَ (یہ) ہلاک کرنا اور ٹھہرانا یہ بات برحق ہے۔لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ (اس کے لئے جو میرے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرا) میرے موقف سے اور وہ موقف حساب ہے۔نمبر۲۔مقام کا لفظ زائد ہے یعنی جو شخص مجھ سے ڈرا نمبر۳۔اس سے ڈرا کہ اللہ تعالیٰ میری نگہداشت کرنے والے ہیں۔جیسا اس قول میں افمن هو قائم علٰی کل نفس بما کسبت [الرعد:۳۳] مطلب یہ کہ یہ متقین کا حق ہے۔وَخَافَ وَعِيْدِ (اور میری وعید سے ڈرا) وعید سے عذاب مراد ہے۔

قراءت: یعقوب نے وعیدی پڑھا ہے۔

فیصلہ مانگے تو فیصلہ نافذ کر دیا جائے گا:

۱۵: وَاسْتَفْتَحُوْا (اور انہوں نے دشمن پر فتح کی دعا کی) اللہ تعالیٰ سے اپنے دشمنوں کے خلاف مدد مانگی۔اس کا عطف اوحی الیهم پر ہے۔وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ (اور ناکام ہوا ہر ظالم سرکش) ہر متکبر و مغرور نامراد ہوا۔عنید حق سے پہلوتہی اختیار کرنے والا۔اس کا مطلب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی مدد کی گئی اور وہ کامیاب ہوئے اور انہوں نے کامرانی حاصل کی اور ہر سرکش و مغرور رسوا ہوا اور وہ ان کے قوم والے لوگ تھے۔نمبر۲۔ایک قول یہ ہے کہ ضمیر کفار کی طرف راجع ہے۔اب مطلب اس طرح ہے کہ کفار نے رسل کے خلاف فیصلہ طلب کیا یہ گمان کرتے ہوئے کہ وہ (کفار) حق پر اور (نعوذ باللہ) انبیاء علیہم السلام باطل پر ہیں۔چنانچہ ہر سرکش ان میں سے رسوا ہوا اور خود فیصلہ طلب کرنے سے کامیاب نہ ہوا۔(اللّٰهم ان کان هذا هو الحق من عندك فامطر علينا حجارة من السماء (الآية)

ہمیشہ کا عذاب:

۱۶: مِّنْ وَّرَآئِهٖ (اس کے پیچھے) یعنی سامنے جَهَنَّمُ (جہنم ہے) نمبر۱۔یہ اسکی حالت دنیا میں ہے کہ وہ جہنم کا منتظر ہے گویا کہ جہنم اس کے سامنے ہے اور یہ کافر اس کے گڑھے کے کنارے کھڑا ہے۔نمبر۲۔اسکی حالت کی یہ کیفیت آخرت میں ہوگی جب کہ وہ اٹھایا جائے گا اور موقف میں کھڑا کیا جائے گا۔وَيُسْقٰى (اور اس کو پلایا جائے گا) اسکا عطف محذوف پر ہے۔تقدیر عبارت یہ ہے۔من ورائه جهنم يلقی فيها مايلقی اس کے پیچھے جہنم ہے اس میں وہ پائے گا جو وہ پائے گا مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ (اس کو پیپ لہو پلایا جائے گا) صدید اہل نار کے چمڑوں سے بہنے والا خون و پیپ۔صدید یہ ماء کا عطف بیان ہے۔کیونکہ وہ مبہم ہے۔پس صدید سے اسکی وضاحت کردی۔

۱۷: يَّتَجَرَّعُهٗ (وہ گھونٹ گھونٹ پیے گا) وہ تکلف کے ساتھ گھونٹ گھونٹ پیے گا۔وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ (وہ ان کو نگل نہ سکے گا) اور نہ نگلنے کے قریب ہوگا۔پھر نگلنا کیسے۔جیسا اس ارشاد میں لم یکد یراها [النور:۴۰] یعنی وہ رؤیت کے قریب بھی نہیں ہو سکتا دیکھنا تو درکنار وَيَاْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ (اور اس کو ہر طرف سے موت آئے گی) یعنی اسباب موت ہر طرف سے ظاہر ہونگے نمبر۲۔اس کے جسم کے ہر لوں لوں پر۔اسؐ میں اس کو پہنچنے والے دکھوں کی شدت کو ذکر کیا گیا۔یعنی کہ اگر کوئی سختی ہے تو وہ ہر سختی ایک مستقل ہلاکت گاہ ہوگی۔وَمَا هُوَ بِمَيِّتٍ (اور وہ مردہ نہ ہوگا) کیونکہ اگر مر جائے تو آرام مل جائے۔وَمِنْ وَّرَآئِهٖ (اور

مَثَلُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ ﹰاشْتَدَّتْ بِهِ الرِّیْحُ فِیْ یَوْمٍ عَاصِفٍ ؕ لَا

جن لوگوں نے اپنے رب کیساتھ کفر کیا انکے اعمال کی مثال ایسی ہے جیسے راکھ ہو اسے تیز آندھی کے دن میں تیز ہوا اڑا کر لیجائے جو

یَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰی شَیْءٍ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِیْدُ ⑱ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ

کچھ انہوں نے کمایا اسمیں سے ذرا سے حصہ پر بھی وہ قادر نہیں ہونگے یہ ہے دور کی گمراہی، اے مخاطب کیا تو نے نہیں دیکھا کہ بلاشبہ اللہ نے آسمانوں کو

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْكُمْ وَیَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِیْدٍ ⑲ وَّمَا ذٰلِكَ

اور زمین کو حق کیساتھ پیدا فرمایا اگر وہ چاہے تو تمہیں ختم کر دے اور نئی مخلوق پیدا فرما دے اور یہ اللہ کے لیے

عَلَی اللّٰهِ بِعَزِیْزٍ ⑳ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِیْعًا فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا

کچھ بھی مشکل نہیں، اور وہ سب اللہ کے حضور میں پیش ہونگے سو ضعیف لوگ ان لوگوں سے کہیں گے جو بڑے بنے ہوئے تھے کہ

اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ ؕ قَالُوْا

بلاشبہ ہم تمہارے تابع تھے سو کیا تم ہم سے اللہ کا عذاب کچھ بھی ہٹا سکتے ہو؟ وہ کہیں گے

لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَیْنٰكُمْ ؕ سَوَآءٌ عَلَیْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِیْصٍ ㉑

کہ اگر اللہ ہمیں راہ بتاتا تو ہم تمہیں بھی راہ بتادیتے، ہم سب کے حق میں برابر ہے کہ ہم بے چینی کا اظہار کریں یا صبر کریں ہمارے لیے چھٹکارہ کی کوئی صورت نہیں۔

اس کے پیچھے)اوراس کے سامنے عَذَابٌ غَلِیْظٌ (سخت عذاب ہوگا) یعنی ہر وقت پہلے سے شدید تر عذاب کا سامنا ہوگا اور غلیظ ترین عذاب سہنا پڑے گا۔ فضیلی رحمہ اللہ کہتے ہیں وہ شدید عذاب سانس کا روکنا اوراس کو اجساد میں بند کرنا ہے۔

کفار کے اعمال کی مثال:

۱۸: مَثَلُ الَّذِیْنَ (حالت ان لوگوں کی) یہ مبتدا ہے اور اسکی خبر محذوف ہے یعنی اس وحی میں جوتم پر پڑھی جارہی ہے۔ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ (جنہوں نے کفر کیا اپنے رب کیساتھ) مثل کا لفظ استعارةً اس حالت کیلئے استعمال ہوا جس میں غرابت ہو۔ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ (ان کے اعمال راکھ کی طرح ہونگے)۔

نحو: یہ جملہ مستانفہ ہے گویا سوال مقدر کا جواب ہے کہ ان کی حالت کیسی ہوگی؟ تو جواب دیا۔ ان کے اعمال راکھ کے ڈھیر کی طرح ہونگے۔ اِشْتَدَّتْ بِهِ الرِّیْحُ (جس پر تیز ہوا چلی ہو) قراءت: مدنی نے الریاح پڑھا ہے۔ فِیْ یَوْمٍ عَاصِفٍ (آندھی کے دن میں) عصف کو دن کے ساتھ خاص کیا۔ کیونکہ وہ دن میں ہوتی ہے اور وہ ہوا ہے۔ جیسا کہ کہتے ہیں یوم ماطر بارش کا دن۔ اعمال کفار سے مراد وہ مکارم اخلاق ہیں جو بطور صلہ رحمی انجام دیے اسی طرح گردنوں کی آزادی، قیدیوں کا فدیہ، مہمانوں

کیلئے اونٹ ذبح کرنا وغیرہ۔ ان کے ضائع ہونے میں راکھ سے تشبیہ دی جس کو آندھی نے اڑا دیا ہو۔ کیونکہ ان کی بنیاد ایمان باللہ سے خالی ہے۔ لَا يَقْدِرُوْنَ (وہ اس کے کسی حصہ پر قادر نہ ہونگے) قیامت کے دن مِمَّا كَسَبُوْا (جو کچھ کہ انہوں نے کمایا) یعنی اعمال عَلٰى شَيْءٍ (کسی چیز پر) ثواب کا کوئی نشان بھی نہ پائیں گے جس طرح تیز آندھی میں اڑائے ہوئے راکھ کا کوئی حصہ قابو میں نہیں آتا۔ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ (یہی تو دور کی گمراہی ہے) اس میں حق کی راہ سے ان کے بہت زیادہ دور گمراہی میں پڑنے کا ذکر فرمایا۔ نمبر۲: ثواب سے دور ہونا مراد ہے۔

قدرتِ الٰہی:

۱۹: اَلَمْ تَرَ (کیا تم نہیں جانتے) اس میں ہر ایک کو خطاب ہے۔ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ (کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔ قراءت: خالق کو مضاف پڑھا حمزہ، علی رحمہما اللہ نے بِالْحَقِّ (حق کیساتھ) حکمت کے ساتھ اور بڑے مقصد کیلئے اور اس کو بے کار نہیں بنایا اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ (اگر وہ چاہتا تو تم کو معدوم کر دے اور نئی مخلوق پیدا کر دے) یعنی اس کو لوگوں کے معدوم کرنے کی قدرت ہے اور ان کی جگہ انہی جیسی نئی مخلوق پیدا کرنے کی طاقت ہے یا ان کی شکل کے خلاف دوسری شکل میں تاکہ یہ چیز موجود کو معدوم اور معدوم کو ایجاد کی قدرت پر دلیل بین ہو جائے۔

۲۰: وَّمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ (اور یہ اللہ تعالیٰ پر مشکل نہیں ہے) ناممکن نہیں۔

۲۱: وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِيْعًا (وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے تمام باہر نکل آئیں گے) قیامت کے دن ظاہر ہونگے۔ ماضی کے لفظ سے اس لئے لائے تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ جو اس نے خبر دی ہے وہ اسی طرح ہے جیسا کہ وہ ہو چکی اور اسکی مثال، و نادٰی اصحاب الجنة [الاعراف:۴۴] و نادٰی اصحاب النار [الاعراف:۵۰] وغیر ذلک۔

بروز کا مطلب:

اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز چھپی نہیں کہ اس کے سامنے ظاہر ہو۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ ارتکابِ فواحش کے وقت آنکھوں سے یہ گمان کر کے چھپتے تھے کہ یہ حالت اللہ تعالیٰ سے چھپنے والی ہے۔ (حالانکہ واقعہ میں ایسا نہیں تھا) جب قیامت کا دن ہوگا تو وہ اپنے نفوس کے نزدیک بھی اللہ تعالیٰ کے سامنے ہونگے۔ اور ان کو اس وقت یقین آجائے گا کہ اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز مخفی نہیں۔ یا جب قبور سے نکلیں گے تو اللہ تعالیٰ کے سامنے حساب کیلئے سب ظاہر ہونگے اور اس کے حکم پر ظاہر ہونگے۔

ضعفاء اور متکبرین کی گفتگو:

فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا (پس کمزور لوگ کہیں گے) رائے میں کمزور اور وہ کم عقل لوگ مراد ہیں اور اسی طرح پیروکار۔ الضعفاء کے لفظ کو واؤ قبل الھمزہ کے ساتھ وہ لکھتے ہیں جو ھمزہ سے پہلے الف کو تفخیم دیتے ہیں اور واؤ کی طرف امالہ کرتے ہیں۔ لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا (ان لوگوں سے جو بڑے بن بیٹھے تھے) اس سے وہ سادات و رؤساء مراد ہیں جنہوں نے ان کو آباد کیا اور انبیاء اور مؤمنین سے فائدہ حاصل کرنے سے انہوں نے لوگوں کو روکا اور محروم کیا۔ اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا (بیشک ہم تو تمہارے پیرو تھے) تابع

فرمان تبعا یہ تابع کی جمع ہے جیسا کہ خَادِمٌ کی جمع خَدَمٌ اور غَائِبٌ کی جمع غَیَبٌ نمبر۲۔ ذی تبع، اور تبع کا معنی اتباع ہے۔ کہا جاتا ہے۔ تبعه تبعا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ (پس کیا تم ہم سے اللہ تعالیٰ کے عذاب کا کچھ حصہ بھی دفع کردو گے) کیا تم کسی چیز کو دور کرنے کی کچھ قدرت رکھتے ہو اس مصیبت میں سے جس میں ہم مبتلا ہیں۔ پہلا مِن تبیین کیلئے ہے اور دوسرا مِن تبعیض کیلئے ہے۔ گویا اس طرح کہا فهل انتم مغنون عنا بعض الشیء الذی هو عذاب اللّٰه۔ کیا تم ہم سے ہٹانے والے ہو اللہ تعالیٰ کے عذاب میں سے کچھ۔ نمبر۲۔ دونوں تبعیض کیلئے ہوں۔ یعنی هل انتم مغنون عنا بعض الشیء هو بعض عذاب الله۔ کیا تم ہمارے کچھ کام آسکتے ہو۔ وہ بعض حصہ ہے اللہ تعالیٰ کے بعض عذاب میں سے ضعفاء کا قول ان کے لئے توبیخًا اور ان کے اغواء ہونے پر عتاب ہے۔ کیونکہ ان کو یقین ہو گیا کہ وہ ان کے کچھ کام نہیں آسکتے۔ توقَالُوْا (وہ کہیں گے) معذرت خواہانہ انداز سے وہ جواب دیں گے لَوْ هَدٰنَا اللّٰهُ لَهَدَیْنٰكُمْ (اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت دیتے تو ہم ضرور تمہیں ہدایت دیتے) اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان کی طرف ہدایت دیتے تو ہم تمہاری بھی راہنمائی اسکی طرف کرتے یا نمبر۲۔ اگر اللہ تعالیٰ ہمیں عذاب سے نجات کا راستہ بتا دیتا تو ہم تمہاری راہنمائی کرتے یعنی تم سے بے نیاز ہو جاتے اور تمہیں نجات کے راستہ پر چلاتے جیسا کہ ہم نے تمہیں ہلاکت کے راستہ پر چلایا۔ سَوَآءٌ عَلَیْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا (ہم صبر کریں یا بے قراری اختیار کریں ہمارے لئے دونوں باتیں برابر ہیں) صبر و جزع فزع دونوں ہمارے حق میں برابر ہیں۔ همزہ اور اَمْ تسویہ کو بیان کرنے کیلئے ہیں۔ روایت میں ہے کہ وہ آگ میں کہیں گے۔ آؤ جزع فزع کریں۔ وہ پانچسو سال ماتم کرتے رہیں گے مگر اس کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ پس وہ کہیں گے آؤ۔ ہم صبر کریں پانچسو سال صبر کرتے رہیں گے مگر صبر بھی فائدہ نہ دیگا۔ پھر وہ کہیں گے ہمارے لئے صبر و جزع دونوں برابر ہیں۔

ماقبل سے اس کا تعلق یہ ہے ان کا عتاب کرنا ان کو یہ اس پریشانی میں گھبراہٹ کا اظہار ہی ہے جس پریشانی میں وہ خود مبتلا ہیں۔ پس وہ ان کو کہیں گے سواء علینا اجزعنا ام صبرنا۔ اس سے وہ ان کو اور اپنے آپ کو مراد لے رہے ہونگے۔ کیونکہ گمراہی کی سزا میں وہ اکٹھے ہیں۔ اسی لئے وہ کہہ اٹھیں گے جزع اور ڈانٹ کیسی ہے۔ نہ جزع میں فائدہ نہ صبر میں آرام۔ مَالَنَا مِنْ مَّحِیْصٍ (ہمیں چھٹکارا نہیں مل سکتا) محیص کا معنی نجات دہندہ اور چھٹکارہ ہے۔ ہم جزع فزع کریں یا صبر کریں اور یہ بھی درست ہے کہ ضعفاء اور متکبرین دونوں ہی کا کلام ہو۔

وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ؕ

اور جب فیصلے ہو چکیں گے تو شیطان کہے گا کہ بلاشبہ اللہ نے تم سے سچے وعدے کیے اور میں نے تم سے وعدے کیے وہ وعدے میں نے تم سے خلاف کیے تھے

وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّاۤ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ

اور میرا تم پر اس سے زیادہ کچھ زور نہ تھا کہ میں نے تم کو دعوت دی سو تم نے میری بات مانی لہٰذا تم مجھے ملامت نہ کرو

وَلُوْمُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ مَاۤ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَاۤ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ؕ اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَاۤ اَشْرَكْتُمُوْنِ

اور اپنی جانوں کو ملامت کرو نہ میں تمہارا مددگار ہوں نہ تم میرے مددگار ہو میں تمہارے اس فعل سے بیزار ہوں کہ اس سے پہلے تم نے مجھے شریک

مِنْ قَبْلُ ؕ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۲﴾ وَاُدْخِلَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

بنایا بلاشبہ جو ظالمین ہیں انکے لیے دردناک عذاب ہے اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے وہ لوگ ایسے باغوں میں داخل کیے جائیں

الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ؕ تَحِيَّتُهُمْ

گے جن کے نیچے نہریں جاری ہونگی اپنے رب کے حکم سے ہمیشہ ان میں رہیں گے ان کا تحیہ ملاقات کے وقت

فِيْهَا سَلٰمٌ ﴿۲۳﴾

سلام ہوگا۔

شیطان کا خطاب:

۲۲: وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ (جب معاملے کا فیصلہ ہو چکے گا تو شیطان کہے گا) جب جنت کا اہل جنت کیلئے اور دوزخ کا اہل دوزخ کیلئے فیصلہ ہو چکے گا اور وہ حساب و کتاب سے فارغ ہو جائیں گے اور جنت والے جنت اور دوزخ والے دوزخ میں داخل ہو جائیں گے۔ روایت تفسیر میں ہے کہ شیطان اس وقت آگ کے منبر پر خطبہ دے گا۔ اہل نار کو خطاب کرتے ہوئے کہے گا۔ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ (بیشک اللہ تعالیٰ نے تم سے سچا وعدہ کیا تھا اور میں نے تم سے وعدہ کیا پس میں نے اس کے خلاف کیا) وعد الحق سے بعث و جزاء علی الاعمال کا وعدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وعدہ کے مطابق پورا کر دیا۔ وعدتکم سے مراد کہ نہ بعث ہے نہ جزاء اور نہ ہی حساب اخلفتکم کا معنی جھوٹ بولنا ہے۔ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ (مجھے تم پر کوئی غلبہ حاصل نہ تھا) اقتدار و تسلط اِلَّاۤ اَنْ دَعَوْتُكُمْ (مگر یہ کہ میں نے تمہیں دعوت دی) لیکن میں نے تمہیں اپنے وسوسہ سے گمراہی کی طرف بلایا اور تزین سے گمراہی پر لگایا۔ یہ استثناء منقطع ہے۔ کیونکہ دعاء سلطان کی جنس سے نہیں۔ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ (پس تم نے میری دعوت کو قبول کیا) جلدی سے مان لیا۔ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ (پس تم مجھے ملامت نہ کرو) کیونکہ جو

عداوت کی ٹھاننے والا ہو وہ قابل ملامت نہیں جبکہ وہ امر کسی امر قبیح کی طرف بلائے۔اس کے باوجود کہ رحمان نے کہہ رکھا ہے لا یفتننکم الشیطان کما اخرج ابویکم من الجنة [الاعراف:۲۸] وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ (تم اپنے آپ کو ملامت کرو) اس لئے کہ تم نے بلا دلیل میری اتباع شروع کر دی۔

قولِ معتزلہ:

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان خود شقاوت یا سعادت کو اختیار کرتا ہے اور اس کو اپنے نفس کیلئے حاصل کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے صرف اس پر پختہ کرنا اور شیطان کی طرف سے فقط تزیین ہوتی ہے۔

جواب: یہ باطل استدلال ہے۔کیونکہ آیت سے یہ مضمون ثابت ہی نہیں ہوسکتا صرف اتنی بات معلوم ہوتی ہے کہ بندہ کی قدرت کو عمل میں کچھ دخل ہے۔اسی کو اشاعرہ کسب کہتے ہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لو هدانا الله ای الی الایمان لهدینا کم جیسا کہ گزرا۔مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ (میں تمہاری فریادرسی نہیں کرسکتا اور نہ تم میری فریاد کو پہنچ سکتے ہو) ہم ایک دوسرے کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا نہیں سکتے اور نہ اس کو مدد کیلئے پکار سکتے ہیں۔الاصراخ فریادرسی کرنا

قراءت: لمصرخیّ۔حمزہ نے خاء کی اتباع میں یاء کا کسرہ پڑھا پس پہلی یاء تو یائے جمع ہے اور دوسری یائے متکلم ہے۔اِنِّیْ كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ (میں خود تمہارے اس فعل سے بیزار ہوں کہ تم اس سے پہلے مجھے خدا کا شریک بناتے تھے) قراءت بصری قراء نے یاء سے پڑھا ہے اور ما مصدریہ ہے۔مِنْ قَبْلُ (اس سے پہلے) یہ اشرکتمونی سے متعلق ہے یعنی میں انکار کرتا ہوں اس بات کا کہ تم نے مجھے اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرایا آج سے قبل دنیا کی زندگی میں جیسا دوسری آیت میں ہے۔ویوم القیامة یکفرون بشرككم [فاطر:۱۴] شیطان کے کفر بالاشراک کا مطلب اس کا اس نسبت سے انکار اور بیزاری ہے جیسا اس آیت میں اِنَّا بُرَءٰٓؤُا منكم و مما تعبدون من دون الله كفرنا بكم [الممتحنہ:۴] نمبر۲۔من قبل یہ کفرت کے متعلق ہے۔اور ما موصولہ ہے یعنی كفرت من قبل حين ابيت السجود لآدم بالذی اشركتمونيه وهو الله عزوجل جیسا کہتے ہیں اشرکنی فلان ای جعلنی له شریکا مجھے اس کا شریک بنایا اور اشرکهم الشیطان بالله کا معنی ان کا شیطان کی اطاعت ان باتوں میں اختیار کرنا جن کو شیطان بتوں کی عبادت کروانے کے لئے مزین کرتا تھا۔یہ شیطان کا آخری قول ہے۔

اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (بیشک شیطان کیلئے دردناک عذاب ہے) نمبر۱۔شیطان کے کلام کا تتمہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اس لئے ذکر کیا تا کہ سامعین کیلئے لطف کا باعث ہو کہ گمراہوں کا مہالیڈر بھی یہ کہہ اٹھے گا۔نمبر۲۔یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے (کہ شیطان اور اس کے حواری ظالم ہیں ان کا انجام عذاب ہے)

نیکوں کا انجام:

۲۳: وَاُدْخِلَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا (اور ایمان والوں اور اعمال صالحہ کرنے والوں کو ایسے باغات میں داخل کیا جائے گا جنکے نیچے نہریں جاری ہیں وہ ان باغات میں ہمیشہ رہیں گے) یہ برزوا پر عطف ہے۔بِاِذْنِ رَبِّهِمْ (اپنے رب کے اذن سے) یہ ادخل کے متعلق ہے یعنی ان کو فرشتے جنت میں لے جائیں گے اللہ

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا

کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے کیسی مثال بیان فرمائی وہ مثال کلمہ طیبہ کی ہے جو شجرہ طیبہ کی طرح سے ہے اسکی جڑ مضبوط ہے اور اسکی شاخیں بلندی

فِي السَّمَآءِ ﴿٢٤﴾ تُؤْتِيٓ أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍۢ بِإِذْنِ رَبِّهَا ۗ وَيَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ

میں ہیں وہ اپنے رب کے حکم سے ہر وقت اپنا پھل دیتا ہے اور اللہ لوگوں کے لیے مثالیں بیان فرماتا

لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿٢٥﴾ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ اجْتُثَّتْ

ہے تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں اور کلمہ خبیثہ کی مثال ایسی ہے جیسے خبیث درخت ہو جسے

مِن فَوْقِ الْأَرْضِ مَا لَهَا مِن قَرَارٍ ﴿٢٦﴾ يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ

زمین کے اوپر سے اکھاڑ دیا گیا ہو اس کے لیے ثبات نہیں ہے، جو لوگ ایمان لائے اللہ انہیں دنیا والی زندگی میں اور

فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ۖ وَيُضِلُّ اللَّهُ الظَّالِمِينَ ۚ وَيَفْعَلُ اللَّهُ مَا يَشَآءُ ﴿٢٧﴾

آخرت میں پختہ بات کے ساتھ مضبوط رکھتا ہے اور اللہ ظالموں کو گمراہ کر دیتا ہے اور اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

تعالیٰ کے امر اور اذن سے تَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلٰمٌ (اور اس کا سلام اسمیں سلام کے لفظ سے ہوگا) وہ جنت میں ایک دوسرے کو سلام کریں گے نمبر۲۔ فرشتے ان کو سلام کریں گے۔

کلمہ طیبہ کی مثال:

۲۴: اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا (کیا تمہیں معلوم نہیں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے ایک مثال بیان کی) ضرب کا معنی اسکی تعریف کی اور وضاحت کی كَلِمَةً طَيِّبَةً (ایک پاکیزہ کلمہ کی) یہ فعل مضمر کی وجہ سے منصوب ہے ای جعل كلمة طيبة :اس نے پاکیزہ کلمہ بنایا۔ كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ (جیسے پاکیزہ درخت) یہ ضرب الله مثلاً کی تفسیر ہے جیسا کہ کہتے ہیں شرّف الامیر زیدا، کساہ حلة وحمله علی فرس نمبر۲۔ مثلًا اور کلمۃ یہ دونوں ضرب سے متعلق ہیں ای ضرب كلمة طيبة مثلا اس نے کلمہ طیبہ کی مثال بیان کی پھر فرمایا کشجرة طيبة یہ متبدا محذوف کی خبر ہے۔ ای ھی کشجرة طيبة وہ پاکیزہ درخت کی طرح ہے۔

اَصْلُهَا ثَابِتٌ (اسکی جڑ زمین میں قائم رہنے والی ہے) یعنی فی الارض۔ قائم ہونے والی ہے زمین میں اور اپنی جڑیں اس میں لگانے اور گاڑنے والی ہے۔ وَّ فَرْعُهَا (اور اسکی شاخیں) اسکی چوٹی اور بلندی فِی السَّمَآءِ (آسمان میں ہے) کلمہ طیبہ سے کلمۂ توحید مراد ہے اور اصل سے مراد دل سے اسکی تصدیق اور فرع سے اقرار باللسان اور اکل سے عمل بالارکان مراد ہے۔ جیسا کہ درخت درخت ہی ہے اگر چہ اس پر پھل نہ ہو اسی طرح مؤمن مؤمن ہے خواہ عامل نہ ہو۔ مگر درختوں سے مقصود پھل ہوا کرتے

ہیں۔ آگ کی خوراک بھی تو درخت سے میسر ہے جب کہ حفاظت پھلوں کے زمانہ میں کی جاتی ہے۔

الشجرۃ سے ہر پھلدار عمدہ پھل والا درخت مراد ہے مثلاً کھجور، انجیر وغیرہ۔ جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ اس سے کھجور مراد ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے مؤمن کی مثال ایک درخت سے دی ہے تم بتلاؤ وہ کونسا درخت ہے؟ لوگ جنگل کے مختلف درخت بتلانے لگے میں کم عمر تھا میرے دل میں آیا کہ وہ درخت کھجور ہے مگر رسول ﷺ کے رعب کی وجہ سے میں خاموش رہا۔ میں موجود لوگوں میں سب سے صغیر السن تھا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سنو وہ کھجور کا درخت ہے۔ اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے بیٹے اگر تم نے بتلا دیا ہوتا تو یہ مجھے سرخ اونٹوں سے زیادہ محبوب تھا۔
[بخاری و مسلم]

۲۵: تُؤْتِیْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِیْنٍ (وہ اپنا پھل ہر اس گھڑی دیتا ہے) وہ اپنا پھل ہر اس وقت میں لاتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے مقرر فرمایا بِاِذْنِ رَبِّهَا (اپنے رب کے حکم سے) اپنے خالق کے میسر فرمانے اور اسکی تکوین سے وَیَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ (اللہ تعالیٰ لوگوں کیلئے مثالیں بیان کرتے ہیں تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں) کیونکہ مثالیں بیان کرنے سے بات ذہنوں میں اچھی طرح بیٹھ جاتی ہے اور خوب نصیحت اثر پذیر ہوتی ہے اور معانی عملی صورت میں سامنے آجاتے ہیں۔

خبیث کلمے کی مثال:

۲۶: وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِیْثَةٍ (اور خبیث کلمہ کی مثال) وہ کلمہ کفر ہے كَشَجَرَةٍ خَبِیْثَةِ (خبیث درخت جیسی ہے) اس سے ہر وہ درخت مراد ہے جس کا پھل اچھا نہ ہو۔ حدیث میں فرمایا وہ اندرائن (کوڑتمبے) کا پودا ہے۔ اِجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ (جس کو اکھاڑ لیا جائے زمین کے اوپر ہی سے) اس کے وجود کا استیصال کر دیا جائے الاجتثاث کی حقیقت تمام جثہ کو لے لینا۔ یہ لفظ اصلها ثابت کے بالمقابل ہے۔ مَالَهَا مِنْ قَرَارٍ (اس کے لئے ٹھہراؤ نہیں) یعنی استقرار و پختگی نہیں جیسا کہا جاتا ہے قر الشیء قرارًا جیسے ثبت ثبوتاً خوب مضبوطی سے جمنا۔ اس سے ایسی بات کو مشابہت دی جس کی کوئی دلیل نہ ہو وہ مٹنے والی اور قائم نہ رہنے والی ہو۔

۲۷: یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (اللہ تعالیٰ مضبوط کرتے ہیں ایمان والوں کو) یعنی اس پر ان کو ہمیشگی دیتے ہیں بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ (قائم رہنے والی بات سے) وہ لاالہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ کا اقرار بالقلب والقالب ہے فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا (دنیا کی زندگی میں) جب ان کو دین کے سلسلہ میں آزمایا جاتا ہے تو پھر بھی وہ زائل نہیں ہوتے جیسا کہ اصحابِ اخدود ثابت قدم رہے وغیرہ وَفِی الْاٰخِرَةِ (اور آخرت میں) جمہور کہتے ہیں کہ اس سے مراد قبر میں تلقین جواب منکر نکیر ہے اور درست بات پر ثابت قدمی ہے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مؤمن کی روح کے قبض ہونے کا ذکر فرمایا۔ پھر فرمایا اسکی روح کو اس کے جسم میں لوٹایا جاتا ہے پس دو فرشتے آتے ہیں اور اس کو قبر میں بٹھاتے ہیں اور کہتے ہیں من ربك؟ و ما دینك و من نبیك؟ وہ اس طرح جواب دیتا ہے ربی الله دینی الاسلام نبیی محمد ﷺ، اس وقت آسمانوں سے ایک فرشتہ نداء دیتا ہے میرے بندے نے سچ کہا پس یہ بات اس قول میں فرمائی یثبت الله الذین امنوا بالقول الثابت پھر دونوں فرشتے کہتے ہیں تو سعید زندہ رہا اور قابل مدح ہو کر تیری موت آئی تم دلہن کی طرح سو جاؤ (احمد و ابوداؤد) وَیُضِلُّ اللّٰهُ

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ﴿۲۸﴾ جَهَنَّمَ

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہوں نے اللہ کی نعمت کو ناشکری سے بدل دیا اور اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر یعنی جہنم میں اتار دیا

يَصْلَوْنَهَا ۚ وَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿۲۹﴾ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ۗ قُلْ

وہ اسمیں داخل ہونگے اور وہ رہنے کی بری جگہ ہے اور ان لوگوں نے اللہ کے لیے مقابل قرار دیدیئے تاکہ وہ انہیں اللہ کی راہ سے گمراہ کردیں آپ فرما دیجئے

تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ مَصِيْرَكُمْ اِلَى النَّارِ ﴿۳۰﴾ قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ

کہ تم مزے کی زندگی گزار لو پھر بلاشبہ تمہیں دوزخ کی طرف لوٹ کر چلا جانا ہے، آپ میرے بندوں سے فرما دیجئے جو ایمان لائے کہ نماز قائم کریں

وَيُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ

اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے اسمیں سے پوشیدہ طریقے پر اور ظاہری طریقے پر خرچ کریں اس دن کے آنے سے پہلے جس میں نہ کوئی خرید و فروخت ہوگی

وَلَا خِلٰلٌ ﴿۳۱﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ

اور نہ کوئی دوستی ہوگی اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا فرمایا اور آسمان سے پانی اتارا پھر اسکے ذریعہ پھلوں سے

بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ

تمہارے لیے رزق نکالا اور تمہارے لیے کشتی کو مسخر فرما دیا تا کہ وہ سمندر میں اس کے حکم سے چلے اور اس نے تمہارے لئے نہروں کو

الْاَنْهٰرَ ﴿۳۲﴾ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ﴿۳۳﴾ وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ

مسخر کردیا ۔ اور تمہارے لئے سورج اور چاند کو مسخر فرما دیا وہ برابر حرکت میں ہیں اور اس نے تمہارے لیے رات اور دن کو مسخر فرما دیا، اور تم نے اس سے جو کچھ مانگا

كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ۚ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ۗ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ﴿۳۴﴾ ع ۵ ۱۷

تم کو اس سب میں سے عطا فرما دیا اور اگر تم اللہ کی نعمت کو شمار کرو تو شمار نہیں کر سکتے بلاشبہ انسان بڑا بے انصاف ہے بڑا ہی ناشکرا ہے۔

الظّٰلِمِيْنَ (اور وہ ظالموں کو گمراہ کرتا ہے) آزمائش کے مواقع میں ان کو قول ثابت پر جمے رہنا نصیب نہیں ہوتا پہلے مرحلہ میں ان کے قدم پھسل جاتے ہیں اور آخرت میں اور زیادہ گمراہ اور پھسلنے والے ہونگے۔ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ (اور اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے) پس مومن کو ثابت قدم رکھنے اور اضلال ظالم میں اللہ تعالیٰ پر کسی کو اعتراض کا حق نہیں۔

کفارِ مکہ کو تنبیہ:

۲۸: اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ (کیا تمہیں معلوم نہیں ہے ان لوگوں کی حالت جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو بدل

دیا) اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے شکر یہ کو کُفْرًا (کفر میں) کیونکہ شکر واجب تھا اسکی بجائے ناشکری کرنے لگے گویا انہوں نے شکر ہی کو کفر میں بدل ڈالا اور اس کو بالکل بدل ڈالا۔اس سے مراد اہل مکہ ہیں اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناشکری کی حالانکہ ان کو شکر کرنا چاہیے تھا (نبوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مان کر) وَاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ (اور انہوں نے اپنی قوم کو اتارا) وہ لوگ جنہوں نے ان کی کفر میں اتباع کی ۔دَارَ الْبَوَارِ (ہلاکت کے گھر میں)

۲۹: جَهَنَّمَ (وہ جہنم ہے) یہ عطف بیان ہے یَصْلَوْنَهَا (وہ اس میں داخل ہونگے) وَبِئْسَ الْقَرَارُ (وہ ٹھہرنے کی بری جگہ ہے) جہنم بری قرارگاہ ہے۔

۳۰: وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا (انہوں نے اللہ تعالیٰ کے شریک بنائے) عبادت میں مثیل بنا لئے۔نمبر۲۔نام میں مثیل بنا لیے۔ لِّيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ (تا کہ وہ گمراہ کریں اس کے راستہ سے)

قراءت: یہ یاء کے فتحہ کے ساتھ ہے مکی وابوعمرو نے اسی طرح پڑھا ہے۔قُلْ تَمَتَّعُوْا (کہہ دو تھوڑا عیش کرلو) دنیا میں مراد اس سے رسوائی وذلت ہے ذوالنون رحمہ اللہ کہتے ہیں التمتع یہ ہے کہ بندہ اپنی طاقت بھر خواہش پوری کرے۔فَاِنَّ مَصِيْرَكُمْ اِلَى النَّارِ (پس بیشک تمہارا ٹھکانہ آگ ہے) اسکی طرف لوٹنا۔

ایمان والوں کا شرف:

۳۱: قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (کہہ دیں میرے ان بندوں کو جو ایمان لائے) اپنی طرف اضافت کر کے ان کو شرف بخشا۔

قراءت: شامی، حمزہ، علی، الاعشیٰ نے سکون یاء سے پڑھا يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ (وہ نماز کو قائم کریں اور جو ہم نے رزق دیا اس میں سے خرچ کریں) یہاں مقولہ محذوف ہے کیونکہ قل کا لفظ مقولے کا تقاضا کرتا ہے اور وہ اقیموا ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے ان کو کہہ دو کہ نماز قائم کریں اور خرچ کریں) اقیموا الصلوٰۃ وانفقوا یقیموا الصلوٰۃ وینفقوا نمبر۲۔وہ امر ہے اور وہ خود مقولہ ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے۔ لیقیموا ولینفقوا لام کو قُل کی دلالت کی وجہ سے حذف کر دیا۔

سوال: یقیموا الصلوٰۃ وینفقوا ابتدائی جملہ ہے حذف لام جائز نہیں۔

جواب: شرط محذوف کی جزاء ہے حذف لام درست ہے۔

سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً (پوشیدہ اور ظاہری طور پر) یہ دونوں حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں پوشیدگی والے اور علانیہ والے یعنی مسرّین و معلنین ۔نمبر۲۔ظرف ہونے کی وجہ سے ای وقتی سرٍّ وعلانیۃ نمبر۳۔مصدر ہونے کی وجہ سے ای انفاق سر و انفاق علانیۃ۔ پوشیدہ خرچ کرنا اور علانیہ خرچ کرنا۔مطلب یہ ہے نفلی کو اخفاء کر کے اور فرضی کو ظاہر کر کے تا کہ دوسرے کو ترغیب ہو۔مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ (اس سے پہلے کہ ایسا دن آئے کہ جسمیں نہ بیع ہوگی اور نہ دوستی) یعنی اس میں خرید وفروخت سے فائدہ نہ ہوگا۔اور نہ دوستی سے۔الخلال المخالۃ دوستی کرنا۔بیع میں فائدہ انفاق لوجہ اللہ سے ہوتا ہے۔

قراءت: مکی، بصری نے بیعَ اور خَلَل کو فتحہ سے پڑھا ہے باقی تمام نے رفع اور تنوین سے۔

انعامات باری تعالیٰ بے شمار ہیں:

۳۲: اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً (اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو بنایا اور آسمان سے پانی اتارا) اللّٰہ مبتدا ہے اور الذی خلق خبر ہے۔ انزل من السماء سے بادلوں سے بارش اتارنا مراد ہے۔ فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ (پس اس نے اس پانی کے ذریعہ پھلوں میں سے تمہارے لئے رزق نکالا) من الثمرات یہ رزق کا بیان ہے۔ ای اخرج بہ رزقًا ھو الثمرات۔ گویا من بیانیہ ہے نمبر۲۔ من الثمرات۔ اخرج کا مفعول ہے اور رزقًا اس مفعول کا حال ہے۔ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِیَ فِی الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ (اور اس نے تابع کیا تمہارے لئے کشتیوں کو تاکہ وہ کشتی اس کے حکم سے چلے اور اس نے تمہارے تابع کیا دریاؤں کو)۔

۳۳: وَ سَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآىِٕبَیْنِ (اور اس نے سورج اور چاند کو تمہارے کام کیلئے سرگرم عمل کر دیا) دائبین یہ الشمس والقمر سے حال ہے۔ ای یدأبان فی سیر ھماوہ اپنی رفتار میں اور روشنی اندھیرے کو اجالا کرنے اور زمین کی جس درستی کا تعلق ان سے ہے اس کو انجام دینے اور ابدان و نباتات کی اصلاح کرنے میں سرگرم عمل ہیں۔ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ (اور اس نے دن اور رات کو تمہارے کام میں لگا دیا) تمہارے گزر اوقات اور نوم و یقظہ کیلئے پے در پے آ جا رہے ہیں۔

۳۴: وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَاسَاَلْتُمُوْهُ (اور تمہیں وہ دیا جو تم نے اس سے مانگا) من تبعیض کیلئے ہے یعنی اس میں سے بعض عنایت کیا جو تم نے مانگا۔ نمبر۲۔ اور اس نے وہ سب کچھ تمہیں دیا جو تم نے مانگا اور جو نہ مانگا۔ اس میں ما موصولہ ہے اور جملہ اسکی صفت ہے۔ اور دوسرا جملہ محذوف ہے کیونکہ بقیہ حصہ محذوف پر دلالت کرتا ہے جیسا کہ فرمایا سرابیل تقیکم الحر [النحل:۸۱] میں گرمی سے بچانا ذکر کر دیا دوسرا خود سمجھا گیا۔

قراءت: ابوعمرو نے مِنْ كُلٍّ پڑھا اور ماسألتموہ کو نفی قرار دیا۔ یہ حال ہونے کی وجہ سے محلًا منصوب ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے اتاکم من جمیع ذالك غیر سائلیہ۔ تمہیں وہ تمام دیا جس کے متعلق تم نے سوال بھی نہیں کیا۔ نمبر۲۔ ما موصولہ ہے واتاکم من کل ذلك ما احتجتم الیه فکانکم سألتموہُ اور تمکو ہر ضرورت کی چیز دی گویا کہ تم نے مانگ کر لی۔ نمبر۳۔ تم نے زبان حال سے گویا مانگی ہے۔ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَاتُحْصُوْهَا (اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار کرو تو تم شمار نہیں کر سکتے) تم ان کو گننے کی طاقت نہیں رکھتے اور ان کی انتہائے شمار تک نہیں پہنچ سکتے۔ یہ اس صورت میں ہے جبکہ اجمالی طور پر ان کو شمار کریں۔ باقی تفصیل کو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ (بیشک انسان البتہ ظالم ہے) شکریے سے غفلت کر کے نعمت پر ظلم کرتا ہے۔ كَفَّارٌ (کافر ہے) بہت شدت سے ان کا انکار کرنیوالا ہے۔ نمبر۲۔ شدت و سختی میں ظالم ہے شکوہ اور جزع فزع کرتا ہے، (كَفَّار) اور نعمت میں ناشکری کرتا ہے۔ مال جمع کرتا اور صدقہ سے باز رہتا ہے۔ الانسان یہاں اسم جنس ہے اور اس میں ایسے انسان کے متعلق اطلاع دی گئی ہے جسمیں یہ ظلم و کفران دونوں پائے جائیں۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ

اور جب ابراہیم نے کہا کہ اے میرے رب اس شہر کو امن و امان والا بنا دیجئے اور مجھے اور میرے فرزندوں کو اس سے دور رکھیے کہ ہم بتوں کو

الْاَصْنَامَ ۝٣٥ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ

پوجیں، اے میرے رب بلاشبہ ان بتوں نے لوگوں میں سے بہت سوں کو گمراہ کر دیا، سو جو شخص میری پیروی کرے بلاشبہ وہ

مِنِّيْ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝٣٦ رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ

مجھ سے ہے اور جو شخص میری نافرمانی کرے تو بلاشبہ آپ بخشنے والے ہیں مہربان ہیں، اے ہمارے رب میں نے اپنی اولاد کو آپ کے محترم

بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ

گھر کے نزدیک ایسی وادی میں ٹھہرایا ہے جو کھیتی والی نہیں ہے اے ہمارے رب تاکہ وہ نماز قائم کریں، سو آپ لوگوں کے

اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ۝٣٧

دل انکی طرف مائل کر دیجئے اور انہیں پھلوں میں سے روزی عطا فرمائیے تاکہ شکر ادا کریں۔

ابراہیم علیہ السلام کی دعائیں:

۳۵: وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ (اور جب ابراہیم علیہ السلام نے کہا) اذکر اس وقت کو یاد کرو جب ابراہیم علیہ السلام نے کہا رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ (اے میرے رب تو بنادے اس شہر کو) البلد سے بلد حرام مراد ہے اٰمِنًا (امن والا)

فَائِدَہ: اس آیت اور سورۂ بقرہ میں جو آیت گزری اس کا فرق یہ ہے اس میں یہ سوال ہے کہ اس کو ان شہروں میں سے کر دے کہ جنکے رہنے والے مامون ہوتے ہیں۔ اور اس آیت میں یہ ہے کہ اس کو خوف والی حالت سے نکال کر امن والی حالت میں بدل دے گویا اس طرح فرمایا۔ هو بلد مخوف فاجعله امنا۔ کہ وہ خوف والا شہر ہے اس کو امن والا بنادے۔ وَّاجْنُبْنِيْ (اور مجھے بچا) مجھے دور کر یعنی مجھے ثابت قدم فرما۔ اور ان کی عبادت سے ہمیشہ بچا جیسا کہ فرمایا و اجعلنا مسلمين لك [البقرہ:۱۲۸] یعنی ہمیں اسلام پر ثابت قدم رکھ۔ وَبَنِيَّ (اور میری اولاد کو) مراد اس سے صلبی اولاد ہے۔ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ (بتوں کی عبادت سے) اس سے کہ ہم بتوں کی عبادت کریں۔

۳۶: رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ (اے میرے رب انہوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا) بطور تسبب کے ان کو مضلات فرمایا کیونکہ لوگ بتوں کی وجہ سے گمراہ ہوئے گویا خود ان بتوں نے گمراہ کیا۔ فَمَنْ تَبِعَنِيْ (پس جس نے میری بات مانی) میری ملت پر چلا اور وہ میری طرح حنیف و مسلم بنا۔ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ (پس وہ مجھ سے ہے) وہ میرا بعض حصہ ہے کیونکہ وہ بہت زیادہ میرے ساتھ خصوصیت رکھنے والا ہے۔ وَمَنْ عَصَانِيْ (اور جس نے میری نافرمانی کی) ان باتوں میں جو شرک کے علاوہ

ہیں (کبائر وصغائر) فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (پس بیشک تو بخشنے والا مہربان ہے) نمبر۲۔جس نے میری نافرمانی کر کے شرک کیا پس بیشک تو اس کو بخشنے والا رحم کرنے والا ہے اگر وہ شرک سے توبہ کر کے ایمان لے آئے۔

۳۷: رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِیْ (اے ہمارے رب بیشک میں نے اپنی اولاد کو ٹھہرا دیا) مِنْ، تبعیضیہ ہے بعض اولاد مراد ہے اور وہ اسماعیل علیہ السلام ہیں جو آپ کے بڑے بیٹے تھے بِوَادٍ (وادی میں) اس سے وادیٔ مکہ مراد ہے۔غَيْرِ ذِیْ زَرْعٍ (ایسی وادی میں جسمیں زراعت نہیں) اس میں کھیتی کی قسم میں سے کوئی چیز بالکل نہیں ہوتی۔عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ (تیرے عظمت والے گھر کے پاس) وہ بیت اللہ الحرام ہے۔اس کو المحرم کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر تعرض کرنا حرام کیا ہے۔ نمبر۲۔تذلیل کرنا حرام کیا اور اس کے ماحول کو اس کے مرتبہ کی وجہ سے حرمت والا بنایا نمبر۳۔وہ ہمیشہ سے محفوظ رہا ہر ظالم و جبار اس سے ڈرتا رہا۔نمبر۴۔کیونکہ وہ محترم اور بڑی حرمت والا ہے۔اس حرمت کا توڑنا حلال نہیں نمبر۵۔اس لئے کہ اس کو طوفان پر حرام کر دیا گیا یعنی بچالیا گیا جیسا کہ عتیق نام رکھا گیا کیونکہ وہ اس طوفان سے بچالیا گیا۔

رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ (اے ہمارے رب تا کہ وہ نماز کو قائم کریں) لام متعلق ہے اسکنت کے یعنی **ما اسكنتهم بهٰذا الوادی البلقع الا ليقيموا الصلوٰة عند بيتك المحرم و يعمروه بذكرك و عبادتك** میں نے ان کو اس چٹیل وادی میں اس لئے ٹھہرایا تا کہ وہ محترم گھر کے پاس نماز کو قائم کریں اور تیری یاد اور عبادت سے اس کو آباد کریں۔فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ (تو لوگوں کے دلوں کو کر دے) لوگوں کے دلوں میں کچھ دل مِن تبعیضیہ ہے۔حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے مروی ہے۔اگر وہ دعا میں **افئدة الناس** کہہ دیتے تو فارس و روم، ترکی وھندی سب اس پر ہجوم کر کے جھک پڑتے۔نمبر۲۔مِن ابتدائیہ ہے۔ جیسا کہتے ہیں: القلب منی سقیم، مراد اس سے میرا دل سقیم ہے گویا اس طرح فرمایا: **افئدة ناس** لوگوں کے دل۔مضاف الیہ کو اس تمثیل میں نکرہ لائے کیونکہ **افئدة** نکرہ ہے۔تا کہ بعض دلوں کو شامل ہو کیونکہ وہ آیت نکرہ ہے۔تَهْوِیْٓ اِلَيْهِمْ (جھک جائیں اسکی طرف) دور شہروں سے اسکی طرف جلدی کریں اور شوق سے اسکی طرف اڑ کر جائیں وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ (اور ان کو پھلوں سے رزق عنایت فرما) اس کے باوجود کہ ہم نے ان کو ایک ایسی وادی میں ٹھہرا دیا جس میں ان میں سے کوئی چیز نہیں پائی جاتی۔اس طرح کے رزق دے کہ دور دراز علاقوں سے یہ چیزیں کھنچی آئیں۔لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ (تا کہ وہ شکریہ ادا کریں) اس نعمت کا کہ بے شمار اقسام کے پھل ایسی وادی میں ان کو میسر ہیں جن میں نہ درخت ہیں نہ پانی۔

رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ وَمَا نُعْلِنُ ۭ وَمَا يَخْفٰى عَلَي اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ فِي

اے ہمارے رب بلاشبہ آپ وہ سب کچھ جانتے ہیں جو ہم چھپاتے ہیں اور جو ہم ظاہر کرتے ہیں اور زمین میں اور آسمان میں اللہ پر کوئی چیز پوشیدہ

الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاۗءِ ۝۳۸ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَي الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ ۭ

نہیں ہے، سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جس نے مجھے بڑھاپے میں اسماعیل اور اسحاق عطا فرمایا،

اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَاۗءِ ۝۳۹ رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ ڰ رَبَّنَا

بلاشبہ میرا رب دعا کا سننے والا ہے، اے میرے رب مجھے نماز قائم کرنے والا رکھیئے اور میری اولاد میں سے بھی، اے ہمارے رب

وَتَقَبَّلْ دُعَاۗءِ ۝۴۰ رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ۝۴۱ ع

اور میری دعا قبول فرمایئے، اے ہمارے رب میری مغفرت فرمایئے اور میرے والدین کی اور مومنین کی جس دن حساب قائم ہوگا۔

۳۸: رَبَّنَآ (اے ہمارے رب) بار بار ربنا سے نداء گڑگڑانے اور تضرع کی دلیل ہے۔ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ وَمَا نُعْلِنُ (بیشک تو جانتا ہے جو ہم چھپاتے اور جو ظاہر کرتے ہیں) آپ سرو علانیہ کو جاننے والے ہیں۔ وَمَا يَخْفٰى عَلَي اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاۗءِ (اور اللہ تعالیٰ پر زمین و آسمان کی کوئی چیز مخفی نہیں) یہ کلام الٰہی ہے۔ اس میں ابراہیم علیہ السلام کی تصدیق کی گئی یا کلام ابراہیم علیہ السلام ہے۔ مِن یہ استغراق کیلئے ہے گویا اس طرح فرمایا اللہ تعالیٰ پر جو چیز بھی ہو مخفی نہیں۔

۳۹: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَي الْكِبَرِ (تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں جس نے بڑھاپے میں مجھے عطاء کیا) علیٰ مع کے معنی میں ہے اور یہ موضع حال میں ہے یعنی اس نے مجھے عطاء کیا اس حال میں کہ میں بوڑھا تھا اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ (اسماعیل اور اسحاق) روایت میں ہے کہ جب اسماعیل علیہ السلام کی پیدائش ہوئی تو اس وقت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ۹۹ ننانوے سال تھی۔ اور اسحاق علیہ السلام کی پیدائش کے وقت ۱۱۲ سال تھی روایت تفسیر میں ہے کہ اسماعیل علیہ السلام کی پیدائش ۶۴ سال کی عمر میں اور اسحاق علیہ السلام کی پیدائش ۹۰ سال کی عمر میں تھی۔ کبر بڑھاپے کا ذکر اس لئے کیا کیونکہ اس حالت میں لڑکا عطاء کیا جانے کا احسان اس سے بڑھ کر ہے کیونکہ ولادت سے مایوسی کی عمر یہی ہے اور مایوسی کے بعد اگر کامیابی میسر ہو جائے تو یہ بڑی عظیم الشان نعمت ہے۔ اور اس عمر میں ولادت ابراہیم علیہ السلام کیلئے ایک نشان نبوت تھا۔ اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَاۗءِ (بیشک میرا رب ضرور دعاؤں کو سننے والا ہے) دعاؤں کو قبول کرنے والا۔ جیسے کہ کہتے ہیں: سمع الملك كلام فلان۔ جب وہ اسکی بات کو قبول کرے اور اسی سے سمع الله لمن حمده ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب سے بیٹا مانگا جیسا کہ اس آیت میں ہے: رب هب لى من الصالحين [الصافات: ۱۰۰] پس انہوں نے بطور شکر یہ نعمت کے یہ الفاظ کہے۔ سمیع کی اضافتِ دعا کی طرف اضافت صفت الی المفعول کی قسم میں سے ہے اور اسکی اصل لسميع الدعاء ہے۔ سیبویہ رحمہ اللہ نے فعیلاً کا وزن مِن جملہ ان بناؤں میں درج

کیا ہے جو مبالغہ کیلئے آتے اور فعل جیسا عمل کرتے ہیں جیسا کہ کہا جاتا ہے: هذا رحیم اباه۔ اس کا باپ بہت مہربان ہے۔

۴۰: رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوۃِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ (اے میرے رب مجھے نماز کا قائم کرنے والا بنا دے اور میری اولاد میں سے بھی) مِنْ تبعیضیہ ہے۔ بعض اولاد مراد ہے۔ اجعلنی کے منصوب پر عطف ہے اور بعض اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے انہیں معلوم ہو گیا کہ ان کی اولاد میں کفار ہونگے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں قیامت تک لوگ فطرت پر قائم رہیں گے رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ (اے ہمارے رب تو دعا کو قبول فرما)

قراءت: مکی نے وصل، وقف میں یاء کے ساتھ پڑھا ابو عمرو نے اسکی موافقت کی۔ اور حمزہ نے وصل میں اسی طرح کہا باقی قراء نے بغیر یاء کے پڑھا ہے ای استجب دعائی او عبادتی۔ واعتزلکم وما تدعون من دون اللّٰہ [مریم: ۴۸]

۴۱: رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ (اے میرے رب! مجھے اور میرے والدین کو بخش دے) آدم وحواء مراد ہیں۔ نمبر۲۔ اپنے والد کے ایمان سے مایوس اور دعا کی ممانعت سے قبل یہ دعا کی جیسا دوسری آیت میں ہے۔ ماکان استغفار ابراهیم لابیه الا عن موعدة وعدها ایاه (الأیة) وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ (اور ایمان والوں کو بخش دے قیامت کے دن) یعنی جس دن حساب ثابت ہوگا نمبر۲۔ حساب کی طرف قیام کی نسبت اسناد مجازی ہے جیسے وسئل القریة [یوسف: ۸۲] میں ہے۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۬ؕ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ

اللہ کو ان کاموں سے بے خبر مت سمجھئے جو ظالم لوگ کرتے ہیں بات یہی ہے کہ وہ انہیں ایسے دن کے لیے مہلت دیتا ہے

تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ﴿٤٢﴾ مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ

جسمیں آنکھیں اوپر کو اٹھی رہ جائیں گی یہ لوگ دوڑتے ہونگے سروں کو اوپر کو اٹھائے ہوئے ہونگے، انکی نظر انکی طرف

طَرْفُهُمْ ۚ وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ ﴿٤٣﴾ وَاَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُوْلُ

واپس نہ لوٹے گی اور انکے دل ہوا ہونگے، اور آپ لوگوں کو اسدن سے ڈرایئے جسدن انکے پاس عذاب آئیگا، سو جن لوگوں نے

الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَآ اَخِّرْنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ؕ اَوَلَمْ

ظلم کیا وہ یوں کہیں گے کہ اے ہمارے رب تھوڑی سی مدت کے لیے ہمیں مہلت دیجئے ہم آپکے بلاوے کو قبول کریں گے اور رسولوں کا اتباع کریں گے کیا

تَكُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ ﴿٤٤﴾ وَّسَكَنْتُمْ فِيْ مَسٰكِنِ الَّذِيْنَ

تم نے اس سے پہلے قسم نہ کھائی کہ ہمیں کہیں جانا ہی نہیں حالانکہ تم ان لوگوں کے رہنے کی جگہوں میں رہتے تھے

ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ ﴿٤٥﴾ وَقَدْ مَكَرُوْا

جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور یہ بات تم پر ظاہر ہوگئی کہ ہم نے ان کے ساتھ کیسا معاملہ کیا اور ہم نے تمہارے لیے مثالیں بیان کیں اور ان لوگوں نے

مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ ؕ وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ ﴿٤٦﴾ فَلَا تَحْسَبَنَّ

اپنا مکر کیا اور اللہ کے سامنے ان کا مکر ہے اور واقعی ان کا مکر ایسا تھا کہ اس سے پہاڑ ٹل جائیں۔ سوائے مخاطب تو اللہ کے بارے میں یہ

اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿٤٧﴾

خیال نہ کر کہ وہ وعدہ خلافی کرنے والا ہے بلاشبہ اللہ غلبہ والا بدلہ لینے والا ہے

آپ انہیں ڈرائیں اللہ تعالیٰ ان کی حالت سے واقف ہے، وہ انہیں سمجھ لے گا:

۴۲: وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ (تو ہرگز اللہ تعالیٰ کو بے خبر نہ سمجھ ان کاموں سے جو ظالم کرتے ہیں) اس میں مظلوم کو تسلی دی اور ظالم کو ڈرایا۔ اس میں خطاب دوسروں کو کیا گیا۔ اگر رسول مراد ہوں تو مراد اس سے آپ کو ثابت قدم کرنا ہے۔ اس بات پر کہ جس پر آپ قائم تھے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز سے باخبر ہے۔ جیسا کہ اس ارشاد میں ہے ولا تکونن من المشرکین [الانعام:۱۴] فلا تدع مع اللّٰہ الٰھا اٰخر [الشعراء:۲۱۳] جیسا کہ امر کی صورت میں اس آیت میں فرمایا۔ یاایھا

الذین امنوا امنوا باللّٰہ ورسولہٖ [النساء:۱۳۶]اس سے مراد یہ اعلان کرنا تھا کہ اللہ تعالیٰ ظالموں کی کرتوتوں سے واقف ہے۔ اوران کی کوئی چیز اس سے مخفی نہیں۔ وہ ان کے قلیل وکثیر پر سزا دیگا۔ یہ گویا بطور وعید وتہدید فرمایا جیسا کہ اس آیت میں ہے واللہ بما تعملون علیم [البقرہ:۲۸۳] اِنَّمَا یُؤَخِّرُهُمْ (بیشک وہ ان کو مؤخر کررہا ہے) ان کی سزا کو مؤخر کررہا ہے۔ لِیَوْمٍ تَشْخَصُ فِیْهِ الْاَبْصَارُ (ایسے دن میں جس میں آنکھیں پتھرا جائیں گی) یعنی آنکھیں ہولناک منظر کی وجہ سے ایک جگہ قرار نہ پکڑ سکیں گی۔

۴۳: مُهْطِعِیْنَ (وہ جلدی کرنیوالے ہونگے) داعی کی آواز کی طرف تیزی سے جانے والے ہونگے۔ مُقْنِعِیْ رُءُوْسِهِمْ (وہ اپنے سروں کو اوپر اٹھانے والے ہونگے) اوپر اٹھانے والے ہونگے لَا یَرْتَدُّ اِلَیْهِمْ طَرْفُهُمْ (ان کی نگاہ ان کی طرف واپس نہ لوٹے گی) ان کی نگاہ ان کی طرف نہ لوٹے گی کہ وہ اپنے آپ کو دیکھ سکیں۔ وَاَفْئِدَتُهُمْ هَوَآءٌ (ان کے دل بالکل بدحواس ہونگے) خیر سے خالی ہونگے کوئی چیز خوف کی وجہ سے یاد نہ ہوگی۔ الھواء وہ خلاء جس کو اجرام مشغول نہ کرسکیں پس دلوں کی صفت اس کے ساتھ کی جیسا کہا جاتا ہے قلب فلان ھواء جبکہ وہ بزدل ہو۔ اوراس کے دل میں قوت وجرأت نہ ہو۔ نمبر۳۔ ان کے دل کھوکھلے ہونگے ان میں عقلیں نہ ہونگی۔

۴۴: وَاَنْذِرِ النَّاسَ یَوْمَ یَاْتِیْهِمُ الْعَذَابُ (اورتم لوگوں کواس دن سے ڈراؤ جس دن ان پر عذاب آئے گا) قیامت کا دن مراد ہے فَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا (پس ظالم کہہ اٹھیں گے) ظالم سے کفار مراد ہیں۔ رَبَّنَآ اَخِّرْنَآ اِلٰٓی اَجَلٍ قَرِیْبٍ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ (اے ہمارے رب تو ہمیں قریب مدت تک مؤخر کردے ہم تیری دعوت کو قبول کریں گے۔ اور تیرے رسولوں کی اتباع کریں گے) یعنی ہمیں دنیا کی طرف واپس کردے۔ ہمیں ایک مدت کی مہلت دے اور ایک زمانہ کی ایک قریبی حد تک تاکہ جو زیادتیاں ہم کرچکے اس کا تدارک کرلیں۔ اور تیری دعوت کو قبول کرکے رسولوں کی اتباع کرلیں اس پر جواب دیا جائے گا۔ اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَالَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ (کیا تم قسمیں نہیں اٹھاتے تھے کہ تم نے زائل نہیں ہونا) تم دنیا میں قسم اٹھاتے تھے کہ جب تم مرجاؤ گے تو اس حالت سے تم زائل نہ ہوگے اور دوسرے گھر کی طرف منتقل نہ ہوگے یعنی تم نے بعث کا انکار کیا جیسا کہ اس آیت میں ہے۔ واقسموا باللّٰہ جھد ایمانھم لا یبعث اللّٰہ من یموت [النحل:۳۸] اور مالکم یہ جواب قسم ہے یہاں خطاب کا لفظ اقسمتم لایا گیا اگر دونوں مقسموں کا لفظ حکایۃً لایا جاتا تو اس طرح کہتے مالنا من زوال نمبر۲۔ یوم سے ان کا دنیا میں ہلاکت والا دن مراد ہے۔ نمبر۳۔ شدتِ سکرات کے ساتھ عذاب کی حالت میں ان کی موت کا دن مراد ہے۔ اور ملائکہ کی ملاقات بغیر خوشخبری کے مراد ہے۔ کیونکہ اس دن وہ سوال کریں گے کہ ان کو اللہ تعالیٰ قریب وقت تک مہلت دے دے۔

۴۵: وَّ سَكَنْتُمْ فِیْ مَسٰكِنِ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ (اور تم نے رہائش اختیار کی ان لوگوں کے مساکن میں جنہوں نے (کفر) کرکے اپنے اوپر ظلم کیا) کہا جاتا ہے سکن الدار، سکن فیھا اور یہی معنی یہاں ہیں۔ ظلموا انفسھم سے کفر کرنا مراد ہے کیونکہ السکنٰی سکون سے ہے اور وہ ٹھہرنے کو کہتے ہیں۔ اوراصل اس کو فی کے ساتھ متعدی بنایا گیا جیسا قرفی الدار واقام فیھا لیکن جب اس سے خاص سکون مراد لیا تو اس میں تصرف کردیا پس کہتے ہیں سکن الدار جیسا کہا جاتا ہے تبوّاھا۔ ٹھکانہ بنایا سکونت اختیار کی۔

نمبر۲۔ یہ بھی درست ہے کہ سکنوا سکون سے ہو۔ انہوں نے قرار لیا اور ان میں مطمئن ہو گئے خوش دلی کے ساتھ حالانکہ وہ ان لوگوں کے راستہ پر چل دیے تھے جو ان سے قبل ظلم وفساد کرنے والے تھے۔ وہ ان دنوں کو یاد بھی نہ کرتے تھے جو گزشتہ اقوام کو عذاب کے دنوں میں پیش آیا۔ تاکہ وہ عبرت حاصل کرتے اور ڈر جاتے کہ ان کے ظلم کا انجام کتنا خطرناک نکلا۔

وَتَبَيَّنَ لَكُمْ (اور ہم نے تمہارے سامنے واضح بیان کر دیا) اطلاعات سے نمبر۲۔ مشاہدات سے۔ تبیّن کا فاعل مضمر ہے۔ اس پر کلام خود دلالت کر رہا ہے یعنی ان کا حال تمہارے سامنے خوب واضح ہوا۔ كَيْفَ (کس طرح) یہ فاعل نہیں ہے۔ کیونکہ استفہام میں اس کا ماقبل عمل نہیں کرتا۔ البتہ کیف محلاً منصوب ہے فَعَلْنَا بِهِمْ (ہم نے ان سے کیا کیا) کی وجہ سے ای اهلكناهم وانتقمنا منهم۔ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ (اور ہم نے تمہارے سامنے مثالیں بیان کیں) یعنی وہ حالات جو ان پر پیش آئے اور جس وجہ سے پیش آئے اور یہ حالات عجیب ہونے میں ہر ظالم کیلئے بیان کی جانیوالی امثلہ کی طرح ہے۔

کفار کے بڑے منصوبے:

۴۶: وَقَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ (اور انہوں نے اپنی سازشیں کیں) یعنی ایسی بڑی سازشیں جس میں انہوں نے اپنی امکانی قوت صرف کر دی۔ اور اس سے مراد کفر کی بقاء کے تمام منصوبہ جات ہیں۔ اور اسلام کو باطل کرنے کے ذرائع ہیں۔ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ (اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا فریب درج ہے) یہ فاعل اول کی طرف مضاف ہے مطلب یہ ہے ان کا مکر اللہ تعالیٰ کے ہاں لکھا ہوا ہے۔ وہ ان کو اس کا بدلہ دیں گے جو اس سے بہت بڑا ہوگا۔ نمبر۲۔ یا مفعول کی طرف ای عند الله مكرهم الذى يمكرهم به اور اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے وہ تدبیر جو ان کے متعلق اختیار کریگا۔ اور اس تدبیر سے وہ عذاب مراد ہے جو ان کی نادانستگی میں آن پہنچے گا۔ وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ (اور واقعی ان کی تدبیر اتنی بڑی تھی کہ اس سے پہاڑ بھی ٹل جاتے) اول لام مکسور اور دوسری لام منصوب تقدیر عبارت اس طرح ہے۔ وان وقع مكرهم لزول امر النبی ﷺ اگرچہ ان کا مکر اسلام کو زائل کرنے کیلئے تھا۔ نبی اکرم ﷺ کو عظمت شان کی وجہ سے جبال سے تعبیر کیا۔ کان تامہ ہے اور ان نافیہ ہے اور لام اسکی تاکید کیلئے لائے۔ جیسے اس ارشاد میں وما كان الله ليعذبهم [الانفال:۳۳] مطلب یہ ہے یہ بات ناممکن ہے کہ ان کے مکر سے پہاڑ زائل ہو جائیں۔ جبال تمثیل ہے اللہ تعالیٰ کی آیات اور شرائع سے کیونکہ شرائع بمنزلہ مضبوط پہاڑوں کے ہیں۔ جمی ہوئی اور ثابت ہیں۔ قراءت: اسکی دلیل ابن مسعود کی قرائت ہے۔ وما كان مكرهم۔ لام اول مفتوح اور دوسرا لام مرفوع ہے علی رحمہ اللہ نے یہی پڑھا ہے۔ ای وان كان مكرهم۔ اگرچہ ان کا مکر مضبوطی میں اس درجہ تھا کہ اس کے سامنے پہاڑ زائل ہو جائیں۔ اور اپنی جگہ سے اکھڑ جائیں اِنْ مخففہ من المثقلہ ہے اور لام اسکی تائید کر رہی ہے۔

اللہ کا وعدہ ضرور پورا ہوگا:

۴۷: فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ (تم ہرگز نہ گمان کرنا کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں سے کیا جانے والا وعدہ پورا نہ کریں گے) اس سے مراد یہ قول انا لننصر رسلنا [غافر:۵۱] كتب الله لاغلبن انا ورسلى [المجادلہ:۲۱] مُخْلِفَ یہ لتحسبنّ کا دوسرا مفعول ہے مخلف کی اضافت وعدہ کی طرف کی اور یہ اس کا دوسرا مفعول ہے اور پہلا مفعول رسلہ ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے

يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿۴۸﴾ وَتَرَى

جس روز زمین دوسری زمین سے بدل جائے گی اور آسمان بھی بدل جائیں گے اور سب لوگ اللہ کے لیے ظاہر ہو جائیں گے جو واحد قہار ہے اور اے مخاطب

الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِيْنَ فِى الْاَصْفَادِ ﴿۴۹﴾ سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّتَغْشٰى

تو اس دن مجرموں کو اس حال میں دیکھے گا کہ وہ باہم آپس میں بیڑیوں میں جکڑے ہوئے ہوں گے اور ان کے کرتے قطران کے ہونگے اور انکے چہروں کو

وُجُوْهَهُمُ النَّارُ ﴿۵۰﴾ لِيَجْزِىَ اللّٰهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۵۱﴾

آگ نے ڈھانک رکھا ہوگا تا کہ اللہ ہر جان کو اسکے کئے ہوئے اعمال کی سزا دے بلاشبہ اللہ جلد حساب لینے والا ہے،

هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۵۲﴾ ع

ع ۷ / ۱۱ / ۱۹

یہ پہنچا دینا ہے لوگوں کو اور تا کہ وہ اس کے ذریعہ ڈرائے جائیں اور تا کہ وہ جان لیں کہ وہ ہی ایک معبود برحق ہے اور تا کہ عقل والے نصیحت حاصل کریں۔

مخلف رسله وعده یہاں مفعول ثانی کو اول پر مقدم کیا تا کہ یہ بتلا دیا جائے کہ اللہ تعالیٰ وعدے کی بالکل خلاف ورزی نہیں فرماتے جیسا کہ اس ارشاد میں ان اللہ لایخلف المیعاد [آل عمران:۹] پھر فرمایا رُسُلَهٗ تا کہ ظاہر کر دیا جائے کہ جب وہ کسی کے ساتھ کئے ہوئے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔ تو رسولوں کے ساتھ کیے جانے والے وعدہ کی خلاف ورزی کیسے متصور ہو سکتی ہے جو کہ اسکی مخلوق میں سب سے زیادہ پسندیدہ ہیں اور چنے ہوئے ہیں اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ (بیشک اللہ تعالیٰ زبردست) ایسا غالب کہ اس کے خلاف تدبیر کام نہیں دے سکتی ذُو انْتِقَامٍ (انتقام والے ہیں) اپنے اولیاء کیلئے ان کے دشمنوں سے۔

احوالِ قیامت:

۴۸: يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ (جس دن زمین کو زمین سے اور آسمانوں کو تبدیل کر دیا جائے گا) نمبرا۔ انتقام کا ظرف ہونے کی وجہ سے یوم منصوب ہے نمبر۲۔ اذکر کو مضمر مان کر منصوب ہے مطلب یہ ہے کہ جس دن یہ زمین جس کو تم پہچانتے ہو کسی اور زمین سے تبدیل کر دی جائے گی غیر هذه المعروفة اس معروفہ زمین کے علاوہ سے اور آسمانوں کو اور آسمانوں سے بدل دیا جائے گا۔ ماقبل کی دلالت کی وجہ سے غیر السموات کو حذف کر دیا گیا التبديل کا معنی تغیر۔ یہ تبدل ذوات میں ہوتا ہے جیسا کہتے ہیں بدلت الدراهم دنانیر میں نے دراھم کو دنانیر میں بدل لیا۔ نمبر۲۔ اوصاف میں تبدیلی جیسا کہتے ہیں بدلت الحلقة خاتما میں نے حلقہ کی انگوٹھی بنالی جبکہ پگھلا کر انگوٹھی بنالیں۔ گویا ایک شکل سے دوسری شکل بنائی۔

اختلاف: آسمانوں اور زمین کی تبدیلی میں اختلاف ہے۔ نمبرا۔ اس کے اوصاف بدل دیئے جائیں گے زمین سے اس کے پہاڑوں کو ہٹا دیا جائے گا۔ اور اس کے سمندروں کو پھاڑ کر زمین کو پھیلا کر ختم کر دیا جائے گا۔ زمین کو اس طرح برابر کیا جائے گا کہ اسمیں ذرا بھر ٹیڑھ اور ٹیلہ نہ ہوگا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہ یہی زمین ہوگی البتہ آسمان کو متغیر و

متبدل کر دیا جائے گا۔اس کے ستارے بکھر بکھر جائیں گے اور اس کا سورج روشنی کھو بیٹھے گا اور چاند بے نور ہو جائیگا۔اور آسمان پھٹ جائیگا اور اسمیں دروازے دروازے ہو جائیں گے۔

نمبر۲۔اس کے بدلے دوسرا آسمان اور زمین پیدا کی جائیگی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں کا حشر ایسی زمین پر ہوگا جس پر ایک بھی گناہ نہ ہوا ہوگا اور وہ زمین رنگت میں سفید ہوگی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے زمین چاندی کی بنائی جائیگی اور آسمان سونے کے۔وَبَرَزُوْا (اور وہ سامنے آئیں گے) وہ اپنی قبور سے نکلیں گے لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ (ایک اللہ تعالیٰ کیلئے جو کہ اکیلے زبردست ہیں) وہ اس طرح ہے جیسا فرمایا لمن الملك اليوم للّٰه الواحد القهار [غافر:۱۶] کیونکہ جب مملکت ایک ہی کی ہوگی جو کہ زبردست غلبہ والا ہے جس کو مغلوب نہیں کیا جا سکتا۔پس اس کے سواء اور کوئی مستغاث نہ ہوگا۔اور معاملہ بہت سخت ہوگا۔

۴۹: وَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ (تم اے مخاطب مجرموں کو دیکھو گے) مجرمین سے کفار مراد ہیں۔ يَوْمَئِذٍ (اس دن) قیامت کے دن مُّقَرَّنِيْنَ (اس حال میں کہ وہ جکڑے ہوئے ہونگے) ایک دوسرے کے ساتھ باندھ کر ملائے جائیں گے نمبر۲۔شیاطین کے ساتھ باندھے جائیں گے۔نمبر۳۔ان کے ہاتھوں کو ٹانگوں کے ساتھ زنجیروں سے باندھ دیا جائے گا۔فِي الْاَصْفَادِ (زنجیروں میں) یہ مقرنین کے متعلق ہے ان کو زنجیروں میں باندھا جائے گا۔نمبر۲۔اس سے متعلق نہیں۔مطلب اس طرح ہوگا ان کو زنجیروں میں باندھ کر ملایا جائے گا الاصفاد۔نمبرا۔بیڑیاں نمبر۲۔طوق۔

۵۰: سَرَابِيْلُهُمْ (ان کے کرتے) ان کے قمیص مِّنْ قَطِرَانٍ (گندھک سے) ابہل کے درخت کا نچوڑا ہوا دودھ جس کو پکا کر خارشی اونٹوں کے جسم پر مالش کی جاتی ہے۔یہ اتنا تیز ہوتا ہے کہ خارش پر لگائیں تو اس کو اپنی تیزی اور حرارت کی وجہ سے جلا دیتا ہے اسمیں آگ جلد اثر کرتی ہے۔اس کا رنگ سیاہ ہوتا ہے۔بدبو تیز۔اس سے جہنم والوں کی کھالوں پر مالش کی جائے گی۔ یہاں تک یہ مالش قمیص کی طرح ہو جائے گی۔تاکہ ان کے جسم پر گندھک کا چمٹنا اور جلن جمع ہو جائے اور ان کے چمڑوں کو جلد آگ لگے اور ان کا رنگ وحشت ناک اور جسم بدبودار ہو جائے۔دونوں گندھکوں میں آسمان و زمین کا فرق ہے اور ہر وہ جس کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ کر رکھا ہے۔یا آخرت میں جس سے ڈرایا ہے۔پس اللہ تعالیٰ نے اسی جنس کی چیز سے وضاحت فرمائی جو ہمارے مشاہدہ میں ہے۔اور ایسی چیز واضح کی جس کی حیثیت کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔گویا ہمارے ہاں تو فقط نام ہیں۔مسمیات تو اس جگہ ہیں نعوذ باللّٰہ من سخطه وعذابه۔

قراءت: مِنْ قَطِرٍ آنٍ زید نے یعقوب سے اسی طرح روایت کیا اور کہا کہ وہ پگھلا تانبا جس کی حرارت ہر تن تک پہنچنے والی ہوگی۔مِّنْ قَطِرَانٍ وَّ تَغْشٰى وَجُوْهَهُمُ النَّارُ (اور ان کے چہروں کو آگ ڈھانپ رہی ہوگی) اپنے شعلوں کے ساتھ بلند ہوگی وجہ کو خاص کیا کیونکہ ظاہری بدن میں یہ معزز ترین حصہ ہے جیسا کہ دل باطن میں اس لئے فرمایا تطلع على الافئدة [الھمزہ:۷]

قیامت جزائے اعمال کیلئے ہے:

۵۱: لِيَجْزِيَ اللّٰهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ (تاکہ اللہ تعالیٰ ہر نفس کو وہ بدلہ دے جو اس نے کمایا) تاکہ مجرمین سے وہ سلوک کیا

جائے جوانہوں نے کیا اور ہر نفس کو وہ عزت ملے جو اس نے کمائی۔ نمبر۲۔ ہر نفس کو اللہ تعالیٰ بدلہ دے خواہ وہ نفس مجرم ہو یا مطیع کیونکہ جب وہ مجرمین کو ان کے جرائم کی سزا دے گا۔ تو اس سے خود معلوم ہو گیا کہ وہ مومنین کو ان کی طاعات پر ضرور صلہ دیگا۔ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ (بے شک اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والے ہیں) تمام بندوں کا حساب پلک جھپک سے پہلے لے گا۔

۵۲: هٰذَا (یہ) جس کا بیان ولا تحسبن سے سریع الحساب تک ہوا۔ بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ (پوری بات ہے لوگوں کیلئے) وعظ ونصیحت کیلئے کافی ہے۔ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ (اور تا کہ اس کے ذریعہ ڈرایا جائے) اس پوری بات کے ذریعہ۔

نحو: اس کا عطف محذوف پر ہے ای لینصحوا ولینذروا۔ وَلِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (تا کہ وہ جان لیں کہ بیشک وہی ایک معبود ہے) کیونکہ جب وہ ڈریں گے اس چیز سے جس سے ان کو انذار کیا گیا ہے تو خوف ان کو غور وفکر کی طرف لے جائے گا۔ یہاں تک کہ وہ توحید تک پہنچ جائیں گے کیونکہ خشیت تمام بھلائیوں کی جڑ اور بنیاد ہے۔ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ (اور تا کہ عقل والے نصیحت حاصل کریں) عقلوں والے۔

سورۂ ابراہیم کا تفسیری ترجمہ بروز بدھ ۱۴۲۳ھ شعبان مکمل ہوا الحمد للہ اولاً و آخراً

سُوْرَةُ الْحِجْرِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ اٰيَةً وَّسِتُّ رُكُوْعَاتٍ

سورہ حجر مکہ میں نازل ہوئی جو ننانوے آیات اور چھ رکوع پر مشتمل ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

الٓرٰ قف تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ ① رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

الٓرٰ یہ آیات ہیں کتاب کی اور قرآن مبین کی۔ جن لوگوں نے کفر کیا وہ بہت ہی مرتبہ یہ آرزو کریں گے کہ کاش وہ

لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ② ذَرْهُمْ يَاْكُلُوْا وَيَتَمَتَّعُوْا وَيُلْهِهِمُ الْاَمَلُ فَسَوْفَ

مسلمان ہوتے، آپ انہیں چھوڑیئے وہ کھا لیں اور نفع اٹھا لیں اور امید انہیں غفلت میں ڈالے رکھے، سو وہ عنقریب

يَعْلَمُوْنَ ③ وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ ④ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ

جان لیں گے، اور ہم نے جتنی بھی بستیوں کو ہلاک کیا ان کے لئے ایک وقت معین لکھا ہوا تھا ،کوئی امت اپنی مقررہ اجل سے نہ آگے

اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ⑤

بڑھ سکتی ہے اور نہ وہ لوگ پیچھے ہٹ سکتے ہیں۔

عظمتِ قرآن:

ا: الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ الٓرٰ (یہ آیات ہیں کامل کتاب اور واضح قرآن کی)۔تلك سے ان آیات کی طرف اشارہ ہے جو اس سورت میں ہیں۔الکتاب اور قرآن مبین سے سورت مراد ہے۔قرآن کو نکرہ بطور تفخیم شان کے ذکر کیا ہے۔معنی یہ ہے یہ اس کتاب کی آیات ہیں جو کتاب ہونے میں کامل ہے اور قرآن مبین کی آیات ہیں۔گویا اسطرح فرمایا۔الکتاب الجامع للکمال و للغرابة فی البیان۔ ایسی کتاب جو کمال اور غرابت فی البیان کو جمع کرنے والی ہے۔

قیامت کے دن کفار کی حسرت:

۲: رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (کافر لوگ بار بار تمنا کریں گے)۔قراءت: مدنی و عاصم نے تخفیف سے پڑھا۔باقی نے تشدید کے ساتھ پڑھا ہے۔ما یہ کافہ ہے کیونکہ رب حرف جر ہے اور مابعد کو مجرور کرتا ہے یہ اسم نکرہ کے ساتھ خاص ہے۔جب عمل سے روک دیا گیا تو اس کے بعد فعل ماضی اور اسم آسکتا ہے۔اور جائز ہے۔یود الذین کفروا کیونکہ انتظار کرنے والے اللہ تعالیٰ کے

اطلاع دینے سے ماضی کی طرح قطعیت اور تحقیق رکھتے ہیں۔ گویا اس طرح کہہ دیا گیا۔ ربما ودّ اوران کا یہ چاہنا موت کے وقت ہوگا۔ نمبر۲۔ قیامت کے دن ہوگا جب کہ اپنی حالت اور مسلمانوں کی حالت کا مشاہدہ کریں گے۔ نمبر۳۔ جب وہ مسلمانوں کو آگ سے نکلتا دیکھیں گے تو وہ تمنا کریں گے کہ کاش وہ بھی مسلمان ہوتے (تو آج آگ سے نکل جاتے) اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ لَوْ کَانُوْا مُسْلِمِیْنَ (کاش کہ وہ (دنیا) میں مسلمان ہوتے) یہ ان کے چاہنے کی حکایت ہے کہ اس طرح چاہت کریں گے غائب کے صیغہ سے ذکر کیا گیا کیونکہ ان کے متعلق اطلاع دی گئی جیسا کہتے ہیں حلف باللہ لیفعلن اس نے اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھائی کہ وہ ضرور ایسا کرے گا۔ اگر اس طرح کہتے ہیں حلف باللہ لافعلن ۔ ولو کنا مسلمین تو اچھا ہوتا۔ رُبَّ کے لفظ سے تقلیل پیدا کی کیونکہ قیامت کے خوف ناک مناظر تو بہت ہیں۔ اور وہ ان کو تمنا سے مشغول و بے پرواہ کردیں گے۔ جب وہ سکرات عذاب سے افاقہ پائیں گے تو اس وقت مسلمان ہونے کی تمنا کریں گے۔

ایک وضاحت:

جنہوں نے یہ کہا کہ رب کثرت کیلئے آتا ہے۔ ان سے بھول ہوگئی ہے کیونکہ کثرت والی بات اس بات کے الٹ ہے۔ جو اہل لغت کے ہاں پائی جاتی ہے کیونکہ رب کی وضع ہی تقلیل کیلئے ہے۔

معاند سے ایمان کی طمع مت کریں:

۳: ذَرْهُمْ (آپ ان کو رہنے دیں) یہ امر توہین کیلئے ہے کہ آپ ان کے ایمان لانے کی طمع چھوڑ دیں۔ اور جس کام میں وہ مبتلا ہیں ان سے روکنا چھوڑ دیں اور نصیحت و تذکیر ان کے لئے فائدہ مند نہ ہوگی ان کے حال پر رہنے دیں۔ یَاْکُلُوْا وَیَتَمَتَّعُوْا (کہ وہ کھائیں پئیں اور مزے اڑائیں) اپنی دنیا میں وَیُلْهِهِمُ الْاَمَلُ (اور ان کی تمنائیں اور اُمیدیں ان کو ایمان سے غافل کئے رکھیں) فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ (عنقریب ان کو علم ہوجائے گا) اپنی بدکرداری کا۔

نکتہ: اس میں خبردار کیا گیا ہے کہ تلذذ و تنعم اور جو چیزیں لمبی امیدیں پیدا کرنے والی ہوں ان کو ترجیح دینا ایمان والے بندوں کی عادات واخلاق سے نہیں ہے۔

ہر ایک کی ہلاکت کا وقت ہے:

۴: وَمَآ اَهْلَکْنَا مِنْ قَرْیَةٍ اِلَّا وَلَهَا کِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ (اور ہم نے جتنی بستیاں ہلاک کی ہیں ان کے لئے ایک معین وقت تحریر تھا)

سوال: وَلَهَا کِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ یہ جملہ قریہ کی صفت ہے اور قیاس کا تقاضا ہے کہ ان کے درمیان واؤ نہ لائی جائے۔ جیسا کہ اس آیت میں وَمَآ اَهْلَکْنَا مِنْ قَرْیَةٍ اِلَّا لَهَا مُنْذِرُوْنَ [الشعراء: ۲۰۸]

جواب: یہ واؤ درمیان میں اسلئے لائی جاتی ہے تاکہ موصوف صفت کا الصاق پختہ ہوجائے۔ کیونکہ صفت تو موصوف کے ساتھ بغیر واؤ کے ملی ہوئی ہوتی ہے واؤ لاکر اس الصاق کی تاکید کردی گئی۔

نمبر۲۔ بہتر وجہ یہ ہے کہ یہ جملہ قریۃ سے حال ہے کیونکہ وہ موصوف کے قائم مقام ہے۔ گویا تقدیر عبارت اس طرح ہے وما

وَقَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ ۝٦ لَوْ مَا تَاْتِيْنَا بِالْمَلٰٓئِكَةِ

اور ان لوگوں نے کہا کہ اے وہ شخص جس پر قرآن نازل کیا گیا ہے بے شک تو دیوانہ ہے تو فرشتوں کو کیوں نہیں لے آتا

اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝٧ مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوْٓا اِذًا مُّنْظَرِيْنَ ۝٨

اگر تو سچوں میں سے ہے، فرشتوں کو ہم فیصلہ کے ساتھ ہی نازل کیا کرتے ہیں اور اس وقت لوگوں کو مہلت بھی نہیں دی جاتی،

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝٩

بلاشبہ ہم نے ذکر کو نازل کیا ہے اور بلاشبہ ہم اس کی حفاظت کرنے والے ہیں

اهلكنا قرية من القرٰی یہ صفت نہیں ہے۔ کتاب معلوم جانی اور معلوم شدہ لکھت وتحریر۔اوراس سے مراد وہ وقت مقررہ ہے جولوح محفوظ میں لکھا گیا ہے اوراس کوواضح کردیا جیسا کہ اگلی آیت میں۔

وقت سے آگے پیچھے نہ ہوگا:

۵: مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا (کوئی قوم اپنے وقت مقررہ سے سبقت نہیں کرتی) اپنی کتاب کی جگہ میں وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ (اور نہ وہ اس سے پیچھے ہٹتے ہیں)ای عنه کوحذف کردیا گیا کیونکہ وہ معلوم ہے۔

نکتہ: پہلی مرتبہ امت کومؤنث لائے پھر دوسری مرتبہ مذکر ذکر کیا تا کہ لفظ ومعنی دونوں کالحاظ ہوجائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر طعنہ جنون:

٦: وَقَالُوْا (اورانہوں نے کہا) یعنی کفار نے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ (اے وہ شخص جس پر قرآن اتارا گیا) ذکر سے قرآن مراد ہے اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ (بیشک تو مجنون ہے) مراداس سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات لیتے تھے۔اور یہ کہنا ان کی طرف سے بطور استہزاء تھا۔جیسا کہ فرعون نے کہا اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِيْٓ اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ [الشعرا: ٢٧] وہ نزول قرآن کے کیسے قائل ہو سکتے ہیں جبکہ وہ آپ کو مجنون کہہ رہے ہیں۔ان کے کلام میں یہ عکس استہزاء کوظاہر کرتا ہے۔اور تہکم امنڈ رہا ہے۔ یہ اس طرح جیسا فرمایا فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ [آل عمران: ٢١] اوردوسری آیت میں اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ [هود: ٨٧] مطلب یہ ہے کہ تو مجنونوں والی باتیں کہتا ہے جبکہ تو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ تم پر قرآن اترتا ہے۔

گواہی والے فرشتے ساتھ ساتھ:

٧: لَوْ مَا تَاْتِيْنَا بِالْمَلٰٓئِكَةِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ (تو کیوں نہیں لاتا ہمارے پاس فرشتوں کو اگر تو سچا ہے) جب لَوْ مَا اور لا کے ساتھ لائیں تو۔نمبرا۔دوسرے کے وجود سے ایک کی نفی کیلئے آتا ہے (مثلاً لو لا زيد لهلك عمرو تو ہلاکتِ عمرو کی نفی وجودِ زید کی وجہ سے ہے) نمبر۲۔تحضیض کیلئے آتا ہے۔اور جب هل کو لا کے ساتھ ملا کر لایا جائے تو تحضیض کا فائدہ دیتا ہے اب معنی یہ

ہوگا۔ھلا تاتینا بالملائکۃ یشھدون بصدقك۔تو کیوں ہمارے پاس فرشتوں کونہیں لاتا تاکہ وہ تمہاری صداقت کی گواہی دیں۔نمبر۳۔تو ملائکہ عذاب ہماری تکذیب کرنے پر کیوں نہیں لاتا اگر تم سچے ہو۔

نزولِ ملائکہ پر مہلت ختم ہو جاتی ہے:

۸:مَانُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِکَۃَ (ہم فرشتوں کونہیں اتارتے)

قراءت:ابوبکر کے علاوہ قراء نے مانںزل پڑھا ابوبکر تنزل تُنزل کا معنی تتنزل غیرھم ان کے غیر پر اترتے ہیں۔اِلَّا بِالْحَقِّ (مگر حق کے ساتھ) مگر وہ اترنا جو حق وحکمت کے ساتھ ملا ہوا ہو وَمَا کَانُوْٓا اِذًا مُّنْظَرِیْنَ (اور اس وقت ان کو مہلت نہیں دی جاتی)اِذًا یہ ان کا جواب ہے اور شرط کی جزاء مقدر ہے۔تقدیر عبارت یہ ہے لو نزلنا الملائکۃ اگر ہم فرشتوں کو اتاریں ما کانوا منظرین تو ان کو پھر مہلت نہ دی جاتی اس وقت اور نہ ان سے عذاب مؤخر کیا جاتا۔

قرآن کے ہم محافظ:

۹:اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ (بیشک ہم نے ہی ذکر کو اتارا)ذکر سے مراد قرآن مجید ہے۔وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ (اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں)اس میں ان کے انکار اور استہزاء کا رَد ہے۔جیسا کہ اس ارشاد میں یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْ نُزِّلَ عَلَیْہِ الذِّکْرُ [الحجر:٦] اسی لئے تو فرمایا:انا نحن ۔تاکیدات سے یہ پختہ کر دیا کہ وہی قطعی طور پر اتارنے والے ہیں اور اسی نے ہی اس کو شیاطین سے محفوظ اتارا ہے۔اور ہر وقت وہی اسکی کسی قسم کے اضافے ونقصان سے حفاظت کرنے والے ہیں۔اور تحریف وتبدیل سے بچانے والے ہیں۔بخلاف پہلی کتابوں کے کہ ان کی حفاظت کی ذمہ داری نہیں لی گئی۔ان کی حفاظت کی ذمہ داری احبار ربانیین پر ڈالی گئی۔انہوں نے ضد کی وجہ سے باہمی اختلاف ڈالا۔پس تحریف کا دروازہ کھل گیا۔مگر قرآن مجید کی حفاظت کی ذمہ داری کسی اور پر نہیں ڈالی گئی۔اور اِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوْنَ کو اس بات پر بطور دلیل لائے کہ یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور آیت ونشانی کے اتارا گیا ہے۔اگر یہ کسی انسان کا قول ہوتا یا آیت نہ ہوتا تو اس پر اضافہ ونقصان امنڈ آتا جیسا کہ ہر کلام جو اس کے علاوہ ہے اس پر وارد ہوتا ہے نمبر۲۔یا ضمیر لَہٗ میں اشارہ رسول ﷺ کی طرف ہے۔جیسا کہ اس آیت میں وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ [المائدہ:٦٧] میں ہے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِىْ شِيَعِ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۰﴾ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ

اور بلاشبہ ہم نے آپ سے پہلے گزشتہ لوگوں کے گروہوں میں پیغمبر بھیجے اور ان کے پاس کوئی رسول نہیں آیا

اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۱۱﴾ كَذٰلِكَ نَسْلُكُهٗ فِىْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۲﴾ لَا يُؤْمِنُوْنَ

جس کے ساتھ انہوں نے استہزاء نہ کیا ہو، ہم اس طرح اس استہزا کو مجرمین کے دلوں میں چلاتے ہیں، یہ لوگ اس پر ایمان نہیں

بِهٖ وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۳﴾ وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوْا فِيْهِ

لاتے اور پہلے لوگوں کا طریقہ گزر چکا ہے، اور اگر ہم ان پر آسمان کا کوئی دروازہ کھول دیں پھر یہ لوگ دن کے وقت اس میں

يَعْرُجُوْنَ ﴿۱۴﴾ لَقَالُوْٓا اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ ﴿۱۵﴾

چڑھ جائیں تب بھی یوں کہیں گے کہ بس بات یہ ہے کہ ہماری آنکھوں کی نظر بندی کردی گئی ہے، بلکہ ہم ایسے لوگ ہیں جن پر جادو کردیا گیا ہے۔

نبوت کا سلسلہ پہلے سے چلا آتا ہے:

۱۰: وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِىْ شِيَعِ الْاَوَّلِيْنَ (ہم نے آپ سے پہلے بھی پچھلی امتوں میں پیغمبر بھیجے) یعنی ہم نے آپ سے پہلے بھی مختلف گروہوں میں انبیاء علیہم السلام بھیجے۔ الشیعۃ وہ گروہ جو کسی مذہب وطریقہ پر متفق ہوں۔

۱۱: وَمَا يَاْتِيْهِمْ (اورنہیں آتا رہا ان کے پاس) یہ ماضی کی حکایت ہے کیونکہ مَا مضارع پر نہیں آسکتا مگر وہ معنی حال میں ہے لا ماضی پر داخل ہوتو وہ بھی معناً حال کے قریب ہو جاتا ہے۔ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ (کوئی رسول مگر کہ وہ اس کا مذاق اڑاتے رہے ہیں) اس جملے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پیامِ تسلی ہے۔

مجرموں میں تکذیب چلی آرہی ہے:

۱۲: كَذٰلِكَ نَسْلُكُهٗ فِىْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ (اسی طرح (استہزاء) ڈال دیتے ہیں مجرمین کے دلوں میں) جیسا کفر کو چلایا ان کے دلوں میں نمبر ۲۔ استہزاء کو پہلے گروہوں میں نسلکہ ہم اس کفر یا استہزاء کو ڈال دیں گے مجرموں کے دلوں میں جو اس کو پسند کریں گے آپ کی امت میں سے۔ کہا جاتا ہے سلکت الخیط فی الابرۃ واسلکته میں نے دھاگہ سوئی میں ڈال دیا۔ یہ آیت معتزلہ کے عقیدہ اصلح اور خلق افعال کے خلاف اہل سنت کی واضح حجت ہے۔

مکہ والوں کی تکذیب پر وعید:

۱۳: لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ (یہ لوگ قرآن پر ایمان نہیں لاتے) نمبر ۱۔ یا اللہ تعالیٰ پر یہ حال ہے وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ (گزشتہ لوگوں کا طریقہ بھی گزرا) یہ ان کے اس راستہ پر چلے جو ہلاکت کے لئے مقرر کیا گیا تھا جب کہ انہوں نے رسولوں کو جھٹلایا۔ یہ دراصل

اہل مکہ کیلئے ان کی تکذیب پر وعید ہے۔

واضح ترین نشانی دیکھ کر بھی ایمان نہ لائیں گے:

۱۴: وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ (اور اگر ہم کھول دیں ان پر آسمان سے کوئی دروازہ) اگر چہ ہم ان کے سامنے واضح ترین نشانی پیش کر دیں جو کہ آسمان سے دروازہ کھلنے کی صورت میں ہو۔ فَظَلُّوْا فِيْهِ يَعْرُجُوْنَ (وہ اس میں چڑھنے لگیں) چڑھنے لگیں۔

۱۵: لَقَالُوْا اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا (تو ضرور کہیں گے بیشک ہماری آنکھوں کو جادو کر دیا گیا) حیرت میں ڈال دیا گیا یا روک دیا گیا جبکہ یہ السکر سے ہو یا نمبر۲۔ السَّکَر ہے بند کرنا۔

قراءت: مکی نے سُكِرَتْ پڑھا۔ ان کو روک دیا گیا جیسا کہ نہر کو چلنے سے روکتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ مشرکین عناد میں اس قدر غلو کرنے والے ہیں کہ اگر ان کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیے جائیں اور ان کو سیڑھی میسر آ جائے جس کے ذریعہ آسمان کی طرف چڑھ سکیں اور آنکھوں سے وہ سب کچھ دیکھیں تو تب بھی یہ کہہ دیں گے یہ خیالی چیز ہے جس میں ہم مبتلا کر دیئے گئے اس میں کوئی حقیقت نہیں اور یہ ضرور کہہ اٹھیں۔ بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ (بلکہ ہم پر جادو کر دیا گیا) نمبر۱۔ محمد ﷺ نے ہم پر جادو کر دیا ہے۔ نمبر۲۔ ضمیر ملائکہ کی طرف جاتی ہے یعنی اگر ہم ان کو فرشتے آسمان میں چڑھتے ہوئے آنکھوں سے دکھا دیں تو پھر بھی کہیں گے مرغ کی ایک ٹانگ۔ ظَلَّ کا لفظ لا کر بتلایا کہ ان کا یہ آسمان میں چڑھنا سفید دن اور سپیدہ صبح میں ہوتا کہ خوب واضح دیکھ پائیں۔ انما کا کلمہ کہا تا کہ اس سے یہ دلالت کر دی جائے کہ وہ رات کو یہ بات بناتے ہیں یہ ساری بات آنکھوں پر جادو کے اثر کی وجہ سے ہے۔

وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّزَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿١٦﴾ وَحَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ

اور بے شک ہم نے آسمان میں ستارے پیدا کئے اور اسے دیکھنے والوں کے لئے زینت والا بنایا اور ہر شیطان مردود سے ہم نے اسے

شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ﴿١٧﴾ اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيْنٌ ﴿١٨﴾ وَالْاَرْضَ

محفوظ کر دیا سوائے اس کے جو چوری سے سن لے تو اس کے پیچھے ایک روشن شعلہ ہو لیتا ہے، اور ہم نے زمین کو

مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ ﴿١٩﴾

پھیلا دیا اور ہم نے اس میں بھاری بھاری پہاڑ ڈال دیئے اور ہم نے اس میں ایک معین مقدار سے ہر قسم کی چیز اگائی

وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِيْنَ ﴿٢٠﴾ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا

اور ہم نے تمہارے لئے اس میں زندگی کے سامان پیدا کر دیئے، اور جنہیں تم رزق دینے والے نہیں ہو انہیں بھی ہم نے رزق دیا اور کوئی چیز ایسی نہیں جس کے خزانے

خَزَآئِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿٢١﴾ وَاَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ

ہمارے پاس نہ ہوں اور ہم اس کو صرف مقدار معلوم ہی کے بقدر نازل کرتے ہیں، اور ہم نے ہواؤں کو بھیج دیا جو بادلوں کو پانی سے بھر دیتی ہیں پھر ہم نے

السَّمَآءِ مَآءً فَاَسْقَيْنٰكُمُوْهُ ۚ وَمَآ اَنْتُمْ لَهٗ بِخٰزِنِيْنَ ﴿٢٢﴾ وَاِنَّا لَنَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ

آسمان سے پانی اتارا پھر ہم نے تمہیں وہ پانی پلایا تم اتنا پانی جمع کرنے والے نہیں ہو اور بلاشبہ ہم زندہ کرتے ہیں اور موت دیتے ہیں

وَنَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ ﴿٢٣﴾ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِيْنَ ﴿٢٤﴾

اور ہم ہی وارث ہیں، اور بلاشبہ ہمیں معلوم ہیں جو تم میں سے پہلے تھے اور بلاشبہ ہمیں وہ لوگ معلوم ہیں جو تمہارے بعد آنے والے ہیں،

وَاِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَحْشُرُهُمْ ۭ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿٢٥﴾ ع

ع ٢

اور بلاشبہ آپ کا رب ان سب کو جمع فرمائے گا، بے شک وہ حکیم ہے علیم ہے۔

آسمانی برج بنا کر شیاطین سے حفاظت کر دی:

١٦: وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ (واقعۃً ہم نے آسمان میں بنائے) اس میں پیدا کئے بُرُوْجًا (برج) ستارے نمبر٢۔ ایسے محلات جن میں پہریدار ہیں نمبر٣۔ ستاروں کی منازل وَّ زَيَّنّٰهَا (اور اس کو زینت دی) آسمان کو لِلنّٰظِرِيْنَ (دیکھنے والوں کیلئے)

١٧: وَحَفِظْنٰهَا (اور ہم نے اسکی حفاظت کی) آسمان کی مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ (ہر شیطان مردود سے) ملعون نمبر٢۔ ستاروں سے جس کو سنگسار کیا جاتا ہے۔

۱۸: اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ (مگر جس نے چرایا بات کو) جو سنی ہوئی چیز ہے۔ مَنْ یہ استثناء کی وجہ سے محل نصب میں ہے۔ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ پس اس کا پیچھا کرتا ہے شہاب) وہ ستارہ پھر وہ لوٹ جاتا ہے۔ مُّبِیْنٌ (ظاہر) دیکھنے والوں کیلئے۔ ایک قول یہ ہے کہ شیاطین کو آسمان کی طرف سے نہ روکا جاتا تھا۔ جب عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو تین آسمانوں سے روک دیئے گئے۔ جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تو تمام آسمانوں سے روک دیے گئے۔

زمین بچھا کر اس میں پہاڑ گاڑ دیئے:

۱۹: وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا (اور ہم نے زمین کو بچھایا) کعبہ کے نیچے سے اس کو پھیلایا۔ جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ پانی پر اس کو کھینچ کر دراز کر دیا۔ وَاَلْقَیْنَا فِیْهَا رَوَاسِیَ (اور ہم نے اس میں پہاڑ ڈال دیے) یعنی زمین میں۔ قائم رہنے والے پہاڑ وَاَنْۢبَتْنَا فِیْهَا مِنْ كُلِّ شَیْءٍ مَّوْزُوْنٍ (اور اس میں پیدا کی ہر چیز مناسب) میزان حکمت سے وزن کر کے اور ایسی مقدار سے اندازہ کیا جو اس کا تقاضا تھا جس میں زیادتی و کمی نہ پائی جاتی تھی۔ نمبر۲۔ موزون کا مطلب یہ ہے کہ ہر چیز کا وزن اور مقدار مقرر ہے جو منفعت و نعمت کے سلسلہ میں طے شدہ ہے۔ نمبر۳۔ جنکا وزن کیا جاتا ہے مثلاً زعفران، سونا، چاندی، تانبہ، لوہا وغیرہ۔

سوال: وزن کو کیوں خاص کیا؟

جواب: وزن کو اس لئے خاص کیا کیونکہ کیل کی انتہاء وزن پر ہوتی ہے۔

انسانی رزق زمین میں رکھے:

۲۰: وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِیْهَا (اور بنا دیے اس میں) یعنی زمین میں مَعَایِشَ (اسباب زندگی) جمع معیشة کھانے پینے کی چیزیں۔ یہ یائے صریحہ کے ساتھ ہے بخلاف خبائث وغیرہ کے۔ اس میں صراحۃً یاء پڑھنا غلطی ہے۔ وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِیْنَ (اور ان کو بھی پیدا کیا جن کو تم رزق دینے والے نہیں ہو) مَنْ یہ معایش پر عطف ہونے کی وجہ سے محل نصب میں ہے یا لکم کے محل کی وجہ سے گویا عبارت اس طرح تھی وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِیْهَا مَعَایِشَ وَ جَعَلْنَا لَكُمْ مَّنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِیْنَ اور زمین میں ہم نے پیدا کیا تمہارے لئے اسباب معیشت اور پیدا کیا ان جانوروں کو جن کو تم رزق دینے والے نہیں۔

نمبر۲۔ جَعَلْنَا لَكُمْ فِیْهَا مَعَایِشَ وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِیْنَ اور ہم نے پیدا کئے زمین میں اسباب معیشت اور ان کے لئے بھی جن کو تم رزق دینے والے نہیں یعنی اہل و عیال، غلام و خدام جو لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم ان کو رزق دے رہے ہیں وہ غلطی میں مبتلا ہیں۔ بلا شبہ اللہ تعالیٰ ہی رازق ہیں وہی اُن کو اور اِن کو رزق دیتے ہیں۔ اسمیں چوپائے بھی شامل ہیں وغیرہ ذلک۔ مگر یہ درست نہیں کہ مَنْ کو محل جر میں مان لیں۔ اس طرح کہ لکم کی کُم ضمیر پر عطف ہو کیونکہ ضمیر مجرور پر عطف جائز نہیں صرف ایک صورت ہے کہ جار کو دوبارہ لایا جائے۔

ہمارے پاس ہر چیز کا خزانہ ہے:

۲۱: وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ (کوئی چیز ایسی نہیں جس کے ہمارے پاس خزانے نہ ہوں

اور ہم اس کو ایک معلوم مقدار کے مطابق اتارتے ہیں) خزائن کا ذکر بطور تمثیل ہے۔ مطلب یہ ہے جو چیز بندوں کے فائدہ کی ہے اس کو ہم تکوین وایجاد کی قدرت رکھتے ہیں۔ اور اس کا انعام کر سکتے۔ ہم ایک معلوم مقدار کے مطابق اس کو عطا کرتے ہیں خزائن کو بطور مثال کے بیان کرنے کا مقصد ہر مقدور پر اقتدار الٰہی کا ثابت کرنا ہے۔

رس بھری ہواؤں سے بارش اُتاری:

۲۲: وَاَرْسَلْنَا الرِّیٰحَ لَوَاقِحَ (اور ہم ہواؤں کو بھیجتے ہیں جو پانی سے بھری ہوتی ہیں) لواقح جمع لاقحة یعنی ہم نے ہوائیں بھیجیں جو بادل اٹھانے والی ہیں کیونکہ وہ ہوائیں بادلوں کو اپنے پیٹ وجوف میں رکھتی ہیں گویا کہ وہ بادلوں کو حاملہ کرنے والیاں ہیں یہ لقحت الناقة اونٹی حاملہ ہوئی۔ لاقحہ کی ضد عقیم ہے۔

قراءت: حمزہ نے الرِّیْحَ پڑھا ہے۔

فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَسْقَیْنٰکُمُوْهُ (پھر ہم نے بادل سے پانی اتارا اور اس سے تم کو سیراب کیا) پس اس کو تمہارے لئے سیرابی بنایا۔ وَمَآ اَنْتُمْ لَهٗ بِخٰزِنِیْنَ (تم اس کو جمع کرنے والے نہیں ہو) انسانوں سے اس چیز کی نفی کی جس کو اپنی ذات کیلئے اس آیت میں ثابت کیا۔ وان من شئی الا عندنا خزائنه گویا اس طرح فرمایا۔ نحن الخازنون للماء۔ عَلٰی معنًی ہم اس کو آسمان میں پیدا کرنے کی قدرت رکھتے ہیں اور ہم آسمان سے اس کو اتارنے کی قدرت رکھتے ہیں تم اس بات پر قدرت نہیں رکھتے۔ یہ بات اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت اور انسانوں کی عاجزی پر دلیل ہے۔

ہم اگلے پچھلے سب کو جانتے ہیں:

۲۳: وَاِنَّا لَنَحْنُ نُحْیٖ وَنُمِیْتُ (اور بلاشبہ ہم ہی زندہ کرتے اور موت دیتے ہیں) نمبر۱۔ وجود دے کر زندہ کرتے اور فناء کے گھاٹ پر اتار کر موت دیتے ہیں۔ نمبر۲۔ وقت مقررہ کے پورے ہونے پر موت دیتے ہیں۔ اور جزائے اعمال کے لئے زندہ کریں گے۔ اس صورت میں تقدیم وتاخیر مانی جائے گی اس لئے کہ واؤ مطلق جمع کیلئے ہے۔ وَنَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ (اور ہم ہی باقی رہنے والے ہیں) تمام مخلوق کی ہلاکت کے بعد باقی رہنے والے ہیں۔ اور باقی کو وارث کہا جاتا ہے وارث یہ وارث المیت سے بطور استعارہ استعمال کیا جاتا ہے کیونکہ وہ اس کے بعد باقی رہنے والا ہوتا ہے۔

۲۴: وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِیْنَ مِنْکُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِیْنَ (ہم تمہارے پہلوں کو بھی جانتے ہیں اور پچھلوں کو بھی ہم ہی جانتے ہیں) جو موت اور ولادت کے لحاظ سے متقدم ومتاخر ہیں۔ نمبر۲۔ جو اپنے آباء کی اصلاب سے پیدا ہو چکے اور جو ابھی تک نہیں نکلے نمبر۴۔ اسلام میں مقدم یا طاعت میں آگے بڑھنے والے۔ نمبر۵۔ صف جماعت میں آگے بڑھنے والے۔ نمبر۶۔ صف کارزار میں آگے بڑھنے والے اور پیچھے ہٹنے والے۔

تمام کو میدانِ حشر میں جمع کریں گے:

۲۵: وَاِنَّ رَبَّكَ هُوَ یَحْشُرُهُمْ (اور بیشک آپ کا رب وہی انکو جمع کرے گا) وہ اکیلا ان کے حشر پر قدرت رکھتا ہے اور ان کے

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۲۶﴾ وَالْجَآنَّ

اور بلاشبہ ہم نے انسان کو بجتی ہوئی مٹی سے پیدا کیا جو سیاہ رنگ کے سڑے ہوئے گارے سے بنی تھی، اور ہم نے جن کو

خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ﴿۲۷﴾ وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ

اس سے پہلے آگ سے پیدا کیا جو ایک گرم ہوا سے تھی، اور جب آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ بلاشبہ میں بشر کو

بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۲۸﴾ فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ

بجتی ہوئی مٹی سے پیدا کرنے والا ہوں جو سیاہ رنگ کے سڑے ہوئے گارے سے ہوگی، سو جب میں اسے پوری طرح بنا دوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں

فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ ﴿۲۹﴾ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ﴿۳۰﴾ اِلَّآ اِبْلِیْسَ ؕ اَبٰٓی اَنْ

تو اس کے لئے سجدہ میں گر پڑنا سو تمام فرشتوں نے اکٹھے ہو کر سجدہ کیا مگر ابلیس نے نہیں کیا، اس نے اس بات سے انکار کیا کہ

یَّكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِیْنَ ﴿۳۱﴾ قَالَ یٰٓاِبْلِیْسُ مَا لَكَ اَلَّا تَكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِیْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ لَمْ

وہ سجدہ کرنے والوں کے ساتھ ہو، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ابلیس تجھے اس بات پر کس نے آمادہ کیا کہ تو سجدہ کرنے والوں کے ساتھ نہ ہوا، ابلیس نے کہا میں

اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۳۳﴾ قَالَ فَاخْرُجْ

ایسے بشر کو سجدہ کرنے والا نہیں ہوں جسے آپ نے بجتی ہوئی مٹی سے پیدا کیا جو سیاہ رنگ کے سڑے ہوئے گارے سے بنی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا سو تو اس سے

مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِیْمٌ ﴿۳۴﴾ وَّاِنَّ عَلَیْكَ اللَّعْنَةَ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ ﴿۳۵﴾

نکل جا کیونکہ تو مردود ہے اور قیامت کے دن تک تجھ پر لعنت رہے گی،

اعداد کا احاطہ کرنے والا ہے۔ اِنَّهٗ حَكِیْمٌ عَلِیْمٌ (بیشک وہ حکمت والا علم والا ہے) غالب حکمت وسیع علم والا ہے۔

تخلیق آدم علیہ السلام:

۲۶: وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ (تحقیق ہم نے انسان کو پیدا کیا) یعنی آدم علیہ السلام مِنْ صَلْصَالٍ (بجنے والی مٹی سے) خشک مٹی جس کو آگ نہ پہنچی ہو مِّنْ حَمَاٍ (سیاہ گارے سے) یہ صلصال کی صفت ہے ای خلقه من صلصال کائن من حمأ ای طین اسود متغیر اس کو پیدا کیا گارے سے جو بننے والی تھی سیاہ رنگ متغیر مٹی سے مَّسْنُوْنٍ (پتلا جس میں نقوش بنا دیے جائیں) جسمیں تصویر بنا دی جائے۔ شروع میں تراب تھی جب اس کو پانی سے گوندھ دیا گیا تو طین بن گئی تو پھر پڑی رہی تو سیاہ کیچڑ بن کر حماء کہلائی جب اس کا نچوڑ نکالا تو سلالہ ہوگئی اس میں صورت بنائی تو مسنون کہلائی جب سخت ہوئی تو صلصال کہلائی پس

مختلف مقامات پر ایجاز و تفصیل میں ان میں سے جو تعبیر لائی جائے ان میں تناقض نہیں۔

جنات کے باپ کی پیدائش:

۲۷: وَالْجَآنَّ (اور ابوالجن کو) جنات کے باپ کو جیسا کہ انسانوں کیلئے ان کے باپ آدم کو نمبر۲۔ ابلیس مراد ہے۔ یہ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ کے فعل سے منصوب ہے۔ من قبل سے من قبل آدم آدم علیہ السلام سے پہلے مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ (گرم ہوا سے) مسام میں گھس جانے والی سخت گرم ہوا۔ کہا گیا ہے کہ یہ گرم لو نار کی سترھویں جزء میں سے ہے۔ جس سے اللہ تعالیٰ نے جنات کے باپ کو پیدا کیا۔

فرشتوں کو حکم سجدہ:

۲۸: وَاِذْقَالَ رَبُّكَ (اور جب کہا تیرے رب نے) اس وقت کو یاد کرو جب یہ بات کہی گئی لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ (فرشتوں کو بیشک میں ایک بشر بنانے والا ہوں بجتی ہوئی مٹی کے سیاہ گارے سے۔

۲۹: فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ (پس جب میں اس کو پورا بنادوں) اسکی خلقت کو پورا کردوں اور ہیئت کو صحیح کردوں تا کہ اس میں روح پھونکی جائے۔ ونَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِیْ (اوراس میں اپنی طرف سے روح ڈال دوں) اس میں روح ڈال کر زندہ کردوں۔ اس جگہ نفخ نہیں بلکہ تمثیل ہے اور اضافت اضافتِ تخصیص ہے۔ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ (تم اس کے سامنے سجدہ ریز ہو جانا) یہ وقع یقع سے امر ہے ای اسقطوا علی الارض یعنی اسجدو اله اس کو سجدہ کرو اور فاء کو جواب اذا ہونے کی وجہ سے داخل کیا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ امر کا فعل کے وقت سے پہلے ہونا جائز ہے۔

ملائکہ کا سجود:

۳۰: فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ (پس تمام کے تمام فرشتوں نے سجدہ کیا) ملائکہ جمع عام ہے اس میں تخصیص کا احتمال ہے تخصیص کو کلہم سے ختم کر دیا اور کل کا لفظ تفرق کی تاویل کا احتمال رکھتا ہے۔ اس کو اجمعون سے ختم کر دیا۔

انکارِ ابلیس:

۳۱: اِلَّآ اِبْلِيْسَ (مگر ابلیس) استثناء کا ظاہر تو دلالت کرتا ہے کہ وہ ملائکہ میں سے تھا۔ کیونکہ مستثنیٰ مستثنیٰ منہ کی جنس سے ہوتا ہے۔ حضرت حسن رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ استثناء منقطع ہے۔ وہ ملائکہ میں سے نہ تھا۔

جواب: غیر مامور ترکِ امر سے ملعون نہیں ہوسکتا۔ صاحب کشاف نے کہا وہ فرشتوں کے مابین مامور بالسجود تھا۔ ملائکہ کا لفظ اس پر تغلیباً بول دیا۔ پھر تغلیب کے بعد استثناء کر دیا۔ جس طرح کہتے ہیں: رأیتھم الا ھندا۔

اَبٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ (اس نے سجدہ کرنے والوں میں شامل ہونے سے انکار کر دیا) حرف جر آن کے ساتھ محذوف ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے مالك فی الا تكون مع الساجدین یعنی کیا مقصد ہے تیرا سجدہ کے انکار سے؟

ابلیس سے سوال:

۳۲: قَالَ یٰٓاِبْلِیْسُ مَالَكَ اَلَّا تَكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِیْنَ۔

ابلیس کا شکار پر اصرار:

۳۳: قَالَ لَمْ اَكُنْ لِّاَ سْجُدَ (اس نے کہا میں سجدہ نہیں کر سکتا) لام تاکید نفی کیلئے ہے یعنی میرا سجدہ کرنا درست نہیں لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ (ایک ایسے انسان کو جس کو تو نے کھنکھناتی ہوئی سڑی کیچڑ سے بنایا ہے)

۳۴: قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا (اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو نکل جا اس سے) نمبر ۱۔ آسمان سے نمبر ۲۔ جنت سے نمبر ۳۔ ملائکہ کے گروہ سے۔ فَاِنَّكَ رَجِیْمٌ (تو مردود ہے) اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دھتکارا ہوا ہے۔ مطلب یہ ہے تو ملعون ہے کیونکہ لعنت کا معنی رحمت سے دور ہٹانا ہے اور دور کرنا ہے۔

سزائے انکار:

۳۵: وَّ اِنَّ عَلَیْكَ اللَّعْنَةَ اِلٰى یَوْمِ الدِّیْنِ (اور روز جزاء تک تم پر لعنت یقینی ہے) یوم الدین کو لعنت کی حد کے طور پر بیان کیا کیونکہ کلام میں سب سے بعید ترین غایت لوگ یہی بیان کرتے ہیں مراد اس سے یہ ہے کہ تو قابل مذمت ہے۔ آسمانوں اور زمین میں قیامت تک ملعون پکارا جائے گا بغیر اس کے کہ تمہیں سزا دی جائے۔ جب وہ دن آ جائے گا تو تمہیں ایسی سزا دی جائے گی جس سے لعنت کو بھول جائے گا۔

قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِیْٓ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ﴿۳۶﴾ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ ﴿۳۷﴾ اِلٰی یَوْمِ

ابلیس نے کہا کہ اے رب سو آپ مجھے اس دن تک کی مہلت دے دیجئے جس دن تک لوگ اٹھائے جائیں گے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا سو بلاشبہ تجھ کو معین وقت کی تاریخ تک

الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ﴿۳۸﴾ قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَیْتَنِیْ لَاُزَیِّنَنَّ لَهُمْ فِی الْاَرْضِ

مہلت دی گئی، شیطان نے کہا کہ اے رب اس سبب سے کہ آپ نے مجھے گمراہ کیا میں ان کے لئے زمین میں ضرور ضرور مزین کروں گا

وَلَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۳۹﴾ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ ﴿۴۰﴾ قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ

اور ضرور ضرور ان سب کو گمراہ کروں گا سوائے آپ کے ان بندوں کے جو منتخب کر لئے گئے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ سیدھا راستہ ہے

عَلَیَّ مُسْتَقِیْمٌ ﴿۴۱﴾ اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ

جو مجھ تک پہنچانے والا ہے بلاشبہ میرے بندوں پر تیرا بس نہ چلے گا سوائے گمراہوں کے

مِنَ الْغٰوِیْنَ ﴿۴۲﴾ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۴۳﴾ لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ

جو تیرا اتباع کریں گے اور بلاشبہ سب سے جہنم کا وعدہ ہے، اس کے سات دروازے ہیں

لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ ﴿۴۴﴾

ہر دروازے کے لئے ان میں سے ایک ایک حصہ تقسیم کر دیا گیا ہے۔

طالبِ مہلت کو مہلت تا قیامت :

۳۶: قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِیْٓ (اس نے کہا اے میرے رب تو مجھے مہلت دے) مجھے مؤخر کر دے اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ (دوبارہ اٹھنے کے دن تک)۔

۳۷: قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ (اس نے کہا تو مہلت یافتہ گروہ میں سے ہے)

۳۸: اِلٰی یَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ (ایک معلوم وقت کے دن تک) مراد یوم الدین ہے اصل یوم الدین اور یوم یبعثون اور یوم الوقت المعلوم ایک ہی معنی میں ہیں لیکن بلاغت کے طرز پر مختلف عبارات لائی گئیں۔ ایک قول یہ ہے اس نے اس دن تک مہلت مانگی جسمیں مخلوق کو اٹھایا جائے گا تا کہ اس پر موت نہ آئے کیونکہ بعث کے دن کسی پر موت نہ آئے گی مگر اس کی یہ بات قبول نہ کی گئی اور ایام تکلیف کے آخری دن تک اس کو مہلت دی گئی۔

اغرائے انسانی پر قسم :

۳۹: قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِىْ (اس نے کہا اے میرے رب چونکہ تو نے مجھے گمراہ کر ہی دیا ہے) باء قسم کیلئے ہے اور ما مصدر یہ ہے اور جواب قسم لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ ہے۔ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ (میں ضرور بضرور ان کے لئے آراستہ کرونگا) مطلب یہ ہے مجھے اغواء کرنے کی قسم میں ضرور بضرور ان کے لئے گناہوں کو مزین کروں گا۔ دوسرے مقام پر اس کے قول کا یہ مطلب ہے بما اغویتنی لازینن لهم اور فبعزتك لاغوینهم [ص:۸۲] اس میں تو دونوں برابر ہیں کہ دونوں قسمیں ہیں مگر فرق یہ ہے کہ ایک قسم صفت ذات کے ساتھ ہے اور دوسری صفت فعل کے ساتھ ہے۔ اور فقہاء نے ان دونوں میں فرق کیا ہے۔

علمائے عراق کہتے ہیں صفت ذات کا حلف جیسے قدرت ، عظمت ، عزت وغیرہ تو قسم ہے۔ اور صفت فعل کے ساتھ حلف جیسے رحمت ، ناراضی وغیرہ یہ قسم نہیں۔ الاصح بات یہ ہے کہ قسم کا دارومدار عرف پر ہے۔ جس کو لوگ بطور قسم جانتے ہوں وہ قسم شمار ہوگی اور جس کو لوگ ایسا نہ جانیں وہ قسم نہ ہوگی۔ ردمعتزلہ: یہ آیت خلقِ افعال میں معتزلہ کے خلاف حجت ہے۔ جبکہ وہ اسکی تاویل تسبب سے کرتے ہیں اور کلام کو ظاہر سے پھیرتے ہیں۔ فِى الْاَرْضِ (زمین میں) اس دنیا میں جو کہ دار الغرور ہے۔ نمبر۲۔ میں تو آدم کے ساتھ حیلہ بازی پر طاقت رکھتا ہوں اور درخت کو کھانے والا عمل میری تزیین سے ہوا۔ جبکہ وہ ابھی آسمان میں تھے۔ تو زمین پر اسکی اولاد کے سلسلہ میں تزیین کی زیادہ قدرت رکھتا ہوں۔ وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ (میں ضرور ان تمام کو گمراہ کر ڈالوں گا)

۴۰: اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ (مگر ان میں سے تیرے چنے ہوئے بندے)

قراءت: بصری و مکی و شامی نے مُخْلِصِيْنَ پڑھا۔ لام کے کسرہ کے ساتھ۔ شیطان نے خاص بندوں کو مستثنیٰ کیا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ اسکا فریب ان پر کارگر نہ ہوگا اور نہ وہ قبول کریں گے۔

شیطانی پیروکاروں کی سزا وجہنم :

۴۱، ۴۲: قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَىَّ مُسْتَقِيْمٌ ۔ اِنَّ عِبَادِىْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِيْنَ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ مجھ تک پہنچنے کا سیدھا راستہ ہے میرے ان بندوں پر تیرا ذرا بھی بس نہ چلے گا مگر جو گمراہ لوگوں میں سے تیرے راستہ پر چلنے لگے) یعنی اس راستہ کے متعلق میں نے اپنے اوپر لازم کرلیا کہ میں اسکی نگرانی کروں اور وہ یہ ہے کہ میرے بندوں پر تمہیں دسترس نہ ہو البتہ جو گمراہی کی وجہ سے تیری اتباع کو اختیار کرلے۔ نمبر۲۔ عَلَىَّ کا معنی اِلَىَّ ہے

قراءت: یعقوب نے عَلِىٌّ پڑھا ہے۔ اس صورت میں یہ فضیلت اور مرتبہ کی بلندی سے ہوگا۔ یعنی یہ راستہ بلندی والا سیدھا ہے۔

۴۳: وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ (اور بیشک جہنم کا ان سب سے وعدہ ہے) اسمیں ضمیر ھُم غاوین کی طرف راجع ہے۔

اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ ﴿۴۵﴾ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِیْنَ ﴿۴۶﴾ وَنَزَعْنَا

بلاشبہ تقوی اختیار کرنے والے باغوں میں اور چشموں میں ہوں گے، تم اس میں داخل ہو جاؤ سلامتی کے ساتھ، اس حالت میں کہ امن سے رہنے والے ہو، اور ہم وہ

مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ ﴿۴۷﴾ لَا یَمَسُّهُمْ فِیْهَا

کینہ نکال دیں گے جو ان کے سینوں میں تھا، بھائی بھائی بن کر رہیں گے تختوں پر آمنے سامنے ہوں گے، انہیں وہاں کوئی تکلیف

نَصَبٌ وَّمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِیْنَ ﴿۴۸﴾ نَبِّئْ عِبَادِیْۤ اَنِّیْۤ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ﴿۴۹﴾

نہ پہنچے گی اور نہ وہ وہاں سے نکالے جائیں گے، آپ میرے بندوں کو خبر دے دیجئے کہ بلاشبہ میں غفور ہوں رحیم ہوں

وَاَنَّ عَذَابِیْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِیْمُ ﴿۵۰﴾

اور بلاشبہ میرا عذاب وہ دردناک عذاب ہے

ذرا تفصیل جہنم:

۴۴: لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ (اس کے سات دروازے ہیں اور ہر دروازے کیلئے ان میں سے) ھم سے ابلیس کے پیروکار مراد ہیں۔ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ (ایک جزء تقسیم کیا ہوا ہے) حصہ مقررہ بانٹا ہوا۔ دوسرا قول آگ کے دروازے اس کے طبقات اور درکات ہیں۔ اس کا بالائی حصہ تو ان موحدین کیلئے ہے جو گناہوں کی وجہ سے بقدر گناہ عذاب دیے جائیں گے پھر ان کو نکال لیا جائے گا۔ اور دوسرا یہود کیلئے ہے تیسرا انصاری کیلئے۔ چوتھا صابئین اور پانچواں مجوس اور چھٹا مشرکین اور ساتواں منافقین کیلئے ہوگا۔

جنت اور اس کے انعامات کا تذکرہ:

۴۵: اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ (بیشک متقی لوگ باغات اور چشموں میں ہونگے) قراءت مدنی، حفص و بصری نے عیون میں عین کا ضمہ پڑھا ہے ابن کثیر، حمزہ و کسائی نے عِیُون عین کے کسرہ سے پڑھا ہے۔

المتقیؔ سے یہاں مطلق مراد ہے۔ یعنی جو منہیات سے بچتا ہے۔ کتاب الشرح میں ہے اگر اہل کبائر کو [لها سبعة ابواب لكل باب منهم جزء مقسوم] میں شامل مان لیں پھر متقین سے مراد وہ لوگ ہونگے جو کبائر سے بچتے ہیں۔ ورنہ متقین سے مراد شرک سے بچنے والے ہونگے۔

۴۶: اُدْخُلُوْهَا (تم اس میں داخل ہو جاؤ) یعنی ان کو کہا جائے گا تم داخل ہو جاؤ بِسَلٰمٍ (سلامتی کیساتھ) یہ حال ہے یعنی اس حال میں کہ وہ سالم ہونگے نمبر۲۔ اس حال میں کہ تم کو سلام کیا جائے گا فرشتے تمہیں سلام کریں گے۔ اٰمِنِیْنَ (تم محفوظ ہوگے) ان دونوں سے نکلنے سے محفوظ ہوگے اور اس میں آفات سے بچے رہوگے یہ دوسرا حال ہے۔

سینے کی کینے سے صفائی:

۴۷: وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِھِمْ مِّنْ غِلٍّ (اور ہم کھینچ لیں گے جو کچھ کہ ان کے سینوں میں کینہ ہوگا) الغل اس کینے کو کہتے ہیں جو دل میں چھپا ہوا گر ان میں سے کسی کے سینے میں دوسرے کے متعلق رہا ہوگا تو اللہ تعالیٰ جنت میں ان کے دلوں سے وہ کھینچ لیں گے اوران کے نفوس کو پاک کر دیں گے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے امید ہے کہ میں، عثمان، طلحہ اور زبیر انہی لوگوں میں سے ہونگے بعض نے کہا اس کا معنی ہے ان کے دلوں کو اللہ تعالیٰ اس سے پاک کر دیں گے کہ درجاتِ جنت کے متعلق دوسروں پر حسد کریں۔ اور ہر کینہ ان سے کھینچ لے گا اور اسکی بجائے مودت ومحبت ڈال دے گا۔

اِخْوَانًا (وہ بھائی بھائی ہونگے) یہ حال ہے۔ عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ (مسہریوں پر ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہونگے) یہ بھی اسی طرح حال ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ تخت ادھر پھر جائیں گے جہاں اور جدھر وہ پھریں گے پس وہ تمام حالات میں آمنے سامنے رہیں گے اور ایک دوسرے کو دیکھیں گے۔

۴۸: لَا یَمَسُّھُمْ فِیْھَا نَصَبٌ (نہیں چھوئے گی ان کو تھکاوٹ) یعنی جنت میں نصب کا معنی تھکاوٹ ہے وَّمَا ھُمْ مِّنْھَا بِمُخْرَجِیْنَ (اور نہ وہ اس سے نکالے جائیں گے) تکمیل نعمت ہمیشہ رہنے سے ہوگی۔

اعلانِ بخشش:

۴۹، ۵۰: جب وعدے اور وعید کا مکمل ذکر کر دیا تو فرمایا نَبِّیْٔ عِبَادِیْٓ اَنِّیْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ (میرے بندوں کو اطلاع دے دو کہ بیشک میں ہی بہت بڑا بخشنے والا ہوں۔۔ وَاَنَّ عَذَابِیْ ھُوَ الْعَذَابُ الْاَلِیْمُ (اور میرا عذاب بھی بڑا دردناک ہے) جو ذکر کیا گیا اسکی پختگی دلوں میں اور بٹھانے کیلئے یہ لائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لو یعلم العبد قدر عفو اللّٰہ لما توزع عن حرام ولو یعلم قدر عذابه لبخع نفسه فی العبادة ولما اقدم علی ذنب ۔ اگر بندہ اللہ تعالیٰ کی معافی کی مقدار جان لے تو حرام سے بالکل نہ بچے اور بندہ اس کے عذاب کی مقدار جان لے تو اپنے کو عبادت سے ہلاک کر ڈالے اور کسی ادنی گناہ کا بھی ارتکاب نہ کرے۔ (ابن جریر)

وقف لازم

وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ ﴿۵۱﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ط قَالَ اِنَّا مِنْكُمْ

اوران کوابراہیم کے مہمانوں کی بھی اطلاع دے دیجئے جب وہ ان پر داخل ہوئے تو انہوں نے سلام کیا، ابراہیم نے کہا کہ بلاشبہ ہم تو تم سے ڈر رہے

وَجِلُوْنَ ﴿۵۲﴾ قَالُوْا لَا تَوْجَلْ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ﴿۵۳﴾ قَالَ اَبَشَّرْتُمُوْنِيْ عَلٰٓى

ہیں انہوں نے کہا ڈرومت بے شک ہم تمہیں ایک ایسے لڑکے کی بشارت دے رہے ہیں جو صاحب علم ہوگا، ابراہیم نے کہا کیا تم مجھے اس حالت میں بشارت دے رہے ہو

اَنْ مَّسَّنِيَ الْكِبَرُ فَبِمَ تُبَشِّرُوْنَ ﴿۵۴﴾ قَالُوْا بَشَّرْنٰكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ مِّنَ

جبکہ مجھے بڑھاپا پہنچ گیا ہے سوتم کس چیز کی بشارت دیتے ہو، انہوں نے کہا کہ ہم نے تمہیں امر واقعی کی بشارت دی ہے سوتم ناامیدوں میں سے

الْقٰنِطِيْنَ ﴿۵۵﴾ قَالَ وَمَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖٓ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ ﴿۵۶﴾

مت ہو جاؤ، ابراہیم نے کہا اور اپنے رب کی رحمت سے ان لوگوں کے سوا کون ناامید ہوگا جو گمراہ ہیں

ابراہیم علیہ السلام اور ان کے مہمانانِ گرامی:

۵۱: وَنَبِّئْهُمْ (اور ان کو اطلاع دو) اپنی امت کو خبر دو۔ اس کا عطف نبیٔ عبادی پر ہے تا کہ قوم پر جو عذاب آیا اس سے عبرت حاصل کریں مجرمین اللہ تعالیٰ کے انتقام اور ناراضگی سے عبرت پکڑیں اور ان کو یقین ہو جائے اس کا عذاب انتہائی دردناک ہے۔ عَنْ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ (ابراہیم کے مہمانوں کے متعلق) مہمان فرشتے جبرئیل علیہ السلام اور گیارہ فرشتے ان کے ساتھ تھے۔ ضیف کا لفظ واحد و جمع آتا ہے۔ کیونکہ یہ ضافہ کا مصدر ہے۔

۵۲: اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا (جب کہ وہ ان کے پاس داخل ہوئے اور انہوں نے سلام کہا) یعنی ہم آپ کو سلام کہتے ہیں۔ نمبر۲۔ ہم سلام کرتے ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام نے کہا قَالَ اِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُوْنَ (بلاشبہ ہم تم سے ڈرتے ہیں) خوف زدہ ہیں کھانا نہ کھانے کی وجہ سے نمبر۲۔ کیونکہ وہ بلا اذن اور بے وقت داخل ہوئے۔

۵۳: قَالُوْا لَا تَوْجَلْ (انہوں نے کہا تم مت ڈرو) خوف نہ کرو۔ اِنَّا نُبَشِّرُكَ (بیشک ہم تمہیں بشارت دیتے ہیں) یہ اس معنی میں جملہ مستانفہ ہے کہ خوف کی نہی کی علت بیان کی گئی ہے۔ یعنی تو امن والا بشارت والا ہے۔ پس ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں۔

قراءت: حمزہ نے نون کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ (ایک علم والا لڑکا) اس سے مراد اسحاق علیہ السلام ہیں کیونکہ سورۂ ہود میں فرمایا فبشرنٰها باسحاق [سورۃ ھود:۷۱]

بڑھاپے میں بیٹے کی بشارت:

۵۴: قَالَ اَبَشَّرْتُمُوْنِيْ عَلٰٓى اَنْ مَّسَّنِيَ الْكِبَرُ (کیا تم مجھے بشارت دیتے ہو باوجودیکہ مجھے بڑھاپا آگیا) یعنی بڑھاپے کے باوجود مجھے خوشخبری دیتے ہو کہ میرے ہاں بچہ ہوگا؟ مطلب یہ ہے کہ بڑھاپے میں اولاد عادۃً ایک عجیب بات ہے فَبِمَ

تُبَشِّرُوْنَ (تم کس سبب سے بشارت دے رہے ہو) ما استفہامیہ ہے جس میں تعجب کا معنی پیدا ہو گیا۔ گویا اس طرح کہا گیا۔ فبای اعجوبة تبشرون۔ پس کونسی عجیب بات کی تم بشارت دیتے ہو؟

قراءت: نون کے کسرہ اور تشدید کے ساتھ مکی نے پڑھا ہے اور اصل تبشروننی نون جمع کو نون وقایہ میں ادغام کر دیا پھر یاء کو حذف کر کے کسرہ کو بطور دلیل باقی رہنے دیا گیا۔ نافع نے تبشرون کو تخفیف کے ساتھ پڑھا اور اصل اتبشروننی ہے یاء کو کسرہ کے بدلہ حذف کر دیا اور نون جمع کو اجتماع نونین کی وجہ سے حذف کر دیا۔ باقی تمام قراء نے فتحہ نون اور حذف یائے مفعول کے ساتھ اور نون تو نون جمع ہے۔

۵۵: قَالُوْا بَشَّرْنٰكَ بِالْحَقِّ (انہوں نے کہا ہم تمہیں سچی بات کی خوشخبری دیتے ہیں) ایسے یقین کی جسمیں التباس نہیں۔ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْقٰنِطِيْنَ (پس تم امید توڑنے والوں میں سے نہ بنو) اس سے مایوس ہونے والے مراد ہیں۔

رحمت ربّ سے کافر مایوس ہیں:

۵۶: قَالَ (کہا) ابراہیم علیہ السلام نے۔ وَمَنْ يَّقْنَطُ (اور نہیں ناامید ہوتا) قراءت بصری اور علی نے نون کے کسرہ سے پڑھا۔ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖۤ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ (اپنے رب کی رحمت سے مگر گمراہ) مگر سیدھے راستہ سے ہٹے ہوئے لوگ نمبر۲۔ کافر۔ جیسا کہ اس ارشاد میں فرمایا۔ انه لا يايئس من روح الله الا القوم الكافرون [یوسف:۸۷] یعنی میں اس کو رحمت الٰہی سے مایوسی کی بناء پر اوپر انہیں سمجھ رہا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی عادت جاریہ کے اعتبار سے بعید سمجھتا ہوں۔

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿٥٧﴾ قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ﴿٥٨﴾

ابراہیم نے کہا کہ اے بھیجے ہوئے فرشتو تمہارا آنا کس اہم کام کے لئے ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ بلاشبہ ہم مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں

اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ ؕ اِنَّا لَمُنَجُّوْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿٥٩﴾ اِلَّا امْرَاَتَهٗ قَدَّرْنَآ ۙ اِنَّهَا لَمِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿٦٠﴾

مگر آل لوط کا خاندان، بلاشبہ ہم ان سب کو بچا لینے والے ہیں سوائے ان کی بیوی کے ہم نے اس کے بارے میں تجویز کر رکھا ہے کہ بلاشبہ وہ مجرمین میں رہ جانے والی ہے

فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوْطِ ِۨ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿٦١﴾ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴿٦٢﴾ قَالُوْا بَلْ جِئْنٰكَ

سو جب وہ بھیجے ہوئے فرشتے خاندان لوط کے پاس آئے تو کہنے لگے بے شک تم تو اجنبی آدمی ہو، انہوں نے کہا کہ نہیں! بلکہ ہم آپ کے پاس وہ چیز لے کر

بِمَا كَانُوْا فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ﴿٦٣﴾ وَاَتَيْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿٦٤﴾ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ

آئے ہیں جس میں یہ لوگ شک کیا کرتے تھے اور ہم آپ کے پاس یقینی ہونے والی چیز لے کر آئے ہیں اور ہم سچے ہیں، سو آپ رات کے کسی حصے میں اپنے گھر والوں کو

بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَاتَّبِعْ اَدْبَارَهُمْ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ وَّامْضُوْا حَيْثُ تُؤْمَرُوْنَ ﴿٦٥﴾

لے کر نکل جایئے اور آپ ان کے پیچھے ہو لیجئے اور تم میں سے کوئی بھی پیچھے پھر کے نہ دیکھے اور تمہیں جس جگہ جانے کا حکم ہوا ہے اسی طرف

وَقَضَيْنَآ اِلَيْهِ ذٰلِكَ الْاَمْرَ اَنَّ دَابِرَ هٰٓؤُلَآءِ مَقْطُوْعٌ مُّصْبِحِيْنَ ﴿٦٦﴾

چلے جانا، اور ہم نے لوط کے پاس اپنا حکم بھیج دیا کہ صبح ہوتے ہی ان لوگوں کی جڑ کٹ جائے گی،

۵۷: قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ (ابراہیم علیہ السلام نے کہا اے فرشتو! تمہارا کیا معاملہ ہے) کیا مقصد ہے اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ (اے قاصدو!)۔

قوم لوط کے عذاب کا واقعہ:

۵۸: قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ (انہوں نے کہا بیشک ہمیں مجرم قوم کی طرف بھیجا گیا ہے) یعنی قوم لوط۔

۵۹: اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ (مگر آل لوط) مراد اس سے آپ کے اہل میں سے جو مومن تھے۔ یہ استثناء منقطع ہے کیونکہ یہ قوم جرائم پیشہ تھی اور مستثنیٰ اسطرح نہیں۔ نمبر۲۔ مستثنیٰ متصل ہے۔ پھر یہ مجرمین کی ضمیر سے مستثنیٰ ہے۔ گویا اسطرح کہا الی قوم قد اجر موا کلهم الا آل لوط وحدهم ایسی قوم کی طرف جن تمام نے جرم کیا ہے مگر صرف آل لوط۔

مطلب دونوں استثناء کی صورت میں الگ لگ ہوگا۔ کیونکہ منقطع کی صورت میں آل لوط کو حکم ارسال سے نکالا جائے گا۔ تقدیر عبارت یہ ہوگی۔ انهم ارسلوا الی القوم المجرمين خاصة ولم يرسلوا الى آل لوط اصلاً اور معنی یہ ہوگا۔ ان کا بھیجنا قوم مجرمین کی طرف ہوگا جیسا کہ تیر کو نشانہ کی طرف پھینکا جاتا ہے اسطرح کہ وہ تعذیب واہلاک کے معنی میں ہوگا۔ گویا

عبارت اس طرح ہے۔انا اهلكنا قومًا مجرمين ولكن آل لوط انجيناهم ۔ بیشک ہم نے مجرم قوم کو ہلاک کر دیا۔لیکن آل لوط کو ہم نے بچالیا۔

استثنائے متصل وہ ارسال کے حکم میں داخل ہونگے ۔یعنی ملائکہ کوان تمام کی طرف بھیجا گیا تا کہ وہ ان کو ہلاک کریں اور دوسرے نجات پائیں۔ جب استثناء منقطع ہوگا تو انا لمنجوهم اجمعين خبر کے قائم مقام ہوگا۔اور استثناء متصل میں آل لوط سے متعلق ہوگا۔ کیونکہ مطلب یہ ہے لیکن آل لوط نجات پانیوالی ہے۔استثناء متصل کی سورت میں جملہ مستانفہ ہے گویا ابراہیم علیہ السلام نے انہیں کہا آل لوط کا کیا معاملہ ہے؟ تو انہوں نے کہا اِنَّا لَمُنَجُّوْهُمْ اَجْمَعِيْنَ۔

۶۰ :اِلَّا امْرَاَتَهٗ (مگران کی بیوی) لَمُنَجُّوْهُمْ کی ضمیر مجرور سے یہ مستثنٰی ہے یہ استثناء سے استثناء نہیں اور یہ اسمیں ہوتا ہے جب اس کا حکم اختیار کرلے جیسے کہتے ہیں اهلكنا هم الا آل لوط الاامراته ۔مگر یہاں دونوں حکم مختلف ہیں کیونکہ اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ یہ اَرْسَلْنَا کے متعلق ہے یا مجرمین سے متعلق ہے اور الا امراته یہ منجوهم کے متعلق ہے۔پھر استثناء سے استثناء کس طرح ہوگا۔

قراءت :لمنجوهم حمزہ،علی نے تخفیف سے پڑھا ہے۔قَدَّرْنَآ (ہم نے طے کردیا)۔قراءت :ابوبکر نے تخفیف سے پڑھا اِنَّهَا لَمِنَ الْغٰبِرِيْنَ (بیشک وہ پیچھے رہنے والوں میں سے ہوگی)عذاب میں باقی رہنے والوں میں سے۔ایک قول یہ ہے اگر اسکی خبر میں لام نہ ہوتو پھران کا فتحہ واجب ہے۔ کیونکہ پھر یہ اپنے اسم وخبر سمیت قدرنا کا مفعول ہے لیکن یہ اس ارشاد کی طرح ہے۔ ولقد علمت الجنة انهم لمحضرون [الصافات:۱۵۸]

نکتہ: ملائکہ نے فعلِ تقدیر کی نسبت اپنی طرف کی۔اوراس طرح نہیں کہاقدر الله نمبرا۔قرب کی وجہ سے۔جیسا خاصان ملک کہتے ہیں امرنا بكذا حالانکہ آمر تو بادشاہ ہوتا ہے۔

لوط علیہ السلام کے پاس فرشتوں کی آمد:

۶۱،۶۲ :فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوْطِ ِۨالْمُرْسَلُوْنَ۔قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ (جب آل لوط کے پاس قاصد آئے تو (لوط علیہ السلام نے) کہا بیشک تم اجنبی آدمی معلوم ہوتے ہو)یعنی میں تمہیں نہیں پہچانتا۔اس لئے کہ نہ تم مقیمی ہواور نہ لباسِ سفر میں ہو کہ مسافر سمجھوں۔ مجھے خطرہ ہے کہ تمہارے سے مجھے دکھ نہ پہنچ جائے۔

۶۳ : قَالُوْا بَلْ جِئْنٰكَ بِمَا كَانُوْا فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ (انہوں نے کہا بلکہ ہم تمہارے پاس وہ چیز لائے ہیں جس میں وہ شک کرتے ہیں)ہم وہ چیز نہیں لائے جس کے سبب سے ہمیں اوپرا خیال کرتے ہو بلکہ وہ چیز لائے ہیں جسمیں تمہاری خوشی ہے اوراس سے تمہیں تمہارے دشمنوں کی طرف سے شفاء نصیب ہوگی اور وہ عذاب ہے جس کے اترنے سے تم ان کو ڈراتے تھے اور وہ اس کے نزول میں شک کرنے والے تھے۔اور تمہاری تکذیب کرتے تھے۔

۶۴ :وَاَتَيْنٰكَ بِالْحَقِّ (ہم آپ کے پاس سچی بات لائے ہیں) ان کے عذاب کی یقینی اطلاع ۔وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ (اور بیشک ہم سچے ہیں)ان پراس عذاب کے اترنے کی اطلاع دینے میں۔

رات کو یہاں سے نکل چلو:

۶۵: فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ (آپ رات کے کسی حصہ میں اپنے اہل کے ساتھ یہاں سے چلے جاؤ) رات کے آخری حصہ میں۔نمبر۲۔رات کا جب کافی حصہ گزر جائے۔وَاتَّبِعْ اَدْبَارَهُمْ (اورتم ان کے پیچھے پیچھے چلو) ان کے پیچھے چلو۔تا کہ تمہیں ان کی اوران کے احوال کی اطلاع ہو۔وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ (اورتم میں سے کوئی مڑ کر نہ دیکھے) تا کہ ان کی قوم پر جو عذاب اترے اس کو وہ نہ دیکھیں اوران کے متعلق ان کے دلوں میں نرمی پیدا ہو۔نمبر۲۔نہی عن الالتفات یہ مسلسل چلنے سے کنایہ ہے اور سستی کی ممانعت ہے اورٹھہرنے کی اجازت نہیں۔کیونکہ جو متوجہ ہوتا ہے وہ کچھ نہ کچھ تو ٹھہر جاتا ہے۔وَّامْضُوْا حَيْثُ تُؤْمَرُوْنَ (اور وہاں چلے جاؤ جہاں تمہیں جانے کا حکم ہے) جہاں اللہ تعالیٰ نے تمہیں جانے کا حکم دیا ہے۔اور وہ سرزمین شام تھی یا مصر۔

۶۶: وَقَضَيْنَآ اِلَيْهِ ذٰلِكَ (اورہم نے یہ حکم ان کے پاس بھیجا) قَضَيْنَآ کو اِلٰی سے متعدی کیا گیا کیونکہ وہ اَوْحَيْنَا کے معنی کو متضمن ہے گویا اس طرح فرمایا۔واوحینا الیه مقضیا مبتوتا اورہم نے وحی کی ان کی طرف رات کے فیصلہ شدہ حکم کی۔الامر کی تفسیر اَنَّ دَابِرَ هٰۤؤُلَآءِ مَقْطُوْعٌ سے کی۔الْاَمْرَ اَنَّ دَابِرَ هٰۤؤُلَآءِ مَقْطُوْعٌ (بیشک ان کی جڑ کٹ جائے گی)۔اس کے ابہام وتفسیر میں امر کی تفخیم شان ہے۔اور دابرھم کا معنی ان کا آخری یعنی ان کا استیصال کر دیا جائے گا اور یہاں تک کہ ان میں سے کوئی ایک بھی باقی نہ رہے گا۔مُّصْبِحِيْنَ (صبح سویرے) صبح کے وقت میں داخل ہوتے ہی۔

نحو: یہ ھؤلاء سے حال ہے۔

وَجَآءَ اَهۡلُ الۡمَدِيۡنَةِ يَسۡتَبۡشِرُوۡنَ ﴿۶۷﴾ قَالَ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ ضَيۡفِىۡ فَلَا تَفۡضَحُوۡنِ ﴿۶۸﴾

اور شہر کے لوگ خوش ہوتے ہوئے آپہنچے، لوط نے کہا بے شک یہ میرے مہمان ہیں سو تم مجھے رسوانہ کرو

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخۡزُوۡنِ ﴿۶۹﴾ قَالُوۡۤا اَوَلَمۡ نَنۡهَكَ عَنِ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۷۰﴾ قَالَ هٰٓؤُلَآءِ بَنٰتِىۡۤ

اور اللہ سے ڈرو اور مجھے رسوانہ کرو، ان لوگوں نے جواب میں کہا کیا ہم نے آپ کو دنیا جہان کے لوگوں سے منع نہیں کیا؟ لوط نے کہا یہ میری بیٹیاں ہیں

اِنۡ كُنۡتُمۡ فٰعِلِيۡنَ ﴿۷۱﴾ لَعَمۡرُكَ اِنَّهُمۡ لَفِىۡ سَكۡرَتِهِمۡ يَعۡمَهُوۡنَ ﴿۷۲﴾ فَاَخَذَتۡهُمُ الصَّيۡحَةُ

اگر تمہیں کرنا ہی ہے، آپ کی جان کی قسم بے شک وہ اپنی مستی میں اندھے بن رہے تھے، سو سورج نکلتے وقت انہیں سخت آواز نے

مُشۡرِقِيۡنَ ﴿۷۳﴾ فَجَعَلۡنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمۡطَرۡنَا عَلَيۡهِمۡ حِجَارَةً مِّنۡ سِجِّيۡلٍ ﴿۷۴﴾ اِنَّ

پکڑلیا سو ہم نے اس کے اوپر کے حصہ کو نیچے والا حصہ کردیا اور ہم نے ان پر کنکر کے پتھر برسادیئے، بلاشبہ

فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلۡمُتَوَسِّمِيۡنَ ﴿۷۵﴾ وَاِنَّهَا لَبِسَبِيۡلٍ مُّقِيۡمٍ ﴿۷۶﴾ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۷۷﴾

اس میں بصیرت رکھنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں اور بلاشبہ ان کی یہ بستیاں ایک شاہراہ عام پر پڑتی ہیں، بلاشبہ اس میں اہل ایمان کے لئے نشانی ہے۔

قوم لوط کا طرزِ عمل:

۶۷: وَجَآءَ اَهۡلُ الۡمَدِيۡنَةِ (اور آ گئے شہر والے) شہر سے سدوم مراد ہے جس کے قاضی کی ظلم میں مثالیں دی جاتی ہیں۔ يَسۡتَبۡشِرُوۡنَ (خوشخبریاں سناتے ہوئے) ملائکہ کے بارے میں اس طمع میں کہ ان کا مقصد فاحشہ پورا ہو جائے گا۔

لوط علیہ السلام کی امکانی حفاظت:

۶۸: قَالَ (کہا) لوط علیہ السلام نے اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ ضَيۡفِىۡ فَلَا تَفۡضَحُوۡنِ (بیشک یہ میرے مہمان ہیں تم ان کے متعلق مجھے رسوانہ کرو) میرے مہمانوں کی بے عزتی کر کے کیونکہ جو میرے مہمانوں کے ساتھ زیادتی کرے گا اس نے میرے ساتھ زیادتی کی۔

۶۹: وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخۡزُوۡنِ (اور تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو! اور مجھے رسوانہ کرو) یعنی میرے مہمانوں کو ذلیل کر کے مجھے ذلیل نہ کرو۔ الخزیؔ ذلت کو کہتے ہیں۔ قراءت: یعقوب نے دونوں میں یاء پڑھی ہے۔

۷۰: قَالُوۡۤا اَوَلَمۡ نَنۡهَكَ عَنِ الۡعٰلَمِيۡنَ (انہوں نے کہا کیا ہم نے تمہیں جہان والوں سے نہیں روکا) اس بات سے کہ تم ان میں سے کسی کو پناہ دو۔ نمبر۲۔ ان کی طرف سے دفاع کرو۔ وہ ہر ایک کا راہ روکتے اور حضرت لوط علیہ السلام نہی عن المنکر کرتے اور ان کے درمیان حائل ہوتے وہ ان کو دھمکاتے اور کہتے لئن لم تنته یلوط لتکونن من المخرجین اگر تم باز نہ آئے اے لوط! تو ضرور تمہیں نکال باہر کیا جائے گا [الشعراء: ۱۶۷] نمبر۳۔ غرباء مسافرین کی مہمانی سے۔

۷۱: قَالَ هٰٓؤُلَآءِ بَنٰتِیْٓ (انہوں نے کہا یہ میری بیٹیاں ہیں) ان سے نکاح کرلو۔ اس وقت مومنات کا نکاح کفار سے جائز تھا۔ اور میرے ان مہمانوں کی طرف ہاتھ مت بڑھاؤ۔ اِنْ کُنْتُمْ فٰعِلِیْنَ (اگر تم کرنے والے ہو) اگر تم قضائے شہوت حلال مقام پر چاہتے ہو، نہ کہ حرام اس پر فرشتوں نے لوط علیہ السلام کو کہا۔

گمراہی کے نشہ میں صحیح غلط کا امتیاز ہی نہیں رہتا:

۷۲: لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِیْ سَكْرَتِهِمْ (تیری عمر کی قسم! بیشک وہ اپنے نشے میں مست تھے) اپنی اس گمراہی میں جس نے ان کی عقل وتمیز میں خطأ وصواب کا فرق ختم کر دیا تھا۔ اس میں لڑکیوں کو چھوڑ کر لڑکوں کو اختیار کرنے کی طرف اشارہ ہے۔ یَعْمَهُوْنَ (وہ سرمست ہیں) وہ حیران ہیں کہ کس طرح تیری بات کو قبول کریں۔ اور تیری نصیحت کی طرف کان لگائیں۔ نمبر۲۔ اسمیں خطاب رسول اللہ ﷺ کو۔ فرمایا اس میں آپ کی زندگی کی قسم اٹھائی اللہ تعالیٰ نے اور کسی پیغمبر کی زندگی کی قسم نہیں اٹھائی۔ اس سے آپ کی عظمت ظاہر ہوتی ہے۔ العَمر اور العُمر دونوں ہم معنی ہیں۔ یعنی بقاء کو کہتے ہیں۔ البتہ قسم کیلئے ع کے فتحہ کو خفیف ہونے کی وجہ سے ترجیح دی ہے کیونکہ زبان پر قسم بہت لائی جاتی ہے اسی وجہ سے تو انہوں نے خبر کو حذف کر دیا۔ تقدیر عبارت یہ ہے **لعمرك قسمي**۔

نفاذِ عذاب:

۷۳: فَاَخَذَتْهُمُ الصَّیْحَةُ (ان کو چیخ نے آلیا) جبرئیل علیہ السلام کی چیخ مراد ہے۔ مُشْرِقِیْنَ (سورج طلوع ہوتے ہی) کہ وہ طلوع میں داخل ہورہے اور وہ سورج چمکنے کو کہتے ہیں۔

۷۴: فَجَعَلْنَا عَالِیَهَا سَافِلَهَا (پس ہم نے اس کے اوپر کو نیچے کر دیا) جبرئیل علیہ السلام نے ان کو اٹھایا اور آسمان کی طرف بلند کیا۔ پھر پلٹ دیا۔

نحو: ضمیر کا مرجع قوم لوط کی بستیاں ہیں۔ وَاَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّیْلٍ (اور ہم نے ان پر کنکر کے پتھر برسائے)

آثار دیدہ عبرت ہیں:

۷۵: اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ (اس واقعہ میں کئی نشانیاں ہیں دیکھنے والوں کیلئے) ظاہری علامات سے اندرونی نتائج معلوم کرنے غور کرنے والوں کیلئے۔ گویا کہ وہ ظاہر علامت سے ان چیزوں کے باطن کو پہچان لیتے ہیں۔

۷۶: وَاِنَّهَا (اور بیشک وہ) وہ بستیاں یعنی ان کے آثار لَبِسَبِیْلٍ مُّقِیْمٍ (آباد راستہ پر ہیں) قائم ہے جس پر لوگ چلتے ہیں اور ابھی تک مٹا نہیں اور وہ ان آثار کو دیکھتے ہیں۔ اس میں قریش کو متنبہ کیا۔ جیسا کہ اس ارشاد میں **وانکم لتمرون علیهم مصبحین وباللیل افلا تعقلون** [الصافات: ۱۳۷، ۱۳۸]

۷۷: اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّلْمُؤْمِنِیْنَ (بیشک اس میں البتہ نشانی ہے ایمان والوں کیلئے) کیونکہ وہی اس سے فائدہ (عبرت) حاصل کرتے ہیں۔

وقف لازم ع ٥ ١٩ ٥

وَاِنْ كَانَ اَصْحٰبُ الْاَیْكَةِ لَظٰلِمِیْنَ ﴿٧٨﴾ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ ۘ وَ اِنَّهُمَا لَبِاِمَامٍ مُّبِیْنٍ ﴿٧٩﴾ؕ ع

اور بلاشبہ ایکہ والے ظلم کرنے والوں میں سے تھے سو ہم نے ان سے انتقام لے لیا اور بلاشبہ یہ دونوں بڑی شاہراہ پر پڑتی ہیں۔

وَ لَقَدْ كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿٨٠﴾ۙ وَ اٰتَیْنٰهُمْ اٰیٰتِنَا فَكَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِیْنَ ﴿٨١﴾ۙ

اور بلاشبہ حجر والوں نے پیغمبروں کو جھٹلایا اور ہم نے انہیں نشانیاں دیں سو وہ ان سے روگردانی کرنے والے ہوگئے

وَ كَانُوْا یَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا اٰمِنِیْنَ ﴿٨٢﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّیْحَةُ

اور وہ لوگ پہاڑوں کو تراش کر گھر بنا لیتے تھے، امن کے ساتھ رہتے تھے، سو ان کو صبح صبح چیخ نے

مُصْبِحِیْنَ ﴿٨٣﴾ۙ فَمَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ﴿٨٤﴾ؕ وَ مَا خَلَقْنَا

پکڑ لیا، سو ان کو اس چیز نے کچھ کام نہ دیا جسے وہ کسب کرتے تھے۔ اور ہم نے آسمانوں

السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَیْنَهُمَاۤ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ وَ اِنَّ السَّاعَةَ

کو اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے پیدا نہیں کیا مگر حق کے ساتھ، اور بلاشبہ قیامت

لَاٰتِیَةٌ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِیْلَ ﴿٨٥﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِیْمُ ﴿٨٦﴾

ضرور آنے والی ہے، سو آپ خوبی کے ساتھ درگزر کیجئے، بلاشبہ آپ کا رب بڑا خالق ہے اور بڑا عالم ہے

تذکرہ قوم شعیب علیہ السلام اور ان کی ہلاکت:

٧٨: وَاِنْ كَانَ اَصْحٰبُ الْاَیْكَةِ (بلاشبہ اصحاب الایکہ) بلاشبہ معاملہ اور حالت شان یہ ہے۔ كَانَ اَصْحٰبُ الْاَیْكَةِ یعنی جھاڑی والے لَظٰلِمِیْنَ (البتہ ظالم تھے) وہ قوم شعیب علیہ السلام ہے۔

٧٩: فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ (ہم نے ان سے انتقام لیا) جب انہوں نے شعیب علیہ السلام کو جھٹلایا تو ہم نے ان کو ہلاک کر دیا۔ وَ اِنَّهُمَا (اور بیشک یہ دونوں) اقوام یعنی قوم لوط، اصحاب ایکہ لَبِاِمَامٍ مُّبِیْنٍ (واضح راستے میں) صاف سڑک پر ہیں۔ الامام اس شخص کو کہتے ہیں جس کی اقتداء کی جائے راستہ کو امام کہا گیا ہے۔ اور معمار کی گنیے کی ڈور جس سے تعمیر کو ناپا جاتا ہے۔ اور راستہ پر بھی لوگ چلتے ہیں راہ سب کا راہ نما ہے۔ گویا یہ ڈور اور راستہ دونوں راہنمائی کرنے والے ہیں۔

قوم صالح کا تذکرہ:

٨٠: وَلَقَدْ كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْحِجْرِ (اور حجر والوں نے جھٹلایا) وہ قوم ثمود ہے [الحجر] اس وادی کا نام ہے۔ جو مدینہ اور شام

کے درمیان ہے۔ اَلْمُرْسَلِيْنَ (رسولوں کو) صالح علیہ السلام کی تکذیب کرنے کی وجہ سے کیونکہ ہر رسول تمام انبیاء علیہم السلام پر ایمان کی دعوت دیتا ہے پس جس نے ان میں سے کسی ایک کو جھٹلایا تو گویا اس نے تمام کو جھٹلایا۔ نمبر۲۔ صالح علیہ السلام اور ان کے ساتھ والے مؤمنین مراد ہیں۔ جیسا کہا جاتا ہے۔ الخبیبیون سے مراد ابن الزبیر اور ان کے ساتھی۔

۸۱: وَاٰتَيْنٰهُمْ اٰيٰتِنَا فَكَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ (اور ہم نے ان کو اپنی نشانیاں دیں پس وہ ان سے اعراض کرنے والے تھے) یعنی انہوں نے ان نشانات سے اعراض کیا اور ان پر ایمان نہ لائے۔

دنیاوی حالت:

۸۲: وَكَانُوْا يَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا (وہ لوگ پہاڑ تراش کر مکان بناتے تھے) وہ پہاڑوں کو کھود کر گھر بناتے یا پتھروں سے بناتے۔ اٰمِنِيْنَ (تاکہ امن میں رہیں) کیونکہ پتھروں کے گھر مضبوط اور گرنے کے اندیشے سے خالی اور دشمنوں کے گرانے اور چوروں کی نقب لگانے سے محفوظ ہوتے ہیں۔ نمبر۲۔ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے مامون و محفوظ۔ ان کا خیال یہ تھا کہ پہاڑ عذاب الٰہی سے ان کی حفاظت کریں گے۔

عذاب سے ہلاکت:

۸۳: فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ (ان کو چیخ نے پکڑ لیا) یعنی عذاب نے۔ مُصْبِحِيْنَ (صبح سویرے) چوتھے دن صبح کے وقت۔

۸۴: فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (نہ ان کو کام دیا ان کے کسی ہنر نے) مضبوط مکانوں کی تعمیر اور نفیس اموال کو جمع کرنے نے۔

تخلیق کائنات فضول نہیں:

۸۵: وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ (اور نہیں پیدا کیا ہم نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے مگر حق کے ساتھ) مگر ہم نے ان کو حق سے ملا ہوا پیدا کیا۔ بے کار اور فضول نہیں بنایا۔ نمبر۲۔ بدلے کے دن اعمال پر عدل و انصاف کے ساتھ جزاء دینے کیلئے۔ وَاِنَّ السَّاعَةَ (اور بیشک قیامت) یعنی قیامت جس کی آمد کی توقع ہر گھڑی ہے لَاٰتِيَةٌ (ضرور آنے والی ہے) اور بیشک اللہ تعالیٰ آپ کے دشمنوں سے اس دن انتقام لے گا۔ اور آپ کو آپ کی نیکیوں پر بدلہ اور ان کو ان کی سیئات پر سزا دے گا۔ اس نے آسمانوں اور زمین کو اسی بدلے کیلئے پیدا فرمایا۔

فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ (تم اچھا درگزر کرو) ان سے اچھی طرح اعراض کرو حلم و چشم پوشی اختیار کر کے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت آیتِ جہاد سے منسوخ ہے اور اگر اس سے مراد مخالفت لی جائے تو پھر منسوخ نہیں۔

۸۶: اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلّٰقُ (بیشک آپ کا رب بہت بڑا خالق ہے) جس نے آپ کو اور ان کو پیدا کیا۔ الْعَلِيْمُ (وہ ہر بات کو جاننے والا ہے) آپ اور ان کی حالت سے باخبر ہے۔ اس پر تمہارے مابین ہونے والے احوال مخفی نہیں۔ وہی تمہارے درمیان فیصلہ فرمائے گا۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ ﴿۸۷﴾ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ

اور ہم نے آپ کو سات آیتیں دی ہیں جو بار بار پڑھی جاتی ہیں اور قرآن عظیم دیا، آپ اپنی آنکھیں ان چیزوں کی طرف نہ بڑھایئے

اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ

جو ہم نے مختلف قسم کے کافروں کو فائدہ حاصل کرنے کے لئے دی ہیں، اور آپ ان پر غم نہ کیجئے اور ایمان والوں کے لئے اپنے بازوؤں کو

لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۸﴾ وَقُلْ اِنِّيْۤ اَنَا النَّذِيْرُ الْمُبِيْنُ ﴿۸۹﴾

جھکائے رہیے اور آپ فرما دیجئے کہ بلاشبہ میں واضح طور پر ڈرانے والا ہوں

سورۂ فاتحہ کی عظمت:

۸۷: وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا (بلاشبہ ہم نے آپ کو سات دیں) یعنی سات آیات وہ سورۂ فاتحہ ہے۔ نمبر۲۔ سات بڑی سورتیں سبع طوال۔ ساتویں میں اختلاف ہے نمبرا۔ انفال و براءت۔ کیونکہ انکا حکم ایک سورت والا ہے اس لئے کہ بسم اللہ درمیان میں نہیں۔ نمبر۲۔ سورۂ یونس نمبر۳۔ قرآن کے سات حصے مِّنَ الْمَثَانِيْ (مثانی میں سے) یہ تثنیہ سے ہے اور معنی بار بار دھرانا ہے۔ کیونکہ فاتحہ نماز میں بار بار پڑھی جاتی ہے۔ نمبر۲۔ الثناء سے ہے کیونکہ فاتحہ اللہ تعالیٰ کی ثناء پر مشتمل ہے۔ اس کا واحد مثناۃ ہے یا مثنیۃ ہے۔ یہ آیت کی صفت ہے باقی سور یا سات اجزاء قرآن تو ان میں قصص ومواعظ، وعدہ، وعید بار بار لائے جاتے ہیں اور ان میں اللہ تعالیٰ کی ثناء ہے۔ گویا یہ اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتی ہیں۔ جب السبع کو مثانی قرار دو تو مِنْ تبیین کیلئے ہوگا اور جب قرآن کو مثانی بناؤ۔ تو مِنْ تبعیض کے لئے ہوگا۔ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ (اور قرآن عظیم) یہ عطف الشیٔ علی نفسہ کی قسم سے نہیں۔ کیونکہ اگر السبع سے فاتحہ مراد لیں۔ یا طوال کو تو جو ان کے علاوہ ہے اس پر قرآن کا لفظ بولا جائیگا۔ کیونکہ یہ قرآن ایسا لفظ ہے کہ بعض پر اس کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ کل پر ہوتا ہے۔ اسکی دلیل یہ آیت ہے۔ بما اوحینا الیك هذا القرآن [یوسف:۳] یعنی سورۂ یوسف۔

اور جب سات اجزائے قرآن مراد لیں تو پھر معنی یہ ہوگا ہم نے آپ کو وہ دیا جس کو السبع المثانی کہا جاتا ہے اور القرآن العظیم بھی کہلاتا ہے۔ وہ ان دونوں صفات کا جامع ہے۔ اور وہ دھرایا جانے والا ہے۔ نمبر۲۔ یا وہ ثناء وعظمت والا ہے۔ پھر اپنے رسول کو فرمایا۔

قرآن کی نعمت دنیا کی نعمت سے بے نیاز کرنے والی ہے:

۸۸: لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ (آپ اس چیز کو نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھیں) اپنی نگاہ کو رغبت کرنے والے کی طرح نہ ڈالو۔ کہ آپ کے دل میں اسکی تمنا ہو۔ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ (جو ہم نے ان میں سے مختلف قسم کے کافروں کو برتنے کیلئے دیا ہے) کفار کی مختلف اصناف جیسے یہود، نصاریٰ، مجوس وغیرہ تمہیں عظیم ترین نعمت ملی جو سب سے بڑی نعمت ہے۔ دوسری نعمتیں خواہ بڑی بھی

كَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِيْنَ ⑨⓪ الَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ ⑨① فَوَرَبِّكَ

جیسا کہ ہم نے ان لوگوں پر نازل کیا جنہوں نے قرآن کے مختلف اجزاء بنا لئے تھے، سو آپ کے رب کی قسم ہے

لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ⑨② عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ⑨③ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ

ہم ان سب سے ان کے اعمال کی ضرور باز پرس کریں گے، جس چیز کا آپ کو حکم دیا جاتا ہے اسے خوب صاف طریقے پر بیان کر دیجئے، اور

عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ⑨④ اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ ⑨⑤ الَّذِيْنَ يَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا

مشرکین سے اعراض کیجئے بلاشبہ جو لوگ ہنسی کرنے والے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرا معبود تجویز کرتے ہیں ان کی طرف سے

اٰخَرَ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ⑨⑥

ہم آپ کے لئے کافی ہیں سو وہ عنقریب جان لیں گے۔

ہوں وہ اس کے مقابلہ میں حقیر ہیں۔اور وہ عظیم نعمت قرآن عظیم ہے۔پس تم پر لازم ہے کہ اس پر استغناء اختیار کرو۔اور سامانِ دنیا کی طرف آنکھیں بطور طمع نہ اٹھاؤ۔حدیث میں فرمایا لیس منا من لم یتغن بالقرآن (وہ ہم میں سے نہیں جس نے قرآن پاک سے بے نیازی نہ اختیار کی) اور حدیث ابوبکر رضی اللہ عنہ میں ہے۔جس کو قرآن دیا گیا پھر اس نے خیال کیا کہ کسی کو دنیا میں کوئی چیز اس سے افضل دی گئی تو اس نے بڑی چیز کو حقیر قرار دیا اور حقیر کو عظیم قرار دیا۔(یہ روایت ثابت نہیں) وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ (اور آپ ان پر غم نہ کریں) ان کے اموال کی تمنا نہ کریں اور ان کے متعلق غم نہ کریں۔وہ ایمان نہ لائیں گے کہ ان کے مرتبہ سے اسلام اور مسلمانوں کو تقویت ملے۔وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ (اپنے بازو کو ایمان والوں کیلئے جھکائیں) اور آپ کے پاس جو فقراء مومن ہیں ان کے ساتھ تواضع برتیں اور اغنیاء کے ایمان سے اپنے نفس کو پاک وصاف کر دیں۔

۸۹: وَقُلْ (اور کہہ دیں) انہیں۔اِنِّيْٓ اَنَا النَّذِيْرُ الْمُبِيْنُ (بیشک میں ہی کھلا ڈرانے والا ہوں) میں تمہیں برہان و بیان سے ڈراتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب تم پر اترنے والا ہے۔

۹۰: كَمَآ اَنْزَلْنَا (جیسا کہ ہم نے اتارا) یہ لقد اتیناک کے متعلق ہے۔ای انزلنا علیك مثل ماانزلنا۔ہم نے تم پر اتارا اسی طرح جیسا ہم نے اتارا۔عَلَى الْمُقْتَسِمِيْنَ (حصے بانٹنے والوں پر) وہ اہل کتاب ہیں۔

۹۱: الَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ (وہ جنہوں نے قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کیا) عضین جمع عضة بمعنی جزء۔اصل میں یہ عضوة بروزن فعلة ہے۔یہ عضی الشاۃ سے لیا جبکہ اس کے اعضاء الگ الگ کر دیئے جائیں جبکہ انہوں نے اپنے عناد کی وجہ سے کہا کہ قرآن کا بعض حصہ تورات وانجیل کے موافق ہے اور بعض حصہ اس کے مخالف اور باطل ہے۔انہوں نے حق و باطل کی طرف اسکی تقسیم کر دی۔اور اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

نمبر۳۔مشرکین قرآن کا مذاق اڑاتے اور آپس میں کہتے تھے سورۂ بقرہ تو میرے لئے دوسرا کہتا سورۂ آل عمران میرے لئے
نمبر۳۔قرآن سے مراد وہ لیا جائے جو وہ اپنی کتابوں میں پڑھتے تھے۔اور اس کو بھی انہوں نے تقسیم کر رکھا تھا۔یہود بعض تورات کا اقرار کرتے اور بعض کا انکار کرتے۔اور نصاریٰ بعض انجیل کو مانتے اور کچھ کا انکار کرتے اور یہ بھی درست ہے کہ الذین جعلوا القرآن عضین نذیر کی وجہ سے منصوب ہو۔یعنی انذر المعضنین الذین یجزؤن القرآن الی سحرو شعر و اساطیر۔ان ٹکڑے کرنے والوں کو ڈراؤ جو قرآن کے حصے بناتے ہیں سحر،شعر،اساطیر کی طرف جیسا کہ ہم نے ان بانٹنے والوں پر اتارا جنکی تعداد بارہ تھی جنہوں نے مکہ کے اندر ایام حج میں مختلف راستوں کو تقسیم کرلیا۔اور ہر راستہ پر بیٹھ گئے تا کہ لوگوں کو ایمان سے نفرت دلائیں۔اور رسول اللہ ﷺ کے متعلق تنفر کریں۔

نمبر۱۔بعض کہتے۔ہم میں سے نکلنے والے ایک جادوگر کے دھوکا میں نہ پڑنا۔نمبر۲۔دوسرا کہتا کذاب ہے تیسرا کہتا شاعر ہے۔اللہ تعالیٰ نے ان تمام کو ہلاک کر دیا۔

نحو: لاتمدن پہلی صورت میں جملہ معترضہ ہے کیونکہ جب رسول اللہ ﷺ کو ان کی تکذیب وعداوت کے سلسلہ میں تسلی دی تو بطور جملہ معترضہ اس چیز کا ذکر کر دیا۔جس پر تسلی کے مفہوم کا دارومدار ہے۔کہ ان کی دنیا کی طرف ذرہ بھر التفات نہ فرمائیں اور ان کے کفر پر افسوس نہ کریں اور اپنی کامل توجہ ایمان والوں پر مرکوز فرمائیں۔

تمام سے سوال ہوگا:

۹۲،۹۳: فَوَرَبِّكَ لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ (تیرے رب کی قسم ہم ضرور ان تمام سے پوچھ گچھ کریں گے) عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (ان تمام باتوں کے متعلق جو وہ کرتے رہے) اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات اور ربوبیت کی قسم اٹھا کر فرمایا کہ قیامت کے دن ان میں میں ایک ایک سے سوال کرونگا جو انہوں نے رسول ﷺ کو کہا یا جو قرآن کے بارے میں کہا۔یا جو اللہ تعالیٰ کی کتابوں کے بارے میں کہا۔

حق کھول کر بتائیں کفار سے ہم نپٹ لیں گے:

۹۴: فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ (اس کو علی الاعلان بیان کریں جس کا آپ کو حکم دیا جا رہا ہے) اس کو کھل کر کہو! اور ظاہر کرو۔کہا جاتا ہے صدع بالحجۃ جبکہ وہ سرعام اس سے بات کرے۔یہ الصدیع سے ہے اور وہ فجر کو کہتے ہیں۔نمبر۲۔فاصدع حق و باطل کو جدا کرو۔یہ الصدع فی الزجاجۃ سے ہے اور اس کا معنی اظہار کرنا الگ کرنا۔بما تؤمر جو آپ کو حکم دیا گیا۔مطلب یہ ہے جس شریعت کی بات کا آپ کو حکم ملا۔حرف جار کو حذف کر دیا گیا جیسا کہ اس قول میں امرتك الخیر فافعل ما امرت بهٖ۔ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ (اور مشرکین سے اعراض کرو۔) مشرکین کی استہانت کیلئے یہ امر لایا گیا۔

۹۵: اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ (بیشک ہم تیری طرف سے ان مستہزئین کیلئے کافی ہیں) **قول جمہور**: یہ پانچ آدمیوں کے متعلق اتری۔جو رسول اللہ ﷺ کو ایذاء پہنچانے میں مبالغہ کرتے اور آپ کا مذاق اڑاتے۔اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک کر دیا۔نمبر۱۔ولید بن المغیرہ اس کا گزر تیر بنانے والے کے پاس سے ہوا۔ایک تیر اسکی لمبی دراز چادر سے اٹک گیا۔اور وہ تیر اسکی ایڑھی کی رگ میں جا لگا۔جس سے وہ رگ کٹ گئی اور وہ موت کے گھاٹ اتر گیا۔

وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ ﴿۹۷﴾ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ

اور بلاشبہ ہم جانتے ہیں کہ یہ لوگ جو باتیں کرتے ہیں اس سے آپ تنگدل ہوتے ہیں سو آپ اپنے رب کی تسبیح بیان کیجئے جس کے ساتھ تحمید بھی ہو اور آپ ساجدین میں سے

السّٰجِدِيْنَ ﴿۹۸﴾ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ﴿۹۹﴾

ہو جایئے اور اپنے رب کی عبادت کیجئے یہاں تک کہ آپ کے پاس یقین (یعنی موت) آجائے

نمبر۲۔ عاص بن وائل اس کے پاؤں کی تلی میں ایک کانٹا چبھ گیا اس کا پاؤں سوج گیا۔ جس سے وہ مر گیا نمبر۳۔ اسود بن عبدالمطلب۔ یہ اندھا ہو گیا۔ نمبر۴۔ اسود بن عبد یغوث یہ اپنے سر کو درخت سے مارتا رہا اور اپنے چہرے کو کانٹے سے یہاں تک کہ وہ مر گیا۔ نمبر۵۔ حارث بن قیس اسکی پیپ بہنے لگی جس سے مر گیا۔

۹۶: اَلَّذِيْنَ يَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ (وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور معبود بناتے ہیں پس عنقریب وہ جان لیں گے) اپنے امر کا انجام قیامت کے دن۔

تسلی رسول:

۹۷: وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ (تحقیق ہم جانتے ہیں کہ آپ کا سینہ ان کی باتوں سے تنگ ہوتا ہے) تمہارے متعلق۔ نمبر۲۔ قرآن کے متعلق۔ نمبر۳۔ اللہ تعالیٰ کے متعلق۔

ازالہ غم بھی عبادت ہے:

۹۸: فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ (پس تم تسبیح بیان کرو اپنے رب کی حمد کے ساتھ اور سجدہ کرنے والوں میں سے ہو جاؤ) جو معاملہ تمہیں پیش آئے اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرو الفزع الی اللّٰہ کا مطلب ہمیشہ اس کو یاد کرنا ہے اور کثرت سے سجدہ کرنا وہ تمہاری کفایت کرے گا اور تیرے غموں کا ازالہ کر دے گا۔

۹۹: وَاعْبُدْ رَبَّكَ (اور تو عبادت کر اپنے رب کی) اپنے رب کی عبادت پر ہمیشگی اختیار کرو۔ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ (یہاں تک کہ تمہیں موت آئے) یقین کا معنی موت ہے جب تک تو زندہ ہے عبادت میں مشغول رہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی معاملہ پیش آتا تو نماز کی طرف جلدی فرماتے۔ [رواہ احمد]

بحمداللہ ترجمہ سورۃ الحجر رات ۱۰ بجے ۱۳ شعبان ۱۴۲۳ھ مکمل ہوا۔

سُوْرَةُ النَّحْلِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّثَمَانٌ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً وَّسِتَّةَ عَشَرَ رُكُوْعًا

سورۃ النحل مکہ معظمہ میں نازل ہوئی، اس میں ایک سو اٹھائیس آیات اور سولہ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اَتٰۤى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝١ يُنَزِّلُ

آ پہنچا اللہ کا حکم سو تم اس میں جلدی نہ کرو وہ پاک ہے اور اس سے برتر ہے جو وہ شریک تجویز کرتے ہیں، وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے

الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖۤ اَنْ اَنْذِرُوْۤا اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ

فرشتوں کو وحی یعنی اپنا حکم دے کر نازل فرماتا ہے کہ اس بات سے باخبر کر دو کہ بلاشبہ میرے سوا کوئی معبود

اِلَّاۤ اَنَا فَاتَّقُوْنِ ۝٢ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝٣

نہیں سو تم مجھ سے ڈرو، اس نے آسمانوں کو اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا فرمایا وہ اس سے برتر ہے جو لوگ شریک بناتے ہیں

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ۝٤

اس نے انسان کو نطفہ سے پیدا فرمایا سو وہ یکا یک واضح طور پر جھگڑا کرنے والا ہوگیا۔

آنے والے کو آیا سمجھو:

۱: اَتٰۤى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (آ پہنچا اللہ کا حکم سو تم اس میں جلدی نہ کرو وہ پاک ہے اور اس سے برتر ہے جو وہ شریک تجویز کرتے ہیں' وہ اپنے بندوں میں سے) قیامت کے قائم ہونے کا جو وعدہ کفار سے کیا گیا وہ اس کو جلد مانگتے تھے۔ اسی طرح نزول عذاب کے سلسلہ میں استہزاء وتکذیب کے طور پر جلدی کے طالب تھے۔ بدر کے دن وہ عذاب اترا۔ اس پر ان کو کہا گیا۔ اَتٰۤى اَمْرُ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کا حکم آ پہنچا) یعنی وہ اسی طرح سمجھو کہ آ کر واقع ہونے والا ہے (اگرچہ اس کا انتظار ہے) کیونکہ اس کا وقوع قریب ہے۔ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (پس اس کے جلد آنے کی تمنا نہ کر۔ وہ سبحان اور بلند و بالا ہے ان شریکوں سے جن کو وہ اس کا شریک ٹھہراتے ہیں) اللہ جل مجدہ شریکوں سے پاک ہے اور ان کے شریک بنانے سے مبرا ہے۔ نمبرا۔ ما موصولہ ہے۔ نمبر۲۔ ما مصدریہ ہے۔ استعجال کے ساتھ اس کا اتصال اس طرح ہے کہ وہ استہزاء وتکذیب سے عذاب کو جلد طلب کرتے تھے یہ شرک ہے۔

وحی نبوت اللہ کا عطیہ ہے:

۲: یُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ (وہ فرشتوں کو اتارتا ہے) قراءت: مکی اور ابوعمرو نے تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔ بِالرُّوْحِ (روح کے ساتھ) یعنی وحی کے ساتھ نمبر۲۔ قرآن کے ساتھ۔ کیونکہ دونوں میں سے ہر ایک دین میں اس طرح ہے جیسے جسم میں روح۔ نمبر۲۔ وہ جہالت سے مردہ دلوں کو زندہ کرتا ہے۔ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اَنْ اَنْذِرُوْٓا (اپنے حکم سے اپنے بندوں میں سے جن پر چاہتا ہے کہ تم خبردار کردو!) ان مفسرہ ہے کیونکہ فرشتوں کا وحی کے ساتھ اتارنا اس میں قول کا معنی پایا جاتا ہے اور انذروا انه لا اله الا انا کا معنی یہ ہے: اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا (کہ میرے سوا کوئی لائق عبادت نہیں)۔ انذروا۔ یہ نذرت بکذا سے لیا گیا جبکہ تم اس کو جان لو۔ پس مطلب اس طرح ہوا۔ اعلموا الناس قولی لا الله الا انا تم لوگوں کو میری بات لا الله الا انا بتلا دو۔ فَاتَّقُوْنِ (پس وہ مجھ ہی سے ڈریں) قراءت: یعقوب نے یاء سے پڑھا ہے۔

۳: پھر وحدانیت اور معبود حقیقی ہونے پر ایسی چیزوں سے استدلال کیا جن پر اور کسی کو کچھ بھی قدرت نہیں یعنی آسمان و زمین کی تخلیق و پیدائش چنانچہ فرمایا۔ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (اس نے آسمانوں اور زمین کو حکمت سے پیدا کیا وہ بلند و برتر ہے ان کے شرک سے)

قراءت: حمزہ اور علی نے دونوں مقام پر تاء سے پڑھا ہے۔ اور انسان کی خلقت اور جو افعال اس سے پیش آتے ہیں ان کا ذکر اس ارشاد میں فرمایا۔

انسانی ناشکری:

۴: خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ (اس نے انسان کو نطفہ سے پیدا کیا پھر وہ ایک دم کھلم کھلا جھگڑنے لگا) یعنی اچانک وہ تیز زبان اور اپنے نفس کی طرف سے جھگڑنے والا اور اپنے جھگڑے میں اصرار کرنے والا اور اپنی دلیل کو خوب ظاہر کرنے والا ہو گیا۔ بعد ازیں کہ یہ ایک ایسا پانی کا قطرہ تھا جس میں حس تک نہ تھی۔ اور نہ ہی کوئی حرکت تھی۔ نمبر۲۔ اچانک یہ اپنے رب سے جھگڑنے والا نکلا۔ اپنے خالق کا انکاری ہے اور یہ کہتا ہے مَنْ يُّحْيِي الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ [یٰسین: ۷۸] اس میں انسان کی بے حیائی اور ناشکری نعمت میں اصرار کا ذکر کیا۔ اور مزید انعامات ذکر فرمائے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کیلئے چوپائے پیدا کئے جن میں سے بعض اس کی خوراک اور کچھ سواری، باربرداری اور دیگر بیسیوں قسم کی ضروریات میں کام دیتے ہیں چنانچہ فرمایا

وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا ۚ لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝٥ وَلَكُمْ

اور اس نے چوپایوں کو پیدا فرمایا ان میں تمہارے لئے سردی سے بچنے کا سامان ہے اور دیگر فائدے ہیں اور ان میں سے تم کھاتے ہو، اور تمہارے لئے

فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ وَحِيْنَ تَسْرَحُوْنَ ۝٦ وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى

ان میں رونق ہے جب تم شام کو لاتے ہو اور صبح کو چھوڑتے ہو، اور وہ تمہارے بوجھوں کو ایسے شہروں کی طرف اٹھا کر لے

بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ ۭ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝٧

جاتے ہیں جہاں تم اپنی جانوں کی مشقت کے بغیر پہنچ نہیں سکتے تھے، بلاشبہ تمہارا رب رؤف ہے رحیم ہے،

وَّالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً ۭ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝٨

اور اس نے گھوڑے اور خچر اور گدھے پیدا فرمائے تاکہ تم ان پر سوار ہو اور زینت کے طور پر، اور وہ پیدا فرماتا ہے جو تم نہیں جانتے۔

بے شمار انعامات میں چوپاؤں کا تذکرہ:

۵: وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ (اور چوپائے کہ ان کو اس نے تمہارے لئے پیدا کیا) انعام سے وہ آٹھ اقسام مراد ہیں اور اکثر اس کا اطلاق اونٹ پر ہوتا ہے۔ نحو: فعل مضمر کی وجہ سے منصوب ہے۔ ظاہر کلام اس کی وضاحت کر رہا ہے۔ جیسا کہ اس آیت میں والقمر قدرنٰه منازل [یٰسین:٣٩] نمبر٢۔ الانسان پر عطف کی وجہ سے منصوب ہے ای خلق الانسان والا نعام پھر فرمایا: خلقها لكم کہ اے جنس انسان! ہم نے تمہارے لئے چوپائے بنائے۔ فِيْهَا دِفْءٌ (ان میں تمہارے لئے سردی روکنے کا سامان ہے) دفء اس چیز کو کہتے ہیں جس سے سردی دور کی جائے خواہ وہ لباس اون، بال، پشم سے بنا ہو۔ وَّمَنَافِعُ (اور اس میں فوائد ہیں) اس میں ان کی نسل کشی اور دودھ وغیرہ حاصل کرنا ہے۔ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ (اور ان میں سے بعض کا گوشت تم کھاتے ہو)۔

نحو: ظرف کو مقدم کر کے خصوصیت کو ظاہر کرنا مقصود ہے۔ اور بعض اوقات دوسرے بھی کھائے جاتے ہیں۔ کیونکہ ان میں گوشت وہ چیز ہے جس پر لوگوں کی معیشت کا دارومدار ہے۔ ان کے علاوہ جن کا گوشت کھایا جاتا ہے مثلاً مرغی، بطخ، جنگل اور دریا کا شکار وہ قلیل ہونے کی وجہ سے کسی شمار وقطار میں نہیں بلکہ فروٹ کے درجہ میں ہے۔

٦: وَلَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ (اور تمہارے لئے ان میں خوبصورتی ہے جبکہ تم شام کو انہیں لوٹاتے ہو) ان کو چراگاہوں سے باڑوں کی طرف شام کو لوٹاتے ہو۔ وَحِيْنَ تَسْرَحُوْنَ (اور جبکہ تم ان کو چرنے چھوڑتے ہو) صبح کو چراگاہوں کی طرف چرنے کیلئے چھوڑتے ہو۔ اس میں ایک جمال و بہار ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے بطور نعمت ذکر فرمایا جیسا کہ ان کے منافع کو بطور انعام ذکر فرمایا۔ کیونکہ مویشی رکھنے والوں کی اغراض میں سے یہ بھی ایک غرض ہے کیونکہ چرواہے جب شام کو انہیں واپس لاتے اور صبح کو

چرانے لے جاتے ہیں تو صحن خانہ ان کے آنے جانے سے پر رونق ہو جاتے ہیں جس سے مویشیوں والے خوش ہوتے ہیں اور لوگوں کے ہاں ان کو ٹھاٹھ اور شان، مرتبہ میسر آتا ہے۔

نکتہ: لوٹانے کو لے جانے پر مقدم اس لئے کیا کہ اراحۃ میں خوبصورتی ظاہر ونمایاں ہے جبکہ وہ پیٹ بھرے، تھنوں میں جمع کئے پرسکون انداز میں ترتیب کے ساتھ لوٹ رہے ہوتے ہیں۔

۷: وَتَحۡمِلُ اَثۡقَالَكُمۡ (وہ تمہارے بوجھ اٹھاتے ہیں) اثقال کا معنی بوجھ ہے۔ اِلٰى بَلَدٍ لَّمۡ تَكُوۡنُوۡا بٰلِغِيۡهِ اِلَّا بِشِقِّ الۡاَنۡفُسِ (ایسے شہر کی طرف کہ جس میں تم بغیر تکلیف اٹھائے نہ پہنچ سکتے تھے)۔ قراءت: شِقّ کی شین پر ابوجعفر نے فتحہ شَق پڑھا ہے یہ دونوں لغات ہیں ہر دو کا معنی مشقت ہے بعض کہتے ہیں کہ شَق مصدر ہے۔ شق الامر علیه شقا اور اس کی حقیقت بھی الشق کی طرف لوٹنے والی ہے جس کا معنی پھٹنا اور الگ ہونا ہے۔ باقی الشق کا معنی نصف آتا ہے۔ گویا مشقت کی وجہ سے اس کی نصف طاقت ختم ہوگئی۔ اب آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر اونٹوں کو پیدا نہ کیا جاتا تو تم اپنے آپ انتہائی تکلیف و مشقت کے ساتھ دوسری جگہ منتقل نہ ہو سکتے۔ بوجھ اٹھانا تو دور کی بات ہے کہ اس کو اپنی پشتوں پر لادتے۔ نمبر۲۔ لم تکونوا بالغیه بها الا بشق الانفس تم جانی مشقت سے ان بوجھوں کو وہاں پہنچا سکتے۔

ایک قول یہ ہے کہ اثقال سے ابدان مراد ہیں۔ اسی سے جن وانس کو الثقلان کہا جاتا ہے۔ اور اس آیت میں بھی یہی معنی ہے۔ واخرجت الارض اثقالها [الزلزال:۲] یعنی اولاد آدم کو۔ اِنَّ رَبَّكُمۡ لَرَءُوۡفٌ رَّحِيۡمٌ (بیشک تمہارا رب بڑا مہربان رحم کرنے والا ہے) کہ اس نے ان بوجھ اٹھانے والے جانوروں کو پیدا کر کے تم پر رحم فرمایا اور یہ مصالح آسان کر دیئے۔

گھوڑے، خچر کا تذکرہ:

۸: وَّالۡخَيۡلَ وَالۡبِغَالَ وَالۡحَمِيۡرَ لِتَرۡكَبُوۡهَا وَزِيۡنَةً (اور گھوڑوں اور خچروں اور گدھوں کو تمہاری سواری اور زینت کیلئے پیدا کیا)

نحو: الانعام پر عطف ہے۔ ای خلق هذه الرکوب و الزینة اور اس نے ان سواریوں کو اور زینت کو پیدا کیا۔

استدلال امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ:

امام صاحبؒ نے اس آیت سے گھوڑے کے گوشت کی حرمت پر استدلال کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی خلقت کی علت رکوب و زینت قرار دی اور کھانے کا ذکر نہیں کیا جیسا کہ انعام میں فرمایا گیا ہے۔ حالانکہ گوشت کا فائدہ تو سواری اس سے بڑھ کر ہے اور آیت کا سیاق ہی بیانِ نعمت کے لئے ہے اور حکیم کی حکمت اس بات کو گوارہ نہیں کرتی کہ احسان کے موقع پر ادنیٰ نعمت کو ذکر کیا جائے اور بڑی نعمت کو چھوڑ دیا جائے۔

نحو: زینة کا نصب مفعول ہونے کی وجہ سے ہے۔ یہ لترکبوھا کے محل پر معطوف ہے۔ اب مخلوقات کی وہ اصناف جو ابھی علم میں نہیں آئیں ان کا ذکر فرمایا۔ وَيَخۡلُقُ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ (اور وہ ایسی چیزیں پیدا فرمائیں گے جن کو تم نہیں جانتے ہو) اور جس ذات کی یہ صفات ہوں وہ اس سے بلند و بالا ہے کہ اس کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک کیا جائے۔

وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيلِ وَمِنْهَا جَآئِرٌ ۚ وَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۹﴾

اور سیدھا راستہ اللہ تک پہنچتا ہے، اور بعض لوگ ایسے ہیں جو اس سے ہٹے ہوئے ہیں اور اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت دے دیتا۔

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّمِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ

اللہ وہی ہے جس نے تمہارے لئے آسمان سے پانی اتارا اس میں پینے کا پانی ہے اور اس کے ذریعے درخت پیدا ہوتے ہیں جن میں تم

تُسِيْمُوْنَ ﴿۱۰﴾ يُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُوْنَ وَالنَّخِيْلَ وَالْاَعْنَابَ وَ

چراتے ہو وہ تمہارے لئے اس کے ذریعہ کھیتی اور زیتون اور کھجوریں اور انگور اور ہر قسم کے پھل

مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۗ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ

اگاتا ہے، بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لئے نشانی ہے جو غور کرتے ہیں، اور اس نے تمہارے لئے رات کو

وَالنَّهَارَ ۙ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۗ وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمْرِهٖ ۗ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

اور دن کو اور چاند کو اور سورج کو مسخر فرمایااور ستارے اس کے حکم سے مسخر ہیں، بلاشبہ اس میں

لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَمَا ذَرَاَ لَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ۗ

ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو سمجھ رکھتے ہیں، اور جو چیزیں زمین میں پھیلا دیں جن کے رنگ مختلف ہیں

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۳﴾ وَهُوَ الَّذِيْ سَخَّرَ الْبَحْرَ

بلاشبہ اس میں نشانی ہے ان کے لئے جو نصیحت حاصل کرتے ہیں، اور اللہ وہی ہے جس نے سمندر کو مسخر فرما دیا

لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى

تا کہ تم اس میں سے تازہ گوشت کھاؤ اور اس میں سے زیور نکالو جسے تم پہنتے ہو، اور اے مخاطب تو کشتیوں کو دیکھتا

الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۴﴾

ہے کہ وہ اس میں پھاڑنے والی ہیں تا کہ تم اس کا فضل تلاش کرو، اور تا کہ تم اس کا شکر ادا کرو،

وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَاَنْهٰرًا وَّسُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵﴾

اور اللہ نے زمین میں بھاری پہاڑ ڈال دیئے تا کہ زمین تمہیں لے کر ہلنے نہ لگے، اور اس نے نہریں بنائیں اور راستے بنائے تا کہ تم ہدایت پاؤ

وَعَلٰمٰتٍ ۗ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۶﴾

اور نشانیاں بنائیں، اور وہ ستاروں کے ذریعے راہ پاتے ہیں۔

سیدھا راستہ اللہ تک پہنچتا ہے:

۹: وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ (اور سیدھا راستہ اللہ تعالیٰ تک پہنچتا ہے) السبیل سے جنس مراد ہے اسی لئے فرمایا وَمِنْهَا جَآئِرٌ (اوران میں بعض راستے ٹیڑھے ہیں) القصد یہ مصدر ہے جو فاعل کے معنی میں ہے۔ ای القاصد جیسے کہتے ہیں سبیل قصد وقاصد یعنی سیدھا۔ گویا کہ وہ اسی جانب کا قصد کرتا ہے جس کا چلنے والا ارادہ کرتا ہے اوراس سے ہٹتا نہیں۔ اس کا معنی یہ ہے کہ اس نے اپنے اوپر اس راستہ کی راہنمائی لازم کر لی جو حق تک پہنچانے والا ہے۔ جیسا کہ کہتے ہیں اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى (اللیل۔۱۲) یہ وجوب کیلئے نہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز لازم نہیں لیکن اللہ تعالیٰ محض اپنی مہربانی سے یہ کرتے ہیں۔ نمبر۲۔ اس کا معنی یہ بھی بیان کیا گیا کہ علیٰ الی کے معنی میں ہے۔ زجاج رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس کا معنی علی اللّٰہ تبین الطریق الواضح المستقیم والدعاء الیہ بالحجج ہے یعنی اللہ کے ذمہ واضح سیدھے راستے کو کھل کر بیان کرنا اور دلائل سے اس کی طرف بلانا ہے۔ و منھا جائر کا مطلب کہ بعض راستے استقامت سے ہٹے ہوئے ہیں۔ وَلَوْ شَآءَ لَهَدٰكُمْ اَجْمَعِيْنَ (اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو تمام کو ہدایت دے دیتے) اگر وہ ارادہ کرتے مہربانی والا۔ ہدایت تو توفیق سے دستیاب ہوتی ہے اور انعام ہدایتِ عام کے بعد میسر آتا ہے۔

پانی اوراس کے فوائد کی طرف اشارہ:

۱۰: هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ (وہ ایسی ذات ہے جس نے آسمان سے تمہارے لئے پانی اتارا جسے تم پیتے ہو)۔

نحو: لکم یہ انزل کے متعلق ہے۔ نمبر۲۔ شراب کی خبر ہے شراب بمعنی مشروب ہے۔

وَّمِنْهُ شَجَرٌ (اوراسی سے درخت ہیں) اسی پانی سے وہ درخت پیدا ہوتے ہیں جس کو مویشی چرتے ہیں۔ فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ (جن میں تم اپنے مویشی چراتے ہو) یہ سَامَتِ المَاشِیَہ سے بنا ہے جب مویشی چریں۔ جانور کو سائمہ و اسامھا صاحبھا اوراس کے مالک نے چرایا۔ یہ السومۃ مصدر سے ہو تو معنی علامت ہے زمین میں چرانے سے نشانات پڑ جاتے ہیں۔

۱۱: يُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُوْنَ وَالنَّخِيْلَ وَالْاَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ (اللہ تعالیٰ تمہارے اس پانی سے کھیتی، زیتون اور کھجور وانگور اور ہر طرح کے پھل اگاتا ہے)

نکتہ: آیت میں مِن لائے صرف کل الثمرات نہیں کہا کیونکہ تمام پھل تو جنت میں میسر ہونگے۔ دنیا میں یادداشت کیلئے بعض پھل اُگا دیے۔

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ (بیشک اس میں البتہ نشانی ہے سوچ وبچار کرنے والی قوم کیلئے) پس وہ اس نشانی کے ذریعہ اس پر اوراس کی قدرت وحکمت پر استدلال کرنے والے ہیں۔ الآیۃ سے دلالت واضحہ مراد ہے۔

دن رات اور ستاروں کی نعمت:

۱۲: وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمْرِهٖ (اوراس نے مسخر کیا تمہارے لئے رات اور دن کواور سورج و چاند کو اور ستارے بھی اسی کے حکم سے مسخر ہیں۔) قراءت: تمام کا نصب ہے اس طرح وَجَعَلَ النُّجُوْمَ مُسَخَّرَاتٍ۔ یہ حمزہ، ابوعمرو، ابن کثیر کی قراءت ہے اور النجومُ مسخراتٌ حفص کی قراءت ہے۔ والشمسُ و النجومُ مسخراتٌ یہ شامی کی قراءت ہے اس طور پر کہ یہ مبتدا اور خبر ہیں۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ (بیشک اس میں البتہ نشانیاں ہیں عقل والی قوم کیلئے) آیات جمع آیۃ کی ہے۔ عقل کا ذکر کیا کیونکہ آثار علویہ قدرت پر ظاہراً دلالت کرنے والے ہیں۔ اور کبریائی اور عظمت پر واضح شہادت ہیں۔

۱۳: وَمَا ذَرَاَ لَكُمْ فِی الْاَرْضِ (اوران چیزوں کوتمہارے لئے زمین میں پیدا کیا)

نحو: اس کا عطف اللیل والنہار پر ہے۔ ای مَاخَلَقَ فِیْهَا مِنْ حَیْوَانٍ وَ شَجَرٍ وَثَمَرٍ وَغَیْرَهٗ ذٰلِكَ (اور جو اس نے زمین میں حیوان، درخت، پھل وغیرہ پیدا فرمائے) مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ (اس حال میں کہ ان کے رنگ مختلف ہیں) اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّذَّكَّرُوْنَ (اس میں بلاشبہ نشانی ہے نصیحت حاصل کرنے والوں کیلئے) جو نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

سمندر اور اس کے فوائد:

۱۴: وَهُوَ الَّذِیْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِیًّا (اور وہ ایسی ذات ہے جس نے سمندر کو مسخر کیا تا کہ تم اس سے تازہ گوشت کھاؤ)۔ لحمًا طریًا سے مچھلی مراد ہے۔ اس کو طَرِیٌّ اس لئے فرمایا کیونکہ بہت جلد یہ خراب ہوتی ہے پس بگاڑ کے خطرے سے جلدی سے تازہ کھالی جاتی ہے۔

نکتہ: اگر کسی آدمی نے قسم اٹھائی کہ وہ گوشت نہیں کھائیگا۔ تو مچھلی کھانے سے اس کی قسم نہ ٹوٹے گی۔ کیونکہ قسم کا مدار عرف پر ہوتا ہے۔ اور عرف میں اس کو گوشت نہیں کہتے۔ جس نے اپنے غلام کو کہا اشتر بھذہ الدراھم لحمًا وہ مچھلی خرید لایا تو وہ اس لائق ہے کہ آقا اس کا انکار کردے۔ بقیہ ائمہ قسم ٹوٹنے کے قائل ہیں۔

وَّ تَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْیَةً تَلْبَسُوْنَهَا (تا کہ تم اس سے زیور نکالو۔ جس کو تم پہنتے ہو) حلیہ سے مراد یہاں مونگے اور موتی ہیں۔ تَلْبَسُوْنَ کا مطلب تمہاری عورتیں پہنیں۔ لیکن مخاطب مردوں کو فرمایا کیونکہ ان کی زینت مردوں کیلئے ہوتی ہے گویا وہ مردوں کی زینت اور انکا لباس ہی ہے۔ وَتَرَی الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِیْهِ (اور تم کشتیوں کو دیکھو گے اس میں پانی کو چیرتی ہوئی جارہی ہیں) کشتیاں چلتی ہیں اور پانی کو چلتے وقت چیرتی ہیں۔ المخر پانی کو سینہ کے زور سے چیرنا۔ فِیْهِ کا مطلب سمندر میں۔ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ (تا کہ تم اس کا فضل تلاش کرو) اس کا محذوف پر عطف ہے یعنی تا کہ تم عبرت حاصل کرو اور تا کہ تم اس کا فضل تلاش کرو۔ ابتغائے فضل سے تجارت مراد ہے۔ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (اور تا کہ تم شکر یہ ادا کرو) اللہ تعالیٰ کا اس انعام پر جو اس نے تم پر کیا۔

۱۵: وَاَلْقٰی فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ (اوراس نے زمین میں پہاڑ ڈال دیئے) قائم رہنے والے پہاڑ۔ اَنْ تَمِیْدَ بِكُمْ (تا کہ وہ

اَفَمَنْ يَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ

سو کیا جو پیدا کرتا ہو وہ اس کی طرح ہوگا جو پیدا نہیں کرتا، کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے، اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنے لگو تو شمار نہیں کر سکتے،

اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۸﴾ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ

بلاشبہ اللہ غفور ہے رحیم ہے، اور اللہ جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو، اور جو لوگ اللہ کو چھوڑ کر

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ﴿۲۰﴾ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ ۚ وَمَا

غیروں کو پکارتے ہیں وہ کوئی چیز بھی پیدا نہیں کرتے اور وہ پیدا کئے جاتے ہیں، بے جان ہیں زندہ نہیں ہیں، اور انہیں

يَشْعُرُوْنَ ۙ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴿۲۱﴾

خبر نہیں ہے کہ کب اٹھائے جائیں گے

تمہیں لے کر جھک نہ جائے) اس ڈر سے کہ وہ تمہیں لیکر مائل ہو۔ اور حرکت کرے۔ نمبر۲۔ تاکہ وہ تمہیں لیکر جھک نہ جائے۔ لیکن حذفِ مضاف زیادہ استعمال ہوتا ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا کیا وہ حرکت کرنے لگی ملائکہ نے کہا اس کی پشت پر تو کوئی ٹھہر نہ سکے گا۔ پس صبح ہوئی اس حال میں کہ پہاڑ گاڑ دیئے گئے۔ فرشتوں کو معلوم بھی نہ ہو سکا کہ پہاڑ کس چیز سے بنائے گئے۔ وَاَنْهٰرًا (اور نہریں) یہ جعل کی وجہ سے منصوب ہے کیونکہ القیٰ میں جعل کا معنی پایا جاتا ہے۔ وَّسُبُلًا (راستے) لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ (تاکہ تم راہ پاؤ) اپنے مقاصد کی طرف۔ نمبر۲۔ اپنے رب کی توحید کی طرف۔

ستاروں کی خاص راہنمائی:

۱۶: وَعَلٰمٰتٍ ؕ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ (اور نشانیاں بنائیں اور ستاروں سے وہ راہنمائی حاصل کرتے ہیں) اور وہ راستوں کی نشانیاں ہیں۔ ہر وہ چیز جس سے راستہ پر چلنے والا راستہ پائے پہاڑ وغیرہ۔ النجم سے مراد جنس ہے۔ نمبر۲۔ ثریا اور فرقد، نبات النعش اور جدی وغیرہ مراد ہیں۔ بالنجم میں نجم کو مقدم کیا اور خطاب کی بجائے غائب کا صیغہ لائے اور ھم ضمیر درمیان میں داخل کر دی۔ گویا تقدیر عبارت یہ ہے بالنجم خصوصًا ھؤلاء خصوصًا یھتدون ستاروں سے خصوصًا اور خاص یہ لوگ راہ معلوم کرتے ہیں۔

سوال: ھم سے مراد کون ہیں؟

جواب: اس سے گویا قریش مراد ہیں وہ اپنے راستوں کو معلوم کرنے کیلئے ستاروں کو استعمال کرتے اور ان کے متعلق ان کو معلومات بھی تھیں جو دوسروں کو میسر نہ تھیں۔ گویا اس عظیم نعمت پر شکر یہ لازم کیا گیا۔ اور عبرت کو ان کے لئے ضروری قرار دیا گویا وہ اس کے ساتھ خاص کر دیئے گئے۔

یہ خالق کے نمونہ ہائے قدرت اوروں کو تم دکھاؤ:

۱۷: اَفَمَنْ یَّخْلُقُ (کیا وہ جو پیدا کرتا ہے) یعنی اللہ تعالیٰ ۔ كَمَنْ لَّا یَخْلُقُ (اس کی طرح ہو جائے گا جو پیدا نہیں کرتا) یعنی اصنام، یہاں مَن لائے جو ذوی العقول کیلئے ہے۔ کیونکہ انہوں نے اپنے خیال کے مطابق ان کو حاجت روا بنا کر عبادت شروع کر رکھی تھی (معبود کی تمام صفات ان میں مانتے تھے) گویا اولو العلم کے قائم مقام قرار دیا۔

نمبر۲۔ مطلب یہ ہے کہ جو پیدا کرتا ہے ان کی طرح نہیں ہوسکتا۔ جو اولو العلم ہیں پیدا نہیں کر سکتے پھر جس کے پاس بالکل علم ہی نہ ہو وہ کیسے برابر ہوسکتا ہے؟ اس طرح نہیں فرمایا افمن لا یخلق کمن لا یخلق حالانکہ مقام کا تقاضا یہی ہے کیونکہ اس میں ان لوگوں کو الزام دیا گیا ہے جو بت پرست ہیں اور انہوں نے ان کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشابہت دے کر حاجت روا قرار دے رکھا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب انہوں نے غیر اللہ کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ نام اور عبادت میں مثل قرار دیا تو گویا اللہ تعالیٰ کو مخلوقات کی جنس اور اس کے مشابہ مان لیا۔ اس ارشاد میں اسی بات کی تردید کی افمن یخلق کمن لایخلق (کہ تمہارا مثل قرار دینا درست نہیں) یہ آیت خلق افعال میں معتزلہ کے خلاف دلیل ہے۔ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ (کیا تم نصیحت قبول نہیں کرتے) جبکہ اس بات کا غلط ہونا تم پر واضح کر دیا گیا۔

اَن گنت انعامات:

۱۸: وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا (اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو گننے لگو تو گن نہ سکو) ان کی گنتی کو بھی ضبط نہیں کر سکتے۔ اور نہ اس تک تمہاری طاقت پہنچ سکتی ہے۔ چہ جائیکہ ان نعمتوں کے شکریہ کا پورا حق ادا کرو۔ اس کے بعد نعمتوں کا تذکرہ کرنے کے بعد یہ آیت لائے تاکہ متنبہ کر دیا جائے کہ اس کے پیچھے غیر محصور نعمتیں چھپی ہیں۔ اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والے رحم کرنے والے ہیں) وہ نعمت کے شکریہ کی ادائیگی میں تمہاری کوتاہی سے تجاوز فرمائیں گے تمہاری کمی کی وجہ سے نعمت کو منقطع نہ کریں گے۔

۱۹: وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَاتُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ (اور اللہ تعالیٰ جانتے ہیں جو تم چھپاتے اور جو تم ظاہر کرتے ہو) یعنی تمہارے اقوال و افعال کو۔ یہ وعید ہے۔

جن کو لوگوں نے معبود بنا رکھا ہے وہ مخلوق ہیں اپنی زندگی کے بھی مالک نہیں:

۲۰: وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (اور وہ جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا وہ پکارتے ہیں) وہ معبود جن کو کفار پکارتے ہیں۔

قراءت: عاصم کے علاوہ دوسروں نے تاء سے پڑھا ہے۔ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ (وہ کوئی چیز پیدا نہیں کر سکتے۔ بلکہ وہ خود پیدا کیے گئے ہیں)

۲۱: اَمْوَاتٌ (وہ بے جان ہیں) مبتدا محذوف کی خبر غَيْرُ اَحْيَآءٍ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ (وہ زندہ نہیں اور ان کو شعور نہیں کہ کب ان کو اٹھایا جائے گا) اس میں ان سے الوہیت کے خصائص کی نفی ہے اس طرح کہ وہ خالق نہیں ہیں اور وہ ایسی زندگی نہیں

اِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ وَّهُمْ

تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے، سو جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے ان کے دل منکر ہو رہے ہیں اور وہ

مُّسْتَكْبِرُوْنَ ﴿٢٢﴾ لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ

تکبر کرنے والے ہیں، یہ بات یقینی ہے کہ اللہ جانتا ہے جو وہ چھپاتے ہیں اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں، بلاشبہ وہ تکبر کرنے والوں کو

الْمُسْتَكْبِرِيْنَ ﴿٢٣﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ مَّاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ۙ قَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٢٤﴾ ۙ

پسند نہیں فرماتا، اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تمہارے رب نے کیا نازل کیا تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ پہلے لوگوں کی لکھی ہوئی باتیں ہیں

لِيَحْمِلُوْٓا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۙ وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ

تا کہ وہ قیامت کے دن اپنے بوجھ پورے پورے اٹھالیں اور ان لوگوں کے بوجھ بھی اٹھالیں جنہیں بغیر علم کے گمراہ

بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ ﴿٢٥﴾ ع

کرتے ہیں، خبردار برا ہے وہ بوجھ جسے وہ اپنے اوپر لاد رہے ہیں

رکھتے کہ جس پر موت وارد نہ ہو۔اسی طرح وقت بعث کا ان کو علم نہیں۔اوران کے لئے مخلوق کی صفات ثابت کیں کہ۔نمبرا۔وہ مرنے والی مخلوق ہیں۔نمبر۲۔بعثت سے ناواقف ہیں۔اور امواتٌ غَيْرُ اَحْيَاء کا معنی یہ ہے کہ اگر وہ فی الحقیقت معبود ہوتے تو وہ ہمیشہ زندہ رہتے موت کا شکار نہ ہوتے۔یعنی موت کی آمد ان پر ہو ہی نہ سکتی۔حالانکہ انکا معاملہ اس کے الٹ ہے۔

یبعثون کی ضمیر داعین کی طرف لوٹتی ہے یعنی ان کو شعور نہیں کہ ان کے پجاری کب اٹھائے جائیں گے۔اس میں مشرکین کو شرمندہ کیا گیا۔کہ تمہارے معبودوں کو وقت بعث کا بھی علم نہیں پھر وہ اپنی عبادت پر عابدین کو کیا بدلہ دے سکیں گے۔اس میں یہ بھی ثابت کر دیا کہ بعث بعد الموت بہر صورت ہے۔

معبودِ حقیقی ان کی مخفی حالت سے واقف ہے وہ کفار و متکبرین کو پسند نہیں کرتا:

۲۲: اِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (تمہارا معبود ایک ہی ہے) گذشتہ آیات سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ الوہیت غیر اللہ کے لائق و مناسب ہی نہیں اور تمہارا معبود حقیقی ایک ہی ہے۔ فَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ (پس وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے دل انکاری ہیں) اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے۔ وَّهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ (وہ تکبر کرتے ہیں) عبادت سے اور اس کی وحدانیت کے اقرار سے۔

۲۳: لَا جَرَمَ (ضروری بات ہے) یقیناً۔ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ (بیشک اللہ تعالیٰ جانتے ہیں جو وہ چھپاتے اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں) ان کی پوشیدہ اور ظاہری حالت کو۔ پس اسی کے مطابق ان کو بدلہ دیگا۔ یہ وعید ہے۔ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ

الْمُسْتَكْبِرِيْنَ (اس کوتکبر کرنے والے پسند نہیں) توحید سے تکبر کرنے والے یعنی مشرکین۔

۲۴: وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ (جب ان سے کہا گیا) ان کفار کو۔ مَّا ذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ قَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ (تمہارے رب نے کیا اتارا وہ کہتے ہیں پہلے لوگوں کی کہانیاں)۔

نحو: نمبرا۔ ماذا یہ انزل کی وجہ سے منصوب ہے یعنی ای شئی انزل ربکم تمہارے رب نے کونسی چیز اتاری؟ نمبر۲۔ ابتداء کی وجہ سے مرفوع ہے۔ ای شئی انزله ربکم وہ کونسی چیز ہے جس کو تمہارے رب نے اتارا ہے؟ اساطیر یہ مبتدأ محذوف کی خبر ہے۔ مفسرین کہتے ہیں کہ یہ ان لوگوں کا مقولہ ہے جو مکہ کے راستوں پر بیٹھ کر رسول اللہ ﷺ کے متعلق نفرت پھیلاتے جب حجاج کا کوئی وفد ان سے پوچھتا کہ رسول ﷺ پر کیا چیز اتاری گئی تو وہ کہتے ہیں اساطیر الاولین یعنی پہلے لوگوں کی کہانیاں اور ان کے باطل اقوال۔ اس کا واحد اسطورہ ہے۔ جب حجاج کی ملاقات مسلمانوں سے ہوتی تو وہ ان کو رسول ﷺ کی صداقت کی اطلاع دیتے اور بتلاتے کہ وہ نبی مبعوث ہیں یہی وہ لوگ تھے جو بھلی بات کہنے والے تھے۔

قرآن کو کہانیاں کہنے والے کل اپنے گناہ کا بوجھ اٹھائیں گے:

۲۵: لِيَحْمِلُوْٓا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ (نتیجہ اس کہنے کا یہ ہوگا کہ قیامت کے دن وہ اپنے گناہوں کا بھی پورا بوجھ اٹھائیں گے۔ اور ان لوگوں کا بار بھی جن کو گمراہ کرتے تھے) یہ بات انہوں نے لوگوں کو گمراہ کرنے کیلئے کہی۔ پس اپنی گمراہی کا پورا بوجھ انہوں نے اٹھایا۔ اور کچھ ان کا بوجھ بھی جو ان کے گمراہ کرنے سے گمراہ ہوئے۔ اور یہ بوجھ اضلال کا ہے کیونکہ ضال و مضل دونوں گناہ میں شریک ہیں۔

نحو: لیحملوا کالام تعلیلیہ ہے۔

بِغَيْرِ عِلْمٍ (بغیر علم کے) نحو: یہ مفعول سے حال ہے یعنی یضلون من لا یعلم انهم ضلال وہ ایسے لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں جن کو یہ معلوم نہیں کہ یہ گمراہ ہیں۔ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ (خبردار وہ بہت برا بوجھ اٹھانے والے ہیں)۔ نحو: ما محل رفع میں واقع ہے۔

قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ

بلاشبہ جو لوگ ان سے پہلے تھے انہوں نے مکر کیا سو اللہ نے ان کا بنایا ہوا گھر بنیادوں سے ڈھا دیا، پھر اوپر سے

السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۶﴾ ثُمَّ يَوْمَ

ان پر چھت آ پڑی، اور ان پر اس طرح عذاب آ گیا کہ انہیں خیال بھی نہ تھا، پھر وہ انہیں

الْقِيٰمَةِ يُخْزِيْهِمْ وَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُشَآقُّوْنَ فِيْهِمْ ۭ قَالَ الَّذِيْنَ

قیامت کے دن رسوا کرے گا، اور فرمان ہوگا کہ کہاں ہیں میرے شرکاء جن کے بارے میں تم جھگڑا کرتے تھے؟ جن کو علم دیا گیا

اُوْتُوا الْعِلْمَ اِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالسُّوْۗءَ عَلَي الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۷﴾ الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ

وہ کہیں گے کہ بلاشبہ آج رسوائی اور بدحالی ہے کافروں پر، جن کی جانیں فرشتوں نے اس حال میں قبض کی تھیں

ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۠ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْۗءٍ ۭ بَلٰٓى اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا

کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے تھے، سو وہ لوگ صلح کا پیغام ڈالیں گے کہ ہم کوئی برا کام نہ کرتے تھے، ہاں! بلاشبہ اللہ جاننے والا ہے

كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۸﴾ فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۲۹﴾

جو تم کیا کرتے تھے، سو جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ، اس میں ہمیشہ رہو گے، سو تکبر کرنے والوں کا برا ٹھکانہ ہے۔

پہلوں کی تدابیر ان پر اُلٹ دی گئیں:

۲۶: قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ (ان سے پہلے لوگوں نے تدابیر کیں پس اللہ تعالیٰ نے ان کی بنیادوں کو جڑ سے گرا دیا) یعنی جڑوں کی جانب سے اور وہ ستون ہیں۔ درحقیقت یہ تمثیل ہے کہ انہوں نے منصوبہ بندی کی تاکہ رسولوں کے خلاف محاذ آرائی کریں اللہ تعالیٰ نے انہی کے اپنے منصوبوں سے ان کو ہلاک کر دیا۔ جیسا کہ وہ لوگ جو عمارت بنائیں اور ستون بنا کر مضبوط کریں۔ مگر ہلکر ستونوں سے عمارت اکھڑ جائے اور چھت ان کے اوپر آ رہے۔ وہ اس کے نیچے دب کر ہلاک ہو جائیں۔

قول جمہور:

یہ ہے کہ اس سے مراد نمرود بن کنعان تھا جبکہ اس نے بابل میں ایک محل تعمیر کروایا۔ جس کی لمبائی پانچ ہزار گز تھی۔ ایک قول یہ ہے کہ دو فرسخ تھی پھر اللہ تعالیٰ نے ہوا چلا کر اس عمارت کو اس پر اور اس کی قوم پر گرا دیا جس سے وہ ہلاک ہو گئے۔ فاتی اللہ کا مطلب

یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے استیصال کا ارادہ کیا ہے۔ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَاَتٰهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ (پس ان پر چھت اوپر سے گر پڑی اور ان پر عذاب ایسی جگہ سے آ پہنچا کہ ان کو شعور بھی نہ تھا) ایسی طرف سے کہ ان کو وہم و گمان بھی نہ تھا اور نہ توقع تھی۔

قیامت کو خمیازہ بھگتیں گے :

٢٧: ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُخْزِيْهِمْ (پھر وہ قیامت کے دن ان کو رسوا کرے گا) رسوائی کے عذاب سے ان کو ذلیل کرے گا جو اس کے علاوہ ہوگا جو دنیا میں ان کو عذاب ملا۔ وَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِ يَ (اور کہیں گے کہاں ہیں میرے شریک) اپنی طرف اضافت کر کے ان کی اضافت و نسبت کو بیان کیا تا کہ استہزاء ان کو توبیخ کر دی جائے۔ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُشَآقُّوْنَ فِيْهِمْ (وہ جن کی وجہ سے تم رسول خدا اور مسلمانوں کی مخالفت کرتے تھے) دشمنی کرتے اور مسلمانوں سے ان کے معاملات کے سلسلہ میں جھگڑتے تھے۔

قراءت: تشاقون نافع نے پڑھا یعنی تشاقوننی فیھم ۔ کیونکہ مؤمنوں کی مخالفت گویا اللہ تعالیٰ کی مخالفت ہے۔ قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ (کہا ان لوگوں نے جن کو علم دیا گیا) انبیاء علیہم السلام اور امتوں میں سے علماء جو ایمان کی طرف بلاتے اور نصیحت کرتے تھے مگر یہ لوگ اس نصیحت پر کان نہ دھرتے بلکہ ان کی مخالفت پر آمادہ ہو جاتے۔ یہ بات ان کی شماتت کے طور پر کہیں گے۔ نمبر٢۔ یہ کہنے والے فرشتے ہونگے۔ اِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ (بیشک آج کی رسوائی) الخزی ذلت و رسوائی وَالسُّوْٓءَ (اور برائی) یعنی عذاب عَلَى الْكٰفِرِيْنَ (کافروں پر ہوگا)

قبض روح کے وقت کفار کی اطاعت :

٢٨: اَلَّذِيْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ (وہ لوگ جن کی جان ملائکہ نے قبض کی) **قراءت:** حمزہ نے یاء کے ساتھ پڑھا اور اسی طرح اس کا مابعد بھی ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ (اس حال میں کہ وہ اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والے تھے) کفر باللہ کے ذریعہ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ (پس وہ صلح کا پیغام ڈالیں گے) صلح اور فرمانبرداری یعنی رجوع کریں گے اور جو ضد دنیا میں کی اس کے برعکس کریں گے اور کہیں گے مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍ (ہم کوئی برا کام نہ کرتے تھے) جو کفر و انکار اور دشمنی ان کی طرف سے دنیا میں پائی گئی اس کا شدت سے انکار کر دیں گے وہ علم والے اس کی تردید کرتے ہوئے کہیں گے۔ بَلٰٓى اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (کیوں نہیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ جاننے والے ہیں جو کچھ تم کیا کرتے تھے) پس وہ اس کا تمہیں بدلہ عنایت فرمائیں گے اور یہ بات بھی بطور شماتت کہی جائے گی اور اسی طرح اگلی آیت۔

٢٩: فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ (تم جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ پس متکبرین کا ٹھکانہ بہت برا ہے) یعنی جہنم۔

وَقِيْلَ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا مَاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ؕ قَالُوْا خَيْرًا ؕ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ

اور جولوگ کفروشرک سے بچتے ہیں ان سے کہا گیا کہ تمہارے رب نے کیا نازل فرمایا؟ انہوں نے کہا کہ بڑی خیر نازل فرمائی، جن لوگوں نے اس دنیا میں

الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ؕ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ ؕ وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۰﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ

اچھے کام کئے ان کے لئے بھلائی ہے اور بلاشبہ دار آخرت بہتر ہے، اور البتہ متقیوں کا گھر اچھا ہے، ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں

يَّدْخُلُوْنَهَا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ ؕ كَذٰلِكَ يَجْزِي اللّٰهُ

ان میں وہ داخل ہوں گے، ان باغوں کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، ان کے لئے اس میں وہ سب کچھ ہوگا جو وہ چاہیں گے، اسی طرح اللہ ان کو بدلہ دیتا ہے

الْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۱﴾ الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ ۙ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ادْخُلُوا

جوتقویٰ اختیار کرتے ہیں جن کی روحیں فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ پاک ہوتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ تم پر سلام ہو تم اپنے اعمال کے سبب

الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۳۲﴾

جنت میں داخل ہو جاؤ۔

متقین کا درست اقرار اور آخرت میں اچھا گھر:

۳۰: وَقِيْلَ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا (اور کہا جائے گا ان لوگوں کو جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا) اِتَّقَوْا سے یہاں شرک سے بچنا مراد ہے۔ مَاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ قَالُوْا خَيْرًا (تمہارے رب نے کیا اتارا وہ کہتے ہیں بڑی بہتر چیز نازل فرمائی) خَيْرًا کو منصوب لائے۔ اور پیچھے اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ میں اس کو مرفوع قرار دیا گیا۔ کیونکہ تقدیر عبارت یہاں اَنْزَلَ خَيْرًا ہے۔ پس وہ جواب کو سوال کے مطابق لائے۔ اور وہاں تقدیر عبارت یہ ہے هُوَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ پس جواب ذکر کر کے سوال سے اعراض کیا۔ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا (اور ان لوگوں کیلئے جنہوں نے نیکی کی اس دنیا میں) یعنی ایمان لائے اور اعمال صالحہ کرتے رہے۔ نمبر۲۔ انہوں نے لا الٰہ الا اللہ کہا۔ حَسَنَةٌ (اچھائی ہے) مرفوع ہونے کی صورت میں یہ خیرًا سے بدل ہے۔ یعنی ثواب اور امن اور غنیمت۔ یہ متقین کے قول کی حکایت ہے یعنی وہ کہیں گے خیرًا۔ پہلے اس کا نام خیر رکھا پھر حسنۃ سے اس کی حکایت کی۔ نمبر۲۔ یا یہ جملہ مستانفہ ہے جو کہنے والوں کیلئے بطور وعدہ ذکر کیا۔ اور ان کے قول کو من جملہ احسانات میں سے ذکر کیا۔ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ (اور البتہ آخرت والا گھر بہت بہتر ہے) ان کو آخرت میں وہ ملے گا جو اس سے بہت بہتر ہوگا جیسا دوسرے مقام پر فرمایا فاتا هم اللّٰه ثواب الدنيا وحسن ثواب الآخرة [آل عمران: ۱۴۸] وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِيْنَ (البتہ متقین کا گھر بہت خوب ہے) دار متقین سے دار آخرت مراد ہے۔ مخصوص بالمدح کو اسلئے حذف کیا کیونکہ پہلے اس کا تذکرہ ہو چکا۔

۳۱: جَنّٰتُ عَدْنٍ (وہ ہمیشہ کے باغات ہیں) یہ مبتدا محذوف کی خبر ہے۔ نمبر۲۔ یا مخصوص بالمدح ہے۔ يَّدْخُلُوْنَهَا (وہ اس میں

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ اَمْرُ رَبِّكَ ؕ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ

یہ لوگ اس بات کے منتظر ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آ جائیں یا آپ کے رب کا حکم آ جائے، اسی طرح ان لوگوں نے کیا

مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۳۳﴾ فَاَصَابَهُمْ

جو ان سے پہلے تھے، اور اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا لیکن وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے، سوانہوں نے جو برے کام

سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۳۴﴾ ع

کیے ان کی سزائیں انہیں مل گئیں اور جس چیز کا وہ مذاق بناتے تھے اس نے انہیں آ کر گھیر لیا

داخل ہونگے) یہ حال ہے۔ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ كَذٰلِكَ يَجْزِی اللّٰهُ الْمُتَّقِيْنَ (اس کے نیچے نہریں جاری ہونگی ان کے لئے اس میں وہ ہے جو وہ چاہیں گے اسی طرح اللہ تعالیٰ متقین کو بدلہ دیں گے)۔

ان کے قبض روح کا حال:

۳۲: اَلَّذِيْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ (وہ لوگ جن کی ارواح کو فرشتے قبض کرتے ہیں اس حال میں کہ وہ پاک ہوتے ہیں) وہ اپنے نفس کفر کے ظلم سے پاک کرنے والے ہیں۔ (یہ معنی اس لئے لیا گیا) کیونکہ یہ ظالمی انفسھم [النحل:۲۸] کے مقابلہ میں ہے (اور وہاں ظلم سے کامل ظلم یعنی شرک مراد لیا ہے) يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ (وہ کہیں گے تم پر سلام ہو)۔ کہا جاتا ہے کہ جب مؤمن بندہ موت کو جھانکتا ہے تو اس کے پاس فرشتہ آ کر کہتا ہے۔ السلام علیك یا ولی اللّٰہ ! اللّٰہ یقرأ علیك السلام۔ اور اس کو جنت کی خوشخبری دیتا ہے۔ ان کو آخرت میں کہا جائے گا اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (تم اپنے اعمال کے سبب جنت میں داخل ہو جاؤ) تمہارے عمل کے سبب۔

کفار روزِ قیامت کے منتظر نظر آتے ہیں:

۳۳: هَلْ يَنْظُرُوْنَ (نہیں وہ انتظار کر رہے) یہ کفار انتظار نہیں کر رہے۔ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ (مگر یہ کہ آئیں ان کے پاس فرشتے) ان کی ارواح کو قبض کرنے کیلئے۔ قراءت: علی اور حمزہ نے یاء کے ساتھ پڑھا ہے۔ اَوْ يَاْتِيَ اَمْرُ رَبِّكَ (یا تیرے رب کا حکم آئے) امر سے استیصال والا عذاب یا قیامت مراد ہے۔ كَذٰلِكَ (اسی طرح) شرک وتکذیب جیسا فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ (ان لوگوں نے کیا جو ان سے پہلے ہوئے اور ان پر اللہ تعالیٰ نے ظلم نہیں کیا) انکو تہس نہس کر کے وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ (لیکن وہ اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والے تھے) انہوں نے وہ کام کئے جس سے تباہی کے حقدار ہوئے۔

بُرے اعمال کا انجام:

۳۴: فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا (پس ان کو ان کے برے عملوں کی سزائیں ملیں) ان کے برے اعمال کی سزائیں۔ وَحَاقَ

وَقَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ نَّحْنُ وَلَآ

اور جن لوگوں نے شرک کیا انہوں نے کہا کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم اس کے سوا کسی چیز کی عبادت نہ کرتے نہ ہم نہ

اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ؕ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ

ہمارے باپ دادے، اور نہ ہم اس کے بغیر کسی چیز کو حرام قرار دیتے، ان لوگوں نے ایسا ہی کیا جو ان سے پہلے تھے،

فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۳۵﴾ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ

سو رسولوں کے ذمہ صرف واضح طور پر پہنچا دینا ہے، اور بلاشبہ ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا کہ

اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ

اللہ کی عبادت کرو اور شیطان سے بچتے رہو، سو ان میں سے بعض کو اللہ نے ہدایت دی اور ان میں سے بعض ایسے تھے جن پر گمراہی

عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ ؕ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۳۶﴾

ثابت ہو گئی، سو تم زمین میں چلو پھرو پھر دیکھ لو جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا؟

اِنْ تَحْرِصْ عَلٰى هُدٰىهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ يُّضِلُّ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۳۷﴾

اگر آپ ان کی ہدایت پر حرص کریں سو بلاشبہ اللہ اسے ہدایت نہیں دیتا جسے گمراہ کرتا ہے اور ان کے لئے کوئی مددگار نہ ہوگا

بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ (اور گھیر لیا ان کو اس عذاب نے جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے) ان کے استہزاء کی سزا نے ان کو آن گھیرا۔

کفار کا مقدمہ یہ شرک اللہ کو پسند ہے:

۳۵: وَقَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ نَّحْنُ وَلَآ اٰبَآؤُنَا (اور مشرک کہتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہم اس کے سوا کسی چیز کی عبادت نہ کرتے نہ ہم اور نہ ہی ہمارے آباء واجداد) یہ کفار نے بطور استہزاء کہا۔ اگر وہ اس کو اعتقاداً کہتے تو بہت بہتر ہوتا۔ وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ (اور نہ حرام کرتے اس کی مشیّت کے بغیر کوئی چیز) یعنی بحیرہ سائبہ اور ان کی طرح جو دوسری تحریمات کر رکھی ہیں (گویا ان کے ہاں رضا اور مشیت میں کوئی فرق نہیں تھا) كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (اسی طرح ان لوگوں نے کیا جو ان سے پہلے ہوئے) یعنی انہوں نے رسولوں کو جھٹلایا۔ اور حلال کو حرام قرار دیا اور انہی جیسی باتیں بطور استہزاء کہیں فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ (نہیں ہے رسولوں کے ذمہ مگر کھلے طور پر پہنچانا) مگر یہ کہ وہ حق کو پہنچ جائیں اور شرک، باطل اور قبیح ہونے کی ان کو اطلاع ہو جائے۔

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ ؕ بَلٰى وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا

اوران لوگوں نے خوب زوردار طریقے پراللہ کی قسم کھائی کہ جوشخص مرجاتا ہے اللہ اسے نہ اٹھائے گا ہاں اللہ ضرور اٹھائے گا یہ پکا وعدہ ہے جسے اللہ نے اپنے ذمہ لازم کرلیا ہے،

وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۸﴾ لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِيْ يَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ

لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے تاکہ اللہ ان لوگوں کے لئے ان باتوں کو بیان فرما دے جن کے بارے میں یہ لوگ اختلاف کرتے ہیں،

وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰذِبِيْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ اِذَآ اَرَدْنٰهُ اَنْ

اور تاکہ کافر لوگ جان لیں کہ وہ جھوٹے تھے ہم جس کسی چیز کو پیدا کرنا چاہیں اس کے بارے میں

نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۴۰﴾ ع

ہمارا یہ کہہ دینا ہوتا ہے کہ ہو جا لہٰذا وہ وجود میں آجاتی ہے۔

ہر اُمت کے طاغوت کی عبادت سے روکا گیا:

۳۶: وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ (اور تحقیق ہم نے ہر امت میں رسول کو بھیجا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو) کہ اس کو وحدہٗ لاشریک مانو وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ (اور شیطان سے بچتے رہو) شیطان کی اطاعت سے پرہیز کرو۔ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ (ان میں سے بعض کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی) اس لئے کہ انہوں نے ہدایت کو اختیار کیا۔ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ (اور ان میں سے بعض کیلئے گمراہی ثابت ہوگئی) گمراہی ان کے لئے لازم ہوگئی کیونکہ انہوں نے گمراہی کو اختیار کیا فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ (پس تم چل پھر کر زمین میں دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا) کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ہلاک کیا اور ان کے علاقوں کو ان سے خالی کرالیا۔ اس کے بعد قریش کے عناد کا تذکرہ فرمایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے ایمان کے سلسلہ میں حرص کو ذکر کر کے بتلایا کہ یہ ان لوگوں میں سے ہیں جن پر گمراہی ثابت ہو چکی پس فرمایا۔

اللہ کا گمراہ کردہ ہدایت نہیں پاسکتا:

۳۷: اِنْ تَحْرِصْ عَلٰى هُدٰىهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ يُّضِلُّ (تم ان کے راہ راست پر آنے کی کتنی ہی حرص اور تمنا کرو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو ہدایت یاب نہیں کرتا جن کو گمراہ کرنا مقصود ہوتا ہے) قراءت: یاء مفتوح اور دال مکسور يَهْدِيْ کوفی نے پڑھا۔ باقی قراء یائے مضموم اور دال مفتوح پڑھتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مَنْ يُّضِلُّ مبتدا اور لا يُهْدٰى اس کی خبر ہے۔ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ (اور ان کے لئے کوئی مددگار نہ ہوگا) جو اللہ تعالیٰ کا حکم ان پر لاگو ہے اس سے ان کو بچا سکے اور اس کے اس عذاب کو ان سے دور کرسکے جو ان کے لئے تیار کیا گیا۔

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِى اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً ؕ

اور جن لوگوں نے مظلوم ہونے کے بعد اللہ کے بارے میں ہجرت کی ہم انہیں دنیا میں ضرور بالضرور اچھا ٹھکانہ دیں گے،

وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۴۲﴾

اور یہ بات یقینی ہے کہ آخرت کا ثواب بدرجہا بڑا ہے، کاش یہ لوگ جان لیں، وہ ایسے لوگ ہیں جنہوں نے صبر کیا اور اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں۔

وقف لازم

کفار مانتے نہیں بلکہ باطل پر قسمیں کھاتے ہیں:

۳۸: وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ (انہوں نے اللہ تعالیٰ کے نام کی پختہ قسمیں کھا کر کہا) اس کا عطف وقال الذین اشرکوا پر ہے۔ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ بَلٰى (اللہ تعالیٰ اس کو نہیں اٹھائے گا جو مر جائے۔ کیوں نہیں) یہ نفی کے بعد اثبات ہے یعنی کیوں نہیں وہ ان کو اٹھائے گا وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا (اس نے پختہ وعدہ کرلیا ہے) یہ مصدر مؤکد ہے جس پر بلی دلالت کر رہا ہے کیونکہ بعث بعد الموت اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعدہ ہے اور اس وعدے کا ایفاء برحق ہے۔ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے) کہ اس کا وعدہ سچا ہے یا کہ ان کو اٹھایا جائیگا۔

۳۹: لِيُبَيِّنَ لَهُمُ (تاکہ ان کے سامنے واضح کر دے) یہ بھی اس کے متعلق ہے جس پر بلی دلالت کر رہا ہے ای یبعثهم لیبین لهم۔

نحو: اور من کی ضمیر من یموت کی طرف لوٹ رہی ہے جس میں مؤمن وکافر دونوں شامل ہیں۔ الَّذِىْ يَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ (اس کو جس کے متعلق وہ اختلاف کرتے تھے) کہ وہ برحق ہے وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰذِبِيْنَ (اور تاکہ کافر جان لیں کہ وہ جھوٹے تھے) اپنے اس قول لا یبعث اللہ من یموت میں کہ بعث بعد الموت نہیں ہے۔

قدرتِ عامہ:

۴۰: اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَىْءٍ اِذَاۤ اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (ہم جب کسی چیز کو پیدا کرنا چاہتے ہیں تو اس سے ہمارا اتنا کہنا کافی ہوتا ہے کہ ہو جا پس وہ فوراً ہو جاتی ہے) یعنی وہ ہو جاتی ہے ای فهو یكون قراءت: شامی اور علی نے نصب سے پڑھا۔ اس طور پر کہ یہ کن کا جواب ہے قولنا مبتدا اور ان نقول اس کی خبر ہے۔ اور کن فیکون میں کان تامہ ہے جو کہ وجود اور حدوث کے معنی میں ہے۔ یعنی جب ہم کسی چیز کو وجود دینا چاہتے ہیں تو ہم اس کو اتنا کہتے ہیں کہ وجود میں آ۔ تو وہ بلا توقف وجود میں آ جاتی ہے۔ یہ درحقیقت سرعت ایجاد کی تعبیر ہے اور وضاحت ہے کہ کوئی مراد اس پر ممتنع نہیں اور اس مراد کا وجود بلا توقف ہوتا ہے جبکہ وہ اسکا ارادہ فرمالے۔ جس طرح آمر جب فرمانبردار مامور کو کسی بات کا حکم دے تو وہ فوراً حکم بجالاتا ہے (اور یہ بھی بات سمجھانے کیلئے ہے) ورنہ اس جگہ کوئی نہیں (بس جب وہ کسی چیز کا ارادہ فرما لیتے ہیں تو وہ اسی لمحہ وجود میں آ جاتی ہے) اب مطلب یہ ہے کہ ہر مقدور کی ایجاد اللہ تعالیٰ کیلئے جب اسقدر آسان ہے تو وہ بعث اس کیلئے کس طرح مشکل ہے جو من جملہ مقدورات میں سے ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِىٓ اِلَيْهِمْ فَسْــَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ

اور آپ سے پہلے ہم نے صرف مردوں کو رسول بنا کر بھیجا جن کی طرف ہم وحی بھیجتے تھے،سو تم اہل علم سے پوچھ لو اگر تم

لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٤٣﴾ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ ۭ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ

نہیں جانتے ، ان رسولوں کو دلائل اور کتب کے ساتھ بھیجا،اور ہم نے آپ پر قرآن نازل کیا تا کہ آپ لوگوں کے لئے بیان کریں جو آپ کی طرف اتارا

اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿٤٤﴾

النّصف

گیا اور تا کہ وہ لوگ فکر کریں۔

مہاجرین کے ساتھ وعدہ:

۴۱: وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ (اور وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی خاطر ہجرت کی) اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں اور اس کی رضامندیوں کی خاطر۔ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا (اس کے بعد کہ ان پر ظلم کیا گیا) وہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب ہیں جن پر اہل مکہ نے ظلم کیا۔ وہ اپنا دین لیکر اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آئے۔ ان میں سے بعض نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ پھر مدینہ منورہ کی طرف اور بعض ان میں سے انہوں نے دونوں ہجرتیں اپنے لئے جمع کرلیں۔ اور بعض نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی۔

لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً (ہم ان کو دنیا میں اچھا ٹھکانہ دیں گے) حسنۃ یہ مصدر کی صفت ہے تبوئۃ حسنۃ ٹھکانہ دینا اچھا۔ نمبر۲۔ لنبوئنهم مباءة حسنة ۔ٹھکانہ اچھا۔ اور وہ مدینہ منورہ ہے جہاں کے رہنے والوں نے ان کو ٹھکانہ دیا۔ اور ان کی امداد کی۔ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ (اور البتہ آخرت کا اجر تو بہت بڑا ہے) اس پر وقف ضروری ہے کیونکہ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ جواب محذوف ہے اور ضمیر کفار کی طرف راجع ہے یعنی اگر کفار اس بات کو جان لیتے تو دین کی طرف ضرور رغبت کرتے۔ نمبر۲۔ یا مہاجرین کی طرف راجع ہے اگر وہ اس ثواب و بدلے کو جان لیتے تو صبر واجتہاد میں مزید اضافہ کرتے۔

۴۲: الَّذِيْنَ صَبَرُوْا (وہ لوگ جنہوں نے صبر کیا) یعنی هم الذین صبروا وہی لوگ ہیں جنہوں نے صبر کیا۔ نمبر۲۔ میری مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے صبر کیا۔ اور دونوں ہی قابل تعریف چیزیں ہیں۔ یعنی انہوں نے وطن کی جدائی پر صبر کیا وہ وطن عزیز جو اللہ تعالیٰ کا حرم اور ہر مؤمن کا دھڑکتا دل ہے۔ ان تارکین وطن کا کیا حال ہوگا۔ جن کے سروں کو اس کی خاطر اڑایا جارہا ہو۔ دوسرا مجاہدہ پر انہوں نے صبر کیا اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی ارواح کو خرچ کرڈالا۔ وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ (اور اپنے رب ہی پر وہ بھروسہ رکھتے ہیں) وہ اپنے معاملات کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے دین میں جو ان کو تکلیف پہنچے اس کو رضاء وخوشی برداشت کرتے ہیں۔

اَفَاَمِنَ الَّذِيْنَ مَكَرُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّخْسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ

جولوگ بری بری تدبیریں کرتے ہیں کیا اس بات سے بےخوف ہیں کہ اللہ انہیں زمین میں دھنسا دے یا ان کے پاس ایسی جگہ سے عذاب آ جائے

مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۴۵﴾ اَوْ يَاْخُذَهُمْ فِيْ تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۴۶﴾ اَوْ يَاْخُذَهُمْ

جہاں سے ان کو گمان بھی نہ ہو یا اللہ ان کو چلتے پھرتے پکڑ لے سو یہ لوگ عاجز کرنے والے نہیں ہیں یا ان کو کم کرتے کرتے

عَلٰى تَخَوُّفٍ ۚ فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۴۷﴾

پکڑ لے سو بلاشبہ تمہارا رب بڑا مہربان ہے بڑا رحیم ہے

شانِ نزول:

۴۳: جب قریش نے کہا اللہ تعالیٰ اس سے عظیم تر شان والے ہیں کہ کسی بشر کو وہ رسول بنا کر بھیجیں تو یہ آیت اتری وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ (اور آپ سے پہلے بھی ہم نے مرد ہی پیغمبر بنا کر بھیجے ہم ان کی طرف وحی بھیجتے رہے) فرشتوں کے ذریعہ۔

قراءت: نوحی حفص نے پڑھا۔ فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ (تم اہل علم سے پوچھ لو) یعنی اہل کتاب تاکہ وہ تمہیں بتلا دیں کہ اللہ تعالیٰ نے گزشتہ امتوں کی طرف انسانوں کو ہی بھیجا ہے۔ یہاں کتاب کو ذکر فرمایا کیونکہ کتاب ہی نصیحت اور غافلین کیلئے تنبیہ کا ذریعہ ہے۔ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (اگر تم نہیں جانتے)

تمام انبیاء علیہم السلام انسان تھے:

۴۴: بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ (دلائل اور کتابوں کے ساتھ) واضح معجزات اور کتابوں کے ساتھ۔ نحو: باء یہ رجالاً سے متعلق ہے اور اس کی صفت ہے۔ ای رجالا ملتبسین بالبینات ایسے مرد جو دلائل واضحہ کے ساتھ ملتبس تھے۔ نمبر۲۔ نوحی سے متعلق ہے نوحی الیھم بالبینات ہم ان کی طرف واضح دلائل کے ساتھ وحی کرتے رہے۔ نمبر۳۔ لاتعلمون سے متعلق ہے۔ اگر تم دلائل و کتابوں کو نہیں جانتے۔ اور فاسألوا اھل الذکر یہ تمام صورتوں میں جملہ معترضہ ہے۔ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ (اور ہم نے آپ کی طرف نصیحت اُتاری) الذکر سے قرآن مراد ہے۔ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ (تاکہ تم ان کے سامنے کھول کر بیان کرو۔ اس کو جو ان کی طرف اتارا گیا) یعنی الذّکر میں جو اوامر و نواہی، وعدے اور وعیدیں ہیں ان کو کھول کر بیان کرو۔ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ (اور تاکہ وہ سوچ و بچار کریں) اس کی تنبیہات میں تاکہ وہ متنبہ ہوں۔

استحقاقِ عذاب والی حرکات تو ہیں مگر تفاخر رحمت سے نہیں پکڑتے:

۴۵: اَفَاَمِنَ الَّذِيْنَ مَكَرُوا السَّيِّاٰتِ (جو لوگ بری بری تدابیر کرتے ہیں۔ کیا وہ بےخوف ہو گئے ہیں) یعنی بری بری تدابیر۔

اَوَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ يَّتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشَّمَآئِلِ

کیا ان لوگوں نے ان چیزوں کو نہیں دیکھا جو اللہ نے پیدا فرمائی ہیں ان کے سائے دائیں طرف اور بائیں طرف کو اس طرح جھکتے

سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَهُمْ دٰخِرُوْنَ ﴿٤٨﴾ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مِنْ

ہیں کہ وہ اللہ کے فرمانبردار ہیں اور عاجز ہیں، اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے حیوانات اور فرشتے یہ سب اللہ کے حکم کے

دَآبَّةٍ وَّالْمَلٰٓئِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿٤٩﴾ يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا

فرمانبردار ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے، وہ اپنے رب کی شان قاہریت سے ڈرتے ہیں اور وہی کرتے ہیں جس کا انہیں

يُؤْمَرُوْنَ ﴿٥٠﴾ السجدۃ

حکم دیا جاتا ہے

الذین سے مراد اہل مکہ ہیں۔ جو تدابیر انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے سلسلہ میں اختیار کیں۔ اَنْ يَّخْسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ (کہ اللہ تعالیٰ ان کو زیر زمین دھنسا دے) جیسا کہ پہلے لوگوں کے ساتھ کیا۔ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ (یا ان پر عذاب ایسی طرف سے آجائے کہ ان کو گمان بھی نہ ہو) یعنی اچانک۔

۴۶: اَوْ يَاْخُذَهُمْ فِيْ تَقَلُّبِهِمْ (یا ان کو آتے جاتے پکڑتے) سفر میں آتے جاتے۔ تجارت کے مقامات میں آتے جاتے۔ فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ (پس وہ لوگ اللہ تعالیٰ کو ہرگز ہرا نہیں سکتے)

۴۷: اَوْ يَاْخُذَهُمْ عَلٰى تَخَوُّفٍ (یا ان کو گھٹاتے گھٹاتے پکڑ لے) ڈرانے کی حالت میں اور وہ اس طرح ہے کہ ان سے پہلے ایک جماعت کو ہلاک کر دیا جائے پس وہ خوف زدہ ہو جائیں پھر اچانک ان کو عذاب آ پکڑے اس حالت میں کہ ڈرائے ہوئے اور امید لگائے بیٹھے ہوں۔ یہ من حیث لا یشعرون کے برخلاف دوسری حالت ہے۔ فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (بیشک تمہارا رب نرمی والا مہربان ہے) اس طرح کہ وہ تمہارے متعلق بردباری اختیار فرماتے ہیں۔ اور تمہارے توھین آمیز رویے کے باوجود وہ جلدی سزا نہیں دیتے۔ مطلب یہ ہے کہ جب وہ تمہاری استحقاق عذاب والی حرکات کے باوجود نہیں پکڑتا تو اس کی نرمی ہی تمہیں بچاتی اور اس کی رحمت ہی تمہاری حفاظت کرتی ہے۔

ہر چیز خالق کائنات کے سامنے عاجز ہے:

۴۸: اَوَلَمْ يَرَوْا (کیا انہوں نے نہیں دیکھا) قراءت: حمزہ، علی، ابوبکر نے تاء سے پڑھا ہے۔ اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ (ان چیزوں کی طرف جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیں) ما موصولہ ہے اور یہ مبہم ہے اس کی وضاحت من شیء سے فرمائی۔ مِنْ شَيْءٍ يَّتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ (جن کے سائے جھکتے ہیں) یعنی ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتے ہیں۔

قراءت: بصری نے یتفیئوا کوتاء سے پڑھا ہے۔ عَنِ الْيَمِيْنِ (دائیں سے) دائیں طرف سے۔ وَالشَّمَآئِلِ (بائیں سے) شمائل جمع شمال کی ہے سُجَّدًا لِلّٰهِ (اس حال میں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع ہے)۔ یہ ظلال سے حال ہے حضرت مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں جب سورج زوال پذیر ہوتا ہے تو ہر چیز اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتی ہے۔ وَهُمْ دَاخِرُوْنَ (اس حال میں کہ وہ عاجزی کرنے والے ہیں) یعنی عاجز و بےبس یہ ظلالہ کی ضمیر سے حال ہے کیونکہ وہ جمع کے معنی میں ہے۔ اور اس سے ہر وہ چیز جس کو پیدا کیا اور اس کا سایہ ہے وہ مراد ہے جمع واؤ نون سے آرہی ہے کیونکہ دخور یہ عقلاء کی صفات میں سے ہے۔ نمبر۲۔ ان میں شامل تو تمام ہیں مگر عقلاء کو غلبہ دیا۔ معنی اس طرح ہوگا کیا وہ اللہ تعالیٰ کی اس مخلوق کو نہیں دیکھتے جن کے ایسے اجسام ہیں جو سایہ رکھتے ہیں اور وہ سایہ دائیں سے بائیں ڈھلتا رہتا ہے۔ یعنی سایہ دائیں سے بائیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی حالت میں لوٹتا ہے۔ جس خاطر اس کو بنایا اس سے رکتا اور باز نہیں رہتا یعنی سایہ دینا اور اجرام بھی ذاتی طور پر اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی کرنیوالے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے افعال جو ان میں پیدا کیے ان میں اطاعت کرنے والے ہیں۔

آسمان وزمین کی مخلوقات اطاعت سے سرنہیں اٹھاتیں:

۴۹: وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ (اور اللہ تعالیٰ ہی کی مطیع ہیں جتنی چیزیں آسمانوں میں ہیں اور جو چیزیں چلنے والی ہیں زمین میں) من دآبة یہ مافی السمٰوٰت ومافی الارض تمام کا بیان ہے۔ کہ آسمانوں میں بھی ایسی مخلوق ہے۔ جو اس میں چلتی ہے۔ جیسا کہ زمین میں انسان چلتے ہیں۔ نمبر۲۔ یا ما فی الارض کا صرف بیان ہے۔ اور ما فی السمٰوات سے آسمانوں کے ملائکہ مراد ہیں اور وَّالْمَلٰٓئِكَةُ (اور فرشتے) ملائکہ سے حفظہ مراد ہیں۔ نمبر۲۔ سجود مکلفین سے مراد ان کی اطاعت وعبادت مراد ہے اور دوسروں کے سجدہ سے مراد اللہ تعالیٰ کے ارادہ کی اطاعت ہے۔ اور الانقیاد کا لفظ دونوں کو شامل ہے۔ اسی لئے دونوں کیلئے ایک ہی تعبیر لائی گئی۔ مالایا گیا جو کہ عقلاء وغیرہ سب کو شامل ہے اگر مَن لاتے تو صرف عقلاء ہی شمار ہوتے۔ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ (اور وہ تکبر نہیں کرتے)۔

۵۰: يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ (وہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں)۔ یہ لایستکبرون کی ضمیر سے حال ہے یعنی وہ تکبر نہیں کرتے اس حال میں کہ وہ ڈر رہے ہوتے ہیں۔ مِّنْ فَوْقِهِمْ (اپنے اوپر سے) نمبر۱۔ اگر اس کو یخافون کے متعلق کرو تو اس کا معنی یہ ہوگا۔ وہ ڈرتے ہیں کہ کہیں وہ ان پر اوپر سے عذاب نہ اتار دے۔ نمبر۲۔ اور اگر ربھم سے حال ہو تو اس کا معنی وہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں اس حال میں کہ وہ ان پر غالب وزبردست ہے۔ جیسا کہ اس ارشاد وھوا لقاھر فوق عبادہٖ [الانعام:۱۸] میں ہے وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ (اور وہ کرتے ہیں جس کا انہیں حکم ملتا ہے)

نکتہ: اس میں واضح دلیل ہے کہ ملائکہ مکلّف ہیں اور امر ونہی کے ذمہ دار اور خوف ورجاء کے درمیان ہیں۔

وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ ۚ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ﴿۵۱﴾ وَلَهٗ

اور اللہ نے فرمایا کہ دو معبود مت بناؤ، وہ صرف ایک ہی معبود ہے، سو تم مجھ ہی سے ڈرو، اور اسی کے لئے ہے

مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَهُ الدِّيْنُ وَاصِبًا ۭ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَمَا بِكُمْ

جو آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے، اور فرماں برداری کرنا صرف اسی کا حق ہے، کیا تم اللہ کے سوا کسی سے ڈرتے ہو؟ اور تمہارے پاس جو بھی

مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ تَجْــَٔرُوْنَ ﴿۵۳﴾ ثُمَّ اِذَا كَشَفَ الضُّرَّ

کوئی نعمت ہے سو وہ اللہ کی طرف سے ہے، پھر جب تمہیں تکلیف پہنچ جاتی ہے تو اسی سے فریاد کرتے ہو، پھر جب وہ تم سے اس تکلیف کو

عَنْكُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿۵۴﴾ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۭ فَتَمَتَّعُوْا ۣ

ہٹا دیتا ہے تو تم میں سے ایک جماعت اسی وقت اپنے رب کے ساتھ شرک کرنے لگتی ہے تا کہ وہ ہماری اس نعمت کے منکر ہو جائیں، سو تم نفع حاصل کرلو،

فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۵۵﴾

پھر عنقریب جان لو گے۔

۵۱ : وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا نہ بناؤ دو معبود۔ فقط اللہ تعالیٰ ہی ایک معبود ہے)

سوال : دو اور ایک سے زائد میں عدد و معدود کو جمع کیا جاتا ہے اور کہتے ہیں عندی رجال ثلاثۃ کیونکہ معدود خاص عدد پر دلالت سے عاری ہوتا ہے۔ ایک اور دو میں تو معدود کی خود عدد پر دلالت ہوتی ہے۔ پس رجل واحد اور رجلان اثنان کہنے کی ضرورت نہیں۔

جواب : واحد و تثنیہ کا معنی جس اسم میں ہوتا ہے۔ اس کی دلالت دو چیزوں پر ہوتی ہے۔ نمبر۱۔ جنسیت نمبر۲۔ خاص عدد۔ جب یہ دلالت مراد لیں کہ دونوں کا معنی عدد ہے تو اس کو دوبارہ لا کر تاکید کرتے ہیں اور اس سے مقصود الیہ پر دلالت اور اس پر خاص طور پر متوجہ کرنا مقصود ہوتا ہے۔ اگر تم اس طرح کہو: اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ اور اس کی تاکید واحد سے نہ لاؤ تو کلام میں تحسین نہ ہوگی۔ تو اس سے خیال گزرے گا کہ تم نے الوہیت کو ثابت کیا ہے وحدانیت کو نہیں۔ حاصل یہ ہے کہ اس جگہ وحدانیت کو ثابت کرنا مقصود ہے الوہیت کا اثبات مقصود نہیں۔ الوہیت کے لوازم میں سے وحدانیت ہے۔ فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ (پس مجھ ہی سے ڈرو) کلام غائب سے متکلم کی طرف منتقل کر دیا گیا اور یہ التفات کا طریقہ ہے جو کہ ترغیب سے زیادہ بلیغ ہے جیسا کہ کہیں فایاہ فارھبوا۔

قراءت: فَارْهَبُوْنِی یعقوب نے پڑھا ہے۔

سب نعمتیں اسی سے جس کو دن میں پکارتے ہیں تو عبادت کا بھی وہی حقدار ہے:

۵۲: وَلَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَهُ الدِّيْنُ وَاصِبًا (اور اسی ہی کیلئے ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے۔ اور اس کی اطاعت ہمیشہ اور لازمی ہے) الدین یہاں طاعت کے معنی میں ہے واصبا ثابت و واجب کے معنی میں ہے کیونکہ ہر نعمت اسی ہی کی طرف سے ہے۔ اس کی اطاعت ہر انعام یافتہ پر لازم ہے۔

نحو: واصباً یہ حال ہے اس میں ظرف نے عمل کیا ہے۔ نمبر۲۔ ولہ الجزاء دائمًا ۔ الجزاء سے ثواب وعقاب مراد ہیں۔ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ (کیا پس اللہ تعالیٰ کے سوا اوروں سے تم ڈرتے ہو)

۵۳: وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ (اور تمکو جو نعمت بھی حاصل ہے) یعنی جو چیز بھی تمہارے ساتھ نعمت و عافیت کی صورت میں متصل ہے۔ اسی طرح غناء وخوشحالی ہے۔ فَمِنَ اللّٰهِ (پس وہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے) ای فھو من اللّٰہ وہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے۔ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ (پھر جب تمہیں کوئی تکلیف آلیتی ہے) الضُّر سے مرض، فقر، قحط مراد ہے۔ فَاِلَيْهِ تَجْئَرُوْنَ (پس اسی ہی کی طرف تم رجوع کرتے ہو) تو اسی کی طرف گڑگڑاتے ہو۔ الجؤار کے معنی دعا و استغاثہ میں آواز بلند کرنا ہیں۔

۵۴: ثُمَّ اِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنْكُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ (پھر جب وہ مصیبت کو تم سے دور کرتا ہے تو ایک فریق تم میں سے اپنے رب کے ساتھ شریک ٹھہرانے لگتا ہے) مآ بکم میں خطاب اگر عام ہو تو اس سے کافر فریق مراد ہے۔ اگر خطاب مشرکین کو ہو تو منکم میں من بیانیہ ہوگا تبعیضیہ نہ ہوگا۔ گویا اس طرح فرمایا: فَاِذَا فَرِيْقٌ كَافِرٌ وھم انتم کہ اسی وقت ایک کافر گروہ اور وہ تم ہو'' اور یہ بھی جائز ہے کہ ان میں عبرت حاصل کرنے والے لوگ بھی ہوں۔ جیسا کہ اس آیت میں فرمایا فلما نجّاھم الی البر فمنھم مقتصد [لقمان:۳۲]

۵۵: لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ (جس کا حاصل یہ ہے کہ جو نعمتیں ہم نے ان کو دی ہیں ان کی ناشکری کرتے ہیں) ان سے عذاب ہٹا لینے والی نعمت کی۔ گویا کہ انہوں نے شرک کا مقصد کفرانِ نعمت بنا رکھا ہے۔ پھر ان کو ڈرایا اور فرمایا فَتَمَتَّعُوْا فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ (پس تم فائدہ اٹھالو۔ عنقریب تم جان لوگے) یہاں بھی غیبت سے خطاب کی طرف رجوع کیا تا کہ ان کو دھمکایا جائے۔

وَيَجْعَلُوْنَ لِمَا لَا يَعْلَمُوْنَ نَصِيْبًا مِّمَّا رَزَقْنٰهُمْ ؕ تَاللّٰهِ لَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَفْتَرُوْنَ ﴿۵۶﴾

اور ہماری دی ہوئی چیزوں میں سے ان کے لئے حصہ مقرر کرتے ہیں جنہیں کچھ بھی علم نہیں، اللہ کی قسم تم سے اس بارے میں ضرور بالضرور پوچھ ہوگی جو تم افتراپردازی کرتے ہو،

وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ سُبْحٰنَهٗ ۙ وَلَهُمْ مَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى

اوراللہ کے لئے بیٹیاں تجویز کرتے ہیں اور اپنے لئے اپنی چاہت کی چیز، اور جب ان میں سے کسی کو بیٹی کی خبر دی جاتی ہے

ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ﴿۵۸﴾ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ؕ

تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ دل ہی دل میں گھٹتا رہتا ہے، اسے جو بشارت دی گئی اس کی وجہ سے وہ لوگوں سے چھپا ہوا رہتا ہے

اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿۵۹﴾ لِلَّذِيْنَ لَا

آیا اسے ذلت پر روکے رہے یا اسے مٹی میں گاڑ دے، خبردار ان کے فیصلے برے ہیں، جو لوگ آخرت پر یقین

يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ مَثَلُ السَّوْءِ ۚ وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۶۰﴾ ع

نہیں رکھتے ان کی بری حالت ہے، اوراللہ کے لئے بلند صفات ہیں اور وہ زبردست ہے حکمت والا ہے

۵۶: وَيَجْعَلُوْنَ لِمَا لَا يَعْلَمُوْنَ نَصِيْبًا مِّمَّا رَزَقْنٰهُمْ (اور یہ لوگ ہماری دی ہوئی چیزوں میں (اپنے معبودوں کا) حصہ لگاتے ہیں جن کے متعلق ان کو کچھ علم نہیں) ما سے مراد ان کے 'الہہ ہیں۔ لا یعلمون کا مطلب یہ ہے کہ جن کو یہ الہہ کہتے ہیں۔ اوران کے متعلق اعتقاد یہ ہے کہ وہ نقصان ونفع کی طاقت رکھتے ہیں۔ اوراللہ تعالیٰ کے ہاں زبردستی سفارش سے چھڑا لیں گے۔ حالانکہ اس طرح نہیں کیونکہ یہ بت وجماد محض ہیں جو نہ نقصان دیتے ہیں اور نہ نفع۔

نمبر۲۔ لا یعلمون کی ضمیر الہہ کی طرف لوٹتی ہے۔ ان چیزوں کیلئے جو علم سے موصوف نہیں اور نہ شعور رکھتے ہیں۔ کیا انہوں نے انکا حصہ اپنے چوپایوں اور کھیتوں میں مقرر کر رکھا ہے یا نہیں؟ اور وہ یہ حصہ انکا ان کے تقرب کیلئے مقرر کرتے تھے۔ تَاللّٰهِ لَتُسْـَٔلُنَّ (اللہ تعالیٰ کی قسم تم سے ضرور سوال ہوگا) یہ وعید ہے۔ عَمَّا كُنْتُمْ تَفْتَرُوْنَ (ان کاموں کے متعلق جن کو تم بطور افتراء کرتے تھے) کہ یہ معبود ہیں ان کو ان کا قرب حاصل ہے۔

اللہ کے لئے ایسی اولاد تجویز کرتے ہیں جو خود کو نا گوار ہے:

۵۷: وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ (وہ اللہ تعالیٰ کیلئے بیٹیاں تجویز کرتے ہیں) بنوخزاعہ اور کنانہ کہا کرتے تھے کہ الملائکة بنات الله کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ سُبْحٰنَهٗ (وہ پاک ہے) اس میں بیٹیوں کی نسبت سے اللہ تعالیٰ کا منزہ ہونا ذکر فرمایا۔ نمبر۲۔ ان کی بات پر تعجب کا اظہار ہے۔ وَلَهُمْ مَّا يَشْتَهُوْنَ (اوران کے لئے ہے وہ جو وہ پسند کرتے ہیں) یعنی بیٹے۔ اور یہ بھی درست

ہے کہ مَا کو ابتداء کی وجہ سے مرفوع مانا جائے۔اور لھم کو خبر قرار دیں۔اور اگر منصوب مانیں تو البنات پر عطف ہوگا اور سبحانہ جملہ معترضہ ہوگا۔ جو معطوف اور معطوف علیہ کے مابین واقع ہے ای و جعلوا لا نفسھم ما یشتھون من الذکور اور انہوں نے اپنے نفوس کیلئے وہ چیز تجویز کی جوان کو پسند ہے۔ یعنی بیٹے۔

۵۸: وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا (اوران میں کسی کو اگر بیٹی ہونے کی خبر دی جاتی ہے تو سارا دن اس کا چہرہ بدرونق رہتا ہے) صار ، ظل ،امسٰی، اصبح ،بات یہ صیرورت کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں کیونکہ اکثر وضع حمل کا اتفاق رات کو ہوتا ہے۔ پس وہ دن غم کے مارے گزارتا ہے۔ کہ اس کے چہرے پر اکتاہٹ کی سیاہی چھائی ہوتی ہے اور لوگوں سے حیاء کرتے دن گزارتا ہے۔ وَّهُوَ كَظِيْمٌ (وہ دل ہی دل میں گھٹتا ہے) عورت پر بغض وغصہ سے پُر ہوتا ہے۔

۵۹: يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ (وہ چھپا پھرتا ہے۔اس چیز سے جس کی اس کو اطلاع دی جاتی ہے) بری بشارت سے وہ لوگوں میں چھپتا پھرتا ہے۔ ان کے عار دلانے کی وجہ سے۔ وہ اپنے نفس میں کہتا اور دیکھتا ہے۔ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ (اس کو ذلت کی حالت میں روکے رکھے) ذلت ورسوائی کے ساتھ اس کو روک لے جس کی اسے بشارت دی گئی ہے۔ اَمْ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ (یا اس کو گاڑ دے مٹی میں) یا اس کو زندہ درگور کر دے۔ اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ (خبردار وہ بہت بری تجویز کرتے ہیں) جبکہ وہ اللہ تعالیٰ کیلئے ایسی اولاد تجویز کرتے ہیں جس کا مرتبہ ان کے ہاں یہ ہے اور اپنے لئے وہ اولاد تجویز کرتے ہیں جو اس کے برعکس ہے۔

کافروں کا برا حال' اللہ اعلیٰ شان والے زبردست ہیں:

۶۰: لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ مَثَلُ السَّوْءِ (جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کی بری حالت ہے) مذکر اولاد کی ضرورت' بنات سے نفرت اور بھوک کے خطرہ سے زندہ درگور کرنا۔ یہ سب مثل السوء کی صفت ہے۔ وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى (اور اللہ تعالیٰ کی شان سب سے بلند ہے) اور وہ دونوں جہانوں سے بے نیاز ہے۔اور مخلوق والی خصوصیات وصفات سے پاک ہے وَهُوَ الْعَزِيْزُ (اور وہ زبردست ہے) اپنے ارادوں کو نافذ کرنے میں غالب ہے۔ الْحَكِيْمُ (وہ حکمت والا ہے) بندوں کو مہلت دینے میں۔

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى

اور اگر اللہ لوگوں کے ظلم کی وجہ سے ان کا مؤاخذہ فرمائے تو زمین پر کسی بھی چلنے والے کو نہ چھوڑے، لیکن وہ انہیں ایک مقررہ مدت تک

اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۶۱﴾ وَ

مہلت دیتا ہے سو جب ان کا وقت معین آ جائے گا تو ایک گھڑی نہ مؤخر ہوں گے اور نہ آگے بڑھ سکیں گے اور

يَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ مَا يَكْرَهُوْنَ وَتَصِفُ اَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ اَنَّ لَهُمُ الْحُسْنٰى ۖ لَا جَرَمَ

اللہ کے لئے وہ چیز تجویز کرتے ہیں جسے مکروہ جانتے ہیں اور ان کی زبانیں جھوٹا دعوٰی کرتی ہیں کہ ان کے لئے بھلائی ہے، یہ لازمی بات ہے

اَنَّ لَهُمُ النَّارَ وَاَنَّهُمْ مُّفْرَطُوْنَ ﴿۶۲﴾ تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ

کہ ان کے لئے دوزخ ہے اور وہ سب سے پہلے بھیجے جائیں گے، اللہ کی قسم ہم نے امتوں کی طرف آپ سے پہلے رسول بھیجے

فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۳﴾ وَمَآ اَنْزَلْنَا

سو شیطان نے ان کے لئے ان کے اعمال اچھے کر کے دکھلائے سو وہ آج ان کا رفیق ہے، اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے، اور ہم نے آپ پر کتاب

عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِى اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةً

اسی لئے نازل کی کہ آپ ان کے لئے وہ بات بیان فرما دیں جس میں وہ اختلاف کر رہے ہیں، اور یہ کتاب ان لوگوں کے لئے ہدایت اور رحمت

لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۶۴﴾ وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ اِنَّ

ہے جو ایمان لاتے ہیں، اور اللہ نے آسمان سے پانی اتارا سو اس کے ذریعہ زمین کو مردہ ہونے کے بعد زندہ فرما دیا، بلاشبہ

فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ﴿۶۵﴾ ع

اس میں ان لوگوں کے لئے نشانی ہے جو سنتے ہیں

۸ ع ۵ ۱۴

گناہ پر فوری پکڑ نہیں بلکہ مقررہ وقت تک مہلت ہے:

۶۱: وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ (اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کی بے جا حرکتوں کے سبب ان پر گرفت کرتا) ان کے کفر اور ان کے گناہوں کی وجہ سے۔ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا (تو زمین پر نہ چھوڑتا) مِنْ دَآبَّةٍ (کسی حرکت کرنے والے کو) بالکل تمام کو ظالموں کے ظلم کی نحوست سے ہلاک کر ڈالتا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حباری پرندہ اپنے گھونسلے میں ظالم کے ظلم کی وجہ سے مرتا ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابن آدم کے گناہوں کی وجہ سے اپنے سوراخ میں مکوڑے ہلاک ہوتے ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ دابہ سے مراد مشرک ہے جو چلتا ہے زمین پر۔ وَّ لٰکِنْ یُّؤَخِّرُ ھُمْ اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی (لیکن ان کو ایک وقت مقررہ تک مہلت دے رہا ہے) یعنی ہر ایک کا وقت مقرر ہے۔ نمبر۲۔ ایک ایسے وقت تک جس کا حکمت تقاضا کرتی ہے۔ نمبر۳۔ قیامت تک۔ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُھُمْ لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَۃً وَّ لَا یَسْتَقْدِمُوْنَ (جب انکا وقت معین پہنچے گا اس وقت وہ منٹ بھر نہ پیچھے ہٹ سکیں گے اور نہ آگے بڑھ سکیں گے)

۶۲: وَیَجْعَلُوْنَ لِلّٰہِ مَایَکْرَھُوْنَ (اور وہ اللہ تعالیٰ کیلئے تجویز کرتے ہیں وہ باتیں جو اپنے لئے وہ ناپسند کرتے ہیں) وہ بیٹیاں جن کو وہ اپنے لئے ناپسند کرتے ہیں اور اپنی ریاست میں شراکت کو ناپسند کرتے ہیں اور رسولوں کی توہین اور اللہ تعالیٰ کیلئے حقیر اموال اور اپنے اصنام کیلئے اعلیٰ قسم کے اموال کو پسند کرتے ہیں۔ وَتَصِفُ اَلْسِنَتُھُمُ الْکَذِبَ (اور ان کی زبانیں جھوٹے وعدے کرتی ہیں) اس کے ساتھ یعنی وہ جھوٹ بولتے ہیں۔ اَنَّ لَھُمُ الْحُسْنٰی (کہ ان کے لئے ہر قسم کی بھلائی ہے) اللہ تعالیٰ کے ہاں۔ اور وہ جنت ہے اگر بعث بعد الموت برحق ہے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ہے۔ ولئن رجعت الی ربی ان لی عندہ للحسنی [فصلت: ۵۰]

نحو: ان لھم الحسنی یہ الکذب سے بدل ہے۔ لَا جَرَمَ اَنَّ لَھُمُ النَّارَ وَ اَنَّھُمْ مُّفْرَطُوْنَ (یقیناً ان کے لئے آگ ہے اور بیشک وہ اس میں سب سے پہلے داخل ہونے والے ہیں)

قراءت: نافع نے مفرِطون اور ابوجعفر مُفرطون پڑھا۔ اگر فتحہ راء سے ہو تو معنی یہ ہے کہ ان کو آگ کی طرف آگے بڑھایا جائے گا اور جلد بھیجا جائے گا۔ یہ افرطت فلانا و فرطتہ فی طلب الماء سے لیا گیا ہے جبکہ اس کو آگے بھیجا جائے۔ نمبر۲۔ ان کو چھوڑ دیا اور بھلا دیا جائے گا۔ یہ افرطت فلانا خلفی سے لیا گیا ہے۔ جب پیچھے چھوڑا اور بھلا دیا جائے۔ نمبر۳: اور جب مکسور ہو تو مخفف ہے۔ الا فْراط فی المَعَاصِیْ سے لیا جائیگا۔ اور مشدد ہونے کی صورت میں تفریط فی الطاعات سے لیا جائے گا یعنی بمعنی کمی کرنا۔

امتوں کی طرف رسول آئے مگر لوگ شیطان کے پیچھے چلے:

۶۳: تَاللّٰہِ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓی اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِکَ (اللہ کی قسم ہم نے آپ سے پہلی امتوں کی طرف رسول بھیجے) یعنی ہم نے آپ سے پہلی امتوں کی طرف رسول بھیجے۔ فَزَیَّنَ لَھُمُ الشَّیْطٰنُ اَعْمَالَھُمْ (شیطان نے ان کے لئے ان کے اعمال کو مزین کیا) اعمال سے مراد کفر اور تکذیب رسل ہے۔ فَھُوَ وَلِیُّھُمُ الْیَوْمَ (وہی آج اُنکا دوست ہے) دنیا میں انکا ساتھی اور دھوکے کے ساتھ ان کے گمراہ کرنے کا ذمہ دار ہے۔ نمبر۲۔ ضمیر کا مرجع مشرکین قریش ہیں یعنی ان کفار کیلئے جو ان سے پہلے ہوئے شیطان نے ان کے لئے ان کے اعمال کو مزین کیا وہی شیطان آج انکا دوست بنا ہوا ہے۔ نمبر۳۔ مضاف محذوف ہے۔ ای فھو ولی امثالھم الیوم پس وہی ان جیسوں کا آج دوست ہے۔ وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے) قیامت کے دن۔

قرآن کو رحمت بنا کر ہم نے اتارا:

۶۴: وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ (اور ہم نے یہ کتاب آپ پر اس لئے اتاری ہے) الکتاب سے قرآن مجید مراد ہے۔ اِلَّا لِتُبَیِّنَ

وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۖ نُّسْقِيكُم مِّمَّا فِي بُطُونِهِ مِن بَيْنِ فَرْثٍ وَدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا

اور بلاشبہ تمہارے لئے چوپایوں میں عبرت ہے، ہم تمہیں اس چیز میں سے پلاتے ہیں جوان کے پیٹوں میں ہے، گوبر اور خون کے درمیان سے ایسا دودھ جو خالص ہے

سَائِغًا لِّلشَّارِبِينَ ﴿٦٦﴾ وَمِن ثَمَرَاتِ النَّخِيلِ وَالْأَعْنَابِ تَتَّخِذُونَ مِنْهُ سَكَرًا وَ

پینے والوں کے حلق میں آسانی سے اترنے والا ہے، اور کھجور اور انگور کے پھلوں سے ہم تمہیں رزق دیتے ہیں ان سے تم نشہ کی اور کھانے کی

رِزْقًا حَسَنًا ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴿٦٧﴾ وَأَوْحَىٰ رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ أَنِ اتَّخِذِي

عمدہ چیز بناتے ہو، بلاشبہ اس میں نشانی ہے ان لوگوں کے لئے جو سمجھ رکھتے ہیں، اور آپ کے رب نے شہد کی مکھی کے جی میں یہ بات ڈالی کہ پہاڑوں میں

مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا وَمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُونَ ﴿٦٨﴾ ثُمَّ كُلِي مِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ فَاسْلُكِي

اور درختوں میں اور ان عمارتوں میں جو لوگ اونچے گھر بناتے ہیں، ہر قسم کے پھلوں میں سے کھا پھر تو اپنے رب کے راستوں میں

سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ۚ يَخْرُجُ مِن بُطُونِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ فِيهِ شِفَاءٌ لِّلنَّاسِ ۗ

چل جو آسان کر دیئے گئے ہیں، اس کے پیٹوں سے پینے کی چیز نکلتی ہے جس کے رنگ مختلف ہیں اس میں لوگوں کے لئے شفاء ہے،

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿٦٩﴾ وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفَّاكُمْ ۚ وَمِنكُم مَّن يُرَدُّ

بلاشبہ اس میں نشانی ہے ان لوگوں کے لئے جو فکر کرتے ہیں، اور اللہ نے تمہیں پیدا فرمایا پھر وہ تمہیں موت دیتا ہے، اور تم میں سے بعض وہ ہیں جو نکمی

إِلَىٰ أَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْئًا ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ قَدِيرٌ ﴿٧٠﴾

عمر تک پہنچا دیئے جاتے ہیں تا کہ وہ علم کے بعد کچھ بھی نہ جانیں، بلاشبہ اللہ جاننے والا ہے قدرت والا ہے۔

لَهُمُ (اسلئے کہ آپ انکے سامنے ظاہر کردیں) ھُمْ سے لوگ مراد ہیں۔ الَّذِي اخْتَلَفُوا فِيهِ (جن امور پر لوگ اختلاف کررہے ہیں) وہ اختلاف دوبارہ اٹھنے پر ہے۔ کیونکہ ان میں کچھ لوگ وہ تھے جو اس پر یعنی دوبارہ اٹھنے پر ایمان لاتے تھے۔ وَهُدًى وَّرَحْمَةً (اور ہدایت و رحمت ہے)۔

نحو: یہ دونوں لِتُبَيِّنَ کے محل پر معطوف ہیں مگران دونوں کا نصب مفعولیت کی وجہ سے ہے کیونکہ یہ دونوں اس ذات کے فعل ہیں جس نے کتاب کو نازل کیا اور تبین کا لام اسلئے لایا گیا کیونکہ یہ مخاطب کا فعل ہے۔ منزل کا فعل نہیں۔ لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُونَ (ایمان والوں کیلئے)۔

٦٥: وَاللَّهُ أَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَسْمَعُونَ (اور اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی اتارا پس اس کے ذریعہ زمین کو اس کے بنجر ہونے کے بعد زندہ کیا۔ بیشک اس میں سننے والے لوگوں کیلئے نشانی ہے) سننے سے مراد انصاف سے سننا ہے۔ اور غور و تدبر والا سماع ہے۔ کیونکہ جو دل کی توجہ سے نہیں سنتا گویا وہ سنتا ہی نہیں۔

قریشیوں میں نمونۂ عبرت:

۶۶: وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ (اور تمہارے لے مویشیوں میں عبرت ہے۔ہم تمہیں پلاتے ہیں اس چیز سے جوان کے پیٹ میں ہے) قراءت: نافع ،شامی اور ابوبکر نے نون کے فتحہ کے ساتھ نَسقیکم پڑھا ہے۔زجاج نے کہاسقیته و اسقیته کا معنی ایک ہے۔سیبویہ نے کہاانعام اسمائے مفردہ میں سے ہے۔جووزن افعال پروارد ہوتے ہیں۔ اسی لئے ضمیران کی طرف مفرد لائی گئی۔گویا یہ اسم جمع ہے۔اور فی بطونها جو سورۃ المؤمنون :۲۱ میں ہے۔ضمیر کی تانیث اس لئے ہے کہ اس میں معنی جمع کا ہے اور یہ جملہ مستانفہ ہے گویا اس طرح کہا عبرت کس طرح حاصل ہو؟ تو جواب دیا۔

دودھ کی خصوصی نعمت:

مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا (گوبر اور خون کے درمیان میں سے صاف دودھ) یعنی اللہ تعالیٰ دودھ کو گوبر اور خون کے درمیان سے پیدا کرتا ہے۔ان کے درمیان ایک ایسا پردہ ڈال رکھا ہے کہ رنگت ،ذائقہ،بوایک دوسرے کے ساتھ نہیں ملتی۔ بلکہ وہ ان تمام سے بچا ہوا ہوتا ہے۔ایک قول یہ ہے کہ جب جانور کھاتا ہے تو وہ اس کی اوجری میں داخل ہوتا ہے وہ اس کو پکاتی ہے تو نچلا حصہ گوبر، درمیان والا دودھ اور بالائی حصہ خون اور کبد وجگر کا کام ان تینوں اقسام کو الگ الگ کرنا ہے۔خون رگوں میں چلا جاتا ہے اور دودھ تھنوں کی طرف بہہ آتا ہے۔اور گوبر اوجری میں برقرار رہتا ہے۔اس میں عبرت والوں کیلئے نشانہائے عبرت ہیں۔ شقیق بلخی رحمہ اللہ سے کسی نے اخلاص کا معنی دریافت کیا تو فرمایا عمل کو عیوب سے الگ رکھنا اسی طرح ہے جیسا دودھ گوبر وخون سے ممتاز رہتا ہے۔سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ (خوشگوار ہے پینے والوں کیلئے) حلق سے جلد گزر جاتا ہے کہا جاتا ہے کہ دودھ سے کسی کو اچھو نہیں آیا۔

نحو : پہلا من تبعیضیہ ہے کیونکہ جوان کے پیٹ میں ہے۔دودھ اس کا بعض حصہ ہے اور دوسرا مِنْ ابتدائے غایت کیلئے ہے۔

احسان وعتاب کو جمع کیا:

۶۷: وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ (اور کھجور اور انگور کے پھلوں سے) یہ محذوف کے متعلق ہے۔تقدیر عبارت یہ ہے ونسقیکم من ثمرات النخیل والاعناب یعنی من عصیر ها کونسقیکم جواس سے قبل موجود ہے اس کی دلالت کی وجہ سے حذف کر دیا۔مطلب یہ ہے (کھجور اور انگور کے عصیر سے ہم تمہیں پلاتے ہیں) تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا (تم اس سے نشہ کی چیز بناتے ہو) اس میں پلانے کی حقیقت بیان کی۔نمبر۲۔تَتَّخِذُوْنَ اور منه میں تکریر ظرف تاکید کیلئے کیا گیا اور منہ کی ضمیر مضاف محذوف کی طرف راجع ہے اور وہ مضاف عصیر ہے۔السکر شراب کے معنی میں ہے۔یہاں مصدر بول کر نام مرادلیا ہے۔کہتے ہیں سکر وسکراً جیسے رشد ورشداً پھر اس کی دوصورتیں ہیں۔نمبرا۔کہ یہ آیت تحریم خمر سے پہلے کی ہے۔اس صورت میں یہ منسوخ ہے۔

نمبر۲۔اس آیت میں احسان وعتاب دونوں کو جمع کیا گیا اور یہ کہا گیا ہے کہ السکر نبیذ ہے۔نبیذ کی تعریف یہ ہے کہ انگور، کشمش،فروٹ کو پکایا جائے تیسرا حصہ پانی رہ جائے پھر گاڑھا ہونے تک چھوڑ دیا جائے۔یہ امام ابوحنیفہ وابو یوسف رحمہما اللہ کے

نزدیک نشہ کی حد سے پہلے تک حلال ہے۔اوران کی دلیل یہی آیت ہے اوردوسری دلیل الخمر حرام لعینھا و السکر من شراب اوراسی طرح کی کثیر روایات ان کی مستدل ہیں۔وَّرِزْقًا حَسَنًا (اور عمدہ کھانے کی چیزیں) وہ سرکہ، رُب، کھجور، کشمش وغیرہ ہیں۔اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ (بیشک اس میں البتہ نشانی ہے عقل والے لوگوں کیلئے)

شہد کی مکھی قدرت کا عظیم نمونہ:

۶۸: وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ (اور تیرے رب نے شہد کی مکھی کے دل میں بات ڈالی) الہام کیا۔اَنِ اتَّخِذِيْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا (کہ تو بعض پہاڑوں میں گھر بنا) اَنْ مفسرہ ہے کیونکہ الایحاء میں قول کا معنی پایا جاتا ہے۔زجاج رحمہ اللہ کہتے ہیں النحل کا واحد النحلة ہے۔جیسے النخل والنخلة اور تانیث میں اسی کا لحاظ ہے۔مِنْ مِنَ الْجِبَالِ اور مِنَ الشَّجَرِ میں تبعیضیہ ہے۔کیونکہ ہر پہاڑ پروہ گھر نہیں بناتی اور نہ ہی ہر درخت پر بناتی ہے۔اور نہ ہی ہر چھپر میں بناتی ہے۔وَّمِنَ الشَّجَرِ وَ مِمَّا يَعْرِشُوْنَ (اور بعض درختوں اور بعض چھپروں میں جن کو لوگ بناتے ہیں) يَعْرِشُوْن سے مراد گھروں کی چھتیں جو چھپروں کی صورت میں بلند کی جائیں۔نمبر۲۔پہاڑوں میں پالتو مکھیوں کیلئے جو چھتے بنائے جائیں۔اسی طرح درخت، گھر، پہاڑ ان مقامات میں سے ہیں جن پر شہد عموماً بنتا ہے۔

قراءت: يَعْرِشُوْنَ اس میں راء پر شامی، ابوبکر وغیرہ نے ضمہ پڑھا ہے۔

۶۹: ثُمَّ كُلِيْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ (پھر تو ہر قسم (جو مناسب و ضروری) پھلوں میں سے کھا) یعنی تو گھر بنا۔پھر جو پھل تمہیں پسند ہو وہ کھا جب کھا چکے تو فَاسْلُكِيْ سُبُلَ رَبِّكِ (پھر اپنے رب کے راستوں پر چل جو آسان ہیں) تو ان راستوں میں داخل ہو جن کا تجھے الہام کیا گیا ہے۔اور شہد بنانے میں جن کی سمجھ تجھے دی گئی ہے۔نمبر۲۔جب تو اپنے چھتوں سے دور مقامات میں پھلوں کو کھائے۔تو اپنے رب کے بتلائے ہوئے آسان راستوں پر چل کر اپنے گھروں کی طرف لوٹ تو ان راستوں پر چلنے سے راستہ سے نہ بھٹکنے پائے گی۔ذُلُلًا جمع ذلول کی ہے۔نحو: یہ سُبُلَ سے حال ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان راستوں کو مطیع اور آسان کیا ہے۔نمبر۲۔فَاسْلُكِيْ کی ضمیر سے حال ہے یعنی تو مطیع و فرمانبردار ہے اس حکم کی جو ہم نے تمہیں دیا ہے اس سے سرتابی کرنے والی نہیں ہے۔يَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا (ان کے پیٹ سے نکلتا ہے ایک مشروب) شراب سے مراد یہاں شہد ہے۔کیونکہ وہ مشروبات میں سے ہے۔جس کو وہ اپنے منہ سے ڈالتی ہے۔مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ (جس کے رنگ مختلف ہیں) سفید، زرد، سرخ جو جواں سال مکھیوں سے بنے۔اسی طرح ادھیڑ عمر اور بوڑھی مکھیوں نے تیار کیا ہو۔نمبر۲۔جیسی ان کی غذائیں ویسی ہی رنگتیں۔فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ (اس میں لوگوں کیلئے شفاء ہے) کیونکہ وہ من جملہ ان ادویہ میں سے ہے جو نفع بخش ہیں اور کوئی ایسی معجون نہیں جس میں شہد نہ پڑتا ہو۔یہ مقصد نہیں کہ ہر مریض کیلئے شفاء ہے۔جیسا کہ ہر دواء کا حال اسی طرح کا ہے۔البتہ اس میں شفاءٌ کی تنوین اس کی شفاء کو عظیم بتلا رہی ہے۔

نمبر۲۔اس لئے کہ اس میں بعض شفاء ہے۔اور نکرہ جب مثبت ہو تو خاص ہو جاتا ہے۔سرور دو عالم ﷺ کی خدمت میں ایک شخص نے اپنے بھائی کے پیچش کا ذکر کیا تو فرمایا اس کو شہد پلاؤ وہ پھر آیا اور کہا اس کی بیماری بڑھ گئی۔آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے سچ

فرمایا اور تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے۔اس کو اور پلاؤ۔پھر اس نے دوبارہ پلایا تو وہ صحیح ہوگیا۔[بخاری] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ شہد ہر بیماری کی شفاء اور قرآن سینوں کی تمام بیماریوں کیلئے نسخہ شفاء ہے۔پس تم دونوں شفاؤں کو لازم پکڑو۔نمبرا۔قرآن کو نمبر۲۔شہد کو۔بدعت رفض علیھم ماعلیھم نحل سے علی اور ان کی قوم مراد ہے۔

نکتہ: اور بعض نے کہا ایک شخص نے مہدی عباسی کے سامنے کہا انما النحل بنو ھاشم یخرج من بطونھم العلم تو دوسرے آدمی نے اس کو جواباً کہا پھر تو اللہ تعالیٰ نے تمہارا طعام وشراب اس میں مقرر کردیا جوان کے پیٹوں سے برآمد ہوتا ہے۔اس پر مہدی ہنس پڑا۔اور منصور کو یہ بات بیان کی تو انہوں نے اس کو ایک دلچسپ چیستان کے طور پر بیان کرنا شروع کردیا۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ (بیشک اس میں البتہ نشانی ہے سوچ وبچار کرنے والے لوگوں کیلئے) جو اس کے عجیب پہلو میں غور کرتے ہیں۔پس ان کو معلوم ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے مکھی کو علم وفطانت سے نوازا ہے جیسا کہ اہل عقل کو عقل سے۔

عمر کا رذیل حصہ:

۷۰: وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ یَتَوَفّٰىكُمْ (اور اللہ تعالیٰ ہی نے تمہیں پیدا کیا پھر وہ تمہیں وفات دیں گے) تمہاری ارواح کو ابدان سے قبض کرنے کے بعد وَمِنْكُمْ مَّنْ یُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ (اور بعض تم میں سے لوٹائے جاتے ہیں رذیل ترین عمر کی طرف) خسیس اور حقیر ترین عمر کی طرف اور وہ پچھتر سال کی ہے۔نمبر۲۔اسی سال کی ہے۔نمبر۳۔نوے سال کی ہے۔لِكَیْ لَا یَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَیْئًا (جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ وہ ایک چیز سے باخبر ہونے کے بعد بے خبر ہو جاتا ہے) جس کا نتیجہ علم کا بھولنا ہوتا ہے۔نمبر۲۔تاکہ اپنے علم سے زیادہ علم کو وہ نہ جانے۔اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ (بیشک اللہ علم والے ہیں) وہ اکمل کو ارذل میں تبدیل کا فیصلہ فرماتے ہیں۔نمبر۲۔احیاء سے افناء کی طرف فیصلہ فرماتے ہیں۔قَدِیْرٌ (وہ قدرت والے ہیں) وہ اشیاء کو جس طرح جن اشیاء سے بدلنا چاہتے ہیں بدل ڈالتے ہیں۔

وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِى الرِّزْقِ ۚ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّىْ رِزْقِهِمْ عَلٰى

اور اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر رزق میں فضیلت دی، سو جن لوگوں کو فضیلت دی گئی وہ اپنا رزق اپنے غلاموں کو اس طرح دینے والے

مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ ۭ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴿٧١﴾ وَاللّٰهُ جَعَلَ

نہیں ہیں کہ وہ سب اس میں برابر ہو جائیں، کیا پھر بھی اللہ کی نعمت کا انکار کرتے ہیں، اور اللہ نے تم میں سے تمہارے لئے

لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً وَّرَزَقَكُمْ

بیویاں بنا دیں، اور تمہاری ان بیویوں سے تمہارے لئے بیٹے اور پوتے پیدا فرما دیئے، اور تمہیں عمدہ چیزیں کھانے کے لئے

مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۭ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ ﴿٧٢﴾ وَيَعْبُدُوْنَ

عطا فرمائیں، کیا پھر بھی وہ باطل پر ایمان لاتے ہیں، اور اللہ کی نعمت کی ناشکری کرتے ہیں، اور وہ لوگ اللہ کے سوا

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَيْـًٔا وَّلَا

ان چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو آسمانوں میں سے اور زمین میں سے انہیں رزق دینے کا ذرا بھی اختیار نہیں رکھتیں اور نہ

يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿٧٣﴾ فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا

انہیں قدرت ہے، سو تم اللہ کے لئے امثال تجویز نہ کرو اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں

تَعْلَمُوْنَ ﴿٧٤﴾

جانتے۔

غلام وآقا میں برابری نہیں تو مخلوق کو خالق کے کیسے برابر کرلیا:

۷۱: وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِى الرِّزْقِ (اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے بعض کو بعض پر رزق میں فضیلت عنایت فرمائی) یعنی رزق میں تمہارے مختلف درجات بنائے۔ تمہیں تمہارے غلاموں سے افضل رزق دیا حالانکہ وہ بھی تمہارے جیسے انسان ہیں۔ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا (پس وہ لوگ جن کو فضیلت دی) رزق میں یعنی مالک۔ بِرَآدِّىْ رِزْقِهِمْ عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ (وہ اپنے غلاموں کو اپنے مال کا حصہ لوٹانے والے نہیں ہیں) رآدّی کا معنی دینے والے۔ مناسب تو یہ تھا کہ اپنے سے بچا ہوا رزق و مال غلاموں کو دیتے تا کہ وہ مطعم و ملبس میں تمہارے برابر ہو جاتے۔ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ (پس وہ اس میں (تمہارے) برابر ہو جاتے)۔

نحو : یہ جملہ اسمیہ ہے۔ جو جملہ فعلیہ کی جگہ موضع نصب میں آیا ہے۔ کیونکہ یہ فاء کے ساتھ نفی کا جواب ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے فما الذین فضلوا بر آدّی رزقھم علی ملکت ایمانھم فیستووا مع عبیدھم فی الرزق ۔ درحقیقت یہ ایک مثال ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کیلئے بیان کیا جنہوں نے شریک بنائے ۔ پس فرمایا تم اپنے اور اپنے غلاموں کے درمیان ان چیزوں میں برابری کرنے کیلئے تیار نہیں ہو جو میں نے تمہیں عنایت کی ہیں ۔ تم نہ ان کو ان میں حصہ دار بناتے ہو۔ اور نہ یہ بات اپنے نفوس کیلئے گوارا کرتے ہو۔ پھر تم نے میرے لئے میرے بندوں کو کیسے شریک بنا کر کھڑا کر دیا؟ (یاللاسف علیکم) اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ (کیا وہ انعام الٰہیہ کا انکار کرتے ہیں)

قراءت: ابوبکر نے تجحدون پڑھا۔ اس کو من جملہ جحو دِنعمت سے قرار دیا ہے۔

ازواج اور عظیم نعمت :

۷۲: وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا (اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تمہارے نفوس میں سے تمہاری بیویاں بنائیں) انفسکم سے مراد جنس ہے۔ وَّ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً (اور اس نے بنایا تمہارے لئے تمہاری بیویوں میں سے بیٹے اور پوتے) حفدہ جمع حافد کی ہے۔ اس کو کہا جاتا ہے جو اطاعت میں جلدی کرے اور خدمت میں چابکدستی اختیار کرے۔ اسی سے یہ قول قنوت والا ہے۔ والیك نسعی و نحفد۔ یعنی ہم دوڑتے اور اطاعت میں جلدی کرتے ہیں۔ پھر اس میں اختلاف ہے بعض نے کہا یہ بیٹوں کی اولاد کو کہتے ہیں دوسرا قول یہ ہے کہ اولاد کی اولاد۔ مطلب آیت کا یہ ہے کہ اس نے تمہارے لئے حفدہ بنائے یعنی خادم بنائے جو تمہاری مصلحتوں میں تمہارے معاون اور مددگار ہیں۔ وَّ رَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ (اور تمہیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا) یعنی ان میں سے بعض سے۔ کیونکہ تمام طیبات تو جنت میں ہونگے۔ اور دنیا کے طیبات تو اس کا فقط نمونہ ہیں۔ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ (کیا وہ بے بنیاد بات کو مانتے رہیں گے) اس باطل بات سے مراد بتوں کا نافع اور شفیع قرار دینا ہے۔ وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ (اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کا) نعمت سے یہاں اسلام مراد ہے۔ هُمْ يَكْفُرُوْنَ (وہ انکار و ناشکری کرتے ہیں) نمبرا۔ الباطل سے شیطان مراد ہے۔ اور نعمت سے مراد محمد ﷺ ہیں۔ نمبر۲۔ الباطل سے مراد شیطان کی تعلیم کردہ بحیرہ، سائبہ وغیرہ والی تحریمات اور نعمت اللہ سے مراد اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ اشیاء ہیں۔

۷۳: وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَالَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَيْئًا (اور وہ عبادت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کی جو ان کو نہ آسمانوں سے اور نہ زمین میں سے ذرہ بھر رزق پہنچانے کی طاقت و اختیار رکھتے ہیں) یعنی بت وہ جماد ہیں۔ وہ ذرہ بھر رزق کے مالک نہیں۔ الرزق مصدری معنی اور ما یرزق (جو چیز دی جائے) میں استعمال ہوتا ہے۔

نحو : اگر مصدری معنی ہو تو شیئاً منصوب ہے۔ ای لا یملك ان یرزق شیئاً وہ مالک نہیں کہ وہ رزق دیں ذرہ بھر۔ نمبر۲۔ اور اگر مرزوق مراد ہو تو شیئا بدل ہے۔ ای ورزقا قلیلا کہ وہ معمولی سا رزق بھی دینے کا اختیار نہیں رکھتے۔ نمبرا۔ من السمٰوت والارض یہ رزق کا صلہ ہے جبکہ وہ مصدر ہو۔ تقدیر عبارت یہ ہے لا یرزق مِنَ السَّمٰوٰتِ مَطَرًا وَّلَا مِنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا۔ وہ آسمان سے نہ بارش دے سکتے ہیں اور نہ زمین سے نبات اگا سکتے ہیں۔

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّمَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا

اللہ نے ایک مثال بیان فرمائی، ایک غلام مملوک ہے جو کسی چیز پر قادر نہیں اور ایک وہ شخص ہے جسے ہم نے اپنے پاس سے اچھا رزق

حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّجَهْرًا ۗ هَلْ يَسْتَوٗنَ ۚ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۗ بَلْ اَكْثَرُهُمْ

عطا کیا، سو وہ اس میں سے پوشیدہ طور پر اور لوگوں کے سامنے خرچ کرتا ہے کیا یہ برابر ہو سکتے ہیں؟ سب تعریف اللہ کے لئے ہے، بلکہ بات یہ ہے کہ ان میں اکثر لوگ

لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَآ اَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ

نہیں جانتے، اور اللہ نے ایک مثال بیان فرمائی، یہ مثال دو آدمیوں کے بارے میں ہے ان میں سے ایک گونگا ہے وہ کسی چیز پر قادر نہیں

وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوْلٰىهُ ۙ اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُّ لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ ۗ هَلْ يَسْتَوِيْ هُوَ ۙ وَمَنْ

اور اپنے ولی پر مصیبت بنا ہوا ہے وہ اسے جہاں بھی بھیجتا ہے کوئی خیر لے کر نہیں آتا کیا یہ شخص اور ایسا شخص آپس میں برابر ہو سکتے ہیں جو

يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ ۙ وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۷۶﴾ ع

اچھی باتوں کا حکم دیتا ہو اور وہ سیدھے راستہ پر ہو

نمبر۲۔ اور اگر مرزوق کا اسم ہو تو پھر یہ صفت ہے۔

وَّلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ (اور نہ اس کی طاقت رکھتے ہیں) اس کی ضمیر ما کی طرف لوٹتی ہے کیونکہ وہ ماالھہ کے معنی میں ہے بلحاظ لفظ کے اس لئے کہ اس سے پہلے لایملک فرمایا۔ اور معنی یہ بنے گا وہ رزق کے مالک نہیں اور نہ ان کے لئے مالک بننے کا امکان ہے اور نہ یہ بات ان سے ہو سکتی ہے۔

اللہ بے مثل ہے:

۷۴: فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ (پس تم نہ بیان کرو اللہ تعالیٰ کیلئے مثالیں) نہ بناؤ اللہ تعالیٰ کیلئے مثال اس لئے کہ اس کا کوئی مثل نہیں۔ یعنی اس کا کسی کو شریک نہ بناؤ۔ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ (بیشک اللہ تعالیٰ جانتا ہے) مخلوق میں اس کا کوئی مثل نہیں۔ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (اور تم نہیں جانتے) اس بات کو۔ نمبر۲۔ اللہ تعالیٰ مثال بیان کرنا جانتے ہیں اور تم اس کو نہیں جانتے۔ مگر تفسیر اول اولیٰ ہے پھر مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

مخلوق کو اللہ کا شریک بنانے کی پہلی مثال:

۷۵: ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا۔ (اللہ تعالیٰ نے مثال بیان کی کہ ایک شخص کا ایک غلام ہے)۔

نحو: عبدًا یہ مثلاً سے بدل ہے۔ مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّمَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ (ایک

مملوک جو کسی چیز پر قدرت نہ رکھتا ہو اور وہ جس کو ہم نے اچھا رزق دے رکھا ہو۔ اور وہ اس میں سے اعلانیہ و پوشیدہ خرچ کرتا ہو) سِرًّا وَّ جَهْرًا یہ دونوں مصدر ہیں جو موضع حال میں واقع ہیں۔ یعنی تمہارے اللہ تعالیٰ کے ساتھ بتوں کو شریک کرنے کی مثال ایسی ہے جیسا کہ کوئی عبد مملوک جو تصرف سے بھی عاجز ہو اور شریف سردار، بااختیار مالدار مالک جو اپنے مال میں اپنی مرضی سے تصرف کرتا ہو اور اس میں سے جتنا چاہے خرچ کرتا ہو ان کو برابر قرار دینے کی طرح ہے۔

نکتہ: عبداً کو مملوک سے مقید کر دیا تا کہ حُرّ سے ممتاز ہو جائے کیونکہ عبد کا لفظ تمام پر بولا جاتا ہے۔ اس لئے کہ دونوں ہی اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں۔ لایقدر علی شیء کی قید بھی لگائی تا کہ مکاتب و ماذون سے الگ کر دیا جائے یہ دونوں قسم کے غلام تصرف کی قدرت رکھتے ہیں۔ مَنْ موصوفہ ہے یعنی اور آزاد جس کو ہم نے رزق دیا تا کہ عبد کے مطابق تقابل ہو جائے۔ نمبر۲۔ موصولہ ہے۔ هَلْ يَسْتَوٗنَ (کیا یہ برابر ہیں) ضمیر جمع ارادۂ جمع کی وجہ سے لائے۔ یعنی یہ دونوں قسمیں برابر نہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں بلکہ اکثر ان میں جانتے ہی نہیں) کہ حمد و عبادت اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے۔ پھر مزید وضاحت فرمائی۔

دوسری مثال' اللہ نعمتوں کے فیضان والا اور دوسروں کے پاس کچھ بھی نہیں:

۷۶: وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَآ اَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ (اور اللہ تعالیٰ نے ایک اور مثال بیان کی۔ دو آدمی ہیں ایک ان میں سے گونگا کوئی کام نہیں کر سکتا) الابکم وہ شخص جو پیدائشی گونگا ہو اور سمجھ نہ رکھتا ہو۔ وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوْلٰهُ (وہ اپنے آقا پر بوجھ ہو) وہ بوجھ ہے اور اپنے آقا کی عیال داری میں رہتا ہے۔ اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُّ لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ (اس کو وہ جہاں بھی بھیجتا ہے کوئی کام ٹھیک کر کے نہیں لاتا) جس جگہ اس کو بھیجتا ہے اور کسی ضرورت کی خاطر روانہ کرتا ہے یا کسی اہم کام کو پورا کرنے کی غرض سے بھیجتا ہے تو نہ فائدہ دیتا ہے اور نہ کامیابی پا کر لوٹتا ہے۔

هَلْ يَسْتَوِيْ هُوَ وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ (کیا یہ شخص اور ایسا شخص باہم برابر ہو سکتے ہیں جو اچھی باتوں کا حکم دے) یعنی جو سلیم الحواس، نفع مند، کفایت والا، رشد و دیانت سے مزین ہو پھر لوگوں کو عدل و خیر کی تعلیم بھی دیتا ہو۔ وَهُوَ (اور وہ) ذاتی طور پر عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (سیدھی راہ پر ہو) نیک سیرت ہو۔ مضبوط دین پر قائم ہو۔ یہ دوسری مثال ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کیلئے بیان فرمایا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر رحمت کے آثار اور نعمتوں کے فیضان کرتا ہے۔ اور اصنام محض مردہ و بے جان نہ نفع کے مالک ہوتے ہیں اور نہ نقصان کی طاقت رکھتے ہیں۔

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَآ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ ؕ

اور اللہ ہی کے لئے ہیں آسمانوں کی اور زمین کی پوشیدہ باتیں، اور قیامت کا معاملہ بس ایسا ہی ہے جیسے آنکھ کا جھپکنا یا اس سے بھی زیادہ قریب،

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۷۷

بلاشبہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اللہ قیامت کے علم والا اور ایک لمحہ میں لانے کی قدرت والا:

۷۷: وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اور اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے پوشیدہ باتیں آسمانوں اور زمین کی) نمبر ا۔ بندوں سے جن چیزوں کا علم آسمانوں اور زمین میں پوشیدہ ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ وہ خاص ہے اور بندوں سے اس کا علم بھی مخفی ہے۔ نمبر ۲۔ غیب السمٰوٰتِ والارض سے قیامت مراد ہے۔ اس طرح کہ اس کا علم اھل السمٰوٰت والارض سے مخفی ہے اور اس کی اطلاع کسی مخلوق کو نہیں ہے۔ جو آسمان وزمین میں بسنے والی ہے۔ وَمَآ اَمْرُ السَّاعَةِ (اور قیامت کا علم نہیں) قریب ہونے میں اور سرعت قیام ووقوع میں اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ (مگر ایک پلک جھپک کی طرح) جیسے نگاہ کا لوٹنا۔ اس کو بطور مثال ذکر کیا کیونکہ اس سے زیادہ قلیل زمانہ لوگوں میں پہچانا نہیں جاتا اَوْ هُوَ اَقْرَبُ (یا اس سے بھی قریب تر) آو یہاں شک مخاطب کیلئے نہیں ہے۔ نمبر ۲۔ اَوْ بَلْ کے معنی میں ہے بَلْ هُوَ اَقْرَبُ بلکہ وہ اس سے بھی قریب تر ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (بیشک اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر قدرت ہے) وہ قیامت کو قائم کرنے کی طاقت رکھتے ہیں۔ اور مخلوق کو اٹھانے کی بھی۔ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی بعض مقدورات میں سے ہے۔ پھر دلالت علی القدرت کیلئے فرمایا۔

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ۙ وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ

اور اللہ نے تمہیں ماؤں کے پیٹوں سے نکالا تم کچھ بھی نہ جانتے تھے، اور اس نے تمہارے لئے کان اور آنکھ اور دل

وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۸﴾ اَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِيْ جَوِّ

پیدا فرمائے، تاکہ تم شکر کرو کیا انہوں نے پرندوں کو نہیں دیکھا کہ آسمان کی فضا میں مسخر

السَّمَآءِ ۭ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَاللّٰهُ

ہیں، اللہ کے سوا انہیں کوئی نہیں روکتا۔ بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں، جو ایمان لاتے ہیں اور اللہ نے

جَعَلَ لَكُمْ مِّنْۢ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا

تمہارے لئے تمہارے گھروں میں رہنے کی جگہ بنائی، اور تمہارے لئے جانوروں کی کھالوں کے گھر بنائے جن کو تم سفر کرنے کے لئے اور مقام کرنے کے

يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ ۙ وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَآ اَثَاثًا

دن ہلکا پاتے ہو، اور اون اور اونٹوں کے بالوں اور دوسرے بالوں سے گھر کا سامان اور دوسری چیزیں بنائیں

وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ﴿۸۰﴾ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ

جو ایک مدت تک کام دیتی ہیں، اور اللہ نے جو کچھ پیدا فرمایا ہے ان میں بعض چیزیں ایسی ہیں جو سایہ والی ہیں اور اس نے تمہارے لئے پہاڑوں میں چھپنے

الْجِبَالِ اَكْنَانًا وَّجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ ۭ

کی جگہیں بنائیں اور تمہارے لئے کرتے بنائے جو تمہیں گرمی سے بچاتے ہیں اور ایسے کرتے بنائے جو لڑائی سے تمہاری حفاظت کرتے ہیں،

كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ ﴿۸۱﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا

اللہ تم پر ایسے ہی اپنی نعمت پوری فرماتا ہے تاکہ تم فرماں بردار بنو، سو اگر یہ لوگ اعراض کریں تو آپ کے ذمہ صرف

عَلَيْكَ الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۸۲﴾ يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا وَاَكْثَرُهُمُ

واضح طور پر پہنچا دینا ہے، یہ لوگ اللہ کی نعمت کو پہچانتے ہیں پھر اس کے منکر ہوتے ہیں ان میں سے اکثر

الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۳﴾ ع

ناشکرے ہیں۔

۱۱ ع ۷ ۱۷

نمونہ ہائے قدرت آیت نمبر ۸۱ تک :

۷۸: وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ (اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹ سے نکالا)

نحو: قراءت: علی نے اِمِّهَاتِكُمْ پڑھا۔ الف کا کسرہ نون کی اتباع میں اور میم کا فتحہ۔ اور حمزہ نے دونوں میں کسرہ پڑھا اِمِهات میں ھاء کو تاکید کیلئے بڑھایا گیا۔ جیسا کہ اِراق میں اِهْراق کہتے ہیں البتہ واحد میں ھاء کا اضافہ خلافِ قاعدہ ہے۔

لَا تَعْلَمُوْنَ شَیْئًا (تم کچھ نہ جانتے تھے)

نحو: یہ حال ہے یعنی تم اس منعم کا حکم کچھ بھی جاننے والے نہ تھے جس نے تمہیں ماؤں کے پیٹ میں پیدا کیا۔ وَّ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (اور تمہارے لئے کان، آنکھیں اور دل بنائے تاکہ تم شکر گزار بنو۔) یعنی ان چیزوں کو تمہارے جسم میں اس لئے جوڑا ہے تاکہ جہالت کے ازالہ کا ذریعہ بن جائے۔ جس جہالت کے ساتھ تم پیدا ہوئے۔ اور ان آلات سے علم اور عمل جو منعم کا شکریہ اور اس کی عبادت اور اس کے حقوق کی ادائیگی کر سکو۔

الافئدة فؤاد، کی جمع ہے جیسے اغربہ غراب کی جمع ہے یہ جمع قلت ہے جو کہ جمع کثرت کے قائم مقام استعمال ہوتی ہے۔ کیونکہ اس کے علاوہ میں یہ اہل لغت سے سننے میں نہیں آئی۔

۷۹: اَلَمْ یَرَوْا (کیا وہ نہیں دیکھتے) قراءت: شامی اور حمزہ نے تاء سے پڑھا ہے۔ اِلَی الطَّیْرِ مُسَخَّرٰتٍ (پرندوں کو جو فضاء میں مسخر ہو رہے ہیں) اڑنے کیلئے زیر فرمان ان پروں کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے پیدا فرما دیے اور ان موافق اسباب سے جو اس کے لئے ان کو میسر فرما دیئے ہیں۔ فِیْ جَوِّ السَّمَآءِ (آسمان کی فضاء میں) فضاء اس ہوا کو کہتے ہیں جو بلند آسمان کی سمت میں زمین سے دور ہے۔ مَا یُمْسِكُهُنَّ (نہیں ان کو تھامتا) پروں کو سمیٹنے اور پھیلانے اور فضاء میں ٹھہرانے میں اِلَّا اللّٰهُ (مگر اللہ تعالیٰ) اپنی قدرت کے ساتھ۔ **ازالہ:** اس میں اس وہم کا ازالہ ہے جو قوائے طبعیہ کی خاصیت اس کو قرار دینے لگے۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ (بیشک اس میں البتہ نشانیاں ہیں ان لوگوں کیلئے جو یقین رکھتے ہیں) کہ مخلوق کو خالق سے کبھی بھی استغناء نہیں ہو سکتا۔

۸۰: وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْۢ بُیُوْتِكُمْ سَكَنًا (اور اللہ تعالیٰ نے ہی تمہارے لئے گھروں میں رہائش کی جگہ بنائی) سَكَنًا مصدر ہے یہ سکن بمعنی مسکون جہاں رہائش اختیار کی جائے۔ اور اس کی طرف علیحدگی اختیار کی جائے جیسے گھریا انس کی جگہ۔ وَّ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُیُوْتًا (اور تمہارے لئے چوپایوں کی کھال کے گھر بنائے) اس سے چرمی خیمے مراد ہیں۔ تَسْتَخِفُّوْنَهَا (جن کو ہلکا پھلکا پاتے ہو) لگانے کیلئے اٹھانے میں ان کو ہلکا پھلکا پاتے ہو اور اسی طرح اکھاڑنے اور منتقل کرنے کیلئے ہلکا پاتے ہو۔ یَوْمَ ظَعْنِكُمْ (تمہارے کوچ کے دن)

قراءت: کوفی شامی نے عین کے سکون سے پڑھا۔ دوسروں نے عین کا فتحہ پڑھا ہے۔ الظعن عین مفتوح اور ساکن کی صورت میں اس کا معنی ارتحال و کوچ ہے۔ وَیَوْمَ اِقَامَتِكُمْ (اور تمہارے اقامت کے دن) جب تم اپنے گھروں میں ٹھہرتے ہو۔ مطلب یہ ہے وہ اوقات حضر و سفر میں تمہارے لئے ہلکے پھلکے ہیں۔ اس طرح کہ یوم کا معنی وقت کا لیا جائے۔ وَمِنْ اَصْوَافِهَا (اور ان کی

اون سے) یعنی بھیڑوں کی سے۔اون وَاَوْبَارِ ھَا (اوراونٹوں کی اون سے) اونٹ کی اون کووبر کہتے ہیں وَاَشْعَارِ ھَآ (اوران کے بالوں سے) بکری کے بال مراد ہیں۔اَثَاثًا (گھر کا سامان)وَّ مَتَاعًا (اور نفع بخش اشیاء)وہ چیز جس سے فائدہ اٹھائیں اس کومتاع کہتے ہیں۔اِلٰی حِیْنٍ (ایک وقت تک) زمانہ کی ایک مدت ۔

۸۱: وَاللّٰهُ جَعَلَ لَکُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلاً (اللہ تعالیٰ نے بنا دیئے تمہارے لئے اس میں سے بعض چیزوں کے سائے) مثلاً درخت، چھتیں وَّ جَعَلَ لَکُمْ مِّنَ الْجِبَالِ اَکْنَانًا (اوراس نے بنائے پہاڑوں میں تمہارے لیے پناہ گا ہیں) اکنان جمع کِنٌّ کی ہے جو چیز تمہیں چھپائے جیسے غار، کھوہ،وَّ جَعَلَ لَکُمْ سَرَابِیْلَ (اور بنائے تمہارے لئے کُرتے) سرابیل کُرتوں کو کہتے ہیں اور اون کے کپڑوں پر بولا جاتا ہے اسی طرح کتان اور کپاس کے بنے ہوئے کپڑوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔تَقِیْکُمُ الْحَرَّ (جو تمہیں گرمی سے بچاتے ہیں)وہ سردی سے بھی بچاتے ہیں۔مگر دونوں ضدوں میں سے ایک کے تذکرے پر اکتفاء کیا۔کیونکہ گرمی سے بچنا ان کے ہاں زیادہ اہم تھا۔اور سردی معمولی اور قابل برداشت تھی۔

وَسَرَابِیْلَ تَقِیْکُمْ بَاْسَکُمْ (اور ایسے کُرتے جولڑائی سے تمہیں بچاتے ہیں) لوہے کی زر ہیں جولڑائی میں دشمنوں کے ہتھیاروں کولوٹاتی اور بچاتی ہیں۔باس لڑائی کی سختی کو کہتے ہیں۔السربال کالفظ عام ہے لوہے یا غیرلوہے ہر قسم کے کُرتے پر بولا جاتا ہے۔کَذٰلِکَ یُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْکُمْ لَعَلَّکُمْ تُسْلِمُوْنَ (اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی نعمت کوتم پر مکمل کرتے ہیں تا کہ تم فرمانبرداری اختیار کرو) یعنی اس کی ان نعمتوں پر نگاہ ڈالو۔جن کا فیضان تم پر جاری وطاری ہے۔پس اس کی ذات پر ایمان لا کر اس کی اطاعت اختیار کرو۔

ان انعامات کو دیکھ کر تو منعم حقیقی کو پہچاننا چاہئے :

۸۲: فَاِنْ تَوَلَّوْا (پس اگر وہ منہ پھیرلیں) یعنی اسلام لانے سے اعراض کریں۔فَاِنَّمَا عَلَیْکَ الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ (تو بیشک تم پر تو صاف صاف پہنچا دینا ہے)اس کا تم پر مؤاخذہ ووبال نہ ہوگا۔کیونکہ تمہارے ذمہ ظاہر تبلیغ ہے اور وہ آپ نے کردی۔(ماننا نہ ماننا انکا کام ہے)

۸۳: یَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ (وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو پہچانتے ہیں)وہ نعمتیں جن کو ہم نے اپنے اقوال سے گن کر بیان کر دیا۔پھر یہ بھی اقرار کرتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ثُمَّ یُنْکِرُوْنَهَا (پھر انکا انکار کرتے ہیں) یعنی اپنے افعال وکردار سے کہ غیر منعم کی عبادت کرتے ہیں نمبر۲۔سختیوں میں اقرار پھر خوشحالی میں انکار کرتے ہیں۔وَاَکْثَرُهُمُ الْکٰفِرُوْنَ (اوران کی اکثریت انکاری ہے) شدت سے انکاری ہیں کہ اعتراف بھی نہیں کرتے۔نمبر۲۔اللہ تعالیٰ کی نعمت یعنی نبوت محمد ﷺ کو پہچانتے ہیں۔پھر عناد سے انکار کرتے ہیں۔اوران کی اکثریت سخت انکاری اور دلوں سے انکاری ہیں ثُمَّ اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ پہچان مکمل ہونے کے بعد انکا انکار بہت ہی بعید ہے کیونکہ جو نعمت کو پہچان لے اس پر اعتراف وتشکر لازم ہے نہ کہ انکار وعناد۔

وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا وَلَا هُمْ

اور جس دن ہم ہر امت سے ایک گواہ قائم کریں گے پھران لوگوں کو اجازت نہ دی جائے گی جنہوں نے کفر کیا، اور نہ ان سے اس بات کی فرمائش کی جائے

يُسْتَعْتَبُونَ ﴿٨٤﴾ وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ ظَلَمُوا الْعَذَابَ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ وَلَا هُمْ

گی کہ اللہ کو راضی کرلیں، اور جن لوگوں نے ظلم کیا جب وہ عذاب کو دیکھیں گے تو ان سے ہلکا نہیں کیا جائے گا اور نہ مہلت انہیں دی

يُنْظَرُونَ ﴿٨٥﴾ وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ أَشْرَكُوا شُرَكَاءَهُمْ قَالُوا رَبَّنَا هَٰؤُلَاءِ شُرَكَاؤُنَا

جائے گی، اور جن لوگوں نے شرک کیا جب اپنے شرکاء کو دیکھیں گے تو یوں کہیں گے کہ اے ہمارے رب یہ ہمارے وہ شرکاء ہیں

الَّذِينَ كُنَّا نَدْعُو مِنْ دُونِكَ ۖ فَأَلْقَوْا إِلَيْهِمُ الْقَوْلَ إِنَّكُمْ

آپ کو چھوڑ کر ہم جن کی عبادت کرتے تھے، سو وہ ان کی طرف بات ڈالتے ہوئے کہیں گے کہ بلاشبہ تم

لَكَاذِبُونَ ﴿٨٦﴾ وَأَلْقَوْا إِلَى اللَّهِ يَوْمَئِذٍ السَّلَمَ ۖ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا

جھوٹے ہو، اور اس دن اللہ کے حضور میں فرماں برداری کی باتیں کرنے لگیں گے اور جو کچھ افتراء پردازی کرتے تھے وہ سب

يَفْتَرُونَ ﴿٨٧﴾ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ زِدْنَاهُمْ عَذَابًا فَوْقَ

گم ہو جائے گی، جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کے راستہ سے روکا ہم عذاب پر ان کا عذاب بڑھا دیں

الْعَذَابِ بِمَا كَانُوا يُفْسِدُونَ ﴿٨٨﴾ وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا عَلَيْهِمْ

گے اس سبب سے کہ وہ فساد کرتے تھے، اور جس دن ہم ہر امت میں ایک گواہ قائم کریں گے

مِنْ أَنْفُسِهِمْ ۖ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيدًا عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ ۚ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ

جو انہیں میں سے ہوگا وہ ان کے خلاف گواہی دے گا، اور ہم آپ کو ان لوگوں پر گواہ بنا کر لائیں گے، اور ہم نے آپ پر کتاب نازل کی ہے

تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ ﴿٨٩﴾ ع ١٢ ١٨

جو ہر چیز کو بیان کرنے والی ہے اور فرماں برداروں کے لئے ہدایت ہے اور رحمت ہے اور خوشخبری ہے

قیامت کے مناظر:

۸۴: وَيَوْمَ (اور جس دن) یہ اذکر محذوف کی وجہ سے منصوب ہے۔ نَبْعَثُ (ہم اٹھائیں گے) ہم جمع کریں گے مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا (ہر امت میں سے ایک گواہ) وہ پیغمبر ہونگے جو ان کے حق اور مخالفت میں تصدیق کی گواہی دیں گے۔ اور تکذیب کی اور

ایمان وکفر کی۔ ثُمَّ لَا یُؤْذَنُ لِلَّذِیْنَ کَفَرُوْا (پھر کافروں کیلئے اجازت نہ دی جائے گی) کہ وہ معذرت کرلیں۔ مطلب یہ ہے کہ ان کے پاس کوئی دلیل نہ ہوگی اذن کے ترک سے یہ ثابت ہوگیا کہ ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔ اور نہ ہی عذر وَلَا ھُمْ یُسْتَعْتَبُوْنَ (اور نہ ان سے راضی کرنے کی فرمائش کی جائے گی) نہ ان سے رضا طلب کی جائے گی ان سے یہ نہ کہا جائے گا کہ تم اپنے رب کو راضی کرلو۔ کیونکہ آخرت دار العمل نہیں۔ ثُمَّ کو یہاں لانے کا مطلب یہ ہے کہ ان کو انبیاء علیہم السلام کی شہادت کے بعد آزمایا جائے گا۔ جو اس سے زیادہ زبردست اور غالب ہے اور وہ یہ ہے کہ ان کو کلام سے روک دیا جائے گا۔ اور معذرت کرنے اور حجت پیش کرنے کا موقعہ نہ دیا جائے گا۔

۸۵: وَاِذَارَ اَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا (اور ظالم لوگ دیکھیں گے) ظَلَمُوْا سے مراد کافر ہیں۔ الْعَذَابَ فَلَا یُخَفَّفُ عَنْھُمْ (وہ عذاب ان سے ہلکا نہ کیا جائے گا) وہ عذاب جو داخل ہونے کے بعد ہوگا وَلَا ھُمْ یُنْظَرُوْنَ (اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی) نہ اس سے پہلے مہلت دی جائے گی)

۸۶: وَاِذَارَاَ الَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا شُرَکَآءَ ھُمْ (اور جب مشرک اپنے شرکاء کو دیکھیں گے) ان اوثان کو جن کی وہ عبادت کرتے تھے۔ قَالُوْا رَبَّنَا ھٰٓؤُلَآءِ شُرَکَآؤُنَا (وہ کہیں گے اے ہمارے رب یہ ہمارے شرکاء ہیں) یعنی وہ معبود جن کو ہم نے تیرا شریک بنایا۔ الَّذِیْنَ کُنَّا نَدْعُوْا مِنْ دُوْنِكَ (وہ جن کو ہم تیرے سوا پکارتے تھے) نَدْعُوْا کا معنی عبادت کرنا۔ فَاَلْقَوْا اِلَیْھِمُ الْقَوْلَ اِنَّکُمْ لَکٰذِبُوْنَ (وہ ان کی طرف بات ڈالیں گے۔ بیشک تم جھوٹ بولتے ہو) وہ تکذیب کرتے ہوئے جواب دیں گے کیونکہ وہ جماد تھے وہ عابدین کو جانتے ہی نہ تھے کہ کون ان کی پوجا کررہا ہے۔ نمبر۲۔ احتمال یہ ہے کہ وہ ان کی اس بارے میں تکذیب کریں گے کہ تم نے ہمیں شرکاء اور الٰہہ کا نام دیا حالانکہ یہ جھوٹ ہے۔ یہ اس لئے کہیں گے تاکہ اللہ تعالیٰ کا شرک سے منزہ اور پاک ہونا ثابت وظاہر ہوجائے۔

۸۷: وَاَلْقَوْا یعنی وہ ظالم وکافر اِلَی اللّٰہِ یَوْمَئِذِ ن السَّلَمَ (وہ مشرک لوگ اس روز اللہ کے سامنے اطاعت کی باتیں کرنے لگیں گے) القاء السلم سے اللہ تعالیٰ کے حکم کو سامنے مکمل فرمانبرداری اس کے بعد کہ دنیا میں انکار اور استکبار سے کام لیا۔ وَضَلَّ عَنْھُمْ (اور ان سے گم ہوجائیں گے) اور باطل ہوجائیں گے مَّا کَانُوْا یَفْتَرُوْنَ (جو وہ افتراء کیا کرتے تھے) کہ اللہ تعالیٰ کے شریک ہیں اور وہ ان کی مدد کرتے ہیں اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کریں گے جبکہ وہ ان کی تکذیب کریں گے ایک اور ان سے بیزاری کا اظہار کریں گے۔

دوعذابوں کا حقدار:

۸۸: اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا (وہ لوگ جو کافر ہوئے) ذاتی طور پر وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ (اور انہوں نے دوسروں کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکا) اور دوسروں کو کفر پر آمادہ کیا۔ زِدْنٰھُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ (ہم ان کے عذاب پر عذاب میں اضافہ کریں گے) ایک ان کے خود کفر کا عذاب اور دوسرا اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکنے کا عذاب بِمَا کَانُوْا یُفْسِدُوْنَ (اس سبب سے کہ وہ فساد انگیزی کرتے تھے) اس وجہ سے کہ وہ روکنے کی وجہ سے لوگوں کو فساد میں مبتلا کرنے والے تھے۔

چوتھا منظر:

۸۹: وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا عَلَيْهِمْ مِّنْ اَنْفُسِهِمْ (اور جس دن ہم ہر امت میں سے ایک گواہ ان کے مقابلہ میں قائم کردیں گے) یعنی انکا پیغمبر کیونکہ انبیاء علیہم السلام انہی میں سے انہی کی طرف مبعوث ہوتے ہیں۔ وَجِئْنَا بِكَ (اور ہم آپ کو لائیں گے) اے محمد ﷺ شَهِيْدًا عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ (ان پر گواہ بنا کر) هٰٓؤُلَآءِ سے آپ کی امت مراد ہے۔

قرآن تبیان ہے:

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا (اور ہم نے تم پر کتاب کو اتارا جو تمام ضروریاتِ دین کو بیان کرنے والی ہے) یعنی فصیح و بلیغ ہے لِّكُلِّ شَيْءٍ امور دین احکام منصوص میں تو قرآن ظاہر ہے اسی طرح جو سنت سے ثابت ہیں۔ نمبر۲۔ یا اجماع سے ثابت ہو یا قول صحابہؓ سے ثابت ہو یا قیاس سے کیونکہ تمام کا مرجع کتاب اللہ ہے اسی قرآن میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں اتباع رسول اللہ ﷺ کا حکم دیا ہے۔ فرمایا: وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ [التغابن:۱۲] اور اجماع پر اس آیت میں آمادہ فرمایا: وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ [النساء:۱۱۵] اور رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کیلئے اتباع صحابہ کو اپنے اس ارشاد سے پسند کیا۔ **اصحابی کالنجوم بایهم اقتديتم اهتديتم** ۔ [بخاری ۵۶۸۴، مسلم ۲۲۱۷]

اور صحابہ کرامؓ نے اجتہاد کیا اور قیاس کیا اور اجتہاد و قیاس کے راستوں کو ہموار کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ ہمیں بھی اس کا حکم دیا گیا: فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ [الحشر:۲] پس سنت، اجماع اور قول صحابی اور قیاس ان تمام کا سہارا تبیان پر ہے۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ قرآن تبیانا لکل شیء ہے۔ وَّهُدًى وَّ رَحْمَةً وَّ بُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ (اور ہدایت اور رحمت اور خوشخبری ہے مسلمانوں کیلئے) حق کی راہنمائی اور ان کے لئے رحمت اور جنت کی بشارت ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِى الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ

بلاشبہ اللہ عدل کا اور احسان کا اور قرابت داروں کو دینے کا حکم دیتا ہے اور فحش کاموں سے اور برائیوں سے

وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْىِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۹۰﴾ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ

اور ظلم کرنے سے منع کرتا ہے، وہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے تا کہ تم نصیحت قبول کرو اور تم اللہ کے عہد کو پورا کرو

اِذَا عَاهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا وَقَدْ

جبکہ تم عہد کر لو، اور اپنی قسموں کو مؤکد کرنے کے بعد مت توڑو، حالانکہ تم اللہ کو اپنے اوپر گواہ

جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۹۱﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِىْ

بنا چکے ہو، بلاشبہ اللہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو اور اس عورت کی طرح نہ ہو جاؤ

نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا ۭ تَتَّخِذُوْنَ اَيْمَانَكُمْ دَخَلًۢا بَيْنَكُمْ اَنْ

جس نے اپنے کاتے ہوئے کو محنت کرنے کے بعد ذرا ذرا کر کے توڑ ڈالا، تم اپنی قسموں کو آپس میں فساد ڈالنے کا ذریعہ بناتے ہو

تَكُوْنَ اُمَّةٌ هِىَ اَرْبٰى مِنْ اُمَّةٍ ۭ اِنَّمَا يَبْلُوْكُمُ اللّٰهُ بِهٖ ۭ وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ يَوْمَ

اس وجہ سے کہ ایک جماعت دوسری جماعت سے بڑھی ہوئی ہو، بات یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس کے ذریعے آزماتا ہے، اور یہ بات ضروری ہے کہ قیامت کے دن

الْقِيٰمَةِ مَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۹۲﴾ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً

اللہ ان چیزوں کو بیان فرما دے گا جن میں تم اختلاف کرتے تھے، اور اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی جماعت بنا دیتا

وَّلٰكِنْ يُّضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَلَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾

لیکن وہ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے، اور تم جو اعمال کرتے تھے ان کے بارے میں تم سے ضرور باز پرس ہوگی،

جامع ترین آیت:

۹۰: اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ (بیشک اللہ تعالیٰ عدل کا حکم دیتے ہیں) اپنے مابین تمام حقوق میں برابری اور ترکِ ظلم، ہر صاحب حق کو اس کا حق دینا، اس کا نام عدل ہے۔ وَالْاِحْسَانِ (اور احسان و خوبی کا) اس کے ساتھ جو تمہارے ساتھ زیادتی برتے۔ نمبر۲۔ فرض و نفل۔ کیونکہ فرض میں تفریط لازماً ہو جائیگی ان کے نقصان کو رفع کرنے کیلئے ندب و نفل ہے۔ وَاِيْتَآئِ ذِى الْقُرْبٰى (قرابتداروں کو دینے کا) قرابت والوں کو دینا یہی صلہ رحمی ہے۔ وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ (اور منع کرتا ہے بے حیائی سے)

الفحشآء یعنی انتہائی قبیح گناہ وَالْمُنْكَرِ (اور منکر سے) منکر سے مراد وہ کام جن کو عقلیں اوپرا قرار دیتی ہیں۔ وَالْبَغْيِ (اور سرکشی) ظلم و کبر کے ذریعہ دوسرے پر زبردستی کرنا۔ يَعِظُكُمْ (وہ تم کو نصیحت کرتا ہے)۔

نحو: یہ حال ہے یا جملہ مستانفہ ہے لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ (تا کہ تم نصیحت حاصل کرو) اللہ تعالیٰ کے مواعظ سے نصیحت حاصل کرو۔ یہ آیت حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے اسلام کا سبب بنی۔ وہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حیاء کی وجہ سے اسلام لایا۔ کیونکہ آپ میرے سامنے کثرت سے اسلام پیش فرماتے رہے۔ مگر ایمان میرے دل میں پختہ نہ ہوا یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی۔ میں آپ کی خدمت میں موجود تھا۔ پس میرے دل میں ایمان مضبوط ہوگیا۔ آپ نے یہ آیت ولید بن المغیرہ کے سامنے پڑھی تو وہ کہہ اٹھا کہ اس میں حلاوت و شیرینی ہے۔ اور اس کے اوپر حسن و رونق ہے اور اس کا بالائی حصہ بارآور ہے۔ اور اس کا نچلا حصہ جو پانی والا ہے۔ اور وہ انسان کا کلام نہیں۔ ابوجہل نے کہا اس کا معبود اسے مکارم اخلاق کا حکم دیتا ہے۔ یہ قرآن مجید میں جامع ترین آیت ہے۔ اس میں خیر و شر جمع ہے۔ اسی لئے اس کو عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ سے خطبات میں پڑھا جارہا ہے۔ تا کہ ہر مامور و منہی سامنے آجائے۔

عہد پورا کرو:

۹۱: وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ (اور تم اللہ تعالیٰ کے وعدہ کو پورا کرو جب تم عہد کرو) اس سے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت مراد ہے جیسا کہ دوسرا مقام پر فرمایا ان الذین یبا یعونك انما یبایعون اللّٰه [الفتح: ۱۰] بیشک وہ لوگ جو آپ سے بیعت کرتے ہیں۔ بیشک وہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کرنے والے ہیں۔ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ (اور تم قسموں کو مت توڑو) بیعت والی قسم مراد ہے۔ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا (اس کے پختہ کرنے کے بعد) اس کے بعد کہ اس کو اللہ تعالیٰ کے نام سے مضبوط کیا۔ اور اکّد اور وکّد یہ دو فصیح لغات ہیں۔ نحو: اور اصل واؤ ہے۔ اور ہمزہ اس کے بدلے میں آتی ہے۔ وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا (حالانکہ تم نے اللہ تعالیٰ کو اپنا کفیل مقرر کرلیا ہے) کفیل۔ شاہد اور نگہبان کو کہتے ہیں۔ کیونکہ کفیل مکفول بہ کے حال کی خبرگیری کرنے والا ہوتا ہے۔ اور اس پر نگہبان ہوتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ (بیشک اللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور تم نہیں جانتے) قسم کو پورا کرنا اور اس کو توڑنا پس وہ اس کے مطابق بدلہ دیں گے۔

عہد کو کچے دھاگے کی طرح مت خیال کرو:

۹۲: وَلَا تَكُوْنُوْا (اور مت بنو) قسم توڑنے میں كَالَّتِيْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا۔ اس عورت کی طرح جس نے اپنے دھاگے کو مضبوط کرنے کے بعد توڑ دیا) اس عورت کی طرح جس نے کاٹ دیا اپنے دھاگے کو مضبوط اور پختہ کرنے کے بعد اور اسکو ٹکڑے ٹکرے کردیا۔ اَنْكَاثًا جمع نکث۔ جس کے بٹ کو اتار دیا جائے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کا نام ریطہ تھا اور یہ احمق عورت تھی وہ اور اس کی لونڈیاں صبح سے ظہر تک سوت کاتتیں پھر وہ ان کو جتنا کاتا ہوتا ٹکڑے ٹکڑے کرنے کا حکم دیتی۔ تَتَّخِذُوْنَ اَيْمَانَكُمْ دَخَلًا (تم بھی اپنی قسموں کو آپس میں فساد ڈالنے کا ذریعہ بنانے لگو) یہ انکاثا کی طرح حال ہے۔ دخلاً یہ تتخذون کا دو میں سے ایک مفعول ہے۔ یعنی ولا تنقضوا ایمانکم متخذ یہا دخلاً تم اپنی قسموں کو نہ توڑو اس حال میں کہ ان

وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اَيْمَانَكُمْ دَخَلًاۢ بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا وَتَذُوْقُوا

اور اپنی قسموں کو اپنے درمیان فساد ڈالنے کا ذریعہ نہ بناؤ کہ جمنے کے بعد قدم پھسل جائے اور تم اللہ کی

السُّوْٓءَ بِمَا صَدَدْتُّمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۹۴﴾ وَلَا تَشْتَرُوْا

راہ سے روکنے کا عذاب چکھو، اور تمہارے لئے بڑا عذاب ہے اور اللہ کے عہد کے عوض تھوڑی

بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۹۵﴾

قیمت حاصل نہ کرو بلاشبہ جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔

کو تم فساد کا ذریعہ بنانے والے ہو۔ بَيْنَكُمْ (اپنے درمیان) بگاڑ اور خیانت کا ذریعہ اَنْ تَكُوْنَ اُمَّةٌ (کہ ایک گروہ) ایک جماعت ہو جائے (جماعت سے مراد گروہ قریش ہے) هِيَ اَرْبٰى مِنْ اُمَّةٍ (زیادہ بڑھا ہوا دوسرے گروہ سے) وہ تعداد میں زیادہ ہو اور مال میں بڑھ کر ہو مسلمانوں کی جامعیت سے۔ هِيَ اَرْبٰى میں یہ جملہ اسمیہ اُمَّةٌ کی صفت ہے اور اُمَّةٌ تکون کا فاعل ہے اور یہ تکون تامہ ہے۔ اور هِيَ فاصل نہیں بن سکتی کیونکہ یہ دونکروں کے درمیان واقع ہے۔ اِنَّمَا يَبْلُوْكُمُ اللّٰهُ بِهٖ اللہ تعالیٰ تمہیں اس کے ذریعے آزماتے ہیں۔ اس میں ضمیر مصدر کیلئے ہے۔ تقدیر اس طرح ہے انما یختبرکم بکونهم اربی لینظر اتتمسّکون بحبل الوفاء بعهد الله وما وکد تم من ایمان البیعة لرسول الله ﷺ ام تخترون بکثرة قریش و ثروتهم وقلة المؤمنین وفقرهم۔ اللہ تعالیٰ اس طور پر تمہارا امتحان لے رہے ہیں کہ وہ زیادہ بڑھے ہوئے ہیں۔ تاکہ وہ دیکھے کہ آیا تم وفاداری کی رسّی کو مضبوطی سے تھامنے والے ہو اور اس پر پختہ ہو جو تم نے رسول اللہ ﷺ کی بیعت کر کے قسم دے رکھی ہے یا پھر تم قریش کی کثرت اور ثروت اور مؤمنوں کی قلت اور فقر کو دیکھ کر دھوکے میں مبتلا ہو جاتے ہو۔ وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ (اور تاکہ وہ تمہارے سامنے قیامت کے دن خوب ظاہر کر دے۔ وہ باتیں جن میں تم اختلاف کرتے تھے) جب کہ وہ تمہیں تمہارے اعمال پر ثواب و عقاب سے بدلہ دیگا۔ اس میں ملت اسلام کی مخالفت کرنے سے کفار کو ڈرایا گیا ہے۔

۹۳: وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً (اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو تمہیں ایک جماعت بنا دیتے) یعنی حنیفہ مسلمہ وَّ لٰكِنْ يُّضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ (لیکن وہ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے) اسکے بارے میں ضلالت کو اختیار و پسند کرنے کا اسے علم ہے۔ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ (اور جس کو چاہتا ہے وہ ہدایت دیتا ہے) جس کے متعلق ہدایت کا اختیار و پسند کرنا جانتا ہے۔ وَلَتُسْئَلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (اور تم سے ضرور سوال کیا جائے گا۔ ان باتوں کے متعلق جو تم کرتے تھے) قیامت کے دن۔ پھر تمہیں بدلہ دیا جائیگا۔

قسم کو فساد کا ذریعہ مت بناؤ:

۹۴: وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اَيْمَانَكُمْ دَخَلًاۢ بَيْنَكُمْ (اور نہ بناؤ اپنی قسموں کو فساد کا ذریعہ اپنے درمیان) دوبارہ قسم کو باہمی فساد کا ذریعہ

مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ۗ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا اَجْرَهُمْ

تمہارے پاس جو کچھ ہے ختم ہو جائے گا اور جو اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے، اور جن لوگوں نے صبر کیا ہم انہیں ضرور ضرور ان کے اچھے

بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٩٦﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ

کاموں کا عوض دیدینگے، جس کسی مرد یا عورت نے نیک عمل کیا اس حال میں کہ وہ مومن ہے

فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٩٧﴾

تو ہم اسے ضرور اچھی زندگی دیں گے، اور ان کے اچھے کام کے عوض ہم انہیں ان کا اجر ضرور دیں گے۔

بنانے کی ممانعت بطور تاکید لائی گئی۔ اور قسم کی عظمت بھی اس سے ظاہر کردی۔ فَتَزِلَّ قَدَمٌ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا (پس پھسل جائے قدم جمنے کے بعد) پس اس سے تمہارے اقدام اسلام کے راستہ سے مضبوط ہونے کے بعد پھسل جائیں گے۔ قدم کو واحد لائے اور نکرہ لائے۔ تاکہ ظاہر کردیا جائے کہ ایک قدم کا جمنے کے بعد طریق حق سے پھسلنا بھی بہت بڑی بات ہے۔ اس کو معمولی مت سمجھو۔ اس بات کا خود اندازہ کرلو جبکہ بہت سے اقدام پھسلنے والے ہوں تو کیا حال ہوگا؟ وَتَذُوْقُوا السُّوْٓءَ (اور پھر تم کو اس کی سزا چکھنی پڑے) دنیا میں۔ بِمَا صَدَدْتُّمْ (اس وجہ سے کہ تم نے روکا ہے) تمہارے روکنے کے سبب۔ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کی راہ سے) اور تم دین سے نکل گئے ہو۔ نمبر۲۔ تم اس وجہ سے کہ تم نے دوسروں کو دین سے روکا ہے۔ کیونکہ اگر وہ بیعت توڑ کر ارتداد اختیار کرلیتے تو پھر دوسروں کیلئے بھی بیعت کو توڑنے کی راہ نکل آتی جس پر وہ چل کر مرتد ہو جاتے۔ وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (اور تمہارے لئے بہت بڑا عذاب ہے) آخرت کے دن میں۔

دنیا کے بدلے قسم فروخت نہ کرو:

۹۵: وَلَا تَشْتَرُوْا (اور نہ خریدو) نہ بدلے میں لو۔ بِعَهْدِ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کے عہد کے بدلے) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کے بدلے ثَمَنًا قَلِيْلًا (تھوڑی قیمت) معمولی سامان دنیا۔ بعض لوگ مکہ میں اسلام لائے شیطان نے ان کو ورغلانے کیلئے یہ چال چلی کہ ان کے دلوں میں گھبراہٹ ڈال دی کہ قریش کو غلبہ حاصل ہے اور مسلمان کمزور ہیں۔ (حق والے ہوں تو مغلوب کیوں ہوں؟) قریش نے ان کو ترغیب دلائی کہ اگر وہ دین جدید سے واپس لوٹ جائیں اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت توڑ دیں تو ان کے ساتھ ہر قسم کا تعاون ہوگا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو ثابت قدمی نصیب فرمائی۔ اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (بیشک جو اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے وہ بہت ہی بہتر ہے اگر تم جان لو) عند اللہ سے ثواب آخرت مراد ہے۔

۹۶: مَا عِنْدَكُمْ (جو تمہارے پاس ہے) دنیا کا سامان يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ (وہ ختم ہونے والا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے) اس کی رحمت کے خزائن۔ بَاقٍ (وہ باقی رہنے والا ہے۔) فنا و ختم نہ ہوگا۔ وَلَنَجْزِيَنَّ (اور ضرور ہم بدلہ دیں گے)۔

قراءت: نون سے مکی و عاصم کی قراءت ہے۔ نافع بن عامر، حمزہ وغیرہ کی قراءت میں یاء ہے۔ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا (وہ

لوگ جنہوں نے صبر کیا) مشرکین کی ایذاؤں پر اور اسلام پر ثابت قدمی میں مشقتیں اٹھائیں۔ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (انکا بدلہ بہتر اس سے جو وہ کرتے تھے)۔

۹۷: مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى (جس نے کوئی نیک عمل کیا خواہ وہ مرد ہے یا عورت) من مبہم ہے دونوں نوع مذکر و مونث کو شامل ہے۔ البتہ ظاہر مذکر کیلئے ہے۔ اس ابہام کو مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى سے رفع کیا تا کہ وعدہ دونوں کیلئے عام ہو جائے۔ وَهُوَ مُؤْمِنٌ (اس حال میں کہ وہ مؤمن ہو) ایمان کی شرط لگائی کیونکہ کفار کے اعمال کسی شمار و قطار میں نہیں۔

حیاتِ طیبہ کیا ہے؟

نکتہ: یہ آیت بتلا رہی ہے کہ عمل ایمان کا حصہ نہیں۔ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً (ہم ضرور اس کو پاکیزہ زندگی دیں گے) یعنی دنیا میں اور اس لئے فرمایا۔ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (اور ضرور ہم ان کو ان کے اعمال کا بہترین بدلہ دیں گے) اللہ تعالیٰ نے اس سے دنیا و آخرت کے ثواب کا وعدہ فرمایا۔ جیسا کہ اس ارشاد میں فآ تا ھم اللّٰہ ثواب الدنیا وحسن ثواب الاخرۃ [آل عمران:۱۴۸] اور یہ اس طرح ہے کہ مؤمن کی اعمال صالحہ کے ساتھ زندگی خواہ خوشحالی سے ہو یا تنگدستی سے یقیناً عمدہ زندگی ہوتی ہے اگر خوشحال ہو تب تو ظاہر ہے۔ اور اگر تنگدست ہو تو اس کی زندگی کو عمدہ بنانے کیلئے اس کو قناعت اور تقسیم الٰہی پر رضا ہر دو میسر ہوتی ہیں۔ رہا فاجر آدمی تو اس کا معاملہ برعکس ہے۔ اگر تنگدست ہو تو ظاہر ہے۔ اور اگر خوشحال ہو تو حرص کی طوالت اس کو زندگی کا سکون نہیں لینے دیتی۔ ایک قول یہ ہے کہ حیات طیبہ قناعت ہے۔ ایک قول ہے کہ حیات طیبہ عبادت و طاعت کی مٹھاس کو کہتے ہیں۔ ایک اور قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملے کی سچائی اور امور الٰہیہ پر سچائی سے قائم رہنا اور ماسوی اللہ سے اعراض کرنا۔

فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ﴿٩٨﴾ اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ

سو جب آپ قرآن پڑھنے لگیں تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگ لیا کریں بلا شبہ بات یہ ہے کہ شیطان کا زور

سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿٩٩﴾ اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ

ان لوگوں پر نہیں ہے جو ایمان لائے اور اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں، اس کا زور انہیں پر ہے

عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ ﴿١٠٠﴾ ع وَاِذَا بَدَّلْنَآ

جو اس سے دوستی رکھتے ہیں جو اللہ کے ساتھ شریک تجویز کرتے ہیں۔ اور جب ہم کسی آیت کو

اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ ۙ وَّاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مُفْتَرٍ ۭ

دوسری آیت کی جگہ بدلتے ہیں حالانکہ اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ نازل فرماتا ہے تو مخاطبین کہتے ہیں کہ تو تو افتراء ہی کرنے والا ہے

بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿١٠١﴾ قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ

بلکہ ان ہی میں اکثر لوگ جاہل ہیں آپ فرما دیجئے کہ اس کو روح القدس نے آپ کے رب کی طرف سے حق کیساتھ نازل کیا ہے تا کہ ان لوگوں کو

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴿١٠٢﴾ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ

مضبوط کرے جو ایمان لائے اور یہ کلام ہدایت ہے اور خوشخبری ہے مسلمانوں کے لئے، اور بلاشبہ ہم جانتے ہیں کہ یہ لوگ کہتے ہیں

اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ۭ لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ

کہ ان کو ایک آدمی سکھاتا ہے یہ لوگ جس کی طرف نسبت کرتے ہیں اس کی زبان عجمی ہے اور یہ واضح طور پر صاف عربی

مُّبِيْنٌ ﴿١٠٣﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۙ لَا يَهْدِيْهِمُ اللّٰهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿١٠٤﴾

زبان ہے بلاشبہ جو لوگ اللہ کی آیات پر ایمان نہیں لاتے اللہ انہیں ہدایت نہیں دیگا، اور ان کے لئے دردناک عذاب

اِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۚ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿١٠٥﴾

ہے، وہی لوگ جھوٹ کا افتراء کرتے ہیں جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں رکھتے اور یہ لوگ واقعی جھوٹے ہیں۔

قراءت سے قبل تعوذ:

٩٨: فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ (جب تم قرآن مجید کی قراءت کرو) جب قراءتِ قرآن کا ارادہ کرو۔ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ (تو تم اللہ تعالیٰ

کی پناہ طلب کرو) ارادۂ فعل کو فعل سے تعبیر کیا۔ کیونکہ وہ اس کا سبب ہے۔ فاء تعقیب کیلئے ہے۔ اس لئے کہ وہ قراءت جو استعاذہ کے ساتھ ہوگی وہ مذکورہ عمل صالح میں سے بنے گی۔ مِنَ الشَّيْطٰنِ (شیطان سے) یعنی ابلیس الرَّجِيْمِ (مردود و مطرود یا ملعون)۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ میں نے رسول ﷺ کے سامنے اعوذ باللّٰہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم پڑھا تو فرمایا۔ اس طرح کہو اعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم مجھے جبرئیلؑ نے اسی طرح پڑھایا ہے۔

۹۹: اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ (بیشک اس کو قابو نہیں) ابلیس کو تسلط و ولایت نہیں عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ (ان لوگوں پر جو ایمان لائے اور وہ اپنے رب پر توکل رکھتے ہیں) مؤمن متوکل اس کے وساوس کو قبول نہیں کرتے۔

۱۰۰: اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ (بیشک اس کا غلبہ ان لوگوں پر ہے جو اس سے دوستی اختیار کرنے والے ہیں) اس کو دوست بناتے ہیں اور اس کے وساوس کی اتباع کرتے ہیں۔ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ (اور ان لوگوں پر جو اللہ تعالیٰ کا اس کو شریک کرنے والے ہیں)۔ ربّ کی طرف ضمیر لوٹتی ہے۔ نمبر۲: شیطان کی طرف لوٹتی ہے اور باء سببیہ ہے وہ اس کے سبب سے شرک کرنے والے ہیں۔

نسخ ہماری حکمت سے ہے:

۱۰۱: وَاِذَا بَدَّلْنَاۤ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ (جب ہم ایک آیت دوسری آیت کی جگہ رکھ دیتے ہیں) تبدیل آیت کو دوسری آیت سے بدلنے کو نسخ کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ شرائع و احکام کو حکمت کی وجہ سے منسوخ فرماتے ہیں اور اس آیت کا یہی معنی ہے۔ وَّ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ (اللہ تعالیٰ جو حکم بھیجتا ہے اس کو جانتا ہے)

قراءت: مکی اور ابوعمرو نے تخفیف سے يُنْزِلُ پڑھا ہے۔ قَالُوْۤا اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُفْتَرٍ (وہ کہتے ہیں تم خود تراشتے اور گھڑتے ہو) یہ اذا کا جواب ہے۔ اور واللّٰہ اعلم بما ینزل جملہ معترضہ ہے کفار کہا کرتے تھے کہ محمد ﷺ اپنے صحابہ سے تمسخر کرتے ہیں آج ان کو کسی بات کا حکم دیتے ہیں اور کل اس سے روک دیتے ہیں اور ایسا حکم ان کو بتلاتے ہیں جو اس سے آسان ہوتا ہے۔ انہوں نے آپ پر یہ افتراء و بہتان لگایا ہے۔ اللہ تعالیٰ مشکل کو آسان سے اور آسان کو مشکل سے منسوخ فرماتے تھے۔ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ (بلکہ ان کی اکثریت نہیں جانتی) کہ اس کی حکمت کیا ہے؟

قرآن لانے والے جبرئیل علیہ السلام ہیں:

۱۰۲: قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ (آپ کہہ دیں اس کو روح القدس نے اتارا ہے) یعنی جبرئیل علیہ السلام نے۔ جبرئیل کی نسبت القدس کی طرف کی گئی ہے۔ القدس پاکیزگی جیسا کہ کہتے ہیں۔ حاتم الجود۔ سخی حاتم۔ مراد مقدس روح۔ المقدس کا معنی گناہوں سے پاک مِنْ رَّبِّكَ (تیرے رب کی طرف سے) اس کے ہاں سے اور اس کے حکم سے بِالْحَقِّ (حق کے ساتھ) یہ حال ہے۔ یعنی اس کو حکمت کے ساتھ ملبس اتارا ہے۔ لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (تاکہ وہ ایمان والوں کو ثابت قدم رکھے) تاکہ منسوخ کر کے ان کی آزمائش کرے تاکہ وہ اس کے متعلق کہیں کہ وہ ہماری طرف سے برحق اور حکمت پر مبنی ہے۔ کیونکہ وہ اسی کام کو کرتا اور حکم دیتا ہے جو عین ثواب و حکمت ہوتا ہے اور ایمان والوں کیلئے ثابت قدمی، صحت یقین اور طمانیت قلوب کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ وَهُدًى وَّ

بُشْرٰی (اور ہدایت اور بشارت ہے)۔ یہ مفعول لہ ہیں اور دونوں کا عطف یثبت کے محل پر ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے تثبیتاً لهم وارشاداً وبشارۃً ان کو ثابت قدم رکھنے اور راہنمائی کرنے اور خوشخبری سنانے کیلئے لِلْمُسْلِمِیْنَ (مسلمانوں کیلئے) اس میں اس بات پر تعریض کی جارہی ہیں کہ اس کے مخالف صفات تو غیر مسلموں میں ہوتی ہیں۔

کفار کا الزام اور اس کا جواب:

۱۰۳: وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ (اور ہم کو معلوم ہے کہ وہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ ان کو یہ کلام آدمی سکھاتا ہے) اس سے ان کی مراد حویطب کا ایک غلام تھا جو مسلمان ہوا۔ اور ثابت قدم رہا اس کا نام ''عائش'' تھا یا ''یعیش'' اور وہ کتابیں رکھتا تھا۔ نمبر۲۔ اس سے عامر بن حضرمی کا غلام جبر رومی مراد ہے۔ نمبر۳۔ جبر اور یسار مراد ہیں یہ دونوں غلام تورات و انجیل پڑھتے تھے۔ اور جو پڑھتے کبھی کبھی اس کو سنتے۔ نمبر۴۔ سلمان فارسی مراد ہے۔ لِسَانُ الَّذِیْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِیٌّ (وہ زبان جس کی طرف نسبت کرتے ہیں عجمی ہے)۔

قراءت: یَلحَدون یہ یاء اور حاء کے فتحہ کے ساتھ حمزہ و علی نے پڑھا ہے۔ یعنی وہ حق کے راستے سے اعراض کر کے جس آدمی کی طرف اپنے قول کی نسبت کرتے ہیں اس کی زبان غیر فصیح ہے۔ اور غیر واضح ہے۔ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِیٌّ مُّبِيْنٌ (اور یہ واضح عربی زبان ہے) ھٰذا کا مشار الیہ قرآن ہے۔ مُبِیْن کا معنی بیان وفصاحت والی ہے۔ اس میں ان کے قول کی تردید اور ان کے طعنوں کو باطل قرار دیا گیا۔ یہ جملہ لِسَانُ الَّذِیْ الایۃ اس کا محل اعراب نہیں کیونکہ یہ جملہ متانفہ ہے۔ یہ ان کے قول کا جواب ہے۔ لسان کا معنی لغت ہے۔ کہا جاتا ہے الحد القبر ولحدہ وھو محلدٌ وملحود جب کہ گڑھے کو ٹیڑھا بنایا جائے اور اس کے ایک جانب کھدائی کی جائے۔ پھر اس کو عام کر کے ہر میلان عن الاستقامت کیلئے بطور استعارہ استعمال کرنے لگے۔ اور کہتے ہیں الحدفلان فی قولہ والحد فی دینہ وہ اپنے دین میں استقامت سے ہٹ گیا۔ وہ ملحد ہے کیونکہ اس نے اپنے مذہب کو تمام ادیان سے پھیر لیا۔

۱۰۴: اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ (بیشک وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی آیات پر ایمان نہیں لاتے) آیات اللہ سے قرآن مراد ہے۔ لَا يَهْدِيْهِمُ اللّٰهُ (اللہ تعالیٰ ان کی راہنمائی نہیں کرتے) جب تک کہ وہ کفر کو پسند کرتے رہتے ہیں۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے) جو آخرت میں ان کے کفر پر ان کو دیا جائے گا۔

دوسرا جواب:

۱۰۵: اِنَّمَا يَفْتَرِی الْكَذِبَ (بیشک اللہ تعالیٰ پر افتراء باندھنے والے وہ لوگ ہیں) الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ (جو اللہ تعالیٰ کی آیات پر ایمان نہیں لاتے) یعنی افتراء تو ان لوگوں کا طرز وطریق ہے۔ جن میں ایمان نہیں۔ کیونکہ وہ اس پر سزا کے قائل نہیں۔ اس میں اِنَّمَا اَنْتَ مُفْتَرٍ کی تردید ہے۔ وَاُولٰٓئِكَ (وہ) سے لَا يُؤْمِنُوْنَ کی طرف اشارہ ہے۔ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ (وہی جھوٹے ہیں) فی الحقیقت اور کذب میں کمال درجہ حاصل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی آیات کی تکذیب عظیم ترین جھوٹ ہے۔ نمبر۲۔ وہ انما انت مفتر کہنے میں جھوٹے ہیں۔

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖۤ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ

جس شخص نے ایمان لانے کے بعد اللہ کے ساتھ کفر کیا مگر جس شخص پر زبردستی کی گئی اور اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہے لیکن

مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۰۶﴾

جس نے دل کھول کر کفر اختیار کر لیا سو ان پر اللہ کا غصہ ہے اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى

یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے دنیا والی زندگی کو آخرت کے مقابلہ میں محبوب رکھا اور بلاشبہ اللہ کافروں کو ہدایت

الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۷﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ۚ

نہیں دیتا، یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر اور کانوں پر اور آنکھوں پر اللہ نے مہر لگا دی،

وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ﴿۱۰۸﴾ لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۰۹﴾

اور یہ لوگ واقعی غافل ہیں، لازمی بات ہے کہ آخرت میں یہ لوگ تباہ کاروں میں سے ہوں گے۔

۱۰۶: مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖۤ (جس نے اللہ تعالیٰ کا انکار کیا اس کے بعد کہ وہ ایمان لایا)

چار تراکیب:

یہ جائز ہے کہ مبتدا کو شرط مان کر جواب محذوف مانیں۔ کیونکہ من شرح جواب پر دلالت کر رہا ہے۔ گویا اس طرح فرمایا۔ من کفر باللّٰہ فعلیھم غضبٌ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کریں پس وہ غضب کے مستحق ہیں۔

صورتِ اکراہ:

اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ (مگر جو مجبور کیا گیا اس حالت میں کہ اس کا دل ایمان سے مطمئن ہو) ایمان پر پُرسکون ہو۔ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا (مگر جس کا سینہ کفر کیلئے کھلا ہو) کفر کو دل سے پسند کیا اور اس کو عقیدہ کے طور پر جمالیا۔ فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (ان پر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہے اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے)۔ نمبر۱۔ یہ بھی درست ہے کہ یہ الذین لایؤمنون بالاٰخرة الایة سے بدل ہو۔ اور اولٰئک ھم الکاذبون جملہ معترضہ ہو۔ جو بدل و مبدل منہ کے درمیان آیا ہو۔ اب مطلب یہ ہوگا۔ جھوٹ وہ باندھتے ہیں۔ جو ایمان کے بعد کفر کرنے والے ہیں۔ ان میں سے مکرہ کو مستثنیٰ کیا اور افتراء کے حکم کے ماتحت داخل نہیں کیا۔ پھر فرمایا۔ ولکن من شرح بالکفر صدرًا الایة نمبر۲۔ یہ مبتدا سے بدل ہو اور وہ مبتدا اولٰئک ہے اب اس طرح معنی ہے و من کفر باللّٰہ من بعدایمانه ھم الکاذبون۔ جو ایمان کے بعد کفر کرنے

والا ہے۔وہی جھوٹا ہے۔

واقعہ عمار و یاسر رضی اللہ عنہما :

نمبر۳۔الکاذبون خبر سے بدل ہے۔ای واولئك هم من كفر بالله من بعد ايمانه وہ وہی ہیں جنہوں نے ایمان کے بعد اللہ تعالیٰ کا انکار کیا۔نمبر۵۔اس کو ذم کی صورت میں منصوب مانا جائے۔

روایت میں ہے کہ بعض اہل مکہ آزمائش میں پڑے تو ارتداد اختیار کیا۔ان میں بعض وہ تھے جن کو مجبور کر کے کلمہ کفر کہلوا دیا گیا حالانکہ دل میں ایمان پختہ تھا۔حضرت عمار رضی اللہ عنہ انہی میں سے تھے۔باقی ان کے والد اور والدہ دونوں کو اقرار نہ کرنے کی پاداش میں قتل کر دیا گیا۔یہ اسلام میں پہلے مقتول تھے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ عمار نے کفر اختیار کر لیا ہے۔آپ نے فرمایا یہ ہرگز نہیں ہوسکتا عمار سر کے بالوں سے پاؤں کے ناخن تک ایمان سے پُر ہے۔اور ایمان تو اس کے خون و گوشت میں رچا بسا ہوا ہے۔[ابونعیم] پھر عمار رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روتے ہوئے حاضر ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کو اپنے دست اقدس سے پونچھ رہے تھے۔آپ نے فرمایا تمہیں کیا ہوا (انہوں نے واقعہ ذکر کیا) تو فرمایا اگر وہ دوبارہ یہ اقرار کروائیں تو تم دوبارہ کہہ لینا [ابن عساکر] حضرت یاسر نے جو کیا وہ افضل ہے۔کیونکہ قتل پر صبر کرنے میں اسلام کی عظمت زیادہ ہے۔

۱۰۷: ذٰلِكَ (یہ) اس میں وعید کی طرف اشارہ ہے اور غضب الٰہی کے اترنے اور عذاب عظیم کے نازل ہونے کی اس میں وعید سنائی گئی ہے۔بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ (اس لئے کہ انہوں نے دنیا کی زندگی کو پسند کیا آخرت پر) انہوں نے آخرت پر دنیا کو ترجیح دی۔باء سببیہ ہے دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے کے سبب۔وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ (اور بیشک اللہ تعالیٰ کافر قوم کو ہدایت نہیں دیتے) جب تک کہ وہ کفر کو پسند کرتے رہیں گے۔

۱۰۸: اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ (یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں اور کانوں اور آنکھوں پر اللہ تعالیٰ نے مہر کر دی) پس وہ نہ تو غور و فکر کرتے ہیں۔اور نہ ہی مواعظ کی طرف کان دھرتے ہیں اور نہ ہدایت کے راستہ کو دیکھتے ہیں۔وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ (اور وہ ہی غافل ہیں) غفلت میں کمال کو پہنچے ہوئے ہیں کیونکہ جب انجام پر غور کرنے سے غفلت برتی جائے تو یہ غفلت کا آخری درجہ ہے اور اس کی غایت ہے۔

کافر یقیناً نقصان میں ہیں:

۱۰۹: لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (لازمی بات ہے کہ آخرت میں یہ ہی لوگ گھاٹے میں رہیں گے)

ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيۡنَ هَاجَرُوۡا مِنۡۢ بَعۡدِ مَا فُتِنُوۡا ثُمَّ جٰهَدُوۡا وَصَبَرُوۡۤا ۙ

پھر بے شک آپ کا رب ایسے لوگوں کے لئے جنہوں نے فتنہ میں ڈالے جانے کے بعد ہجرت کی پھر جہاد کیا اور ثابت قدم رہے

اِنَّ رَبَّكَ مِنۡۢ بَعۡدِهَا لَـغَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ۝۱۱۰ يَوۡمَ تَاۡتِىۡ كُلُّ نَفۡسٍ تُجَادِلُ عَنۡ

تو بلاشبہ آپ کا رب ان چیزوں کے بعد بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے، جس دن ہر شخص اپنے نفس کی طرف سے جدال

نَّفۡسِهَا وَتُوَفّٰى كُلُّ نَفۡسٍ مَّا عَمِلَتۡ وَهُمۡ لَا يُظۡلَمُوۡنَ ۝۱۱۱

کرے گا اور ہر نفس کو اس کے اعمال کا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

۱٤ ع ۲۰

ایمان والوں کی سرخروئی:

۱۱۰: ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ (پھر آپکا رب) ثم کو اس لئے لائے کہ اِن کا حال اُن کے حال سے بہت ہی دور ہے۔لِلَّذِيۡنَ هَاجَرُوۡا (ان لوگوں کیلئے جنہوں نے ہجرت کی) مکہ مکرمہ سے یعنی ان کو اس میں فائدہ ہے نقصان نہیں کہ اللہ تعالیٰ انکا کارساز و مددگار ہے۔ان کو رسوا کرنے والا اور انکا دشمن نہیں۔جیسا کہ بادشاہ آدمی کیلئے محافظ و مفید ہوتا ہے۔نقصان پہنچانے والا نہیں ہوتا۔مِنۡۢ بَعۡدِ مَا فُتِنُوۡا (اس کے بعد کہ ان کو آزمایا گیا) عذاب اور اکراہ علی الکفر کے ذریعہ۔قراءت: فَتَنُوۡا شامی نے پڑھا ہے۔اس کے بعد کہ انہوں نے مسلمانوں کو تکالیف پہنچائیں پھر وہ اسلام لے آئے۔ثُمَّ جٰهَدُوۡا (پھر انہوں نے جہاد کیا) مشرکین کے ساتھ ہجرت مدینہ کے بعد وَصَبَرُوۡا (اور انہوں نے صبر کیا) جہاد میں آنے والے مصائب پر اِنَّ رَبَّكَ مِنۡۢ بَعۡدِهَا (بیشک آپکا رب اس کے بعد) ان افعال کے بعد اور وہ افعال ہجرت جہاد وصبر ہیں۔لَغَفُوۡرٌ (البتہ بخشنے والے ہیں) ان کی ان باتوں کو جو ان کے منہ سے بطور بچاوے کے نکلیں۔(مجبوراً کفریہ کلمات منہ سے نکالنے پڑے) رَّحِيۡمٌ (مہربان ہے) اکراہ کی حالت میں نکلنے والی باتوں پر عذاب نہ دے گا۔

قیامت میں ہر ایک اپنی طرفداری کرے گا:

۱۱۱: يَوۡمَ تَاۡتِىۡ (جس دن آئے گا)۔ نحو: یہ رحیم کی وجہ سے منصوب ہے نمبر۲۔اذکر محذوف کی وجہ سے كُلُّ نَفۡسٍ تُجَادِلُ عَنۡ نَّفۡسِهَا (ہر شخص وہ اپنی طرفداری میں بات کرے گا) یہاں نفس کی اضافت نفس کی طرف کی گئی ہے کیونکہ عین شیٔ کو ذاتہ ونفسہ کہہ دیتے ہیں۔اور کہتے ہیں فی نقیضہ وغیرہ بولتے ہیں۔والنفس وہ اپنی حقیقت کے لحاظ سے پورا اور کامل ہے۔پس پہلا نفس وہ بھی کامل اور دوسرا اس کا عین اور ذات۔گویا اس طرح فرمایا۔یوم تاتی کل انسان یجادل عن ذاتہ لایھمہ شان غیرہ کل یقول نفسی نفسی ہر انسان اپنے نفس کی طرفداری کریگا۔دوسرے کی حالت کو کوئی اہمیت نہ دیگا اور ہر ایک یہ کہہ رہا ہوگا۔مجھے بچالے مجھے بچالے۔المجادلۃ عنہا کا مطلب نفس کی طرف سے معذرت خواہی ہے۔جیسا کہ کہتے ہیں ربنا

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا

اور اللہ نے ایک بستی کی مثال بیان فرمائی۔ یہ بستی امن والی تھی اطمینان والی تھی اس کا رزق ہر جگہ سے بڑی

رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ

فراغت کے ساتھ اس کے پاس آتا تھا پس اس نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی اور ان کے کرتوتوں کی وجہ سے اللہ نے ان کو بھوک

وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوْهُ

اور خوف کا مزہ چکھادیا اورالبتہ ان کے پاس انہیں میں سے رسول آیا۔ سو اس کوانہوں نے جھٹلایا۔

فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

لہٰذا انہیں عذاب نے پکڑ لیا اس حال میں کہ وہ ظلم کرنے والے تھے۔

هٰؤُلاء اضلّونا [الاعراف:۳۸] دوسری آیت میں ربنا انا اطعنا سادتنا و کبراء نا [الاحزاب:۶۷] ایک اور مقام پر فرمایا و اللّٰہ ربنا ما کنا مشرکین [الانعام:۲۳] وغیرہ آیات۔

وَتُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ (اور ہر نفس کو پورا پورا دیدیا جائے گا۔ جو اس نے عمل کیا اور ان پر ظلم نہ ہوگا) توفّی کا معنی ہے کہ اس کے عمل کی پوری پوری جزاء دی جائے گی۔ اور اس سلسلہ میں ان کے حق میں کمی نہ کی جائے گی۔

نعمتیں اور اہل مکہ کی ناشکری:

۱۱۲: وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً (اللہ تعالیٰ نے ایک بستی کی مثال بیان کی) اللہ تعالیٰ نے اس بستی کو ان تمام لوگوں کیلئے مثال بنا دیا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہو۔ اور نعمتوں نے ان کو مغرور کر دیا جس سے وہ کفر میں مبتلا ہو گئے۔ اور اللہ تعالیٰ سے منہ پھیر لیا۔ جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنا عذاب نازل کر دیا۔ نمبر۲۔ یہ بھی درست ہے کہ اس صفت و حالت والی کوئی بستی و شہر مراد لیا جائے۔ نمبر۳۔ پہلے زمانہ کی کوئی بستی ہو جس کا یہ حال ہو۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ کیلئے بطور مثال بیان کر دیا ہو تا کہ یہ اس سے عبرت حاصل کریں۔ كَانَتْ اٰمِنَةً (وہ امن والی تھی) قتل اور قیدی بننے سے مُّطْمَئِنَّةً (اطمینان والی) کوئی خوف اس کو پریشان کرنے والا نہ تھا۔ کیونکہ اطمینان امن سے ہوتا ہے اور خوف سے بے چینی اور بے اطمینانی ہوتی ہے۔ يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا (اس کا رزق بافراغت ان کے ہاں پہنچتا ہو) رغدًا بمعنی وسعت کے ساتھ مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ (ہر طرف سے) ہر شہر سے فَكَفَرَتْ (پس اس نے کفر کیا) وہاں کے رہنے والوں نے بِاَنْعُمِ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کے انعامات کے ساتھ) انعم جمع ہے نمبر۱۔ نعمۃ کی۔ جبکہ تاء کو جمع میں چھوڑ دیا جائے۔ مثلاً درع و أدرع نمبر۲۔ نعم کی جیسے بؤس و ابؤس۔

فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ (پس اللہ تعالیٰ نے اس کو بھوک اور خوف کا لباس پہنا دیا

فَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّاشْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ

سو اس میں سے کھاؤ جو اللہ نے تمہیں رزق حلال پاک عطا فرمایا اور اللہ کی نعمت کا شکر ادا کرو اگر تم اس کی

اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۱۴﴾ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ

عبادت کرتے ہو، تم پر صرف مرداراور خون اور خنزیر کا گوشت اور وہ جانور حرام کیا گیا جس پر ذبح کے وقت

لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾

غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو، سو جو شخص مجبوری میں ڈال دیا جائے اس حال میں کہ باغی نہ ہو اور حد سے بڑھ جانے والا نہ ہو سو بلا شبہ اللہ غفور ہے، رحیم ہے۔

ان کی حرکات کے سبب) الاذاقة واللباس یہ دونوں استعارے ہیں اذاقہ مستعارہ کو لباس مستعار کیلئے استعمال کیا۔ اور اس کے صحیح ہونے کی وجہ یہ ہے اذاقہ ان کے ہاں حقیقت کے قائم مقام ہے کیونکہ بلاء اور مصائب میں یہ شائع وذائع ہے۔ اور لوگوں کو پیش آتی رہتی ہے۔ جس پر لوگ کہتے ہیں ذاق فلان البؤس والضر واذاقه العذاب۔ اس میں ضرر والم جس کا ادراک ہوسکتا ہے کڑوے، کسیلے سے جس کا ادراک ہوسکتا ہے تشبیہ دی ہے۔

لباس سے تشبیہ اس لئے دی ہے کہ لباس پہننے والے کو ڈھانپ لیتا ہے۔ جس طرح کہ انسان پر غشی آئے تو وہ اس کے حواس کو ڈھانپ لیتی ہے اور بعض حوادث اس پر اس طرح سوار ہو جاتے ہیں جیسے لباس جسم پر۔ باقی رہی یہ بات کہ جوع وخوف کے لباس پر اذاقہ کا واقع کرنا اس لئے ہے جب وہ خوف وجوع میں سے جو چیز ڈھانپ لے جب اس کا اطلاق اس پر آتا ہے تو چکھنے کا اطلاق بھی اس پر درست ہے۔

گویا اس طرح کہا گیا: فَاَذَا قَهُمْ مَاغَشِيَهُمْ مِّنَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ (پس ان کو چکھائی وہ بھوک اور خوف جس نے ان کو آکر ڈھانپ لیا تھا) دنیا میں جس طرح موجود نعمتیں جنت کے مقابلہ میں چکھنے کی چیزیں ہیں۔ بالکل اسی طرح جہنم کے مقابلہ میں دنیا کی سزائیں بھی چکھنے کے مترادف ہیں اصل سزا تو بہت بڑی ہے۔ (مترجم)

۱۱۳: وَلَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ (تحقیق ان کے پاس انہی میں سے ایک عظیم الشان رسول آئے) اس رسول سے یہاں حضرت محمد ﷺ مراد ہیں۔ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ (پس انہوں نے اس کو جھٹلایا پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو عذاب میں پکڑ لیا۔ اس حال میں کہ وہ ظالم تھے) اس حالت میں کہ وہ اپنے کو ظلم سے ملوث کرنے والے تھے۔ مفسرین رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ بدر کے دن قتل بالسیف سے جو عذاب دیا گیا وہ مراد ہے۔

حلال وطیب کھاؤ:

۱۱۴: روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے اہل مکہ کی طرف قحط کے سالوں میں غلہ بھیجا جو ان میں تقسیم کر دیا گیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ (پس تم کھاؤ اس کو جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں رزق دیا ہے) حضرت محمد ﷺ کے دست اقدس سے

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا

اور جن چیزوں کے بارے میں تمہاری زبانیں جھوٹا دعویٰ کرتی ہیں ان کے بارے میں یوں نہ کہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے تاکہ تم اللہ پر

عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا یُفْلِحُوْنَ ﴿۱۱۶﴾

جھوٹا افتراء کرو، بلاشبہ جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ فلاح نہیں پائیں گے،

مَتَاعٌ قَلِیْلٌ ۪ وَّلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۱۱۷﴾ وَعَلَى الَّذِیْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا

تھوڑا سا نفع ہے اور ان کے لئے درد ناک عذاب ہے، اور ہم نے یہودیوں پر وہ چیزیں حرام کر دی تھیں جن کا بیان ہم پہلے

عَلَیْكَ مِنْ قَبْلُ ۚ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ ﴿۱۱۸﴾

آپ سے کر چکے ہیں اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا لیکن وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِیْنَ عَمِلُوا السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْۤا ۙ

پھر بلاشبہ آپ کا رب ان لوگوں کے لئے جنہوں نے جہالت سے برے کام کئے پھر اس کے بعد توبہ کر لی اور اعمال درست کر لئے

اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۱۹﴾ ع

بلاشبہ اس کے بعد ضرور مغفرت فرمانے والا ہے رحم فرمانے والا ہے۔

حَلٰلًا طَیِّبًا (حلال و پاکیزہ) اس کے بدلے جو تم حرام و خبیث کھاتے تھے۔ مثلاً لوٹ کے اموال، غصب کی آمدنیاں، برے ذرائع سے حاصل شدہ محاصل وَّاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ (اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکریہ ادا کرو اگر تم اسی ہی کی عبادت کرنے والے ہو) یہاں تعبدون تطیعون کے معنی میں ہے۔ نمبر۲۔ اگر تمہارا گمان صحیح ہے۔ کہ الٰہہ کی عبادت، اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے اور وہ تمہیں اللہ تعالیٰ سے سفارش کر کے بچالیں گے۔

محرمات سے بچو جو یہ ہیں:

۱۱۵: اس کے بعد ان پر محرمات کو بیان کر کے اپنی طرف سے تحلیل و تحریم کی ممانعت کی پس فرمایا۔ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْكُمُ الْمَیْتَةَ وَ الدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِیْرِ وَمَاۤ اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖ فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّ لَا عَادٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (تم پر صرف مردار کو حرام کیا اور خون کو اور خنزیر کے گوشت کو اور اس چیز کو جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کیلئے نامزد کر دی گئی ہو۔ پس جو شخص بہت ہی مجبور ہو بشرطیکہ طالب لذت نہ ہو اور نہ حد (ضرورت) سے آگے بڑھے۔ (اور اس نے کھالیا) تو اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا مہربان ہے) انما کلمۂ حصر ہے۔ یعنی حرام یہ ہیں نہ کہ بحیرہ، سائبہ وغیرہ بقیہ آیت کی تفسیر پہلے گزر چکی ہے۔

خود تحریمات مت ایجاد کرو:

۱۱۶: وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ (اور نہ کہو ان چیزوں کو جن کے متعلق تمہارا جھوٹا زبانی دعویٰ ہے) الکذب یہ لَاتَقُوْلُوْا کی وجہ سے منصوب ہے یعنی و لا تقولوا الکذب لما تصفه السنتکم من البهائم بالحل و الحرمة فی قولکم مت وہ جھوٹ بولو جو تمہاری زبانوں سے چوپایوں کی حلت وحرمت کے متعلق نکلتا ہے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا۔ مافی بطون هذه الانعام خالصة لذکورنا و محرم علی ازواجنا [الانعام:۱۳۹] یہ بات بغیر وحی کے حوالہ کے وہ کرتے تھے۔ یا بغیر کسی صحیح قیاس کے حوالہ کے جس کی بنیاد قرآن وسنت سے استنباط پر ہو۔

اور لما میں لام اسی طرح ہے جیسا اس قول میں ''لاتقولوا لما احل الله هو حرام'' هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ (کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے) یہ الکذب سے بدل ہے۔

نحو: الکذب پر نصب تَصِفُ کی وجہ سے ہوسکتا ہے۔ اور نمبر ۲۔ ما مصدر یہ مانکر هذا حلال و هذا حرام کو لا تقولوا سے متعلق کرو۔ تقدیر عبارت یہ ہوگی و لا تقولوا هذا حلال وهذا حرام۔ وهذا لوصف السنتکم الکذب یعنی و لا تحرموا و لا تحللوا لاجل قول تنطق به السنتکم ویحول فی افواهکم لا لاجل حجة وبینة ولکن قول ساذج ودعوی بلابرهان۔ تم اپنے زبانی قول سے حلال وحرام مت کرو۔ اور جو تمہارے منہ میں آئے بغیر دلیل وحجت کے حلال وحرام مت کہہ ڈالو۔ مگر قول یہ محض بے پر کی بات اور دعویٰ ہے جس کی بنیاد میں دلیل نہیں ہے۔

فصیح ترین جملہ:

تصف السنتکم الکذب یہ فصیح ترین جملہ ہے۔ اس میں ان کے قول کو بعینہٖ کذب قرار دیا۔ جب انہوں نے زبانوں سے کہہ دیا تو یہ کذب کے قائم مقام ہوگیا۔ اور اس کی شکل اختیار کرلی۔ جیسا کہتے ہیں وجهها یصف الجمال و عینها تصف السحر۔ اس کا چہرہ آئینہ حسن اور اس کی آنکھ سحر بے زبان ہے۔ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ (نتیجتاً تم اللہ تعالیٰ پر جھوٹی تہمت باندھوگے) لِتَفْتَرُوْا کی لام تعلیلیہ ہے جس میں غرض کا معنی متضمن نہیں ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ (بیشک جو لوگ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ کامیاب نہ ہونگے)

۱۱۷: مَتَاعٌ قَلِيْلٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (تھوڑا نفع اٹھانا ہے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے) یہ مبتدا محذوف کی خبر ہے۔ یعنی انکا افعال جاہلیت میں فائدہ معمولی ہے۔ اور ان کی سزا بہت بڑی ہے۔ (اعاذنا الله منها)

یہود پر تحریم سزا کے طور پر تھی:

۱۱۸: وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ (اور یہود پر ہم نے حرام کیا جو ہم نے تمہیں اس سے قبل بیان کردیا)۔ سورۂ انعام میں جو اس آیت میں ہے وعلی الذین هادوا حرمنا کل ذی ظفر الا یة ۱۴۶: وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ (اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا) ان کو حرام قرار دیکر وَلٰكِنْ كَانُوْا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ (لیکن وہ اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والے تھے) ہم نے ان کے گناہوں کی پاداش کے طور پر یہ چیزیں ان پر حرام کیں۔

إِنَّ إِبْرٰهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيفًا وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿١٢٠﴾ شَاكِرًا

بلاشبہ ابراہیم ایک "بڑے مقتدیٰ" تھے اللہ کے فرمانبردار تھے سب کو چھوڑ کر ایک ہی طرف ہو رہے تھے اور مشرکین میں سے نہ تھے، اللہ کی

لِّأَنْعُمِهِ ۚ اجْتَبٰهُ وَهَدٰهُ إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿١٢١﴾ وَاٰتَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۖ

نعمتوں کا شکر ادا کرنے والے تھے، اللہ نے انہیں چن لیا اور انہیں سیدھے راستے کی ہدایت دی، اور ہم نے انہیں دنیا میں خوبیاں دیں،

وَإِنَّهُ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِينَ ﴿١٢٢﴾ ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرٰهِيمَ حَنِيفًا ۖ

اور بلاشبہ وہ آخرت میں صالحین میں سے ہوں گے، پھر ہم نے آپ کی طرف وحی بھیجی کہ ابراہیم کی ملت کا اتباع کیجئے جو سب کو چھوڑ کر ایک طرف ہو رہے تھے

وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿١٢٣﴾ إِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ ۚ وَإِنَّ

اور وہ مشرکین میں سے نہ تھے ہفتہ کے دن کی تعظیم انہیں لوگوں پر لازم کی گئی تھی جنہوں نے اس میں اختلاف کیا،

رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿١٢٤﴾

اور بلاشبہ آپ کا رب قیامت کے دن ان کے درمیان ان چیزوں کے بارے میں ضرور فیصلہ فرما دے گا جن میں وہ اختلاف کرتے تھے۔

نادانی اور کفارہ بشرطِ اصلاح معاف ہے:

۱۱۹: ثُمَّ إِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِينَ عَمِلُوا السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ (پھر آپکا رب ایسے لوگوں کیلئے جنہوں نے نادانی کے سبب گناہ کرلیا)
نحو: یہ حال ہے ای عَمِلُوا السُّوْٓءَ جَاهِلِيْنَ۔ انہوں نے برا کام کیا اس حال میں کہ جہالت اختیار کرنے والے تھے۔ انجام کو سوچنے والے نہ تھے۔ اور وہ گناہ غلبہ شہوت سے کیا۔ انکا مقصود خواہش کی لذت تھی مولیٰ کی نافرمانی مقصود نہ تھی۔ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْٓا اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا (پھر انہوں نے اس کے بعد توبہ کرلی اور اصلاح و درستی کرلی۔ بیشک آپکا رب اس کے بعد) یعنی توبہ کے بعد لَغَفُوْرٌ (البتہ بخشنے والا ہے) ان گناہوں کو جو انہوں نے کثرت سے کیے ہیں۔ رَّحِيْمٌ (مہربان ہے) پختہ ارادہ سے جو انہوں نے مضبوط عزم کیے ہیں ان کو پورا کرتا ہے۔

ابراہیم علیہ السلام عظیم مقتدا تھے وہ مشرک نہ تھے:

۱۲۰: اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً (بیشک ابراہیم ایک بڑے مقتدا تھے)۔ ابراہیم علیہ السلام اکیلے ہی ایک امت تھے کیونکہ خیر کی صفات میں وہ کمال رکھتے تھے۔ جیسا بونواس کا یہ شعر لَيْسَ عَلَى اللّٰهِ بِمُسْتَنْكَرٍ اَنْ يجمع العالم فِيْ وَاحِدٍ۔ اللہ تعالیٰ کیلئے یہ مشکل نہیں کہ وہ تمام جہاں کو ایک میں جمع کردے۔ یعنی تمام خصوصیات لا کر ایک کو جامع بنادے) حضرت مجاہد کہتے ہیں وہ اکیلے مومن تھے جبکہ تمام لوگ کافر تھے۔ نمبر۲۔ اُمّۃ بمعنی ماموم مقتدا تاکہ لوگ ان سے بھلائی حاصل کریں۔ قَانِتًا لِّلّٰهِ (وہ اللہ تعالیٰ کیلئے

عاجزی کرنے والے تھے)۔ قانت اس کو کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے اوامر پر قائم ہو۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ معاذ اُمت تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کیلئے عاجزی کرنے والے تھے۔ ان سے کہا گیا یہ تو ابراہیم علیہ السلام کی صفات ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ امۃ اس کو کہا جاتا ہے جو لوگوں کو خیر سکھائے۔ القانت اور اس کے رسول کا مطیع اور معاذ رضی اللہ عنہ اسی طرح تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر معاذ زندہ ہوتے تو میں ان کو خلیفہ بناتا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا۔ ابو عبیدۃ امین ھذہ الامۃ ۔ و معاذ اُمة اللّٰه قانت لِلّٰهِ ان کے اور اللہ تعالیٰ کے مابین قیامت کے دن صرف (قرب مرتبہ میں) رسول ہونگے [ابونعیم] حَنِيفًا (ادیان سے ہٹ کر ملت اسلام کی طرف جھکنے والے)۔ اَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (وہ مشرکین میں سے نہ تھے) کفار قریش کی تکذیب کیلئے ان سے شرک کی نفی کی۔ کیونکہ قریش کا گمان یہ تھا کہ وہ ملت ابراہیم پر قائم ہیں۔

نحو: يَكُنْ کی نون کو حرف لین کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے حذف کر دیا۔

۱۲۱: شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ (وہ اس کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرنے والے تھے) روایت میں ہے کہ وہ مہمان کے ساتھ صبح کا کھانا تناول کرتے۔ ایک دن ان کو مہمان نہ ملا تو اچانک انہوں نے ملائکہ کو صورت انسانی میں دیکھا۔ آپ نے ان کو کھانے کی دعوت دی۔ انہوں نے یہ بات باور کرائی کہ انہیں جذام ہے۔ تو ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تمہارے لئے کھانا کھانا ضروری ہے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ کا اس بات پر میں شکریہ ادا کروں کہ اس نے مجھے بچایا اور تمہیں ابتلاء میں ڈالا۔ اِجْتَبٰهُ (ان کو چن لیا) خاص کیا اور نبوت کیلئے چنا۔ وَ هَدٰهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (اور ان کو صراط مستقیم کی طرف راہنمائی کر دی) صراط مستقیم سے ملت اسلام مراد ہے۔

۱۲۲: وَاٰتَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً (اور ہم نے اس کو دنیا میں اچھائی عنایت فرمائی) حَسَنَة سے نبوت مراد ہے۔ اور اولاد، اموال عنایت فرمائے۔ نمبر۲۔ انکا تذکرہ پھیلانے کیلئے ہر اہل دین ان کو دوست رکھتا ہے۔ نمبر۳۔ ہماری امت میں سے ہر نمازی کا قول کما صلیت علی ابراھیم۔ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ (بیشک وہ آخرت میں نیکوں میں سے ہونگے) اہل جنت میں سے۔

۱۲۳: ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (پھر ہم نے آپ کی طرف وحی کی تم ملت ابراہیم کی اتباع کرو۔ جو سب سے یکسو ہونے والے تھے۔ اور مشرکین میں سے نہ تھے) ثُمَّ لاکر ہمارے پیغمبر ﷺ کا مرتبہ اور مقام اور مرتبے کا احترام بتلایا۔ اور یہ بتلا دیا کہ خلیل اللہ کو اشرف ترین عظمت جو عنایت فرمائی وہ یہ ہے کہ ہمارے رسول کو ان کی اتباع کا حکم دیا۔

سبت ملتِ ابراہیمی میں نہیں:

۱۲۴: اِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ (ہفتہ کے دن (کا پاس و حرمت) ان لوگوں پر فرض کیا گیا جنہوں نے اس میں اختلاف کیا) یعنی ہفتے کے دن کی تعظیم ان پر فرض کی اور اس دن مچھلیاں پکڑنے کی ممانعت کی۔ وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ (بیشک آپکا رب ان کے درمیان ان باتوں میں قیامت کے دن فیصلہ فرمائے گا۔ جن میں

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ

اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت اور موعظہ حسنہ کے ذریعہ بلایئے، اور ان سے ایسے طریقے پر بحث کیجئے جو اچھا

اَحْسَنُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿۱۲۵﴾

طریقہ ہو، بلاشبہ آپ کا رب ان کو خوب جاننے والا ہے جو اس کی راہ سے بھٹک گئے اور وہ ان کو خوب جانتا ہے جو ہدایت کی راہ پر چلنے والے ہیں۔

وہ اختلاف کرتے تھے) روایت تفسیر میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے ان کو حکم دیا کہ وہ ہر سات دن میں ایک دن عبادت کا مقرر کر لیں۔ اور وہ جمعہ کا دن ہو۔ مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ اور کہنے لگے۔ ہم وہ دن چاہتے ہیں جس دن آسمانوں وزمین کی پیدائش سے اللہ تعالیٰ فارغ ہوئے۔ اور وہ ہفتہ کا دن ہے۔ ان میں تھوڑی جماعت جمعہ پر رضامند ہوئی۔ یہی انکا اختلاف ہے۔ جو ہفتہ کے سلسلہ میں انہوں نے اختیار کیا۔ کیونکہ بعض نے اس کو پسند کیا اور بعض نے اس کے مقابلہ میں جمعہ کے دن کو پسند کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ہفتہ کے دن عبادت کی اجازت دی اور شکار کی حرمت میں مبتلا کر دیا اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت ان لوگوں نے فقط کی جنہوں نے جمعہ کو پسند کیا تھا۔ وہ اس دن شکار نہ کرتے تھے۔ اور بقیہ لوگ شکار سے صبر نہ کر سکے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کو مسخ کر دیا۔ صرف مطیع بچے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان میں فیصلہ فرمائیں گے۔ اور دونوں فریق کو ان کے عمل کے مناسب بدلہ دیں گے۔

طریقِ دعوت:

۱۲۵: اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ (تم اپنے رب کے راستہ کی طرف دعوت دو) سبیل سے اسلام مراد ہے۔ بِالْحِكْمَةِ (حکمت کے ساتھ)۔ مضبوط اور صحیح بات کے ساتھ۔ اور وہ حق کو واضح کرنے والی اور شبہ کو دور کرنے والی دلیل ہے۔ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ (اور اچھی نصیحت کے ساتھ) اور وہ وہی ہے جس میں مخاطب کو بھی معلوم ہو جائے کہ تم ان کی خیر خواہی چاہتے ہو۔ اور ان کے نفع کے طالب ہو۔ نمبر۲۔ موعظہ حسنہ سے مراد قرآن مجید ہے۔ یعنی ان کو اس کتاب سے نصیحت کرو جو کہ اچھی نصیحت اور حکمت ہے۔ نمبر۳۔ الحکمت افعال کے مراتب کو پہچاننا۔ الموعظۃ الحسنہ۔ کہ جب رغبت خوف سے جا ملے اور انذار بشارت سے مل جائے۔

وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ (اور ان سے اس انداز سے مجادلہ کرو جو کہ بہت خوب ہو) اس طرز سے جو کہ مباحثہ کے شاندار طریقوں میں سے ہو۔ جس میں نرمی، رفق ہو، دشمنی نہ ہو۔ نمبر۲۔ ایسی بات جو دلوں کو جگا دے اور نفوس کو اس سے نصیحت ملے۔ اور عقلوں کو روشنی میسر ہو۔

نکتہ: اس میں ان لوگوں کی تردید ہے جو مناظرہ کے دین میں انکاری ہیں۔

اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ (بیشک تمہارا رب خوب جانتا ہے۔ ان کو جو اس کے راستے سے گمراہ ہونے والے ہوں۔ اور وہ ہدایت یافتہ کو بھی اچھی طرح جانتا ہے) یعنی وہ ان کو خوب جانتا ہے جن میں بھلائی ہو

وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُم بِهِ ۖ وَلَئِن صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ

اور اگر تم بدلہ لینے لگو تو اسی جیسا بدلہ لو جیسا تمہارے ساتھ برتاؤ کیا گیا، اور اگر تم صبر کرلو تو البتہ وہ صبر کرنے والوں کے لئے

لِّلصَّابِرِينَ ﴿۱۲۶﴾ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ ۚ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِي

بہتر ہے، اور آپ صبر کیجئے اور آپ کا صبر کرنا بس اللہ ہی کی توفیق سے ہے، اور ان پر غم نہ کیجئے اور یہ لوگ جو کچھ تدبیر کرتے ہیں اس کے بارے میں

ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُونَ ﴿۱۲۷﴾ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوا وَّالَّذِينَ هُم مُّحْسِنُونَ ﴿۱۲۸﴾

تنگ دل نہ ہو جایئے، بلاشبہ اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا اور جو خوبی کا طریقہ کرنے والے ہوں

ان کو تھوڑا وعظ کافی ہے اور جس میں خیر نہ ہو اس کیلئے تمام حیلے عاجز آجاتے ہیں۔

برابر کا بدلہ جائز ہے:

۱۲۶: وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُم بِهِ (اگر بدلہ لو تو اتنا بدلہ لو جتنا تمہارے ساتھ برتاؤ کیا گیا) پہلے فعل کو عقوبت کہا حالانکہ عقوبت تو دوسرا فعل ہے لفظی مناسبت کی وجہ سے۔ جیسا کہ فرمایا۔ (وجزاء سيئة سيئة مثلها) [الشوریٰ:۴۰] اس آیت میں دوسری سیئہ نہیں۔ بلکہ سیئہ کا بدلہ ہے۔ مطلب یہ ہے اگر تمہارے ساتھ کوئی زیادتی قتل وغیرہ جیسی کی جائے تو اس کے مثل سے اس کا مقابلہ کرو اور اس پر اضافہ نہ کرو۔ روایت میں ہے کہ مشرکین نے بعض مسلمانوں کا احد کے دن مثلہ کیا اور ان کے پیٹ پھاڑ ڈالے۔ اور ان کے آلات تناسل کو کاٹا۔ نبی اکرم ﷺ نے حمزہ رضی اللہ عنہ کو پھٹے ہوئے پیٹ کے ساتھ دیکھا تو آپ نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ کی قسم ہے اے حمزہ میں تیری جگہ ستر کفار کا مثلہ کروں گا۔ پس یہ آیت نازل ہوئی آپ نے اپنی قسم کا کفارہ ادا فرمایا اور جو ارادہ فرمایا اس سے باز رہے۔ [ابن حجر۔ لم اجدہ] اس میں اختلاف نہیں کہ مثلہ حرام ہے کیونکہ اس کی ممانعت میں روایات وارد ہیں جن میں کاٹنے والے کتے کے مثلہ سے بھی منع فرمایا۔

وَلَئِن صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصَّابِرِينَ (اور اگر تم صبر کرو تو ضرور وہ صبر کرنے والوں کیلئے بہت بہتر ہے) ھو میں ضمیر صَبَرْتُمْ کے مصدر کی طرف لوٹتی ہے۔ اور صابرین سے مراد مخاطب ہیں۔ یعنی اگر تم صبر کرو تو تمہارا صبر تمہارے لئے بہت بہتر ہے۔ گویا الصابرین اسم ظاہر کو ضمیر کی جگہ لائے۔ اس سے مخاطبین کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے شاندار تعریف فرمائی۔ کیونکہ وہ سختیوں پر صبر کرنے والے تھے۔ پھر رسول اللہ ﷺ کو فرمایا۔

تلقین صبر:

۱۲۷: وَاصْبِرْ (اور آپ صبر کریں) آپ صبر کریں اس میں صبر پر آمادہ کیا۔ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ (اور آپکا صبر کرنا خاص اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہے) اور اس کی توفیق اور تثبت سے ہے۔ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ (اور ان پر غم نہ کھائیں)۔ یعنی کفار پر اگر وہ ایمان نہ

لائیں۔اور ایمان والوں پر اور جو سلوک کفار ان کے ساتھ کرتے ہیں۔اس لئے کہ مسلمان اپنے مقصود تک پہنچ گئے۔وَلَاتَكُ فِي ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ (اوراس سے تنگ نہ پڑیں جوتدابیر یہ کرتے ہیں)

قراءت: مکی نے ضاد کے کسرہ سے ضِیْق پڑھا۔اور ضِیْق یہ الضیّق کی تخفیف ہی ہے۔یعنی تنگی والی بات میں اور یہ بھی درست ہے کہ دونوں مصدر ہوں۔جیسا کہ قیل اور قول۔مطلب یہ ہے ان کی تدابیر سے تمہارا سینہ تنگ نہ ہو۔وہ آپ تک اثر انداز نہ ہوں گی۔

متقی اللہ کی معیت میں:

۱۲۸: اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ (اللہ تعالیٰ بیشک ان لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے۔جو گناہوں سے بچتے اور جو نیک کردار ہوتے ہیں)یعنی وہ انکا دوست ہے جو برائیوں سے پرہیز کرنے والے ہیں۔اوران لوگوں کا جو طاعات پر عمل پیرا ہوں۔کہا گیا۔**من اتقى فى افعاله، احسن فى اعماله كان الله معه فى احواله** جو شخص اعمال میں حسن ،افعال میں تقویٰ پیدا کرلے اللہ تعالیٰ کی بے کیف معیت اس کے ساتھ ہے۔

معیت کا مطلب: مامورات میں اس کی نصرت اور محظورات میں اس کی عصمت۔

وفقنا الله بعونه العصمة من المحظورات والنصرة فى المامورات و المعية فى جميع الحالات آمين

تمت ترجمه سورة النحل يوم الجمعه بعد العصر فى شعبان ۱۴۲۳ھ العبد المذنب شمس الدين۔

سُوْرَۃُ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ مَکِّیَّۃٌ وَّھِیَ مِائَۃٌ وَّاِحْدٰی عَشْرَۃَ اٰیَۃً وَّاثْنَا عَشَرَ رُکُوْعًا

سورۃ الاسراء مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں ایک سو گیارہ آیات اور بارہ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا

پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندہ کو ایک رات میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سفر کرایا،

الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ①

جس کے گرداگرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں تا کہ ہم اسے اپنی آیات دکھائیں، بے شک اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے۔

واقعہ اسراء: سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ (وہ اللہ تعالیٰ تمام عیوب سے پاک ہے۔ جو اپنے بندے کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ لے گیا۔ وہ مسجد اقصیٰ جس کے گرداگرد ہم نے ہر قسم کی برکتیں رکھی ہیں۔ بیشک وہ اللہ تعالیٰ بڑا سننے والا بڑا دیکھنے والا ہے)

ا: سُبْحٰنَ (پاک ہے عیوب سے) تمام عیوب سے اس کی پاکیزگی بیان فرمائی۔ یہ لفظ تسبیح کا علم ہے جیسے عثمان کا لفظ آدمی کیلئے کہ اللہ تعالیٰ کے اسم کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ اس کا فعل ہمیشہ مضمر ہوتا ہے ظاہر نہیں کیا جاتا اور اسی وجہ سے یہ منصوب ہے تقدیر عبارت یہ ہے: اسبح اللہ سبحان میں اللہ سبحان کی تسبیح کرتا ہوں۔ یہ حذف فعل کے بعد اس کے قائم مقام استعمال ہوتا ہے۔ اور یہ انتہائی پاکیزگی پر دلالت کرتا ہے۔ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ وہ ذات جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا۔ عبدہ سے محمد ﷺ مراد ہیں اور سری اور اسری یہ دو لغات ہیں۔ لَیْلًا (رات کو) ظرف ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

وجہ: اسراء تو رات ہی کو ہوتا ہے پھر اس کو لیلاً سے مقید کرنے کی وجہ تاکید ہے۔ نمبر۲۔ لیلاً کی تنوین تنکیر کیلئے ہوتا کہ اسراء کی مدت میں تقلیل کو ظاہر کیا جائے۔ اور آپ کو رات کے بعض معمولی حصہ میں مکہ مکرمہ سے شام تک چالیس راتوں کے سفر کو طے کرایا۔

مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (مسجد حرام سے) آپ کو ام ھانی بنت ابی طالب کے گھر سے رات کو لے جایا گیا۔ مسجد حرام سے یہاں حرم مراد ہے۔ کیونکہ وہ مسجد کو چاروں اطراف سے محیط ہے۔ اور وہ حرم اس کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ الحرم کلہ مسجد حرم سارا مسجد کے حکم میں ہے۔ نمبر۲۔ مسجد حرام بعینہ مراد ہے۔ اور ظاہر قول یہی ہے کیونکہ پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا بینا انا فی المسجدالحرام فی الحجر عندا لبیت بین النائم والیقظان [الحدیث رواہ البخاری، مسلم، احمد] دریں اثناء کہ میں بیت اللہ کے پاس مقام حجر میں سونے اور جاگنے کے درمیان حالت میں تھا۔ جبکہ

جبرئیل علیہ السلام میرے پاس براق لائے اور اس رات میں مجھے آسمانوں پر لے جایا گیا۔اور یہ عروج سماء بیت المقدس سے شروع ہوا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر سے واپسی پر قریش کے قافلے اور اس کے اونٹوں کی تعداد اور ان کے احوال بتلائے۔اور آپ نے آسمانوں پر جو عجائبات دیکھے ان کو بیان فرمایا۔آپ کی انبیاء علیہم السلام سے ملاقات ہوئی۔آپ بیت المعمور اور سدرۃ المنتہی تک پہنچے،معراج کا واقعہ ہجرت سے ایک سال قبل پیش آیا۔اور یہ معراج حالت بیداری میں ہوا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ **فقد جسد رسول اللہ** صلی اللہ علیہ وسلم لیکن آپ کی روح کو معراج ہوئی۔حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے بھی اس کی مثل مروی ہے(مگر اسنادی اعتبار سے یہ روایات انتہائی کمزور ہیں مترجم)

قول جمہور:

معراج جسد مع الروح کے ساتھ ہوئی۔کیونکہ خواب دیکھنا کوئی فضیلت نہیں اور نہ سونے والے کو کوئی درجہ حاصل ہے۔

اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا (مسجد اقصیٰ کی طرف) یہی بیت المقدس ہے کیونکہ ان دنوں وہاں مسجد نہ تھی۔**الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ** (جس کے اطراف میں ہم نے برکت رکھی ہے) اس سے دین و دنیا کی برکات مراد ہیں کیونکہ وہ انبیاء علیہم السلام کی عبادت کی جگہ اور وحی کا مہبط ہے وہاں بے شمار جاری چشمے اور پھل دار درختوں کی کثرت ہے۔**لِنُرِيَهٗ** (تا کہ ہم اس کو دکھائیں) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو **مِنْ اٰيٰتِنَا** (اپنی قدرت کے نشانات) جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور نبوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر دلالت کرتے ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا آسمانوں اور ان کے اندر جو کچھ نشانات ہیں۔اس کا دیکھنا یہ آپ کی نبوت کی علامت ہے۔**اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ** (بیشک وہی تمام باتوں کو سننے والا) یعنی اقوال کو **الْبَصِيْرُ** (دیکھنے والا ہے) احوال کا۔

نکتہ: بلاغت کا طریقہ التفات یہاں لایا گیا ہے کہ کلام غائب و متکلم اَسْرٰی پھر بٰرَكْنَا اور پھر اِنَّهٗ هُوَ کی طرف پھیر دیا گیا ہے۔

وَاٰتَيۡنَا مُوۡسَى الۡكِتٰبَ وَجَعَلۡنٰهُ هُدًى لِّبَنِيۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ اَلَّا تَتَّخِذُوۡا مِنۡ دُوۡنِىۡ

اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور ہم نے اسے بنی اسرائیل کے لئے ہدایت بنا دیا کہ تم لوگ میرے علاوہ کسی کو کار ساز

وَكِيۡلًا ؕ ② ذُرِّيَّةَ مَنۡ حَمَلۡنَا مَعَ نُوۡحٍ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَبۡدًا شَكُوۡرًا ③ وَقَضَيۡنَاۤ

نہ بناؤ اے ان لوگوں کی نسل جن کو ہم نے نوح کے ساتھ سوار کیا، بے شک وہ شکر گزار بندہ تھے، اور ہم نے بنی اسرائیل کو

اِلٰى بَنِيۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ فِى الۡكِتٰبِ لَتُفۡسِدُنَّ فِى الۡاَرۡضِ مَرَّتَيۡنِ وَلَتَعۡلُنَّ عُلُوًّا كَبِيۡرًا ④

کتاب میں یہ بتا دیا تھا کہ تم دو مرتبہ زمین میں ضرور فساد کرو گے اور بڑی بلندی تک پہنچ جاؤ گے

فَاِذَا جَآءَ وَعۡدُ اُوۡلٰٮهُمَا بَعَثۡنَا عَلَيۡكُمۡ عِبَادًا لَّنَاۤ اُولِىۡ بَاۡسٍ شَدِيۡدٍ فَجَاسُوۡا

سو جب ان دونوں میں پہلی مرتبہ کی میعاد کا وقت آئے گا تو ہم تم پر اپنے ایسے بندے بھیج دیں گے جو سخت لڑائی لڑنے والے ہونگے پھر وہ گھروں کے

خِلٰلَ الدِّيَارِ ؕ وَكَانَ وَعۡدًا مَّفۡعُوۡلًا ⑤ ثُمَّ رَدَدۡنَا لَـكُمُ الۡكَرَّةَ عَلَيۡهِمۡ وَ

اندر گھس پڑیں گے، اور یہ وعدہ ہے جو پورا ہو کر رہے گا، پھر ہم ان پر تمہارا غلبہ واپس کر دیں گے اور

اَمۡدَدۡنٰكُمۡ بِاَمۡوَالٍ وَّبَنِيۡنَ وَجَعَلۡنٰكُمۡ اَكۡثَرَ نَفِيۡرًا ⑥ اِنۡ اَحۡسَنۡتُمۡ اَحۡسَنۡتُمۡ

مالوں سے اور بیٹوں کے ذریعے تمھاری امداد کریں گے، اور جماعت کے اعتبار سے تمہیں خوب زیادہ بڑھا دیں گے، اگر تم اچھے کام کرو گے تو اپنی جانوں کے لئے

لِاَنۡفُسِكُمۡ ۚ وَاِنۡ اَسَاۡتُمۡ فَلَهَا ؕ فَاِذَا جَآءَ وَعۡدُ الۡاٰخِرَةِ لِيَسُوۡۤءٗا وُجُوۡهَكُمۡ

اچھا کرو گے، اور اگر برے کام کرو گے تو وہ تمہاری جانوں کے لئے ہونگے، پھر جب دوسری مرتبہ کی میعاد کا وقت آئے گا تا کہ وہ تمھارے مونہوں کو بگاڑیں

وَلِيَدۡخُلُوا الۡمَسۡجِدَ كَمَا دَخَلُوۡهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّلِيُتَبِّرُوۡا مَا عَلَوۡا تَتۡبِيۡرًا ⑦ عَسٰى

اور تا کہ وہ مسجد میں داخل ہو جائیں جیسا کہ وہ اس میں پہلی بار داخل ہوئے تھے اور تا کہ وہ ان سب کو ہلاک کر ڈالیں جوان کے قابو میں آجائیں، قریب ہے

رَبُّكُمۡ اَنۡ يَّرۡحَمَكُمۡ ۚ وَاِنۡ عُدتُّمۡ عُدۡنَا ۘ وَجَعَلۡنَا جَهَنَّمَ لِلۡكٰفِرِيۡنَ حَصِيۡرًا ⑧

کہ تمھارا رب تم پر رحم فرمائے اور اگر تم پھر وہی کام کرو گے تو ہم بھی وہی معاملہ کریں گے جو پہلے تمہارے ساتھ کیا، اور ہم نے جہنم کو کافروں کا جیل خانہ بنا دیا ہے۔

وقف لازم

موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کا تذکرہ:

۲: وَاٰتَيۡنَا مُوۡسَى الۡكِتٰبَ وَجَعَلۡنٰهُ (اور موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی اور اس کو بنایا) ہٗ کی ضمیر کتاب کی طرف راجع ہے اور

کتاب سے مراد تورات ہے۔ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ (بنی اسرائیل کیلئے موجب ہدایت) اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِيْ وَكِيْلًا (اوران سے کہہ دیا کہ تم میرے سوا کسی کو کارساز نہ بنانا) ای لا تتخذوا۔

قراءت: ابوعمرو نے یاء سے پڑھا ہے۔ ای لئلا یتخذوا تا کہ وہ نہ بنائیں میرے سوا کارساز۔ وکیل کا معنی ایسا رب کہ جس کے حوالے اپنے امور کو کرو۔

۳: ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ (اے ان لوگوں کی اولاد جن کو ہم نے نوح کے ساتھ کشتی میں سوار کیا تھا) نمبر۱۔ یہ اختصاص کی وجہ سے منصوب ہے نمبر۲۔ نداء کی وجہ سے منصوب ہے یہ ان کے نزدیک ہے جنہوں نے تاء کے ساتھ پڑھا اور اس کو نہی قرار دیا۔ یعنی ہم نے انہیں کہہ دیا میرے سوا کسی کو وکیل نہ بناؤ اے ان لوگوں کی اولاد جن کو ہم نے نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں سوار کیا۔

اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا (بیشک وہ نوح بڑا شکر گزار بندہ تھا) ہٗ کی ضمیر نوح علیہ السلام کی طرف لوٹتی ہے۔ مشکورؔ اوہ شکر گزار تھا تنگدستی و خوشحالی ہر دو حالتوں میں۔ الشکر کہتے ہیں نعمت کے مقابلہ میں منعم کی تعریف کرنا۔ روایت میں ہے کہ وہ جب کھاتے، پیتے، پہنتے تو الحمد للہ کہتے۔ اے لوگو! تم ان کی اولاد ہو جو ان پر ایمان لائے اور ان کے ساتھ کشتی میں سوار کیے گئے۔ پس ان کی ذات کو نمونہ بناؤ۔ جس طرح تمہارے آباؤ اجداد نے بنایا۔ اولاد کے صحیح ہونے کی علامت یہ ہے کہ وہ اپنے آباء کے طرز عمل کو صحیح طور پر اپنائیں۔ اور آباء کا حال تمہیں معلوم ہو چکا۔ پس اے بیٹو! تم بھی اس طرح بنو۔

سرکش بنی اسرائیل:

۴: وَقَضَيْنَآ اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ فِي الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْاَرْضِ (اور ہم نے بنی اسرائیل کو صاف بتلا دیا تھا کہ تم ضرور زمین میں فساد کرو گے) ہم نے ان کی طرف فیصلہ کن وحی اتاری یعنی قطعی طے شدہ بات ہے کہ وہ زمین میں فساد کریں گے۔ الکتاب سے تورات مراد ہے۔ لَتُفْسِدُنَّ یہ قسم محذوف کا جواب ہے نمبر۲۔ قطعی فیصلہ قسم کے قائم مقام ہے اور لَتُفْسِدُنَّ اس کا جواب ہے گویا اس طرح فرمایا اقسمنا لتفسدن فی الارض۔ مَرَّتَيْنِ (دو مرتبہ) پہلی مرتبہ جب زکریا علیہ السلام کو قتل کیا اور ارمیاء علیہ السلام کو قید میں ڈالا گیا۔ اس لئے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے ان کو ڈرایا۔ اور دوسری مرتبہ جب یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کو قتل کیا اور عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کا ارادہ کیا۔ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيْرًا (اور تم بڑی سخت سرکشی کرو گے) اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے تکبر اختیار کرو گے۔ یہ اسی طرح ہے جیسا دوسری آیت میں علو کا معنی ہے: اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْاَرْضِ [القصص:۴] اس سے مراد ظلم، سرکشی اور مفسدین کا اصلاح کرنے والوں پر غلبہ پانا ہے۔

سرکشی اوّل سزا:

۵: فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا (جب ان دو بار میں سے پہلی بار کا وقت آیا) وعدؔ سے پہلی مرتبہ کا عذاب ہے۔ بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ (ہم نے تم پر بھیجے) مسلط کر دیئے عِبَادًا لَّنَآ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ (اپنے وہ بندے جو بڑے جنگجو تھے) لڑائی میں بہت سخت تھے۔ نمبر۲۔ نینوی کے سخاریب اور اس کی فوج۔ نمبر۳۔ بخت نصر بابلی۔ نمبر۴۔ جالوت۔ انہوں نے علماء کو قتل کیا۔ تورات کو جلا ڈالا۔ مسجد

کو اجاڑ دیا۔ اور ستر ہزار افراد کو قید و بند میں ڈال دیا۔ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّيَارِ (وہ تمہارے شہروں میں پھیل گئے) وہ گھروں میں لوٹ مار کیلئے پھرنے لگے۔ زجاج رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ الجوس کسی چیز کو انتہائی کوشش سے ڈھونڈنا۔ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا (اور وہ وعدہ ہونا ہی تھا) وعدۂ سزا بہرصورت نافذ ہونا تھا۔

دوبارہ درستگی:

۶: ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ (پھر ہم نے تمہیں ان دشمنوں پر دوبارہ غلبہ دیا) سلطنت و غلبہ عَلَيْهِمْ جو تم پر مسلط کئے تھے۔ جب تم توبہ کر کے فساد سے باز آ گئے اور تکبر چھوڑ دیا۔ نمبرا۔ ایک قول یہ ہے کہ بخت نصر کا قتل مراد ہے۔ اور اس کے ہاتھوں سے قیدیوں کی رہائی و آزادی۔ اموال کی واپسی سلطنت کو دوبارہ میسر ہو جانا۔ نمبر۲۔ طالوت کو بادشاہی دیکر ہم نے سلطنت میسر کر دی۔ داود علیہ السلام نے جالوت کو قتل کر دیا۔ وَاَمْدَدْنٰكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ بَنِيْنَ وَ جَعَلْنٰكُمْ اَكْثَرَ نَفِيْرًا اور ہم نے تمہاری اموال اور اولاد سے مدد کی اور تمہیں لشکر کے لحاظ سے زیادہ کر دیا)۔ اس سے جتنی تعداد میں پہلے تھے۔ نفیراً یہ تمیز ہے یہ نفر کی جمع ہے وہ آدمی جو اپنی قوم کے ساتھ کوچ کرے۔

۷: اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا (اگر تم اچھے عمل کرو گے تو اس کا فائدہ تمہارے ہی لئے ہوگا۔ اور اگر تم برے کام کرو گے تو بھی اپنے ہی لئے کرو گے) ایک قول نمبرا۔ یہ ہے کہ لام علیٰ کے معنی میں ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے: وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ [البقرہ: ۲۸۶] صحیح قول یہ ہے کہ وہ اپنے معنی میں ہے۔ کیونکہ اختصاص کیلئے ہے عامل اپنے عمل کے بدلے کے ساتھ خاص ہے خواہ وہ اچھا ہو یا برا۔ یعنی احسان، برائی دونوں تمہارے نفوس کے ساتھ خاص ہیں۔ انکا نفع ونقصان غیر کی طرف متعدی نہیں ہوسکتا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے کہ نہ احسان میں نے کسی کے ساتھ کیا اور نہ زیادتی (مگر وہ اپنے نفس کے ساتھ کی) پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: ان احسنتم الایۃ۔

دوسرا موقعہ سزا:

فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ (جب دوسرے وعدے کا وقت آیا) دوسرا وعدہ آیا۔ ہم نے ان کو مقرر کر دیا۔ لِيَسُوْٓءُ یعنی یہ لوگ وُجُوْهَكُمْ (تا کہ وہ تمہارے چہروں کو بگاڑیں) اور بعثنا کو حذف کر دیا کیونکہ اولاً اس کے تذکرہ کی وجہ سے اس پر دلالت موجود ہے۔ یعنی لیجعلوها بادیة اٰثار المساء ة الكابة فيها تا کہ ان کو ایسا بنا دیں کہ جس میں برائی اور اکتاہٹ کے آثار ظاہر و نمایاں ہوں جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا: سیئت وجوه الذین کفروا۔ [الملک: ۲۷]

قراءت: لیسوء شامی، حمزہ ابوبکر نے پڑھا ہے۔ اس میں ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہوگی نمبر۲۔ وعدے کی طرف نمبر۳۔ بعث کی طرف۔ علی نے لنسوء پڑھا ہے۔ وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ (تا کہ وہ مسجد میں گھس جائیں) اَلْمَسْجِدَ سے بیت المقدس مراد ہے۔ كَمَا دَخَلُوْهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّ لِيُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِيْرًا (جس طرح پہلی مرتبہ گھس گئے اور اس لئے کہ جس چیز پر وہ غلبہ پالیں اس کو برباد کر ڈالیں) مَا عَلَوْا یہ لِيُتَبِّرُوْا کا مفعول ہے تا کہ وہ ہلاک کر ڈالیں ہر اس چیز کو جس پر غالب آئیں اور مسلط ہوں۔ نمبر۲۔ غلبہ کا زمانہ اور مدت مراد ہے۔

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یَهْدِیْ لِلَّتِیْ هِیَ اَقْوَمُ وَ یُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ

بے شک یہ قرآن ایسے طریقہ کی ہدایت دیتا ہے جو بالکل سیدھا ہے، اور ایمان والوں کو بشارت دیتا ہے جو نیک عمل

الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِیْرًا ۙ﴿۹﴾ وَّ اَنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ اَعْتَدْنَا

کرتے ہیں کہ ان کے لئے بڑا اجر ہے اور یہ بات بھی بتاتا ہے کہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے ان کے لئے ہم نے

لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ﴿۱۰﴾ وَ یَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالْخَیْرِ ؕ وَ كَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا ﴿۱۱﴾

دردناک عذاب تیار کیا ہے اور انسان برائی کے لئے ایسی دعا مانگتا ہے جیسے خیر کے لئے مانگتا ہے اور انسان جلد باز ہے۔

گنجائش توبہ:

۸: عَسٰی رَبُّكُمْ اَنْ یَّرْحَمَكُمْ (عجب نہیں کہ تمہارا رب تم پر رحم فرمائے) دوسری مرتبہ کے بعد۔ اگر تم دوسری مرتبہ توبہ کرلو اور معاصی سے باز آ گئے۔ وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا (اگر تم نے پھر وہی کیا تو ہم بھی پھر وہی کریں گے) تیسری مرتبہ تمہاری سزا کی طرف لوٹیں گے انہوں نے معاصی کی طرف جھکاؤ اختیار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اکاسرہ کو ان پر مسلط کر دیا۔ اور ان پر خراج مقرر کر دیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ قیامت تک مسلمانوں کو ان پر مسلط کر دیا۔ وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِیْنَ حَصِیْرًا (اور ہم نے جہنم کو کافروں کا قید خانہ بنایا) حَصِیْرًا کا معنی قید خانہ۔ اس کے مُحْصِر، حَصِیْر دونوں نام بولتے ہیں۔

قرآنی دوست وراہنما:

۹: اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یَهْدِیْ لِلَّتِیْ هِیَ اَقْوَمُ (بیشک یہ قرآن اس راستہ کی راہنمائی کرتا ہے۔ جو بالکل سیدھا ہے) اس حالت کیلئے جو حالات میں سب سے زیادہ درست وصحیح ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی توحید، اس کے رسولوں پر ایمان اس کی طاعات پر عمل ہے۔ نمبر۲۔ ملت کیلئے۔ نمبر۳۔ راستہ کیلئے۔ وَیُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ (اور ان ایمان والوں کو خوشخبری دیتا ہے جو نیک عمل کیا کرتے ہیں)۔

قراءت: حمزہ، علی نے یَبْشُرُ پڑھا ہے۔ اَنَّ لَهُمْ ای بِاَنَّ لَهُمْ کہ ان کے لئے اَجْرًا كَبِیْرًا (بہت بڑا اجر ہے) وہ جنت ہے۔
۱۰: وَّ اَنَّ الَّذِیْنَ ای بان الذین ۔ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ اَعْتَدْنَا (کہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے ہم نے تیار کر رکھا ہے) لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا (ان کے لئے دردناک عذاب) آگ۔

ردِ اعتزال:

معتزلہ کے اس قول کی تردید ہے گناہ گار نہ مؤمن رہتا ہے اور نہ کافر ہوتا ہے یہاں ایمان والوں اور ان کے بدلہ کا ذکر کیا اور کفار اور ان کی سزا کا تذکرہ کیا۔ درمیان والوں کا ذکر نہیں کیا۔

وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ وَجَعَلْنَآ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا

اور ہم نے رات کو اور دن کو دو نشانیاں بنا دیا، سو ہم نے رات کی نشانی کو محوکر دیااور دن کی نشانی کوروشن کر دیا،

فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ۭ وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا ﴿۱۲﴾

تا کہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو، اور برسوں کی گنتی کو اور حساب کو جان لو، اورہم نے ہر چیز کوخوب تفصیل کے ساتھ بیان کردیا ہے۔

وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰۗىِٕرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ ۭ وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا ﴿۱۳﴾

اور ہم ہر انسان کی گردن میں اس کا اعمال نامہ ڈال دیں گے، اور ہم اس کے لئے کھلی ہوئی کتاب نکال دیں گے وہ اس کتاب کو کھلی ہوئی دیکھ لے گا،

اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ۭ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ﴿۱۴﴾ۭ مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ

تو اپنی کتاب کو پڑھ لے آج تو اپنا حساب کرنے کے لئے کافی ہے جس نے ہدایت پالی تو وہ اپنے ہی نفع کے لئے ہدایت اختیار کرتا ہے

وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۭ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۭ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى

اور جو شخص گمراہ ہوتا ہے اپنی ہی جان کونقصان پہنچانے کے لئے گمراہ ہوتا ہے، اور کوئی جان کسی دوسرے کا بوجھ اٹھانے والی نہیں، اور جب تک ہم کوئی رسول نہ بھیج

نَبْعَثَ رَسُوْلًا ﴿۱۵﴾

دیں اس وقت تک عذاب نہیں بھیجتے۔

انسان بددعا میں جلد باز ہے:

۱۱: وَيَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالْخَيْرِ (انسان جس طرح (جلدی) سے بھلائی مانگتا ہے اسی طرح برائی مانگتا ہے) تکلیف کے موقعہ پر ناراض ہوکر اپنے نفس اور اہل وعیال اور مال واولاد کیلئے بدعاء کرتا ہے جیسا کہ ان کیلئے خیر کی دعا کرتا ہے۔ نمبر۲۔ جلد ملنے والے نفع کا طالب ہے۔ اگر چہ وہ نفع قلیل مقدار میں ہو۔ اس نقصان کے بدلے میں جو بدیر آنے والا ہوا گر چہ وہ کتنا ہی بڑا ہو۔ وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا (اور انسان جلد باز (پیدا ہوا) ہے ہر وہ چیز جو اس کے دل میں آتی ہے اس کو جلد طلب کرتا ہے صابر کی طرح اس میں انتظار نہیں کرتا۔ نمبر۲۔ انسان سے کافر مراد ہے کیونکہ وہ عذاب کو بطور استہزاء مانگتا ہے اور جلد طلب کرتا ہے جیسا کہ جب تکلیف پہنچے تو جلدی سے رفاہیت کا طالب ہے اور انسان کے جلد باز ہونے کا مطلب یہ ہے کہ عذاب بہر صورت آنے والا ہے۔ پھر اس جلدی مچانے کا کوئی فائدہ نہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اس سے نضر بن حارث مراد ہے۔ اسی نے یہ کہا اللھم ان كان هذا هو الحق فامطر علينا الآية [انفال:۳۲] پس اس کا جواب اس طرح ملا کہ پکڑ کر اس کی گردن ماری گئی۔ یدع میں واؤ کا خط سے ساقط ہونا مناسبت لفظی کی بناء پر ہے۔

قدرت کی دونشانیاں:

۱۲: وَجَعَلْنَا الَّیْلَ وَالنَّهَارَ اٰیَتَیْنِ فَمَحَوْنَآ اٰیَةَ الَّیْلِ وَجَعَلْنَآ اٰیَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً (اور ہم نے دن اور رات کو دونشانیاں بنایا ہے رات کی نشانی کو تاریک بنایا اور دن کی نشانی کو روشن) یعنی دن اور رات قدرت کی دونشانیاں ہیں۔ آیت کی اضافت لیل ونہار کی تبیین ووضاحت کیلئے ہوگی جیسا کہ عدد کی اضافت معدود کی طرف کر دی جائے۔ مطلب یہ ہے پس ہم نے مٹادیا یعنی دھندلا بنا دیا اس نشانی کو جو کہ رات ہے اور دن والی نشانی کو دیکھنے والا بنا دیا۔

نمبر۲۔ رات ودن کے نیر کو دونشانیاں بنایا۔ اس سے مراد سورج وچاند ہیں۔ اور محونا اٰیة الّیل سے چاند مراد ہے اس کو دھیمی روشنی والا بنایا۔ جس میں شعاع نہیں۔ سورج کی شعاعیں ہیں اس کی روشنی میں اشیاء واضح اور صاف نظر آتی ہیں۔ لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ (تا کہ تم اپنے رب کا فضل (روزی) تلاش کرو) تا کہ دن کی سفیدی میں تم اپنے کام کاج میں ادھر ادھر جاسکو۔ وَلِتَعْلَمُوْا (تا کہ تم جان لو) تا کہ تم ان دونئی چیزوں سے عَدَدَ السِّنِیْنَ وَالْحِسَابَ (برسوں کی گنتی اور حساب) عدد کا حساب، اعمال کے کرنے کے مواقع، اگر یہ دونوں ایک جیسے ہوتے تو دن رات کی پہچان نہ ہوسکتی اور حریص کمانے والے اور تجار آرام نہ پاسکتے۔ وَكُلَّ شَیْءٍ (اور ہر چیز کی) جن چیزوں کے تم دین ودنیا میں ضرورت مند ہو۔ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِیْلًا (ہم نے (بخوبی) تفصیل کر دی ہے) ایسی وضاحت جس میں التباس نہیں۔ اسباب بھی تمہارے سامنے واضح کر دیئے تمہارے لئے انکار کی کوئی حجت باقی رہنے نہیں دی جو ہمارے خلاف پیش کر سکو۔

ہر انسان اپنا عمل ساتھ لئے پھرتا ہے جو قیامت کو ظاہر ہوگا:

۱۳: وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ (اور ہم نے ہر انسان کے اعمال) طائر سے عمل مراد ہے۔ فِیْ عُنُقِهٖ (اس کے گلے میں لٹکا دیے ہیں) یعنی اس کا عمل اس کو اس طرح لازم پکڑنے والا ہے جیسے ہار گلے کیلئے نمبر۲۔ گردن کا طوق بنادیں گے جو اس سے جدا نہ ہوگا۔ وَنُخْرِجُ لَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ كِتٰبًا یَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا (اور قیامت کے روز (وہ) کتاب اسے نکال دکھائیں گے جسے وہ کھلا ہوا دیکھے گا)

نحو: یلقاہ یہ کتاب کی صفت ہے۔

قراءت: شامی نے یُلَقّٰهُ منشورًا یہ یلقاہ سے حال ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ لپٹا ہوا نہ ہوگا کہ اس کو آسانی سے پڑھا جاسکے۔ نمبر۲۔ یہ دونوں کتاب کی صفتیں ہیں۔ اور ہم اسے کہیں گے۔

۱۴: اِقْرَاْ كِتٰبَكَ (تو اپنا نامہ عمل پڑھ لے) تو اپنا نامہ عمل پڑھ۔ ہر ایک کو اس حالت میں اٹھایا جائے گا کہ وہ پڑھا ہوا ہوگا۔ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْیَوْمَ عَلَیْكَ حَسِیْبًا (آج تو خود اپنا آپ ہی محاسب کافی ہے) بنفسک کی باء زائدہ ہے تقدیر عبارت یہ ہے کہ کفی نفسك حَسِیْبًا یہ تمیز ہے۔ نمبر۲۔ اور حَاسِبٌ کے معنی میں ہے علٰی اس کے متعلق ہے جیسا کہتے ہیں حَسِبَ عَلَیْهِ كَذَا۔ نمبر۳۔ کافی کے معنی میں ہے۔ اس کو شہید کی جگہ رکھ کر علٰی سے متعدی کیا۔ کیونکہ گواہ مدعی کے اہم معاملہ کیلئے کفایت کرتا ہے۔ حَسِیْبًا گو ذکر کر دیا کیونکہ وہ شَهِیْد کے قائم مقام ہے۔ اسی طرح قاضی امیر کے بھی قائم مقام ہے۔ کیونکہ غلبہ والے کو چاہیے کہ وہ ان امور کا ذمہ دار مردوں کو بنائے۔ گویا اس طرح کہا گیا۔ نمبر۱۔ کفی نفسك رجلا حسیبا نمبر۲۔ نفس کی تاویل شخص و

وَاِذَآ اَرَدۡنَاۤ اَنۡ نُّهۡلِكَ قَرۡيَةً اَمَرۡنَا مُتۡرَفِيۡهَا فَفَسَقُوۡا فِيۡهَا فَحَقَّ عَلَيۡهَا الۡقَوۡلُ

اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو وہاں کے خوش عیش لوگوں کو حکم دیتے ہیں پھر وہ اس میں نافرمانی کرتے ہیں سو اس بستی پر ہماری بات ثابت ہو جاتی ہے،

فَدَمَّرۡنٰهَا تَدۡمِيۡرًا ⑯ وَكَمۡ اَهۡلَـكۡنَا مِنَ الۡقُرُوۡنِ مِنۡۢ بَعۡدِ نُوۡحٍ‌ؕ وَكَفٰى بِرَبِّكَ

پھر ہم اس بستی کو پوری طرح ہلاک کر دیتے ہیں، اور نوح کے بعد کتنی ہی قرنیں تھیں جنہیں ہم نے ہلاک کر دیا، اور آپ کا رب بندوں کے

بِذُنُوۡبِ عِبَادِهٖ خَبِيۡرًاۢ بَصِيۡرًا ⑰

گناہوں کے جاننے دیکھنے کیلئے کافی ہے۔

ذات سے کی جائے۔

ہدایت کے اپنے فائدے:

۱۵: مَنِ اهۡتَدٰى فَاِنَّمَا يَهۡتَدِىۡ لِنَفۡسِهٖ ۚ وَمَنۡ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيۡهَا (جو شخص راہ پر چلتا ہے۔ وہ اپنے نفع کیلئے راہ پر چلتا ہے۔ اور جو شخص بے راہی کرتا ہے۔ پس وہ بھی اپنے ہی نقصان کے لئے بے راہ ہوتا ہے) اس کو ہدایت کا ثواب اور ضلال کا وبال پہنچے گا۔ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزۡرَ اُخۡرٰى (اور کوئی شخص کسی کا بوجھ نہ اٹھائے گا) ہر نفس خود اپنا بوجھ اٹھائے گا۔ کسی دوسرے نفس کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيۡنَ حَتّٰى نَبۡعَثَ رَسُوۡلًا (اور ہم سزا نہیں دیتے جب تک کسی رسول کو نہیں بھیج لیتے) ہم کسی قوم کو دنیا میں استیصال کا عذاب اس وقت تک نہیں دیتے جب تک رسول بھیج کر ان پر حجت تمام نہیں کر دیتے۔

ہلاکت تکمیل حجت کے بعد ہے:

۱۶: وَاِذَآ اَرَدۡنَاۤ اَنۡ نُّهۡلِكَ قَرۡيَةً اَمَرۡنَا (اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو اس کے خوش عیش لوگوں کو حکم دیتے ہیں) قریہ سے اہل قریہ مراد ہیں۔ مُتۡرَفِیۡن سے مالدار اور زبردست لوگ مراد ہیں۔ اَمَرۡنَا مُتۡرَفِيۡهَا ان کو طاعت کا حکم دیتے ہیں۔ یہ ابو عمرو اور زجاج کی قراءت میں ہے۔ فَفَسَقُوۡا فِيۡهَا (پھر وہ لوگ وہاں شرارت کرتے ہیں) وہ حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ جیسا کہ کہتے ہیں۔ امر ته فعصٰی ۔نمبر۲۔ کثرت واضافہ کرنا۔ اس کی دلیل ۔ قراءت: یعقوب آمرنا ہے اور اسی معنی میں یہ روایت ہے خير المال سكة مأبورة اومهرة مامورة [احمد، طبرانی] کثرت نسل والا گھوڑا ہے۔ فَحَقَّ عَلَيۡهَا الۡقَوۡلُ (پھر ان پر حجت پوری ہو جاتی ہے) اس پر وعید لازم ہو جاتی ہے۔ فَدَمَّرۡنٰهَا تَدۡمِيۡرًا (پھر اس بستی کو تباہ اور غارت کر ڈالتے ہیں) ہم اس کو پورے طور پر ہلاک کر دیتے ہیں۔

پہلوں سے عبرت پکڑو:

۱۷: وَكَمۡ اَهۡلَـكۡنَا مِنَ الۡقُرُوۡنِ مِنۡۢ بَعۡدِ نُوۡحٍ (اور ہم نے بہت سی امتوں کو نوح ؑ کے بعد ہلاک کیا ہے)

مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهُ فِيهَا مَا نَشَاءُ لِمَنْ نُرِيدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهُ جَهَنَّمَ يَصْلٰهَا

جو شخص دنیاوی منافع کا ارادہ کرتا ہے ہم جس کے لئے چاہیں جتنا چاہیں اسی دنیا میں اسے دے دیتے ہیں پھر ہم اس کے لئے دوزخ تجویز کر دیں گے وہ اس میں بدحال ہو کر

مَذْمُومًا مَّدْحُورًا ⑱ وَمَنْ أَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولٰٓئِكَ كَانَ

راندۂ درگاہ ہونے کی حالت میں داخل ہوگا اور جو شخص آخرت کا ارادہ کرے اور اس کے لئے کوشش کرے جیسی کوشش ہونی چاہئے اور وہ مومن ہو سو یہ وہ لوگ ہیں

سَعْيُهُمْ مَّشْكُورًا ⑲ كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَاءِ رَبِّكَ ۚ وَمَا كَانَ عَطَاءُ رَبِّكَ

جن کی کوشش کی قدردانی ہوگی، ہم آپ کے رب کی بخشش سے ہر ایک کو دیتے ہیں اُن کو بھی اور ان کو بھی، اور آپ کے رب کی بخشش روکی ہوئی

مَحْظُورًا ⑳ اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۚ وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ

نہیں ہے، آپ دیکھ لیجئے ہم نے بعض کو بعض پر کیسی فضیلت دی، اور بلاشبہ آخرت درجات کے اعتبار سے بڑی چیز ہے اور فضیلت کے

تَفْضِيلًا ㉑ لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُومًا مَّخْذُولًا ㉒

اعتبار سے بھی، اے مخاطب تو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو معبود نہ بنانا، ورنہ تو مذمت کیا جانے والا، بے یار و مددگار ہو کر بیٹھ رہے گا۔

نحو: کم مفعول ہے۔ من القرون یہ کم کا بیان ہے۔ بَعْدَ نُوْحٍ سے عاد و ثمود وغیرہ مراد ہیں۔ وَكَفٰى بِرَبِّكَ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًاۢ بَصِيْرًا (اور آپ کا رب اپنے بندوں کے گناہوں کا جاننے والا دیکھنے والا کافی ہے) اگرچہ وہ اس کو اپنے سینوں میں مخفی رکھنے کی کوشش کریں۔ بصیراً یعنی خواہ وہ اس کو بیسیوں پردوں کے اندر کریں۔

دنیا چاہنے والے کو دینا:

۱۸: مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ (جو شخص دنیا کا خواہش مند ہو تو ہم اس میں سے جسے چاہتے ہیں اور جتنا چاہتے ہیں جلد دے دیتے ہیں) نہ وہ جو چاہتا ہے۔ لِمَنْ نُّرِيْدُ یہ لہ کا بدل ہے حرف جار کو دوبارہ لایا گیا ہے۔ یہ بدل البعض ہے۔ ضمیر کا مرجع مَن ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے **من كانت العاجلة همه ولم يرد غيرها كالكفرة تفضلنا عليه من منافعها بما نشاء لمن نريد** جس کا مقصد جلدی ملنے والی چیز (دنیا) ہو اور اس کے علاوہ وہ کسی چیز کا طالب نہ ہو جیسا کہ کفار تو ہم دنیا کی منفعتیں جتنی چاہتے ہیں اور جو چاہتے ہیں اس کو دے دیتے ہیں۔ آیت میں اللہ تعالیٰ نے دنیا کو اپنی مشیت سے مقید فرمایا۔ اور معجّل لہ کو اس کے ارادہ سے۔ اور واقعہ میں حالت اسی طرح ہے بہت سے دنیا پرستوں کو دیکھتے ہو بے شمار تمنائیں دل میں لئے بیٹھے ہیں۔ مگر ان کو ملتی اس میں سے چند ہیں اور بہت لوگ تھوڑی تمنائیں کرتے ہیں۔ مگر اس سے بھی محروم رہتے ہیں ان کے لئے دنیا و آخرت کا فقر جمع کر دیا جاتا ہے۔ اس کے برخلاف متقی مؤمن وہ آخرت کی غناء کا طالب ہوتا ہے دنیا بقدر حصہ مل

جاتی ہے۔ بسا اوقات فقر تو اس کے لئے اور زیادہ بہتر رہتا ہے۔ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ يَصْلٰهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا (پھر ہم اس کے لئے جہنم تجویز کریں گے وہ اس میں بدحال راندہ ہو کر داخل ہوگا) آخرت میں وہ جہنم میں داخل ہوگا۔ اس حالت میں مذموماً مغضوب مَدْحُوْرًا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دھتکارا ہوا۔

آخرت کے لئے مؤمن کی محنت قابل قدر ہے:

۱۹: وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا (اور جو شخص آخرت کی نیت کرے گا اور اس کے لئے جیسی کوشش کرنی چاہئے ویسی ہی کوشش کرے گا) سعیہا یہ سعیٰ کا مفعول بہ ہے۔ ایسی کوشش جس کوشش کرنے کا اس کو حق ہے۔ اور کفایت والے اعمال صالحہ۔ وَهُوَ مُؤْمِنٌ (بشرطیکہ وہ شخص مؤمن بھی ہو) وہ اللہ تعالیٰ کے وعدہ اور وعیدوں کی تصدیق کرنے والا بھی ہو۔ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا (پس ایسے لوگوں کی یہ کوشش مقبول ہوگی) ان کی کوشش اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول اور قابلِ ثواب ہے۔

قول بعض سلف:

جس کو تین چیزیں میسر نہ ہوں اس کا عمل نفع بخش نہیں نمبرا۔ پختہ ایمان نمبر۲۔ نیت صادقہ نمبر۳۔ درست عمل اور پھر یہ آیت تلاوت کی اس میں تین شرائط ہی مذکور ہیں۔ نمبرا۔ کوشش قابل قدر وہی ہے جو آخرت کی غرض سے ہو۔ نمبر۲۔ اور کوشش اسی قدر جس کا وہ مکلف بنایا گیا نمبر۳۔ مضبوط ایمان۔

عطیہ رزق ہر ایک کو:

۲۰: كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا (اور آپ کے رب کی عطا میں سے تو ہم ان کی بھی امداد کرتے ہیں اور ان کی بھی اور آپ کے رب کی عطا بند نہیں) كُلًّا فریقین میں سے ہر ایک۔ تنوین مضاف الیہ کے عوض میں ہے۔ یہ نُمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ کی وجہ سے منصوب ہے هٰٓؤُلَآءِ یہ كُلًّا کا بدل ہے۔ ای نُمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ پہلے هٰٓؤُلَآءِ سے دنیا پرست اور دوسرے هٰٓؤُلَآءِ سے طالبینِ آخرت مراد ہیں۔ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ تیرے رب کا عطیہ جو اس نے عنایت کر رکھا ہے۔ مِنْ کا تعلق نُمِدُّ سے ہے۔ اَلْعَطَاءُ دی جانے والی چیز کا نام ہے۔ یعنی ہم ان کے لئے اپنے عطیات بڑھا دیتے ہیں اور گزشتہ کیلئے پیوستہ کو مدد بنا دیتے ہیں۔ اور منقطع نہیں کرتے۔ نافرمان و فرمانبردار کو محض اپنے فضل سے رزق دیتے اور تیرے رب کا یہ رزق والا عطیہ باوجود نافرمانی روکا نہیں جاتا۔

دنیا میں درجے ہم نے دیئے:

۲۱: اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ (آپ دیکھ لیجئے کہ ہم نے ایک کو دوسرے پر کس طرح فوقیت دی) انظر تم عبرت کی نگاہ سے دیکھو کیف فَضَّلْنَا الایۃ کس طرح ہم نے مال و جاہ کشادگی و کمال میں ایک دوسرے پر فضیلت دے رکھی ہے۔

آخرت پھر آخرت ہے:

وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّ اَكْبَرُ تَفْضِيْلًا (اور البتہ آخرت درجوں کے اعتبار سے بھی بہت بڑی اور فضیلت کے اعتبار سے بھی

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ

اور آپ کے رب نے حکم دیا ہے کہ عبادت نہ کرو مگر اسی کی، اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو، اے مخاطب اگر تیرے پاس ان دونوں میں سے ایک یا دونوں

اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ﴿۲۳﴾ وَاخْفِضْ

بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انہیں اف بھی نہ کہنا اور ان کو مت جھڑکنا اور ان سے اچھے طریقے سے بات کرنا اور ان کے سامنے شفقت سے

لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ﴿۲۴﴾ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا

انکساری کے ساتھ جھکے رہنا اور یوں عرض کرنا کہ اے رب ان پر رحم فرمائیے جیسا کہ انہوں نے مجھے چھوٹا سا پالا ہے تمہارا رب ان چیزوں کو خوب جاننے والا ہے جو

فِيْ نُفُوْسِكُمْ ؕ اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا ﴿۲۵﴾

تمہارے دلوں میں ہیں، بلاشبہ وہ رجوع کرنے والوں کو بخشنے والا ہے۔

بہت بڑی ہے) روایت میں وارد ہے کہ کچھ اشراف اپنے متعلق لوگوں کے ساتھ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دروازے پر جمع ہوئے۔ بلال و صہیب رضی اللہ عنہما کو اجازت مل گئی ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو اس بات سے گرانی ہوئی تو سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا اس میں ہمارا اپنا قصور ہے۔ انہیں اور ہمیں سب کو اسلام کی طرف دعوت دی گئی انہوں نے جلدی کی ہم نے تاخیر کی۔ اور یہ تو عمر کا دروازہ ہے۔ آخرت کے دروازہ میں کتنا بڑا فرق ہوگا؟ اگر تم عمر کے دروازہ میں پہلے جانے پر ان سے حسد کرتے ہو تو اللہ تعالیٰ نے جنت ان کے لئے جو تیار کر رکھی ہے وہ تو بہت بڑی اور زیادہ ہے۔

اللہ کے ساتھ اور معبود مت بناؤ یہ اللہ کا فیصلہ ہے

۲۲: لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ (اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود مت تجویز کرو) اس میں اگرچہ خطاب نبی اکرم ﷺ کو ہے مگر مراد اس سے آپ کی امت ہے۔ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا (ورنہ تو بدحال اور بے یار و مددگار ہو کر بیٹھ رہے گا) اے مخاطب تو اپنے نفس کیلئے ذلت و رسوائی دونوں کو جمع کرنے والا ہوگا۔ نمبر۲۔ ذلت آمیز سلوک کیا ہوا اور معاونت سے محروم ہوگا کیونکہ اَلْخُذْلَانَ یہ نصرت و معاونت کی ضد ہے اس کی دلیل یہ ارشاد الٰہی ہے۔ ان ینصرکم اللّٰہ فلا غالب لکم و ان یخذلکم فمن ذاالذی ینصرکم من بعدہٖ [آل عمران: ۱۶۰] اس آیت میں خُذْلَان کے مقابلہ میں نصرت کو ذکر کیا گیا ہے۔

والدین کے ساتھ حسن سلوک:

۲۳: وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ (اور تیرے رب نے حکم دیا ہے کہ سوائے اس کے کسی کی عبادت مت کرو) قضی کا معنی ہے قطعی حکم دینا۔ الا تعبدوا میں اَنْ مفسرہ ہے لاتعبدوا نہی ہے۔ نمبر۲۔ یہاں باء محذوف ہے۔ بالَّا تَعْبُدُوْا تیرے رب نے اپنی ہی عبادت کرنے کا حکم دیا ہے۔ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا (اور تم ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرو) نمبر۱۔ احسانًا یہ فعل

محذوف اَحۡسِنُوۡا کا مفعول ہے۔ای بالوالدین احسانا نمبر۲۔ بآء کے ماتحت ای بان تحسنوا بالوالدین احسانا اور والدین کے ساتھ تم احسان کرنا۔

اِمَّا یَبۡلُغَنَّ عِنۡدَكَ الۡكِبَرَ (اگر تیرے پاس پہنچ جائے ان میں سے) نحو: اِمّا نمبرا۔ میں اِنۡ شرطیہ اور مَا تاکید کیلئے ملایا گیا۔اسی لئے نون مؤکدہ فعل پر داخل کیا گیا۔اگر فقط اِنۡ لاتے تو درست نہ ہوتا کیونکہ اس طرح کہنا درست نہیں۔اِنۡ تکرمنّ زیدًا یکرمك ۔البتہ یہ درست ہے اما تکرمنه ۔اَحَدُهُمَآ اَوۡ كِلٰهُمَا (ایک یا دونوں کو بڑھاپا) اَحَدُهُمَا یہ یَبۡلُغَنَّ کا فاعل ہے۔حمزہ اور علی کی قراءت میں یبلغانّ ہے۔اس میں الف اس ضمیر کے بدلہ میں ہے جو والدین کی طرف راجع ہے۔کلاھما کا عطف احدھما پر ہے۔یہ فاعل و بدل ہے۔فَلَا تَقُلۡ لَّهُمَآ اُفٍّ (تو ان کو کبھی ہوں بھی مت کہنا)

قراءت: مدنی ،حفص نے اُفٍّ پڑھا۔جبکہ مکی وشامی نے اُفَّ پڑھا اور دوسروں نے اُفُّ پڑھا ہے۔یہ اسم صوت ہے جو اکتاہٹ پر دلالت کرتا ہے،کسرہ کی وجہ تو یہ ہے کہ ساکن کو کسرہ دیا جاتا ہے۔اور فتحہ بطور تخفیف ہے اور تنوین تنکیر پر دلالت کیلئے ہے۔مطلب اس طرح ہوا کیا تم ان سے اکتاتے ہوا کتانا؟ اور تنوین جب نہ پڑھیں تو اس کا مقصد معرفہ قرار دینا ہے۔ای اتضجّر التضجّر المعلوم کیا تو جانی پہچانی اکتاہٹ محسوس کرتا ہے؟

وَّلَا تَنۡهَرۡهُمَا (اور نہ ان کو جھڑکنا) تو ان کو اس بات میں مت جھڑک جو وہ کریں اور تمہیں پسند نہ ہو۔ممانعت اور النھر (ڈانٹ) ایک چیز ہیں۔وَقُلۡ لَّهُمَا قَوۡلًا كَرِیۡمًا (اور ان سے خوف ادب سے بات کرنا) اف اور ڈانٹ کے بدلے خوبصورت نرمی والی بات کہو جیسا کہ حسن ادب کا تقاضا ہے۔نمبر۲۔اس طرح کہے ابا جی۔اماں جی۔انکا نام لیکر نہ بلائے کیونکہ یہ بھی بدخلقی ہے۔اوران کی غیر موجودگی میں نام لینے میں حرج نہیں جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نحلني ابو بکر کذا۔

عندک کا فائدہ:

یہ ہے کہ جب دونوں کا ضعف کی وجہ سے بیٹے پر دارومدار رہ جائے اور گھر میں انکا کوئی کفیل ونگہبان نہ ہو۔تو یہ مزید مشکل وقت ہے۔پس ایسے موقع پر اس کو حکم دیا گیا کہ ان دونوں کے ساتھ خوش خلقی سے پیش آئے۔اور اگر ان کی بات و فعل سے اکتا جائے تو تب بھی ایسی بات نہ کہے جو ان کے تکدّرِ طبع کا باعث ہو۔مثلاً اُف۔چہ جائیکہ اس سے بڑی اور سخت بات۔اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق وصیت میں مبالغہ فرمایا وہ اس طرح کہ والدین کے احسان کو اپنی توحید کے ساتھ ملا کر ذکر کیا۔پھر ان کی رعایت میں دائرے کو اور زیادہ تنگ کیا اور ایسے کسی کلمہ کے کہنے کی اجازت بھی نہیں دی جو تنگ آئے ہوئے انسان کو نقل کرنے درست ہیں باوجود یکہ اکتاہٹ کے ایسے حالات موجود ہوں جن میں اپنے آپ کو روکنا انتہائی مشکل ہو۔

۲۴: وَاخۡفِضۡ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ (اور ان کے سامنے انکساری کے ساتھ) ان کے لئے تو اپنے بازو کو جھکا دے جیسا دوسرے مقام پر فرمایا واخفض جناحك للمؤمنين[الحجر:۸۸]

نکتہ: جناح کی اضافت الذُّل کی طرف اسی طرح ہے جیسا کہ حاتم کی اضافت جود کی طرف کی جاتی ہے۔مطلب یہ ہے تو ان کے لئے اپنے عاجز بازو کو جھکا۔مِنَ الرَّحۡمَةِ (مہربانی سے جھکے رہنا) ان پر بہت شفقت کرتے ہوئے اور بڑھاپے کی وجہ سے ان

کے ساتھ مہربانی برتتے ہوئے اور اس وجہ سے کہ آج وہ اس کے محتاج بنے بیٹھے ہیں جو کل مخلوقات میں سب سے زیادہ انکا محتاج تھا۔

قول زجاجؒ: آیت کا معنی یہ ہے کہ تو ان سے نرم پہلو برت اس حال میں کہ انتہائی مہربانی سے ان کے سامنے جھکنے والا ہو۔

وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِىْ صَغِيْرًا (اور یوں دعا کرتے رہنا کہ اے میرے پروردگار ان دونوں پر رحمت فرما جیسا انہوں نے مجھ کو بچپن میں پالا) اے انسان! تو فقط ان پر مہربانی کرنے پر اکتفاء نہ کر کیونکہ یہ تو عارضی چیز ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کر کہ اے اللہ تو ان پر اپنی باقی رہنے والی رحمت فرما۔ اور اس دعا کو اپنے بچپن کی شفقت کا بدلہ سمجھ اور اپنی تربیت کی جزاء قرار دے۔ اس میں خطاب سے آنحضرت ﷺ کے علاوہ مراد ہے۔ اور یہ دعا اس وقت جائز ہے جبکہ ماں، باپ مسلمان ہوں۔ نمبر۲۔ اگر کافر ہوں تو ایمان لانے کی شرط کے ساتھ ان کے لئے رحمت کی دعا کرے اور ان کے حق میں ہدایت کی دعا کرے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے **رضا اللّٰه فی رضا الوالدین و سخطه فی سخطهما** [ترمذی] دوسری روایت میں ہے کہ **یفعل البار ماشاء ان یفعل فلن یدخل النار و یفعل العاق ماشاء ان یفعل فلن یدخل الجنة۔ (الثعلبی)**

ایک اور روایت میں جس کو مجمع الزوائد میں نقل کیا گیا ہے۔ **اِيَّاكُمْ وَعُقُوْقَ الْوَالِدَيْنِ** تم اپنے آپ کو والدین کی نافرمانی سے بچاؤ۔ جنت کی خوشبو ایک ہزار میل کی مسافت سے محسوس ہوتی ہے والدین کے نافرمان کو جنت کی خوشبو بھی میسر نہ ہوگی۔ اسی طرح قطع رحمی کرنے والا اور زانی بوڑھا نہ تکبر سے چادر لٹکانے والا۔ بڑائی اللہ رب العالمین کے لائق ہے۔

۲۵: **رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِىْ نُفُوْسِكُمْ اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا۔** (تمہارا رب تمہارے باطن کو خوب جانتا ہے) جو تمہارے دلوں میں والدین کے ساتھ نیکی کا ارادہ اور ان کی خدمت میں خوشی اور عظمت چھپی ہوتی ہے۔

اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ : (اگر تم سعادت مند ہو) یعنی درستی اور احسان کا قصد کرنے والے ہو۔ پھر غصہ کی حالت میں تم سے کوئی زیادتی ہو جائے اور سینے کی تنگی کے وقت تنگ دلی صادر ہو جو ان کی ایذاء کا باعث بن جائے پھر تم اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرلو اور استغفار کرلو **فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا** (تو وہ توبہ کرنے والوں کی خطا معاف کر دیتا ہے) **اَلْاَوَّابُ**: وہ شخص ہوتا ہے جو گناہ کے بعد توبہ کی طرف جلد رجوع کرے یہ بھی درست ہے کہ یہ عام ہو اور ایسے آدمی کو شامل ہو جس سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے۔ پھر وہ اس سے توبہ کرے۔ آپ اس کے ماتحت والدین کے حق میں گناہ کا مرتکب بھی ہو جائے گا۔ جو گناہ کے بعد جلد توبہ کرلے۔

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ﴿۲۶﴾ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ

اور رشتہ دار کو اور مسکین کو دو اور مسافر کو اس کا حق دے دو اور مال کو بے جا مت اڑاؤ، بلاشبہ مالوں کو بے جا اڑانے والے

كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ﴿۲۷﴾ وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَاۗءَ

شیطانوں کے بھائی ہیں، اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے، اوراگر تو اپنے رب کی رحمت کے انتظار میں جسکی تو امید رکھتا ہے، ان لوگوں کی

رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ﴿۲۸﴾ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ

طرف سے پہلو تہی کرے تو ان سے نرم بات کہہ دینا، اور تو اپنے ہاتھ کو اپنی گردن کی طرف باندھا ہوا مت رکھ،

وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ﴿۲۹﴾ اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ

اور نہ اسے بالکل ہی کھول دے ورنہ تو ملامت کیا ہوا خالی ہاتھ ہو کر بیٹھ رہے گا، بلاشبہ تیرا رب جس کے لئے چاہے رزق میں فراخی دیدیتا ہے

وَيَقْدِرُ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا ﴿۳۰﴾

اور وہ رزق میں تنگی بھی فرمادیتا ہے، بلاشبہ وہ اپنے بندوں سے باخبر ہے، دیکھنے والا ہے۔

قرابت دار کا حق:

۲۶: وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى (اور دو اپنے قرابت والے کو) جو تیرا قریبی ہو حَقَّهٗ (اس کا حق) اس وقت خرچ کرنا جبکہ محرم مساکین ہوں۔ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ (مساکین اور مسافر) یعنی ان کو زکوٰۃ میں سے انکا حق دو۔ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا (اور تم فضول خرچی نہ کرو) اسراف نہ کرو۔ نمبر۲۔ ایک قول یہ ہے کہ تبذیر مال کو ایسے مقام پر خرچ کرنا جو حلال نہ ہو اور نہ خرچ کا مقام ہو۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں اگر کسی نے ایک مُدّ غلط مقام پر خرچ کیا تو وہ بھی تبذیر میں شامل ہے۔ کسی آدمی نے خیر میں بہت مال خرچ کیا تو اس کے دوست نے کہا اِسراف میں خیر نہیں تو اس نے برجستہ جواب دیا خیر میں اسراف نہیں۔

تبذیر کی ممانعت:

۲۷: اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ (بیشک فضول خرچی کرنے والے شیاطین کے بھائی ہیں) جو شرارت میں ان کی مثل ہیں۔ یہ انتہائی مذمت کا کلمہ ہے کیونکہ شیطان سے بڑھ کر کوئی شریر نہیں۔ نمبر۲۔ وہ ان کے بھائی اور دوست ہیں کیونکہ وہ اسراف وغیرہ کے کام جن کا وہ حکم دیتے ہیں ان میں ان کی پیروی کرتے ہیں۔

وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا (اور شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے) ان باتوں میں اطاعت کرنا مناسب ہے۔ شیطان اس کام کی طرف دعوت دیتا ہے۔ جو اس کے اپنے فعل کی طرح ہو۔

۲۸: وَاِمَّا تُعۡرِضَنَّ عَنۡهُمُ (اور اگر تمہیں ان سے رخ پھیرنا پڑے) اگر تم قرابت والوں اور مساکین، ابن سبیل سے واپس لوٹانے سے حیا کرتے ہوئے اعراض کرو۔ ابۡتِغَآءَ رَحۡمَةٍ مِّنۡ رَّبِّكَ تَرۡجُوۡهَا فَقُلۡ لَّهُمۡ قَوۡلًا مَّيۡسُوۡرًا (اس رزق کی امید میں جس کے تم اپنے رب کی طرف سے امیدوار ہو تو ان کو نرمی والی بات کہو) یعنی اگر تم اس رزق کے نہ ہونے کی وجہ سے اعراض کرتے ہو جس کے ملنے کی تمہیں امید ہے تو ان کو اچھی بات کہہ کر لوٹاؤ۔ آیت میں رزق کو رحمت سے تعبیر فرمایا۔ اور فَقد کی بجائے اِبۡتِغَاء کا لفظ لایا گیا۔ یہ اس کا لازم ہے کیونکہ رزق کو گم پانے والا اُسکا متلاشی ہوتا ہے گویا فَقد سبب ابتغاء ہے اور ابتغاء مسبب عنہ ہے۔ پس مسبب کو سبب کی جگہ لایا گیا ہے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے یُسر الامر و عُسر جیسے سُعِد الرجل و نُحس۔ یہ مفعول ہے۔

نمبر۲۔ کہا گیا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ انہیں اس طرح کہہ دو۔ رَزقنا الله و ایاکم من فضله اس صورت میں یہ ان کے حق میں وسعت رزق کی دعا ہے۔ گویا اس کا معنی اس طرح ہے قولاً ذامیسور وھو الیُسر یعنی ایسی دعا جس میں وسعت ہو۔ ابتغاء نمبر۱۔ یہ مفعول لہ ہے۔ نمبر۲۔ مصدر ہے جو موضع حال میں لایا گیا ہے اور ترجوھا یہ حال ہے۔

بخل واسراف کی ممانعت:

۲۹: وَلَا تَجۡعَلۡ يَدَكَ مَغۡلُوۡلَةً اِلٰى عُنُقِكَ (اور تم اپنے ہاتھ کو گردن سے بندھا ہوا نہ کردو) وَلَا تَبۡسُطۡهَا كُلَّ الۡبَسۡطِ اور نہ بالکل کھول دو) یہ مصدر کی طرف اضافت کی وجہ سے منصوب ہے۔ یہ صرف کے عطاء کرنے اور بخیل کے ہاتھ روک لینے کی تمثیل ہے۔ اس میں اسراف و بخل کو چھوڑ کر میانہ روی کا حکم دیا گیا ہے۔ فَتَقۡعُدَ مَلُوۡمًا (ورنہ بیٹھ جاؤ گے ملامت کئے ہوئے) پس تم ہو جاؤ گے اللہ تعالیٰ کے ہاں ملامت کیے ہوئے کیونکہ مسرف اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔ اور لوگوں میں بھی اچھی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا۔ فقیر کہے گا: اس نے فلاں کو دیا اور مجھے محروم کر دیا۔ اور غنی کہے گا: یہ شخص معیشت کے معاملات کو درست طور پر نہیں جانتا۔ اور دل میں ملامت محسوس کرتے ہوئے کہو گے اُوہو! میں محتاج ہو گیا پس اس طرح شرمندگی ظاہر کرو گے۔

مَّحۡسُوۡرًا (خالی ہاتھ) سب سے منقطع ہو کر کہ تیرے پاس کوئی چیز نہ رہی ہو یہ حسره السفر سے ہے جب کہ سفر کا اس پر واضح اثر ہو۔ نمبر۲۔ ننگا یہ اس وقت ہے جب کہ حسر را سَه سے لیا جائے یعنی اس کا سر ننگا ہوا۔ ایک مسلمان عورت سے اس کی سوکن یہودیہ کا اس بات میں مقابلہ ہوا کہ محمد ﷺ حضرت موسیٰ سے زیادہ سخی ہیں۔ چنانچہ اس عورت نے اپنی بیٹی کو حضور ﷺ کے پاس بھیجا اور آپ ﷺ سے وہ قمیص مانگی جو آپ ﷺ نے پہن رکھی تھی اور گھر میں بغیر قمیص کے تشریف فرما رہے۔ ادھر نماز کا وقت آ گیا آپ ﷺ نماز کیلئے تشریف نہ لائے پس یہ آیت اُتری: (اسباب النزول للواحدی: صفحہ نمبر ۱۹۴)

رزق اللہ کے ہاتھ میں ہے:

۳۰: پھر اللہ تعالیٰ نے جو آپ ﷺ کو تنگی وغیرہ پیش آتی اس کے متعلق تسلی دی کہ یہ آپ ﷺ کی تذلیل کیلئے نہیں اور نہ آپ ﷺ کے متعلق کسی بخل کی بناء پر ہے بلکہ قدرت الٰہی کا اظہار ہے کہ رزق کا کھول دینا اللہ کے اختیار میں ہے۔ اس لئے فرمایا: اِنَّ رَبَّكَ يَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ يَّشَآءُ (بے شک آپ کا رب جس کیلئے چاہتا ہے رزق کو فراخ کر دیتا ہے) پس رزق کا کھول دینا آپ کے اختیار میں نہیں۔ وَيَقۡدِرُ (اور تنگ کر دیتا ہے) یعنی وہی تنگ کرتا ہے پس آپ پر کوئی ملامت نہیں اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيۡرًا (بے

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ۭ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ

اور تم اپنی اولاد کو تنگ دستی کے ڈر سے قتل نہ کرو، انہیں ہم رزق دیں گے، اور تمہیں بھی، بلاشبہ ان کا قتل کرنا

خِطْاً كَبِيْرًا ۝۳۱ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ۭ وَسَاۗءَ سَبِيْلًا ۝۳۲ وَلَا تَقْتُلُوا

کبیرہ گناہ ہے، اور زنا کے پاس نہ جاؤ بلاشبہ وہ بڑی بے حیائی اور بری راہ ہے، اوراس جان کو قتل

النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ

نہ کرو جس کا قتل اللہ نے حرام قرار دیا مگر یہ کہ حق کے ساتھ ہو، اور جو شخص مظلوم ہونے کی صورت میں قتل کیا گیا تو ہم نے اس کے ولی کے لئے تسلط

سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا ۝۳۳ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا

رکھا ہے سو وہ قتل میں حد سے آگے نہ بڑھے بلاشبہ اس کی مدد کی جائے گی اور تم یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ مگر

بِالَّتِيْ هِىَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۠ وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْــــُٔوْلًا ۝۳۴

اس طریقہ پر جو بہتر ہے یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے، اور عہد کو پورا کرو، بلاشبہ عہد کی پوچھ گچھ ہوگی

وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۝۳۵

اور جب تم ناپو تو پورا ناپو، اور صحیح ترازو سے تولو، یہ بہتر ہے اورانجام کے اعتبار سے اچھی چیز ہے۔

شک وہ اپنے بندوں کے بارے میں خبردار ہے) یعنی ان کی مصلحتوں کا لحاظ کر کے حکم کو جاری فرمانے والا ہے۔ بَصِيْرًا (اوران کو دیکھنے والا ہے) یعنی ان کی حاجات کو۔ اسلئے ان کے مطابق فیصلے فرماتا ہے۔

قتل اولاد کی ممانعت:

۳۱: وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ (اورتم اپنی اولاد کو قتل نہ کرو)۔ انہوں نے اپنی اولاد کو قتل اور بیٹیوں کو زندہ درگور کیا۔ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ (بھوک کے ڈر سے) اِمْلَاق کا معنی فقر آتا ہے۔ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ (ہم ہی ان کو رزق دینے والے ہیں اور تمہیں بھی) ان کو اس قتل سے منع کیا اوران کے رزق کی ضمانت دی۔ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا (انکا قتل کرنا یقیناً بڑا جرم ہے۔) بڑا گناہ۔ کہا جاتا ہے خَطِئَ خطأً جیسے اَثِمَ اِثْمًا۔

قراءت: شامی نے خَطَأً پڑھا ہے۔ یہ صَوَاب کی ضد ہے۔ اور اَخْطَأَ سے یہ اسم ہے۔ بعض کا قول یہ ہے کہ خطا اور خطاً یہ الحذر الحذ کی طرح ہیں۔

قراءت: مکی نے خِطَاء (کومد وکسر) دونوں کے ساتھ پڑھا ہے۔

زنا کے قریب مت جاؤ:

۳۲: وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اس میں قصر اکثر استعمال ہوتا ہے اور مد سے بھی استعمال ہوتا ہے۔ اور کبھی اس کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔ اور اس صورت میں دواعیٔ وطی سے منع کرنے کو کہا جاتا ہے۔ مثلاً چھونا، بوسہ دینا وغیرہ۔ اگر نفس زنا سے روکا جاتا تو لاتزنوا کہتے۔ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً (بیشک وہ بے حیائی ہے) وہ ایسی معصیت ہے جو حد شرع اور حدود عقل سے تجاوز کرنے والی ہے۔ وَسَآءَ سَبِيْلًا (اور برا راستہ ہے) یعنی اس کا راستہ بدترین راستہ ہے۔

قتل مت کرو:

۳۳: وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ (اور جس شخص کے قتل کو اللہ نے حرام کر دیا ہے اس کو مت قتل کرو۔ ہاں مگر حق کے ساتھ) یعنی اگر وہ کسی ایسی چیز کا ارتکاب کرے جس سے اس کا خون مباح ہو جائے۔ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا (جو قتل کیا گیا ناحق) یعنی وہ کسی ایسی چیز کا ارتکاب کرنے والا نہیں تھا۔ جس سے اس کا خون مباح ہوتا۔ فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا (پس ہم نے اس کے وارث کو اختیار دیا) یعنی قصاص لینے میں قاتل پر تسلط وغلبہ عنایت کیا ہے۔ فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ (وہ قتل میں اسراف نہ کرے) اس میں ضمیر ولی کی طرف لوٹ رہی ہے کہ وہ غیر قاتل کو قتل نہ کرے۔ اور نہ دو کو قتل کرے جبکہ قتل کرنے والا ایک ہی ہو۔ جس طرح زمانہ جاہلیت میں یہ رواج چل رہا تھا۔ نمبر۲۔ اسراف سے مراد مثلہ ہے۔ نمبر۳۔ یا ضمیر قاتل اول کی طرف راجع ہے۔

قراءت: حمزہ اور علی نے مخاطب کا صیغہ فَلَا تُسْرِفْ پڑھا ہے۔ اور ضمیر خطاب ولی کی طرف لوٹاتی ہے۔ نمبر۴۔ یا قاتل مظلوم کی طرف راجع ہے (ولی کو قصاص کا اختیار ہے اسراف کا نہیں) اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا (بے شک وہ طرف داری کے قابل ہے) اس میں ضمیر ولی کی طرف لوٹ رہی ہے۔ اس کے لئے کافی یہ ہے کہ اللہ نے اس کی مدد کی ہے اور قصاص کا حق رکھدیا۔ پس وہ اس سے زیادہ کا طالب نہ ہو۔ نمبر۲۔ یہ ضمیر مظلوم کی طرف راجع ہے کہ اللہ اس کا مددگار ہے اسی لیے اس کے بندے میں قصاص لازم کیا اور آخرت میں اس کی مدد یہ ہے کہ اس کو ثواب عنایت فرمائے گا۔ نمبر۳۔ یا ضمیر اس شخص کی طرف لوٹتی ہے جس کو ولی ناحق قتل کرے اور اس کے قتل میں حد سے تجاوز کیا ہے۔ اسی لیے اللہ کی طرف سے اس کی مدد کی گئی کہ مسرف اس پر قصاص لازم کر دیا گیا۔

قصاص میں برابری:

آیت کے ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قصاص آزاد اور غلام اور مسلم اور ذمی کے درمیان جاری ہوگا۔ کیونکہ نفس ہونے کے اعتبار سے اہل ذمہ اور غلام بھی اس میں داخل ہیں اور ان کے نفوس بھی نفوس محرمہ ہیں۔

یتیم کا مال مت کھاؤ:

۳۴: وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ (اور یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ۔ مگر اس طریقے سے جو کہ بہت بہترین ہو) یعنی اس طریقے اور انداز سے جو کہ بہت خوب ہو۔ اور یہ وہی طریقہ ہے۔ جس سے اس کی حفاظت ہو اور اس میں اضافہ

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ

اور تو اس کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے علم نہ ہو، بلاشبہ کان اور آنکھ اور دل ان سب کے بارے میں

مَسْئُوْلًا ﴿۳۶﴾ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ

سوال ہوگا، اور تو زمین میں اتراتا ہوا مت چل، بے شک تو ہرگز زمین کو پھاڑ نہیں سکتا اور ہرگز پہاڑوں کی لمبائی کو پہنچ نہیں

طُوْلًا ﴿۳۷﴾ كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا ﴿۳۸﴾

سکتا، یہ سب برے کام تیرے رب کے نزدیک ناپسندیدہ ہیں۔

ہو۔حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ (یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے) یعنی اس کی عمر اٹھارہ سال کی ہو جائے۔وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ (اور تم وعدے کو پورا کرو) اللہ تعالیٰ کے اوامر ونواہی کو انجام دے کر۔اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا (بیشک وعدے کی باز پرس ہونے والی ہے) مسئول یہاں مغلوب کے معنی میں ہے۔اس لئے کہ معاہد سے یہ مطالبہ کیا جاتا ہے کہ اس کو ضائع نہ کرے اور اس کو پورا کرے نمبر۲۔یا ہر صاحب عہد سے باز پرس کی جائے گی۔

ماپ تول پورا کرو:

۳۵:وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ (اور تم ناپ کرتے وقت ناپ کا پیمانہ پورا کر دیا کرو۔اور وزن صحیح ترازو سے کرو)

قراءت: القسطاس قؔ کے کسرہ سے حمزہ علی اور حفص کی قراءت ہے جبکہ نافع ابن کثیر نے قؔ پر ضمہ پڑھا ہے قسطاس کا معنی ہر چھوٹا بڑا میزان خواہ دراھم وغیرہ کے لیے استعمال ہو۔دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد بھاری اشیاء تولنے کا ترازو اور کانٹا مراد ہے۔المستقیم معتدل کو کہتے ہیں۔

ذٰلِكَ خَيْرٌ (یہ بہت بہتر ہے) وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا (اور بہت خوب ہے نتیجے کے لحاظ سے) تاویل یہ تفصیل کے وزن پر ہے۔ال یاٴول کا معنی لوٹنا۔تاویل جس کی طرف لوٹا جائے۔

جھوٹی گواہی مت دو:

۳۶:وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ (اور جس چیز کا تم کو علم نہ ہو اس کے پیچھے نہ چلو) یعنی اس کی اتباع نہ کرو جس کو تم جانتے ہی نہیں۔یعنی اس طرح نہ کہو رَاَيْتُ وَ سَمِعْتُ حالانکہ تم نے نہ دیکھا ہے نہ سنا ہے۔ابن حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہیکہ جھوٹ کی گواہی نہ دو۔اور ابن عباسؓ فرماتے ہیں کسی کے متعلق ایسی بات مت کہو جو تم اس کے متعلق نہیں جانتے۔

نکتہ: جن لوگوں نے اس سے اجتہاد کے باطل ہونے پر استدلال کیا ہے وہ درست نہیں۔کیونکہ اجتہاد علم کی ایک قسم ہے اور یہاں

جس کی تردید ہے اس کے لئے مالیس لك به علم کے الفاظ موجود ہیں۔

سورۃ الممتحنہ آیت نمبر ۱۰ میں فرمایا فان علمتموھن مؤمنٰتٍ کہ اگر تم ان عورتوں کو اپنے اجتہاد سے مؤمنہ سمجھو اور دوسری بات یہ ہے کہ شارع نے غالب ظن کو علم کے قائم مقام قرار دیا ہے اور اس پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے۔ جیسا کہ شہادات میں یہ بات واضح ہے اور اس سے تو ہمارے لیے خبر واحد پر عمل کرنے کا ثبوت میسر ہو رہا ہے جیسا کہ ہم نے عرض کیا۔

اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا بلاشبہ کان آنکھ اور دل ہر شخص سے ان سب کے متعلق باز پرس ہوگی) اولئك کا اسم اشارہ سمع بصر اور فواد کی طرف ہے اولئک سے عاقل اور غیر عاقل ہر دو کی طرف اشارہ کر سکتے ہیں جیسا کہ جریر کے اس شعر میں

ذم المنازل بعد منزلةِ اللوٰی ☆ و العیش بعد اولٰئكَ الایّام

یہاں اولٰئك میں زندگی کے گزرے ہوئے دنوں کی طرف اشارہ ہے۔

نَحو: عنه یہ فاعلیت کی وجہ سے موضع رفع میں ہے یعنی ان میں سے ہر ایک مسئول ہے مسئول کا اسناد جار مجرور کی طرف ہے جیسا کہ المغضوب کا اس آیت میں غیر المغضوب علیہم فاتحہ آیت نمبر ۷۔ اس وقت انسان کو کہا جائے گا اے انسان! وہ بات تو نے کیوں سنی جس کا سننا تیرے لیے حلال نہیں تھا۔ اور کیوں وہ چیز دیکھی جس کا تیرے لیے دیکھنا حلال نہ تھا۔ اور کیوں تو نے ایسی چیز کا ارادہ کیا جس کا تیرے لیے ارادہ کرنا صحیح نہ تھا۔ [کذا فی الکشاف] مگر بعض علماء نے اس کو تسلیم نہیں کیا کیونکہ جار مجرور اس وقت فاعل کے قائم مقام ہوتے ہیں جبکہ وہ فعل سے مؤخر ہوں۔ جب مقدم ہو تو پھر فاعل کا قائم مقام نہیں بن سکتے۔

اکڑ کر مت چل:

۳۷: وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا (تو زمین پر اکڑ کے نہ چل) مَرَحًا یہ حال ہے اور معنی اس کا اکڑ والی مستی والی۔ اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ (تو ہرگز زمین کو پھاڑ نہ سکے گا) یعنی اپنے روندنے سے اس کے اندر تو دراڑ نہیں ڈال سکتا اور نہ سخت دبانے سے چیر سکتا ہے۔ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا (تو ہرگز پہاڑوں کی اونچائی کو نہیں پہنچ سکے گا) یعنی اپنے اٹھ اٹھ کر چلنے سے اس میں مغرورانہ چال والے کی حماقت کا ذکر کیا گیا ہے۔ نمبر ۲۔ دوسرا معنی کہ تو طاقت میں پہاڑوں کے برابر نہیں ہو سکتا اس صورت میں یہ طولا فاعل سے حال ہے یا مفعول سے حال ہے۔

شرک سے اکڑ تک تمام ناپسندیدہ کام ہیں:

۳۸: كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ (یہ سارے برے کام ناپسندیدہ ہیں)۔ قراءت کوفی و شامی نے سیئ کی اضافت کل کی ضمیر کی طرف کی ہے اور دوسروں نے سیئة پڑھا ہے۔ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا (تیرے رب کے ہاں) یہاں مکروھا کو مذکر لائے۔ کیونکہ سیئة اسماء کے حکم میں الذّنب اور الاثم کی طرح ہو کر صفت کے حکم سے خارج ہو گیا۔ پس اس کی تانیث کا اعتبار نہ رہا۔ جیسا کہ تم کہتے ہو الزّنٰی سیئة او السرقة سیئة۔

ذٰلِكَ مِمَّآ اَوْحٰٓى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ؕ وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰى

یہ باتیں اس حکمت میں سے ہیں جو آپ کے رب نے آپ کی طرف وحی کے ذریعہ بھیجی ہیں، اور اے مخاطب اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود تجویز نہ کر ورنہ تو

فِىْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا ﴿۳۹﴾ اَفَاَصْفٰىكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ اِنَاثًا ؕ

ملامت کیا ہوا راندہ کیا ہوا دوزخ میں ڈالا جائے گا، کیا تمہارے رب نے تم کو بیٹوں کے ساتھ مخصوص کر دیا اور فرشتوں کو اپنی بیٹیاں بنا لیا

اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِيْمًا ﴿۴۰﴾ ع

بلاشبہ تم بڑی بات کہتے ہو۔

اعتراض:

خصال مذکورہ میں بعض برے اور بعض اچھے ہیں اسی لئے سیئہ کو اضافت سے بعض قراء نے پڑھا۔یعنی جوان مذکورہ میں سے سَیِّئَة ہیں۔وہ تیرے رب کے ہاں ناپسند ہیں۔لیکن سَيِّئَة پڑھنے کی کیا وجہ ہے؟

جواب: کل ذٰلِكَ کا لفظ تمام ممنوعات کو خاص کر محیط ہے۔شمار کی ہوئی تمام خصلتیں اس سے مراد نہیں۔

شرک کی بار بار مذمت:

۳۹: ذٰلِكَ اس سے لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا کی طرف اشارہ کیا۔مِمَّآ اَوْحٰٓى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ (یہ ان میں سے ہیں جو تیرے رب نے تیری طرف حکمت کی باتیں وحی کی ہیں) جن کی صحت پر عقل صحیح شاہد ہے۔اور نفس کو ان کی پیروی مناسب و لائق ہے۔وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰى فِىْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا (اے انسان! تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرا معبود نہ قرار دے ورنہ ملامت کیا ہوا دھتکارا ہوا جہنم میں ڈال دیا جائے گا) مَدْحُوْرًا رحمت سے دھکے مار کر ہٹایا ہوا۔

قول ابن عباس رضی اللہ عنہما:

یہ اٹھارہ آیتیں الواح موسیٰ علیہ السلام میں تھیں (یعنی لا تجعل مع الله سے لیکر مدحورًا تک) ان آیات کی ابتداء اور اختتام میں شرک سے روکا گیا کیونکہ توحید پر حکمت کی چوٹی اور اس کا نچوڑ ہے اور اگر توحید نہ ہو تو حکمت بے فائدہ ہے۔اگرچہ حکماء اس میں اپنی پوری قوت صرف کر دیں اور اڑان میں آسمان کی بلندی سے ٹکرانے لگیں دیکھ لو فلاسفہ کو حکمتوں کے دفاتر نے کوئی فائدہ نہ دیا بلکہ وہ اللہ کے دین کی نگاہ میں چوپایوں سے بدتر گمراہ ہیں۔

کفارِ مکہ کو خطاب:

۴۰: پھر ان لوگوں کو خطاب کیا گیا جن کا قول یہ تھا الملئکة بنات الله چنانچہ ارشاد فرمایا اَفَاَصْفٰىكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ (کیا تمہارے رب نے تمہارے لئے لڑکوں کو مخصوص کر دیا) اس میں ہمزہ انکار کے لئے ہے کہ کیا تمہارے رب نے مخلصانہ طور پر اولاد

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِيَذَّكَّرُوْا ؕ وَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا ﴿۴۱﴾ قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهٗۤ اٰلِهَةٌ

بلاشبہ ہم نے اس قرآن میں طرح طرح سے بیان کیا ہے تا کہ لوگ سمجھیں اور یہ ان کی نفرت ہی میں اضافہ کرتا ہے، آپ فرمادیجئے کہ اگر اس کے ساتھ اور معبود بھی ہوتے

كَمَا يَقُوْلُوْنَ اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰى ذِي الْعَرْشِ سَبِيْلًا ﴿۴۲﴾ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا

جیسا کہ یہ لوگ کہتے ہیں تو انہوں نے عرش والے کی طرف راستہ تلاش کر لیا ہوتا، وہ پاک ہے اور اس سے برتر ہے جو یہ لوگ

كَبِيْرًا ﴿۴۳﴾ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ؕ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ

کہتے ہیں، ساتوں آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے اندر ہے اس کی پاکی بیان کرتے ہیں اور کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کی حمد کے ساتھ اس کی پاکی بیان

بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ﴿۴۴﴾

نہیں کرتی لیکن تم ان کی حمد کو نہیں سمجھتے، بلاشبہ وہ حلیم ہے غفور ہے۔

میں سے افضل ترین یعنی لڑکوں کے ساتھ خاص کر دیا ہے۔

وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ اِنَاثًا اور اپنے لئے لڑکیاں اختیار کر لی ہیں یعنی ان سے کم درجہ اولاد جو کہ لڑکیاں ہیں ان کو اپنے لئے منتخب کیا ہے حالانکہ یہ خلاف حکمت ہے اور عقل بھی اس کی تصدیق نہیں کرتی۔ غلام یہ پسند نہیں کرتے کہ وہ اپنے لئے عمدہ اور منتخب چیزیں چن لیں اور ردی اور حقیر ترین اپنے آقاؤں کیلئے۔ اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِيْمًا (بے شک تم بہت بڑی بات کہتے ہو) جبکہ تم نے اس کی طرف اولاد کی نسبت کی ہے حالانکہ اولاد جسم کے خواص میں سے ہے پھر ستم ظریفی یہ کہ تم نے اپنے آپ کو اس پر فضلیت دی اس طرح کہ اس کے لئے وہ اولاد مقرر کی جس کو خود تم نے اپنے لئے ناپسند قرار دیا۔

نصیحت کے باوجود نفرت میں اضافہ:

۴۱: وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ (بلاشبہ ہم نے اس قرآن میں طرح طرح سے بیان کیا ہے) قرآن سے یہاں جو اس وقت تک اتارا گیا۔ مطلب یہ ہے، ہم نے اس کو بار بار بیان کیا یعنی اس معنی کو قرآن کے کئی مقام پر لائے اور ضمیر کو چھوڑ دیا کیونکہ وہ جانا پہچانا مضمون ہے۔ لِيَذَّكَّرُوْا تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

قراءت: حمزہ اور علی نے اس کو تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔ یعنی ہم نے اس کو بار بار دھرایا تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

وَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا (مگر ان کی نفرت ہی بڑھتی چلی گئی) یعنی حق سے۔ حضرت سفیان ثوری جب اس آیت کو پڑھتے تو کہتے اے اللہ! میرے خشوع و خضوع میں اس چیز نے اضافہ کر دیا جس نے تیرے دشمن کی نفرت کو بڑھا دیا۔

اور معبود ہوتے تو کبھی مل کر غلبے کی کوشش کرتے:

۴۲: قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهٗ (آپ کہہ دیں اگر اس کے ساتھ اور بھی معبود ہوتے) ہٗ کی ضمیر کا مرجع اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اٰلِهَةٌ كَمَا

یَقُوْلُوْنَ (جیسا یہ لوگ کہتے ہیں) مکی وحفص نے یاء سے یقولوں پڑھا جبکہ حمزہ وکسائی وغیرہ نے تاء سے پڑھا ہے۔اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰی ذِی الْعَرْشِ سَبِیْلًا (اس وقت انہوں نے عرش والے کی طرف راستہ ڈھونڈ لیا ہوتا) غلبہ پانے کیلئے اس کی طرف ضرور راستہ تلاش کرتے اس کی طرف جس کی بادشاہت و ربوبیت ہے جیسا کہ بادشاہ دوسرے بادشاہوں کیلئے کرتے ہیں نمبر۲۔ضرور اس کا قرب تلاش کرتے جیسا کہ اس آیت میں ہے: اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ یَبْتَغُوْنَ اِلٰی رَبِّهِمُ الْوَسِیْلَةَ [الاسراء:۵۷] اذا دلالت کررہا ہے کہ لابتغوا مشرکین کی بات کا جواب ہے اور لَوْ کی جزاء ہے۔

معلوم ہوا وہ ایک ہی سبحان ہے:

۴۳:سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یَقُوْلُوْنَ اللہ تعالیٰ ان عیوب سے پاک ہے جو باتیں یہ لوگ کہتے ہیں۔

قراءت: حمزہ، علی نے تقولون تاء سے پڑھا ہے۔

عُلُوًّا (برتر ہے) بلند ہے اس سے مراد براءت نزاہت ہے۔ کَبِیْرًا (بہت ہی) کبیر کے لفظ سے علو کی صفت بیان کی ہے تا کہ براءت میں مبالغہ ہو جائے اور جو کچھ لوگ بیان کرتے ہیں اس سے خوب بعد ودوری ثابت ہو جائے۔

۴۴:تُسَبِّحُ عراقی نے سوائے ابوبکر کے تاء سے پڑھا۔نافع، ابن کثیر نے یاء سے لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِیْهِنَّ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ (تمام ساتوں آسمان اور زمین اور جتنے ان میں ہیں وہ اس کی پاکی بیان کرتے ہیں اور کوئی چیز ایسی نہیں جو تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بیان نہ کرتی ہو) یعنی سبحان اللّٰہ و بِحَمْدِهٖ کہتی ہے سدی کہتے ہیں کہ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا جو مچھلی سمندر میں شکار بنتی ہے اور اسی طرح جو اڑنے والا پرندہ شکار ہوتا ہے۔اس کا سبب ذکر الٰہی سے غفلت ہے۔[کنزالعمال:۱۹۱۹]

وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ (لیکن تم اس کی تسبیح کو نہیں سمجھتے) کیونکہ اس کی بولی الگ ہے۔نمبر۲۔اس کا ادراک تمہارے لیے گراں ہے۔نمبر۳۔اس کی طرف دیکھنے والے کی تسبیح کے سبب سے اور مشہور ہے بھلائی کی طرف راہنمائی کرنے والا اس کے کرنے والے کی طرح ہے۔پہلی وجہ زیادہ درست ہے۔اِنَّهٗ کَانَ حَلِیْمًا (بیشک وہ حلم والا ہے) بندوں کی جہالت کے باوجود غَفُوْرًا (ایمان والوں کے گناہوں کو بخشنے والا ہے)

وَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُورًا ﴿٤٥﴾

اور جب آپ قرآن پڑھتے ہیں تو ہم آپ کے اور ان کے درمیان ایک پردہ حائل کر دیتے ہیں

وَّجَعَلْنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَن يَفْقَهُوهُ وَفِي آذَانِهِمْ وَقْرًا ۚ وَإِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِي

اوران کے دلوں پر پردے ڈال دیتے ہیں اس سے کہ وہ اس کو سمجھیں، اور ہم ان کے کانوں میں ڈاٹ دے دیتے ہیں، اور جب آپ قرآن میں صرف اپنے رب کا ذکر

الْقُرْآنِ وَحْدَهُ وَلَّوْا عَلَىٰ أَدْبَارِهِمْ نُفُورًا ﴿٤٦﴾ نَّحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَسْتَمِعُونَ بِهِ إِذْ يَسْتَمِعُونَ

کرتے ہیں تو وہ پشت پھیر کر نفرت کرتے ہوئے چل دیتے ہیں جس وقت وہ آپ کی طرف کان لگاتے ہیں تو ہم خوب جانتے ہیں کہ وہ کس غرض سے کان لگائے ہوئے

إِلَيْكَ وَإِذْ هُمْ نَجْوَىٰ إِذْ يَقُولُ الظَّالِمُونَ إِن تَتَّبِعُونَ إِلَّا رَجُلًا مَّسْحُورًا ﴿٤٧﴾ انظُرْ

ہیں جس وقت یہ لوگ آپس میں سرگوشیاں کرتے ہیں ہمیں اس کا بھی خوب علم ہے، جبکہ ظالم لوگ یوں کہتے ہیں کہ تم لوگ بس ایک ایسے شخص کا اتباع کر رہے ہو جس پر جادو کر دیا گیا ہے، دیکھیے

كَيْفَ ضَرَبُوا لَكَ الْأَمْثَالَ فَضَلُّوا فَلَا يَسْتَطِيعُونَ سَبِيلًا ﴿٤٨﴾

آپ کے لئے کیسے کیسے القاب تجویز کرتے ہیں سو یہ لوگ گمراہ ہوگئے سو راہ یاب نہیں ہونگے۔

قرآن اور منکروں کے درمیان پردے پڑے ہیں:

۴۵: وَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ (جب آپ قرآن مجید پڑھتے ہیں تو ہم نے آپ کے اوران) الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُورًا (لوگوں کے درمیان جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ایک پردہ تنا ہوا حائل کر دیتے ہیں) مستور کا معنی ستر والا نمبر۲۔ ایسا پردہ جو چھپنے کی وجہ سے نظر نہیں آتا۔

ان کے دلوں پر بھی پردے ہیں:

۴۶: وَّجَعَلْنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً (اوران کے دلوں پر پردے ڈال دیتے ہیں) اکنة جمع کنان ہے۔ ایسا پردہ جو کسی چیز کو ڈھانپ لے۔ أَن يَفْقَهُوهُ (اس سے کہ ان کو قرآن فہمی حاصل ہو) اس بات کو ناپسند کرتے ہوئے کہ وہ اس کو سمجھیں۔ وَفِي آذَانِهِمْ وَقْرًا (اوران کے کانوں میں ڈاٹ لگا دیتے ہیں) وقر ایسا بوجھ جو سننے سے رکاوٹ ہو۔ وَإِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِي الْقُرْآنِ وَحْدَهُ (جب آپ قرآن میں اکیلے اپنے ہی رب کا ذکر کرتے ہیں) محاورہ میں کہا جاتا ہے وحد یحد وحدًا وحدة جیسے وعد یعد عدة یہ مصدر ہے جو حال کے قائم مقام آیا ہے اصل میں یحد وحدهٗ بمعنٰی واحدًا کے ہے۔

وَلَّوْا عَلَىٰ أَدْبَارِهِمْ (تو وہ لوگ نفرت کرتے ہوئے پشت پھیرتے ہیں) یہ اپنی ایڑیوں کے بل پلٹ جاتے ہیں۔ نُفُورًا (نفرت کرتے ہوئے) یہ پیٹھ پھیرنے کے معنی میں ہے نمبر۲۔ جمع نافر ہے جیسا قاعد اور قعود یعنی وہ پسند کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے

وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ﴿۴۹﴾ قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً

اورانہوں نے کہا کیا جب ہم ہڈیاں اور چورا ہو جائیں گے تو کیا ہم از سرِنو نئی پیدائش کی صورت میں اٹھائے جائیں گے ۔ آپ فرما دیجئے کہ تم پتھر ہو جاؤ

اَوْ حَدِيْدًا ﴿۵۰﴾ اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِىْ صُدُوْرِكُمْ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا ؕ قُلِ

یا لوہا ۔ یا کوئی دوسری مخلوق اس مخلوق میں سے ۔ بنجاؤ جو تمہارے سینوں میں بڑی معلوم ہو رہی ہو، اس پر وہ کہیں گے کہ وہ کون ہے جو ہمیں دوبارہ زندہ کریگا ۔ آپ فرما دیجئے

الَّذِىْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى

وہی دوبارہ پیدا فرمائے گا جس نے تمہیں پہلی بار پیدا فرمایا، اس پر وہ آپ کی طرف اپنے سروں کو ہلائیں گے اور کہیں گے کہ یہ کب

هُوَ ؕ قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا ﴿۵۱﴾ يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِيْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ وَتَظُنُّوْنَ

ہوگا؟ آپ فرما دیجئے کہ وہ عنقریب ہو جانے ہی والا ہے ۔ جس دن تمہیں بلائے گا سو تم اس کی تعریف کرتے ہوئے اس کے حکم کی تعمیل کرلو گے ۔ اور یوں خیال کرو گے

اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۵۲﴾

کہ تم بہت ہی کم ٹھہرے ۔

ساتھ اور معبودوں کا تذکرہ بھی ہو کیونکہ وہ مشرک ہیں جب اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو سنتے ہیں تو نفرت کرتے ہیں ۔

قرآن استہزاء و دیگر اغراض کے لئے سنتے ہیں پھر قرآن کو سحر کہتے ہیں:

۴۷: نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَسْتَمِعُوْنَ بِهٖ (ہم خوب جانتے ہیں جس غرض سے یہ کان لگاتے ہیں) یعنی ہم اس حالت کو اچھی طرح جانتے ہیں ۔ نمبر۲ ۔ اس طریقہ کو اچھی طرح جانتے ہیں جس سے یہ قرآن کو سنتے ہیں ۔ ہٗ کی ضمیر قرآن مجید کی طرف لوٹتی ہے اور سنی جانے والی چیز ۔ قرآن مجید محذوف ہے ۔ اور بہٖ یہ ما کا حال یا بیان ہے ۔ تقدیر عبارت یہ ہے وہ قرآن مجید کو بطور استہزاء سنتے ہیں صحیح غرض سے نہیں سنتے ۔ حالانکہ ان کے لئے ضروری تھا کہ وہ اس کو خالص نیت سے سنتے ۔

اِذْ يَسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ (جبکہ یہ لوگ آپ کی طرف کان لگاتے ہیں) ۔ یہ اعلم کی وجہ سے منصوب ہے ای اعلم وقت استماعھم بمابہٖ یستمعون ان کے سننے کے وقت کو جان لو کہ جس غرض کو سامنے رکھ کر وہ سنتے ہیں ۔ وَاِذْ هُمْ نَجْوٰٓى (جبکہ یہ لوگ سرگوشیاں کرتے ہیں) جو کچھ یہ لوگ سرگوشیاں کرتے ہیں جبکہ یہ مجلس میں ہوتے ہیں ۔ اِذْ يَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ (جب ظالم لوگ کہتے ہیں) یہ اِذْ اِذْهُمْ سے بدل ہے ۔ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا (کہ تم لوگ محض ایسے شخص کا ساتھ دیتے ہو جو جادو زدہ ہے) اس کو سحر کیا گیا پس اس کو جنون ہو گیا ۔

۴۸: اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ (غور کرو انہوں نے آپ کے متعلق کیسے کیسے لقب تجویز کئے ہیں) کسی نے شاعر کسی نے ساحر کسی نے مجنون سے مثال دی ۔ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا (پس یہ لوگ گمراہ ہو گئے اب یہ راستہ ہی نہیں پا سکتے)

یعنی یہ ان سب باتوں میں اس شخص کی طرح گم گشتہ راہ ہیں جیسا کوئی شخص جنگل میں راستے کا متلاشی ہو اور راستہ اس کو نہ ملے وہ حیرانی میں ہو کہ کیا کرے۔ کہاں جائے۔

استبعاد قیامت کے لئے کفار کا قول:

۴۹: وَقَالُوْا (اور انہوں نے کہا) یعنی منکرین بعث نے کہا ءَ اِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّ رُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا (جب ہم ہڈیاں اور بوسیدہ ریزے ہو گئے تو ہمیں پھر بھی ازسرنو پیدا کر کے اٹھایا جائے گا) جَدِيْد کا معنی ازسرنو۔ وخلقا یہ حال ہے۔ پیدا کر کے۔

کفار کا جواب:

۵۰،۵۱: قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِيْ صُدُوْرِكُمْ (آپ کہہ دیں تم لوگ پتھر یا لوہا یا کوئی ایسی مخلوق ہو کر دیکھ لو جو تمہارے ذہن میں بہت ہی بعید ہو) یعنی آسمان و زمین جو تمہارے خیال میں قبول حیات سے بہت ہی دور ہیں۔ فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا (وہ کہیں گے ہمیں دوبارہ کون لوٹائے گا) قُلِ (کہہ دیں) تمہیں وہ ذات لوٹائے گی۔ الَّذِيْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ (جس ذات نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا) مطلب یہ ہے کہ تم اس بات کو انتہائی بعید خیال کرتے ہو کہ وہ تمہیں دوبارہ پیدا فرمائیں اور خشک ہڈیاں بن جانے کے بعد دوبارہ ان میں زندگی لوٹائیں حالانکہ ہڈیاں بھی تو زندوں کے جسم کا حصہ ہیں۔ بلکہ یہ ہڈیاں تو جسم کی وہ بنیاد ہے جس پر سارے جسم کی تعمیر ہوتی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کی قدرت کیلئے کوئی بعید نہیں کہ وہ ان ہڈیوں کو اپنی قدرت سے ان کی پہلی حالت کی طرف پھیر دے۔ بلکہ وہ تو اس بات پر بھی قدرت رکھتا ہے کہ اگر تم زندگی سے کوئی بعید ترین چیز پتھر، لوہا وغیرہ بھی بن جاؤ تب بھی وہ تمہیں دوبارہ لوٹائے گا۔

فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ (وہ تمہارے سامنے سر مٹکائیں گے) یعنی تعجب اور استہزاء سے وہ اپنے سروں کو تمہاری طرف ہلائیں گے۔ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى (اور کہیں گے وہ کب ہوگا) هُوَ سے مراد بعث ہے۔ بعث کو بعید سمجھ کر اور اس کی نفی کرتے ہوئے۔ قُلْ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا (کہہ دیں ہو سکتا ہے کہ وہ بالکل قریب ہو) یعنی وہ قریب ہی ہے عسٰی یہاں وجوب کو ظاہر کرتا ہے۔

قیامت اپنا وجود خود منوائے گی:

۵۲: يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ (جس دن اللہ تعالیٰ تم کو پکارے گا) محاسبہ کیلئے اور وہ دن قیامت کا ہے۔ فَتَسْتَجِيْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ (پس تم اس کی حمد کرتے ہوئے اس کے حکم کی تعمیل کرو گے) یا حال کیلئے ہے تم تعمیل حکم کرو گے اس حال میں کہ تم تعریف کرنے والے ہو گے۔ سعید بن جبیرؒ کہتے ہیں کہ تم اس حالت میں حکم مانو گے کہ اپنے سروں سے مٹی کو جھاڑ رہے ہو گے۔ اور زبان پر **سبحانك اللّٰهم وبحمدك** کا ترانہ ہوگا۔ وَتَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا (اور تم خیال کرو گے کہ تم (دنیا یا قبروں) میں بہت ہی کم رہے ہو) قلیلًا سے پہلے اسکا موصوف لبثًا محذوف ہے یعنی بالکل تھوڑا ٹھہرنا۔ نمبر۲۔ زمانًا قلیلًا تھوڑا زمانہ دنیا میں نمبر۳۔ تھوڑا عرصہ قبر میں

وَقُلْ لِّعِبَادِیْ یَقُوْلُوا الَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ الشَّیْطٰنَ یَنْزَغُ بَیْنَهُمْ ؕ اِنَّ الشَّیْطٰنَ

اور آپ میرے بندوں سے فرما دیجئے کہ وہ ایسی بات کہیں جو بہتر ہو، بلاشبہ شیطان ان کے درمیان فساد ڈلوا دیتا ہے، واقعی شیطان

كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِیْنًا ﴿۵۳﴾ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِكُمْ ؕ اِنْ یَّشَاْ یَرْحَمْكُمْ اَوْ اِنْ یَّشَاْ یُعَذِّبْكُمْ ؕ

انسان کا کھلا ہوا دشمن ہے، تمہارا رب تمہیں خوب جانتا ہے، اگر وہ چاہے تو تم پر رحم فرمائے یا اگر چاہے تو تمہیں عذاب دے،

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَیْهِمْ وَكِیْلًا ﴿۵۴﴾ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِمَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا

اور ہم نے آپ کو ان پر ذمہ دار بنا کر نہیں بھیجا، اور آپ کا رب انہیں خوب جانتا ہے جو آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں اور ہم نے بعض نبیوں کو

بَعْضَ النَّبِیّٖنَ عَلٰی بَعْضٍ وَّاٰتَیْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ﴿۵۵﴾

بعض پر فضیلت دی، اور ہم نے داؤد کو زبور عنایت کی۔

اچھی بات کہے جاؤ:

۵۳: وَقُلْ لِّعِبَادِیْ (آپ کہہ دیں میرے بندوں کو) ایمان والے بندے مراد ہیں یَقُوْلُوا (وہ کہیں) مشرکین کو ایسی بات الَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ (جو بات کہ سب سے اچھی ہو) بہت نرمی والی ہو۔ ان سے خشونت کا معاملہ نہ کریں۔ بلکہ اس طرح کہیں اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت دے۔ اِنَّ الشَّیْطٰنَ یَنْزَغُ بَیْنَهُمْ (بیشک شیطان ان کے مابین فساد ڈلواتا ہے) ایک دوسرے کے خلاف برانگیختہ کرتا ہے تا کہ ان میں مخالفت اور شرّ پیدا ہو اور فساد برپا ہو۔ باہمی حقوق تلف ہوں۔

قراءت: طلحہ نے یَنْزِغُ زاء کے کسرہ سے پڑھا اور یہ دونوں لغات ہیں۔

اِنَّ الشَّیْطٰنَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِیْنًا (بیشک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے)۔

جس کی قسمت میں ایمان مل جائے گا:

۵۴: یا الَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ کی تفسیر اس ارشاد سے فرمائی۔ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِكُمْ اِنْ یَّشَاْ یَرْحَمْكُمْ (تمہارا رب تعالیٰ تمہارے احوال سے خوب واقف ہے اگر چاہے گا تو تم پر رحم فرمائے گا) ہدایت اور ایمان کی توفیق دیکر اَوْ اِنْ یَّشَاْ یُعَذِّبْكُمْ (یا اگر وہ چاہے گا تم کو عذاب دے گا) رسوائی کے ساتھ۔ مطلب یہ ہے مسلمان ان کو یہ اور اس قسم کے کلمات کہیں اور اس طرح نہ کہیں کہ تم جہنمی ہو اور تمکو عذاب دیا جائے گا وغیرہ جن سے وہ شر پر بھڑک اٹھیں اور ناراض ہوں۔

نحو: ان الشیطان ینزغ بینھم یہ جملہ معترضہ ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَیْهِمْ وَكِیْلًا (اور ہم نے آپ کو ان پر ذمہ دار بنا کر نہیں بھیجا) کہ آپ انکے اعمال کے محافظ ہوں اور انکا معاملہ آپکے سپرد ہو۔ بلکہ آپ کو بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے۔ پس ان سے مدارات برتیں اور اپنے اصحاب کو بھی مدارات کی تعلیم دیں۔

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا ﴿۵۶﴾ اُولٰٓئِكَ

آپ فرما دیجئے کہ تم انہیں بلالو جنہیں تم معبود خیال کرتے ہو سو وہ تمہاری تکلیف کو دور کرنے کا اختیار نہیں رکھتے اور نہ اس کے بدلنے کا، یہ

الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ

لوگ جنہیں مشرکین پکار رہے ہیں اپنے رب کی طرف ذریعہ تلاش کررہے ہیں کہ ان میں کون زیادہ مقرب ہے اور اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے

عَذَابَهٗ ؕ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ﴿۵۷﴾ وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ

ڈرتے ہیں، بلاشبہ آپ کے رب کا عذاب ایسا ہے کہ اس سے ڈرا جائے، اور کوئی بستی ایسی نہیں ہے جسے ہم قیامت سے پہلے ہلاک نہ

يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ كَانَ ذٰلِكَ فِى الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ﴿۵۸﴾

کردیں یا اسے سخت عذاب نہ دیں یہ بات کتاب میں لکھی ہوئی ہے۔

اللہ تمام کائنات کی اہلیت سے واقف ہے، نمونۂ اہلیت:

۵۵: وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِمَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اور آپکا رب تعالیٰ جو آسمانوں اور زمین میں ہے ان کے احوال سے اچھی طرح واقف ہے) کہ جس کی اس میں اہلیت ہے اور ان کے جو احوال ہیں۔ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ (اور حقیقت یہ ہے کہ ہم نے بعض انبیاء علیہم السلام کو بعض پر فضیلت دی) اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کی طرف اشارہ ہے۔ وَّاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا (داود کو ہم نے زبور دی) اس میں آپ کی فضیلت کی وجہ کو ذکر کیا کہ آپ کو خاتم الانبیاء بنایا اور آپ کی امت کو خیر الامم بنایا کیونکہ یہ بات داود علیہ السلام کی کتاب زبور میں لکھی جا چکی ہے جیسا کہ دوسری آیت ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثھا عبادی الصالحون۔ [الانبیاء:۱۰۵] (اس آیت سے زبور کے متعلق اس خیال کی بھی تردید ہوتی ہے کہ وہ محض دعائیں تھیں، مترجم) عبادی الصالحون سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت ہے۔ اس آیت میں زبور کو معرفہ نہیں لائے۔ اور سورۂ انبیاء والی آیت میں معرفہ لائے۔ کیونکہ یہ لفظ عباس، فضل کی طرح ہے جو کبھی الف لام کے ساتھ اور کبھی اس کے بغیر استعمال ہوتے ہیں۔

۵۶: قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ (کہہ دیں کہ جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا گمان کرتے ہو ان کو پکارو!) کہ وہ تمہارے معبود ہیں مِّنْ دُوْنِهٖ (اس کے سوا) من دون اللہ سے یہاں ۱: ملائکہ یا ۲: عیسیٰ و عزیر ۳: یا جنات کا وہ گروہ جن کی مشرکین عرب پوجا کرتے تھے۔ پھر وہ جنات تو مسلمان ہو گئے مگر مشرکین کو پھر بھی شعور نہ ہوا۔ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا (وہ تمہارے دکھ دور کرنے اور منتقل کرنے کی طاقت نہیں رکھتے) ان کو پکار کر دیکھو! وہ تم سے مرض وغیرہ کی تکلیف کا ازالہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے اسی طرح فقر و عذاب کو ہٹا نہیں سکتے۔ اور نہ ان میں یہ طاقت ہے کہ اس کو کسی اور کی طرف منتقل کر دیں۔

جن کو تم پکارتے ہو وہ خود اللہ کا قرب ڈھونڈتے ہیں:

۵۷: اُولٰٓئِكَ (یہ) یہ مبتدا ہے۔ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ (یہ لوگ جنہیں مشرکین پکار رہے ہیں) یہ صفت ہے یعنی جن کو وہ الٰہ مانتے ہیں۔ نمبر۲۔ جن کی عبادت کرتے ہیں۔ یَبْتَغُوْنَ اِلٰی رَبِّهِمُ الْوَسِیْلَةَ (وہ اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں۔) یعنی ان کے معبود اللہ تعالیٰ کا قرب ڈھونڈتے ہیں۔ اَیُّهُمْ اَقْرَبُ یہ یبتغونَ کی واؤ سے بدل ہے۔ اور ای اسم موصول ہے۔ اَیُّهُمْ اَقْرَبُ کہ کون ان میں زیادہ قریب ہے۔ یعنی وہ متلاشی ہیں کہ کون ان میں اللہ تعالیٰ کے زیادہ قریب ہے۔ تو قرب نہ رکھنے والوں کو کون پوچھتا ہے؟

نمبر۲۔ یبتغون کے ضمن میں وسیلہ کا معنی ہے اب یہ یحرصون کے معنی میں ہوگا۔ یعنی وہ اس بات کے حریص ہیں کہ کون ان میں سے اللہ تعالیٰ کے زیادہ قریب ہوتا ہے اور یہ قرب اطاعت اور خیر میں اضافہ کر کے وہ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ وَیَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَیَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ (وہ اس کی رحمت کے امیدوار اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں) جیسا کہ دوسرے اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں۔ جو عذاب سے خائف اور رحمت کے امیدوار ہیں۔ پس پھر یہ کیونکر ممکن ہے کہ وہ اپنے متعلق معبود ہونے کا گمان کریں۔ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا (بیشک تیرے رب کا عذاب ایسی چیز ہے جس سے ڈرنا چاہیے) وہ عذاب ایسی چیز ہے کہ جس سے ملائکہ مقرب اور نبی مرسل کو ڈرنا چاہیے دوسروں کا تو وہاں ذکر ہی کیا ہے۔

قیامت بستیوں کو فنا کر دے گی:

۵۸: وَاِنْ مِّنْ قَرْیَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ یَوْمِ الْقِیٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِیْدًا (اور کوئی ایسی بستی نہیں جس کو ہم قیامت سے قبل ہلاک نہ کریں یا اس کو (قیامت کے دن) سخت عذاب نہ دیں)۔ کہا گیا ہے کہ ہلاکت صالحین کیلئے اور عذاب مجرموں کیلئے كَانَ ذٰلِكَ فِی الْكِتٰبِ (اور یہ بات کتاب میں) کتاب سے لوح محفوظ مراد ہے مَسْطُوْرًا (لکھی ہے) مقاتل کہتے ہیں کہ میں نے ضحاک کی کتابوں میں اس کی تفسیر اس طرح پائی۔ رہا مکہ اس کو اہل حبشہ تباہ کریں گے اور اہل مدینہ بھوک کی وجہ سے ہلاک ہونگے۔ اور بصرہ غرق سے اور کوفہ ترک سے اور پہاڑ گرجوں اور زلزلوں سے پھر خراسان کا عذاب کئی اقسام پر مشتمل ہوگا۔ اہل بلخ کو آواز پہنچے گی جس سے وہ ہلاک ہو جائیں گے اور اہل بدخشان کو دوسری اقوام تباہ کریں گے۔ اہل ترمذ طاعون سے موت کے گھاٹ اتر جائیں گے صغانی اشجر (تک جھاڑوں کی طرح قتل کر دیئے جائیں گے۔ اور اہل سمرقند پر بنوقنطورا غلبہ پالیں گے اور وہاں کے رہنے والوں کو جھاڑ پھونک کی طرح ہلاک کر دیں گے اسی طرح اہل فرغانہ، شاس، اسیجاب اور خوارزم بخارا جو کہ جابر حکمرانوں کی جگہ ہے ان کو بھوک و قحط سے مار دیا جائے گا۔ اہل مرو پر ریت کا طوفان آئے گا جس سے عباد و علماء کی موت واقع ہوگی اور اہل ہرات پر سانپوں کی بارش ہوگی جو وہاں کے رہنے والوں کو کاٹ کھائیں گے۔ اور نیشاپور کے لوگ کڑک کا شکار بنیں گے اور برق و ظلمت ان پر چھائے گی۔ جس سے ان کی اکثریت لقمہ اجل بنے گی۔ اہل رے پر طبریہ والے غالب ہونگے اور ان کو موت کے گھاٹ اتار دیں گے آرمینیہ اور آذربیجان اور دیلمی ان کو گھوڑوں کے سم اور لشکر اور کڑکیں اور زلازل ہلاک کریں گے۔ اور ہمزان میں دیلمی داخل ہو کر اس کو اجاڑ دیں گے اور حلوان پر ہلکی ہوا چلائی جائے گی جس سے ان کی شکلوں کو بندروں اور

وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ۭ وَاٰتَيْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً

اور آیات بھیجنے سے ہمیں صرف یہی بات مانع ہے کہ پہلے لوگ اس کی تکذیب کر چکے ہیں اور ہم نے قوم ثمود کو اونٹنی دی تھی جو بصیرت کا ذریعہ تھی

فَظَلَمُوْا بِهَا ۭ وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا ۝۵۹

سوانہوں نے اس کے ساتھ ظلم کا معاملہ کیا اور ہم آیات کو صرف ڈرانے کے لئے بھیجا کرتے ہیں۔

سوروں میں بدل دیا جائے گا۔ پھر ایک جہنمی آدمی مصر پر حملہ آور ہوگا۔ اہل مصر اور اہل دمشق کے تباہی و تباہی ہے اہل افریقہ کیلئے بربادی ہے اہل رملہ کیلئے بھی تباہی ہے۔

البتہ بیت المقدس میں وہ داخل نہ ہو سکے گا۔ اہل بجستان کو تیز آندھی گھیر لے گی پھر ایک تیز آواز آئے گی جس سے علماء مر جائیں گے۔ کرمان، اصبھان، فارس پر دشمن غالب آجائے گا۔ اور ان پر ایک آواز آئے گی جس سے دل اپنی جگہ سے اکھڑ جائیں گے اور بدن موت کی نیند سو جائیں گے۔ (یہ مقاتل کی روایت ہے جو متہم بالکذب ہے)

مطلوبہ نشانی کیوں نہیں؟ کا جواب:

۵۹: وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ (اور ہمیں مطلوبہ نشانیاں بھیجنے سے صرف اس چیز نے روکا۔ پہلے لوگوں نے ان آیات کی تکذیب کی) مطلوبہ معجزات کے نہ بھیجنے کو مَنَعَ کے لفظ سے ذکر فرمایا۔ پہلا اَنْ اپنے صلہ سمیت موضع نصب میں ہے کیونکہ وہ مَنَعَنَا کا دوسرا مفعول ہے۔ اور اَنْ دوم موضع رفع میں ہے کیونکہ وہ اپنے صلہ کے ساتھ ملکر منعنا کا فاعل ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے۔ وما منعنا ارسال الآیات الاتکذیب الاولین۔ ہمیں مطلوبہ نشانیاں بھیجنے سے صرف پہلے لوگوں کی تکذیب نے روکا۔ آیات سے مراد یہاں وہ ہیں جن کو قریش مکہ مانگتے تھے مثلاً صفا کا سونا بن جانا، مردوں کو زندہ کرنا وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ کا طریقہ یہ چلا آرہا ہے کہ جس نے ان میں سے کسی نشانی کا مطالبہ کیا اور اس کی وہ بات مان لی گئی پھر بھی وہ ایمان نہ لایا تو اس کو دنیا کے جلد عذاب نے آگھیرا اور اس کو تباہ کر دیا گیا۔ مطلب یہ ہے کہ ہمیں مطلوبہ نشانات دینے سے یہی چیز مانع ہے کہ ان جیسے لوگوں نے جن کے دلوں پر مہریں لگ چکی تھیں۔ ایسے نشانات کے باوجود انکار کر دیا جیسا کہ قوم عاد، ثمود وغیرہ اگر ان کو بھی یہ نشانات دے دیں تو یہ ان کی طرح جھٹلا دیں گے۔ اور استیصال والے عذاب کا شکار بن جائیں گے۔ ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ آپ جن کی طرف مبعوث ہیں۔ ان کے معاملہ کو قیامت تک مؤخر کر دیں۔ پھر ان آیات کا ذکر کیا جن کو پہلے اقوام نے طلب کیا پھر ان کو وہ دے دی گئیں اور ان کے جھٹلانے پر ان کو ہلاک کر دیا گیا۔ پہلی ان میں سے ناقۂ صالح علیہ السلام ہے۔ انکا تذکرہ اولاً اس لیے کیا کیونکہ ان کے آثارِ ہلاکت خود جزیرہ عرب میں موجود تھے جن کو آنے جانے والے صبح و شام دیکھتے پس فرمایا۔

وَاِذْ قُلْنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ ؕ وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِىٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ

اور جب ہم نے آپ سے کہا بلاشبہ آپ کا رب سب لوگوں کو محیط ہے اور ہم نے جو دکھلا وا آپ کو دکھلایا اور وہ درخت جسے قرآن میں ملعون بتایا یہ دونوں

وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِى الْقُرْاٰنِ ؕ وَنُخَوِّفُهُمْ ۙ فَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا طُغْيَانًا كَبِيْرًا ﴿۶۰﴾

چیزیں صرف اس لئے تھیں کہ لوگوں کو آزمائش میں ڈالا جائے اور ہم انہیں ڈراتے ہیں یہ ڈرانا ان کی سرکشی میں اضافہ ہی کرتا ہے

وَ اٰتَيْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ (ہم نے قوم ثمود کو اونٹنی دی) ان کے مطالبہ پر مُبْصِرَةً (جو کھلی نشانی تھی) واضح نشانی تھی۔ فَظَلَمُوْا بِهَا (پس انہوں نے اس پر ظلم کیا) یعنی انکا انکار کر دیا وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ (اور ہم نہیں بھیجتے آیات کو) اگر آیات سے منہ مانگی نشانیاں مراد ہوں تو مطلب یہ ہوگا ہم منہ مانگی نشانی نہیں دیتے اِلَّا تَخْوِيْفًا (مگر ڈرانے کیلئے) مگر اس جلدی اترنے والے عذاب کے مقدمہ کے طور پر۔ اگر وہ پھر بھی نہیں ڈرتے تو وہ عذاب ان کو آچمٹتا ہے۔

نمبر۲۔ اور اگر آیات سے عام مراد ہو تو مطلب یہ ہے کہ جو آیات بھی ہم بھیجتے ہیں جیسے آیاتِ قرآن تو ان سے مقصود آخرت کے عذاب سے ڈرانا اور خبردار کرنا ہے۔ تخویفًا یہ مفعول لہ ہے۔

الرؤیا سے مراد:

۶۰: وَاِذْ قُلْنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِىٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ (جب ہم نے آپ سے کہا تھا کہ آپکا رب تمام لوگوں کا احاطہ کرنے والا ہے۔ اور وہ دکھاوا جو ہم نے آپ کو دکھایا تھا۔ اس کو ہم نے لوگوں کیلئے موجب فتنہ بنا دیا) اذ سے پہلے اذکر محذوف ہے۔ یعنی یاد کیجئے اس بات کو کہ جب ہم نے آپ کی طرف وحی کی کیا آپ کا رب اپنے علم وقدرت سے قریش کا احاطہ کرنے والا ہے۔ وہ تمام اس کی مٹھی میں ہیں آپ ہرگز ان کی پرواہ نہ کریں اور اپنا کام کرتے رہیں اور پیغام کو پہنچاتے رہیں۔

(۲) ہم نے آپ کو جو واقعۂ بدر کے متعلق خوشخبری دی اور ان پر غلبہ کی اطلاع دی اس کا تذکرہ دوسری آیت میں اس طرح ہے سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ [القمر:۴۵] اور دوسری آیت میں فرمایا: قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ [آل عمران:۱۲] اس کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح بیان فرمایا گویا کہ یہ واقعہ زمانہ ماضی میں ہو چکا اور پایا جا چکا اسی لئے لفظ اَحَاطَ بِالنَّاسِ ماضی کے الفاظ سے بیان فرمایا جیسا کہ اس کے ہاں خبروں کو بیان کرنے کا طریقہ ہے اور شاید اللہ تعالیٰ نے آپ کو خواب میں ان کی قتل گاہیں بھی دکھا دی ہوں اسلئے کہ آپ جب بدر کے پانی پر پہنچے تو مسلم شریف کی روایت کے مطابق آپ کی زبان مبارک پر یہ الفاظ تھے۔ وَاللّٰہ لکانی انظر الی مصارع القوم اور آپ ان جگہوں کی طرف اشارہ فرما رہے تھے۔ اور فرما رہے تھے ھذا مصرع فلان جب قریش کے کانوں تک بدر کے سلسلہ میں ہونے والی یہ وحی پہنچی اور آپ کو خواب میں ان کی جو قتل گاہیں دکھائی گئی تھیں ان کی اطلاع قریش نے سنی تو اس سے ہنسے اور تمسخر کرنے لگے اور استہزاء کے طور پر

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ قَالَ ءَاَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ

اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کر لیا مگر ابلیس نے نہیں کیا، وہ کہنے لگا کہ میں اسے سجدہ کروں جسے آپ نے کیچڑ سے

طِيْنًا ۚ ۝٦١ قَالَ اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِيْ كَرَّمْتَ عَلَيَّ ۫ لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ

بنایا ہے، اس نے کہا کہ آپ ہی بتایئے یہ جسے آپ نے مجھ پر فوقیت دی ہے اگر آپ نے مجھے قیامت کے دن تک مہلت دیدی

لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلًا ۝٦٢ قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَاِنَّ جَهَنَّمَ

تو میں تھوڑے سے افراد کے علاوہ اس کی پوری ذریت کو اپنے قابو میں کر لونگا، فرمایا جا ان میں سے جو کوئی شخص تیرے پیچھے چلے گا تو تم سب کی جزاء جہنم ہے

جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا ۝٦٣ وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَاَجْلِبْ

جو پوری سزا ہوگی، اور ان میں سے جس جس پر تیرا قابو چلے اپنی پکار سے ان کے قدم اکھاڑ دینا اور ان پر اپنے سوار

عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِى الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ ؕ وَمَا يَعِدُهُمُ

اور پیادے چڑھا لانا اور ان کے اموال اور اولاد میں اپنا ساجھا کر لینا اور ان سے وعدے کرنا، اور شیطان ان سے جو وعدے کرتا

الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ۝٦٤ اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ ؕ وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيْلًا ۝٦٥

ہے وہ صرف دھوکہ ہی ہوتے ہیں، بلاشبہ میرے بندوں پر تیرا زور نہ چلے گا اور آپ کا رب کارساز ہونے کے لئے کافی ہے۔

کہنے لگے ایسا معاملہ جلدی لاؤ۔

شجرۂ ملعونہ زقوم کا درخت:

وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِي الْقُرْاٰنِ (اور وہ درخت جس پر قرآن میں لعنت کی گئی) یعنی ہم نے اس ملعون درخت کو لوگوں کیلئے آزمائش بنا دیا جونہی انہوں نے اللہ کے اس ارشاد کو سنا اِنَّ شَجَرَةَ الزَّقُّوْمِ طَعَامُ الْاَثِيْمِ (الدخان: ۴۴،۴۳) تو وہ اس کا مذاق اڑانے لگے اور کہنے لگے محمد کا خیال یہ ہے کہ جہنم پتھروں کو تو جلا ڈالتی ہے اور پھر وہ یہ کہتا ہے کہ اس میں درخت بھی اُگتے ہیں حالانکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی جیسے عظمت کا حق تھا وہ عظمت نہیں سمجھی ورنہ وہ یہ بات نہ کہتے اس لئے کہ اس کیلئے کوئی چیز رکاوٹ نہیں کہ وہ ایسا درخت بنا دے جن کو آگ نہ جلا سکے چنانچہ مشاہدہ میں ہے سمندل یہ ترکیہ میں پایا جانیوالا ایک چھوٹا سا جانور ہے اس کی اون سے بُنے ہوئے رومال جب میلے ہو جائیں تو آگ میں ڈال دینے سے ان کی میل اتر جاتی ہے اور آگ ان کے لیے غسل کا کام دیتی ہے۔ اسی طرح شترمرغ آگ کے کوئلوں کو نگل جاتا ہے اور وہ اس کو نقصان نہیں دیتی اور ہر درخت میں اللہ نے آگ پیدا کر رکھی ہے جو اس کو جلاتی نہیں۔ پس اس طرح یہ بھی درست ہے کہ وہ آگ میں ایسا درخت پیدا کر دے جس کو آگ نہ

جلائے مطلب یہ ہوا کہ آیات بندوں کو ڈرانے کیلئے بھیجی جاتی ہیں اور ان لوگوں کو دنیا کے عذاب سے ڈرایا گیا ہے اور وہ عذاب یوم بدر کے دن قتل ہونا ہے اور ان کو عذاب آخرت سے بھی ڈرایا گیا ہے اور زقوم کے درخت سے بھی لیکن اس بات کا ان میں کوئی اثر نہیں ہوا۔ پھر فرمایا وَنُخَوِّفُهُمْ (ہم ان کو ڈرا رہے ہیں) یعنی دنیا اور آخرت کی خوف ناک چیزوں سے۔ فَمَا يَزِيدُهُمْ (لیکن وہ نہیں بڑھا رہا) یعنی تخویف اِلَّا طُغْيَانًا كَبِيرًا (مگر بڑھی ہوئی سرکشی کو) کس طرح وہ قوم ڈرے گی جن کی یہ حالت ہو اگر ان کی مطلوبہ آیات مہیا بھی کر دی جائیں۔

(۳) یہ بھی کہا گیا ہے کہ رؤیا سے مراد یہاں معراج ہے اور فتنہ سے مراد ان لوگوں کا ارتداد میں مبتلا ہونا ہے۔ ایسے لوگوں کا جنہوں نے اس کو بہت بڑا اقرار دیا اور اسی کے متعلق ہے ان لوگوں کا قول جنہوں نے یہ کہا کہ اسراء نیند میں تھی اور بعض نے کہا کہ بیداری میں تھی انہوں نے رؤیا کی تفسیر رؤیت سے کی ہے اب رہی یہ بات کہ اس کو رؤیا کیوں کہا تو اس کو رؤیا اس لئے کہتے ہیں کہ مکذبین نے کہا تھا شاید آپ نے خواب دیکھا ہوگا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے اسراء کو بعید سمجھا اور قرآن مجید میں اس طرح کا استعمال موجود ہے کہ کفار کے ہاں جو اس کا نام تھا اسی نام سے تعبیر کر دیا جیسا کہ اس ارشاد میں فراغ الی آلھتھم [الصافات:۹۱] دوسری آیت میں فرمایا: اَيْنَ شُرَكَآءِیَ [النحل:۲۷] الٰہ بھی بقول ان کے اور شرکاء بھی بقول ان کے کہا گیا۔

(۴) یا رؤیا سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ مکہ میں عنقریب داخل ہونگے اور فتنہ سے مراد حدیبیہ میں کفار کا روکنا ہے۔

سوال: قرآن میں زقوم کے درخت کے ملعون ہونے کا تذکرہ کیوں ہے؟

جواب: الشَّجَرَةَ الْمَلْعُونَةَ سے مراد یہ ہے کہ اس کے کھانیوالا ملعون ہے اور وہ کھانے والے کفار ہیں کیونکہ اللہ نے فرمایا ثم انکم ایھا الضّآلون المکذبون لاٰ کلون من شجر من زقوم فمالئون منھا البطون (الواقعہ ۵۱ تا ۵۳) اسی لئے آیت میں اس کے کھانے والوں کے ملعون ہونے کیوجہ سے مجازاً اس کو شجرہ ملعونہ کہہ دیا اور دوسری بات یہ ہے کہ اہل عرب اپنے محاورہ میں نقصان دہ اور ناپسند کھانے کو ملعون کہتے ہیں اور تیسری بات یہ بھی ہے کہ لعن کی حقیقت رحمت سے دور ہونا ہے اور یہ درخت جہنم کی جڑ میں ہے جو کہ رحمت سے بعید ترین مقام ہے اسلئے اس کو شجرہ ملعونہ سے تعبیر کر دیا۔

واقعۂ آدم علیہ السلام و ابلیس:

۶۱: وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ قَالَ ءَاَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِيْنًا (اور یاد کرو جب ہم نے ملائکہ سے کہا آدم کو سجدہ کرو وہ فوراً سوائے ابلیس کے سجدہ میں پڑ گئے ابلیس بولا کیا میں اس شخص کو سجدہ کروں جس کو تو نے گارے سے بنایا ہے)

طيناً یہ تمیز ہے نمبر۲۔ موصول سے حال ہے اور اس کا عامل ااسْجُد ہے تقدیر عبارت یہ ہوگی: ء اسجد لہٗ وَهُوَ طِيْن یعنی اَصْلُه طین کیا میں اس کو سجدہ کروں اس حال میں کہ وہ مٹی ہے یعنی اس کی اصل مٹی ہے۔

۶۲: قَالَ اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِیْ (ابلیس نے کہا تو بتلا! یہ وہی ہے جس کو تو) کَ اس کا کوئی موضع اعراب نہیں کیونکہ یہ تاکید خطاب کیلئے ذکر کیا گیا ہے۔ اور ھذا یہ مفعول بہ ہے۔ معنی یہ ہے تو مجھے اس کے متعلق بتلا جس کو كَرَّمْتَ عَلَیَّ (تو نے مجھ پر

برتری دی ہے) اس کو تو نے فضیلت دی تو کیوں اُسکو مجھ پر فضیلت دی ہے۔ حالانکہ انا خیر منه خلقتنی من نار و خلقته من طین [ص:۷۶] ماقبل کی دلالت اس کے متعلق موجود ہونے کی وجہ سے اختصار کے طور پر اس کو حذف کر دیا پھر ابتدا کرتے ہوئے فرمایا۔ لَئِنْ اَخَّرْتَنِ (اگر تم نے مجھے مہلت دے دی)۔

قراءت: ابن کثیر ویعقوب وغیرہ نے یاء سے پڑھا۔ جبکہ کوفی، شامی قراء نے یاء کے بغیر پڑھا ہے۔ لَئِنْ کی لام قسم محذوف کی تمہید کے لئے لائے۔ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّیَّتَهٗ (اگر یوم قیامت تک تو نے مجھے مہلت دی تو میں اس کی ساری اولاد کو اپنے قابو میں لے لونگا) انکا اغواء کے ذریعہ استیصال کروں گا۔ اِلَّا قَلِیْلًا (مگر ان میں سے قلیل تعداد) اور وہ مخلصین ہیں۔ نمبر۲۔ ہر ہزار میں سے ایک۔ اس ملعون کو یہ اطلاع اللہ تعالیٰ کے اطلاع دینے سے ہوئی۔ نمبر۳۔ کیونکہ اس نے خیال کیا کہ یہ انسان فطرۃً شہوانی مزاج کا پیدا کیا گیا ہے (جس کی وجہ سے انکا بھٹکنا بہت آسان ہے مترجم)۔

۶۳: قَالَ اذْهَبْ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو جا) یہاں اِذْهَبْ اس ذِهَاب سے نہیں جو المجیٔ (آمد) کی ضد ہے بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ بطور ذلت و رسوائی فرمایا جا جو تیرا دل چاہے کر (تو خود مختار ہے) پھر اس کے بعد اس کے غلط چناؤ کا جزو ذکر کیا پس فرمایا۔ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ (پس جو شخص ان میں سے تیری اتباع کریگا تو جہنم تم سب کی سزا ہوگی) تقدیر عبارت یہ ہے فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَاؤُ هُمْ وَجَزَاؤُكَ پھر مخاطب کو غائب پر ترجیح دیتے ہوئے فرمایا جَزَاؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا (کامل سزا) یہ تجازون محذوف کا مفعول ہونے کی بنا پر منصوب ہے۔

استفزاز کا مطلب:

۶۴: وَاسْتَفْزِزْ (اور تو قدم اکھاڑ) نیچے اتار۔ نمبر۲۔ بیوقوف بنانا، پھسلانا۔ الفزّ۔ خفیف کو کہتے ہیں۔ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ (ان میں سے جن پر تیرا قابو چلے اپنی چیخ و پکار سے) وسوسہ ڈال کر نمبر۲۔ گانے بجانے سے نمبر۳۔ باجے گاجے سے۔ وَاَجْلِبْ عَلَیْهِمْ (اور چڑھالا یا جمع کر اور بھڑکا انکے خلاف) یہ اَلْجَلَبَة سے ہے جس کا معنی چیخ اور شور ہے۔ بِخَیْلِكَ وَرَجِلِكَ (اپنے سوار اور پیادے) یعنی سوار اور پیدل سے۔ الخیل: الخیالة۔ گھوڑ سوار۔ الرَّجل اسم جمع ہے راجِل کی بمعنی پیدل جیسے الرکب اور الصحب۔

قراءت: رَجْلِكَ نافع نے سکون جیم سے پڑھا جبکہ حفص نے رَجِلِكَ پڑھا کہ فَعِل بمعنی فَاعِل ہے جیسا تَعِب بمعنی تَاعِب اور اسکا معنی پیدل کو جمع کرنا ہے۔ کیونکہ کسی کام کی طلب میں انسانی استطاعت یہ ہے کہ وہ سوار اور پیدل گروہ استعمال کرے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ابلیس کے اپنے گھوڑے اور پیدل دستے ہوں۔

شراکتِ اموال:

وَشَارِكْهُمْ فِی الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ (اور تو ان کے مال اور اولاد میں شراکت کرلے) زجاج علیہ الرحمۃ کہتے ہیں ہر گناہ جو مال و اولاد کے سلسلہ میں ہوتا ہے ابلیس کی اس میں شرکت ہوتی ہے۔ مثلاً سود، حرام ذرائع آمدنی، بحیرہ، سائبہ، انفاق فی الفُسُوق، فضول خرچیاں، زکاۃ کا نہ دینا، حرام اسباب سے اولاد حاصل کرنا، عبد العزی، عبد الشمس وغیرہ شرکیہ نام رکھنا۔ وَعِدْهُمْ (اور ان سے وعدے کر) جھوٹے وعدے کہ الٰہ شفاعت کریں گے اور بڑے انساب سے اللہ تعالیٰ کے ہاں عزت ملنا۔

رَبُّكُمُ الَّذِي يُزْجِي لَكُمُ الْفُلْكَ فِي الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ ۚ إِنَّهُ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا ۝٦٦ وَإِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُونَ إِلَّا إِيَّاهُ ۖ فَلَمَّا نَجَّاكُمْ إِلَى الْبَرِّ أَعْرَضْتُمْ ۚ وَكَانَ الْإِنْسَانُ كَفُورًا ۝٦٧ أَفَأَمِنْتُمْ أَنْ يَخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ أَوْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوا لَكُمْ وَكِيلًا ۝٦٨ أَمْ أَمِنْتُمْ أَنْ يُعِيدَكُمْ فِيهِ تَارَةً أُخْرَىٰ فَيُرْسِلَ عَلَيْكُمْ قَاصِفًا مِنَ الرِّيحِ فَيُغْرِقَكُمْ بِمَا كَفَرْتُمْ ۙ ثُمَّ لَا تَجِدُوا لَكُمْ عَلَيْنَا بِهِ تَبِيعًا ۝٦٩ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَىٰ كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا ۝٧٠

تمہارا رب وہ ہے جو تمہارے لئے دریا میں کشتیوں کو چلاتا ہے۔ تا کہ تم اسکا فضل تلاش کرو۔ بلاشبہ وہ تم پر مہربان ہے اور جب تمہیں سمندر میں کوئی تکلیف پہنچ جاتی ہے تو اس کے علاوہ جن کو تم پکارتے ہو وہ سب غائب ہو جاتے ہیں، پھر وہ جب تمہیں خشکی کی طرف نجات دے دیتا ہے تو روگردانی کرتے ہو۔ اور انسان بڑا ناشکرا ہے۔ کیا تم اس بات سے بے فکر ہو کہ وہ تمہیں خشکی کی جانب میں لا کر زمین میں دھنسا دے۔ یا تم پر کوئی سخت آندھی بھیج دے جو کنکر برسانے والی ہو پھر تم اپنے لئے کسی کو کارساز نہ پاؤ گے۔ یا تم اس سے بے فکر ہو کہ وہ تمہیں دوبارہ سمندر میں لوٹا دے۔ پھر تم پر ہوا کا سخت طوفان بھیج دے پھر تمہیں تمہارے کفر کی وجہ سے غرق کر دے۔ پھر تمہیں کوئی ایسا نہ ملے جو ہمارا پیچھا کرنے والا ہو۔ اور یہ بات واقعی ہے کہ ہم نے بنی آدم کو عزت دی اور انہیں خشکی میں اور سمندر میں سوار کیا۔ اور انہیں عمدہ چیزیں عطا فرمائیں اور ہم نے انہیں اپنی بہت سی مخلوقات پر فضیلت دی۔

جلد ملنے والی دنیا کو دیر سے آنیوالی آخرت پر ترجیح دینا، وغیرہ اسی طرح کے افعال۔

وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا (اور شیطان ان سے وعدہ نہیں کرتا مگر محض جھوٹا) جھوٹا وعدہ یہی ہے کہ خطا کو اس طرح مزین کیا جائے کہ اس میں صواب کا وہم ہو چلے۔

اعلانِ باری تعالیٰ:

۶۵: اِنَّ عِبَادِیْ (بیشک میرے بندے) صالحین پر لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ (تجھے ان پر قدرت نہ ہوگی) یعنی ان کے ایمان کو تبدیل کرنے کی طاقت نہ ہوگی البتہ گناہوں کی تسویل کی طاقت تو باقی ہے۔ وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيْلًا (اور تیرا رب ذمہ دار ہونے کیلئے کافی ہے) ان کے لئے۔ وہ تجھ سے بچنے کیلئے اسی پر بھروسہ کریں گے۔ نمبر۲۔ تجھ سے بچانے کیلئے انکا نگہبان ہے ان میں سے ہر حکم تہدیدی ہے جس پر سزا ہوگی نمبر۲۔ امر اہانت کیلئے ہے یعنی اس سے میری مملکت میں کچھ بھی نقصان نہ ہوگا۔

سمندروں میں جہاز چلانے والا وہی تو ہے پھر اس کی پکڑ سے کیسے بچ سکتے ہو:

۶۶: رَبُّكُمُ الَّذِیْ یُزْجِیْ (تمہارا رب وہ ہے جو تمہارے لئے چلاتا ہے) چلاتا اور جاری کرتا ہے۔ لَكُمُ الْفُلْكَ فِی الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ (کشتیاں سمندر میں تاکہ تم اس کے فضل کو تلاش کرو) فضل سے یہاں تجارتی نفع مراد ہے۔ اِنَّهٗ كَانَ بِكُمْ رَحِیْمًا (بیشک وہ تمہارے حال پر بہت مہربان ہے)۔

۶۷: وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِی الْبَحْرِ (جب تمہیں دریا میں کوئی تکلیف چھولیتی ہے) اَلضُّر سے یہاں ڈوبنے کا خوف مراد ہے۔ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّاۤ اِیَّاهُ (تو غائب ہو جاتے ہیں جن کو تم پکارتے تھے سوائے اس کی ذات باری تعالیٰ کے) ایک اللہ تعالیٰ وحدہ کے علاوہ تمہارے اوہام سے وہ تمام گم ہو جاتے ہیں جن کی تم عبادت کرتے تھے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کا تذکرہ بھی نہیں کرتے۔ نمبر۲۔ غائب ہو گئے جن کو تم الٰہہ میں سے فریادرسی کیلئے پکارتے ہو۔ لیکن اللہ تعالیٰ اکیلا کہ جس کے تم امیدوار رہو۔ اس صورت میں مستثنیٰ منقطع ہے۔

فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ (پھر جب اللہ تعالیٰ تمہیں بچا کر خشکی کی طرف لے جاتا ہے تو تم کترا جاتے ہو) چھوٹنے کے بعد اخلاص سے اعراض کرتے ہو۔ وَكَانَ الْاِنْسَانُ (اور انسان) یعنی کافر انسان كَفُوْرًا (ناشکرا ہے) انعامات پر

۶۸: اَفَاَمِنْتُمْ (پس کیا تم اس بات سے بے فکر بیٹھے ہو)۔ اس میں ہمزہ انکار کا ہے اور فاء عاطفہ ہے۔ جس کا عطف محذوف پر ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے أنجوتم فامنتم فحملكم ذلك على الاعراض کیا تم نے نجات پالی پس تم امن میں ہو گے اور اس نے تمہیں اعراض پر آمادہ کیا۔ اَنْ یَّخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ (کہ وہ تم کو خشکی کے ایک طرف میں لا کر زمین میں دھنسا دے)

نحو: جَانِبَ یَخْسِفَ کا مفعول بہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ جیسا کہ الارض خسفنا کی وجہ سے اس آیت میں فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ [القصص:۸۱] بِكُمْ یہ حال ہے۔ مطلب یہ ہے وہ دھنسا دے خشکی کی جانب میں یعنی اس کو الٹ دے اس حال میں کہ تم اس میں موجود ہو۔ حاصل یہ ہے تمام جوانب ارض پر اللہ تعالیٰ کو یکساں قدرت حاصل ہے۔ اور وہ ہر جانب کا مالک ہے خواہ خشکی ہو یا سمندر یہ تو ہلاکت کے اسباب ہیں خشکی والی جانب اس کے لئے مخصوص نہیں بلکہ اگر سمندر میں غرق ہے تو خشکی میں دھنسنا ہے۔ جو مٹی کے نیچے غائب ہونے کو کہتے ہیں اور غرق پانی کے نیچے غائب ہونے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ عقل مند کو تو چاہیے کہ وہ تمام جوانب میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے اور جہاں کہیں ہو اس کا خوف اس پر طاری رہے۔

اَوْ یُرْسِلَ عَلَیْكُمْ حَاصِبًا (یا تم پر کوئی کنکر والی آندھی بھیج دے) حَاصِبًا ایسی ہوا جو کنکر پھینکے اَلْحصباء کنکریاں نمبر۲۔ اگر ہلاکت نیچے کی طرف سے دھنسانے سے نہ آئے تو اوپر سے کنکریوں والی آندھی بھیج کر وہ ہلاک کر سکتا ہے۔ ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ وَكِیْلًا (پھر تم کسی کو اپنا کارساز نہ پاؤ) جو اس کو تم سے ہٹا سکے۔

۶۹: اَمْ اَمِنْتُمْ اَنْ یُّعِیْدَكُمْ فِیْهِ تَارَةً اُخْرٰى فَیُرْسِلَ عَلَیْكُمْ (کیا تم اس بات سے بے فکر ہو گئے کہ خدا تعالیٰ تم کو دوبارہ دریا ہی میں لے جائے پھر وہ تم پر بھیج دے) یعنی یا تم بے خوف ہو گئے ہو کہ وہ تمہاری ضروریات کو بڑھا دے اور دواعی کو پختہ کر کے دوبارہ تم سمندر کے سفر کی طرف لوٹ جاؤ جس سے اس نے تمہیں نجات دی پھر وہ تم سے اس طرح انتقام لے کہ تم پر قَاصِفًا مِّنَ

الرِّیْح (ہوا کا سخت طوفان) قَاصِف اس ہوا کو کہتے ہیں جس میں سخت آواز ہو۔ نمبر۲۔ ایسی ہوا جو کشتی کو توڑ پھوڑ کر دینے والی ہو۔ فَیُغْرِقَکُمْ بِمَا کَفَرْتُمْ (پس وہ تمہارے کفر کے باعث تمہیں ڈبو دے) اس وجہ سے کہ تم نے نعمت کی ناشکری کی اور وہ ناشکری یہ ہے کہ جب اس نے تمہیں بچا لیا تو تم نے اس سے منہ موڑ لیا۔

ثُمَّ لَاتَجِدُوْا لَکُمْ عَلَیْنَا بِہٖ تَبِیْعًا (پھر تم اپنے لئے ہمارا پیچھا کرنے والا نہ پاؤ) یعنی ہم سے مطالبہ کرنے والا۔ تبیع کا معنی اس آیت سے لیا گیا فاتِّبَاعٌ بالمعروف [البقرہ:۱۷۸] (پس مطالبہ ہے دستور کے ساتھ) حاصل مطلب یہ ہے کہ ہم ان کے ساتھ جو چاہیں کریں تمہیں کوئی ایسا نہ مل سکے گا جو ہم سے بدلے کا مطالبہ کر سکے اور ہم سے بدلہ لے سکے۔ یہ اسی طرح ہے جیسا اس ارشاد میں لا یخاف عُقْبٰھا [الشمس:۱۵]

قراءت: اِنْ نَخْسِفُ اَوْ نُرْسِلُ اَنْ نُعِیْدَکُمْ فَنُرْسِلَ فَنُغْرِقَکُمْ کو مکی اور ابوعمرو نے نون سے پڑھا ہے۔

بنی آدم کو عزت دی:

۷۰: وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ (ہم نے اولادِ آدم کو عزت دی) عقل و نطق، خط، خوبصورت شکل، مناسب قد، تدبیرِ امورِ معاش اور معاد، تمام پر غلبہ، تسخیرِ اشیاء، تناولِ طعام بالایدی وغیرہ سے۔

نکتہ: ہارون رشید نے کھانا منگوایا اور اس نے چمچیاں بھی منگوائیں۔ اس کے پاس اس وقت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ بھی موجود تھے۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ تمہارے دادا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر میں یہ وارد ہے۔ ولقد کرمنا بنی آدم کہ ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی ان کو ہاتھ دیئے جن میں انگلیوں سے وہ کھانا کھاتے ہیں۔ ہارون نے تمام چمچیوں کو واپس کر دیا اور انگلیوں سے کھانا تناول کیا۔

وَحَمَلْنٰھُمْ فِی الْبَرِّ (اور ہم نے ان کو خشکی میں سوار کیا) جو پایوں پر وَالْبَحْرِ (سمندر میں) کشتیوں پر وَرَزَقْنٰھُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ (اور ہم نے ان کو پاکیزہ چیزیں کھانے کیلئے عنایت کیں) لذیذ اشیاء۔ نمبر۲۔ ہاتھ سے کمائی ہوئی روزی۔ وَفَضَّلْنٰھُمْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِیْلًا (اور ہم نے اس کو فضیلت دی بہت کثیر مخلوق پر) کثیر کا معنی ہے کہ تمام پر۔ جیسا کہ اس ارشاد میں اکثر کا لفظ تمام کا معنی دیتا ہے۔ واکثر ھم کاذبون [الشعراء:۲۲۳] حسن رحمہ اللہ کہتے ہیں: ای کلھم اور اس آیت میں وَمَا یَتَّبِعُ اَکْثَرُھُمْ اِلَّا ظَنًّا [یونس:۳۶] اکثر کا معنی کل ہے۔ کشاف میں ہے کہ اکثر سے مراد تمام ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا المُؤْمِنُ اَکْرَمُ عَلَی اللّٰہِ مِنَ الْمَلَآئِکَۃِ [رواہ ابن ماجہ:۳۹۴۷] اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی فطرت میں طاعت ہے اور ان میں عقل بلا شہوت ہے اور بہائم میں شہوت بلا عقل ہے۔ اور آدمی میں دونوں ہی ہیں۔ پس جس کی عقل شہوت پر غالب آ گئی وہ انسان فرشتوں سے افضل ہے اور جس کی شہوت اس کی عقل پر سوار ہو گئی وہ بہائم سے زیادہ ذلیل ہے۔ دوسری دلیل ہے کہ تمام مخلوق کو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کیلئے بنایا اور انسان کو اپنی ذات کیلئے بنایا۔

يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ أُنَاسٍۭ بِإِمَامِهِمْ ۚ فَمَنْ أُوتِيَ كِتَٰبَهُۥ بِيَمِينِهِۦ فَأُولَٰٓئِكَ

جس دن ہم سب لوگوں کو ان کے امام کے ساتھ بلائیں گے سو جس کے داہنے ہاتھ میں اعمال نامہ دیا گیا سو یہ

يَقْرَءُونَ كِتَٰبَهُمْ وَلَا يُظْلَمُونَ فَتِيلًا ﴿٧١﴾ وَمَن كَانَ فِي هَٰذِهِۦٓ أَعْمَىٰ فَهُوَ فِي

لوگ اپنا اعمال نامہ پڑھیں گے۔ اور ان پر ذرا بھی ظلم نہ کیا جائے گا، جو شخص اس دنیا میں اندھا ہے وہ

الْءَاخِرَةِ أَعْمَىٰ وَأَضَلُّ سَبِيلًا ﴿٧٢﴾

آخرت میں بھی اندھا ہوگا۔ اور زیادہ راہ گم کردہ ہوگا۔

قیامت کا ایک منظر:

۷۱: يَوْمَ نَدْعُوْا (جس دن ہم بلائیں گے) یہ اذکر محذوف کی وجہ سے منصوب ہے۔ كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْ (ان کے مقتدا کے ساتھ طلب کریں) باء حال کیلئے ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے: مختلطين بامامهم اس حال میں کہ وہ اپنے امام سے ملے جلے ہونگے امام سے ہر وہ مراد ہے جس کی انہوں نے اقتداء کی ہوگی خواہ وہ پیغمبر ہوں نمبر۲۔ دین میں مقدم ہو نمبر۳۔ کتاب نمبر۴۔ دین' محاورہ میں اس طرح نسبت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ یَا اَتْبَاعِ فُلَان یَا اَهْلَ دِیْن کَذَا کتاب کذا۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے نامہ عمل مراد ہے۔ جیسے کہتے ہیں یا اصحاب کتاب الخیر۔ یا اصحاب کتاب الشر۔

فَمَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ فَاُولٰٓئِكَ یَقْرَءُوْنَ کِتٰبَهُمْ (جن کو انکا نامہ عمل اس کے دائیں ہاتھ میں دیا گیا۔ پس وہ اپنی کتاب کو پڑھتے ہونگے) فمن سے مراد یہی مدعوین ہیں۔ ان کو اُولٰٓئِكَ سے اس لئے تعبیر کیا کیونکہ مَن معنیٰ جمع ہے۔ وَلَا یُظْلَمُوْنَ فَتِیْلًا (ان پر دھاگے کے برابر ظلم نہ ہوگا۔) ان کے ثواب میں سے ادنیٰ چیز بھی کم نہ کی جائیگی۔ یہاں کفار کا ذکر نہیں فرمایا اور نہ ہی ان کے بائیں ہاتھ میں کتاب ملنے کو ذکر کیا بلکہ اس قول پر اکتفاء کیا گیا۔

دنیا میں کفر آخرت کا اندھا پن:

۷۲: وَمَنْ کَانَ فِیْ هٰذِهٖٓ (اور جو شخص اس دنیا کی زندگی میں) اَعْمٰی فَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ اَعْمٰی (اندھا ہے۔ وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا۔) اسی طرح وَاَضَلُّ سَبِیْلًا (اور زیادہ راستہ سے بھٹکا ہوگا) یعنی اندھے سے بھی زیادہ گمراہ ہوگا۔ اعمیٰ کے لفظ کو استعارۃً اس کے لئے استعمال فرمایا جو مبصرات کو بھی نہ دیکھے۔ کیونکہ اس کے حواس میں خرابی ہے اس شخص کی طرح کہ نجات کے راستے کی طرف راہ نہ پائے۔ دنیا میں تو اس لئے کہ غور و فکر نہیں پائی جاتی اور آخرت میں اس لئے کہ اب رہنمائی فائدہ نہیں دے سکتی۔ علماء نے یہ بھی جائز قرار دیا کہ دوسرا اعمیٰ کا لفظ تفصیل کے معنی میں لیا جائے اس کی دلیل یہ ہے کہ اَضَلُّ کو اس پر عطف کے طور پر ذکر کیا گیا۔ جو کہ تفصیل کا صیغہ ہے اسی لئے ابو عمرو نے اپنی قراءت میں پہلے کو امالہ کے ساتھ اور دوسرے کو تفخیم کے ساتھ

وَاِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهٗ ۖ وَاِذًا لَّاتَّخَذُوْكَ

اور یہ لوگ آپ کو اس چیز سے ہٹانے ہی لگے تھے جس کی ہم نے آپ کی طرف وحی بھیجی۔ تا کہ آپ ہماری طرف اس کے علاوہ دوسری بات کی نسبت کر دیں۔ اور اس صورت میں

خَلِيْلًا ۝۷۳ وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْـًٔا قَلِيْلًا ۝۷۴ اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ

وہ آپ کو اپنا دوست بنا لیتے۔ اور اگر ہم آپ کو ثابت قدم نہ رکھتے تو قریب تھا کہ آپ ان کی طرف تھوڑے سے مائل ہو جاتے۔ اس وقت ہم آپ کو آپ کی زندگی

ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيْرًا ۝۷۵

میں اور موت کے بعد دوہرا عذاب چکھاتے، پھر آپ ہمارے مقابلہ میں کوئی مددگار نہ پاتے۔

پڑھا ہے۔ کیونکہ اسم تفضیل تمام کا تمام من کے ساتھ آتا ہے۔ اور اس کے الف کا حکم وسط کلمہ کا ہے اس لئے وہ امالے کو قبول نہیں کرتا رہا اول اس کے ساتھ کوئی چیز بھی متعلق نہیں۔ پس اس کا الف ایک طرف میں واقعہ ہے اس لئے اس نے امالے کو قبول کر لیا۔ حمزہ اور علی نے دونوں کو امالے کے ساتھ پڑھا ہے جبکہ بقیہ قراء نے تفخیم کے ساتھ پڑھا ہے۔

قریش کی چابکدستی اور عصمت نبوت کا ہاتھ:

۷۳: جب قریش نے کہا رحمت کی آیت کو عذاب والی آیت بنا دو اور عذاب والی آیت کو رحمت والی تب ہم تم پر ایمان لائیں گے پس یہ آیت اتری۔ وَاِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ (اور یہ لوگ قریب تھا کہ آپ کو پھلا دیتے) اِنْ یہ مخففہ من المثقلہ ہے اور اس کے جواب میں آنے والی لام وہ اس کو اور اِنْ نافیہ کو جدا کرتی ہے اب معنی یہ ہے کہ بیشک حال یہ ہے کہ وہ آپ کو دھوکے میں مبتلا کر دیتے اور فتنہ میں ڈال دیتے۔ عَنِ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ (اس وحی کے بارے میں جو ہم نے آپ کی طرف کی ہے) یعنی اوامر کی قسم میں سے اور نواہی میں سے اور اسی طرح وعدے اور وعید کی صورت میں۔ لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهٗ (تا کہ اس کے سوا اور بات ہماری طرف آپ نسبت کریں) تا کہ آپ ہمارے متعلق وہ بات کہیں جو ہم نے نہیں کہی اور وہ وہی ہے جس کا انہوں نے مطالبہ کیا کہ وعدے کو وعید اور وعید کو وعدے سے بدل دے۔ وَاِذًا لَّاتَّخَذُوْكَ خَلِيْلًا (ایسی حالت میں آپ کو گہرا دوست بنا لیتے) یعنی اگر آپ ان کی مراد کی اتباع کرتے تو ضرور تمہیں گہرا دوست بنا لیتے اور آپ ان کی ولایت اختیار کر کے ہماری ولایت سے نکل جاتے۔

۷۴: وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ (اگر ہم نے آپ کو ثابت قدم نہ بنا دیا ہوتا) یعنی اگر ہمارا ثابت قدم رکھنا اور ہماری عصمت نہ ہوتی لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ (تحقیق قریب تھا کہ آپ جھک جاتے ان کی طرف) یعنی البتہ قریب تھا کہ آپ ان کے مکر کی طرف مائل ہو جاتے۔ شَيْـًٔا قَلِيْلًا (بہت ہی معمولی سا) یعنی تھوڑا سا جھکنا اس میں آپ کو تسلی دی گئی اور آپ کی فضیلت اور ثابت قدمی کا ذکر کیا گیا ہے۔

۷۵: اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ (اور اگر ایسا ہوتا تو ہم آپ کو حالتِ حیات میں بھی اور موت کے بعد

وَاِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا وَاِذًا لَّا يَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ اِلَّا

اور یہ لوگ اس سرزمین سے آپ کے قدم ہی اکھاڑنے لگے تھے تاکہ آپ کو اس سے نکال دیں اور ایسا ہو جاتا تو آپ کے بعد یہ بھی بہت کم ٹھہرنے

قَلِيْلًا ﴿۷۶﴾ سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيْلًا ﴿۷۷﴾

پاتے۔ جیسا کہ ان لوگوں کے بارے میں ہمارا طریقہ رہا ہے جن کو آپ سے پہلے ہم نے رسول بنا کر بھیجا تھا اور آپ ہمارے طریقہ میں تغیر نہ پائیں گے

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ؕ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ

آفتاب ڈھلنے کے بعد سے رات اندھیرا ہونے تک نمازیں قائم کیجئے اور فجر کی نماز بھی، بلاشبہ فجر کی نماز حاضر ہونے کا

مَشْهُوْدًا ﴿۷۸﴾ وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ﴿۷۹﴾

وقت ہے، اور رات کے حصہ میں نماز تہجد پڑھا کیجئے جو آپ کے لئے زائد چیز ہے عنقریب آپ کا رب آپ کو مقام محمود میں جگہ دے گا

دگنا عذاب چکھاتے)۔ اِذًا یہاں لَوْ کے معنی میں ہے یعنی اگر آپ ان کی طرف ادنیٰ سے جھکاؤ کے بھی قریب ہو جاتے اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ سے مراد عذاب قبر اور عذاب آخرت ہے کہ وہ دگنا کر کے دیئے جاتے اس لئے کہ آپ کے مرتبہ اور نبوت کے شرف کیوجہ سے گناہ بہت بڑا ہوتا یہ اسی طرح ہے جیسے دوسرے مقام پر فرمایا: ینساء النبی من یات منکن بفاحشة [الاحزاب:۳۰] اصل کلام اس طرح ہے۔ اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ عَذَابَ الْحَيٰوةِ وَعَذَابَ الْمَمَاتِ کہ اس وقت ہم آپ کی زندگی میں اور موت کے بعد عذاب چکھاتے کیونکہ عذاب دو ہی ہیں نمبرا۔ وہ عذاب جو موت کے بعد ہو اور یہی عذاب قبر ہے نمبر۲۔ آخرت کی زندگی میں ہونیوالا عذاب اور یہی عذاب نار ہے آیت میں عذاب کی صفت الضعف سے کی گئی جیسا کہ دوسری آیت میں آیا: فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ؕ [الاعراف:۳۸] یہاں ضعف بمعنی مضاعف کے ہے گویا اصل کلام اس طرح بنے گا اذا لاذقنك عذاباً ضعفا فی الحیاة و عذابا ضعفاً فی الممات پھر اس عبارت میں سے موصوف کو حذف کر کے صفت کو اس کے قائم مقام لائے اور وہ ضعف ہے پھر صفت کی اضافت موصوف کی طرف کر دی اور یوں فرمادیا۔ ضعف الحیاة و ضعف الممات ۔

(۲) دوسری تفسیر یہ بھی درست ہے کہ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ سے دنیا کا عذاب مراد لیا جائے اور ضِعْفَ الْمَمَاتِ سے موت کے بعد آنے والا عذاب قبر اور عذاب نار مراد لیا جائے۔

نکتہ: آیت میں کاد اور پھر تقلیل ذکر فرمائی اور اس کے بعد دارین میں دوگنے عذاب کی سخت وعید لائی گئی۔ یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ بری چیز کی قباحت اس وقت اور بڑھ جاتی ہے جبکہ اس کا کرنے والا بڑی شان والا ہو جب یہ آیت اتری تو حضور علیہ السلام یہ دعا فرمایا کرتے تھے اللّٰهُمَّ لاتكلني الٰى نَفْسِيْ طَرْفَةَ عَيْنٍ یہ روایت مرسل ہے اس کو ثعالبی نے ذکر کیا۔ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيْرًا (پھر آپ کو ہمارے مقابلہ میں اپنا کوئی مددگار نہ ملتا) یعنی ایسا مددگار جو ہمارے عذاب سے آپ کو بچا سکتا۔

مکہ سے قدم اکھاڑنے کی کوشش:

۷۶: وَاِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ (اور قریب تھا کہ وہ لوگ اس سرزمین سے آپ کے قدم اکھاڑ دیتے) کا دوا کی ضمیر اہل مکہ کی طرف لوٹ رہی ہے یَسْتَفِزُّوْنَ کا معنی عداوت کے ذریعے آپ کو تنگ کرنا اور اپنے فریب سے پریشان کرنا اور ارض سے مراد سرزمین مکہ ہے۔ لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا وَاِذًا لَّا يَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ (تا کہ آپ کو وہاں سے نکال باہر کریں ایسی صورت میں آپ کے پیچھے تھوڑی مدت سے زیادہ نہ ٹھہر سکیں گے) لَا يَلْبَثُوْنَ کا معنی باقی نہ رہنا اور خلاف کا معنی بعد ہے یعنی آپ کے نکال دینے کے بعد قراءت: ابوبکر کے علاوہ کوفی قراء نے خلافک پڑھا اور شامی نے بھی اسی کا ہم معنی پڑھا ہے البتہ نافع اور ابوعمرو نے خلفک پڑھا ہے۔ اِلَّا قَلِيْلًا (مگر بہت تھوڑا۔) یعنی تھوڑا سا زمانہ پس اللہ تعالیٰ ان کو عنقریب ہلاک کرنے والے ہیں چنانچہ اسی طرح واقعہ ہوا آپ کے مکہ سے نکالے جانے کے تھوڑا عرصہ بعد ان کو بدر میں ہلاک کر دیا گیا۔

(۲) اس کا معنی یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اگر یہ آپ کو نکال دیتے تو تمام کا استیصال کر دیا جاتا انہوں نے آپ کو نکالا نہیں بلکہ آپ نے خود اللہ کے حکم سے ہجرت کی ایک قول یہ بھی ہے کہ ارض سے ارض عرب مراد ہے یا ارض مدینہ مراد ہے۔

اگر مکہ سے زبردستی نکالتے تو تمام ہلاک کر دیئے جاتے:

۷۷: سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا (یہی ہمارا قاعدہ ان لوگوں کے ساتھ رہا ہے جن کو ہم نے آپ سے پہلے پیغمبر بنایا) کہ ہر قوم نے اپنے رسول کو اپنے درمیان سے نکال دیا۔ پس اس نکالنے پر اللہ تعالیٰ کا طریق اس کو ہلاک کر دینے کا ہے۔

نحو: سُنَّةَ یہ مصدر موکد کی طرح منصوب ہے۔ ای سَنَّ اللّٰہ ذٰلِكَ سُنَّةً وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيْلًا (اور آپ ہمارے قاعدہ میں تبدیلی نہ پائیں گے)۔

تشکر الٰہی:

۷۸: اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ (آپ سورج کے زوال پر نماز قائم کریں) دلوک زوال کو کہتے ہیں۔ اس لحاظ سے یہ آیت تمام نمازوں کو جامع ہے۔ نمبر۲۔ دلوک کا معنی غروب ہو۔ اس صورت میں ظہر وعصر نکل جائے گی۔ (اصل دلک کا معنی ملنا ہے) اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ (رات کے چھا جانے تک) اندھیرے کو غسق کہا جاتا ہے اور یہ عشاء کا وقت ہے۔

وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ (اور فجر کا قرآن) فجر کی نماز کو قرآن یعنی قراءت کہا۔ کیونکہ قراءت ایک رکن صلوۃ ہے جیسا کہ رکوع وسجود سے نام رکھتے ہیں (اس کی طوالت کی وجہ سے) اس آیت میں اصم کے خلاف دلیل پائی جاتی ہے کیونکہ اس کا خیال یہ ہے کہ قراءت رکن صلوۃ نہیں ہے۔ نمبر۲۔ قرآن اس لئے کہا گیا کیونکہ اس میں قراءت طویل ہوتی ہے۔ اور اس کا عطف الصلاۃ پر ہے۔ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا (بیشک فجر کا قرآن فرشتوں کی حاضری کا وقت ہے) رات اور دن کے فرشتے اس میں شریک ہوتے ہیں۔ دن والے اترتے ہیں اور رات والے آسمانوں کی طرف چڑھ جاتے ہیں۔ پس یہ رات کے آخری حصہ میں ہے اور دن کی ابتداء میں واقع ہے (اس لئے اس کو مشہود کہا)

وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ

اور آپ یوں دعا کیجئے کہ اے رب مجھے ایسی جگہ میں داخل کیجئے جو خوبی کی جگہ ہو۔ اور مجھے خوبی کے ساتھ نکالئے اور میرے لئے اپنے پاس سے ایسا غلبہ عطا

سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا ﴿۸۰﴾ وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۭ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴿۸۱﴾

فرمائیے جس کے ساتھ مدد ہو۔ اور آپ یوں کہہ دیجئے کہ حق آ گیا اور باطل چلا گیا بلاشبہ باطل جانے ہی والا ہے۔

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ

اور ہم ایسی چیز یعنی قرآن نازل کرتے ہیں جو شفاء ہے اور رحمت ہے مومنین کے لئے اور وہ ظالموں کے نقصان ہی میں

اِلَّا خَسَارًا ﴿۸۲﴾ وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ

اضافہ کرتا ہے۔ اور جب ہم انسان پر انعام کرتے ہیں وہ اعراض کر لیتا ہے۔ اور رخ بدل کر دور ہو جاتا ہے۔ اور جب اسے تکلیف پہنچ جائے تو

يَئُوْسًا ﴿۸۳﴾ قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ۭ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا ﴿۸۴﴾ ع

ناامید ہو جاتا ہے۔ آپ فرما دیجئے کہ ہر شخص اپنے طریقے پر کام میں لگا ہوا ہے سو تمہارا رب خوب جانتا ہے جو زیادہ ٹھیک راستہ پر ہے۔

نمبر۲۔ عادۃ اس میں زیادہ نمازی حاضری دیتے ہیں۔

۷۹: وَمِنَ الَّيْلِ (اور رات کو) تم پر رات کا بعض حصہ جاگنا لازم ہے۔ فَتَهَجَّدْ (تم تہجد پڑھو) التهجد نماز کیلئے نیند کو چھوڑنا۔ نیند کے بارے میں کہا جاتا ہے تهجد وہ نیند سے بیدار ہوا۔ بِهٖ (قرآن مجید کے ساتھ) نَافِلَةً لَّكَ (یہ زائد ہے تیرے لئے) یہ پانچوں نمازوں سے زائد عبادت تم پر لازم کی ہے گویا تہجد اور نافلہ کو ایک ہی معنی جمع کرنے والا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تہجد کی نماز پانچوں نمازوں سے زائد آپ پر بطور غنیمت کے بڑھائی گئی ہے۔ نمبر۲۔ یہ آپ پر فرض ہے اور کسی پر فرض نہیں ہے کیونکہ وہ امت کیلئے نفل ہے۔ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا (امید ہے کہ آپکا رب آپ کو مقام محمود پر جگہ دے گا) مقامًا محمودًا۔ ظرفیت کی وجہ سے منصوب ہے تقدیر عبارت یہ ہے **عسٰی ان یبعثك یوم القیامة فیقیمك مقامًا محمودًا** یقیم فعل کا مفعول ہوا۔ نمبر۲۔ يَبْعَثَكَ میں معنی **یقیمك** کا ضمناً پایا جاتا ہے۔ اور یہ **یبعثك** کا مفعول ہے۔

مسلک جمہور:

نمبر۱۔ مقام محمود شفاعت کبری کا مقام ہے۔ روایت اس پر دلالت کرتی ہیں۔ نمبر۲۔ یہ وہ مقام ہے جس میں آپ کو لواء الحمد عنایت کیا جائے گا۔

۸۰: وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ (اور کہہ دیں اے میرے رب مجھے خوبی کے ساتھ پہنچانا اور خوبی کے ساتھ لے جانا) مدخل یہ مصدر ہے تقدیر عبارت یہ ہے **ادخلنی القبر ادخالا مرضیا علی طهارة من الزلات** ۔ مجھے قبر میں لغزشوں سے

طہارت کے ساتھ پسندیدہ حالت میں داخل کرنا۔وَّ اَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ (اور مجھے اچھی طرح نکالنا) نمبرا۔اس قبر سے مجھے پسندیدہ حالت میں نکالنا کہ عزت والی ملاقات ہو۔ملامت سے محفوظ ہو۔اس کی دلیل یہ ہے کہ بعث کا تذکرہ کرنے کے بعد اس آیت کو لایا گیا ہے۔نمبر۲۔ایک قول یہ بھی ہے کہ ہجرت کا جب حکم ہوا تو اس وقت یہ آیت اتری پھر داخلہ سے مراد مدینہ منورہ میں داخلہ اور اخراج سے مکہ سے نکلنا مراد ہے۔نمبر۳۔یہ آیت عام ہے جب بھی جہاں کہیں آپ داخل ہوں اور جس کام میں آپ ہاتھ ڈالیں۔وَّ اجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا (اور اپنے پاس سے مجھے غلبہ دینا جس میں نصرت شامل ہو) ایسی حجت عنایت فرما جو مخالفین پر غالب کرنے والی ہو۔نمبر۲۔ایسی مملکت وشوکت وقوت عنایت کر جو کفر کے خلاف اسلام کی مددگار اور کفر پر غلبہ دینے والی ہو۔

استجابتِ حق:

۸۱:وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ (اور کہہ دو حق آیا) حق سے اسلام مراد ہے۔وَزَهَقَ الْبَاطِلُ (اور باطل گیا) ہلاک و برباد ہوا۔باطل سے شرک مراد ہے۔نمبر۲۔قرآن آیا اور شیطان ہلاک ہوا۔اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا (بیشک باطل برباد ہونے والا ہے) ہر زمانہ میں باطل اسی لائق ہے کہ وہ برباد ہو جائے۔

قرآن ہی شفاء ہے:

۸۲:وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ (اور ہم قرآن میں ایسی چیزیں نازل کرتے ہیں جو شفاء اور رحمت ہیں)

قراءت:ابوعمرو نے نُنْزِلُ تخفیف سے پڑھا ہے۔من القرآن میں مِنْ تبعیضیہ ہے۔شفاء سے امراض قلوب کی شفاء مراد ہے اور رحمت دکھوں کا علاج اور عیوب کی تطہیر اور گناہوں کی تکفیر مراد ہے لِّلْمُؤْمِنِيْنَ (ایمان والوں کیلئے)۔حدیث میں وارد ہے من لم یستشف بالقرآن فلا شفاء اللّٰہ (الثعلبی کنز العمال) جو قرآن سے شفاء حاصل نہ کرے خدا کرے اس کو شفاء نہ ہو۔وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ (اور نہیں اضافہ کرتا ہے ظالموں کیلئے) ظالم سے کافر مراد ہیں۔اِلَّا خَسَارًا (مگر نقصان میں) اس کی تکذیب و کفر کی وجہ سے گمراہی بڑھے گی۔

انسان کا عمومی حال:

۸۳:وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ (اور جب ہم انسان پر انعام کرتے ہیں) صحت اور خوشحالی کا اَعْرَضَ (وہ اعراض کرتا ہے) اللہ تعالیٰ کی یاد سے نمبر۲۔قرآن دیگر انعام کرتے ہیں تو وہ اس سے منہ موڑتا ہے۔وَ نَاٰ بِجَانِبِهٖ (اور پہلو پھیر لیتا ہے) یہ اعراض کی تاکید ہے۔کیونکہ کسی شئی سے اعراض کا مطلب یہ ہے کہ اپنے چہرے کے عرض کو اس سے پھیرے۔اور النأی بالجانب کا مطلب یہ ہے کہ اپنے کندھے کو اس سے پھیر لے اور اس کی طرف پیٹھ کرے۔نمبر۲۔مراد اس سے تکبر ہے کیونکہ یہ متکبرین کی عادات میں سے ہے۔

قراءت: نأی حمزہ نے امالہ کے ساتھ اور علی نے کسرہ سے پڑھا ہے۔

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ۭ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۸۵﴾

اور لوگ آپ سے روح کے بارے میں سوال کرتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ روح میرے رب کے حکم سے ہے اور تمہیں بس تھوڑا سا علم دیا گیا ہے

وَلَىِٕنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَيْنَا وَكِيْلًا ﴿۸۶﴾

اور اگر ہم چاہیں تو جس قدر ہم نے آپ پر وحی بھیجی ہے اسے سلب کر لیں پھر آپ ہمارے مقابلے میں اپنے لئے اس بارے میں کوئی حمایتی نہ پائیں

اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۭ اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا ﴿۸۷﴾ قُلْ لَّىِٕنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ

مگر یہ کہ رب کی طرف سے رحمت ہو جائے۔ بلاشبہ آپ پر اس کا بڑا فضل ہے۔ آپ فرما دیجئے کہ اگر تمام انسان اور جن

وَالْجِنُّ عَلٰٓي اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ

سب اس کے لئے جمع ہو جائیں کہ اس قرآن جیسا بنا کر لائیں تو اس جیسا نہیں لا سکیں گے۔ اگرچہ آپس میں ایک دوسرے کے مددگار

لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ﴿۸۸﴾ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۡ فَاَبٰٓى اَكْثَرُ

بن جائیں، اور البتہ ہم نے لوگوں کے لئے اس قرآن میں ہر قسم کے اچھے مضامین طرح طرح سے بیان فرمائے ہیں۔ پھر اکثر لوگوں نے اس کے

النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۸۹﴾

ماننے سے انکار ہی کیا۔

وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ (جب اس کو برائی آلیتی ہے) شَرّ سے فقر و مرض مراد ہے نمبر۲۔ کوئی مصیبت شاقہ مراد ہے كَانَ يَئُوْسًا (وہ ناامید ہو جاتا ہے) اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بہت مایوس ہو جاتا ہے۔

۸۴: قُلْ كُلٌّ (کہہ دیں تمام) یعنی ہر ایک يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ (اپنے طریقے پر کام کر رہا ہے) اپنے راستے اور اس طریقے پر جو ہدایت و گمراہی میں اس نے اختیار کر رکھا ہے۔ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا (تمہارا رب خوب جانتا ہے کہ کون زیادہ صحیح راستہ پر ہے) راستہ اور طریقہ کے لحاظ سے۔

روح کا سوال:

۸۵: وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ (اور آپ سے روح کے متعلق وہ سوال کرتے ہیں آپ کہہ دیں) الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ (روح میرے رب کا حکم ہے) یعنی ایسے معاملات میں سے ہے جس کو میرا رب جانتا ہے۔

جمہور کا قول:

حیوان میں جو روح پائی جاتی ہے اس کے متعلق انہوں نے سوال کیا تھا کہ اس کی حقیقت کیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اطلاع دی کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے یعنی ان چیزوں میں سے جس کا حقیقی علم اس ہی کے پاس ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے۔ اور روح کے متعلق نہ جانتے تھے۔ (واحدی فی الوسیط) پہلے لوگ اس کی حقیقت کو دریافت کرنے سے عاجز و درماندہ ہوئے باوجودیکہ انہوں نے اپنی طویل عمریں اس کی تفتیش و دریافت میں صرف کر دیں۔

اور حکمت اس میں یہ ہے کہ مخلوق تو اپنے سے قریب ترین مخلوق کی حقیقت کو دریافت کرنے سے عاجز ہے۔ پس وہ اللہ کی ذات کا ادراک کرنے سے بدرجۂ اولیٰ عاجز تر ہے۔ اسی وجہ سے اس کی تعریف میں جو کچھ کہا گیا وہ قابل رد ہے۔ نمبر۱۔ کہ وہ ایک لطیف ہوائی جسم ہے جو حیوان کے ہر جزء میں پایا جاتا ہے۔ نمبر۲۔ وہ فرشتے سے بڑی روحانی مخلوق ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ روح سے جبرئیل علیہ السلام مراد ہیں۔ جیسا دوسری آیت میں فرمایا: نَزَلَ بِهِ الرُّوۡحُ الۡاَمِیۡنُ [الشعراء:۱۹۳] حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں اس سے قرآن مراد ہے اس کی دلیل اس آیت میں ہے کہ: وَكَذٰلِكَ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡكَ رُوۡحًا مِّنۡ اَمۡرِنَا ؕ [الشوریٰ:۵۲] اور دوسری دلیل ہے کہ قرآن سے دلوں کو زندگی میسر آتی ہے۔ مِنۡ اَمۡرِ رَبِّیۡ یعنی اس کی وحی سے اللہ تعالیٰ کا کلام انسانوں جیسا کلام نہیں۔

روایت میں ہے کہ یہود نے ایک وفد قریش کی طرف بھیجا۔ کہ اپنے پیغمبر سے تم تین سوال کرو۔ نمبر۱۔ اصحاب کہف کون تھے۔ نمبر۲۔ ذوالقرنین بادشاہ کی مہم جوئی۔ نمبر۳۔ روح کی حقیقت کیا ہے اگر وہ تمام کا جواب نہ دیں تو وہ پیغمبر نہیں اور اگر بعض کا جواب دیں اور بعض سے خاموش رہیں تو وہ پیغمبر ہیں۔

پس آپ نے دونوں واقعات کو ان کے سامنے واضح طور پر بیان کر دیا۔ اور روح والے جواب کو مبہم رکھا۔ یہ تورات میں بھی مبہم ہے۔ پس قریش کو اپنے سوالات پر خفت ہوئی۔ بعض کہتے ہیں کہ سوال روح کی تخلیق کے متعلق تھا۔ یعنی وہ مخلوق ہے یا غیر۔ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان من امر ربی۔ یہ روح کے مخلوق ہونے کی دلیل ہے پس یہ ان کے سوال کا جواب ہوا۔

انسانی علم قلیل ہے:

وَمَاۤ اُوۡتِیۡتُمۡ مِّنَ الۡعِلۡمِ اِلَّا قَلِیۡلًا (اور تمہیں بہت تھوڑا علم دیا گیا) اس میں خطاب عام ہے۔ روایت میں وارد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان کو یہ پڑھ کر سنایا تو وہ کہنے لگے یہ خطاب ہمیں خاص کر کیا گیا یا آپ اس خطاب میں ہمارے ساتھ ہیں۔ آپ نے فرمایا بلکہ ہم اور تم دونوں کو تھوڑا ہی علم دیا گیا۔ [رواہ الثعلبی]

نمبر۲۔ یہ خصوصاً یہود کو خطاب ہے کیونکہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا ہمیں تورات کا علم دیا گیا جس میں حکمت ہے۔ اور تم نے خود تلاوت کی ہے وَمَنۡ یُّؤۡتَ الۡحِكۡمَةَ فَقَدۡ اُوۡتِیَ خَیۡرًا كَثِیۡرًا (البقرۃ ۲۶۹) کہ جس کو حکمت مل جائے وہ خیر کثیر پا لیتا ہے۔ اس کے جواب میں انہیں کہا گیا تورات کا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلہ میں قلیل ہے۔ پس قلت و کثرت تو اضافی چیزیں ہیں۔ اس لئے بندے کو جو خیر کثیر میسر آئی ذاتی اعتبار میں وہ اگرچہ کثیر ہے مگر اس کا تقابل جب علم الٰہی سے ہوگا تو اس وقت وہ قلیل

در قلیل واقع ہوگی۔

وحی محض رحمت ہے مجادلین کے مقابلے میں صبر کریں:

۸۶: پھر نعمتِ وحی پر متنبہ کیا اور آپ کو صبر کی تلقین کی ایسے لوگوں کی ایذاء پر جو سوال میں مجادلہ اختیار کرنے والے تھے فرمایا۔ وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ (اور اگر ہم چاہیں تو جس قدر وحی آپ کی طرف کی ہے۔ سب کو سلب کر لیں) جو اب قسم محذوف ہے اس کے ساتھ یہ جزاء شرط کے قائم مقام ہے۔ اور اِنْ پر لام کو قسم کی تمہید کیلئے داخل کیا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے اگر ہم چاہیں تو قرآن کو لے جائیں اور مصاحف وصدور سے اس کو مٹا دیں اور اس کا کوئی نشان بھی نہ باقی رہنے دیں۔ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَيْنَا وَكِيْلًا (پھر تم ہمارے مقابلے میں کوئی حمایتی نہ پاؤ گے) یعنی پھر اس کے لے جانے کے بعد کوئی ایسا شخص جس پر واپس لوٹانے میں بھروسہ کر سکیں اور محفوظ ومسطور واپس کروسکیں۔

۸۷: اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا (مگر یہ آپ کے رب کی رحمت ہے۔ بیشک اس کا فضل آپ پر بہت ہے) یعنی مگر آپ کا رب آپ رحمت کر کے آپ پر لوٹا دے۔ (وہ ایسا کر سکتا ہے) اس کی رحمت ہی ایک ایسی چیز ہے جس پر آپ اس کے واپس کرنے میں بھروسہ کر سکتے ہیں۔ نمبر۲۔ مستثنیٰ منقطع ہے۔ تو معنی یہ ہے لیکن یہ تیرے رب کی مہربانی ہے اس لئے اس کو بغیر لے جانے کے چھوڑ دیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن مجید کے محفوظ باقی رہنے کا احسان ہے۔ اس کے بعد کہ اس نے اس کو اتارا اور اس کی حفاظت کی ذمہ داری خود لی۔

کفار کا جواب:

۸۸: یہ آیت نضر بن حارث کے قول کے جواب میں اتری۔ اس نے کہا لو نشاء لقلنا مثل هذا [الانفال:۳۱] قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ (آپ کہہ دیں اگر انسان اور جنات متفق ہو کر ایسا قرآن) يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ (لانے کیلئے جمع ہو جائیں۔ تو اس جیسا قرآن نہیں لاسکیں گے) وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا (خواہ وہ ایک دوسرے کے مددگار ہو جائیں) ظَہیر کا معنی معین ومددگار۔ لا یاتون یہ قسم محذوف کا جواب ہے۔ اگر تمہیدی لام نہ ہوتی تو جائز تھا کہ یہ جواب شرط بن جاتا۔ جیسا کہ اس قول میں ہے۔

يقول لاغائب مالي ولا حرم

آیت میں شرط ماضی واقع ہوئی ہے یعنی اگر وہ ایک دوسرے کی پشت پناہی کریں اس غرض کیلئے کہ وہ اس قرآن کی مثال بلاغت اور حسن نظم اور تالیف میں لائیں تو وہ ضرور اس کی مثل سے عاجز رہیں گے۔

قرآن نے ہر قسم کی مثالیں بیان کیں مگر انہوں نے کفر کی ٹھانی ہے:

۸۹: وَلَقَدْ صَرَّفْنَا (تحقیق ہم نے طرح طرح سے بیان کیں) بار بار لوٹائیں دوبارہ سہ بارہ لائے۔ لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ (لوگوں کیلئے اس قرآن میں ہر قسم کی مثالیں) ہر معنی کے لحاظ سے قرآن غرابت وحسن کی ایک مثال ہے۔ فَاَبٰی

وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ﴿۹۰﴾ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ

اور ان لوگوں نے کہا کہ ہم ہرگز آپ پر ایمان نہیں لائیں گے جب تک آپ ہمارے لئے زمین سے کوئی چشمہ جاری نہ کردیں۔ یا خاص کر آپ کے لئے

مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ﴿۹۱﴾ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ

کھجوروں اور انگوروں کا باغ ہو، پھر آپ اس باغ کے درمیان بہت سی نہریں جاری کردیں یا آپ ہمارے اوپر آسمان کو ٹکڑوں کی صورت میں گرادیں جیسا کہ

عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا ﴿۹۲﴾ اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ

آپ کا بیان ہے یا آپ اللہ کو اور فرشتوں کو سامنے لے آئیں یا آپ کا گھر ہو جو خوب زینت والا ہو

اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ ؕ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ؕ قُلْ

یا آپ آسمان میں چڑھ جائیں، اور ہم آپ کے چڑھنے پر ہرگز یقین نہ کریں گے یہاں تک کہ آپ ہمارے اوپر ایک لکھی ہوئی کتاب نازل کردیں جسے ہم پڑھ لیں۔ آپ فرمادیجئے

سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿۹۳﴾ ع

کہ میرا رب پاک ہے میں تو صرف ایک بشر ہوں پیغمبر ہوں

ع ۱۰ / ۹ / ۱۰

اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا (پس اکثر لوگ بغیر انکار کے نہ رہے) یہ جائز نہیں ضربت الا زیدًا کیونکہ اَبٰی میں تاویلاً نفی ہے۔ گویا اس طرح کہا: فَلَمْ يَرْضَوْا اِلَّا كُفُوْرًا کہ وہ کفر کے علاوہ اور کسی چیز پر راضی نہ ہوئے۔

۹۰: جب قرآن کا اعجاز واضح کردیا تو دیگر معجزات اس کے ساتھ ملائے۔ اور ان پر دلیل کو لازم کردیا۔ انہوں نے مغلوب ہوکر منہ مانگی نشانیاں مانگنی شروع کردیں جس طرح مبہوت اور دلیل میں شکست خوردہ اور حیران شخص کیا کرتا ہے۔ وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا (اور وہ کہنے لگے ہم ہرگز آپ پر ایمان نہ لائیں گے یہاں تک کہ تو ہمارے لئے بہائے)

قراءت: کوفی نے تَفْجُر کو تخفیف سے پڑھا ہے۔

اعجاز قرآنی سے درماندہ ہوکر منہ مانگی نشانی پر زور:

مِنَ الْاَرْضِ (زمین سے) سرزمین مکہ سے يَنْۢبُوْعًا (چشمہ) کثیر پانی والا چشمہ جس کا حال یہ ہو کہ پانی اس سے ابلتا جائے منقطع نہ ہو۔ یہ نبع الماء سے یفعول کا وزن ہے۔

۹۱: اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ (یا آپ کے لیے کوئی کھجوروں اور انگوروں کا باغ ہو پھر اس باغ میں آپ جاری کردیں)

قراءت: تُفَجِّرَ تشدید کے ساتھ یہاں تمام قراء کے نزدیک متفق علیہ ہے۔

الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا (بہت سی نہریں اس کے درمیان میں) تَفْجِيْرًا (بہانا، جاری کرنا)

۹۲: اَوۡتُسۡقِطَ السَّمَآ ءَ كَمَا زَعَمۡتَ عَلَيۡنَا كِسَفًا (یا جیسا کہ آپ کہا کرتے ہیں آسمان کے ٹکڑے ہم پر نہ گرادیں)

قراءت: مدنی اور عاصم نے کسفاً کو سین کے فتح کے ساتھ پڑھا ہے۔ اور اس کا معنی ٹکڑے ہے جیسے کہا جاتا ہے اعطنی کسفة من هذه الثوب۔ دیگر قراء نے سکون سین کے ساتھ پڑھا جو کہ کِسۡفَةٌ کی جمع ہے جیسے سِدۡرَةٌ وَسِدۡرٌ۔ وہ اس سے وہی مراد لیتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں ہے: اِنۡ نَّشَاۡ نَخۡسِفۡ بِهِمُ الۡاَرۡضَ اَوۡ نُسۡقِطۡ عَلَيۡهِمۡ كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ [سورة سبا:۹]

اَوۡتَاۡتِیَ بِاللّٰهِ وَالۡمَلٰٓئِكَةِ قَبِيۡلًا (یا آپ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کو ہمارے سامنے لا کر نہ کھڑا کر دیں) قبیل کا معنی کفیل ہے کہ جو کچھ تم کہتے ہو اس کی صحت کے تم خود شاہد ہو اس لیے اللہ تعالیٰ کو اور اس کے فرشتوں کو سامنے پیش کرو۔ جو تمہاری بات کی شہادت دیں یہ اسی طرح ہے جیسا کہ شاعر کے اس قول میں کنت منه و والدی بریئا ....

نمبر۲۔ قبیل بمعنی مقابل ہے جیسے عشیر بمعنی معاشر۔ اس کی مثال اس آیت میں ہے لو لا انزل علینا الملٰئکة او نری ربنا۔ نمبر۳۔ قبیلاً بمعنی جماعت ہے اس وقت یہ الملائکہ سے حال ہوگا۔ یعنی ملائکہ کو جماعت کی شکل میں سامنے لائے۔

۹۳: اَوۡيَكُوۡنَ لَكَ بَيۡتٌ مِّنۡ زُخۡرُفٍ (یا تمہارے لیے سونے کا مکان ہو) اَوۡتَرۡقٰى فِى السَّمَآءِ (یا تم آسمان پر چڑھ جاؤ) زخرف کا معنی سونا اور ترقی کا معنی چڑھنا ہے۔ وَلَنۡ نُّؤۡمِنَ لِرُقِيِّكَ (اور ہم تمہارے صرف چڑھنے پر بھی یقین نہیں کریں گے) یعنی چڑھ جانے کی وجہ سے یقین نہیں کریں گے۔ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيۡنَا كِتٰبًا نَّقۡرَؤُهٗ (جب تک کہ تم ایسی کتاب نہ لے کر اترو جس کو ہم پڑھیں)۔

قراءت: ابو عمرو نے تُنۡزِل پڑھا ہے اور کتاب سے مراد ایسی کتاب جس میں آپ کی تصدیق ہو۔ نَقۡرَؤُہٗ فعل یہ کتاب کی صفت ہے۔

مطالباتِ کفار کا جواب:

قُلۡ سُبۡحَانَ رَبِّىۡ هَلۡ كُنۡتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوۡلًا (کہہ دیں میرا رب پاک ہے میں تو صرف ایک بشر اور پیغمبر ہوں)

قراءت: مکی اور شامی نے قل کو قال پڑھا۔ ای قال الرسول رسول نے کہا سبحن ربی سے ان کے مطالبات پر تعجب کا اظہار کیا گیا ہے۔ اور هَلۡ كُنۡتُ اِلَّا بَشَرًا کہہ کر یہ بتلایا کہ میں دوسرے رسولوں کی طرح رسول اور بشر ہوں۔ انبیاء علیہم السلام اپنی قوموں کے پاس وہی نشانات ظاہر کرتے ہیں جو اللہ ان کو دیتے ہیں پس معجزات کو ظاہر کرنا میرے اختیار میں نہیں بلکہ اللہ کے اختیار میں ہے پھر تمہیں کیا ہے کہ تم بار بار مجھ پر فرمائشیں ڈال رہے ہو۔

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا

اور لوگوں کو ایمان قبول کرنے سے صرف اس بات نے روکا کہ جب ان کے پاس ہدایت آئی تو صرف یہی بات کہنے لگے کہ کیا اللہ نے بشر کو رسول

رَّسُوْلًا ﴿۹۴﴾ قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ

بنایا ہے آپ فرما دیجئے اگر زمین میں فرشتے ہوتے جو اطمینان سے چلتے پھرتے تو ضروری بات ہوتی کہ ہم ان پر فرشتہ کو

السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ﴿۹۵﴾ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًاۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ

رسول بنا کر اتار دیتے، آپ فرما دیجئے کہ میرے تمہارے درمیان اللہ کافی گواہ ہے۔ بیشک وہ اپنے بندوں سے

خَبِيْرًاۢ بَصِيْرًا ﴿۹۶﴾

باخبر ہے دیکھنے والا ہے۔

لوگوں کے دِلوں میں یہ شبہ پکا ہوگیا کہ بشر نبی نہیں ہوسکتا:

۹۴: وَمَا مَنَعَ النَّاسَ (اور نہیں لوگوں کو روکا) یہاں الناس سے اہل مکہ مراد ہیں۔ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا (یہ کہ وہ ایمان لائیں) یہ منع کا مفعول ثانی ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰٓى (جب کہ ان کے پاس ہدایت آچکی) ھدی سے مراد یہاں پیغمبر اور قرآن ہے۔ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا (مگر کہ انہوں نے یہ کہا) یہ منع کا فاعل ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے۔

وما منعهم الايمان بالقرآن و بنبوة محمد ﷺ الا قولهم ابعث الله بشرا رسولا یعنی یہ شبہ ان کے دلوں میں پختہ ہوگیا کہ بشر کو اللہ تعالیٰ نبی نہیں بنا سکتے اسی شبہ نے ان کو ایمان لانے سے روکا۔

اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا (کیا اللہ نے بشر کو رسول بنا کر بھیجا) اس میں ہمزہ انکار کے لیے ہے اور جس چیز کا انہوں نے انکار کیا پس اس کے خلاف اللہ کے ہاں قابل انکار تھا۔ کیونکہ اس کی حکمت کا تقاضا بھی یہ تھا کہ وہ وحی والا فرشتہ اپنے جیسوں کی طرف بھیجے پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے اگلے ارشاد میں ان کی تردید اس طرح فرمائی۔

اس کا اصولی جواب:

۹۵: قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ (آپ کہہ دیں کہ اگر زمین میں فرشتے اطمینان کے ساتھ چلتے پھرتے) یمشون سے مراد پیدل چلنا ہے۔ جس طرح کہ انسان چلتے ہیں اور وہ اپنے پروں سے نہ اڑتے کہ آسمان والوں کی باتیں سنتے اور ان چیزوں کا علم حاصل کرتے جن کا جاننا ضروری تھا۔ **مطمئنین** یہ حال ہے یعنی زمین میں بڑے قرینے سے رہتے لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا (تو ہم ضرور ان کے لیے آسمان سے کسی فرشتہ کو رسول بنا کر اتار دیتے) جو ان کو بھلائی کی تعلیم دیتا اور بھلائی کے مقامات کی طرف ان کی راہنمائی کرتا۔ رہے انسان تو فرشتے کو ان میں سے اسی کی طرف بھیجا جاتا ہے۔ جس

وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِهٖ ۭ

اور اللہ جسے ہدایت دے سو وہی ہدایت پانے والا ہے، اور وہ جسے گمراہ کرے سو آپ اس کے لئے اللہ کے سوا کوئی مددگار نہ پائیں گے۔

وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰي وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا ۭ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ كُلَّمَا

اور ہم انہیں قیامت کے دن چہروں کے بل اس حال میں چلائیں گے کہ وہ اندھے اور گونگے اور بہرے ہونگے اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے جب بھی

خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا ۹۷ ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا

بجھنے لگے گی ہم ان کے لئے اس کو اور زیادہ بھڑکا دیں گے یہ ان کی سزا اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے ہماری آیات کا انکار کیا اور یوں کہا کہ جب ہم

عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ۹۸ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ

ہڈیاں اور بالکل ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا ہم از سر نو پیدا کر کے اٹھائے جائیں گے کیا انہیں معلوم نہیں کہ جس اللہ نے

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ قَادِرٌ عَلٰٓي اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ وَجَعَلَ لَهُمْ اَجَلًا لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۭ

آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا وہ اس پر قادر ہے کہ ان جیسے پیدا فرمادے اور اس نے ان کے لئے ایک اجل مقرر کر رکھی ہے جس میں کوئی شک نہیں،

فَاَبَى الظّٰلِمُوْنَ اِلَّا كُفُوْرًا ۹۹

سو ظالموں نے بس انکار ہی کیا۔

کو نبوت کے لیے منتخب کیا جاتا ہے۔ پس وہ چنا ہوا ان کو دعوت دیتا اور ان کی راہنمائی کرتا ہے۔

نحو: بشرا اور ملکا یہ دونوں رسول سے حال ہیں۔

آپ کی سنت پر اللہ کی گواہی کافی ہے:

۹۶: قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًاۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ (آپ کہہ دیں میرے اور تمہارے درمیان شہادت کے لیے اللہ ہی کافی ہے) اس بات پر کہ میں نے تمہاری طرف وہ پیغام پہنچا دیا جو مجھے دیکر بھیجا گیا اور تم نے اس کو جھٹلا دیا اور عناد اختیار کیا۔

نحو: شہیدا یہ تمیز ہے یا حال ہے۔ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًاۢ بَصِيْرًا (کیونکہ وہ اپنے بندوں کو خوب جانتا اور دیکھتا ہے) خواہ وہ ڈرانے والے پیغمبر ہوں یا وہ لوگ ہوں جن کو ڈرایا گیا۔ خبیر کا معنی ان کے حالات سے باخبر ہے اور بصیر کا معنی ان کے افعال کو دیکھنا ہے پس اسی لیے وہ ان کو بدلہ دیگا۔ اس جملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی اور کفار کو وعید سنائی گئی۔

ہدایت طلب والے کو ملے گی:

۹۷: وَمَنْ یَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ (جس کو اللہ تعالیٰ راہ راست پر لگائے وہی ہدایت پانے والا ہے)
قراءت: یعقوب اور سہل نے المہتدی پڑھا ہے۔ ابوعمرو اور مدنی نے وصل میں ان کی موافقت کی ہے اس صورت میں مطلب یہ ہوگا جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت قبول کرنے کی توفیق دے دیں وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہدایت پانے والا ہے۔ وَمَنْ یُّضْلِلْ (اور جس کو گمراہ چھوڑ دے) یعنی اس کو رسوا اور ذلیل کرے اور اس کی شیطانی وساوس قبول کرنے سے حفاظت نہ کرے۔ فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِهٖ (تو ان لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی حمایتی نہ پاؤ گے) جو ان کو راستے پر ڈال سکے۔ یہاں اولیاء انصار و معاونین کے معانی میں ہے۔ وَنَحْشُرُهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ عَلٰی وُجُوْهِهِمْ (اور ہم ان کو اٹھائیں گے قیامت کے دن چہروں کے بل) یعنی چہروں کے بل ان کو کھینچا جائے گا جیسا کہ دوسرے ارشاد میں ہے۔ یوم یسحبون فی النار علی وجوههم [القمر:۴۸] آنحضرت ﷺ سے یہ سوال کیا گیا کہ وہ چہروں کے بل کیسے چلیں گے۔ تو آپ نے فرمایا جو ذات قدموں سے ان کو چلانیوالی ہے وہ چہروں کے بل بھی چلانے کی قدرت رکھتی ہے [ترمذی۔ احمد]
عُمْیًا وَّ بُکْمًا وَّصُمًّا (اندھے بہرے اور گونگے) جس طرح کہ وہ دنیا میں نہ بصیرت رکھتے تھے اور نہ سچی بات بولتے تھے اور اس کے سننے سے بھی بہرے تھے وہ آخرت میں بھی اسی طرح ہونگے ایسی چیز نہ دیکھنے پائیں گے جس سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور نہ ہی ایسا نغمہ سنیں گے جس سے ان کے کان لذت پائیں اور نہ ہی وہ ایسی بات بولیں گے جو ان کی طرف سے منظور کی جائے۔ مَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ کُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِیْرًا (ان کا ٹھکانہ جہنم ہے جب وہ آگ دھیمی ہونے لگے گی تو ہم اس کی بھڑک میں اضافہ کر دیں گے) خبتْ کا معنی لپٹ کا کم ہونا اور سعیر کا معنی بھڑکنا۔

عذاب کے دو سبب کفر اور انکارِ قیامت:

۹۸: ذٰلِکَ جَزَآؤُهُمْ بِاَنَّهُمْ کَفَرُوْا بِاٰیٰتِنَا وَقَالُوْٓا ءَاِذَا کُنَّا عِظَامًا وَّ رُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِیْدًا (یہ سزا ان کو اس لئے دی جائے گی کہ انہوں نے ہماری آیات کا انکار کیا اور کہا کیا جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا از سر نو پیدا کر کے اٹھائے جائیں گے) ذٰلک کا مشار الیہ وہ عذاب ہے جو ان کو اس سبب سے دیا گیا کہ انہوں نے بعث بعد الموت کا انکار کیا پس اللہ تعالیٰ نے آگ کو ان کے سارے اجزاء پر مسلط کر دیا جو ان کو کھا رہی ہے۔ اور پھر مٹا رہی ہے اور وہ اسی حالت میں ہمیشہ رہیں گے تاکہ بعث بعد الموت کی تکذیب پر ان کی حسرت بڑھتی ہی رہے۔
۹۹: اَوَلَمْ یَرَوْا (کیا وہ نہیں جانتے) اَنَّ اللّٰهَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ قَادِرٌ عَلٰٓی اَنْ یَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ (کہ جس اللہ نے زمین اور آسمانوں کو پیدا کیا وہ اس بات پر قادر ہے کہ ان جیسے آدمی دوبارہ پیدا کرے) مثلهم سے مراد ان جیسے انسان وَجَعَلَ لَهُمْ اَجَلًا لَّا رَیْبَ فِیْهِ (اور ان کے لیے ایک وقت مقرر کر دیا گیا ہے جس کے آنے میں کوئی شبہ نہیں) وہ موت ہے یا پھر قیامت فَاَبَی الظّٰلِمُوْنَ اِلَّا کُفُوْرًا (پھر بھی ظالم لوگ بغیر انکار کے نہ رہے) باوجود اس کے کہ دلائل واضح ہو چکے انکار کی کوئی گنجائش نہ تھی یہ انکار بے جا تھا۔

قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآىِٕنَ رَحْمَةِ رَبِّيْٓ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ الْاِنْفَاقِ ؕ

آپ فرما دیجئے کہ اگر تم میرے رب کی رحمت کے خزانوں کے مالک ہوتے تو اس صورت میں خرچ ہوجانے کے ڈر سے ہاتھ روک لیتے

وَكَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا ﴿۱۰۰﴾ ع وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ فَسْـَٔلْ بَنِيْٓ

اور انسان خرچ کرنے میں بڑا تنگ دل ہے اور یہ بات واقعی ہے کہ ہم نے موسیٰ کو کھلی ہوئی نو نشانیاں عطا کیں سو آپ بنی اسرائیل

اِسْرَآءِيْلَ اِذْ جَآءَهُمْ فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ اِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰمُوْسٰى مَسْحُوْرًا ﴿۱۰۱﴾ قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ

سے پوچھ لیجئے جب موسیٰ ان کے پاس آئے تو فرعون نے ان سے کہا کہ موسیٰ بلاشبہ میں تیرے بارے میں یہ گمان کرتا ہوں کہ کسی نے تجھ پر جادو کر دیا ہے،

مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَصَآىِٕرَ ۚ وَاِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰفِرْعَوْنُ

موسیٰ نے جواب میں کہا کہ تو ضرور جانتا ہے کہ یہ چیزیں آسمانوں اور زمین کے پروردگار ہی نے نازل فرمائی ہیں جو بصیرت کا ذریعہ ہیں اور اے فرعون میں تیرے بارے

مَثْبُوْرًا ﴿۱۰۲﴾ فَاَرَادَ اَنْ يَّسْتَفِزَّهُمْ مِّنَ الْاَرْضِ فَاَغْرَقْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ جَمِيْعًا ۙ﴿۱۰۳﴾

میں یہ خیال کرتا ہوں کہ تو ہلاک ہوجانے والا ہے، پھر اس نے چاہا کہ انہیں زمین سے اکھاڑ دے سو ہم نے اسے اور اس کے ساتھیوں کو سب کو غرق کر دیا

وَّقُلْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ لِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اسْكُنُوا الْاَرْضَ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِيْفًا ؕ﴿۱۰۴﴾

اور اس کے بعد ہم نے بنی اسرائیل سے کہا کہ زمین میں رہو سہو اور پھر جب آخرت کا وعدہ آجائے گا تو ہم تمہیں جمع کر کے حاضر کر دینگے

اگر تم خزانوں کے مالک ہوتے تو یہ نبوت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ملتی:

۱۰۰: قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ (کہدیں اگر تم مالک ہوتے) تقدیر عبارت یہ ہے لو تملکون انتم ۔

نحو: کیونکہ لَوْ افعال پر داخل ہوتا ہے اسماء پر نہیں۔ پس فعل کا لانا اس کے بعد ضروری ہے۔ پس تملک کو مضمر مان لیا گیا کیونکہ اس کی تفسیر آرہی ہے اور ضمیر منفصل کی بجائے ضمیر متصل لائے اور وہ انتم ہے کیونکہ جس سے واؤ متصل تھی وہ لفظوں میں ساقط ہو گیا پس انتم فعل مضمر کا فاعل ہے اور تملکون اس کی تفسیر ہے۔ علم نحو کا یہی تقاضہ ہے۔

اہل علم بیان کہتے ہیں کہ انتم تملکون میں اختصاص کی دلالت پائی جاتی ہے اور لوگ ہی انتہائی بخل کے ساتھ خاص ہیں۔ خَزَآىِٕنَ رَحْمَةِ رَبِّيْ (میرے رب کی رحمت کے خزانوں کے) رزق اور تمام انعامات جو اس نے اپنی مخلوقات پر کر رکھے ہیں۔ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ الْاِنْفَاقِ (تو اس صورت میں تم ضرور خرچ کرنے سے ہاتھ روک لیتے) تم ضرور بخل کرتے اس ڈر سے کہ کہیں انفاق ان کو ختم نہ کر ڈالے۔ وَكَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا (انسان بڑا تنگدل ہے) قتور کا معنی بخیل ہے۔

نو معجزات موسوی:

۱۰۱: وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍ ۢ بَيِّنٰتٍ (بلاشبہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کھلے ہوئے نو معجزات دیے) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ عصا، ید بیضاء، مکڑی، جوئیں، مینڈک، خون، پتھر بن جانا، سمندر اور طور ہیں۔ جس کو بنی اسرائیل پر لٹکایا۔ حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں وہ طوفان، قحط سالی، نقص ثمرات، اشیاء کا پتھر بننا، سمندر، طور ہیں۔

فَسْئَلْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ (پھر ہم نے کہا تم بنی اسرائیل کو (فرعون سے) مانگ لو) یعنی ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کہا بنی اسرائیل کو فرعون سے مانگ اور اس طرح کہہ فارسل معی بنی اسرائیل [الاعراف:۱۰۵] اِذْ جَآءَهُمْ (جب کہ وہ ان کے پاس آئے) یہ قول محذوف کے متعلق ہے۔ ای قلنا له سلهم حين جاء هم۔ فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ اِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰمُوْسٰى مَسْحُوْرًا (ان کو فرعون نے کہا میرا تو قطعی خیال ہے کہ تیرے اوپر اے موسیٰ جادو کر دیا گیا ہے) تمہیں جادو کیا گیا جس سے تمہاری عقل بگڑ چکی۔

موسیٰ علیہ السلام کی تقریر:

۱۰۲: قَالَ (کہا) موسیٰ علیہ السلام نے لَقَدْ عَلِمْتَ (تحقیق تو جانتا ہے) اے فرعون مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (نہیں اتاری یہ آیات مگر آسمانوں اور زمین کے رب نے) هؤلاء کا مشارالیہ آیات ہیں۔ رب کا معنی انکا خالق بَصَآئِرَ (بصیرت حاصل کرنے کیلئے) یہ حال ہے بمعنی واضح، کھلی، البتہ تو معاند ہے۔ اور دوسری آیت میں فرمایا: وجحدوا بها واستيقنتها انفسهم ظلمًا وعلوا [النمل:۱۴]

قراءت: علی نے عَلِمْتُ ضمہ سے پڑھا۔ مطلب اس طرح ہوگا۔ میں مسحور نہیں ہوں جیسا کہ تم نے میرے متعلق بیان کیا بلکہ میں معاملے کی صحت کو جاننے والا ہوں اور ان آیات کا اتارنے والا آسمان و زمین کا رب ہے پھر آپ نے اپنے گمان کو اس کے گمان کے ساتھ اس طرح مقابلہ کیا۔

وَاِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا (بیشک میں تمہیں اے فرعون ہلاک ہونے والا گمان کرتا ہوں) گویا کہ آپ نے اس طرح فرمایا کہ اگر تو مجھے مسحور قرار دیتا ہے تو میرے خیال میں تو ہلاک ہونے والا ہے۔ اور میرا گمان تیرے گمان سے زیادہ صحیح ہے کیونکہ اس کی علامات ظاہر ہیں اور وہ تیرا انکار ہے۔ جس کا صحیح ہونا تو پہچان چکا ہے اور اس کی آیات کے واضح ہونے کے بعد تو ڈھٹائی سے انکا مقابلہ کر رہا ہے اور رہا تیرا گمان تو وہ محض جھوٹ ہے کیونکہ تو نے میرے معاملے کو جاننے کے باوجود یہ کہہ دیا ہے اِنِّي لَاَظُنُّكَ مسحورًا یہ جھوٹا قول ہے۔ فراء کہتے ہیں کہ مثبورا کا معنی بھلائی سے پھرا ہوا جیسے عرب کا قول ہے۔ ماثبرَكَ عَنْ هٰذا یعنی اس بات سے تمہیں کس بات نے پھیر دیا اور روک دیا۔

۱۰۳: فَاَرَادَ اَنْ يَّسْتَفِزَّهُمْ (اس نے ارادہ کیا کہ وہ ان کے قدم اکھاڑ دے) یعنی موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو نکال دے۔ مِّنَ الْاَرْضِ (زمین سے) یعنی ارض مصر سے یا سطح زمین سے ان کو قتل و استیصال سے جلا وطن کرے۔ فَاَغْرَقْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ جَمِيْعًا (پس ہم نے اس کو اور اس کے تمام ساتھ والوں کو غرق کر دیا) پس اس کی تدابیر اسی پر طاری ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو

وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ ؕ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۞ وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ

اور ہم نے اسے حق کے ساتھ اتارا، اور وہ حق کے ساتھ نازل ہوا، اور ہم نے آپ کو صرف خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور ہم نے قرآن میں جا بجا فصل رکھا ہے

لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا ۞ قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖٓ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا ؕ اِنَّ

تا کہ آپ لوگوں کے سامنے ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں اور ہم نے اسے تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا ہے۔ آپ فرما دیجئے کہ تم اس پر ایمان لاؤ یا ایمان نہ لاؤ بلاشبہ

الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ۞ وَّيَقُوْلُوْنَ

جن لوگوں کو اس سے پہلے علم دیا گیا ان کے سامنے رحمٰن کی آیات پڑھی جاتی ہیں تو ٹھوڑیوں کے بل سجدہ میں گر پڑتے ہیں اور کہتے ہیں

سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ۞ وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ

کہ ہمارا رب پاک ہے بلاشبہ ہمارے رب کا وعدہ ضرور ہی پورا ہونے والا ہے اور وہ رونے کی حالت میں ٹھوڑیوں کے بل گر پڑتے ہیں اور یہ قرآن ان کا

خُشُوْعًا ۞ السجدۃ

خشوع بڑھا دیتا ہے۔

قبطیوں سمیت مصر سے اکھاڑ دیا۔

بنی اسرائیل کو ٹھکانہ دیا:

۱۰۴: وَّقُلْنَا مِنْ بَعْدِهٖ لِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اسْكُنُوا الْاَرْضَ (اور ہم نے اس کے بعد بنی اسرائیل کو کہا تم اس سرزمین میں رہو) بعدہ سے مراد فرعون کے بعد۔ الارض سے وہ سرزمین مراد ہے جس سے فرعون نے اس کو نکالنے کا ارادہ کیا۔ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ (پس جب آخرت والا وعدہ آجائے گا۔) آخرت سے مراد یہاں قیامت ہے۔ جِئْنَا بِكُمْ لَفِيْفًا (تو ہم سب کو جمع کر کے حاضر کر دیں گے۔) لفیفا کا معنی جمع کر کے' باہم ملا کر۔ اس حال میں کہ تم اور وہ سب ملے ہوئے ہوں گے پھر ہم تمہارے درمیان فیصلہ کریں گے اور سعادت منداور بدبختوں کے درمیان امتیاز کر دیں گے اللفیف کا معنی جماعتوں کی صورت میں جو مختلف قبائل پر مشتمل ہونگی۔

۱۰۵: وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ (اور حق ہی کے ساتھ ہم نے قرآن کو اتارا ہے اور حق ہی کے ساتھ وہ نازل ہوا) ہم نے اس قرآن کو حکمت کے ساتھ اتارا اور یہ اس حالت میں اتارا کہ حق اور حکمت اس کے ساتھ ملی ہوئی ہے کیونکہ یہ ہر خیر کی طرف ہدایت پر مشتمل ہے۔

(۲) ہم نے اس کو آسمان سے حق کے ساتھ اتارا ہے اور فرشتوں کی نگرانی سے اس کو محفوظ رکھا اور یہ رسول پر اس حال میں اترا ہے کہ شیاطین کی ملاوٹ سے بالکل محفوظ ہے۔

نکتہ: راوی کہتا ہے کہ محمد بن سماک بیمار ہو گئے ہم نے انکا پانی لیا اور اس کو ایک نصرانی طبیب کے پاس لے گئے ہم نے دیکھا کہ ہمارے سامنے ایک انتہائی حسین چہرے والا عمدہ خوشبو والا صاف ستھرے کپڑوں والا آدمی سامنے آیا کہنے لگا کہاں جا رہے ہو ہم نے کہاں فلاں طبیب کی طرف تا کہ ابن سماک کا پانی اس کو دکھائیں اس نے کہا سبحان اللہ ایک ولی اللہ کی بیماری کے سلسلے میں اللہ کے دشمن سے مدد لے رہے ہو اس پانی کو زمین میں پھینک دو اور ابن سماک کی طرف لوٹ جاؤ اور اس کو کہو کہ درد کے مقام پر اپنا ہاتھ رکھ کر یہ کہے: (وبالحق انزلنه وبالحق نزل) پھر وہ آدمی ہمارے سامنے سے غائب ہو گیا ہمیں نظر نہ آیا۔

ہم ابن سماک کے پاس لوٹے اور اس بات کی اطلاع دی ابن سماک نے اپنا ہاتھ درد والی جگہ پر رکھا اور آیت کے الفاظ دھرائے اسی وقت ان کو آرام آ گیا راوی کہتے ہیں کہ وہ آدمی حضرت خضر علیہ السلام تھے۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا (اور اے محمد ﷺ ہم نے آپ کو صرف بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے) یعنی جنت کی خوشخبری دینے والے اور جہنم سے ڈرانے والے۔

تھوڑا تھوڑا اُتارنے میں حکمت:

۱۰۶: وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ (اور قرآن مجید میں ہم نے فصل رکھا ہے) قرآناً کا لفظ فعل مضمر کی وجہ سے منصوب ہے۔ جس کی تفسیر فَرَقْنٰهُ کر رہا ہے تقدیر عبارت یہ ہے فَصَّلْنٰهُ نمبر۲۔ فرقنا فيه الحق والباطل ہم نے اس میں حق سے باطل کو الگ کر دیا۔ یعنی حق و باطل میں امتیاز کر دیا۔ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ (تا کہ آپ اس کو لوگوں کے سامنے تھوڑا تھوڑا کر کے پڑھیں) یعنی آہستگی سے اور ثابت قدمی سے۔ وَّ نَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا (اور ہم نے اس کو تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا) حوادث کے مطابق۔

تم مانو یا نہ مانو اس کے مصدق موجود ہیں:

۱۰۷: قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖٓ اَوْلَا تُؤْمِنُوْا (کہہ دیجئے کہ تم اس کو سچا مانو یا نہ مانو)۔ یعنی اپنے نفوس کیلئے ہمیشہ کی نعمتیں چن لو یا دردناک عذاب پھر اس ارشاد سے اس کا سبب بتلایا۔ اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ (بیشک وہ لوگ جن کو اس سے پہلے علم ملا) اور علم سے مراد یہاں قرآن مجید سے پہلے اترنے والی کتاب تورات مراد ہے۔ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ (جب ان پر پڑھا جاتا ہے۔) یعنی قرآن يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا (وہ ٹھوڑیوں کے بل سجدے میں گر پڑتے ہیں) سجداً حال ہے۔

مصدقین کے اقوال:

۱۰۸: وَّيَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا (اور وہ کہتے ہیں پاک ہے ہمارا رب بیشک ہمارے رب کا وعدہ پورا ہوا چاہتا ہے) اسلئے کہ دوسرے مقام پر فرمایا امنوا به اولا تؤمنوا یعنی ان سے تم منہ موڑ لو۔ بیشک اگر وہ ایمان نہ لائیں اور قرآن کی تصدیق نہ کریں پس بیشک ان میں سے بہتر وہ علماء ہیں جنہوں نے کتاب کو پڑھا اور اس پر ایمان لائے۔ اور اس کی تصدیق کی جب ان پر قرآن پڑھا جاتا ہے تو وہ سجدے میں گر پڑتے ہیں اور اللہ کے حکم کی تعظیم کیلئے اسکی تسبیح کرتے ہیں اور اس وعدے کے پورا ہونے پر جو پچھلی کتابوں میں بعثت محمد ﷺ کے متعلق کیا گیا اور قرآن کے ان پر اتارے جانے کی وجہ سے۔

قُلِ ادۡعُوا اللّٰهَ اَوِ ادۡعُوا الرَّحۡمٰنَ ؕ اَيًّا مَّا تَدۡعُوۡا فَلَهُ الۡاَسۡمَآءُ الۡحُسۡنٰى ۚ وَلَا تَجۡهَرۡ

آپ فرما دیجئے کہ اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر، جس نام سے بھی پکارو سو اس کے لئے اچھے اچھے نام ہیں، اور نماز میں

بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتۡ بِهَا وَابۡتَغِ بَيۡنَ ذٰلِكَ سَبِيۡلًا ﴿۱۱۰﴾

نہ تو زور کی آواز سے پڑھئے اور نہ چپکے چپکے پڑھئے اور دونوں کے درمیان اختیار کر لیجئے

مذکورہ وعدہ سے یہی مراد ہے ان یہاں انّہٗ کے معنی میں ہے۔اور یہ فعل کی اسی طرح تاکید کرتا ہے۔جس طرح اِنّ اسم کی تاکید کرتا ہے۔اور جس طرح انّ کو فانهم لمحضرون ۔[الصافات:۱۲۷] میں لام سے مؤکد کیا گیا اسی طرح انْ کو لام کے ساتھ لمفعولاً میں مؤکد کیا گیا ہے۔

۱۰۹: وَيَخِرُّوۡنَ لِلۡاَذۡقَانِ يَبۡكُوۡنَ (وہ ٹھوڑیوں کے بل گرتے ہوئے روتے ہیں)الخرور للذقن کا معنی چہرے کے بل گرنا ہے۔ٹھوڑی کو خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ سجدہ میں زمین کی طرف سب سے زیادہ قریب چہرے کا حصہ ٹھوڑی ہے۔کہا جاتا ہے خر علی وجهه وعلی ذقنه و خرّ لوجهه ولذقنه ۔علیٰ کا معنی تو ظاہر ہے۔رہا لام کا معنی تو گویا اس نے اپنی ٹھوڑی اور چہرے کو خرور کیلئے مقرر کر دیا اور خاص کر دیا کیونکہ تخصیص کو ظاہر کرتی ہے۔

یخرون لِلۡاَذۡقَانِ کو دوبارہ لائے۔کیونکہ دونوں حالتیں مختلف ہیں۔اور وہ دونوں حالتیں یہ ہیں انکا گرنا اس حالت میں کہ وہ سجدہ ریز ہیں۔نمبر۲۔انکا گرنا اس حالت میں کہ وہ رونے والے ہیں۔

وَيَزِيۡدُهُمۡ خُشُوۡعًا (اور وہ انکا خشوع بڑھاتا ہے۔)یعنی قرآن۔خُشُوۡع دل کی نرمی اور آنکھ کی رطوبت کو کہتے ہیں۔

اللہ کو اس کے اچھے نام سے پکارو:

۱۱۰: قُلِ ادۡعُوا اللّٰهَ اَوِ ادۡعُوا الرَّحۡمٰنَ (آپ کہہ دیں کہ تم اللہ تعالیٰ کو پکارو یا رحمان کو پکارو)!نمبر۱۔جب ابوجہل نے اس کو سنا تو کہنے لگا محمد کہتا ہے یا اللہ، یا رحمان اور ہمیں دو الٰہ کی عبادت سے روکتا ہے۔اور خود دو کو پکارتا ہے۔اس پر یہ آیت اتری:

۲:اہل کتاب نے کہا تو رحمٰن کا ذکر کم کرتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تورات میں کثرت سے اس اسم کو نازل فرمایا ہے۔پس یہ آیت ان کے جواب میں اتاری۔

الدعاء نام رکھنے کے معنی میں ہے نداء کے معنی میں نہیں اور اَوْ کا لفظ تخییر کیلئے ہے کہ خواہ یہ نام رکھ یا یہ نمبر۲۔اس نام سے اس کا ذکر کرو یا اس نام سے۔

اَيًّا مَّا تَدۡعُوۡا (جس نام سے پکارو)تنوین مضاف الیہ کے عوض میں ہے۔اور ما تاکید کیلئے بڑھایا گیا ہے۔اور یاء کا نصب تدعوا کی وجہ سے ہے۔اور وہ ایّ کی وجہ سے مجزوم ہے۔یعنی ان دونوں ناموں میں سے جس نام کا تم ذکر کرو اور جو نام رکھو۔فَلَهُ الۡاَسۡمَآءُ الۡحُسۡنٰى اس کے اچھے نام ہیں۔فلہ میں ضمیر اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف لوٹتی ہے۔اور فاء اس لئے لائے کیونکہ وہ جواب شرط ہے۔تقدیر عبارت یہ ہے۔ايًّا مّا تدعوا فهو حسن۔پس اس کی جگہ فله الاسماء الحسنٰى فرما دیا۔کیونکہ جب

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَلَمْ یَكُنْ

اور آپ یوں کہیے کہ سب تعریف اللہ کے لئے ہے، جس نے اپنے لئے کوئی اولاد نہیں بنائی اور نہ اس کے لئے ملک میں کوئی شریک ہے، اور نہ ایسی بات ہے

لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِیْرًا ﴿۱۱۱﴾

کہ کمزوری کی وجہ سے اس کا کوئی ولی ہو، اور خوب اچھی طرح سے اس کی بڑائی بیان کیجئے

اس کے تمام اسماء خوب وحسن ہیں۔ یہ دونوں نام بھی انہی میں سے ہیں۔

باقی رہی یہ بات کہ یہ احسن الاسماء ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ تمجید وتقدیس وتعظیم کے معانی میں مستعمل ہیں۔ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ (اور تو نہ پکار کر پڑھ اپنی نماز کو) یعنی اپنی نماز کی قراءت میں۔ اس میں مضاف محذوف ہے۔ کیونکہ اس میں التباس نہیں اس لئے کہ جہر ومخافت دوصفات ہیں۔ جو آواز پر باری باری وارد ہوتی ہیں۔ نہ کہ کسی اور پر۔ اور صلوٰۃ افعال واذکار ہیں۔

آپ ﷺ اپنی قراءت میں آواز کو بلند فرماتے جب مشرکین نے سنا تو شور مچایا اور گالیاں بکیں۔ پس آپ کو حکم ہوا کہ آواز ہلکی کرلیں۔ اب مطلب یہ ہوا وَلَا تَجْهَرْ حتی تسمع المشرکین ولا تخافت حتی لا یسمع من خلفك نہ اتنی زور سے قراءت کریں کہ مشرکین سنیں اور نہ اتنا آہستہ کریں یہاں تک کہ تمہارے پیچھے والے بھی نہ سن سکیں۔

وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَیْنَ ذٰلِكَ سَبِیْلًا۔ اور نہ اسکو بالکل آہستہ کریں۔ وابتغ بین ذلك (اور تلاش کر اسکے درمیان) جہر ومخافت کے درمیان۔ سبیلاً: (راستہ) درمیانہ نمبر۲: اس کا معنی یہ ہے تو اپنی تمام نماز نہ تو جہراً پڑھ اور نہ تمام کو آہستہ بلکہ اسکے درمیان راستہ اختیار کر کہ رات کو نماز جہر سے ادا کر اور دن کی نماز آہستہ قراءت سے ادا کر۔ نمبر۳: صلاتك کا معنی دعا ہے اپنی دعا زور سے مت کر۔

اور نہ اس کو بالکل آہستہ کریں:

۱۱۱: وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا (اور کہہ دو: تمام تعریفیں اس ذات کیلئے ہیں جس نے بیٹا نہیں بنایا) جیسا کہ یہود ونصاریٰ بنو ملیح کا خیال ہے۔ وَّلَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ (اور نہ ہی بادشاہی میں اس کا کوئی شریک ہے) جیسا مشرکین نے خیال کیا۔ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ اور نہ اس کا کوئی مددگار ہے کمزوری کی وجہ سے (کیونکہ وہ کمزوریوں سے پاک ہے) یعنی اس پر کمزوری آ ہی نہیں سکتی کہ کسی مددگار کی ضرورت پڑے نمبر۲۔ وہ کسی سے دوستی کمزوری کی وجہ سے نہیں کرتا تاکہ وہ اس کی طرف سے مدافعت کرے۔ وَكَبِّرْهُ تَكْبِیْرًا (اور تم اس کی خوب بڑائیاں بیان کرو) اس کی تعظیم کرو اور اس کی صفات بیان کرو کہ اس سے برتر ذات ہے کہ اس کا کوئی بیٹا ہو یا اس کا کوئی شریک ہو۔

آیت العز:

آپ نے اس کو آیت العز قرار دیا۔ جب کوئی بچہ بنی عبدالمطلب میں بولنے لگ جاتا تو اسکو یہ آیت یاد کرادی جاتی۔ (اخرجہ ابن ابی شیبہ)

الحمد لله اولاً واخراً ظاهراً وباطناً بفضله تمت ترجمة تفسير سورة الاسراء بثالث يوم من رمضان ١٤٢٣ من الهجرة

سُوْرَةُ الْكَهْفِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّعَشْرُ اٰيَاتٍ وَّاثْنَا عَشَرَ رُكُوْعًا

سورۂ کہف مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں ۱۲۰ آیات اور بارہ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ۜ ① قَيِّمًا

سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جس نے اپنے بندہ پر کتاب نازل فرمائی اور اس میں ذرا بھی کجی نہیں رکھی، اس کتاب کو استقامت والا بنایا

لِّيُنْذِرَ بَاْسًا شَدِيْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ

تا کہ وہ اللہ کی طرف سے سخت عذاب سے ڈرائے اور مومنین کو بشارت دے جو نیک عمل کرتے ہیں

اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا ② مَّاكِثِيْنَ فِيْهِ اَبَدًا ③ وَّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ

کہ ان کے لیے اچھا اجر ہے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور تا کہ ان لوگوں کو ڈرائے جنہوں نے کہا کہ اللہ اولاد

وَلَدًا ④ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآئِهِمْ ۭ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۭ

رکھتا ہے، انہیں اس کے بارے میں کچھ بھی علم نہیں ہے اور نہ ان کے باپ دادوں کو، بڑا بول ہے جو انکے مونہوں سے نکل رہا ہے

اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا ⑤

یہ لوگ بس جھوٹ ہی بول رہے ہیں۔

قرآن وصاحب قرآن کی عظمت:

۱: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ (تمام تعریف اس اللہ تعالیٰ کیلئے جس نے اپنے بندے پر کتاب کو اتارا)۔ عبدہ سے حضرت محمد ﷺ مراد ہیں۔ الکتاب سے قرآن مجید مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود تلقین فرمائی اور خود بتلایا کہ وہ کس طرح اللہ تعالیٰ کی تعریف کریں اور کیسے اس کی کثیر وجزیل نعمت پر شکریہ ادا کریں۔ وہ سب سے بڑی نعمت اسلام ہے اور وہ کتاب ہے جو اس نے حضرت محمد ﷺ پر اتاری جو کہ ان کے لئے سبب نجات ہے۔ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا (اور اس میں کوئی کجی نہیں رکھی) ذرہ بھر بھی کجی نہیں۔ عوج کا لفظ معانی میں وہی مفہوم ادا کرتا ہے۔ جو عَوج کا لفظ اعیان میں۔ جیسے کہتے ہیں فی رَأیِہٖ عِوَجٌ و فِی عصا عَوج لاٹھی میں ٹیڑھا پن ہے۔ یہاں مقصود معنی میں اختلاف وتناقض کی نفی ہے۔ اور اس سے جو چیز بھی نکلتی ہے وہ پُر حکمت ہے۔

قرآن قیم ہے:

۲: قَيِّمًا (استقامت کے ساتھ) یہ فعل مضمر جَعَلَهٗ سے منصوب ہے۔ای جعله قیمًا کیونکہ جب کجی کی اس سے نفی کر دی تو گویا استقامت اس کے لئے خود ثابت ہوگئی عوج کی نفی اور اثبات استقامت دونوں کو اسلئے جمع کر دیا۔ باوجود یکہ ایک دوسرے سے مستغنی ہے۔ تا کہ تاکید ہو جائے بہت سے سیدھے لوگ جن کی استقامت کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ جانچ پڑتال کے وقت تھوڑی بہت ٹیڑھ سے خالی نہیں ہوتے۔ (اس لئے دونوں صفات لا کر ادنی کی بھی نفی کر دی) نمبر۲۔ تمام کتابوں کا قرآن قیم ہے۔ ان کی تصدیق کرنے والا اور ان کی صحت کا گواہ ہے۔

لِّيُنْذِرَ (تا کہ وہ ڈرائے) ان لوگوں کو جو کفر کرنیوالے ہیں۔ بَاْسًا شَدِيْدًا (سخت پکڑ) یعنی سخت عذاب سے۔ لِیُنْذِرَ دو مفعول کی طرف متعدی ہوتا ہے۔ جیسا کہ اس آیت میں ہے اِنَّآ اَنْذَرْنٰكُمْ عذابا قریبًا [النساء:۴۰] یہاں ایک پر اکتفاء کیا گیا ہے۔ اصل اس طرح ہے لینذر الذین کفروا باسًا شدیدًا بأس عذاب کو کہتے ہیں۔ یہاں اکتفاء علی المفعول کی وجہ یہ ہے۔ منذر بہ وہی ہے جس کی طرف چلایا جا رہا ہے پس اس پر اکتفاء کیا گیا۔

مِّنْ لَّدُنْهُ (جو اس کی طرف ہوگا) **اس کی طرف سے صادر ہونے** والا ہے۔ وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ (اور وہ خوشخبری دے ان ایمان والوں کو جو نیک اعمال کرنے والے ہیں کہ ان کے لئے) اس وجہ سے کہ ان کے لئے اَجْرًا حَسَنًا (اچھا اجر ہے) یعنی جنت ہے۔

قراءت: یَبْشِرَ سکونِ باء کے ساتھ حمزہ وعلی نے پڑھا ہے۔

۳: مّٰكِثِيْنَ فِيْهِ اَبَدًا (وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے) یہ ماکثین حال ہے لَهُمْ کے ساتھ ھُمْ ضمیر سے۔ فِیہِ سے مراد اس کا اجر وبدلہ یعنی جنت ہے اَبَدًا ہمیشہ کے معنی میں آتا ہے۔

۴: وَّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا (اور وہ ڈرائے ان لوگوں کو جنہوں نے کہا اللہ تعالیٰ نے بیٹا بنا لیا ہے) یہاں ان لوگوں کو ذکر کر دیا جن کو ڈرایا گیا ہے منذر بہ کا ذکر نہیں کیا۔ پہلے مقام میں اس کا عکس ہے۔ اس لئے کہ پہلے تذکرہ ہو چکا اب دوبارہ ضرورت نہیں۔

کفار کی بات سفید جھوٹ ہے:

۵: مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ (ان کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں) بیٹے بنا لینے کی نمبر۲۔ بیٹا ہونے کا یہ مطلب یہ ہے کہ ان کی یہ بات کسی علمی دلیل پر مبنی نہیں۔ بلکہ جہل مرکب کا نتیجہ ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کا بیٹا بنانا ہی ناممکن ومحال ہے تو پھر انہوں نے یہ کیونکر کہہ دیا مالهم به من علم؟ اس کا مطلب یہ ہے ان کو اس کا کچھ بھی علم نہیں کیونکہ وہ ایسی بات ہی نہیں جو علم میں آئے کیونکہ وہ محال ہے۔ اور کسی چیز کے متعلق علم کی نفی یا تو اس لئے ہوتی ہے کہ اس تک پہنچنے والا راستہ معلوم نہیں یا اس لئے کہ وہ اپنی ذات کے لحاظ سے محال وناممکن ہوتی ہے۔ وَّلَا لِاٰبَآئِهِمْ (اور نہ ان کے آباء کے پاس) جن کی یہ تقلید کرنے والے ہیں۔ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ (بڑی سخت بات ہے جو ان کے منہ سے نکلتی ہے) کلمۃً یہ تمیز کی وجہ سے منصوب ہے۔ اور اس میں تعجب کا

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ۝

سو ایسا تو نہیں کہ آپ ان کے پیچھے اپنی جان کو غم کی وجہ سے ہلاک کر دینے والے ہیں اگر یہ لوگ اس مضمون پر ایمان نہ لائیں،

اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۝ وَاِنَّا

بلاشبہ زمین پر جو کچھ ہے ہم نے اس کے لیے زینت بنایا ہے تا کہ ہم لوگوں کو آزمائیں کہ ان میں کون زیادہ اچھا عمل کرنے والا ہے اور زمین پر

لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَيْهَا صَعِيْدًا جُرُزًا ۝

جو کچھ ہے بلاشبہ ہم اسے بالکل صاف میدان بنا دینے والے ہیں۔

معنی پایا جاتا ہے۔ گویا اس طرح کہا گیا۔ ان کی بات بات ہونے کے اعتبار سے کتنی بڑی ہے۔ کبر میں ضمیر اتخذ اللّٰہ ولدًا کی طرف لوٹتی ہے۔ اور اس کو کلمہ جیسا کہ قصیدہ نام رکھتے ہیں۔ تخرج من افواھِھِمْ یہ کلمہ کی صفت ہے۔ جو اس کلمہ کی بڑائی کو ظاہر کر رہی ہے۔ کیونکہ انہوں نے اس کو بولنے کی جرأت کی تھی۔ اور اپنے مونہوں سے بک دیا تھا۔ بلاشبہ شیطان بہت سے وساوس منکرہ لوگوں کے دلوں میں وسوسہ اندازی سے ڈالتا رہتا ہے۔ جن کو زبان پر لانے کی جرأت نہیں کر سکتے۔ بلکہ اس کو پی جاتے پھر اس منکر ترین بات کا حال خود سمجھ لو۔

اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا (وہ جھوٹ ہی کہتے ہیں) وہ یہ بات نہیں کہتے اِلَّا كَذِبًا یہ مصدر محذوف کی صفت ہے یعنی قولاً کذبًا جھوٹی بات۔

اعراض پر غم نہ کرو:

۶: فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ (شاید کہ آپ اپنی جان کو ہلاک کر دیں گے) اپنی جان کو قتل کرنے والے ہیں۔ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ (ان کے پیچھے) کفار کے پیچھے۔ آیت میں آپ کو اور کفار کے منہ موڑنے، ایمان نہ لانے کو اور ان کے اعراض پر جو آپ پر غم طاری ہوتا ہے ایک ایسے آدمی سے تشبیہ دی جس کے دوست اس سے جدا ہوں اور وہ ان کے نشانہائے قدم پر حسرت وافسوس سے اپنے آپ کو گرا رہا ہو۔ اور ان پر غم کی شدت اور جدائی پر افسوس میں ہلاکت کے قریب کر دے۔

اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ (اگر وہ اس کلام پر ایمان نہیں لاتے) حدیث سے قرآن مجید مراد ہے۔ اَسَفًا (افسوس کے طور پر) یہ مفعول لہ ہے۔ یعنی شدت غم وافسوس سے۔ اور اسف غم وغضب میں مبالغہ کیلئے استعمال ہوتا ہے۔

دُنیا آزمائش گڑھ ہے:

۷: اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا (بیشک ہم نے بنا دیا جو کچھ زمین پر ہے اس کو زمین کیلئے زینت بنایا ہے) یعنی ایسی چیزیں ہیں جو زمین اور اہل زمین کیلئے باعث زینت بن سکتی ہیں۔ جیسے زخارف ارض اور جوان میں سے عمدہ ہیں۔

أَمْ حَسِبْتَ أَنَّ أَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيمِ كَانُوا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ﴿٩﴾ إِذْ

کیا آپ نے یہ خیال کیا ہے کہ کہف اور رقیم والے ہماری نشانیوں میں سے عجیب چیز تھے، جب

أَوَى الْفِتْيَةُ إِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوا رَبَّنَا اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ

جوانوں نے غار میں ٹھکانہ پکڑا تو انہوں نے کہا کہ اے ہمارے رب اپنے پاس سے ہمیں رحمت عطا فرما، اور ہمارے لیے ہمارے

لَنَا مِنْ أَمْرِنَا رَشَدًا ﴿١٠﴾ فَضَرَبْنَا عَلٰٓى اٰذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ سِنِينَ عَدَدًا ﴿١١﴾

کام میں اچھی صورت حال مہیا کر دیجئے سو ہم نے ان کے کانوں پر سالہا سال تک پردہ ڈال دیا

ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ أَيُّ الْحِزْبَيْنِ أَحْصٰى لِمَا لَبِثُوٓا أَمَدًا ﴿١٢﴾

پھر ہم نے انہیں اٹھایا تا کہ ہم جان لیں کہ دونوں گروہ میں سے کونسا گروہ ان کے ٹھہرنے کی مدت کو ٹھیک طرح شمار کرنے والا ہے۔

لِنَبْلُوَهُمْ أَيُّهُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا (تا کہ ہم ان کو آزمائیں کہ ان میں عمل کے اعتبار سے کون اچھا ہے) حسن عمل یہ ہے کہ دنیا سے زہد بے رغبتی اختیار کرے اور اس کی وجہ سے غرور میں مبتلا نہ ہو۔

تمام زمینیں چٹیل میدان بن جائے گی :

۸ : پھر اس کی طرف میلان میں بے رغبتی دلانے کیلئے فرمایا وَإِنَّا لَجٰعِلُونَ مَا عَلَيْهَا (بیشک ہم زمین کی تمام چیزوں کو بنانے والے ہیں) ھا سے مراد دنیا کی زینت۔ صَعِيدًا (چٹیل زمین) جُرُزًا (خشک) جس میں نباتات باقی نہ رہے اس کے بعد کہ سرسبز اور گھاس والی تھی۔ حاصل یہ ہے کہ ہم حیوانات کو موت دیکر اس کی آبادی کو ختم کر کے ویرانے میں بدل دیں گے اس کے تمام درخت ونبات وغیرہ کو خشک کر دیں گے۔

مختصر واقعہ اصحابِ کہف :

۹ : جب کلی آیات کا تذکرہ تزیینِ ارض اور اس کے اوپر جو قسم قسم کے اشیاء بے حساب پیدا کیں۔ اور پھر ان تمام کے ازالہ کہ گویا انکا وجود ہی نہ تھا سے کیا جا چکا تو فرمایا۔ أَمْ حَسِبْتَ أَنَّ أَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيمِ (کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ کہف ورقیم والے) یہ آیات اصحاب کہف کے واقعہ اور مدت دراز تک ان کی زندگی کے بقاء سے زیادہ عجیب تر ہیں۔ الکھف پہاڑ میں وسیع غار کو کہتے ہیں۔ الرقیم نمبر ۱۔ ان کے کتے کا نام ہے۔ نمبر ۲۔ ان کی بستی کا نام ہے نمبر ۳۔ اس کتاب اور تختی کا نام ہے جوان کے حالات کے سلسلہ میں لکھی گئی ہے۔ نمبر ۴۔ اس پہاڑ کا نام ہے جس میں وہ غار واقع تھا۔

كَانُوا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا (وہ ہماری عجیب نشانیوں میں سے تھے) یعنی وہ عجیب نشانی تھے ہماری نشانیوں میں سے۔ مصدر کو بطور صفت لایا گیا۔ نمبر ۲۔ مضاف کو محذوف مانیں یعنی اے ذات عجب۔

غار میں آنا:

۱۰: اِذْ اَوَی الْفِتْیَةُ اِلَی الْکَهْفِ فَقَالُوْا رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَةً (وہ وقت قابلِ ذکر ہے۔جب ان نوجوانوں نے اس غار میں جا کر پناہ لی تھی۔ انہوں نے کہا۔اے ہمارے رب ہم کو اپنے پاس سے رحمت عطا فرما) اذ سے پہلے اذکر محذوف ہے۔رحمۃ سے مراد اپنی رحمت کے خزائن میں سے خصوصی رحمت اور وہ مغفرت ،رزق ،دشمنوں سے حفاظت ہے۔وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا (اور ہمارے لئے اس کام میں درستی کا سامان مہیا فرما) امرنا سے مراد کفار سے جدائی والا معاملہ رَشَدًا (درستی) تا کہ اس کے سبب سے ہم راشدین ومہتدین میں سے ہو جائیں۔نمبر۲۔ہمارے سارے معاملے کو درستی والا بنادے۔یہ اسی طرح ہے جیسے کہتے ہیں۔رأیت مِنْکَ اسدًا۔نمبر۳۔اپنی رضامندی کا طریق ہمارے لئے آسان کردے۔

سونا:

۱۱: فَضَرَبْنَا عَلٰٓی اٰذَانِهِمْ فِی الْکَهْفِ (ہم نے ان کے کانوں پر نیند کا پردہ ڈال دیا) یعنی نیند کا پردہ لٹکا دیا۔یعنی گہری نیند ان کو سلا دیا۔جس میں ان کو آوازیں نہ جگا سکیں۔ یہاں ضربنا کا مفعول حجاب حذف کر دیا۔سِنِیْنَ عَدَدًا (سالہا سال تک) گنتی والے۔عدد اصل میں سنین کی صفت ہے۔زجاج رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں یہ تعدعددا لکثر تھا ہے کہ ان کو کثرت کی وجہ سے گنتی سے شمار کیا جاتا ہے۔کیونکہ قلیل کو گننے کی ضرورت نہیں ہوتی۔جب زیادہ ہو جائیں تو تب شمار کیے جاتے ہیں۔البتہ دراھم معدودة [یوسف:۲۰] قلیل ہی مراد ہیں۔کیونکہ اہل مصر قلیل کو گنتے اور کثیر کا وزن کرتے ہیں (اسلئے عدد وہاں وزن کے تقابل میں ہے)

نیند سے بیداری:

۱۲: ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ (پھر ہم نے ان کو اٹھایا) نیند سے بیدار کیا لِنَعْلَمَ اَیُّ الْحِزْبَیْنِ (تا کہ ہم معلوم کرلیں کہ ان دونوں گروہوں میں کون گروہ) جو دو گروہ ان کے قیام کی مدت میں اختلاف کر رہے تھے۔کیونکہ جب وہ بیدار ہوئے تو خود بھی انہوں نے اختلاف کیا اور اس کا تذکرہ اس ارشاد: قال قائل منهم کم لبثتم قالوا لبثنا یومًا او بعض یوم قالوا ربکم اعلم بما لبثتم اور وہ لوگ جنہوں نے ربکم اعلم بما لبثتم کہا تھا یہی وہ لوگ تھے جنہوں نے اندازہ کیا کہ وہ زیادہ دیر رہے ہیں۔

نمبر۲۔الحزبین سے وہ دوسرے لوگ مراد ہیں جو ان کے متعلق اختلاف کرنے والے تھے۔اَحْصٰی لِمَا لَبِثُوْٓا اَمَدًا (ان کے رہنے کی مدت کو زیادہ شمار کرنے والے ہیں) امد غایت کو کہتے ہیں۔

نحو: احصٰی فعل ماضی اور امدًا اس کا ظرف ہے یا مفعول لہ ہے۔اور فعل ماضی ای مبتدا کی خبر ہے۔اور خبر ومبتدا ملکر نعلم کے دو مفعول کے قائم مقام ہیں۔مطلب اس طرح ہوگا۔ایهم ضبط امد الا وقات لبثهم و احاط علما بامد لبثهم۔ ان میں سے کس نے ان کی اقامت کے اوقات کو ضبط کیا اس مدتِ قیام کو پورے طور پر جانا۔

نمبر۲۔احصی یہ احصاء سے افعل کا وزن ہے۔اور احصاء کا معنی شمار کرنا ہے۔تو انکا قول غلط ہے۔کیونکہ غیر ثلاثی مجرد سے اس کا وزن قیاسی نہیں آتا۔

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ ۭ اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنٰهُمْ هُدًى ﴿۱۳﴾

ہم آپ سے ان کا واقعہ بالکل ٹھیک بیان کرتے ہیں، بلا شبہ یہ چند جوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے اور ہم نے ان کو اور زیادہ ہدایت دیدی،

وَّرَبَطْنَا عَلٰي قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَا

اور ہم نے ان کے دلوں کو مضبوط کر دیا جب وہ کھڑے ہوئے سو انہوں نے کہا کہ ہمارا رب وہ ہے جو آسمانوں اور زمینوں کا رب ہے، ہم اس کے علاوہ کسی کو

مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلٰــهًا لَّقَدْ قُلْنَآ اِذًا شَطَطًا ﴿۱۴﴾ هٰٓؤُلَاۗءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ۭ

معبود نہیں بنائیں گے اس صورت میں تو ہم یقینی طور پر بڑی زیادتی کی بات کرنے والے ہو جائیں گے۔ یہ ہماری قوم کے لوگ ہیں جنہوں نے اللہ کے سوا دوسرے معبود بنا لیے

لَوْلَا يَاْتُوْنَ عَلَيْهِمْ بِسُلْطٰنٍۢ بَيِّنٍ ۭ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَي اللّٰهِ كَذِبًا ﴿۱۵﴾

کیوں نہیں لے آتے اس پر کھلی ہوئی دلیل، سو اس سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جو اللہ پر جھوٹی تہمت لگائے،

وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗٓا اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ

اور جب تم ان لوگوں سے اور انکے معبودوں سے جدا ہوگئے جو اللہ کے سوا ہیں تو غار کی طرف پناہ لے لو، تمہارا رب تم پر اپنی رحمت

رَّحْمَتِهٖ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا ﴿۱۶﴾

پھیلا دے گا اور تمہارے مقصد میں آسانی مہیا فرمائے گا۔

سوال: اللہ تعالیٰ کا علم ازلی ہے مگر یہاں لِنَعْلَمَ کا صیغہ کیوں لایا گیا؟

جواب: نمبر۱۔ یہاں علم سے مراد ظہور ہے۔ تا کہ عبرت اور ایمان میں اضافہ ہو اور اس زمانہ کے ایمان والوں کے لئے کفار کے خلاف ایک واضح نشانی بن جائے۔ نمبر۲۔ تا کہ ہم انکا اختلاف موجود کے اعتبار سے جان لیں۔ جیسا کہ ہم اس کو وجود سے قبل اپنے علم کے اعتبار سے جانتے ہیں۔

تفصیلی واقعہ:

۱۳: نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ (ہم آپ سے انکا واقعہ ٹھیک بیان کرتے ہیں) سچائی کے ساتھ اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ (بیشک وہ نوجوان تھے) فِتْيَةٌ جمع فتی ہے۔ الفتوت سخاوت کرنا، ایذاء سے اپنے کو روکنا، شکوی کو ترک کرنا، محارم سے اجتناب، مکارم کا استعمال کرنے کے مجموعہ کو کہتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں۔ الفتی اس کو کہا جاتا ہے جو فعل کے کرنے سے قبل اس کا دعوی نہ کرے اور کرنے کے بعد اپنے آپ کو پاک قرار نہ دے۔ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنٰهُمْ هُدًى (وہ اپنے رب پر ایمان لائے تھے۔ ہم نے ان کی ہدایت میں اور ترقی دے دی) یقین بڑھا دیا۔ یہ دقیانوس بادشاہ کے خاص لوگوں میں سے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں

میں ایمان کوڈال دیا۔اوران کوخطرہ محسوس ہوا۔اور آپس میں کہنے لگے ہم میں سے دو، دوخلوت میں جا کرایک دوسرے کواپنی خفیہ بات بتلادیں۔انہوں نے ایسا کیا تو وہ سب ایمان پر متفق نکلے۔

دلوں کوایمان پر مضبوط کرنا:

۱۴: وَّرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ (اور ہم نے ان کے دل مضبوط کر دیے) ہم نے ان کو وطن چھوڑنے پر مضبوطی سے جمادیا۔اوردین میں پختگی عنایت کی اور کسی غار میں پناہ گزینی پر پختہ کردیا۔کلمۂ حق پر قائم رہنے کی جرأت دی اور اسلام کے ظاہر کرنے کی جسارت بخشی۔اِذْ قَامُوْا (جبکہ وہ کھڑے ہوئے) اس ظالم دقیانوس کے سامنے سے کھڑے ہوئے۔اورعبادت اصنام کے ترک پراس کے عتاب کی کوئی پرواہ نہ کی۔فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (پھر کہنے لگے ہمارارب تو وہی ہے جوآسمانوں اورزمین کارب ہے) یہ بات انہوں نے بطور فخر کہی۔لَنْ نَّدْعُوَا مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلٰهًا (ہم اس کے سوااور کسی معبود کی ہر گزعبادت نہ کریں گے۔) اگر چہ ہم نے انکا الٰہ ہی نام بولا ہے۔لَقَدْ قُلْنَآ اِذًا شَطَطًا (اگر ہم ایسا کریں گے تو اس وقت ہم حد سے بڑھی ہوئی بات کریں گے) ایسی بات کہیں گے جوزیادتی والی ہے۔الشطط ظلم میں افراط اورزیادتی کرنا۔یہ شَطَّ يَشُطُّ اور يَشِطُّ سے لیا گیا جب کہ دور جائے۔

قومی مذہب:

۱۵: هٰٓؤُلَآءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً (ہماری اس قوم نے اس کے سوادوسروں کومعبود بنا رکھا ہے)

نحو: هؤلاء مبتدا ہےاور قَوْمُنَا اِس کا عطف بیان ہے۔اِتَّخَذُوْا اس کی ایک خبر ہے۔یہ جملہ خبر یہ ہے۔جوانکار کے معنی میں ہے۔

لَوْلَا يَاْتُوْنَ عَلَيْهِمْ بِسُلْطٰنٍۭ بَيِّنٍ (وہ اس پر کوئی واضح دلیل کیوں نہیں لاتے) یہاں لولآ یہ هَلَّا کے معنی میں ہے۔ يَاْتُوْنَ سے مراد ان بتوں کی عبادت کرنے پر۔مضاف کوحذف کردیا۔سُلْطَانٍ بَيِّنٍ سے حجت ظاہرہ مراد ہے۔درحقیقت اس میں ان کورُلانا مقصود ہے۔کیونکہ بتوں کی عبادت پر صحیح دلیل کاملنا محال ہے۔فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا (پس اس سے بڑھ کرکون ظالم ہے۔جس نے اللہ تعالیٰ پرجھوٹ باندھا) کہ اللہ تعالیٰ کی طرف شریک کی نسبت کی۔

باہمی فیصلہ:

۱۶: وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ (جب تم ان سے الگ ہو جاؤ) اس میں انہوں نے آپس میں ایک دوسرے کومخاطب کیا جبکہ اپنے دین کو بچانے کیلئے بھاگنے کا مصمم ارادہ کرلیا۔وَمَا يَعْبُدُوْنَ (اورجن کی یہ عبادت کرتے ہیں) ھم ضمیر پرعطف کی وجہ سے منصوب ہے تقدیرعبارت یہ ہوگی و اذا اعتزلتموھم و اعتزلتم معبودتھم۔

اِلَّا اللّٰهَ (اللہ تعالیٰ کے سوا) یہ مستثنیٰ متصل ہے۔کیونکہ وہ خالق کا اقرار کرتے تھے۔اوراس کے ساتھ دوسروں کوشریک ٹھہراتے تھے۔جیسا کہ اہل مکہ نمبر۲۔مستثنیٰ منقطع ہے ای اذا اعتزلتم الکفار و الاصنام التی یعبدونھا من دون اللّٰہ۔ جب تم

وَتَرَى الشَّمْسَ إِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَإِذَا غَرَبَتْ

اور اے مخاطب تو دیکھے گا کہ جب سورج نکلتا ہے تو وہ ان کے غار سے داہنی طرف کو بچ کر گزر جاتا ہے اور جب وہ چھپتا ہے

تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِيْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ ۚ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ ۗ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ

تو ان کی بائیں طرف سے کتراتا ہوا چلا جاتا ہے اور وہ غار کے ایک فراخ حصہ میں تھے، یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے، جسے اللہ ہدایت دے

فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ﴿۱۷﴾ وَتَحْسَبُهُمْ أَيْقَاظًا

سو وہی ہدایت پانے والا ہے، اور جس کو وہ گمراہ کرے تو اے مخاطب تو اس کے لیے کوئی مددگار راہ بتانے والا نہ پائیگا، اور اے مخاطب تو ان کو دیکھتا تو خیال کرتا کہ وہ جاگ رہے ہیں

وَّهُمْ رُقُوْدٌ ۖ وَّنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ ۖ وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ

حالانکہ وہ سوئے ہوئے تھے اور ہم انہیں داہنی کروٹ پر اور بائیں کروٹ پر بدل دیتے تھے اور ان کا کتا دہلیز پر اپنے ہاتھ

ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ ۚ لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا ﴿۱۸﴾

بچھائے ہوئے تھا، اگر تو انہیں جھانک کر دیکھ لیتا تو ان کی طرف سے پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتا اور ان کی وجہ سے تیرے اندر رعب بھر جاتا

کفار اور ان اصنام سے الگ ہو جاؤ جن کی وہ اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کرتے ہیں۔ نمبر۳۔ یہ جملہ معترضہ ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے نوجوانوں کے متعلق خبر دی ہے۔ کہ وہ غیر اللہ کی عبادت کرنے والے نہ تھے۔ فَأْوٗا إِلَى الْكَهْفِ (تو تم غار میں ٹھکانہ بنالو) لو غار کی طرف منتقل ہو جاؤ۔ نمبر۲۔ اس کو اپنا مسکن بنالو۔

يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ (تمہارا رب تمہارے لئے اپنی رحمت کو فراخی عنایت کرے گا) رحمت سے یہاں رزق مراد ہے۔ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ أَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا (اور تمہارے تمام امور میں فائدے کا سامان فراہم کرے گا) مرفقا اس چیز کو کہتے ہیں جس سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔ اور یہ بات انہوں نے اللہ تعالیٰ کے فضل پر کامل یقین کی بناء پر اور اس سے قوی امید اور اس پر کامل توکل اور انتہائی خالص یقین کی بناء پر کہی۔ نمبر۲۔ اس بات کی اطلاع ان کو اس زمانہ کے پیغمبر کی زبانی کی گئی۔

قراءت: مدنی و شامی نے مَرْفِقًا پڑھا ہے۔

کیفیتِ غار:

۱۷: وَتَرَى الشَّمْسَ إِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ (اے مخاطب تم دیکھو گے کہ دھوپ جب نکلتی ہے تو ان کے غار سے دائیں جانب کو بچھی جاتی ہے) قراءت: کوفی نے تَزَاوَرُ پڑھا ہے۔ اور شامی نے تَزْوَرُّ اور دیگر نے تزاور۔ اس کی اصل تتزاور ہے۔ تخفیف کر دی تاء کو زاء میں ادغام کر کے یا پھر اس کو حذف کر دیا۔ یہ تمام الزور سے ہے اور وہ میلان کو کہا جاتا ہے اور اسی سے زارہ کہتے ہیں جبکہ وہ اس کی طرف مائل ہو۔ الزور (جھوٹ) سچ سے میلان اختیار کرنا۔

عَنْ كَهْفِهِمْ (ان کے غار سے) اس سے مائل ہو جاتا اوراس کی شعاعیں ان پر نہ پڑتیں۔ذَاتَ الْيَمِيْنِ (دائیں جانب) اورحقیقت میں اس سے مراد وہ جہت ہے جس کا نام یمین رکھا جاتا ہے۔وَاِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ (اور جب غروب ہوتی تو ہٹی رہتی) تقرضھم کا معنی ہے کہ کاٹتا ان کو یعنی ان کو چھوڑتا اوران سے پھر جاتا۔ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِيْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ (بائیں طرف سے اس حال میں کہ وہ غار کے وسیع مقام میں تھے) غار کے وسیع حصہ میں مطلب یہ ہے کہ وہ سائے میں تھے۔ تمام دن طلوع سے غروب تک سورج کی دھوپ ان کو نہ پہنچتی تھی۔اس کے باوجود کہ وہ غار کے کھلے وسیع مقام میں تھے۔ جو دھوپ کے پہنچ جانے کی جگہ تھی اگر اللہ تعالیٰ سورج کی دھوپ کو نہ روکتے۔نمبر۲۔یہ بھی کہا گیا ہے کہ غار کی ایسی کشادہ جگہ میں تھے۔ جہاں ہوا کے جھونکے اورنسیم کی ٹھنڈک ان کو پہنچتی جس سے غار کی گھٹن ان کو محسوس نہ ہوتی تھی۔

ذٰلِكَ (یہ) جو اللہ تعالیٰ نے ان کے سلسلہ میں سورج کے میلان کا معاملہ کیا۔اور طلوع وغروب میں ان سے پھر کر گزرنا یہ ایک نشانی تھی مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کے نشانات میں سے) یعنی جو اس جانب میں تھا۔اس جانب کو دھوپ پہنچتی مگر خود ان کو کرامت کے طور پر دھوپ نہ پہنچتی تھی۔نمبر۲۔دوسرا قول یہ بھی ہے غار کا دروازہ شمالی جانب نبات نعش کے سامنے تھا۔پس وہ ایسے مقام میں تھے۔جہاں سورج کی شعاعیں کبھی نہیں پڑتیں۔اس صورت میں آیات اللہ کا مطلب یہ ہے کہ ان کی حالت اور بات یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے۔

جو اللہ کا ہوا اللہ اس کا ہوگیا:

مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ (جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے وہ ہدایت پانے والا ہے)۔جیسا کہ سبحان الذی اسریٰ میں گزرا۔یہ درحقیقت ان کی تعریف ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی خاطر جہاد کیا۔اوراپنے آپ کو اس کے سپرد کیا۔پس اللہ تعالیٰ نے اس بلند کرامت کو پانے کیلئے ان کی راہنمائی کردی۔

وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا (جس کو وہ گمراہ کردے پس ہرگز تم اس کے لئے کوئی مددگار وراہنما نہ پاؤ گے) جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کردے پس اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔

سونے کی کیفیت:

۱۸: وَتَحْسَبُهُمْ (اورتم ان کو گمان کرو گے)

قراءت: شامی وحمزہ عاصم نے اعشیٰ کے علاوہ فتحہ سین سے پڑھا ہے۔اس میں ہر ایک کو خطاب ہے۔اَيْقَاظًا (بیدار)۔یہ جمع یقظ کی ہے۔وَّهُمْ رُقُوْدٌ (حالانکہ وہ سوئے ہوئے ہیں) رقود کا معنی سوئے ہوئے۔نمبر۲۔دوسرا قول یہ ہے کہ ان کی آنکھیں کھلی تھیں اوروہ سوئے ہوئے تھے۔اسلئے دیکھنے والا ان کو بیدار خیال کرتا۔

وَّنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ (اور ہم انکو دائیں اور بائیں پلٹ رہے تھے) بعض نے کہا سال میں وہ دو پلٹیاں لیتے ایک اور قول یہ ہے کہ عاشوراء کے دن ایک ہی پلٹی ان کو دی جاتی۔(مگر نقلب کا لفظ اس تخصیص کی بجائے سونے والے کی طرح کثرت سے طبعی طور پر پلٹنے کا متقاضی ہے اور قدرت الٰہی کے اظہار کیلئے بھی یہ مناسب ہے۔واللہ اعلم۔مترجم)

وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ ۚ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ۚ قَالُوْا

اور اسی طرح ہم نے انہیں اٹھایا تا کہ وہ آپس میں سوال کریں، ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا کہ تم لوگ کتنی مدت ٹھہرے ہوگے؟ وہ کہنے لگے

لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۚ قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ ۚ فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ

کہ ایک دن یا ایک دن سے کم! بعضوں نے کہا کہ تمہارا رب ہی زیادہ جانتا ہے کہ تم کتنی مدت ٹھہرے سو تم اپنے میں سے کسی کو

بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ

یہ چاندی دے کر شہر کی طرف بھیجو، سو وہ دیکھے کہ اس شہر کے کھانوں میں کونسا کھانا زیادہ پاکیزہ ہے، سو وہ تمہارے پاس اس میں سے

بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا ﴿١٩﴾ اِنَّهُمْ اِنْ يَّظْهَرُوْا

کھانا لے آئے، اور کام کرنے میں خوش تدبیری سے کام لے اور تمہارے بارے میں کسی کو ہرگز خبر نہ دے، بے شک بات یہ ہے کہ اگر انہیں تمہارا پتہ

عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوْكُمْ اَوْ يُعِيْدُوْكُمْ فِيْ مِلَّتِهِمْ وَلَنْ تُفْلِحُوْٓا اِذًا اَبَدًا ﴿٢٠﴾

چل جائے تو تمہیں پتھر مار مار کر ہلاک کر دینگے یا اپنے دین میں لوٹا لینگے اور تم ہرگز کامیاب نہ ہوگے۔

وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ (اور انکا کتا اپنے دونوں اگلے ہاتھ پھیلانے والا تھا) یہ ماضی کی حالت کا تذکرہ ہے کیونکہ ماضی کے معنی میں لینے سے اسم فاعل عمل نہیں کرتا۔ بِالْوَصِيْدِ (چوکھٹ پر) صحن میں نمبر۲۔ چوکھٹ پر۔ لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ (اے مخاطب! اگر تم ان کو جھانک کر دیکھ پاؤ) لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ (تو تو ان سے منہ موڑ لے گا اور بھاگ کھڑا ہوگا) فِرَارًا (بھاگنا) مصدر ہونے کی وجہ سے منصوب ہے کیونکہ معنی وَلَّيْتَ مِنْهُمْ کا ہے کہ تو ان سے بھاگ جائے گا۔

وَّ لَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا (اور تو ضرور بھر جائے گا ان کے رعب سے) مبالغہ ہے حجازی نے مُلِّئت کی لام پر تشدید پڑھی ہے۔ رُعباً تمیز ہے۔ علی اور شامی نے ضم راء کے ساتھ پڑھا۔ رُعب اس خوف کو کہا جاتا ہے جس سے سینہ مرعوب ہو جائے یعنی بھر جائے۔ اور یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر رعب کا لباس پہنا دیا تھا۔ یا نمبر۲۔ ان کے ناخنوں اور بالوں کی لمبائی اور ان کے اجسام کے بڑے ہونے کی وجہ سے (مگر یہ بات درست نہیں کیونکہ جب وہ اٹھے تو کسی چیز میں تغیر نہ پا کر انہوں نے لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ورنہ بالوں وغیرہ کا بڑھنا تو کھلی علامت طویل ٹھہرنے کی تھی۔ جو کسی معمولی عقل سے بھی مخفی نہیں چہ جائیکہ ان عقل مند ترین لوگوں سے فافهم و تدبر)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق آیا ہے کہ انہوں نے غزوۂ روم میں اس کہف سے گزر کیا۔ پس انہوں نے کہا میں غار میں داخل ہونے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا اس کو جو تم سے بہت بہتر تھے یہ کہا گیا لو ولّیت منهم فرارًا پھر ان کے حکم سے ایک جماعت غار میں داخل ہوئی ان کو ہوا نے جلا دیا۔

۱۹: وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ (اور اسی طرح ہم نے ان کو اٹھایا) جس طرح ہم نے اس نیند سے ان کو سلایا۔ اسی طرح ہم نے ان کو سلانے اور اٹھانے پر قدرت کے اظہار کے لئے ان کو بیدار کیا۔ لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ (تا کہ وہ آپس میں سوال و جواب کریں) اور ایک دوسرے کی حالت کو پہچانیں اور اپنے ساتھ اللہ کے سلوک کو معلوم کر کے مزید عبرت حاصل کریں اور اس کی عظیم قدرت پر اس سے استدلال کریں جس سے ان کے یقین میں مزید اضافہ ہو اور اللہ نے جوان پر انعام فرمایا اس کا شکریہ ادا کریں۔ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ (ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا) یعنی ان کے سربراہ نے کہا كَمْ لَبِثْتُمْ (تم کتنا ٹھہرے ہو۔) یعنی تمہارے ٹھہرنے کی مدت کتنی ہے۔ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ (انہوں نے کہا ہم ایک دن یا دن کا کچھ حصہ ٹھہرے ہیں) انکا یہ جواب غالب ظن کی بنا پر تھا۔ اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ اجتہاد جائز ہے اور اس بات کی بھی دلیل ہے کہ ظن غالب سے بات کہی جاسکتی ہے۔ قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ (وہ کہنے لگے تمہارے رب کو بخوبی علم ہے کہ تم لوگ کتنی دیر رہے ہو) یعنی تمہارے ٹھہرنے کی مدت کتنی ہے۔ یہ بعض کی طرف سے پہلوں کی بات کا انکار ہے گویا کہ انہوں نے دلائل سے معلوم کر لیا یا ابہام سے ان کو معلوم ہوا کہ مدت طویل ہے۔ جس کی مقدار اللہ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ تفسیری روایت میں ہے کہ وہ غار میں چاشت کے وقت داخل ہوئے اور زوال کے بعد بیدار ہوئے پس انہوں نے گمان کیا کہ وہ اسی دن میں ہیں جب انہوں نے اپنے ناخنوں اور بالوں کی لمبائی کو دیکھا تو یہ کہا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اسی آیت سے یہ استدلال کیا کہ ان کی صحیح تعداد سات ہے کیونکہ آیت میں یہ بات فرمائی گئی قال قائل تو یہ قائل ایک ہوا قالوا اس کے جواب میں انہوں نے لبثنا یوما اَوْ بَعْض يَوْم کہا اور قالوا کم سے کم تین کیلئے بولا جاتا ہے کیونکہ وہ جمع ہے۔ پھر کہا ربکم اعلم تو کم بھی جمع جو کم سے کم تین کے لئے ہیں اس لحاظ سے وہ سات ہو گئے۔

باہمی مکالمہ:

فَابْعَثُوْا اَحَدَكُمْ (پس تم اپنے میں سے ایک کو بھیجو) گویا کہ انہوں نے کہا تمہارا رب اس بات کو اچھی طرح جانتا ہے اس مدت کو صحیح جاننے کا راستہ تمہارے پاس نہیں ہے۔ پس دوسری اہم چیز کو تم اختیار کرو کہ اپنے میں کسی ایک یعنی یملیخا کو بھیجو۔ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖ (اپنا یہ روپیہ دے کر) یہ چاندی کے روپے تھے یا فقط چاندی تھی جس پر مہر نہ تھی۔ قراءت: ابوبکر، حمزہ اور ابوعمرو نے ورق کو راء کے سکون کے ساتھ پڑھا ہے۔ اِلَى الْمَدِيْنَةِ (شہر کی طرف) اس شہر کا نام ترسوس تھا۔ وہ اپنے ساتھ گھر سے نکلتے وقت چاندی لائے تھے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ خرچہ اپنے ساتھ لے جانا اور وہ چیزیں جو مسافر کیلئے کام آسکتی ہوں۔ یہ اللہ پر توکل کرنے والوں کی شان ہے۔ یہ ان لوگوں کا وطیرہ نہیں جو اتفاق پر بھروسہ کیا کرتے ہیں اور لوگوں کے برتنوں میں پائے جانے والے نفقات پر جن کی نگاہ ہوتی ہے بعض علماء کے بارے میں وارد ہے کہ ان کو بیت اللہ کا بہت شوق تھا۔ اور وہ فرمایا کرتے تھے اس سفر کیلئے دو چیزیں ضروری ہیں۔ شد الهميان والتوكل على الرحمان نمبرا۔ ہمیانی پاس ہو۔ نمبر۲۔ رحمان پر بھروسہ ہو۔ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ (پس وہ دیکھ لے کون سا ان میں سے) یعنی اس شہر کے رہنے والوں میں سے۔ یہاں مضاف کو حذف کر دیا جس طرح کہ اس آیت میں ہے: واسئل القرية [یوسف: ۸۲] ایٌّ مبتدا ہے۔ اور اس کی خبر ازکی ہے۔

وَكَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَا

اور اسی طرح ہم نے ان پر مطلع کر دیا تا کہ وہ اس بات کو جان لیں کہ بلاشبہ اللہ کا وعدہ حق ہے، اور یہ کہ قیامت آنیوالی ہے

رَيْبَ فِيْهَا ۚ اِذْ يَتَنَازَعُوْنَ بَيْنَهُمْ اَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا ؕ رَبُّهُمْ

اس میں کوئی شک نہیں، جب کہ وہ لوگ اپنے درمیان ان کے بارے میں جھگڑ رہے تھے سوانہوں نے کہا کہ ان کے اوپر عمارت بنا دو ان کا رب

اَعْلَمُ بِهِمْ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓى اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا ﴿۲۱﴾

ان کوخوب جانتا ہے جولوگ ان کے معاملہ میں غالب ہوئے انہوں نے کہا کہ ہم ضرور ضرور ان پر مسجد بنائیں گے۔

اَزْکٰی کا معنی زیادہ پاکیزہ یعنی حلال اور پاکیزہ یا مقدار میں زیادہ اور سستا طَعَامًا (کھانا) یہ تمیز ہے۔ فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ (پس وہ اس میں سے تمہارے پاس کچھ کھانا لے آئے اور خوش تدبیری سے کام لے) یعنی خرید وفروخت کے معاملے میں بتکلف نرمی اختیار کرے تا کہ غبن واقع نہ ہو یا معاملے کو پوشیدہ رکھنے کی صورت میں خوش تدبیری سے کام لے تا کہ کسی کو پتہ نہ چل سکے۔ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا (اور کسی کو تمہاری سن گن نہ ہونے پائے) یعنی کوئی ایسی حرکت نہ کرے جس سے نادانستگی میں تمہارے متعلق پتہ چل جائے۔ اس نادانستہ حرکت کا نام اشعار رکھا کیونکہ یہ سبب اشعار ہے۔ (یعنی سبب اطلاع ہے)۔

۲۰: اِنَّهُمْ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ کیونکہ اگر ان لوگوں نے تمہاری اطلاع پائی۔ انہم کی ضمیر اہل کی طرف جارہی ہے جو کہ ایھا میں مقدر ہے اور ان یظھر کا مطلب مطلع ہونا اور قابو پالینا ہے۔ يَرْجُمُوْكُمْ وہ تم کو سنگسار کر دیں گے۔ یعنی بدترین انداز سے تمہیں قتل کر دیں گے۔ اَوْيُعِيْدُوْكُمْ فِيْ مِلَّتِهِمْ (یا وہ تم کو اپنے مذہب میں لوٹا لیں گے زبردستی۔ یہاں عود کا معنی صیرورت ہو جانا اور یہ کلام عرب میں کثرت سے استعمال ہوتا ہے۔ (صیرورت کا معنی داخل کرنا) وَلَنْ تُفْلِحُوْٓا اِذًا اَبَدًا (اور اس وقت کبھی بھی تم فلاح نہیں پاؤ گے) اذا یہاں شرط پر دلالت کر رہا ہے تقدیر عبارت اس طرح ہوگی ولن تفلحوا ان دخلتم فی دینھم ابدًا۔ یعنی تم ہرگز کامیاب نہ ہو گے اگر تم ان کے دین میں کبھی بھی داخل ہو گئے۔

۲۱: وَكَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ (اور اسی طرح ہم نے لوگوں کو ان کے متعلق مطلع کر دیا) اور جیسا کہ ہم نے سلایا اور ان کو نیند سے جگایا اسی طرح ان کے بارے میں لوگوں کو حکمت کی بناء پر مطلع کر دیا۔ لِيَعْلَمُوْٓا (تا کہ وہ لوگ اس بات کا یقین کر لیں) یعنی وہ لوگ جن کو ہم نے ان کے حالات کے متعلق مطلع کیا۔ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ (کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے) وعدہ سے بعث بعد الموت والا وعدہ مراد ہے۔ حق کا مطلب یہ ہے کہ یقیناً ہو کر رہے گا۔ کیونکہ ان کی نیند والی حالت اور اس کے بعد اس سے بیداری والی کیفیت اس آدمی جیسی ہے جو فوت ہو پھر اس کو اٹھایا جائے۔ وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيْهَا (اور بیشک قیامت میں کوئی شبہ نہیں) وہ ان کے معاملے سے بعث کے صحیح ہونے پر استدلال کریں گے۔ اِذْ يَتَنَازَعُوْنَ (جب کہ وہ ان کے متعلق باہمی جھگڑ رہے تھے) یہ اَعْثَرْنَا کے متعلق ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے: اعثرنا هم علیهم حین یتنازع اهل ذلك الزمان۔ ہم نے ان کے متعلق اس

وقت لوگوں کو مطلع کیا جبکہ اس زمانہ کے لوگ باہم جھگڑ رہے تھے۔ بَيْنَهُمْ اَمْرَهُمْ (اپنے درمیان ان کے معاملہ میں) یعنی اپنے دین کے معاملہ میں اور حقیقت بعث کے متعلق اختلاف کر رہے تھے (ان میں سے بعض کہتے تھے کہ فقط ارواح کو اٹھایا جائے گا اجساد کو نہیں اور دوسروں کا کہنا یہ تھا کہ روح مع الجسد اٹھائی جائے گی) تا کہ اختلاف رفع ہو جائے اور معاملہ کھل جائے کہ اجسام کو حس کے ساتھ زندہ کر کے ارواح کے موت سے پہلے والے تعلق کو بحال کر دیا جائیگا۔

فَقَالُوا (انہوں نے کہا) جب اصحاب کہف مر گئے۔ ابْنُوْا عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا (ان کے پاس کوئی عمارت بنا دو) ان کی غار کے دروازے پر عمارت بنا دو تا کہ لوگ غار کے اندر نہ گھس سکیں ان کی قبور کی حفاظت کیلئے جیسا کہ قبر رسول ﷺ کو چار دیواری سے محفوظ کر دیا گیا (مگر یہ قیاس درست معلوم نہیں ہوتا کیونکہ آپ کی قبر مبارک تو پہلے ہی خصوصیت نبوت کی بناء پر مکان کے اندر بنائی گئی نہ کہ بعد میں چار دیواری کی گئی) رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ (انکا رب ان کو خوب جانتا تھا) یہ آپس میں تنازع کرنے والوں کا کلام ہے گویا انہوں نے باہمی مذاکرہ کیا اور ان کے انساب و احوال کی طرف کلام کو منتقل کیا اور ان کی مدتِ قیام میں بھی گفتگو کی جب ان تمام معاملات میں حقیقت کی طرف راستہ نہ ملا تو اس وقت کہنے لگے **ربهم اعلم بهم** کہ رب تعالیٰ کو ان کے متعلق حقیقت حال کا علم ہے۔

نمبر۲۔ یا یہ ادخال الٰہی ہے اور اللہ تعالیٰ نے ایسی فضول بحثوں میں پڑنے والوں کو فرمایا میں انکا رب ان کی حقیقت کی صحیح خبر رکھتا ہوں۔ قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓى اَمْرِهِمْ (ان لوگوں نے کہا جو اپنے کام پر غالب تھے) یعنی مسلمان اور حکام اور وہ ان کے قریبی عزیز بھی تھے اور ان کے قریب تعمیر کے زیادہ حقدار تھے۔ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ (ہم ضرور ان کے پاس بنائیں گے) غار کے دروازے پر مَّسْجِدًا (ایک مسجد) جس میں مسلمان نماز ادا کریں گے اور ان کے مقام سے برکت پائیں گے۔ روایت تفسیر یہ میں ہے کہ اہل انجیل نے بڑے بڑے گناہوں کا ارتکاب شروع کر دیا اور ان کے بادشاہوں نے سرکشی اختیار کر کے بتوں کی عبادت شروع کر دی اور لوگوں کو ان کی عبادت پر مجبور کیا۔ ان سخت پسندوں میں دقیانوس تھا۔ اس نے اپنے قوم کے نوجوانوں کو شرک میں مبتلا کرنے کا ارادہ کیا اور ان کو شرک اختیار نہ کرنے کی صورت میں قتل کی دھمکی دی۔ مگر انہوں نے ایمان پر ثابت قدمی دکھائی اور اس میں پختگی اختیار کی۔ پھر انہوں نے غار کی طرف فرار اختیار کیا۔ انکا گزر ایک کتے کے پاس سے ہوا وہ بھی ان کے پیچھے چل دیا۔ انہوں نے اس کو بہت بھگایا مگر وہ انکا پیچھا کرنے سے باز نہ آیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو بولنے کی زبان دی۔ اس نے کہا تم میرے متعلق کیا چاہتے ہو؟ مجھے اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ بندوں سے محبت ہے تم جب آرام کرو گے۔ تو میں تمہاری حفاظت کرونگا۔

تفسیری روایات سے تفصیل:

دوسرا قول یہ ہے کہ انکا گزر ایک چرواہے کے پاس سے ہوا جس کے ساتھ کتا تھا۔ چرواہا ایمان لے آیا اور وہ تمام غار میں جا بیٹھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے کانوں کو تھپکی دے کر سلا دیا۔ اور ان کے اٹھانے سے پہلے وہاں کی حکمرانی ایک نیک صالح مؤمن آدمی کو دے دی۔ اس کے زمانہ حکومت میں لوگوں کے مابین بعث میں اختلاف ہوا۔ ہر دو فریق ضد پر تھے۔ بادشاہ اپنے گھر میں

سَيَقُولُونَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ وَيَقُولُونَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًا

کچھ لوگ یوں کہیں گے کہ یہ تین آدمی ہیں چوتھا انکا کتا ہے اور کچھ لوگ کہیں گے کہ یہ پانچ آدمی ہیں چھٹا ان کا کتا ہے اٹکل پچو غیب پر

بِالْغَيْبِ ۚ وَيَقُولُونَ سَبْعَةٌ وَّثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ قُلْ رَّبِّيٓ أَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ مَّا

حکم لگا رہے ہیں اور کچھ لوگ کہیں گے کہ وہ سات ہیں اور آٹھواں ان کا کتا ہے آپ فرما دیجئے میرا رب ان کی تعداد کو خوب جاننے والا ہے،

يَعْلَمُهُمْ إِلَّا قَلِيلٌ ۗ فَلَا تُمَارِ فِيهِمْ إِلَّا مِرَآءً ظَاهِرًا ۖ وَّلَا تَسْتَفْتِ فِيهِمْ

ان کو نہیں جانتے مگر تھوڑے سے لوگ سو آپ ان کے بارے میں سرسری بحث کے علاوہ زیادہ بحث نہ کیجئے اور ان کے بارے میں کسی سے بھی

مِّنْهُمْ أَحَدًا ﴿٢٢﴾

سوال نہ کیجئے۔

داخل ہوا۔اور اپنا دروازہ بند کر کے ٹاٹ کا لباس پہن لیا۔اور زمین پر بیٹھ کر بارگاہ الٰہی میں اس مسئلے کا حل طلب کیا۔اللہ تعالیٰ نے اس کے ایک چرواہے کے دل میں بات ڈال دی جس نے اس رکاوٹ کو جوان کی غار کے منہ پر تھی گرادیا تاکہ اس کو بکریوں کا باڑہ بنائے۔ جب وہ کھانا خریدنے کیلئے شہر میں داخل ہوا اور اس نے سکہ نکالا تو وہ دقیانوس کا مہر شدہ تھا۔لوگوں نے اس کو اس تہمت میں گرفتار کرلیا کہ اس نے خزانہ پالیا ہے۔وہ اس کو پکڑ کر بادشاہ کے پاس لے گئے۔اس نے اپنا واقعہ ان کو من وعن بیان کردیا۔ بادشاہ شہر والوں سمیت ان کی ملاقات کیلئے آیا اور ان کو آنکھوں سے دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی تعریف کی کہ اس نے بعث بعد الموت کی دلیل مہیا کردی۔ پھر ان نوجوانوں نے بادشاہ کو کہا ہم تمہیں الوداع کہتے ہیں اور جن وانس کے شرّ سے تیرے لئے پناہ کی دعا کرتے ہیں۔پھر وہ اپنی خوابگاہوں کی طرف واپس لوٹ آئے اللہ تعالیٰ نے ان کی ارواح کو قبض کرلیا۔بادشاہ نے ان پر اپنا کپڑا بطور کفن ڈال دیا۔اور ہر ایک کیلئے سونے کا تابوت بنایا۔مگر خواب میں اس نے دیکھا کہ وہ سونے کو ناپسند کرتے ہیں تو اس نے ساگوان کی لکڑی سے تابوت تیار کر کے اس میں دفن کردیا۔اور غار کے منہ پر ایک مسجد تعمیر کرادی۔

تعداد میں تنازعہ:

۲۲: سَيَقُولُونَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ وَيَقُولُونَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًا بِالْغَيْبِ وَيَقُولُونَ سَبْعَةٌ وَّثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ (بعض لوگ تو کہیں گے وہ تین ہیں چوتھا انکا کتا اور بعض کہیں گے وہ پانچ ہیں چھٹا انکا کتا اور یہ لوگ بلاتحقیق اندھیرے میں تیر چلا رہے ہیں اور بعض لوگ کہیں گے، سات ہیں آٹھواں انکا کتا) سیقولون کی ضمیر ان لوگوں کی طرف راجع ہے جو آپ ﷺ کے زمانہ اقدس میں اہل کتاب اور مؤمنین میں سے جو اس قصہ کے متعلق گفتگو کر رہے تھے انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا تو جواب کو ان کے سلسلہ میں وحی تک مؤخر کیا گیا۔پس یہ آیت ان کے مابین اختلاف کی حقیقت بتلانے کیلئے اتاری گئی

کہ ان میں جو گروہ ان کی تعداد سات اور آٹھواں کتا بتلاتا ہے وہ صحیح ہے۔

اور ایک تفسیری روایت یہ بھی ہے کہ سید اور عاقب اور ان کے ساتھ آنے والے نجرانی افراد آنحضرت ﷺ کی خدمت میں تھے۔ اصحاب کہف کا تذکرہ چھڑ گیا۔ تو سید نے کہا یہ یعقوبی تھا۔ کہ وہ تین تھے اور چوتھا انکا کتا تھا۔ عاقب نے طرح دی اور یہ نسطوری تھا۔ کہ وہ پانچ تھے اور چھٹا انکا کتا تھا۔ مسلمانوں نے کہا وہ سات تھے۔ اور آٹھواں انکا کتا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی بات کی تصدیق فرمادی۔ مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ کے اطلاع دینے سے یہ بات کہی جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر آئے۔

اسمائے اصحابِ کہف:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ وہ سات تھے ان کے نام یہ تھے۔ نمبرا۔ یملیخا نمبر۲۔ مکشلینا نمبر۳۔ مثلبینا یہ بادشاہ کے دائیں جانب کے مقرب تھے اور اس کے بائیں جانب والے نمبر۴۔ مرنوش نمبر۵۔ دبرنوش نمبر۶۔ شاذنوش بادشاہ ان چھ سے مشاورت کرتا تھا۔ ساتواں وہ چرواہا **کعسططیونس** جو ایمان لا کر ان کے ساتھ دقیانوس کی حکومت سے بھاگا۔ ان کے شہر کا نام افسوس اوران کے کتے کا نام قطمیر تھا۔ [الطبرانی الاوسط]

نحو: **سیقولون** میں سین استقبال کیلئے ہے۔ اگرچہ پہلے فعل پر داخل ہے۔ بقیہ دونوں افعال بوجہ عطف اس کے حکم میں داخل ہیں۔ جیسا کہ **قد اکرم و انعم** اس جملہ میں دونوں فعلوں میں توقع کا معنی مراد لیا گیا ہے۔ یا **یفعل** سے استقبال کا معنی مراد لیا جائے جو کہ اس کے مناسب ہے۔ **ثلاثۃ** یہ مبتدا محذوف کی خبر ہے۔ ای **ھم ثلاثۃ** اسی طرح **خمسۃ**، **سبعۃ** ۔ **رَابِعُھُمْ کلبھم** یہ جملہ اسمیہ ثلاثۃ کی صفت ہے۔ اسی طرح **سادسھم کلبھم** اور **ثامنھم کلبھم** جملے ان کی صفت ہیں۔

رجما بالغیب (یہ بے تحقیق اندھیرے میں تیر چلا رہے ہیں) یہ مخفی خبر واطلاع سے اٹکل لگا رہے ہیں۔ اور اسی کو لا رہے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا **ویقذفون بالغیب** [سبا: ۵۳] یعنی وہ پوشیدہ بات اٹکل سے کرتے ہیں۔ یا نمبر۲۔ **الرجم** کو **الظن** کی جگہ رکھا گویا اس طرح کہا **ظنًا بالغیب** غیب کے متعلق گمان لڑاتے ہیں کیونکہ اہل عرب اکثر کہتے ہیں: **رجم بالظن** بجائے اس کے کہ ظن فلان کہتے۔ یہاں تک کہ ان کے ہاں دونوں تعبیروں میں کوئی فرق نہیں رہا۔

واؤ جو تیسرے جملہ پر داخل ہوئی ہے۔ یہ وہ واؤ ہے جو اس جملہ پر لائی جاتی ہے جو نکرہ کی صفت بنے جیسا کہ اس جملہ پر جو معرفہ سے حال بنے اس پر واؤ آتی ہے مثلاً **جاء نی رجل ومعہ آخر و مررت بزید و فی یدہ سیف**۔ واؤ کا فائدہ نمبرا۔ یہ ہے کہ صفت موصوف کے ساتھ تاکیداً متصل ہے۔ نمبر۲۔ موصوف کا اس صفت سے متصف ہونا ایک ثابت شدہ بات ہے۔ نمبر۳۔ یہی وہ واؤ ہے جس نے یہ اعلان کیا کہ جنہوں نے کہا **سبعۃ و ثامنھم کلبھم** انہوں نے حقیقت ثابتہ بتلائی۔ انہوں نے اٹکل کا تیر نہیں چلایا۔ جیسا کہ دوسروں نے کیا۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے دونوں اقوال کے بعد **رجمًا بالغیب** فرمایا اور تیسرے اس قول کے بعد یہ ارشاد لائے۔ **قُلْ رَّبِّیْٓ اَعْلَمُ بِعِدَّتِھِمْ** (یعنی کہہ دیں کہ میرا رب ان کی صحیح تعداد کو جانتا ہے) اور اس نے تمہیں اس کی خبر **سبعۃ و ثامنھم کلبھم** کہہ کر دے دی ہے۔

وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ﴿۲۳﴾ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ

اور کسی چیز کے بارے میں آپ ہرگز یوں نہ کہیں کہ میں اسے کل کردونگا مگر یہ کہ اس کے ساتھ اللہ کی مشیت کا ذکر بھی کردیں، اور جب آپ بھول جائیں تو

اِذَا نَسِیْتَ وَقُلْ عَسٰٓی اَنْ یَّهْدِیَنِ رَبِّیْ لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا ﴿۲۴﴾

اپنے رب کو یاد کریں اور آپ یوں کہہ دیجئے کہ امید ہے میرا رب مجھے وہ بات بتادے گا جو ہدایت کے اعتبار سے اس سے قریب تر ہے۔

مَّا یَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِیْلٌ (اور نہیں ان کو جانتے مگر تھوڑے) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا میں ان قلیل میں سے ہوں دوسرا قول یہ ہے کہ الا قلیل سے مراد اہل کتاب میں سے قلیل یعنی عنقریب ان کے متعلق اہل کتاب طرح طرح کی باتیں کہیں گے مگر ان کو اس کا کچھ بھی علم نہیں سوائے قلیل لوگوں کے ان کی اکثریت گمان وتخمین کی پیرو ہے۔

فَلَا تُمَارِ فِیْهِمْ (پس ان کے متعلق بحث نہ کریں) یعنی اصحاب کہف کے متعلق اہل کتاب سے مجادلہ ومباحثہ نہ کریں اِلَّا مِرَآءً ظَاهِرًا (مگر سرسری بحث) مگر سرسری بات چیت۔ کرید کی ضرورت نہیں اور وہ اس طرح ہے کہ آپ ان کے سامنے وہ واقعہ بیان فرمادیں جو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی اتارا پس یہی کافی ہے۔ اس میں کسی قسم کا اضافہ نہ فرمائیں ان کی تجہیل کیلئے۔ نمبر۲۔ لوگوں کے سامنے واقعہ بتلا دیں تا کہ آپ کی صداقت ظاہر ہو جائے۔

وَّ لَا تَسْتَفْتِ فِیْهِمْ مِّنْهُمْ اَحَدًا (اور آپ ان کے متعلق ان میں سے کسی سے استفتاء نہ کریں) کسی سے ان کے قصہ کے متعلق سوال نہ کریں۔ ایسا سوال جو متعنت لوگ کرتے ہیں۔ تا کہ اسے کسی بات کے کہنے کا موقع ملے اور پھر آپ اس کی تردید فرمائیں۔ اور پھر وہ بکے جو اس کے پاس ہو۔ اور نہ ہی راہنمائی حاصل کرنے کیلئے کسی سے سوال کریں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ آپ کو ان کے قصہ کی صحیح راہنمائی فرمادی (کہ جس پر نہ اضافہ ہوسکتا ہے اور نہ حاجت ہے)۔

کل کا وعدہ ان شاء اللہ سے کرو:

۲۳: وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ (اور آپ کسی کام کی نسبت یوں نہ کہا کریں کہ میں اس کو کل کردونگا) کسی چیز کے متعلق تو پختہ ارادہ کرے اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ (کہ بیشک میں اس کو کرنے والا ہوں) اس چیز کو غَدًا (کل زمانہ مستقبل میں) خاص کل کا دن مراد نہیں۔ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ (مگر یہ کہ چاہے اللہ تعالیٰ) نمبرا۔ آپ اس وقت کہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کی اجازت دے دیں۔ نمبر۲۔ تم ہرگز اس کو نہ کہو مگر یہ کہ چاہے اللہ یعنی اس کی مشیت سے۔ یہ حال واقع ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہوگی الا متلبسًا بِمَشِیّة اللّٰه قائلا ان شاء اللّٰه مگر اس حال میں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ملا ہوا ہو تم کہنے والے ہو، انشاء اللّٰه

زجاج کا قول:

اس کا معنی یہ ہے تم ہرگز نہ کہو کہ میں اس کو کروں گا مگر اللہ تعالیٰ کی مشیت سے۔ کیوں کہ جب کہا جائے انا افعل ذلك ان شاء اللّٰه تو اس کا مطلب ہے کہ میں اس کو نہیں کرونگا مگر اللہ تعالیٰ کی مشیت سے۔ یہ نہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے تادیب کیلئے ہے۔

جبکہ یہود نے قریش کو کہا تم اس سے روح، اصحاب کہف اور ذوالقرنین کے متعلق سوال کرو۔ انہوں نے سوال کیا آپ نے فرمایا تم کل میرے پاس آجاؤ میں تمہیں بتلا دوں گا۔ اور آپ نے استثناء نہ کیا۔ پس وحی میں دیر ہوگئی یہاں تک کہ آپ پر گراں گزرا۔

ذکر کا حکم:

۲۴: وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ (اور جب آپ بھول جائیں تو اپنے رب کا ذکر کریں) جب مشیت رب سے متعلق کرنا۔ فرط نسان سے بھول جائیں تو کہیں انشاء اللہ۔ اذا نسیت کا معنی کلمہ استثناء کا بھولنا ہے۔ پھر آپ اس پر متنبہ ہو کر انشاء اللہ کہہ کر تدارک کریں حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ مجلس ذکر میں جب تک ہو اس وقت تک بعد میں انشاء اللہ کہنے سے تدارک ہوسکتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ایک سال کے بعد یاد آئے تب بھی انشاء اللہ سے تدارک ہو جائے گا۔ یہ ارشاد اس انشاء اللہ کا ہے۔ جو بطور تبرک کے کہا جائے۔ البتہ وہ استثناء جو حکم کو بدلنے والا ہے وہ متصل ہی درست ہے۔

نکتہ: حکایت ہے کہ منصور عباسی خلیفہ کو اطلاع ملی کہ ابو حنیفہ نے استثناء منفصل میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مخالفت کی ہے۔ منصور نے آپ کو دربار میں بلایا تاکہ آپ کی تنکیر کرے۔ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ اعتراض آپ پر وارد ہوتا ہے۔ آپ خلافت کی بیعت قسم کے ساتھ لوگوں سے لیتے ہیں۔ کیا آپ پسند کرتے ہیں۔ کہ وہ جب آپ کے پاس سے باہر نکل کر جائیں تو وہ استثناء کر دیں اور آپ کی بیعت سے نکل جائیں۔ منصور کو امام صاحب کی یہ بات بہت پسند آئی اور جس نے اس کے ہاں امام صاحب کی چغلی کھائی تھی اس کو نکال دینے کا حکم جاری کیا۔

نمبر۲۔ اس کا معنی یہ ہے تم اپنے رب کو یاد کرو تسبیح و استغفار کے ساتھ جبکہ استثناء کا کلمہ رہ جائے تاکہ شدت سے اس کا اہتمام ہو جائے۔ اور بھول چوک سے بچت رہے۔ نمبر۳۔ نماز جب بھول کر رہ جائے تو جب یاد آئے اس کو ادا کرلیا کریں۔ نمبر۴۔ جب تم وہ کہنا بھول جاؤ تو اس کو یاد کرلو تاکہ وہ بھولا ہوا ہو یاد دلائے۔

وَقُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّهْدِيَنِ رَبِّيْ لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا (اور کہہ دیں کہ مجھے امید ہے کہ میرا رب اس سے بھی زیادہ بہتری کو قریب الوصول بنا دے گا) یعنی جب کوئی چیز تو بھول جائے تو اپنے رب کو یاد کر اور بھولنے کے وقت رب کا ذکر اس طرح ہے کہ تم کہو عسی ربی ان یهدین یعنی لِشیءٍ اٰخرَ بدل هذا المنسی اقرب منه رشدا وادنٰی خیرًا و منفعة یعنی امید ہے کہ میرا رب میری راہنمائی کرے گا کسی اور چیز کی طرف جو اس بھولی ہوئی چیز کے بدلے میں ہوگی اور راہنمائی کیلئے اس سے زیادہ قریب اور فائدے اور بھلائی میں اس سے نزدیک تر ہوگی۔

قراءت: ان یهدین، ان ترن، ان یوتین، ان تعلمن مکی نے دونوں حالتوں میں اسی طرح پڑھا اور ابو عمرو نے اس کی موافقت کی اور مدنی نے صرف وصل میں پڑھا۔

وَلَبِثُوا فِي كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِيْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا ﴿۲۵﴾ قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ

اور وہ لوگ اپنے غار میں تین سو سال رہے اور نو برس مزید اوپر گزر گئے۔ آپ فرما دیجئے کہ اللہ ہی خوب جاننے والا ہے

بِمَا لَبِثُوْا لَهٗ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَبْصِرْ بِهٖ وَاَسْمِعْ مَا لَهُمْ مِّنْ

کہ وہ کتنی مدت رہے اسی کو آسمانوں اور زمین کے غیب کا علم ہے وہ کیا ہی دیکھنے والا ہے اور کیا ہی سننے والا ہے، ان لوگوں کا اس کے سوا

دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا يُشْرِكُ فِي حُكْمِهٖۤ اَحَدًا ﴿۲٦﴾

کوئی مددگار نہیں اور وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں فرماتا۔

غار میں تین سو نو سال قیام:

۲۵: وَلَبِثُوْا فِيْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِيْنَ (اور وہ ٹھہرے رہے اپنے غار میں تین سو سال) مراد اس سے زندگی کی حالت میں انکا اس میں ٹھہرنا ہے۔ جبکہ اس مدت میں ان کے کانوں پر نیند کی تھپکی دیدی گئی تھی یہ فضر بنا علی اذانهم الی آخرہ میں جس کو مجمل رکھا گیا تھا اس کا بیان ہے اور سنین کا لفظ یہ ثلث مائة کا عطف بیان ہے۔

قراءت: حمزہ اور علی نے ثلاثة مائة سنين اضافت کے ساتھ پڑھا اس طرح کہ تمیز میں جمع کو واحد کی جگہ رکھ دیا گیا جیسا کہ دوسری آیت میں بھی موجود ہے بالا کثرین اعمالا [الکہف: ۳] وَازْدَادُوْا تِسْعًا (اور نو برس زیادہ رہے)۔

نحو: یہاں تِسْعًا کے بعد بھی اس کی تمیز تِسْعًا ہے کیونکہ ماقبل میں بھی دلالت موجود ہے اور تسعاً مفعول بہ ہے کیونکہ زَادَ دو مفعولوں کو چاہتا ہے اور اِزْدَادَ ایک ہی مفعول کو چاہتا ہے۔

حقیقی مدت کا علم اللہ کے پاس ہے:

۲٦: قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا (آپ کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں کہ کتنا زمانہ تک وہ رہے) یعنی اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جانتے ہیں جنہوں نے ان کی مدت قیام میں اختلاف کیا اور حق وہی ہے جس کی اس نے تمہیں خبر دے دی۔ نمبر۲۔ اہل کتاب کے کلام کی حکایت ہے۔ اور قل الله اعلم سے ان کی تردید فرمائی۔ جمہور علماء کا قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے غار میں مدتِ قیام کی خبر دی گئی ہے کہ وہ اپنی غار میں اتنی مدت ٹھہرے۔

لَهٗ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اس کے لئے آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ چیزیں ہیں) اسی کی ملکیت وتصرف میں ہیں۔ اس آیت میں آسمان وزمین کی پوشیدہ چیزوں کے علم کا خصوصاً تذکرہ فرمایا اور ان کے اندر رہنے والوں کے مخفی احوال کی خبر اسے ہی ہے۔ اَبْصِرْ بِهٖ وَاَسْمِعْ وہ عجیب طرح کا سننے اور دیکھنے والا ہے۔ اَسْمِعْ کے بعد بھی بہٖ مقدر ہے۔ مطلب یہ ہے وہ ہر موجود کو کیا خوب دیکھنے اور ہر مسموع کو کیا خوب سننے والا ہے۔ مَا لَهُمْ (اور ان کے لئے نہیں ہے) اہل سمٰوٰت وارض کیلئے مِّنْ دُوْنِهٖ

وَاتْلُ مَآ اُوْحِىَ اِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ ۚ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَلَنْ تَجِدَ مِنْ

اور آپ کے رب کی کتاب جو آپکی طرف وحی کی گئی اسکی تلاوت کیجئے اسکے کلمات کو کوئی بدلنے والا نہیں اور ہرگز آپ اسکے

دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ﴿۲۷﴾ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ

سوا کوئی پناہ کی جگہ نہ پائینگے اور جو لوگ صبح شام اپنے رب کو پکارتے ہیں انکے ساتھ اپنے کو مقید رکھئے

يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ

یہ لوگ اسکی رضا کے طالب ہیں اور آپ ایسا نہ کریں کہ دنیا والی زندگی کی زینت کے ارادہ سے ان سے آپ کی نظریں ہٹ جائیں

وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ﴿۲۸﴾

اور ایسے شخص کی بات نہ مانئے جسکے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور جو اپنی خواہش کے پیچھے لگ گیا، اور اسکا حال حد سے آگے بڑھ گیا،

مِنْ وَّلِيٍّ (اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی کارساز) جو ان کے امور کا متولی و ذمہ دار ہو۔ وَّ لَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖٓ اَحَدًا (اور نہ وہ اپنے حکم میں ان میں سے کسی کو شریک کرتا ہے) حکمہ سے مراد فیصلہ۔ احداً سے مراد ان میں سے کسی ایک کو۔

قراءت: شامی نے اس کو نہی قرار دیکر لاتشرک پڑھا ہے۔

۲۷: کفار اکثر کہا کرتے ائت بقراٰن غیر ھذا او بدلہ [یونس: ۱۵] اس کے جواب میں فرمایا۔

کفار کا جواب:

وَاتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ (آپ کے پاس آپ کے رب کی طرف سے جو کتاب بذریعہ وحی بھیجی گئی آپ وہ پڑھا کریں) کتاب سے قرآن مجید مراد ہے اور آپ ان کے اس ہذیان کو مت سنیں۔ کہ اس میں تبدیلی کر دیں اس لئے کہ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ (اس کے کلمات کو کوئی بدلنے والا نہیں) یعنی کسی کو ان کے اندر تبدیلی کی قدرت نہیں اور نہ ہی ردوبدل کا اختیار ہے اس پر قدرت اسی وحدہ لاشریک کو ہے۔

وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا (اور تم ہرگز اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی پناہ کی جگہ نہیں پاؤ گے) ملتحداً کا معنی جائے پناہ جس کی طرف تم مائل ہو سکو اگر تم اس کا قصد کرو۔

غیر مسلموں کا مقام:

۲۸: شانِ نزول: جب کفار کے رؤساء نے رسول اللہ ﷺ سے مطالبہ کیا کہ ان غریب مسلمانوں اور غلاموں کو جیسے صہیب' عمار' خباب وغیرہ اپنے پاس سے ہٹاؤ تو پھر ہم آپ کے پاس بیٹھیں گے تو یہ آیت اتری۔ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ (اپنے آپ کو قائم رکھو اور جمائے رکھو ان لوگوں کے ساتھ جو صبح شام اپنے رب کو پکارتے ہیں) ان کے ساتھ روک کر رکھو

اور اپنے آپ کو مضبوط کر کے رکھو بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ (صبح اور شام میں) جو ہر وقت میں اللہ کو پکارنے کے عادی ہیں نمبر۲۔ صبح کو اللہ سے توفیق اور آسانی مانگتے ہیں اور شام کو اپنی تقصیرات کی معافی مانگتے ہیں نمبر۳۔ غداة سے مراد فجر کی نماز اور عَشِيّ سے عصر کی نماز مراد ہے۔

قراءت: شامی نے غُدوۃ پڑھا۔ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ (وہ صرف اپنے رب کی خوشنودی کو حاصل کرنا چاہتے ہیں) وجہ بول کر رضائے الٰہی مراد ہے۔ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ (نہ ہٹنے پائیں آپ کی آنکھیں ان سے) یعنی تجاوز نہ کریں۔ عداہ اس وقت بولتے ہیں جب تجاوز کر جائیں یہاں اس کو عن سے متعدی کیا گیا ہے۔ کیونکہ اس میں نبا کے معنی پائے جاتے ہیں جیسا اس قول میں نبَتَ عَنْهُ عينهٗ

فَائِدَہ: تضمین کا فائدہ یہ ہے کہ دونوں معنوں کا مجموعہ اس میں آ گیا اور یہ الگ معنی دینے سے زیادہ قوی ہے۔ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (اس حال میں کہ آپ دنیوی زندگی کی رونق کا خیال کرتے ہوں۔) یہ جملہ حال ہے۔ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا (اور جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا۔ اس کے کہنے پر آپ نہ چلیں) یعنی اس کے دل کو ذکر سے غافل کر دیا۔

نکتہ: اس میں دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے افعال کا خالق ہے جیسا کہ جمہور اہلسنت کا مسلک ہے۔

وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا (اور وہ اپنی خواہش پر چلتا ہے۔ اور اس کا حال حد سے گزرا ہوا ہے۔) یعنی وہ حق سے تجاوز کرنے والا ہے۔

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ إِنَّآ أَعْتَدْنَا

اور آپ فرما دیجئے کہ حق تمہارے رب کی طرف سے ہے، سو جس کا جی چاہے مومن ہو جائے اور جس کا جی چاہے کافر رہے، بلاشبہ ہم نے ظالموں کے لیے

لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا أَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ۚ وَإِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ

آگ تیار کر رکھی ہے انہیں اسکی دیواریں گھیرے ہوئے ہونگی، اور اگر وہ فریاد کریں گے تو ایسے پانی سے ان کی فریاد رسی کی جائیگی

كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ ۚ بِئْسَ الشَّرَابُ ۚ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا ﴿٢٩﴾

جو تیل کی تلچھٹ کی طرح ہوگا، وہ مونہوں کو بھون ڈالے گا، وہ پینے کی بری چیز ہے، اور دوزخ آرام کی بری جگہ ہے۔

إِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ إِنَّا لَا نُضِيْعُ أَجْرَ مَنْ أَحْسَنَ عَمَلًا ﴿٣٠﴾

بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے یہ بات واقعی ہے کہ ہم اسکا عمل ضائع نہیں کریں گے جو اچھے کام کرے،

أُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْأَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ

ان لوگوں کے لیے ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں جنکے نیچے نہریں جاری ہونگی، انہیں سونے کے کنگنوں کا زیور

أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّيَلْبَسُوْنَ ثِيَابًا خُضْرًا مِّنْ سُنْدُسٍ وَّإِسْتَبْرَقٍ مُّتَّكِئِيْنَ فِيْهَا

پہنایا جائیگا، اور یہ لوگ سندس اور استبرق کے کپڑے پہنیں گے، جنت میں مسہریوں پر تکئے لگائے ہوئے

عَلَى الْأَرَآئِكِ ۚ نِعْمَ الثَّوَابُ ۚ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا ﴿٣١﴾

ہونگے وہ بہت اچھا بدلہ ہے اور آرام کی اچھی جگہ ہے

ع ۹ ۱۶

قبولِ حق میں اختیار البتہ کافر کا انجام برا اور مؤمن کا بہت خوب ہے:

۲۹: وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ (اور کہہ دیں کہ حق وہی ہے جو تمہارے رب کی طرف سے ہے) حق سے مراد اسلام یا قرآن ہے۔

نحو: الحق کا لفظ ھو مبتدا محذوف کی خبر ہے۔

فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ (اب جو چاہے ایمان لے آئے اور جو چاہے کافر رہے) یعنی حق آ گیا اور رکاوٹیں دور ہو گئیں اب صرف تمہارے نفسوں کا اختیار باقی ہے نجات کا راستہ تم اختیار کرنا چاہتے ہو یا ہلاکت کے راستے پر چلتے ہو یہاں لفظ امر کا لایا گیا جو کہ یہاں تخییل کے لئے ہے کیونکہ جب اس نے انسان کو یہ قدرت دے دی کہ ان میں سے جس کو چاہے اختیار کر لے تو گویا بندہ مختار ہوا اور اس بات پر مامور ہوا کہ دونوں راستوں میں سے جس کو چاہے اختیار کرے پھر اختیار کرنے

والے کی جزاء کو بھی ذکر کر دیا فرمایا۔

اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِیْنَ (بیشک ہم نے ظالموں کیلئے تیار کر رکھا ہے) اعتداء سے مراد تیار کرنا اور ظالم سے کافر مراد ہیں پس سیاق سے اس بات کو مقید کیا (جس طرح کہ حقیقت امر اور تخییر کو سیاق کیوجہ سے چھوڑ دیا) اور وہ یہ آیت ہے انا اعتدنا للظالمین نَارًا اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا (ایسی آگ کہ جس کی قناتیں ان کو گھیر لیں گی) اس آیت میں ان کو گھیرنے والی آگ کو سرادق سے تشبیہ دی سرادق اس حجرے کو کہا جاتا ہے۔ جو خیمے کے اردگرد ہوتا ہے۔ نمبر۲۔ یا سرادق سے مراد وہ دھواں ہے۔ جو کفار کے آگ میں داخل ہونے سے قبل ان کو گھیرے گا۔ نمبر۳۔ یا آگ کی وہ دیوار جو ان کے چاروں طرف چھا جائے گی۔

وَاِنْ یَّسْتَغِیْثُوْا (اور اگر وہ پانی مانگیں گے) شدت پیاس کی وجہ سے یُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ (تو ان کو ایسا پانی دیا جائے گا جو مہل کی طرح ہوگا) المہل زیتون کے تیل کی میل کو کہتے ہیں نمبر۲۔ زمین کے جواہرات کو پگھلانے سے جو میل نکلتی ہے اس میں ان کا مذاق اڑایا گیا۔ یَشْوِی الْوُجُوْهَ (جو چہروں کو بھون ڈالے گا) جب ان کے سامنے پینے کے لئے پیش کیا جائے گا تو اس کی حرارت سے چہرے بھن جائیں گے۔ بِئْسَ الشَّرَابُ (وہ بدترین مشروب ہے) وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا (اور وہ آگ بری آرام گاہ ہے) مرتفق کا معنی ٹھکانہ یہ المرفق سے بنا ہے یہ اس قول کے ہمشکل ہے وَحَسُنَتْ مرتفقا [الکہف: ۳۱] باقی جہنم والوں کیلئے آرام گاہ ہے ہی نہیں۔

۳۰، ۳۱: اب ان لوگوں کے بدلہ کا تذکرہ فرمایا جنہوں نے ایمان کو چنا پس فرمایا اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِیْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا اُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ (بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے تو ہم انکا اجر ضائع نہ کریں گے۔ جنہوں نے اچھی طرح کام کیے ایسے لوگوں کیلئے ہمیشہ رہنے کے باغات ہونگے) یہ جملہ مستانفہ ہے اس میں اجر مبہم کو بیان فرمایا۔

نَحو: انا لا نُضِیْعُ اور اُولٰٓئِكَ دونوں کو اکٹھی خبریں بنایا جائے۔ مطلب یہ ہے جو ان میں سے اچھے عمل والے ہیں جیسا کہ کہتے ہیں السمن منوان بدرھم۔ نمبر۲۔ کیونکہ من احسن عملاً اور الذین امنوا وعملوا الصالحات دونوں کو ایک معنی اپنے اندر پرونے والا ہے۔ اس لئے من احسن کی بجائے ضمیر لائے۔

تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ یُحَلَّوْنَ فِیْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ (جن کے درختوں کے نیچے نہریں بہتی ہیں وہاں اہل جنت کو سونے کے کنگنوں کا زیور پہنایا جائے گا)

نَحو: من ابتدائیہ ہے اور اَسَاوِرَ کو جو جمع اَسْوِرَۃٌ کی ہے۔ اور وہ سوار کی جمع ہے کو نکرہ لائے کیونکہ اَحْسَنَ میں انکا معاملہ مبہم ہے مِنْ ذَهَبٍ میں من تبیین کیلئے ہے۔

وَّیَلْبَسُوْنَ ثِیَابًا خُضْرًا مِّنْ سُنْدُسٍ (وہ سبز رنگ، باریک ریشم کے کپڑے) سندس بمعنی باریک ریشم وَّاِسْتَبْرَقٍ (اور موٹا ریشم) دونوں اقسام کو جمع کرنے والے ہونگے مُّتَّكِـِٕیْنَ فِیْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ (اور مسہریوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہونگے) اتکاء کو خاص طور پر اس لئے ذکر کیا کیونکہ یہ خوش حال لوگوں اور بادشاہوں کی ہیئت ہے کہ وہ اونچے تختوں پر تکیہ لگا کر بیٹھتے ہیں۔ نِعْمَ

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا لِاَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ اَعْنَابٍ وَّحَفَفْنٰهُمَا

اور آپ ان سے دو شخصوں کا حال بیان کیجئے، ان میں سے ایک کو ہم نے انگور کے دو باغ دیئے اور انکو ہم نے کھجور کے درختوں سے

بِنَخْلٍ وَّجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا ﴿٣٢﴾ كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ اٰتَتْ اُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْئًا

گھیر دیا اور ان دونوں کے درمیان ہم نے کھیتی بھی اگادی تھی، دونوں باغ اپنا پورا پورا پھل دیتے تھے اور پھلوں میں ذرا بھی کمی نہ رہتی تھی

وَّفَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا ﴿٣٣﴾ وَّكَانَ لَهٗ ثَمَرٌ فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ اَنَا اَكْثَرُ

اور ہم نے ان دونوں کے درمیان نہر جاری کردی تھی اور اس کے لیے اور بھی پھل تھے، سو اس نے باتیں کرتے ہوئے اپنے ساتھی سے کہا کہ میں تجھ سے زیادہ مال

مِنْكَ مَالًا وَّاَعَزُّ نَفَرًا ﴿٣٤﴾ وَدَخَلَ جَنَّتَهٗ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ قَالَ مَآ اَظُنُّ

والا ہوں اور میرے افراد بھی غلبہ والے ہیں، اور وہ اس حال میں اپنے باغ میں داخل ہوا کہ اپنی جان پر ظلم کرنے والا تھا اس نے کہا کہ میں یہ گمان نہیں کرتا

اَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖٓ اَبَدًا ﴿٣٥﴾ وَّمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً وَّلَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّىْ

کہ یہ باغ کبھی ہلاک ہوگا، اور نہ میں یہ خیال کرتا ہوں کہ قیامت قائم ہوگی، اور اگر میں اپنے رب کی طرف لوٹا دیا گیا

لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا ﴿٣٦﴾ قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ اَكَفَرْتَ

تو اس سے بہتر لوٹنے کی جگہ ضرور ضرور پالونگا، اسکے ساتھی نے جواب دیتے ہوئے کہا کیا تو نے اس ذات کے ساتھ کفر

بِالَّذِىْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًا ﴿٣٧﴾

کیا جس نے تجھے مٹی سے پھر نطفہ سے پیدا کیا پھر تجھے صحیح سالم آدمی بنا دیا

الثَّوَابُ (کیا خوب صلہ ہوگا) یعنی جنت وَحَسُنَتْ (اور بہت خوب ہے) جنت اور مسہریاں مُرْتَفَقًا (آرام گاہ ہونے کے لحاظ سے) تکیہ گاہ ہونے کے اعتبار سے۔

اچھے برے انجام کی مثال کیلئے دو بھائیوں کا واقعہ:

۳۲: وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ (اور آپ ان کے سامنے ان دو آدمیوں کا حال بیان کریں) کفار اور مؤمنین کے حال کی مثال بنی اسرائیل کے دو آدمیوں کی ہے جو بھائی تھے ایک ان میں کافر جس کا نام قطروس تھا۔ اور دوسرا مسلمان جس کا نام یہودا تھا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ وہ دو آدمی ہیں جن کا تذکرہ سورۃ الصافات کی اس آیت میں ہے۔ قال قائل منهم انى كان لى قرين [الصافات:۵۱]

ان دونوں کو باپ کی وراثت میں آٹھ ہزار دینار ملے۔انہوں نے اس کے دو حصے کیے۔کافر نے ایک ہزار کی زمین خریدی مؤمن نے کہا اے اللہ میرے بھائی نے ایک ہزار دینار کی زمین دنیا میں لی ہے۔ میں ایک ہزار دینار کی زمین جنت سے خریدتا ہوں۔اس نے وہ صدقہ کر دیے پھر اس کے بھائی نے ایک ہزار میں کوٹھی تعمیر کی تو دوسرے نے کہا اے اللہ میں ایک ہزار دینار کے بدلہ جنت کا مکان خریدتا ہوں۔وہ بھی صدقہ کر دیئے۔اس کے کافر بھائی نے ایک ہزار دینار خرچ کر کے شادی کی۔تو مسلمان نے کہا اے اللہ میں ایک ہزار کو جنت کی حور کا مہر بناتا ہوں (اس کو صدقہ کر دیا) پھر اس کے کافر بھائی نے ایک ہزار دینار میں گھر کا سامان واثاثہ اور خدام خریدے۔تو اس مسلمان نے کہا اے اللہ میں نے جنت کے دو ولدان تجھ سے خرید لیے۔اور ان کو بھی صدقہ کر دیا۔پھر اس مسلمان کو کوئی ضرورت پیش آئی تو بھائی کے راستہ میں بیٹھ گیا وہ اپنے نوکروں چاکروں کے ساتھ گزرا۔وہ اس کے سامنے آیا اس نے دور بھگا دیا اس کو مال صدقہ کر دینے پر ڈانٹ ڈپٹ کی۔

جَعَلْنَا لِاَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ اَعْنَابٍ (ان دو شخصوں میں سے ایک کیلئے ہم نے انگور کے دو باغ دیئے) انگوروں کی بیلوں کے دو باغ وَّحَفَفْنٰهُمَا بِنَخْلٍ (اور ہم نے ان دونوں باغوں کا کھجور کے درختوں سے احاطہ بنا رکھا تھا) ان دونوں باغوں کے اردگرد کھجور کے درخت تھے۔انگوروں کی بیلوں والے اس بات کو زیادہ پسند کرتے ہیں کہ پھل دار درخت باڑ کے طور پر لگے ہوں کہا جاتا ہے حفوہ جبکہ وہ اس کے گرد اگرد لگائیں اور حففتهٗ بهم ای جعلتهم حافین حوله میں نے ان کو اس کے گرد گھیرا لگانے والا کر دیا۔یہ ایک مفعول کی طرف متعدی ہوتا ہے۔اور با اس میں دوسرے مفعول کا اضافہ کر دیتی ہے۔

وَّجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا (اور ان دونوں کے درمیان کھیتی پیدا کر دی) درمیان والی زمین کو ہم نے فروٹ وخوراک کا جامع بنا دیا۔تعمیر کی تعریف اس طرح فرمائی کہ وہ آپس میں جال کی طرح ملی ہوئی متصل ہے۔کوئی چیز ایسی درمیان میں نہیں جو اس کو منقطع کرے اور اس پر اضافہ یہ کہ شکل بھی خوبصورت اور ترتیب بھی عمدہ۔

۳۳: كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ اٰتَتْ (یہ دونوں باغ دیتے تھے) دیتے۔اٰتَتْ لفظ پر محمول کیا کیونکہ كِلْتَا لفظ مفرد ہے۔اگر آتتا معنی کا لحاظ کر کے کہا جاتا تو جائز ہوتا۔اُكُلَهَا (اس کا پھل) وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ (کسی کی پیداوار میں ذرا بھی کمی نہ تھی) اور اس کے پھل میں کمی نہ ہوتی تھی۔شَيْئًا وَّفَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا (کچھ بھی اور ہم نے چلا دی ان دونوں باغوں کے اندر ایک نہر) ان دونوں باغوں کی تعریف پورا پھل دینے اور تمام پھل بغیر کسی کمی کے آتا۔پھر غلہ کی اصل اور بنیاد جس سے وہ سیراب ہوتا اس کا ذکر کیا۔اور نہر جاری کو افضل ترین ذریعہ سیرابی کا قرار دیا۔

۳۴: وَّكَانَ لَهٗ (اور اس کیلئے) یعنی باغ والے کیلئے ثَمَرٌ (مالداری کا ذریعہ) انواع واقسام کا مال یہ ثمر ماله کہا جاتا ہے جبکہ اس کو بڑھائے۔مطلب یہ ہے کہ ان دونوں باغوں کے مالک کے پاس بہت سا مال سونا، چاندی وغیرہ کی قسم میں سے تھا۔

قراءت: له ثمر وَاُحِيْطَ بِثَمَرِهٖ عاصم نے فتحہ ثا ومیم سے پڑھا۔اور ابو عمرو نے ثا کے ضمہ اور سکون میم کے ساتھ۔اور دیگر قراء نے ثا ومیم ہر دو کے ضمہ کے ساتھ پڑھا۔

امیر کا قول:

فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗ (اس نے اپنے ساتھی کو کہا اس حال میں کہ وہ اس سے گفتگو کر رہا تھا) یُحَاوِرُ کا معنی بات کو لوٹانا۔ یہ حَارَ یَحُوْرُ سے ہے۔ جبکہ وہ لوٹے۔ قطروس نے اپنے مسلمان بھائی کا ہاتھ پکڑا اور دونوں باغوں میں اس کو پھرانے لگا۔ تا کہ وہ باغ اس کو دکھائے۔ اور اس کی بجائے مال سے۔ جس چیز کا وہ مالک ہوا ہے اس پر فخر کا اظہار کرے۔

اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّ اَعَزُّ نَفَرًا (مال اور حشم و خدم اور معاونین کے اعتبار سے) یا نمبر۲۔ مذکر اولاد کے اعتبار سے زیادہ ہوں کیونکہ ان کے ساتھ جتھا بنتا ہے۔ نہ کہ عورتوں کے ساتھ۔

۳۵: وَدَخَلَ جَنَّتَهٗ (وہ اپنے باغ میں پہنچا) دونوں میں سے ایک باغ میں نمبر۲۔ دونوں کو ایک کہا کیونکہ دونوں کی بیرونی دیوار ایک تھی۔ اور دواس لئے کہا کیونکہ ان کے مابین نہر جاری تھی۔ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ (اس حال میں کہ وہ اپنے اوپر ظلم کرنے والا تھا) اپنے نفس کو کفر کا نقصان پہنچانے والا تھا۔ قَالَ مَآ اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖٓ اَبَدًا (میں خیال نہیں کرتا کہ یہ کبھی تباہ ہوگا) کہ یہ باغ برباد ہو۔ اس کو اپنے باغ کی بربادی میں شک اس لئے پیدا ہوا کیونکہ اس کی امید لمبی اور غفلت طویل و دراز تھی اور مہلت کی وجہ سے وہ دھوکے میں پڑا ہوا تھا۔ آج کے زمانہ کے اکثر مسلمان مالداروں کو بھی تم دیکھو گے کہ اس قسم کی گفتگو ان کی زبانوں پر ہوتی ہے۔ (اللّٰھم احفظ السنتنا من ھذہ الخرافات)

انکارِ قیامت:

۳۶: وَّمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً (اور میں نہیں خیال کرتا کہ قیامت برپا ہونے والی ہے) یعنی واقع ہونے والی ہے۔ وَّلَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّيْ لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا (اور اگر بالفرض مجھے لوٹ کر اپنے رب کی طرف جانا ہی پڑا تو اس سے بہتر نتیجہ وہاں ضرور ضرور ملے گا) اس میں اس نے قسم اٹھائی ہے کہ اگر بالفرض والتقدیر اپنے رب کی طرف میں لوٹایا گیا جیسا کہ میرا بھائی گمان کرتا ہے تو وہ آخرت میں دنیا کے باغ سے بھی بہتر باغ وہاں پائے گا۔ اس آیت میں اپنے دوسرے بھائی پر عزت افزائی کا دعویٰ اور اونچے مرتبے کا ذکر ہے۔ مُنْقَلَبًا یہ تمیز ہے اس کا معنی انجام اور لوٹنے کی جگہ۔

دوسرے کا جواب:

۳۷: قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ اَكَفَرْتَ بِالَّذِيْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ (اس کے ساتھی نے اس کو کہا جبکہ وہ اس سے گفتگو کر رہا تھے۔ کیا تو اس ذات کے ساتھ کفر کرتا ہے جس نے تجھے مٹی سے بنایا) تیرے اصل کو مٹی سے بنایا۔ کیونکہ اس کے اصل کا پیدا کرنا یہ اس کے پیدا ہونے کا سبب ہے اور اس سبب کا بنانا خود اسی کا بنانا ہوا۔

ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ (پھر نطفہ سے) تمہیں نطفہ سے بنایا۔ ثُمَّ سَوّٰكَ رَجُلًا (پھر تمہیں ٹھیک مرد بنا دیا) برابر کیا اور تمہیں مکمل انسان، مذکر، جوانی کو پہنچنے والا بنایا۔ اس کو اللہ تعالیٰ کا انکار کرنے والا اس لئے شمار کیا کیونکہ اس نے بعث کا انکار کر دیا تھا۔

لٰكِنَّا۠ هُوَ اللّٰهُ رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا ﴿۳۸﴾ وَلَوْلَآ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ ۙ

لیکن میری بات تو یہ ہے کہ وہ اللہ میرا رب ہے اور میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا، اور جب تو اپنے باغ میں داخل ہوا تو تو نے ماشاء اللہ لاقوۃ الاباللہ کیوں نہ

لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ۚ اِنْ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّوَلَدًا ﴿۳۹﴾ ۚ فَعَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يُّؤْتِيَنِ خَيْرًا

کہا، اگر تو مجھے اس حال میں دیکھ رہا ہے۔ کہ میں تجھ سے مال اور اولاد کے اعتبار سے کم ہوں تو وہ وقت نزدیک ہے کہ میرا رب مجھے تیرے باغ سے

مِّنْ جَنَّتِكَ وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ فَتُصْبِحَ صَعِيْدًا زَلَقًا ﴿۴۰﴾ ۙ اَوْ يُصْبِحَ

بہتر عطا فرما دے اور تیرے باغ پر آسمان سے کوئی آفت بھیج دے جسکی وجہ سے تیرا باغ ایک صاف میدان ہو کر رہ جائے یا اسکا پانی

مَآؤُهَا غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِيْعَ لَهٗ طَلَبًا ﴿۴۱﴾ وَاُحِيْطَ بِثَمَرِهٖ فَاَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلٰى

زمین میں اتر جائے پھر تو اسے طلب کرنے کی کوشش نہ کر سکے، اور اسکے پھلوں کو آفت سے گھیر دیا گیا سو وہ اس حال میں ہو گیا کہ جو کچھ اسمیں خرچ کیا تھا

مَآ اَنْفَقَ فِيْهَا وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّيْٓ

اس پر کف افسوس ملنے لگا اور حال یہ تھا کہ اسکا باغ اپنی ٹٹیوں پر گرا ہوا تھا اور وہ کہہ رہا تھا کہ ہائے کاش میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ

اَحَدًا ﴿۴۲﴾ وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مُنْتَصِرًا ﴿۴۳﴾ ؕ

ٹھہراتا، اور اس کے لیے اللہ کے سوا ایسا کوئی گروہ نہ تھا جو اسکی مدد کرتا اور نہ وہ خود بدلہ لینے والا تھا،

هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ ؕ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ عُقْبًا ﴿۴۴﴾ ع

ایسے موقعہ پر اللہ ہی کی مدد ہوتی ہے جو حق ہے وہ بہتر ہے ثواب کے اعتبار سے اور بہتر ہے انجام کے اعتبار سے۔

۳۸: لٰكِنَّا۔ (لیکن میری بات تو یہ ہے) قراءت: وصل میں الف کے ساتھ شامی نے پڑھا۔ باقی قراء نے بلا الف پڑھا۔ اور الف کے ساتھ وقف کی حالت میں تمام قراء کا اتفاق ہے۔ اس کی اصل لٰكِنْ اَنَا ہے۔ ہمزہ کو حذف کیا اس کی حرکت لٰكِنْ کے نون پر ڈال دی گئی۔ دونون ملے پہلی کو دوسری میں ساکن کرنے کے بعد ادغام کر دیا۔

هُوَ اللّٰهُ رَبِّيْ (وہی اللہ میرا رب ہے) هو ضمیر شان ہے تقدیر عبارت یہ ہے الشان اَللّٰه رَبِّيْ اور پورا جملہ اَنَا کی خبر ہے۔ اور یاء ضمیر اس کی طرف لوٹنے والی ہے۔ اکفرت کا استدراک ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے قال لا خيه انت كافر باللّٰه لكني مؤمن موحّد اس نے اپنے بھائی کو کہا تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنے والا ہے۔ لیکن میں مؤمن موحد ہوں۔ جیسا کہتے ہیں زيد غائب لكن عمرًوا حاضر اس میں حذف ہے ای اقول هو اللّٰه اور اس کی دلیل ولا اشرك بربي احدًا کا عطف ہے۔ وَلَآ اُشْرِكُ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا (اور میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا)

۳۹: وَلَوْلَآ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَاشَآ ءَ اللّٰهُ (جب تم باغ میں داخل ہوئے تھے تو تم نے کیوں ماشاء اللّٰہ لا قوۃ الا باللّٰہ نہیں کہا)

نحو: لو لا ھلاَّ کے معنی میں ہے۔ ماشآء کا ما موصولہ ہے اور مبتدا محذوف کی خبر ہونے کی وجہ سے محلاً مرفوع ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے اَلْاَمْرُ مَاشَاءَ۔ نمبر۲۔ ما شرطیہ ہے اور موقع کی وجہ سے منصوب ہے۔ اور جزاء محذوف ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے ای شیء شاء اللّٰہ کان ۔ جو اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں ہو جاتی ہے۔

اب مطلب یہ ہوا تم نے باغ میں داخلے کے وقت اور جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں رزق دیا اس کو دیکھ کر ماشاء اللہ والی بات کیوں نہ کہی جس سے یہ اعتراف ہوتا کہ یہ باغ اور جو کچھ اس میں ہے وہ تمام اللہ تعالیٰ کی مشیت سے میسر ہوا ہے اور اس کا معاملہ اب بھی اس کے قبضہ واختیار میں ہے۔ اگر چاہے اس کو آباد رہنے دے اور اگر چاہے اس کو برباد کردے۔

لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ (نہیں ہے قوت مگر اللہ تعالیٰ کی مدد کے ساتھ) یہ اقرار کرتے ہوئے کہ اس کی تعمیر و آبادی اور تمام تر تدابیر اس کی اعانت سے میسر ہوئی ہے۔ اور اس کی تائید میں شامل حال ہے۔

اِنْ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا (اگر تو دیکھتا ہے کہ میں تجھ سے مال واولاد میں کم ہوں)

قراءت ونحو:

جنہوں نے اقلَّ کو منصوب پڑھا انہوں نے انَا کو فاصل قرار دیا۔ اور جنہوں نے (کسائی وغیرہ نے) رفع دیا انہوں نے انا کو مبتدا اور اقلُّ کو خبر بنایا۔ اور جملہ ترنی کا مفعول دوم ہے۔ وَّوَلَدًا اس میں ان مفسرین کی بات کو پختگی ملتی ہے جنہوں نے نفر کی تفسیر اس آیت میں اولاد سے کی ہے۔ واعز نفرا [الکہف: ۳۴]

مجھے باغِ جنت ملے گا:

۴۰: فَعَسٰى رَبِّىْٓ اَنْ يُّؤْتِيَنِ خَيْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ (پس امید ہے کہ عنقریب میرا رب مجھے تیرے باغ سے بہتر اور بڑھیا چیز عنایت فرمائیگا) دنیا میں یا آخرت میں وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا (اور تیرے باغ پر تقدیری آفت بھیج دے گا) حسبانًا سے عذاب مراد ہے۔ مِّنَ السَّمَآءِ فَتُصْبِحَ صَعِيْدًا زَلَقًا (آسمان سے پھر وہ چٹیل چکنا میدان بن جائے گا) صعیداً زلقاً سفید زمین جس کی ملائمت کی وجہ سے اس پر لوگ پھسلیں۔

تیرا باغ تباہ ہوگا:

۴۱: اَوْ يُصْبِحَ مَآؤُهَا غَوْرًا (یا اس کا پانی زمین میں اتنی گہرائی میں چلا جائے) غورا کا معنی غائر یعنی زمین کی گہرائی میں جانے والا فَلَنْ تَسْتَطِيْعَ لَهٗ طَلَبًا (کہ تو اس کو تلاش بھی نہ کر سکے) اس کی طلب و تلاش تیرے لئے ممکن نہ ہو۔ پالینا تو درکنار رہا۔ مطلب یہ ہے اگر تو مجھے فاقہ مست دیکھ رہا ہے۔ میں قدرت الٰہی سے اس بات کی توقع رکھتا ہوں کہ وہ مجھے تیرے باغ سے بہتر باغ دے دے گا اور تیرے کفرانِ نعمت کے باعث ہر چیز تجھ سے چھین لے گا اور تیرے باغ کو برباد کردے گا۔

نتیجہ کفر و شرک میں تباہی:

۴۲: وَاُحِيْطَ بِثَمَرِهٖ (اور احاطہ کرلیا گیا اس کے پھلوں کا) ہلاکت کی تعبیر ہے۔ اصل میں یہ احاطه به العدو سے لیا گیا ہے۔ کیونکہ دشمن جب گھیر لے تو وہ اس کا مالک اور اس پر مسلط ہو جاتا ہے پھر یہ ہر ہلاکت کیلئے استعمال ہونے لگا۔ فَاَصْبَحَ (پس اس کافر نے صبح کی) يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ (وہ کفِ افسوس مل رہا تھا) ایک ہاتھ کو دوسرے پر افسوس و شرمندگی سے مار رہا تھا۔ دو ہاتھوں کا پلٹنا یہ ندامت و حسرت سے کنایہ ہے کیونکہ شرمندہ اپنی ہتھیلیوں کو الٹتا ہے جیسا کہ اس سے بعض ہتھیلی اور سقوط فی الید کنایۃً مراد لی جاتی ہے۔ اور اس لئے بھی کہ یہ ندامت کے معنی میں ہے۔ اس کو علی سے متعدی لائے گویا اس طرح کہا۔ فاصبح یندم۔

عَلٰى مَآ اَنْفَقَ فِيْهَا (اس پر جو کچھ اس نے خرچ کیا تھا) اس کی آبادی و تعمیر میں وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا (وہ باغ اپنی چھتریوں سمیت زمین پر گرا پڑا تھا) اس کی بیلیں جن چھتریوں پر چڑھی ہوئی تھیں وہ چھتریاں زمین بوس ہو کر بیلوں کو تباہ کر چکی تھیں۔ چھتریوں کے ملبہ پر بیلیں ڈھیر ہو چکی تھیں۔

وَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا (اور وہ کہنے لگا کیا اچھا ہوتا اگر میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا) اس کو اپنے بھائی کی نصیحت یاد آگئی جس سے اس کو معلوم ہو گیا کہ یہ وبال اس کے کفر اور سرکشی کی وجہ سے آیا ہے۔ پس اس کے دل میں تمنا پیدا ہوئی کاش کہ وہ شرک نہ کرتا۔ تو اللہ تعالیٰ اس کا باغ تباہ نہ کرتا مگر یہ بے وقت کی تمنا تھی۔ مگر یہ بھی درست ہے کہ اس کا مطلب شرک سے توبہ ہو اور گزشتہ حرکت پر شرمندگی اور ایمان میں داخل ہونا مراد ہو۔

۴۳: وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ يَّنْصُرُوْنَهٗ (اور اس کے پاس کوئی ایسا مجمع نہ تھا جو اس کی مدد کرتا) جو اس کی مدد کرنے پر قدرت رکھتا۔ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (اللہ تعالیٰ کے سوا) یعنی وہ اکیلا ہی اس کی نصرت پر قادر تھا۔ اس کے سوا کوئی ایک بھی اس کی مدد نہ کر سکتا تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کی وجہ سے اس کی مدد نہ کی۔ وَمَا كَانَ مُنْتَصِرًا (نہ وہ خود ہم سے بدلہ لے سکا) یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے انتقام کو قوت سے روک نہ سکا۔

اصل مدد کا اختیار اللہ کو:

۴۴: هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ (وہاں مدد کرنا اللہ برحق ہی کا کام ہوگا)

قراءت: حمزہ اور علی نے پچھلی آیت میں تکن کو یکن اور الولایۃ کو کسرۂ واؤ سے پڑھا ہے۔ الولاَیۃ نصرت، دوستی اور کسرہ کے ساتھ غلبہ اور بادشاہی کے معنی میں ہے۔ هنالك کا مطلب اس مقام میں وہ حال خالص اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت کا ہوگا۔ اس کے سوا کسی کو اختیار نہ ہوگا۔ اور نہ کسی کو طاقت ہوگی۔ یہ لم تکن لهٗ فئة ینصرونه من دون اللّٰه کی تقریر ہے۔

نمبر۲۔ وہاں سلطنت اور بادشاہت اللہ تعالیٰ ہی کی ہے جو مغلوب نہیں ہو سکتا۔ نمبر۳۔ اس سخت حالت میں اللہ تعالیٰ ہی ذمہ دار ہونگے اور ہر مجبور اس پر ایمان لے آئے گا۔ یعنی اس کا قول يَا لَيْتَنِيْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّيْٓ احدًا مجبوری کا کلمہ ہے۔ جس پر وہ مجبور ہوا جبکہ اس نے کفر کی نحوست سامنے دیکھی اگر وہ مصیبت نہ دیکھتا تو ایسا نہ کہتا۔

نمبر۴۔ وہاں ولایت اللہ تعالیٰ کیلئے ہے۔ وہ اپنے مؤمنین بندوں کی کفار کے خلاف مدد کرتا ہے اور ان کے لئے کفار سے

انتقام لیتا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مؤمن بندے کی کافر کے خلاف مدد کی اس کی بات کو سچا کر دیا۔ فعسٰی ربی ان یوتین خیرًا من جنتك ویرسل علیھا حسبانا من السماء اوراس کی تائید آیت کے اگلے حصہ سے بھی ہوتی ہے۔ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَّ خَيْرٌ عُقْبًا (اسی کا ثواب سب سے بہتر ہے اور اسی کا نتیجہ سب سے اچھا ہے) یعنی اپنے اطاعت گزاروں کو سب یعنی سے بہتر بدلہ دیتا ہے۔ نمبر۵۔ ھنالك سے آخرت کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی اس جہان میں ولایت اللہ ہی کیلئے ہے جیسا کہ اس ارشاد میں لمن الملك اليوم [غافر:۱۶]

قراءت: ابوعمرو اور علی نے الحق کو مرفوع پڑھا اور اس کو الولایۃ کی صفت قرار دیا۔ نمبر۲۔ یا مبتدا محذوف ھِیَ کی خبر ہے یا ھُوَ کی۔ دیگر قراء نے کسرہ سے پڑھا اس صورت میں اللہ کی صفت ہے۔ عُقْبًا کو عاصم، حمزہ نے سکونِ قاف سے پڑھا جبکہ دیگر نے ضمہ کے ساتھ۔ اور شاذ قراءت میں عُقْبٰی کو فُعْلٰی کے وزن پر پڑھا گیا۔ تمام کا معنی عاقبت و نتیجہ ہے۔

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ

اور آپ ان لوگوں سے دنیاوی زندگی کی حالت بیان کیجئے، جیسے کہ پانی ہو جو ہم نے آسمان سے اتارا، پھر اس کے ذریعہ زمین سے اگنے والی

بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ

چیزیں خوب گنجان ہوگئیں، پھر وہ چورا چورا ہو کر رہ گیا، جسے ہوائیں اڑا رہی ہیں، اور اللہ ہر چیز پر

مُّقْتَدِرًا ۞٤٥ اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ

قادر ہے، مال اور بیٹے دنیاوی زندگی کی زینت ہیں، اور باقی رہنے والے اعمال صالحہ آپ کے رب کے

عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا ۞٤٦ وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً ۙ

نزدیک ثواب کے اعتبار سے بہتر ہیں اور امید کے اعتبار سے بھی، اور جس دن ہم پہاڑوں کو چلادیں گے اور اے مخاطب تو زمین کو دیکھے گا کہ وہ کھلا میدان ہے

وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا ۞٤٧ وَعُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا ؕ لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا

اور ہم ان سب کو جمع کریں گے سو ان میں سے کسی کو بھی نہ چھوڑیں گے، اور وہ آپ کے رب پر صفیں بنائے ہوئے پیش کئے جائیں گے، بلاشبہ آج تم ہمارے پاس اسی حالت میں آئے ہو جیسا

خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۢ بَلْ زَعَمْتُمْ اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًا ۞٤٨ وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى

کہ ہم نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا، بلکہ بات یہ ہے کہ تم نے یوں سمجھا کہ ہم تمہارے لیے کوئی وقت موعود مقرر نہ کریں گے، اور اعمال نامے رکھ دیئے جائیں گے تو آپ

الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ

مجرمین کو دیکھیں گے کہ ان میں جو کچھ ہے اس سے ڈر رہے ہیں اور وہ کہتے ہوں گے کہ ہائے ہماری بربادی! یہ کیسی کتاب ہے کہ اس نے کسی چھوٹے یا بڑے کو

صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ؕ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ۞٤٩ ع ٥/١٨

نہیں چھوڑا جسے لکھ نہ لیا ہو، اور جو کچھ انہوں نے کیا تھا وہ سب موجود پائیں گے۔ اور آپ کا رب کسی پر ظلم نہ کرے گا۔

بے ثباتیٔ دنیا کی مثال:

۴۵: وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ (آپ ان کے سامنے دنیا کی زندگی کی حالت بیان کیجئے کہ وہ ایسی ہے جیسے ہم نے آسمان سے پانی برسایا) وہ دنیا کی زندگی میں پانی جیسی ہے جس کو آسمان سے اتارا۔

فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ (پھر اس کے ذریعہ زمین کی نباتات خوب گنجان ہوگئی)۔ نمبرا۔ اس کے سبب سے گھنی ہوگئی

اور آپس میں لپٹ گئی ایک دوسرے میں گھس گئی۔ نمبر۲۔ پانی نبات میں اثر انداز ہو کر اس سے مل جل گیا یہاں تک کہ وہ نبات سیراب ہوگئی۔

فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا (پھر وہ ریزہ ریزہ ہوگئی) خشک اور ٹکڑے ٹکڑے هشیما کا واحد هشیمة ہے خشک ریزہ ریزہ۔ تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ (کہ ہوائیں اس کو اڑائے پھرتی ہیں) یعنی منتشر کرتی اور اڑائے پھرتی ہیں۔

قراءت: حمزہ اور علی نے الرِّيْحَ پڑھا ہے۔

وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ (اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر) پیدا کرنے اور فناء کرنے کی مُّقْتَدِرًا (قدرت رکھتے ہیں) آیت میں دنیا کی تروتازگی رونق و بہار کو اور جو اس کے بعد ہلاکت وفناء اس پر طاری ہوتی ہے اُس کو نباتات سے تشبیہ دی جو پہلے سرسبز پھر خشک ہو کر اس کو ہوائیں اڑائے پھرتی ہیں گویا موجود ہی نہ تھی۔

مال واولاد قبر کا زادِراہ نہیں بلکہ نیک عمل ہیں:

۴۶: اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (مال واولاد دنیا کی زندگی کی ایک رونق ہیں) قبر کا زادِراہ نہیں اور نہ آخرت کا سامان ہے۔ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ (اور باقی رہنے والے نیک اعمال) وہ اعمال خیر جن کا پھل انسان کیلئے باقی رہتا ہے۔ نمبر۲۔ پانچوں نمازیں نمبر۳۔ سبحان الله، الحمد لله ، لا اله الاّ الله والله اكبر۔

خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا (بدرجہا بہتر ہیں آپ کے رب کے نزدیک ثواب کے اعتبار سے) بدلہ کے اعتبار سے وَّ خَيْرٌ اَمَلًا (اور امید کے لحاظ سے بھی افضل ہیں) کیونکہ وہ سچا وعدہ ہے اور اکثر امیدیں تو جھوٹی ہوتی ہیں یعنی ان باقیات صالحات کو کرنے والا دنیا میں اللہ تعالیٰ کے ثواب کا امیدوار ہے اور آخرت میں وہ اس ثواب کو پالے گا۔

قیامت کا منظر:

۴۷: وَيَوْمَ (اور اس دن کو یاد کرو) نُسَيِّرُ الْجِبَالَ (جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے)

قراءت: مکی، شامی اور ابو عمرو نے تُسَيَّرُ الجبال پڑھا ہے۔ اس کا معنی وہ فضاء میں تیریں گے اور چلائے جائیں گے۔ نمبر۲۔ ان کو ختم کر کے بکھرے ہوئے باریک ذرات بنا دیا جائے گا۔ وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً (اور تم زمین کو کھلا ہوا دیکھو گے) اس پر کوئی ایسی چیز نہ ہوگی جو اس کو ڈھانپے جیسے کہ پہاڑ، درخت وغیرہ۔

وَّ حَشَرْنٰهُمْ (اور ہم ان سب کو اٹھا کھڑا کریں گے) یعنی مُردوں کو فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا (پس ہم ان میں سے کسی کو بھی نہ چھوڑیں گے) ہم نہ چھوڑیں گے۔ غادر کا معنی ترک ہے اور اسی سے الغَدَر ہے وفاداری کو چھوڑنا ہے الغدیر : وہ پانی جس کو سیلاب چھوڑ جائے۔

پیشی بارگاہ الٰہی:

۴۸: وَعُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا (اور تمام کو تیرے رب کے روبرو برابر کھڑا کر کے پیش کیا جائیگا) اس حال میں کہ صف

باندھنے والے روبرو آنے والے ہونگے۔ان کی جماعت بھی اسی طرح سامنے نظر آئے گی جیسے ایک سامنے آتا ہے۔ایک دوسرے کے سامنے رکاوٹ نہ ہوگا۔لوگوں کی پیشی کو ایسے لشکر سے تشبیہ دی جو بادشاہ کے سامنے پیش ہونے والا ہو۔

لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا (تحقیق تم ہمارے پاس آئے ہو) یعنی ہم ان کو کہیں گے واقعی تم ہمارے سامنے آ گئے ہو یہ جئتمونا مضمر یوم نُسَیِّرُ کے نصب میں عامل ہے۔ كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ (جیسا ہم نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا) ہم نے تمہیں اسی طرح اٹھا دیا جیسا ہم نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا۔نمبر۲۔تم ہمارے پاس ننگے آ ؤ گے تمہارے پاس کوئی چیز نہ ہوگی۔جیسا کہ ہم نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا۔اور وَحَشَرْنٰهُمْ کو ماضی کے صیغہ اور نُسَیِّر اور تری کو مضارع لائے۔کیونکہ ان کے حشر کے لئے تیسیر اور بروز سے قبل دلالت موجود ہے۔تا کہ وہ ان احوال کو ملاحظہ کر سکیں۔گویا اس طرح فرمایا۔وَحَشَرْنٰهُمْ قَبْلَ ذٰلِكَ (مگر یہ بات سمجھ نہیں آ رہی کیونکہ پہاڑوں کا اڑانا اور زمین کا چٹیل بننا پہلے وہلۂ قیامت میں ہوگا۔جبکہ حشر نفخۂ ثانیہ کے ساتھ ہوگا۔اس وقت پہاڑوں کا وجود نہیں ہوگا۔زمین چٹیل میدان ہوگی۔مترجم)

بَلْ زَعَمْتُمْ اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًا (بلکہ تم یہ سمجھتے رہے کہ ہم تمہارے لیے کوئی وقت موعود نہ لائیں گے) ایسا وقت جس میں وہ وعدہ پورا ہو جو انبیاء علیہم السلام کی زبانی کیا گیا کہ دوبارہ اٹھایا جائے گا اور تمام مخلوق کو جمع کیا جائے گا۔نمبر۲۔محاسبہ کے مکان کا وعدہ۔

نامۂ عمل کا کھلنا:

۴۹: وَوُضِعَ الْكِتٰبُ (اور اعمال نامے رکھے جائیں گے) الکتاب سے صحائف اعمال مراد ہیں۔فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ (پس آپ مجرموں کو دیکھیں گے کہ وہ ڈرتے ہونگے) مشفقین کا معنی خائفین ہے۔مِمَّا فِيْهِ (اس سے جو کچھ اس میں ہوگا) یعنی گناہ۔

وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّ لَا كَبِيْرَةً (اور وہ کہیں گے ہائے ہماری کم بختی اس نامہ اعمال کی عجیب حالت ہے کہ نہ کوئی چھوٹا گناہ چھوڑتا ہے اور نہ بڑا) یعنی کسی معمولی گناہ کو بھی نہیں چھوڑتا۔اِلَّا اَحْصٰهَا (بغیر لکھے اور شمار کیے) ان کو ضبط کرنے اور قلم بند کرنے والا ہے۔وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا (اور جو کچھ انہوں نے عمل کیا اس کو وہ موجود پائیں گے) نامۂ اعمال میں۔خواہ وہ سرکشی تھی یا بدلہ کسی چیز کا جو انہوں نے عمل کیا۔وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا (اور آپ کا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا) کہ وہ اس کے ذمہ وہ لکھ دے جو اس نے عمل نہیں کیا۔نمبر۲۔یا اس کی سزا زیادہ دے دے۔نمبر۳۔بلا جرم سزا دے دے۔

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ كَانَ مِنَ الْجِنِّ

اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ تم آدم کو سجدہ کرو تو ان سب نے سجدہ کر لیا مگر ابلیس نے نہ کیا وہ جنات میں سے تھا

فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ؕ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ؕ

سو وہ اپنے رب کی فرمانبرداری سے نکل گیا، کیا تم پھر بھی مجھے چھوڑ کر اسے اور اسکی ذریت کو دوست بناتے ہو۔ حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں،

بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ﴿۵۰﴾ مَآ اَشْهَدْتُّهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَا خَلْقَ

یہ ظالموں کے لیے بہت برا بدل ہے، میں نے انہیں آسمانوں کے اور زمین کے پیدا کرنے کے وقت نہیں بلایا اور نہ ان کے پیدا کرنے کے

اَنْفُسِهِمْ ۪ وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّيْنَ عَضُدًا ﴿۵۱﴾ وَيَوْمَ يَقُوْلُ نَادُوْا شُرَكَآءِيَ

وقت اور میں گمراہ کرنے والوں کو اپنا مددگار بنانے والا نہیں ہوں۔ اور اس دن کو یاد کرو جس دن اللہ فرمائے گا کہ تم انہیں بلاؤ جنہیں تم

الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ مَّوْبِقًا ﴿۵۲﴾ وَرَاَ

میرا شریک سمجھتے تھے۔ پس وہ ان کو پکاریں گے سو وہ انہیں جواب ہی نہ دیں گے اور ہم ان کے درمیان ایک آڑ بنا دیں گے۔ اور

الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ فَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا ﴿۵۳﴾ ع

مجرم لوگ دوزخ کو دیکھیں گے پھر یقین کر لیں گے کہ وہ اس میں گرنے والے ہیں۔ اور اس سے بچنے کی کوئی راہ نہ پائیں گے۔

سجدۂ ملائکہ اور سرکشی شیطان:

۵۰: وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ (اور جب ہم نے ملائکہ کو حکم دیا کہ وہ آدم کو سجدہ کریں) یہ سجدۂ تحیہ تھا۔ نمبر۲۔ سجدہ اطاعت وانقیاد تھا۔ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ كَانَ مِنَ الْجِنِّ (پس انہوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے نہ کیا وہ جنات میں سے تھا) یہ جملہ مستانفہ ہے گویا کوئی کہتا ہے اس نے سجدہ کیوں نہ کیا تو جواب دیا کہ وہ جنات میں سے تھا۔ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ (پس اس نے اپنے رب کے حکم کی تعمیل نہ کی) وہ اس سے نکل گیا جو اس کے رب نے سجدہ کرنے کا حکم دیا تھا۔

نکتہ: یہ دلیل ہے کہ اس کو بھی ملائکہ کے ساتھ سجدہ کا حکم ملا تھا۔

سب کو دوست مت بناؤ:

اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗ (کیا پھر بھی تم اس کو اور اس کی اولاد کو بناتے ہو) اس میں ہمزہ انکار اور تعجب کیلئے ہے۔ گویا تقدیر عبارت یہ ہے کیا ایسی بات کے پائے جانے کے بعد بھی تم اس کو اور اس کی اولاد کو میرے سوا کارساز بناتے ہو۔ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ (میرے سوا رفیق ودوست) اور ان کو میرے بدلے میں اختیار کرتے ہو۔ شیطان کی ذریت سے مراد نمبر۱۔ لاقیس یہ نماز

میں وسوسے ڈالتا ہے۔ نمبر۲۔الاعور یہ زنا کی طرف راغب کرتا ہے۔ نمبر۳۔ بتر یہ مصائب میں مبتلا کرتا ہے۔ نمبر۴۔ مطوس افواہیں پھیلاتا ہے۔ نمبر۵۔ داسم یہ جہاں اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا جائے ان کے ساتھ ملکر کھاتا ہے۔ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ (وہ تمہارے دشمن ہیں) عدو کا لفظ مفرد ہے مگر معنی جمع کا ہے۔ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا (ظالموں کا بدلہ بہت برا ہے) اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ابلیس جس کو بدلے میں ملے یہ بدترین بدلہ ہے۔ اس لئے کہ اس نے ابلیس کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے بدلے اختیار کر لیا۔

۵۱: مَآ اَشْهَدْتُّهُمْ (میں نے ان کو نہیں بلایا) ابلیس اور اس کی اولاد کو خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں) تم نے ان کو عبادت میں میرا شریک بناڈالا۔ یہ عبادت میں شریک تب بنتے۔ جبکہ الوھیت میں شریک ہوتے۔ پس الوھیت میں شراکت کی نفی ما اشهد تهم خلق السمٰوٰت و الارض سے کردی کہ ان کی پیدائش میں ان سے مدد لیتا۔ نمبر۲۔ ان سے کم از کم مشورہ کرتا۔ مطلب یہ ہے کہ جب ان اشیاء کی تخلیق میں میں یکتا ہوں تو تم اے انسانو! عبادت میں مجھے یکتا مانو! وَلَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ (اور نہ ان کو پیدا کرنے کے وقت) ان ہی میں سے بعض کی پیدائش کے وقت دوسروں کو میں نے نہیں بلایا۔ یہ اس طرح ہے جیسا اس ارشاد میں ولا تقتلوا انفسکم [النساء:۲۹] وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّيْنَ عَضُدًا (اور میں گمراہوں کو معاون بنانے والا نہ تھا) یعنی میں ان کو مددگار بنانے والا نہ تھا۔ یہاں ضمیر کی بجائے المضلین ظاہر استعمال فرمایا تاکہ اضلال پر ان کی مذمت زیادہ ہو جائے۔ پس جب وہ تخلیق میں میرے معاون نہ تھے تو تم ان کو عبادت میں میرا شریک کیوں بناتے ہو؟

۵۲: وَيَوْمَ يَقُوْلُ (اور اس دن کو یاد کرو جب اللہ تعالیٰ فرمائیں گے) اللہ تعالیٰ کفار کو فرمائیں گے۔

قراءت: حمزہ نے نَقُوْلُ پڑھا ہے۔

نَادُوْا (تم پکارو) بلند آواز سے پکارو۔ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ (میرے ان مفروضہ شریکوں کو جن کو تم میرا شریک گمان کرتے تھے) کہ وہ میرے شریک ہیں اور میرے عذاب سے وہ تمہیں بچائیں گے۔ مراد یہاں جن لئے اور شرکاء کا لفظ بطور توبیخ کے ان کے گمان کے پیش نظر بڑھایا گیا۔ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ مَّوْبِقًا (پھر وہ ان کو پکاریں گے مگر وہ ان کو جواب نہ دیں گے اور ہم ان کے درمیان ایک آڑ حائل کردیں گے) موبقًا ہلاکت گاہ یہ وبق یبق وبوقًا سے لیا گیا جس کا معنی ہلاک ہونا۔ نمبر۲۔ موعد کی طرح یہ مصدر میمی ہے اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ ہم ان کے درمیان ایک جہنم کی وادی حائل کردیں گے۔ اور وہ وادی ہلاکت کی جگہ ہوگی اور سخت عذاب کا مقام ہوگا اور اس میں وہ اکٹھے ہلاک ہونگے۔

نمبر۲۔ ملائکہ، عزیر، عیسیٰ علیہم السلام مراد ہیں۔ اور الموبق سے مراد آڑ اور دور والا پردہ ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ ہم ان نیک لوگوں اور ان کے مابین بہت فاصلہ کردیں گے کیونکہ یہ کفار تو جہنم کی گہرائی میں ہونگے اور وہ صالحین اعلیٰ جنتوں میں ہونگے۔

مجرم کو آگ کا یقین ہو جائے گا:

۵۳: وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ فَظَنُّوْٓا (اور مجرمین آگ کو دیکھ کر یقین کرلیں گے) ان کو پختہ یقین ہو جائے گا۔ اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا (کہ وہ اس میں پڑنے والے ہیں) اس میں جلنے والے اور پڑنے والے ہیں۔ وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا (اور وہ اس آگ سے نہ پائیں گے) ھا کا مرجع نار ہے۔ مَصْرِفًا (بچنے کی راہ) لوٹنے کا راستہ۔

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَیْءٍ

اور لوگوں کے لیے ہم نے اس قرآن میں طرح طرح کے عمدہ مضامین بیان کیے۔ اور انسان جھگڑنے میں بہت زیادہ بڑھ کر

جَدَلًا ﴿۵۴﴾ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ یُّؤْمِنُوْۤا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰی وَیَسْتَغْفِرُوْا رَبَّهُمْ

ہے اور ہدایت آ جانے کے بعد لوگوں کو ایمان لانے اور اپنے رب سے مغفرت طلب کرنے سے صرف اس بات نے روکا ہے

اِلَّاۤ اَنْ تَاْتِیَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِیْنَ اَوْ یَاْتِیَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا ﴿۵۵﴾ وَمَا نُرْسِلُ

کہ ان کے ساتھ اگلے لوگوں جیسا معاملہ ہو جائے یا ان کے آمنے سامنے عذاب آ جائے۔ اور ہم پیغمبروں کو

الْمُرْسَلِیْنَ اِلَّا مُبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ ۚ وَیُجَادِلُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ لِیُدْحِضُوْا

صرف بشارت دینے والا اور ڈرانے والا ہی بنا کر بھیجتے رہے ہیں۔ اور جن لوگوں نے کفر اختیار کیا وہ باطل کے ذریعہ جھگڑا کرتے ہیں تاکہ اس کے ذریعہ

بِهِ الْحَقَّ وَاتَّخَذُوْۤا اٰیٰتِیْ وَمَاۤ اُنْذِرُوْا هُزُوًا ﴿۵۶﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰیٰتِ

حق کو ہٹا دیں اور ان لوگوں نے میری آیات کو اور جس چیز سے ان کو ڈرایا گیا مذاق کی چیز بنا رکھا ہے، اور اس سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جسے اس کے رب کی

رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِیَ مَا قَدَّمَتْ یَدٰهُ ؕ اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ

آیتوں کے ذریعہ نصیحت کی گئی سو اس نے ان سے روگردانی کی اور جو کچھ اس نے آگے بھیجا ہے اسے بھول گیا بلاشبہ ہم نے ان کے دلوں پر اس کے سمجھنے سے پردے ڈال

یَّفْقَهُوْهُ وَفِیْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَاِنْ تَدْعُهُمْ اِلَی الْهُدٰی فَلَنْ یَّهْتَدُوْۤا

دیئے ہیں۔ اور ان کے کانوں میں ڈاٹ دے رکھی ہے، اگر آپ ان کو ہدایت کی طرف بلائیں تو ایسی حالت میں ہرگز ہدایت پر

اِذًا اَبَدًا ﴿۵۷﴾ وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ ؕ لَوْ یُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ

نہ آئیں گے، اور آپ کا رب بہت مغفرت کرنے والا ہے رحمت والا ہے، اگر وہ لوگوں کی ان کے اعمال کی وجہ سے گرفت فرماتا تو ان کے لیے جلد ہی عذاب

الْعَذَابَ ؕ بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ یَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْىِٕلًا ﴿۵۸﴾ وَتِلْكَ الْقُرٰۤی اَهْلَكْنٰهُمْ

بھیج دیتا، بلکہ ان کے لیے ایک وقت مقرر ہے، اس وقت وہ اس سے ورے کوئی پناہ کی جگہ ہرگز نہ پائیں گے، اور ان بستیوں کو ہم نے ہلاک کر دیا

لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا ﴿۵۹﴾ ع

جب کہ انہوں نے ظلم کیا اور ہم نے ان کے ہلاک ہونے کے لیے وقت مقرر کر رکھا تھا۔

قرآن کے مضامین عمدہ ہیں:

۵۴: وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ (اور ہم نے اس قرآن میں لوگوں کی ہدایت کے واسطے ہر قسم کے عمدہ مضامین طرح طرح سے بیان کر دیئے) كُلِّ مَثَلٍ سے مراد جن کی ان کو ضرورت پڑسکتی ہے۔ وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَیْءٍ جَدَلًا (مگر انسان جھگڑا کرنے میں سب سے بڑھ کر ہے) جَدَلًا یہ تمیز ہے۔ ان تمام چیزوں سے جن کی طرف سے جھگڑا ہوتا انسان سب سے بڑھ کر جھگڑالو ہے۔ اگر تم ان کو الگ الگ کر کے جھگڑے کیلئے اور باطل جھگڑنے کیلئے جدا کرو۔ مطلب یہ ہے کہ انسان کا جھگڑا ہر چیز کے جھگڑے سے بڑھ کر ہے۔

مگر ایمان سے رکاوٹ یہ ہے کہ وہ پہلے لوگوں کی طرح منتظر عذاب ہیں:

۵۵: وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ یُّؤْمِنُوْا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰی (اور لوگوں کو ہدایت آنے کے بعد ایمان سے نہیں روکا) الھدٰی سے مراد سبب ہدایت اور وہ کتاب اور رسول ہیں۔ وَیَسْتَغْفِرُوْا رَبَّهُمْ اِلَّاۤ اَنْ تَاْتِیَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِیْنَ اَوْ یَاْتِیَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا (اور اپنے پروردگار سے معافی مانگنے سے اور کوئی مانع نہیں رہا مگر یہ بات کہ ان کے ساتھ گزرے ہوئے لوگوں کا سا معاملہ ہو یا اللہ تعالیٰ کا عذاب ان کے سامنے آ کھڑا ہو) پہلا اَنْ نصب اور دوسرا مرفوع ہے۔ اور اس سے قبل مضاف محذوف ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے وما منع الناس الایمان والاستغفار الا انتظار ان تاتیهم سنة الاولین وهی الاهلاك او انتظار ان یاتیهم العذاب ای عذاب الآخرة۔ اور لوگوں کو ایمان لانے اور استغفار سے اس بات نے روک دیا کہ ان کے پاس پہلے لوگوں کا طریقہ یعنی ہلاکت آ جائے۔ یا اس انتظار نے کہ آخرت کا عذاب ان کے سامنے آ کھڑا ہو۔

قراءت: قُبُلًا کوفی نے ضمتین سے پڑھا ہے قبیل کی جمع ہے اور معنی اقسام ہوگا۔ باقی قراء نے قِبَلًا پڑھا جس کا معنی ہے سامنے ظاہر۔

رسول تو صرف مبشر و منذر ہیں:

۵۶: وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِیْنَ اِلَّا مُبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ (اور ہم رسولوں کو بشارت دینے اور ڈرانے کیلئے بھیجتے ہیں)

قراءت: اس پر وقف کیا جائے گا۔ اور جملہ وَیُجَادِلُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ مستانفہ ہے (اور کافر ناحق باتیں پکڑ کر جھگڑے نکالتے ہیں) باطل سے مراد انکا وہ مشہور مقولہ ہے جو انہوں نے انبیاء علیہم السلام کو کہا: ما انتم الا بشر مثلنا ولو شاء الله لانزل ملائكة وغير ذٰلك۔

کافر حق کو مٹانے کے لئے ان سے ناحق جھگڑتے ہیں:

لِیُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ (تا کہ اس کے ذریعہ وہ حق بات کو پھسلا دیں) حق سے نبوت مراد ہے تا کہ وہ جھگڑا ڈال کر نبوت کے اثرات کو زائل اور باطل کر دیں۔ وَاتَّخَذُوْۤا اٰیٰتِیْ (اور انہوں نے بنایا میری آیات کو) یعنی قرآن کو وَمَاۤ اُنْذِرُوْا (اور جس سے ان کو ڈرایا گیا) ما موصولہ ہے۔ اور صلہ کی طرف راجع ضمیر محذوف ہے۔ یعنی جس عذاب سے ان کو ڈرایا گیا نمبر۲۔ ما مصدریہ

ہے اور انکا ڈرانا۔ ھُزُوًا (اس کا مذاق بنایا) استہزاء کی جگہ بنالیا۔

قراءت: حمزہ نے زاء کے سکون اور ہمزہ سے پڑھا۔ حفص نے ہمزہ کو واؤ سے بدل کر اور دیگر قراء نے راء کے ضمہ اور ہمزہ سے پڑھا ہے۔

قرآن سے نصیحت کی جاتی ہے مگر یہ مُنہ موڑنے والے ہیں:

۵۷: وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ (اور اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا۔ جس کو اس کے رب کی آیات کے ذریعہ نصیحت کی گئی) آیات سے قرآن مراد ہے۔ اسی لئے ضمیر اَنْ يفقهوهُ میں مذکر لائی گئی ہے۔ فَاَعْرَضَ عَنْهَا (پھر اسنے ان آیات سے اعراض کیا) نصیحت کے وقت نصیحت کو قبول نہ کیا۔ اور نہ تدبر سے کام لیا۔ وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ (اور جو کچھ وہ کر چکا اس کو بھول گیا) یعنی اس کے انجام کو بھول گیا جو اس کے ہاتھوں نے کر کے آگے بھیج دیا ہے۔ جیسے کفر، معاصی بلا کسی سوچ و بچار اور بغیر اس بات کو پیش نظر رکھنے کے کہ گناہ گار اور نیکو کار کو بدلہ ملے گا۔ پھر ان کے نسیان اور اعراض کی تعلیل یہ بیان کی کہ ان کے دلوں پر مہر کی جا چکی اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً (ہم نے ان کے دلوں پر حق سے پردے ڈال دیئے ہیں) اکنّہ کا معنی پردے یہ کنان کی جمع ہے وہ ڈھکنے کو کہتے ہیں۔ اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا (کہ وہ اس کو سمجھیں اور ان کے کانوں میں ڈاٹ رکھ دیئے) وقر حق کے سننے سے بوجھ کو کہتے ہیں اور مفرد کے بعد پھر جمع لفظ من کے لحاظ سے لائی گئی ہے اور اس کا معنی یہ ہے۔ اے محمد ﷺ اگر تم ان کو۔

وَاِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى فَلَنْ يَّهْتَدُوْٓا (ہدایت کی طرف بلاؤ تو وہ ہرگز راہ راست پر نہ آئیں گے) الھدیٰ سے ایمان مراد ہے۔ لن يهتدوا کہہ کر بتلایا کہ وہ بالکل ہدایت کو قبول نہ کریں گے۔ اِذًا (اس وقت) یہ جزاء اور جواب شرط ہے یہ دلالت کر رہی ہے کہ انہوں نے دعوت رسول سے ہدایت کو قبول نہیں کیا۔ اس طرح کہ جو چیز ان کی ہدایت کا سبب بننا چاہیے تھی اس کو انہوں نے ہدایت سے رکنے کا ذریعہ بنالیا۔ اور اس طور پر کہ یہ رسول کو جواب ہے جبکہ تقدیر عبارت اس طرح ہو۔ مَالِيَ لَا اَدْعُوْهُمْ حِرْصًا عَلٰٓى اِسْلَامِهِمْ؟ میں ان کے اسلام کی حرص کے باوجود ان کو دعوت کیوں نہیں دے رہا؟ تو جواب دیا کہ اگر آپ ان کو ہدایت کی طرف دعوت دیں بھی پھر بھی اسوقت ہرگز ہدایت کو قبول نہ کریں گے۔

اَبَدًا (کبھی بھی) مکلّف بنائے جانے کے پورے زمانہ میں۔

وقت موعود تک رحمت سے بچے ہوتے ہیں:

۵۸: وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ (اور آپکا رب بخشنے والا ہے) انتہائی بخشش کرنے والا۔ ذُو الرَّحْمَةِ رحمت والا ہے۔ رحمت کی صفت سے متصف ہے۔ لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ (اگر ان سے ان کے اعمال پر دار و گیر کرتا تو ان پر فوراً ہی عذاب واقع کر دیتا) یعنی اہل مکہ سے جلد مواخذہ نہ کرنا۔ یہ محض اسکی رحمت ہے حالانکہ اہل مکہ کو رسولؐ سے شدید دشمنی ہے۔ بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ (بلکہ ان کیلئے ایک وعدہ کا وقت ہے) اور وہ یوم بدر ہے لَّنْ يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْئِلًا (وہ اس سے ورے کوئی پناہ کی جگہ نہیں پا سکتے) مَوْئِلًا کا معنی پناہ گاہ، نجات کی جگہ کہا جاتا ہے آل فلان جب کہ وہ نجات پا جائے آل الیہ جب کہ وہ پناہ لے۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰىهُ لَاۤ اَبْرَحُ حَتّٰۤى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًا ۝۶۰

اور جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنے جوان سے کہا کہ میں برابر چلتا رہوں گا۔ یہاں تک کہ میں مجمع البحرین کو پہنچ جاؤں یا یوں ہی زمانہ دراز تک چلتا رہوں،

فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوْتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا ۝۶۱ فَلَمَّا

سو جب وہ دونوں مجمع البحرین پر پہنچ گئے تو اپنی مچھلی کو بھول گئے سو وہ مچھلی سمندر میں راستہ بنا کر چلی گئی، سو جب

جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰىهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا ۡ لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا ۝۶۲ قَالَ اَرَءَيْتَ اِذْ اَوَيْنَاۤ

وہ آگے بڑھ گئے تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنے جوان سے کہا کہ ہمارا صبح کا کھانا لاؤ اس میں شک نہیں کہ اس سفر کی وجہ سے ہم کو بڑی تکلیف پہنچ گئی، جوان نے کہا کیا آپ کو خبر نہیں جب ہم نے

اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ ۡ وَمَاۤ اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ ۚ وَاتَّخَذَ

پتھر کے پاس ٹھکانہ لیا تھا تو بے شک میں مچھلی کو بھول گیا اور مچھلی کو یاد رکھنا مجھے شیطان ہی نے بھلا دیا، اور اس مچھلی نے سمندر میں

سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ ۖ عَجَبًا ۝۶۳ قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ ۖ فَارْتَدَّا عَلٰۤى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا ۝۶۴

عجیب طور پر اپنا راستہ بنالیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا یہی وہ موقعہ ہے جسکی ہمیں تلاش تھی۔ سو وہ دونوں اپنے قدموں کے نشانوں پر واپس لوٹے۔

۵۹: وَتِلْكَ الْقُرٰٓى اَهْلَكْنٰهُمْ (یہ بستیاں جن کو ہم نے ہلاک کر دیا)

نحو: تلك مبتدا ہے القری یہ صفت ہے کیونکہ اسمائے اشارہ کی صفت اسم جنس سے لائی جاتی ہے۔ اهلكنا هُمْ یہ خبر ہے۔ نمبر۲۔ تلك القُرٰى یہ اَهْلَكْنَا فعل مضمر کی وجہ سے منصوب ہے اور دوسرا اَهْلَكْنَا اس کی تفسیر ہے۔ مطلب یہ ہے یہ بستیوں والے جن کو ہم نے ہلاک کر دیا مراد ان سے قوم نوح، عاد، ثمود ہیں۔ لَمَّا ظَلَمُوْا (جب انہوں نے ظلم کیا) جیسا کہ اہل مکہ کر رہے ہیں۔ وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا (اور ہم نے ان کی ہلاکت کا ایک وقت مقرر کیا) اور ہم نے ان کی ہلاکت کیلئے ایک معلوم و مقرر وقت طے کر دیا۔ جس سے یہ پیچھے نہ ہٹائے گئے۔ جیسا کہ اہل مکہ کیلئے یوم بدر المھلک ہلاک کرنا اور اس کا وقت

قراءت: حفص نے اس کو میم کے فتحہ اور لام کے کسرہ سے پڑھا ہے اور ابو بکر نے دونوں کے فتحہ سے پڑھا ہے۔ اے لِوَقْتِ هَلَاكِهِمْ یا لِهَلَاكِهِمْ اور الموعد وقت کے معنی میں ہے یا مصدر ہے بمعنی وعدہ کرنا۔

موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کا واقعہ:

۶۰: وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰىهُ (اور اس وقت کو یاد کرو جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنے جوان کو کہا) اِذْ سے پہلے اُذْكُرْ محذوف ہے۔ فتاہ سے یوشع بن نون مراد ہیں۔

نکتہ: یہاں فتاہ فرمایا کیونکہ وہ موسیٰ علیہ السلام کی خدمت کرتے تھے اور ان کے ساتھ رہتے اور ان سے علم حاصل کرتے تھے۔ لَاۤ اَبْرَحُ (میں برابر چلا جاؤں گا) نہ ہٹوں گا۔ دلالتِ کلام اور حال کی وجہ سے خبر کو حذف کر دیا۔ پہلی بات یہ ہے کہ وہ حالتِ سفر تھی

اس لئے خبر کو ذکر کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ دوسرا اس لئے کہ انکا قول حَتّٰٓى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ ایک غایت مقرر تھی جو مقصد کو خود متعین کر رہی تھی۔ اب اس لحاظ سے معنی یہ ہوگا میں چلتا جاؤں گا یہانتک کہ دو دریاؤں کے جمع ہونے کی جگہ پہنچ جاؤں اور یہ وہی مقام تھا جہاں موسیٰ علیہ السلام سے خضر علیہ السلام کی ملاقات کا وعدہ تھا۔ یہ بحر فارس اور روم کے ملنے کی جگہ ہے۔ خضر کو خضر کہنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ جہاں پہنچتے انکا اردگرد سبز ہو جاتا ہے۔ اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًا (یا اسی طرح زمانہ دراز تک چلتا رہوں گا) زمانہ طویل تک چلتا رہوں گا ایک قول یہ ہے کہ اسی سال تک۔

روایات تفسیر یہ میں یہ ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام مصر پر بنی اسرائیل کے ساتھ غالب آ گئے۔ اور قبطیوں کی ہلاکت کے بعد وہاں قرار اختیار کیا تو انہوں نے اپنے رب سے سوال کیا۔ آپ کو اپنے بندوں میں کونسا بندہ پسند ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو مجھے یاد کرتا ہے اور کبھی نہیں بھولتا۔ دوسرا سوال یہ کیا کہ تیرے بندوں میں سے سب سے بہتر فیصلے والا کون ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو حق کا فیصلہ کرتا ہے اور خواہشات کے پیچھے نہیں چلتا۔ تیسرا سوال یہ کیا کہ کونسا بندہ زیادہ علم والا ہے۔ جواب آیا جو لوگوں کا علم اپنے علم کے ساتھ ملاتا ہے کہ ہوسکتا ہے کوئی ایسا کلمہ مل جائے جس سے راہنمائی میسر آئے یا ہلاکت سے اس کو بچالے۔

پھر عرض کیا اگر تیرے بندوں میں کوئی مجھ سے زیادہ علم والا ہے۔ تو مجھے اس کی راہنمائی فرمادیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تجھ سے زیادہ علم والا خضر ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا۔ میں کہاں اس کو تلاش کروں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا چٹان کے پاس ساحل کے کنارے۔ پھر عرض کیا اے میرے رب میں کیسے اس سے مل سکتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم ایک مچھلی توشہ دان میں لو۔ جہاں وہ گم ہو جائے وہاں تم اس کو پالو گے۔ موسیٰ علیہ السلام نے خادم کو کہا جب مچھلی غائب ہو جائے تو مجھے اطلاع کر دینا۔ دونوں پیدل سفر پر روانہ ہو گئے۔ موسیٰ علیہ السلام چٹان کے پاس سو گئے۔ مچھلی تڑپ کر سمندر میں جا پڑی جب صبح کے کھانے کا وقت آیا تو موسیٰ علیہ اسلام نے مچھلی طلب کی۔ خادم نے اطلاع دی کہ وہ سمندر میں چلی گئی چنانچہ دونوں واپس چٹان کے پاس آئے تو وہاں کپڑوں میں لپٹا ہوا ایک شخص ملا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس کو سلام کیا۔ اس نے کہا ہمارے علاقے میں سلام کہاں؟ (یہاں تو سلام کا رواج نہیں) موسیٰ علیہ السلام نے اپنا تعارف کروایا۔ تو خضر علیہ السلام نے کہا اے موسیٰ! میں ایک ایسے علم پر ہوں جو میرے رب نے مجھے دیا ہے اور آپ اس کو نہیں جانتے اور تم ایک ایسا علم رکھتے ہو جس کو میں نہیں جانتا۔

مجمع البحرین میں پہنچنا:

۶۱: فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا (جب وہ دونوں مجمع البحرین پر پہنچے) نَسِيَا حُوْتَهُمَا (وہ دونوں اپنی مچھلی بھول گئے) یعنی یوشع بن نون مچھلی کو بھول گئے کیونکہ کھانے کے ذمہ دار وہی تھے اور اس کی دلیل یہ آیت ہے فَاِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ اور یہ تثنیہ اسی طرح لایا گیا جیسا کہ محاورہ میں کہتے ہیں نَسُوْا زَادَهُمْ وہ تمام زادِ راہ بھول گئے حالانکہ زادِ راہ کا ذمہ دار اس کو بھولنے والا ہوتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ مچھلی نمک لگی ہوئی تھی وہ دونوں ایک رات حیات کے چشمہ پر اترے۔ موسیٰ علیہ السلام سو گئے جب مچھلی تک اس مائے حیات کی خوشبو پہنچی اور ٹھنڈک میسر آئی تو وہ زندہ ہوگئی اور پانی میں چلی گئی۔

مچھلی غائب:

فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ (اس نے سمندر میں اپنا راستہ بنالیا) اپنا راستہ خشکی سے سمندر کی طرف جانے کا اختیار کرلیا۔ سَرَبًا (سرنگ کی صورت میں)۔ نحو : یہ مصدر ہونے کی بناپر منصوب ہے ای سرب فیه سربًا یعنی وہ داخل ہو کر سمندر میں چھپ گئے۔

۶۲: فَلَمَّا جَاوَزَا (جب وہ دونوں آگے گزر گئے) مجمع البحرین سے اور پھر اترے اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ انہوں نے کتنا راستہ طے کیا۔ قَالَ (موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا): لِفَتٰهُ اٰتِنَا غَدَآءَ نَا لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا (اپنے جوان کو کہا ہمارے لئے کھانا لاؤ۔ اس سفر میں ہم بہت تھک گئے) نصب تھکاوٹ اس سے قبل نہ بھوک لگی نہ تھکاوٹ محسوس کی۔

مقام کی علامت سے نشاندہی:

۶۳: قَالَ اَرَءَيْتَ اِذْ اَوَيْنَآ اِلَى الصَّخْرَةِ (کہا دیکھئے تو جب ہم اس پتھر کے پاس ٹھہرے) وہی وعدہ کی جگہ تھی۔ فَاِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ (تو میں مچھلی بھول گیا) پھر معذرت کرتے ہوئے اگلا جملہ کہا: وَمَآ اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ (اور مچھلی کو یاد رکھنا مجھے شیطان ہی نے بھلادیا)

قراءت: انسانیهُ کی ہٗ کو ضمہ کے ساتھ حفص نے پڑھا۔ اَنْ اَذْكُرَهٗ (کہ میں اس کو یاد رکھتا) ہٗ ضمیر یہاں انسانیہ کی ہٗ ضمیر کا بدل ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے وما انسانی ذکرهٗ الا الشیطان شیطان نے ہی مجھے اس کی یاد بھلائی ہے۔)

وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ عَجَبًا (اور اس نے سمندر میں عجیب انداز سے اپنا راستہ بنایا) اور وہ اس طرح ہوا کہ اس کا نشان پڑتا گیا جہاں سے وہ گزرتی گئی (حالانکہ پانی پر نقش قائم نہیں رہتا)

ہماری تلاش:

۶۴: قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ (اس نے کہا یہی تو ہم تلاش کرتے تھے) ہم تلاش کرتے ہیں۔

قراءت: مکی نے یاء سے نَبْغِيْ پڑھا۔ ابوعمرو اور علی نے اس کی موافقت کی اور مدنی نے وصل میں موافقت کی۔ اور یاء کے بغیر وصل و فصل میں دیگر قراء نے اختیار کیا۔ خط مصحف کا لحاظ کرتے ہوئے ذٰلك کا لفظ راستہ بنانے کی طرف اشارہ ہے تقدیر کلام اس طرح ہے ذٰلك الَّذِي كُنَّا نطلب کیونکہ مچھلی کا غائب ہونا خضر علیہ السلام سے ملاقات کی علامت تھی۔ فَارْتَدَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا (پس وہ دونوں اپنے نشان ہائے قدم پر واپس لوٹے) وہ اسی راستے پر واپس لوٹے جس پر گئے تھے۔ قَصَصًا (نشان کی پیروی کرتے ہوئے) اس حال میں کہ وہ نشانات پر چل رہے تھے۔ ای یتبعان آثار هما اتباعًا وہ اپنے قدموں کے نشانات کی پیروی کررہے تھے اچھی طرح پیروی کرنا۔

قول زجاج رحمۃ اللہ علیہ (القصص) کا معنی ہے نشان قدم کی اتباع کرنا۔

فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ﴿۶۵﴾ قَالَ

سوانہوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ پایا جسے ہم نے اپنے پاس سے رحمت دی تھی اور ہم نے اسے اپنے پاس سے خاص علم سکھایا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے

لَهٗ مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ﴿۶۶﴾ قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ

اس بندہ سے کہا کیا میں اس شرط پر تمہارے ساتھ ہو جاؤں کہ آپ کو جو کچھ علم مفید سکھایا گیا ہے وہ آپ مجھے سکھا دیں۔ اس بندہ نے کہا بلاشبہ تم میرے ساتھ رہتے ہوئے

مَعِیَ صَبْرًا ﴿۶۷﴾ وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا ﴿۶۸﴾ قَالَ سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ

صبر نہیں کر سکتے اور اس چیز پر تم کیسے صبر کرو گے جو چیز تمہارے علمی احاطہ میں نہیں ہے؟ موسیٰ نے کہا ان شاء اللہ آپ مجھے صابر پائیں

صَابِرًا وَّلَآ اَعْصِیْ لَكَ اَمْرًا ﴿۶۹﴾ قَالَ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِیْ فَلَا تَسْئَلْنِیْ عَنْ شَیْءٍ حَتّٰٓى

گے اور میں کسی بات میں آپ کی نافرمانی نہیں کروں گا۔ اس بندہ نے کہا سو اگر تم میرے ساتھ رہنا چاہتے ہو تو کسی چیز کے بارے میں اس وقت تک مجھ سے کوئی بات مت پوچھنا جب تک

اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ﴿۷۰﴾ فَانْطَلَقَا ٚ حَتّٰٓى اِذَا رَكِبَا فِی السَّفِيْنَةِ خَرَقَهَا ؕ قَالَ

میں خود ہی اس کے بارے کسی طرح کا ذکر نہ کروں۔ اس کے بعد دونوں چل دیئے یہاں تک کہ جب دونوں کشتی میں سوار ہو گئے تو اس بندۂ خدا نے کشتی میں شگاف کر دیا موسیٰ نے کہا

اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا ۚ لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا اِمْرًا ﴿۷۱﴾ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ

کیا تم نے اسی لیے شگاف کیا ہے کہ کشتی والوں کو غرق کر دو۔ تم نے تو بڑا بھاری کام کر دیا اس بندہ نے کہا کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میرے ساتھ

تَسْتَطِيْعَ مَعِیَ صَبْرًا ﴿۷۲﴾ قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِیْ بِمَا نَسِيْتُ وَلَا تُرْهِقْنِیْ مِنْ اَمْرِیْ

رہتے ہوئے تم صبر نہیں کر سکتے موسیٰ نے کہا کہ میرے بھول جانے کی وجہ سے میرا مؤاخذہ نہ کیجئے اور میرے معاملہ میں مجھ پر تنگی نہ

عُسْرًا ﴿۷۳﴾ فَانْطَلَقَا ٚ حَتّٰٓى اِذَا لَقِيَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ ۙ قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً

ڈالیے۔ پھر دونوں چل دیئے یہاں تک کہ ایک لڑکے سے ملاقات ہوگئی سو اس بندۂ خدا نے اسے قتل کر دیا موسیٰ علیہ السلام نے کہا کیا تم نے ایک بے گناہ جان کو کسی جان کے بدلہ

بِغَيْرِ نَفْسٍ ؕ لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُّكْرًا ﴿۷۴﴾

بغیر قتل کر دیا، تم نے تو بہت ہی بے جا کام کیا۔

۶۵: فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَا (پس ان دونوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ پایا) عبد سے مراد خضر ہیں نمبرا۔ جو ایک کپڑے کے نیچے آرام فرما رہے تھے۔ نمبر۲۔ سمندر میں بیٹھے تھے۔ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا (جس کو ہم نے اپنے پاس سے

رحمت عطاء کی تھی) رحمت سے مراد وحی، نبوت نمبر۲۔ علم نمبر۳۔ طول حیات وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا (اور اس کو ہم نے اپنی طرف سے علم دیا تھا) اخبار غیوب کا علم نمبر۲۔ علم لدنی جو بطور الہام کے بندے کو ملتا ہے۔

۶۶: قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا (موسیٰ علیہ السلام نے اس سے کہا کہ میں آپ کے ساتھ اس شرط پر رہ سکتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو مفید علم آپ کو سکھایا گیا ہے اس میں سے کچھ آپ مجھے بھی سکھائیں) رُشْدًا سے ایسا علم جو رُشد والا ہو جس سے میں اپنے دین میں راہنمائی حاصل کروں۔

قراءت: ابوعمرو نے رَشدًا پڑھا ہے۔ اور یہ دونوں لغات ہیں البُخل البَخل۔

نکتہ: اس میں دلیل ہے کہ کسی کو طلب علم چھوڑ نا نہ چاہئے اگر چہ وہ علم کی انتہاء کو پہنچ جائے اور اس آدمی کے سامنے تواضع کرے جو اس سے زیادہ علم والا ہو۔

۶۷: قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِیَ صَبْرًا (اس نے کہا تم ہرگز میرے ساتھ رُک کے رہنے کی طاقت نہیں رکھتے)

قراءت: حفص نے معی کو یاء کے فتحہ سے پڑھا اسی طرح اس سورت میں جو بعد میں بھی آرہا ہے۔ صبر کا مطلب انکار اور سوال سے رکنا ہے۔

جس چیز کا علم نہ ہو اس پر جماؤ نہیں:

۶۸: وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا (اور کس طرح آپ صبر کر سکتے ہیں اس بات پر جس کا آپ کو پورا علم نہ ہو)۔ خبرًا تمیز ہے اور صبر کی استطاعت کی نفی کو مؤکد کر رہی ہے۔ اور اس سے یہ بات نکلتی ہے کہ وہ بعض ایسے کاموں کے ذمہ دار ہیں جو بظاہر ممنوع اور بُرے ہیں اور نیک آدمی ان ممنوعہ کاموں کو دیکھ کر خاموش نہیں رہ سکتا چہ جائیکہ ایک پیغمبر ان کو دیکھ کر خاموش رہے۔

اقرارِ موسوی:

۶۹: قَالَ سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا (موسیٰ علیہ السلام نے کہا آپ انشاء اللہ مجھے صابر پائیں گے) صابر کا معنی انکار اور اعتراض سے اپنے آپ کو روکنے والا۔ وَّلَآ اَعْصِیْ لَكَ اَمْرًا (اور میں آپ کے کسی حکم کے خلاف نہیں کروں گا)۔

نحو: یہ جملہ محل نصب میں صابرا پر عطف ہونے کیوجہ سے منصوب ہے۔ تقدیر کلام اس طرح ہوگی سَتَجِدُنِیْ اِلٰی آخرہٖ صابرًا و غیر عاص۔ کہ عنقریب آپ مجھے صبر کرنے والا اور نافرمانی نہ کرنے والا پائیں گے۔ نمبر۲۔ یا اس کا عطف سَتَجِدُنی پر ہے اور اس صورت میں اس کا کوئی محل اعراب نہیں۔

شرط خضری:

۷۰: قَالَ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِیْ فَلَا تَسْئَلْنِیْ عَنْ شَیْءٍ حَتّٰٓی اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا (خضر علیہ السلام نے کہا اگر آپ میرے ساتھ رہنا چاہتے ہیں تو مجھ سے کسی بات کے متعلق اس وقت تک نہ پوچھنا جب تک میں خود اس کے متعلق ابتداءً ذکر نہ کروں)

قراءات: فَلَا تَسْئَلْنِیْ اس میں مدنی اور شامی نے لام کا فتحہ اور نون مشدد پڑھا ہے۔ اور دیگر قراء نے لام کا سکون اور نون کو تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے اور یا نسب کے نزدیک قائم رہے گی عن شیءٍ کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے میرے ساتھ چلنے کی شرط یہ ہے کہ جب تم میری طرف سے کوئی انوکھی چیز دیکھو اور تم جانتے ہو کہ وہ صحیح ہے البتہ اس کے صحیح ہونے کی وجہ مخفی ہے۔ اور تم نے اس چیز کو اپنے دل میں اوپرا خیال کیا ہے۔ تو تم اس چیز کے متعلق سوال میں مجھ سے ابتدا نہ کرو اور نہ اس کے بارے میں میری طرف رجوع کرو جب تک کہ میں اس کو تمہارے سامنے نہ کھول دوں یہ درحقیقت عالم کے سامنے متعلم کا ادب ہے اور متبوع کیلئے تابع کا لحاظ ہے۔

سفر پر روانگی:

۷۱: فَانْطَلَقَا حَتّٰٓى اِذَا رَكِبَا فِى السَّفِيْنَةِ خَرَقَهَا (پس دونوں چل دیئے یہاں تک کہ وہ ایک کشتی میں سوار ہوئے تو خضر نے کشتی کو پھاڑ دیا) یعنی سمندر کے ساحل پر کشتی تلاش کرتے ہوئے چلے جب دونوں سوار ہو گئے تو کشتی والوں نے کہا یہ دونوں چور ہیں کشتی کے مالک نے کہا مجھے تو یہ پیغمبروں کے چہرے لگتے ہیں پس انہوں نے بغیر کرائے کے بٹھالیا جب وہ بھنور میں پہنچے تو خضر نے ہتھوڑا لیکر کشتی کو پھاڑ دیا وہ اس طرح کہ پانی کے قریب والے دو تختے اکھاڑ دیئے۔ موسیٰ علیہ السلام اس پھٹے ہوئے مقام کو اپنے کپڑے سے بند کرنے لگے اور پھر فرمانے لگے۔

موسیٰ علیہ السلام کا سوال:

قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا (موسیٰ علیہ السلام نے کہا کیا تو نے کشتی والوں کو ڈبونے کیلئے کشتی کو پھاڑ دیا)

قراءت: ہمزہ اور علی نے لِیَغْرَقَ اھلھا پڑھا ہے یہ غرق سے ہے۔

لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا اِمْرًا (آپ نے بہت بڑی حرکت کی ہے) یعنی آپ نے بڑی سخت حرکت کی ہے۔ امرًا یہ اَمِرَ الْاَمْرُ سے لیا گیا ہے۔ یہ اس وقت کہتے ہیں جب معاملہ بہت بڑا ہو جائے۔

خضر علیہ السلام کی یاد دہانی:

۷۲: قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِىَ صَبْرًا اس نے (یعنی خضر علیہ السلام نے کہا) کیا آپ سے میں نے پہلے ہی نہیں کہہ دیا تھا کہ آپ میرے ساتھ رہ کر صبر نہیں کر سکیں گے۔

یہ بھول ہوئی اس پر مؤاخذہ نہ ہوگا:

۷۳: قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِىْ بِمَا نَسِيْتُ (کہا آپ اس پر مجھ سے مواخذہ نہ کریں جو میں بھول گیا تھا) جب موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ پھٹی ہوئی جگہ سے پانی داخل نہیں ہو رہا ہے تو کشتی سے باہر نہیں نکل بھاگے۔ مانسیت کا معنی الذی نسیتہٗ وہ جس کو میں بھول گیا یا وہ چیز جس کو میں بھول گیا یا میرے نسیان کے سبب۔ ان کی مراد اس سے وصیت کا بھولنا تھا اور بھولنے والے پر مؤاخذہ نہیں ہے یا پھر نسیان سے ترک مراد ہے۔ اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ آپ کی نصیحت کو پہلی مرتبہ چھوڑنے پر مجھ سے آپ

مؤاخذہ نہ کریں۔وَ لَا تُرۡهِقۡنِیۡ مِنۡ اَمۡرِیۡ عُسۡرًا (اور میرے اس معاملہ میں تنگی مت پیدا کریں) رھقہ اس وقت بولتے ہیں جب کسی چیز کو ڈھانپے یعنی میرے معاملے میں مجھے تنگی سے مت ڈھانپیں اور یہی ان کی اتباع ہے اور اپنی پیروی کو مجھ پر مشکل نہ کیجئے اور چشم پوشی کر کے اور مناقشہ (اعتراض) چھوڑ کر آسانی پیدا کیجئے۔

۷۴: فَانۡطَلَقَا حَتّٰۤی اِذَا لَقِیَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ (دونوں چل دیئے کہ یہاں تک کہ جب دونوں ایک لڑکے کو ملے تو خضر نے اس کو قتل کردیا) ایک قول یہ ہے کہ اس کے سر کو دیوار پر مارا اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس کو لٹا کر چاقو سے ذبح کر دیا۔نکتہ: آیت میں قتلہ سے پہلے فاء لائی گئی ہے مگر خرقا سے پہلے فاء نہیں کیونکہ خرقا کو تو شرط کی جزاء بنایا گیا اور قتلہ کو جملہ شرطیہ بنایا گیا جس پر عطف ہو رہا ہے اور جزاء قال اَقَتَلۡتَ نَفۡسًا ہے۔قَالَ اَقَتَلۡتَ نَفۡسًا (اس نے کہا کیا تم نے ایک جان کو قتل کردیا) ان دونوں کے درمیان خرق اس لئے لایا گیا کیونکہ کشتی کا پھٹنا سوار ہونے کے فوراً بعد نہیں تھا البتہ لڑکے کا قتل اس کی ملاقات کے فوراً بعد تھا اس لئے ایک پر فاء لائی گئی دوسرے پر نہیں۔

زَکِیَّةً (پاکیزہ) جو گناہوں سے پاک ہو خواہ اس بنا پر کہ اس کے ہاں وہ پاک تھا کیونکہ اس کو گناہ کرتے اس نے نہ دیکھا تھا یا اس لئے کہ وہ چھوٹی عمر والا تھا۔اپنی بلوغت کو ہی نہ پہنچا تھا۔

قراءت: حجازی اور ابو عمرو نے زاکیہ پڑھا ہے۔

بِغَیۡرِ نَفۡسٍ (بغیر کسی نفس کے) یعنی اس نے کسی جان کو قتل نہیں کیا کہ اس سے قصاص لیا جائے۔

نکتہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میری طرف نجدہ حروری خارجی نے لکھا کہ اس کا قتل کیسے جائز تھا جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں کے قتل کی ممانعت فرمائی ہے۔حضرت ابن عباس فرماتے ہیں میں نے ان کی طرف لکھا کہ اگر تمہیں بھی بچوں کے حالات کا اسی طرح علم ہو جائے جو موسیٰ علیہ السلام کے حاکم کو تھا تو تیرے لئے بھی قتل جائز ہے۔

موسیٰ علیہ السلام تو نے انوکھا کام کردیا:

لَقَدۡ جِئۡتَ شَیۡئًا نُّکۡرًا (اور تم نے بلاشبہ ناجائز کام کیا ہے) نکر منکر کام کو کہا جاتا ہے بعض نے کہا کہ یہ نکرا امرًا سے کم ہوتا ہے کیونکہ ایک جان کو قتل کرنا پوری کشتی کو ڈبونے سے کم ہے یا اس کا مطلب یہ ہے کہ تو نے ایک ایسا کام کیا ہے جو پہلے سے زیادہ عجیب ہے کیونکہ پھٹی ہوئی چیز کا تدارک بند لگا کر ممکن ہے لیکن قتل کا تدارک ممکن نہیں۔

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿٧٥﴾ قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍۢ بَعْدَهَا فَلَا تُصٰحِبْنِيْ

اس بندہ نے کہا کیا میں نے تم سے نہ کہا تھا کہ تم میرے ساتھ رہتے ہوئے صبر نہیں کر سکتے موسیٰ نے فرمایا کہ اگر اس مرتبہ کے بعد آپ سے کسی امر کے متعلق کچھ پوچھوں تو آپ مجھ کو اپنے ساتھ نہ رکھئے

قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا ﴿٧٦﴾ فَانْطَلَقَا حَتّٰٓى اِذَآ اَتَيَآ اَهْلَ قَرْيَةِ ِۨاسْتَطْعَمَآ اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ

بیشک آپ میری طرف سے عذر کو پہنچ چکے ہیں، پھر دونوں چل دیئے، یہاں تک کہ ایک گاؤں کے رہنے والوں پر گذرے، دونوں نے ان لوگوں سے کھانا طلب کیا سو انہوں نے ان کی مہمانی

يُّضَيِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ ۭ قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ

کرنے سے انکار کر دیا۔ اس کے بعد اس بستی میں ان دونوں نے ایک دیوار کو پایا جو گرنے ہی کو ہو رہی تھی، اس بندۂ خدا نے اسے سیدھا کر دیا، موسیٰ نے کہا اگر آپ چاہتے تو مزدوری کے

عَلَيْهِ اَجْرًا ﴿٧٧﴾ قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ ۚ سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِيْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ﴿٧٨﴾

طور پر اس عمل پر کچھ لے لیتے، اس بندۂ خدا نے کہا کہ یہ میرے اور تمہارے درمیان جدائی کا وقت ہے۔ میں تمہیں ان چیزوں کی حقیقت ابھی بتلا دوں گا جن پر تم صبر نہ کر سکے۔

خضر کی یاددہانی:

۷۵: قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا (اس نے کہا کیا میں نے تمہیں نہیں کہا تھا کہ تو میرے ساتھ رکنے کی طاقت نہیں رکھتا) اس دفعہ خضر نے اپنے کلام میں لک کا اضافہ کیا ہے تا کہ خطاب کے ذریعے معاہدہ کے چھوڑنے پر عتاب کا زیادہ اظہار ہو۔

موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اگر اب اعتراض کروں تو مجھے ساتھ نہ رکھنا:

۷۶: قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍۢ بَعْدَهَا (موسیٰ نے کہا اگر میں آپ سے اس کے بعد سوال کروں) ھا ضمیر سے مراد یہاں اس مرتبہ کے بعد یا اس مسئلہ کے بعد۔ فَلَا تُصٰحِبْنِيْ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا (تم مجھے ساتھ نہ رکھنا بیشک تم میری طرف سے عذر کی انتہاء کو پہنچ چکے ہو) یعنی تم میرے اور اپنے درمیان جدائی میں معذور رہو۔

قراءت: مدنی اور ابوبکر۔ نے لَدُنّی کی نون کو تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔

تیسرا سفر:

۷۷: فَانْطَلَقَا حَتّٰٓى اِذَآ اَتَيَآ اَهْلَ قَرْيَةِ (پھر دونوں پیدل چل دیئے یہاں تک کہ ایک بستی والوں کے پاس پہنچے) بقول ابن عباس وہ انطاکیہ تھی بقول ابن سیرین وہ ایلہ تھی وہ آسمان سے اللہ کی زمین پر سب سے زیادہ دور تھی۔

ان سے کھانا طلب کیا:

اِسْتَطْعَمَآ اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا (تو دونوں نے وہاں کے لوگوں سے کھانا طلب کیا مگر انہوں نے میزبانی کرنے سے

انکار کردیا (ضیف کا معنی مہمان بنانا) آنحضرت ﷺ نے فرمایا وہ بستی والے کمینے لوگ تھے اس روایت کو نسائی نے کبریٰ میں نقل کیا۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ بدترین بستی تھی جنہوں نے مہمانی پر بھی بخل کیا۔ **فَوَجَدَا فِیْهَا جِدَارًا** (ان دونوں نے اس بستی میں دیوار پائی) اس کی لمبائی سو ہاتھ تھی۔ **یُّرِیْدُ اَنْ یَّنْقَضَّ** (وہ گرنا چاہتی تھی) استعارۃً ارادے کا لفظ گرنے کے قریب ہونے اور جھکنے کیلئے استعمال کیا گیا۔ جس طرح کہ **الھم** اور **عزم** کا لفظ بھی اس کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔

فَاَقَامَهٗ (پس اس کو سیدھا کردیا) یعنی اپنے ہاتھ سے یا اس کو اپنے ہاتھ سے چھوا تو وہ سیدھی ہوگئی یا اس کو توڑ کر نئے سرے سے بنایا یہ حالت اضطرار اور کھانے کی چیزوں کی محتاجی کی تھی۔ اور ضرورت نے ان کو آدمی کی اس آخری کمائی کی طرف محتاج کردیا تھا یعنی سوال لیکن انہوں نے کوئی بھی ہمدرد نہ پایا جو غمخواری کرتا اس کے باوجود جب خضر نے دیوار کو سیدھا کردیا تو موسیٰ اپنے اختیار میں نہ رہے کہ ایک طرف شدید ضرورت اور دوسری طرف محرومی اسلئے فرمایا۔

موسیٰ علیہ السلام کا فرمانا کہ اس پر مزدوری لیتے:

قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَیْهِ اَجْرًا (موسیٰ علیہ السلام نے کہا اگر تم چاہتے تو اس پر مزدوری لے لیتے) یعنی اپنے اس عمل پر انعام کا مطالبہ کرتے تاکہ اس سے ضرورت پوری ہوسکتی۔

قراءت: بصری نے **لَتَخِذت** میں تاء کی تخفیف اور خاء کا کسرہ اور ذال کا ادغام پڑھا ہے اور مکی نے ذال کا اظہار اور حفص نے تاء کی تشدید اور خاء کے فتحہ کے ساتھ پڑھا اور دیگر قراء نے تاء کی تشدید اور خاء کے فتحہ اور ذال کے تاء میں ادغام کے ساتھ پڑھا ہے۔ **تاتَخِذَ** میں اصل ہے جیسا کہ **تبع** میں ہے اور **اتخذ** یہ **افتعل** کے وزن پر ہے جیسا **اتبع تبع** سے اس کا **اخذ** سے ذرا بھی تعلق نہیں۔

خضر تیری میری جدائی ہے:

۷۸: **قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَیْنِیْ وَبَیْنِكَ** (اس نے کہا یہ میرے اور تیرے درمیان جدائی ہے) **ھٰذا** کا مشارالیہ تیسرا سوال ہے یعنی یہ اعتراض جدائی کا سبب ہے۔ اور اصل اسطرح ہے **ھذافراقُ بینی و بینك** اور اس کو پڑھا گیا پس مصدر کو ظرف کی طرف مضاف کردیا جیسا کہ مفعول بہٖ کی طرف مضاف کردیا جاتا ہے۔ **سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِیْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَیْهِ صَبْرًا** (میں عنقریب تمہیں ان چیزوں کی اندرونی تشریح بتلاتا ہوں جن پر آپ سے صبر نہ ہوسکا)۔

اَمَّا السَّفِیۡنَۃُ فَکَانَتۡ لِمَسٰکِیۡنَ یَعۡمَلُوۡنَ فِی الۡبَحۡرِ فَاَرَدۡتُّ اَنۡ اَعِیۡبَہَا وَ کَانَ

کشتی کا معاملہ یہ ہے کہ وہ چند مسکینوں کی تھی جو سمندر میں کام کرتے تھے، سو میں نے کہا کہ اسے عیب والی کردوں، اور ان

وَرَآءَہُمۡ مَّلِکٌ یَّاۡخُذُ کُلَّ سَفِیۡنَۃٍ غَصۡبًا ﴿۷۹﴾ وَ اَمَّا الۡغُلٰمُ فَکَانَ اَبَوٰہُ مُؤۡمِنَیۡنِ فَخَشِیۡنَاۤ

لوگوں کے آگے ایک بادشاہ تھا جو ہر کشتی کو چھین لیا کرتا تھا، اور رہا لڑکے کا معاملہ سو بات یہ ہے کہ اس کے ماں باپ مومن تھے تو ہمیں اندیشہ ہوا

اَنۡ یُّرۡہِقَہُمَا طُغۡیَانًا وَّ کُفۡرًا ﴿۸۰﴾ فَاَرَدۡنَاۤ اَنۡ یُّبۡدِلَہُمَا رَبُّہُمَا خَیۡرًا مِّنۡہُ زَکٰوۃً وَّ

کہ وہ ان دونوں کو سرکشی میں اور کفر میں نہ ڈال دے، سو ہم نے چاہا کہ ان کا رب انہیں اس لڑکے کے بدلہ ایسی اولاد عطا فرمادے، جو پاکیزگی میں اس سے بہتر ہو اور

اَقۡرَبَ رُحۡمًا ﴿۸۱﴾ وَ اَمَّا الۡجِدَارُ فَکَانَ لِغُلٰمَیۡنِ یَتِیۡمَیۡنِ فِی الۡمَدِیۡنَۃِ وَ کَانَ تَحۡتَہٗ

رحم کرنے میں اس سے بڑھ کر ہو۔ اور رہی دیوار تو اس کی صورتحال یہ ہے کہ وہ اس شہر میں دو یتیم لڑکوں کی تھی اور اس کے نیچے

کَنۡزٌ لَّہُمَا وَ کَانَ اَبُوۡہُمَا صَالِحًا ۚ فَاَرَادَ رَبُّکَ اَنۡ یَّبۡلُغَاۤ اَشُدَّہُمَا وَ یَسۡتَخۡرِجَا

ان دونوں کا خزانہ تھا اور ان کا باپ نیک آدمی تھا، سو تیرے رب نے ارادہ فرمایا کہ یہ دونوں اپنی جوانی کو پہنچ جائیں اور اپنے خزانے کو

کَنۡزَہُمَا ٭ۖ رَحۡمَۃً مِّنۡ رَّبِّکَ ۚ وَ مَا فَعَلۡتُہٗ عَنۡ اَمۡرِیۡ ؕ ذٰلِکَ تَاۡوِیۡلُ مَا لَمۡ تَسۡطِعۡ عَّلَیۡہِ صَبۡرًا ﴿ؕ۸۲﴾

نکال لیں یہ تیرے رب کی مہربانی کی وجہ سے ہے۔ اور یہ کام میں نے اپنی رائے سے نہیں کیے، یہ ہے ان باتوں کی حقیقت جن پر تم صبر نہ کر سکے۔

تینوں معاملات کی حقیقت کا انکشاف:

۷۹: اَمَّا السَّفِیۡنَۃُ فَکَانَتۡ لِمَسٰکِیۡنَ یَعۡمَلُوۡنَ فِی الۡبَحۡرِ (اور کشتی تو چند غریبوں کی تھی جو دریا میں کمائی کرتے تھے) نمبر۱۔ وہ دس بھائی تھے جن میں پانچ اپاہج تھے اور پانچ دریا میں کام کرتے تھے۔ فَاَرَدۡتُّ اَنۡ اَعِیۡبَہَا (میں نے اس کو عیب دار کرنا چاہا) تا کہ عیب والی بنا دوں۔ وَکَانَ وَرَآءَہُمۡ مَّلِکٌ (ان سے آگے ایک بادشاہ تھا) نمبر۱۔ وراء کا معنی امام ہے نمبر۲۔ پیچھے۔ ان کی واپسی کے راستہ پر وہ بادشاہ تھا اور ان کو اس کی اطلاع نہ تھی اللہ تعالیٰ نے خضر علیہ السلام کو بتلا دیا۔ اور اس بادشاہ کا نام جلندی تھا۔

یَّاۡخُذُ کُلَّ سَفِیۡنَۃٍ غَصۡبًا (وہ ہر کشتی کو چھین لیتا تھا) ہر اچھی کشتی کو جس میں عیب نہ ہو وہ چھین لیتا۔ اگر وہ عیب دار ہوتی تو اس کو چھوڑ دیتا۔ غَصۡبًا مصدر ہے نمبر۲۔ مفعول لہٗ ہے۔

نکتہ: فاردت ان اعیبھا یہ غصب کے خطرہ کا سبب ہے مناسب یہ تھا کہ سبب کے بعد آتا۔ جواب یہ ہے کہ اس سے مراد تاخیر ہے صرف غایت کو مقدم کیا۔

۸۰: وَ اَمَّا الۡغُلٰمُ فَکَانَ اَبَوٰہُ مُؤۡمِنَیۡنِ فَخَشِیۡنَاۤ اَنۡ یُّرۡہِقَہُمَا طُغۡیَانًا وَّ کُفۡرًا (اور رہا وہ لڑکا تو اس کے ماں باپ ایمان دار

تھے ہم کو اندیشہ ہوا کہ یہ ان پر سرکشی اور کفر کا اثر ڈال دے) ہمیں خطرہ ہوا کہ وہ مؤمن والدین کو سرکشی سے ڈھانپ لے اوران کی نافرمانی کر کے ان کے انعامات کا منکر ہو جائے۔اوران سے بدسلوکی کرے۔جس سے ان کو شر اور مصیبت پہنچے۔
نمبر۲۔اپنی بیماری ان تک منتقل کر دے۔نمبر۳۔اپنی گمراہی سے ان کو گمراہی میں ڈال دے۔جس سے وہ مرتد ہو جائیں۔یہ خضر علیہ السلام کا کلام ہے خضر کو اس بچے کی طرف سے یہ خطرہ محسوس ہوا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق ان کو علم دیا اور اس کے پوشیدہ معاملے کی اطلاع دی اور اگر اس کو قول باری تعالیٰ قرار دیا جائے تو **خشینا علمنا** کے معنی میں ہے ہم نے جانا کہ اگر یہ زندہ رہا تو اپنے والدین کے کفر کا سبب بن جائے گا۔
۸۱: **فَاَرَدْنَآ اَنْ یُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا** (پس ہم نے چاہا کہ انکا رب اس کے عوض عنایت فرمادے)
قراءت: مدنی اور ابوعمرو۔نے **یبدلهما** پڑھا ہے۔
خَیْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً (جو پاکیزگی میں اس سے زیادہ بہتر ہو) طہارت اور گناہوں سے پاکیزگی میں **وَّ اَقْرَبَ رُحْمًا** (اور مہربانی اور رحم کرنے کے لحاظ سے بڑا اقرب رکھنے والا ہو) رحم کا معنی رحمت وشفقت ہے۔
نحو: زکاۃ اور رُحمًا ہر دو تمیز ہیں۔
تفسیری روایت ہے ان کے ہاں ایک بیٹی پیدا ہوئی جس کی شادی ایک پیغمبر سے ہوئی جس سے ایک پیغمبر کی ولادت ہوئی نمبر۲۔ستر پیغمبروں کی پیدائش ہوئی۔نمبر۳۔اللہ تعالیٰ نے ان کو بدلے میں مؤمن بیٹا عنایت فرمایا جو انہی جیسا نیک مؤمن تھا۔
قراءت: شامی نے رُحُمًا پڑھا ہے اور یہ دونوں لغات ہیں۔
۸۲: **وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَیْنِ** (اور پھر دیوار وہ تو دو بچوں کی تھی) اصرم ،اصریم کی تھی۔
یَتِیْمَیْنِ فِی الْمَدِیْنَةِ (جو یتیم شہر میں رہتے تھے) یہ اسی بستی کو المدینہ سے تعبیر کیا۔**وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا** (اور دیوار کے نیچے ان کا خزانہ تھا) یعنی ایک سونے کی تختی تھی جس پر یہ لکھا تھا مجھے اس آدمی پر تعجب ہے جو تقدیر پر ایمان رکھتا ہے پھر غمگین ہوتا ہے نمبر۲۔اس آدمی پر تعجب ہے جو حساب پر ایمان رکھتے ہوئے غافل ہے۔نمبر۳۔اس انسان پر تعجب ہے جو رزق پر ایمان رکھتا ہے پھر کس طرح تھکتا اور مشقت اٹھاتا ہے۔نمبر۴۔اس انسان پر تعجب ہے جو موت پر یقین رکھنے کے باوجود خوشیاں کر رہا ہے۔نمبر۵۔اس انسان پر تعجب ہے جو دنیا کو جانتا ہے اور دنیا والوں کو دنیا کا پلٹنا بھی جانتا ہے مگر پھر بھی دنیا پر مطمئن ہے۔(**لا اله الا اللّٰه محمد رسول اللّٰه**) نمبر۲۔سونا چاندی مدفون تھا۔نمبر۳۔صحائف مدفون تھے جن میں علم تھا۔ان میں سے پہلا قول زیادہ ظاہر ہے۔حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ پہلے لوگوں کیلئے کنز حلال تھا مگر ہمارے لئے حرام ہے پہلے لوگوں پر غنیمت حرام تھی وہ ہمارے لئے حلال کر دی گئی۔
وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا (اوران دونوں کا والد نیک تھا)۔ایک قول یہ ہے کہ انکا ساتواں دادا نیک تھا۔صالحا یعنی ان میں سے ہوگا جو میرا ساتھی بنے گا۔
نکتہ: حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک گفتگو میں خارجی کو کہا۔اللہ تعالیٰ نے دونوں لڑکوں کی حفاظت

کس وجہ سے فرمائی اس نے جواب دیا ان کے والد کی بھلائی و نیکی کی وجہ سے تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا پھر میرے والد اور نانا تو اس سے بہت بہتر تھے۔

یہ میں نے اپنے اختیار سے نہیں کئے' کرائے گئے ہیں:

فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَآ اَشُدَّ هُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ وَمَا فَعَلْتُهٗ (پس تیرے رب نے چاہا کہ وہ دونوں اپنی بھرپور جوانی کو پہنچ جائیں اور اپنا دفینہ نکال لیں اور میں نے یہ سارے کام تیرے رب کی مہربانی سے کئے) اَشُد کا معنی جوانی۔ رحمۃ یہ مفعول لہ ہے نمبر۲۔ اراد ربك کا مفعول کیونکہ رحمھما کے معنی میں ہے۔ اور مافعلته اور میں نے یہ کام جو تم نے دیکھے۔ عَنْ اَمْرِیْ اپنے اختیار سے نہیں کیے اپنے اجتہاد کی بنیاد پر بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کیے۔ ھا کی ضمیر تمام کی طرف راجع ہے۔ نمبر۲۔ یا دیوار کی طرف۔ ذٰلِكَ کا مشار الیہ تینوں جواب ہیں۔ تَاْوِیْلُ مَالَمْ تَسْطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا (یہ تعبیر ان کی ہے جن پر آپ صبر نہ کر سکے) تاء کو تخفیف کے طور پر حذف کیا۔

فَائِدَہ: بعض لوگوں کے قدم اس مسئلہ میں گمراہی کی وجہ سے پھسل گئے کہ انہوں نے ولی کو نبی سے افضل قرار دے دیا حالانکہ یہ کھلا کفر ہے۔ انہوں نے اپنے استدلال کو اس طرح پیش کیا کہ موسیٰ علیہ السلام کو خضر سے علم حاصل کرنے کا حکم دیا حالانکہ وہ ولی ہیں۔

جواب: اس کا سیدھا جواب یہ ہے کہ خضر نبی ہیں۔ اگر چہ وہ اس طرح نہیں جیسا کہ بعض کو گمان ہوا یہ درحقیقت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق ابتلاء تھا کہ بقول اہل کتاب کے یہ موسیٰ وہ موسیٰ بن عمران نہیں ہیں۔ بلکہ وہ موسیٰ بن مانان ہیں۔

ولی کیلئے تو ولی بننا بھی ناممکن ہے جب تک وہ نبی پر ایمان نہ لائے پھر یہ کیونکر درست ہوا کہ نبی ولی سے کم ہو گیا۔ موسیٰ علیہ السلام کے طلب علم میں کوئی قابل اعتراض بات نہیں کیونکہ علم میں اضافہ خود مطلوب ہے۔ اولاً ذکر کیا گیا فاردت کیونکہ وہ ظاہر میں اس چیز کو بگاڑنا ہے اور وہ خضر ہی کا فعل ہے اور تیسری مرتبہ کہا فاراد ربک کیونکہ یہ محض انعام خداوندی تھا۔ اور بشر کی قدرت و طاقت میں نہیں تھا اور دوسری مرتبہ فرمایا فاردنا کیونکہ وہ فعل کے اعتبار سے بگاڑنا اور تبدیلی کے اعتبار سے انعام ہے اس لئے جمع متکلم بول دیا۔

قول زجاج رحمۃ اللہ علیہ فاردنا کا معنی فاراد اللہ عزوجل اور اس کی امثلہ قرآن میں بہت ہیں۔

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ ۭ قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَيْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا ۭ﴿٨٣﴾ اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ

اور یہ لوگ آپ سے ذوالقرنین کے بارے میں سوال کرتے ہیں، آپ فرما دیجئے کہ میں ابھی تمہارے سامنے اس کا ذکر کرتا ہوں، بلاشبہ ہم نے ذوالقرنین کو زمین میں

فِي الْاَرْضِ وَاٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا ﴿٨٤﴾ۙ فَاَتْبَعَ سَبَبًا ﴿٨٥﴾ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ

حکومت دی تھی اور اسے ہر چیز کا سامان دیا تھا۔ پھر وہ ایک راہ پر روانہ ہوگیا یہاں تک کہ جب سورج کے چھپنے کی

الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِيْ عَيْنٍ حَمِئَةٍ وَّوَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا ڛ قُلْنَا يٰذَا

جگہ پر پہنچا تو سورج کو ایک سیاہ چشمہ میں ڈوبتا ہوا پایا اور اس موقعہ پر اس نے ایک قوم دیکھی، ہم نے کہا اے

الْقَرْنَيْنِ اِمَّآ اَنْ تُعَذِّبَ وَاِمَّآ اَنْ تَتَّخِذَ فِيْهِمْ حُسْنًا ﴿٨٦﴾ قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ

ذوالقرنین آپ ان کو سزا دو اور یا ان میں خوبی کا معاملہ اختیار کرو، اس نے کہا جس نے ظلم کیا سو ہم عنقریب

نُعَذِّبُهٗ ثُمَّ يُرَدُّ اِلٰى رَبِّهٖ فَيُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّكْرًا ﴿٨٧﴾ وَاَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا

اسے سزا دیں گے پھر وہ اپنے رب کی طرف لوٹایا جائے گا سو وہ اسے برا عذاب دے گا۔ اور جو ایمان لایا اور نیک عمل کئے

فَلَهٗ جَزَاۗءَۨ الْحُسْنٰى ۚ وَسَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا يُسْرًا ﴿٨٨﴾ۭ ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿٨٩﴾ حَتّٰٓى اِذَا

اس کے لیے بدلے میں بھلائی ہے، اور ہم اس کے بارے میں اپنے کام میں آسانی کی بات کہیں گے۔ پھر وہ ایک راہ پر روانہ ہوگیا۔ یہاں تک کہ جب

بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلٰي قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا ﴿٩٠﴾ۙ

وہ ایسی جگہ پر پہنچا جو آفتاب طلوع ہونے کی جگہ تھی تو اس نے دیکھا کہ سورج ایسے لوگوں پر طلوع ہو رہا ہے جن کے لیے ہم نے آفتاب سے ورے کوئی پردہ نہیں رکھا۔

ذوالقرنین کا واقعہ:

۸۳: وَيَسْئَلُوْنَكَ (اور وہ آپ سے سوال کرتے ہیں) یعنی یہودی بطور امتحان سوال کرتے ہیں۔ نمبر۲۔ ابو جہل اور اس کے معاونین عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ (ذوالقرنین کے متعلق) یہ وہ سکندر ہے جس نے دنیا پر حکومت کی۔

دوسرا قول یہ ہے دنیا پر حکومت چار بادشاہوں نے کی دو مسلمان اور دو کافر۔ مسلمان سلیمان نمبر۲۔ اور ذوالقرنین اور دو کافر ہیں۔ نمبرا۔ نمرود نمبر۲ بخت نصر اور یہ سکندر نمرود کے بعد ہوا ہے ایک قول کے مطابق یہ ایک نیک بندہ تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے زمین پر حکمرانی دی اور علم و حکمت سے نوازا اور اندھیرا اور روشنی اس کے مطیع کی۔ جب وہ چلتا تو روشنی اس کے آگے راہنما ہوتی اور اندھیرا پیچھے چھایا رہتا۔ نمبر۲۔ ایک قول کے مطابق یہ پیغمبر ہے۔ نمبر۳۔ ایک اور قول میں اس کو فرشتہ قرار دیا گیا۔

نمبر۴۔ قول علی رضی اللہ عنہ: یہ نہ فرشتہ تھا اور نہ نبی مقرب بلکہ ایک صالح بندہ تھا اس کے سر کے دائیں حصہ میں اللہ تعالیٰ کی طاعت کی خاطر ضرب لگائی گئی جس سے وہ مر گیا۔ پھر اس کو اللہ تعالیٰ نے اٹھایا۔ پھر دوسری مرتبہ اس کے سر کے بائیں جانب ضرب لگائی گئی جس سے اس پر موت واقع ہوگئی اللہ تعالیٰ نے دوبارہ اس کو اٹھایا اسی وجہ سے اس کا لقب ذوالقرنین پڑ گیا اور تم میں اس کی مثل موجود ہے اور وہ میں ہوں۔

نمبر۵۔ وہ لوگوں کو توحید کی طرف بلاتا۔ پس لوگ اس کو قتل کر دیتے۔ اللہ تعالیٰ دوبارہ اس کو زندہ کر دیتا۔ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا اس کو ذوالقرنین اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ دنیا کے دونوں جانب پھرا یعنی مشرق و مغرب۔ نمبر۶۔ اس کے سر پر دو مینڈیاں تھیں۔ دو زلفیں تھیں۔ نمبر۷۔ اس کے زمانہ میں لوگوں کے دو قرن گزرے۔ نمبر۸۔ وہ دو بڑی سلطنتوں روم، فارس کا حکمران بنا۔ نمبر۹۔ ترک و روم پر حکمرانی کی۔ نمبر۱۰۔ اس کے تاج پر دو سینگ بنے ہوئے تھے۔ نمبر۱۱۔ اس کے سر کے دونوں کناروں پر سینگ کی طرح دو ابھار تھے۔ نمبر۱۲۔ وہ نجیب الطرفین تھا اور یہ رومی تھا۔ قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَیْکُمْ مِّنْهُ ذِکْرًا (کہہ دیں میں عنقریب اس کا تذکرہ تمہیں پڑھ کر سناتا ہوں) منہ کی ضمیر ذوالقرنین کی طرف راجع ہے۔

۸۴: اِنَّا مَکَّنَّا لَهٗ فِی الْاَرْضِ (بیشک ہم نے اس کو زمین میں ٹھکانہ دیا) اور اس کو اس میں غلبہ اور مرتبہ عنایت فرمایا۔ وَاٰتَیْنٰهُ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ سَبَبًا (اور ہم نے اس کو ہر چیز کے اسباب مہیا فرمائے) کل شیء سے ملک میں جو کچھ تھا اس کے اغراض و مقاصد مراد ہیں۔ سببًا ذریعہ اور راستہ جس سے وہ اپنے مقاصد تک پہنچ سکے۔

پہلا سفر مغربی جانب اور اس کے احوال:

۸۵: فَاَتْبَعَ سَبَبًا (وہ ایک راہ پر ہولیا) السبب اس چیز کو کہتے ہیں جس سے مقصود کو پہنچ سکیں خواہ وہ علم ہو یا قدرت اس نے مغرب کی جانب پہنچنے کا ارادہ کیا پس وہ ایک راستہ پر ہولیا۔ جو اس کو مغرب تک پہنچائے یہاں تک کہ وہاں پہنچ گیا اسی طرح اس نے مشرق کا ارادہ کیا اور اس کے اسباب کے پیچھے ہولیا۔ اور اس نے سدین میں پہنچنے کے لیے اسباب تیار کیے۔

قراءت: کوفی نے ثم اتبع اور شامی نے بھی اسی طرح باقی قراء نے الف کو ملا کر تاء کی تشدید کے ساتھ اصمعی نے اتبع بمعنی ملنا اتبع پیچھے پڑنا اگرچہ نہ ملے۔

۸۶: حَتّٰٓی اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ (یہاں تک کہ وہ آفتاب کے غروب ہونے کے مقام پر پہنچا) مغرب کی جانب آبادی کے اختتامی مقام تک۔ اسی طرح طلوع میں آبادی کے آخری کنارے تک۔ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا اس کے معاملے کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ اس نے کتاب میں لکھا پایا کہ سام کی اولاد میں سے ایک عین حیات کا پانی پی کر ہمیشہ رہے گا۔ پس وہ اس چشمے کی تلاش میں چل دیا۔ خضر اس کے وزیر اور خالہ زاد تھے' وہ پانے میں کامیاب ہوئے اور انہوں نے پانی پی لیا۔ مگر ذوالقرنین کو کامیابی نہ ہوئی۔ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِیْ عَیْنٍ حَمِئَةٍ (اس کو سیاہ چشمے میں غروب ہوتا محسوس کیا) حمئة سے مراد ذات حماۃ یہ حمئت البئر سے ہے یعنی جب کہ اس میں گار بن جائے۔

قراءت: شامی، کوفی، حفص کے علاوہ نے حَامِیَةٍ پڑھا یہ گرم کے معنی میں آتا ہے۔

روایت ابوذر رضی اللہ عنہ: کہ میں آنحضرت ﷺ کے پیچھے اونٹ پر سوار تھا۔ آپ نے سورج کو غروب ہوتے دیکھا تو فرمایا۔ اے ابوذر! کیا تمہیں معلوم ہے کہ سورج کہاں غروب ہوتا ہے میں نے عرض کیا اللہ و رسولہ اعلم آپ نے فرمایا وہ گرم چشمے میں غروب ہوتا ہے۔ (الدرالمنثور)

واقعہ: ابن عباس رضی اللہ عنہما معاویہؓ کے پاس تھے معاویہؓ نے حامیہ پڑھا تو ابن عباس نے حمئة پڑھا اس پر معاویہ نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کو کہا تم کس طرح پڑھتے ہو۔ انہوں نے کہا جیسا امیر المؤمنین پڑھتے ہیں۔ پھر کعب احبار کی طرف متوجہ ہو کر کہا تم سورج کو کس طرح غروب ہوتا پاتے ہو۔ اس نے کہا پانی اور مٹی میں۔ اسی طرح ہم اس کو تورات میں پاتے ہیں۔ تو انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی موافقت کی۔ کیونکہ حمئہ کا معنی کیچڑ ہے۔

محاکمہ: مگر ان دونوں میں کوئی منافات نہیں کیونکہ یہ درست ہے کہ چشمہ دونوں اوصاف کو جامع ہو۔

وَّ وَجَدَ عِنْدَ هَا (اور اس کے پاس پایا) اس چشمے کے پاس قَوْمًا (ایک قوم کو) ننگے۔ انکا لباس شکار کی کھالیں۔ اور انکا کھانا سمندر کی باہر پھینکی ہوئی مچھلی تھا اور وہ کافر تھے۔ قُلْنَا یٰذَا الْقَرْنَیْنِ اِمَّآ اَنْ تُعَذِّبَ وَ اِمَّآ اَنْ تَتَّخِذَ فِیْهِمْ حُسْنًا (ہم نے کہا اے ذوالقرنین تو چاہے تو ان کو سزا دے اور چاہے تو ان کے ساتھ نرمی کا سلوک کر) اگر وہ پیغمبر تھا تو اللہ تعالیٰ نے وحی کی اور اگر نبی نہ تھا تو اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ کے پیغمبر کو وحی کی جس نے اس کو حکم دیا۔ نمبر۲۔ الہام کیا گیا جس میں ان کو قتل کی سزا دینے کی اجازت دی گئی اگر وہ کفر پر اصرار کریں اور ان سے نرم سلوک کریں اور انکا اکرام کریں اور شریعت کے احکام سکھائیں اگر وہ ایمان لے آئیں نمبر۳۔ تعذیب سے مراد قتل اور اتخاذ حسن سے مراد قید کرنا ہے۔ کیونکہ بمقابلہ قتل یہ احسان ہے۔

۸۷: قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ ثُمَّ یُرَدُّ اِلٰی رَبِّهٖ فَیُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّكْرًا (ذوالقرنین نے کہا جو ظلم کرے گا ہم اس کو سزا دیں گے پھر وہ اپنے رب کی بارگاہ میں لوٹ کر جائے گا وہ اس کو سخت عذاب دیگا) عذاب سے قتل مراد ہے۔ یرد سے مراد قیامت کی حاضری ہے۔ مطلب یہ ہے وہ شخص جس کو اسلام کی میں دعوت دوں اور وہ ظلم عظیم پر برقرار رہے یعنی شرک پر قائم رہے یہ شخص دونوں جہانوں میں عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔

۸۸: وَاَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَآءَ نِالْحُسْنٰی (اور جو ایمان لے آئے گا اور اچھے کام کرے گا۔ اس کے لئے نیکی کا اچھا بدلہ ملے گا) عمل صالح سے وہ اعمال مراد ہیں جو تقاضائے ایمان کے مطابق ہیں۔ جزاء الحسنیٰ سے مراد اچھے عمل کا بدلہ ہے جو کہ کلمہ شہادت ہے۔

قراءت: کوفی نے سوائے ابوبکر کے جزاء الحسنی پڑھا ہے۔ یعنی اس کے لئے اچھا عمل بدلہ میں ہے۔

وَسَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا یُسْرًا (اور ہم اپنے برتاؤ میں اس کے لئے آسان بات کہیں گے) یعنی ذا یسر آسانی والی۔ مطلب یہ ہے ہم اس کو کسی مشکل اور گراں کام کا حکم نہ دیں گے۔ بلکہ آسان حکم جیسے زکوۃ، خراج وغیرہ۔

دوسرا سفر مشرقی جانب اور اس کے احوال:

۸۹، ۹۰: ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا حَتّٰٓی اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلٰی قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا (پھر وہ

اسباب کے پیچھے لگا۔ یہاں تک کہ وہ مشرقی جانب سورج کے طلوع ہونے کے مقام تک پہنچا تو وہاں اس نے سورج کو ایسی قوم پر طلوع ہوتے دیکھا کہ ہم نے ان کے لئے سورج سے ورے کوئی روک نہ بنائی تھی) قوم سے حبشی مراد ہیں۔ دُوْنِهَا سے سورج سے ورے مراد ہے۔ سِتْرًا سے مراد تعمیرات ہیں کعب کہتے ہیں: ان کی سرزمین میں دیواریں قائم نہ ہو سکتیں تھیں۔ وہاں سرنگیں موجود تھیں۔ جب سورج طلوع ہوتا تو ان سرنگوں میں داخل ہو جاتے۔ اور جب دن بلند ہو جاتا تو اپنے کام کاج میں نکل جاتے۔ نمبر۲۔ سِتْر سے لباس مراد ہے۔ مجاہد کہتے ہیں۔ یہ سیاہ فام لوگ کپڑے نہ پہنتے تھے۔ مطلع شمس کے پاس ان کی تعداد تمام لوگوں سے زیادہ ہے۔

۹۱: كَذٰلِكَ (ذوالقرنین کا معاملہ اسی طرح رہا) جیسا ہم نے اس کے معاملے کو بڑا کر کے بیان کیا ہے۔ وَقَدْ اَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا (اس طرح ہم ذوالقرنین کے پاس جو سامان تھا اس کی پوری خبر رکھتے تھے) مَالَدَيْهِ سے لشکر کے آلات حرب وضرب، اسباب مملکت مراد ہیں۔

نحو: خُبْرًا پر نصب مصدر ہونے کی وجہ سے ہے کیونکہ اَحَطْنَا کا معنی خَبَرْنَا ہے ای خَبَرْنَا خُبْرًا۔ نمبر۲۔ طلوع شمس تک پہنچنا اسی طرح ہے جیسا مغرب میں پہنچنا۔ نمبر۳۔ وہ سورج ایک قوم پر اسی طرح طلوع ہوتا تھا جیسا کہ وہ قوم جن پر غروب ہوتا تھا۔ مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ بھی کافر تھے۔ اور ان کا حکم بھی تعذیب وبقاء میں پہلے کفار والا تھا۔ اور ایمان والوں کے ساتھ احسان بھی اسی طرح تھا۔

كَذٰلِكَ ؕ وَقَدْ اَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا ﴿۹۱﴾ ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۹۲﴾ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ بَيْنَ

یہ بات یوں ہی ہے اور ہم کو ان سب چیزوں کی خبر ہے جو اس کے پاس تھیں وہ پھر ایک راہ پر چلا یہاں تک کہ ایسی جگہ پر پہنچ گیا جو دو پہاڑوں کے

السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا قَوْمًا ۙ لَّا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ قَوْلًا ﴿۹۳﴾ قَالُوْا يٰذَا

درمیان تھی۔ ان پہاڑوں سے ورے اس نے ایسی قوم کو پایا جو بات سمجھنے کے قریب بھی نہ تھے، وہ کہنے لگے کہ اے

الْقَرْنَيْنِ اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا

ذوالقرنین بلاشبہ یاجوج ماجوج زمین میں فساد مچاتے ہیں۔ سو کیا یہ ہو سکتا ہے کہ ہم آپ کے لیے اس شرط پر کچھ مال جمع کر دیں

عَلٰۤى اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا ﴿۹۴﴾ قَالَ مَا مَكَّنِّىْ فِيْهِ رَبِّىْ خَيْرٌ فَاَعِيْنُوْنِىْ

کہ آپ ہمارے اور ان کے درمیان ایک آڑ بنا دیں۔ ذوالقرنین نے جواب دیا کہ میرے رب نے جو کچھ اختیار و اقتدار عطا فرمایا ہے وہ بہتر ہے، سو تم قوت کے ساتھ

بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا ﴿۹۵﴾ ۙ اٰتُوْنِىْ زُبَرَ الْحَدِيْدِ ؕ حَتّٰۤى اِذَا سَاوٰى بَيْنَ

میری مدد کرو میں تمہارے اور ان کے درمیان ایک موٹی دیوار بنا دونگا۔ میرے پاس لوہے کے ٹکڑے لے آؤ یہاں تک کہ جب دونوں سروں کے درمیان کو

الصَّدَفَيْنِ قَالَ انْفُخُوْا ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا ۙ قَالَ اٰتُوْنِىْۤ اُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا ﴿۹۶﴾ ؕ

برابر کر دیا تو حکم دیا کہ اس کو دھونکو، یہاں تک کہ جب اسکو آگ بنا دیا تو ان سے کہا کہ میرے پاس پگھلا ہوا تانبا لاؤ تا کہ میں اس پر ڈال دوں۔

تیسرا سفر بجانب شمال اور اس کے احوال:

۹۲، ۹۳: ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ (پھر وہ اسباب کے پیچھے لگا یہاں تک کہ وہ دو پہاڑوں کے درمیان پہنچا) سَدَّیْن سے دو پہاڑ مراد ہیں۔ یہ وہ دو پہاڑ ہیں جن کے درمیان سَدِّ ذوالقرنین ہے۔

قراءت: مکی، ابوعمرو اور حفص نے السَّدَّیْن سَدًّا پڑھا ہے۔ جبکہ حمزہ، علی نے السدین سُدًّا پڑھا ہے۔ دیگر قراء نے دونوں ضموں کے ساتھ پڑھا ہے۔ بعض نے کہا جو خلقۃً مسدود ہو وہ مضموم ہوتا ہے۔ اور جس کو بندے بند کر دیں وہ مفتوح ہوتا ہے۔

نحو: بین بلغ کا مفعول بہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ جیسا کہ یہ هٰذا فِرَاقُ بَيْنِىْ وَ بَيْنِكَ میں اضافت کی وجہ سے مجرور ہے اور لقد تقطع بینکم [الانعام:۹۴] میں مرفوع ہے۔ کیونکہ یہ ان ظروف میں سے ہے جو اسماء اور ظروف دونوں طرح استعمال ہوتے ہیں۔ سدین والی جگہ مشرقی جانب جہاں ترکوں کا علاقہ ختم ہوتا ہے۔ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا (اور اس کو ایک ایسی قوم ملی) سدین کے پیچھے قَوْمًا (یہ ترکی لوگ ہیں) لَّا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ قَوْلًا (جو تقریبًا کوئی بات بھی نہ سمجھتی تھی) یعنی بات کو بڑی جہد و مشقت سے سمجھتے تھے جیسے اشارہ کنایہ سے۔

قراءت: حمزہ وعلی نے یُفْقِهُوْنَ پڑھا ہے۔ مطلب یہ ہے وہ سامع کو اپنا کلام نہ سمجھا سکتے اور نہ وضاحت کر سکتے کیونکہ ان کی لغت وبولی نامانوس ومجہول تھی۔

تذکرہ یاجوج ماجوج:

۹۴: قَالُوْا یٰذَا الْقَرْنَیْنِ اِنَّ یَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ (کہنے لگے اے ذوالقرنین بیشک یاجوج اور ماجوج)

نحو وقراءت: یہ دو عجمی نام ہیں۔ کیونکہ غیر منصرف استعمال ہوتے ہیں۔ فقط عاصم نے ان کو ہمزہ سے پڑھا ہے۔ نمبر۱۔ یہ دونوں اولاد یافث سے ہیں۔ نمبر۲۔ یاجوج ترکوں سے ہیں اور ماجوج، جیل اور دیلم سے ہیں۔ مُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ (وہ زمین میں فساد پیدا کرنے والے ہیں۔) ایک قول یہ ہے کہ انسانوں کو کھاتے تھے۔ دوسرا قول یہ موسم ربیع میں نکلتے کوئی سبزہ پاتے اس کو کھا جاتے اور خشک کو اٹھا کر لے جاتے اور ان کا کوئی آدمی اسوقت تک نہ مرتا جب تک اپنی پشت میں سے ایک ہزار مذکر نسل نہ دیکھتا۔ تمام مسلح رہتے تھے۔

تیسرا قول یہ ہے ان کی دو قسمیں ہیں۔ جو لمبے ہیں وہ انتہائی لمبے ہیں اور نمبر۲۔ جو چھوٹے ہیں وہ انتہائی چھوٹے ہیں۔ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا (کیا ہم تمہارے لئے خراج مقرر کردیں)

قراءت: حمزہ، علی نے خرجاً کو خراجاً پڑھا ہے۔ یعنی انعام وعطیہ جس کو ہم اپنے اموال میں مقرر کرلیں۔ اس کی نظیر النول اور النوال دونوں طرح مستعمل ہے۔ عَلٰٓی اَنْ تَجْعَلَ بَیْنَنَا وَبَیْنَهُمْ سَدًّا (اس شرط پر کہ تو ہمارے اور ان کے درمیان دیوار قائم کر دے)

۹۵: قَالَ مَامَكَّنِّیْ (اس نے کہا جس مال میں مجھے اختیار دیا)

قراءت: یہ ادغام کے ساتھ ہے۔ مکی نے فکِ ادغام سے پڑھا ہے۔ فِیْهِ رَبِّیْ خَیْرٌ (میرے رب نے وہ بہت بہتر ہے) جس مال میں مجھے ذمہ دار بنایا ہے۔ اور جو وسعت مالی اس نے دے رکھی ہے وہ اس سے بہت بہتر ہے جو تم مجھے بطور خراج دو گے مجھے اس کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ فَاَعِیْنُوْنِیْ بِقُوَّةٍ (تم افراد قوت سے میری اعانت کرو) عمل اور کاریگروں سے جو اچھی تعمیر کر سکتے ہوں۔ اور کام اور آلات۔ اَجْعَلْ بَیْنَكُمْ وَبَیْنَهُمْ رَدْمًا (میں تمہارے اور ان کے درمیان ایک دیوار قائم کر دیتا ہوں)۔ ردم دیوار نمبر۲۔ ایسی روک جو پختہ اور مضبوط ہو۔ الردم یہ سدّ سے بڑی دیوار کو کہتے ہیں۔

۹۶: اٰتُوْنِیْ زُبَرَ الْحَدِیْدِ (تم میرے پاس لوہے کے ٹکڑے لاؤ) الزبرۃ لوہے کا بڑا ٹکڑا۔ نمبر۱۔ ایک قول یہ ہے کہ اس نے کھدائی کی یہاں تک کہ پانی تک پہنچ گیا۔ اور بنیاد میں چٹانیں ڈالیں۔ اور پگھلا ہوا تانبا اور لوہے کے ٹکڑوں کی دیوار کے درمیان لکڑی اور کوئلہ رکھا۔ یہاں تک کہ جب دونوں پہاڑوں کے درمیانی درے کو بھر کر ان پہاڑوں سے بلند کر دیا۔ پھر پھونکنے والے آلات لگائے اور آگ نے لکڑی اور کوئلے کی مدد سے لوہے کو آگ کی طرح گرم کر دیا۔ تو گرم لوہے پر پگھلا ہوا تانبا ڈال دیا گیا جو سوراخوں اور رخنوں میں پیوست ہوتا چلا گیا۔ اور وہ لوہے کے ٹکڑے ایک دوسرے سے پیوست ہو گئے یہ مضبوط پہاڑ کی طرح بن گیا دوسرا قول یہ ہے کہ سدین کے درمیانی فاصلہ کی مقدار سو فرسخ ہے۔ واللہ اعلم۔

فَمَا اسْطَاعُوْٓا اَنْ يَّظْهَرُوْهُ وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا ﴿۹۷﴾ قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّيْ ج

سو وہ لوگ نہ چڑھ سکے اور نہ اس میں سوراخ کر سکے۔ ذوالقرنین نے کہا کہ یہ میرے رب کی طرف سے ایک رحمت ہے

فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّيْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ ج وَكَانَ وَعْدُ رَبِّيْ حَقًّا ﴿۹۸﴾ ط وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ

سو جب میرے رب کا وعدہ آ جائے گا تو اس کو چورا چورا کر دے گا اور میرے رب کا وعدہ حق ہے۔ پھر ہم اس دن ان کو چھوڑ دیں گے بعض

يَوْمَئِذٍ يَّمُوْجُ فِيْ بَعْضٍ وَّنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا ﴿۹۹﴾ لا وَّعَرَضْنَا جَهَنَّمَ

بعض میں گھستے رہیں گے اور صور پھونکا جائے گا سو ہم سب ہی کو جمع کر لیں گے۔ اور اس دن ہم کافروں کے

يَوْمَئِذٍ لِّلْكٰفِرِيْنَ عَرْضَا ﴿۱۰۰﴾ لا الَّذِيْنَ كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ فِيْ غِطَآءٍ عَنْ ذِكْرِيْ وَكَانُوْا

سامنے دوزخ پیش کر دیں گے۔ جن کی آنکھوں پر میری یاد سے پردہ پڑا ہوا تھا اور وہ

لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَمْعًا ﴿۱۰۱﴾ ع

سن بھی نہ سکتے تھے۔

حَتّٰی اِذَا سَاوٰی بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ (یہاں تک کہ جب درے ملاتے ملاتے دونوں سروں کو برابر کر دیا) صَدَفین کو دونوں فتحوں سے پڑھا گیا ہے۔ مراد اس سے پہاڑوں کی جانبین ہیں۔ کیونکہ وہ پہاڑ آپس میں متقابل تھے۔

قراءت: مکی و بصری و شامی نے الصُّدُفین پڑھا۔ اور ابوبکر نے الصُّدْفَین۔ قَالَ انْفُخُوْا (اس نے کہا دھونکنا شروع کرو) یعنی ذوالقرنین نے عملہ کو کہا لوہے پر پھونک لگاؤ۔

حَتّٰی اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا (یہاں تک کہ جب اس کو آگ کی طرح کر دیا) لوہے کو آگ کی طرح سرخ کر دیا۔ قَالَ اٰتُوْنِیْ (اس نے کہا تم میرے پاس لاؤ) تم مجھے دو۔ اُفْرِغْ (میں اس پر انڈیل دوں) عَلَيْهِ قِطْرًا (پگھلا ہوا تانبا) کیونکہ وہ قطرات کی صورت میں گرتا ہے۔ قطرًا یہ افرغ کی وجہ سے منصوب ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے اٰتُوْنِی قطرًا اُفْرِغ علیه قطرًا اول کو حذف کر دیا کیونکہ ثانی اس پر دلالت کر رہا تھا۔

قراءت: حمزہ نے قال ائتونی کو وصل سے پڑھا جب اس سے ابتداء کریں تو الف مکسور ہوگا۔ اس کا معنی لانا ہے۔

۹۷: فَمَا اسْطَاعُوْٓا (پس نہ ان کو طاقت رہی) تاء کو تخفیف کیلئے حذف کر دیا کیونکہ تاء اور طاء کا مخرج قریب ہے۔ اَنْ يَّظْهَرُوْهُ (کہ وہ اس پر چڑھ سکیں) وہ دیوار کی بلندی پر چڑھیں۔ وَ مَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا (اور نہ اس میں نقب لگا سکیں) اس پر چڑھنے کیلئے ان کے پاس کوئی چارہ نہیں۔ اور نہ اس میں سوراخ کر سکتے ہیں کیونکہ وہ انتہائی مضبوط ہے۔

۹۸: قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّيْ (اس نے کہا یہ میرے رب کی مہربانی ہے) یہ دیوار میرے اللہ تعالیٰ کا انعام ہے اور اس کے

بندوں پر رحمت ہے۔ نمبر۲۔ یہ برابر دیوار بنانے کی قدرت وطاقت یہ میرے رب کی مہربانی ہے۔ فَاِذَا جَآءَ وَعۡدُ رَبِّیۡ (جب میرے رب کا وعدہ آئے گا) جب قیامت کا دن آئے گا اور آنے کے قریب ہوگا۔ جَعَلَهٗ (وہ اس کو کردے گا) اس دیوار کو دَکًّا (گرنے والا) زمین بوس، کوٹ کر زمین پر پھیلا ہوا۔ ہر وہ چیز جو بلندی کے بعد پھیل جائے اس کو عرب اندك سے تعبیر کرتے ہیں۔

قراءت: دکاء کوفی نے پڑھا یعنی برابر زمین۔

وَكَانَ وَعۡدُ رَبِّیۡ حَقًّا (اور میرے رب کا وعدہ سچا ہے) یہ سکندر کی آخری بات ہے۔

مرحلۂ قیامت کی ابتداء:

۹۹: وَتَرَكۡنَا (اور ہم نے کردیا) بَعۡضَهُمۡ (بعض مخلوق کو) یَوۡمَئِذٍ یَّمُوۡجُ (کہ وہ گڈمڈ ہو جائیں گے) فِیۡ بَعۡضٍ (ایک دوسرے میں) یعنی وہ مضطرب ہونگے اور انسان اور جنات حیرانی سے گڈمڈ ہو جائیں گے۔ نمبر۲۔ یہ بھی جائز ہے کہ ضمیر یاجوج ماجوج کی طرف ہو کہ وہ اس وقت موجیں مارنے والے ہونگے۔ جب دیوار کے پیچھے سے نکلیں گے شہروں میں ہجوم کردیں گے۔

روایت تفسیر میں ہے کہ وہ سمندر پر آئیں گے تو اس کے پانی کو پی جائیں گے اور اس کے جانداروں کو کھا جائیں گے پھر درختوں کو اور جو انسان ان کے ہاتھ آئے۔ مگر وہ مکہ اور مدینہ میں داخل نہ ہو سکیں گے۔ اور اسی طرح بیت المقدس میں۔ پھر اللہ تعالیٰ اونٹ و بکریوں کے ناک میں پایا جانے والا کیڑا ان کی گردنوں میں پیدا کردیں گے۔ وہ ان کے کانوں میں گھس جائے گا جس سے سب مر جائیں گے۔ وَّنُفِخَ فِی الصُّوۡرِ (اور صور میں پھونک ماردی جائے گی) قیامت کیلئے اٹھنے کی خاطر۔ فَجَمَعۡنٰهُمۡ (پس ہم ان کو اکٹھا کریں گے) یعنی مخلوق کو ثواب وعقاب کیلئے جمع کیا جائیگا۔ جَمۡعًا جمع کرنا یہ ماقبل کی تاکید ہے۔

جہنم سامنے:

۱۰۰: وَّعَرَضۡنَا جَهَنَّمَ یَوۡمَئِذٍ لِّلۡكٰفِرِیۡنَ عَرۡضًا (اور اس دن جہنم کو کافروں کے بالکل سامنے کردیا جائے گا) ان کے سامنے ظاہر کردیں گے وہ اس کو دیکھیں گے اور اس کا مشاہدہ کریں گے۔

۱۰۱: الَّذِیۡنَ كَانَتۡ اَعۡیُنُهُمۡ فِیۡ غِطَآءٍ عَنۡ ذِكۡرِیۡ (وہ لوگ جن کی آنکھوں پر میری یاد کی طرف سے پردہ پڑا ہوا تھا) نمبر۱۔ میری وہ آیات جن کو دیکھا جاسکتا ہے۔ ان کے لئے ان کی آنکھوں پر پردہ پڑا تھا۔ نمبر۲۔ قرآن کہ اس کا تذکرہ تعظیم سے کرتے نمبر۳۔ قرآن کے متعلق کہ وہ اس کے معانی پر غور کرتے۔ وَكَانُوۡا لَا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ سَمۡعًا (وہ سننے کی طاقت نہ رکھتے تھے) یعنی وہ بہرے تھے۔ یہ الفاظ اصمّ کی بجائے زیادہ بلیغ ہیں کیونکہ بہرے کو زور سے آواز دیں تو وہ سن پاتا ہے۔ اور یہ لوگ تو اس طرح تھے کہ گویا ان کے کان بہرے کردیئے گئے ان میں سرے سے سننے کی قوت مفقود ہو چکی۔

اَفَحَسِبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ يَّتَّخِذُوْا عِبَادِيْ مِنْ دُوْنِيْٓ اَوْلِيَآءَ ؕ اِنَّآ اَعْتَدْنَا

سو کیا پھر بھی کافروں کو یہ خیال ہے کہ مجھے چھوڑ کر میرے بندوں کو کارساز بنا لیں بلاشبہ ہم نے کافروں کے لیے دوزخ کو

جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ نُزُلًا ﴿۱۰۲﴾ قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا ﴿۱۰۳﴾ ؕ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ

مہمانی کے طور پر تیار کر رکھا ہے، آپ فرما دیجئے کیا ہم تمہیں ایسے لوگ بتا دیں جو اعمال کے اعتبار سے بالکل خسارہ میں ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن کی کوشش

سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ﴿۱۰۴﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ

دنیاوی زندگی میں ضائع ہوگئی اور وہ سمجھ رہے ہیں کہ وہ اچھا کام کر رہے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں

كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

جنہوں نے اپنے رب کی آیات کا اور اس کی ملاقات کا انکار کیا سو ان کے اعمال حبط ہو گئے سو ہم قیامت کے دن ان کے لیے کوئی وزن قائم نہ

وَزْنًا ﴿۱۰۵﴾ ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوْا وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَرُسُلِيْ هُزُوًا ﴿۱۰۶﴾ اِنَّ

کریں گے، یہ ان کی سزا ہوگی یعنی دوزخ اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے کفر کیا اور میری آیتوں کا اور میرے رسولوں کا مذاق بنا لیا بلاشبہ

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ﴿۱۰۷﴾ ۙ خٰلِدِيْنَ

جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے ان کی مہمانی فردوس کے باغ ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں

فِيْهَا لَا يَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا ﴿۱۰۸﴾

گے وہاں سے وہ کہیں جانا نہ چاہیں گے۔

بندوں کو کارساز بنانے والے کافر ہیں:

۱۰۲: اَفَحَسِبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ يَّتَّخِذُوْا عِبَادِيْ مِنْ دُوْنِيْٓ اَوْلِيَآءَ (کیا پھر بھی ان کافروں کا خیال ہے کہ مجھے چھوڑ کر میرے بندوں کو اپنا کارساز بنا لیں) یعنی کفار نے میرے بندوں کو گمان کر لیا۔ یعنی عبادی سے عیسیٰ علیہ السلام اور کفار مراد ہیں۔ کارساز بنانا جو ان کو فائدہ دیگا؟ یہ بدترین گمان ہے جو انہوں نے کیا ہے۔

دوسرا قول یہ ہے اَنْ اپنے صلہ کے ساتھ مل کر افحسب کے دو مفعولوں کے قائم مقام ہے۔ اور عِبَادِيْ اَوْلِيَآءَ یہ دونوں اَنْ يَّتَّخِذُوْا کے مفعول ہیں۔ اور یہ وجہ بہت اعلیٰ ہے مطلب یہ ہے وہ بندے ان کے کارساز نہیں ہیں۔ میرے بندوں کو کارساز بنانے والا گمان کفار کا گمان ہے وہ کارساز نہیں ہیں اِنَّآ اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ نُزُلًا (بے شک ہم نے جہنم کو کافروں کی مہمانی

کیلئے تیار کیا ہے۔ نُزُل اس چیز کو کہا جاتا ہے جو مہمان کیلئے بنائی جائے۔ اور اس کی مثال دوسری آیت میں ہے۔ فبشرھم بعذاب الیم [آل عمران:۲۱]

سب سے زیادہ گھاٹے والے کافر ہیں:

۱۰۳: قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا (کہہ دیں کیا ہم بتلائیں کہ اعمال کے اعتبار سے سب سے زیادہ گھاٹے میں کون ہے) اعمالاً یہ تمیز ہے اور اس کو جمع لائے حالانکہ قیاس کا تقاضہ مفرد تھا کیونکہ لوگوں کی خواہشات متنوع اور قسم قسم کی ہیں۔ نمبرا۔ اس سے مراد اہل کتاب ہیں نمبر۲۔ رمضان ہے۔

۱۰۴: اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ (وہ لوگ جن کی کی ہوئی تمام کوششیں اکارت گئیں) ضائع اور باطل ہوگئیں وہ محل رفع میں ہے۔ ای ھم الذین۔ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا (دنیا کی زندگی میں اور وہ گمان کرتے ہیں کہ ان کو کارکردگی کا بہترین بدلہ ملے گا)

۱۰۵: اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا (یہی ہیں وہ لوگ جنہوں نے اپنے رب کی آیات اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا انکار کیا پس اس لئے ان کے تمام اعمال ضائع ہوگئے قیامت کے دن ہم ان کے نیک اعمال کا ذرا بھی وزن قائم نہیں کرینگے) یعنی ہمارے ہاں انکا کوئی وزن یا قدر نہ ہوگی۔

۱۰۶: ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ (ان کی یہ سزا یعنی دوزخ ہوگی) جھنم یہ جزاء ھم کا عطف بیان ہے۔ بِمَا كَفَرُوْا وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَرُسُلِيْ هُزُوًا (اس سبب سے کہ انہوں نے کفر کیا تھا اور میری آیات اور میرے رسولوں کا مذاق اڑایا تھا) یعنی ان کی جہنم والی سزا ان کے کفر کی وجہ سے ہے اور اللہ تعالیٰ کی آیات اور اس کے رسولوں کے ساتھ استہزاء کے نتیجے میں ہے۔

مؤمن اور فردوس کی ضیافت:

۱۰۷، ۱۰۸: اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا (بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے ان کی مہمانی کیلئے فردوس کے باغ ہونگے وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور ان سے ہٹنا نہ چاہیں گے) خٰلِدِيْنَ فِيْهَا یہ حال ہے اور حِوَلًا کا معنی کسی دوسرے کی طرف منتقل ہونا یعنی اس عطیے پر وہ خوش ہو کر ایسا نہ چاہیں گے۔ عرب کے ہاں محاورہ ہے حَالَ مِنْ مَّكَانِهٖ حِوَلًا یعنی اس پر کوئی اضافہ نہیں یہاں تک کہ ان کے نفسوں نے ان سے تنازع کیا کہ وہ اپنی اغراض اور تمناؤں کو جمع کرلیں۔ یہ انتہائی تعریف ہے کیونکہ انسان دنیا میں جس نعمت میں بھی ہو وہ اس سے بہتر کا طالب اور خواہش مند ہوتا ہے۔ یا مراد اس سے پھرنے کی نفی اور خلود کی تاکید ہے۔

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ

آپ فرما دیجئے کہ اگر سمندر میرے رب کی باتوں کے لیے روشنائی ہو تو میرے رب کی باتیں ختم ہونے سے پہلے سمندر ختم ہو جائے۔ اگرچہ ہم

جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ﴿١٠٩﴾ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنْ

اس سمندر میں بڑھانے کے لیے اسی جیسا دوسرا سمندر لے آئیں، آپ فرما دیجئے کہ میں تو بشر ہی ہوں تمہارے جیسا میری طرف یہ وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔ سو

كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ﴿١١٠﴾ ع

جو شخص اپنے رب کی ملاقات کی آرزو رکھتا ہو سو چاہیے کہ نیک عمل کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔

علم الٰہی کی انتہاء نہیں:

١٠٩: قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ (آپ کہہ دیجئے اگر سمندر) یعنی سمندروں کا پانی مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ (میرے رب کے کلمات کیلئے سیاہی بن جائے) ابو عبیدہ کہتے ہیں مداد ہر اس چیز کو کہتے ہیں جس سے لکھا جائے یعنی اگر علم الٰہی کے کلمات اور اس کی حکمتیں لکھی جائیں اور لکھنے کیلئے سمندر سیاہی ہوں۔ یہاں البحر سے مراد جنس بحر ہے۔ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا (تو سمندر ختم ہو جائیں گے میرے رب کے کلمات ختم ہونے سے پہلے خواہ ہم اس موجودہ سمندر کی طرح اتنے ہی زیادہ کر دیں)۔ مثلہ کی ضمیر بحر کی طرف ہے۔ کیونکہ سیاہی بھی ختم ہونے والی ہے مگر کلمات لامتناہی ہیں۔ مَدَدًا یہ تمیز ہے جیسے یہ کہتے ہیں۔ لی مثلہ رجلاً اور مِدَد یہ مداد کی طرح ہے ہر وہ چیز جس سے دوسری چیز کو معاونت پہنچائی جائے۔

قراءت: ہمزہ اور علی نے تنفد کو ینفد پڑھا ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ حیی بن اخطب یہودی نے یہ اعتراض کیا کہ تمہاری کتاب میں آیا ہے من یوتی الحکمۃ فقد اوتی خیراً کثیراً [البقرہ: ٢٦٩] پھر یہ آیت بھی تم پڑھتے ہو وما اوتیتم من العلم الا قلیلا [الاسراء: ٨٥] تو یہ اختلاف کیسا تو اس کے جواب میں یہ آیت اتری کہ یہ یقیناً خیر کثیر ہے مگر یہ اللہ کے کلمات کے سمندر میں سے ایک قطرہ کی مانند ہے۔

میں بشر رسول ہوں میرا معبود اللہ ہے جو اللہ کی بارگاہ میں حاضری چاہے وہ شرک نہ کرے:

١١٠: قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ (پس آپ کہہ دیجئے میں تمہاری طرح انسان ہی ہوں۔ میرے پاس وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود اکیلا معبود ہے پس جو شخص اپنے رب کی ملاقات کا امیدوار ہو) یعنی جو اپنے رب کی اچھی ملاقات کا امیدوار ہو کہ اس کو رضامندی اور قبولیت والی ملاقات میسر ہو جائے نمبر٢۔ یا جو اس بات سے ڈرتا ہو کہ وہ اپنے رب کے ساتھ بری ملاقات کرے۔ یہاں ملاقات سے مراد اس کی بارگاہ میں حاضری ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ رؤیت مراد ہے جیسا کہ لقاء کے لفظ کی حقیقت کا تقاضا ہے اور اس کی حقیقت پر قائم رکھنے کی امید ہے۔

فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا (پس اس کو چاہیے کہ وہ نیک کام کرے) یعنی خالص اعمال کرے جس سے اپنے رب کی ذات ہی کو وہ چاہتا ہو۔ اور غیر کی اس میں ملاوٹ نہ کرنے والا ہو۔ یحییٰ بن معاذ کہتے ہیں کہ عمل صالح وہ ہے جس کے کرنے میں آدمی شرم محسوس نہ کرے۔ (یعنی بلا تامل کرگزرے)

وَّ لَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَدًا (اور وہ اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک کرنے والا نہ ہو) یہ شرک سے ممانعت کی گئی یعنی وہ اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔ نمبر۲۔ یا ریا کاری کی ممانعت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اتق الشرك الاصغر۔ (ابن مردویہ) تم چھوٹے شرک سے بچو صحابہ نے عرض کیا چھوٹا شرک کیا ہے۔ آپ نے فرمایا ریا کاری۔

فَائِدَہ : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے سورۂ کہف کو پڑھا وہ آٹھ دن تک ہر قسم کے فتنے سے بچا لیا گیا اگر ان آٹھ دنوں میں دجال نکل آئے تو اللہ تعالیٰ اس کے فتنے سے بھی اس کو محفوظ فرمائیں گے (اسی کے ہم معنی مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے روایت نقل کی)

نمبر۲۔ جس نے قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ سے آخر تک اپنے بستر پر لیٹ کر پڑھا تو اس کے لئے سونے کی پوری حالت میں اس کی خواب گاہ سے لیکر مکہ تک ایک نور ہوگا۔ جو کہ جگمگائے گا اور اس نور کے اندر فرشتے ہی فرشتے ہوں گے جو اٹھنے کے وقت تک اس کے لئے دعائے رحمت کرتے رہیں گے اور اگر اس کی خوابگاہ مکہ میں ہوگی تو پھر خوابگاہ سے بیت المعمور تک جگمگاتا ہوا نور میسر ہوگا۔ جس میں فرشتے ہی بھرے ہونگے جو اس کے بیدار ہونے تک اس کے لئے دعائے مغفرت و رحمت کرتے رہیں گے۔

(اخرجہ ابن مردویہ والبزار واحمد فی المسند)

تمت ترجمة سورة الكهف بتمامه احدى عشر من رمضان ١٤٢٣ھ قبل صلاة الظهر والحمدلله على ذلك

سُوْرَةُ مَرْيَمَ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ ثَمَانٌ وَّتِسْعُوْنَ اٰيَةً وَّسِتُّ رُكُوْعَاتٍ

سورہ مریم مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اس میں اٹھانوے آیات اور چھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

كٓهٰيٰعٓصٓ ① ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا ② اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا ③ قَالَ

کھیعص یہ آپ کے رب کی رحمت کا ذکر ہے جو اس نے اپنے بندہ زکریا پر فرمائی جبکہ انہوں نے اپنے رب کو پوشیدہ طریقہ پر پکارا عرض کیا

رَبِّ اِنِّیْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّیْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا وَّلَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا ④

کہ اے میرے رب میری ہڈیاں کمزور ہوگئیں اور میرے سر میں بڑھاپے کی وجہ سے سفیدی پھیل گئی اور میں آپ سے دعا مانگنے میں کبھی ناکام نہیں رہا

وَاِنِّیْ خِفْتُ الْمَوَالِیَ مِنْ وَّرَآءِیْ وَكَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا فَهَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ⑤

اور بلاشبہ مجھے اپنے بعد اپنے رشتہ داروں سے اندیشہ ہے اور میری بیوی بانجھ ہے سو آپ مجھے اپنے پاس سے ایک ولی عطا فرما دیجئے

١: كٓهٰيٰعٓصٓ ① سدی نے کہا! یہ اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ سورۃ کا نام ہے۔

قراءت: علی و یحییٰ نے ھا اور یا کے کسرہ سے پڑھا ہے نافع نے فتحہ اور کسرہ کے درمیان اور فتحہ کے زیادہ قریب کر کے۔ ابو عمرو نے کسرہ ھا اور فتحہ یا کے ساتھ اور حمزہ نے اس کا عکس اور دیگر قراء نے دونوں کا فتحہ پڑھا ہے۔

٢: ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ (یہ تذکرہ ہے تیرے رب کی مہربانی کا)

نحو: یہ ھذا مبتدا محذوف کی خبر ہے۔

عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا (جو اس نے اپنے بندے زکریا پر کی) عَبْدَهٗ یہ رحمت کا مفعول ہے اور زَكَرِيَّا یہ عبدہ کا بدل ہے۔

قراءت: زکریا کو قصر کے ساتھ حمزہ علی اور حفص نے پڑھا ہے۔

حضرت زکریا علیہ السلام کی بڑھاپے میں دُعا:

٣: اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا (جبکہ انہوں نے اپنے رب کو پوشیدہ طور پر پکارا) اذ یہ رحمت کا ظرف ہے۔ خَفِيًّا کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے پوشیدہ طور پر اللہ کو پکارا جیسا کہ حکم ہے یہ دعا ریاکاری سے دور اور اخلاص کے قریب تر ہے۔

نمبر٢۔ یا اس کو اس لئے پوشیدہ رکھا تا کہ بڑھاپے کے زمانے میں لڑکے کی طلب پر ان کو ملامت نہ کی جائے کیونکہ اس وقت ان کی عمر ٧٥ یا ٨٠ سال تھی۔

ہڈیوں کے تذکرہ کی وجہ:

۴: قَالَ رَبِّ (عرض کیا اے میرے رب) یہ دعا کی تفسیر ہے رب اصل میں یا رَبِّ ہے حرف ندا اور مضاف الیہ کو اختصار کیلئے حذف کر دیا گیا۔ اِنِّیْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّیْ بیشک میری ہڈیاں کمزور ہوگئیں) یعنی میں ضعیف ہو گیا یہاں عَظْم کو خصوصیت سے اس لئے ذکر کیا کیونکہ وہ سارے بدن کیلئے بمنزلہ ستون کے ہے اور اسی سے بدن کا قوام ہے جب ہڈیاں ہی کمزور ہو جائیں تو ساری قوت ختم ہو جاتی ہے اور کمزور پڑ جاتی ہے کیونکہ ہڈیاں جسم میں سب سے زیادہ مضبوط اور سخت ہوتی ہیں جب یہ کمزور پڑ جائیں تو اس کے علاوہ بقیہ اجزاء اس کی نسبت کمزور تر ہوتے ہیں۔ **العظم** کو واحد لائے کیونکہ یہ جنسیت پر دلالت کرتا ہے مقصد یہ ہے کہ یہ جنس جو کہ جسم کا ستون اور قوام ہے اور جسم کے ترکیبی اجزاء میں مضبوط تر ہے اس کو کمزوری پہنچ چکی۔

وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا (اور سر میں بالوں کی سفیدی پھیل گئی ہے) شیبا یہ تمیز ہے مطلب یہ ہے کہ میرے سر کے بالوں میں سفیدی ایسی پھیل گئی کہ گویا آگ بھڑک اٹھی اشتعال نار اس وقت کہا جاتا ہے جس وقت اپنی لپٹوں میں متفرق ہو کہ شعلہ زن ہو جائے یہاں بڑھاپے کو سفیدی میں آگ کے شعلے سے تشبیہ دی ہے اور بالوں میں سفیدی کے پھیلنے کو اور چھا جانے کو اشتعال نار سے تعبیر کیا ہے اور یہ جملہ فصاحت کا ایک شاندار نمونہ ہے۔ نمبر۲۔ ذرا توجہ کرو تو کلام اتنا تھا یا **رب قد شخت** کیونکہ بڑھاپا ضعف بدن اور بالوں کی سفیدی جوان دونوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ اور اس سے زیادہ بہتر جملہ ضعف بدنی وشاب راسی ہے اس میں اور زیادہ تفصیل ہے جبکہ اس سے بھی قوی تر جملہ وَهَنت عِظَام بَدَنِيْ ہے کیونکہ اس میں تصریح سے کنایہ کی طرف عدول ہے اور کنایہ تصریح سے افضل ہے اور اس سے بھی زیادہ بہتر جملہ اَنَا وَهَنت عِظَام بَدَنِيْ اور زیادہ بہتر اِنِّیْ وَهَنت عِظَام بَدَنِيْ ہے۔ اور اس سے مزید بہتر اِنِّیْ وهَنت العِظَام مِنْ بَدَنِيْ کیونکہ اس میں اجمال اور تفصیل دونوں طریقوں کو آزمایا گیا ہے اور اس سے زیادہ مضبوط مفہوم والا جملہ **انی وهنت العظام مِنِّیْ** اس میں بدن کا واسطہ چھوڑ دیا گیا۔ اور اس سے بہتر **انی وهن العظم منی** ہے کیونکہ اس میں وھن ہڈیوں کے ہر ہر فرد کو شامل کر رہا ہے اس وجہ سے کہ جمع کی بجائے مفرد کو استعمال کیا گیا ہے۔ کیونکہ مجموعی کمزوری بعض سے بھی حاصل ہو جاتی ہے بجائے ہر ہر فرد کے۔ اور اسی لئے حقیقی معنی کو شاب راسِی میں ترک کر کے اس سے زیادہ بلیغ استعارے کی زبان استعمال کی گئی جس کے نتیجے میں یہ جملہ حاصل ہوا **اِشْتَعَل شَيْبَ رَاسِی** مگر اس سے زیادہ بلیغ **اشتعل راسی شیبا** ہے۔ کیونکہ اس میں اشتعال کی نسبت بالوں کے مکان اور اگنے کی جگہ کی طرف ہے جو کہ سر ہے تا کہ اشتعال سارے سر کو شامل کرنے کا فائدہ دے۔

کیونکہ **اشتعل شیب راسی** اور **اشتعل راسی شیبا** دونوں ہم وزن ہیں جیسا کہ **اشتعل النار فی بیتی** اور **اشتعل بیتی نارًا** ہم وزن ہیں مگر ان دونوں میں فرق واضح ہے کیونکہ اس میں اجمال اور تفصیل ہے جیسا کہ تمیز کے طریقے میں معلوم ہو چکا مگر اس سے زیادہ بلیغ **واشتعل الراس منی شیبا** ہے وجہ گزر چکی مگر اس سے بلیغ تر یہ جملہ ہے **و اشتعل الراس شیبا** کیونکہ اس میں مخاطب کے علم پر اکتفا کیا گیا کہ وہ زکریا علیہ السلام کا ہی سر ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کا عطف **وهن العظم منی** پر ہو رہا ہے۔

میں کبھی نامراد نہ ہوا:

وَّ لَمۡ اَکُنۡۢ بِدُعَآئِکَ رَبِّ شَقِیًّا (اوراے میرے رب میں تجھے پکار کر کبھی بھی نامراد نہیں رہا) دعائك میں مصدر کی اضافت مفعول کی طرف ہے تقدیر عبارت یہ ہے ای بد عاء ی ایاك شقیا کا مطلب یہ ہے کہ میں آج کے دن سے پہلے مستجاب الدعوات تھا اور اس کے ساتھ خوش نصیب تھا نامراد و بد بخت نہ تھا۔ عربی کا محاورہ ہے سعد فلاناً بحاجته جبکہ وہ اس ضرورت کو پالے اور شقی فلان بحا جته جبکہ اس میں ناکام ہو جائے اور اس کو نہ پا سکے۔ بعض کا قول یہ ہے کہ ایک محتاج نے آپ سے سوال کیا اور کہا میں، وہ شخص ہوں کہ جس پر تم نے فلاں وقت میں احسان کیا تو آپ نے فرمایا تمہیں خوش آمدید ہو کہ تم نے ہماری ہی ذات کو ہمارے سامنے وسیلہ بنایا اور اس کی ضرورت پوری کر دی۔

۵: وَاِنِّیۡ خِفۡتُ الۡمَوَالِیَ (اور میں اپنے رشتہ داروں سے اندیشہ رکھتا ہوں) الموالیؔ سے ان کے عصبات یعنی بھائی، چچا کے بیٹے مراد ہیں۔ اور یہ بنی اسرائیل کے شریر لوگ تھے۔ پس ان کو خطرہ ہوا کہ وہ دین کو نہ بدل ڈالیں اور آپ کی امت پر وہ اچھی نائبیت انجام نہ دیں اس لئے انہوں نے اپنی صلبی اولاد میں صالح فرزند کی درخواست کی تا کہ دین کو زندہ کرنے میں ان کی اقتداء کی جا سکے۔

مِنۡ وَّرَآءِیۡ (اپنے بعد) اپنی موت کے بعد۔ قراءت: قصر اور فتحہ یا کے ساتھ ھُدای کی طرح مکی نے پڑھا ہے۔

نحو: اس ظرف کا خفت سے تعلق نہیں کیونکہ موت کے بعد وجود خوف کا کوئی تصور نہیں۔ لیکن محذوف سے متعلق ہے۔ نمبر۲: یا الموالی میں الولایہ کا معنی ہے یعنی مجھے موالی کے فعل سے خدشہ ہے اور وہ فعل انکا تبدیل کرنا اور میرے بعد بری قائم مقامی ہے۔ نمبر۳۔ مجھے ان لوگوں سے خطرہ و اندیشہ ہے جو میرے بعد معاملے کے ذمہ دار ہونگے۔

وَ کَانَتِ امۡرَاَتِیۡ عَاقِرًا (اور میری بیوی بانجھ ہے) بچہ جننے کے قابل نہیں رہی۔ فَھَبۡ لِیۡ مِنۡ لَّدُنۡکَ (پس تو مجھے اپنی طرف سے عنایت کر دے) بلا سبب جو محض تیرے فضل کا عطیہ ہو۔ کیونکہ میں اور میری بیوی اولاد جننے کے قابل نہیں وَلِیًّا (ایک وارث) ایک ایسا بیٹا جو تیرے معاملے کا میرے بعد ذمہ دار ہوگا۔

يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ ۖ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا ۝٦ يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ۨ

جو میرا وارث بنے اور یعقوب کی اولاد کا بھی' اور اے رب آپ اسے پسندیدہ بنا دیجئے اے زکریا بے شک ہم تمہیں ایک لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں

اسْمُهٗ يَحْيٰى ۙ لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا ۝٧ قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّكَانَتِ

اس کا نام یحییٰ ہے۔ ہم نے اس سے پہلے اس کا کوئی ہم نام نہیں بنایا عرض کیا اے میرے رب میرے لڑکا کہاں سے ہوگا اور حال یہ ہے کہ

امْرَاَتِيْ عَاقِرًا وَّقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا ۝٨ قَالَ كَذٰلِكَ ۚ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ

میری بیوی بانجھ ہے اور میں بڑھاپے کے انتہائی درجہ کو پہنچ چکا ہوں فرمایا یوں ہی ہوگا' تمہارے رب کا فرمان ہے کہ وہ مجھ پر آسان

هَيِّنٌ وَّقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْـًٔا ۝٩ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ۭ

ہے اور میں نے تمہیں اس سے پہلے پیدا کیا حالانکہ تم کچھ بھی نہ تھے عرض کیا اے میرے رب میرے لئے کوئی نشانی مقرر فرما دیجئے

قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا ۝١٠ فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ

فرمایا تمہاری نشانی یہ ہے کہ تم لوگوں سے تین رات بات نہ کر سکو گے۔ حالانکہ تم تندرست رہو گے سو وہ محراب سے اپنی قوم پر نکلے

فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ۝١١ يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ۭ وَاٰتَيْنٰهُ

اور ان کو اشارہ سے فرمایا کہ صبح شام اللہ کی تسبیح میں مشغول رہو۔ اے یحییٰ کتاب کو مضبوطی کے ساتھ لے لو اور ہم نے ان کو

الْحُكْمَ صَبِيًّا ۝١٢ ۙ وَّحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً ۭ وَكَانَ تَقِيًّا ۝١٣ ۙ وَّبَرًّۢا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ

بچپن میں حکم دے دیا اور ان کو اپنے پاس سے رقت قلبی کی صفت اور پاکیزگی عطا فرمائی اور وہ پرہیزگار تھے اور اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے والے تھے اور وہ

يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا ۝١٤ وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ۝١٥ ع

سرکشی کرنے والے نافرمانی کرنے والے نہ تھے اور ان پر اللہ کا سلام ہو جس دن پیدا ہوئے اور جس دن وفات پائیں گے اور جس دن زندہ ہو کر اٹھائے جائیں گے۔

وارثِ علم کی طلب:

٦: يَرِثُنِيْ وَيَرِثُ (جو میرا وارث ہو سو وارث ہو) دونوں رفع کے ساتھ ولیًا کی صفت ہیں۔ یعنی مجھے ایسا بیٹا عنایت فرما۔ جو میرے علم اور آل یعقوب کی نبوت کا وارث ہو۔

وراثتِ نبوت:

کا معنی یہ کہ وہ وحی کی صلاحیت رکھتا ہو نفس نبوت میں وراثت مراد نہیں۔
قراءت: ابوعمرو اور علی نے دونوں کو جزم سے پڑھا۔ اس طرح کہ یہ دعا کا جواب ہے کہا جاتا ہے ورثته وورثت منه۔
مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ (آل یعقوب بن اسحاق) وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِیًّا (اے میرے رب اس کو اپنا پسندیدہ بنا) ایسا پسندیدہ جس کو آپ چاہتے ہوں یا جو آپ سے راضی اور آپ کے حکموں پر خوش ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو قبول کیا اور فرمایا۔

ایک بے مثال لڑکا:

۷: یٰزَكَرِیَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ اِۨسْمُهٗ یَحْیٰى (اے زکریا ہم آپ کو ایک لڑکے کی بشارت دیتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہوگا) اللہ تعالیٰ نے بطور تشریف کے نام خود تجویز فرمایا۔
قراءت: نبشرك کو حمزہ نے تخفیف سے پڑھا ہے۔
لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِیًّا (ہم نے اس سے پہلے اس کا کوئی ہم نام نہیں بنایا) اس سے پہلے یحییٰ کسی کا نام نہ تھا۔ اور یہ دلیل ہے کہ یہ موضع حال میں ترجیح کے قابل ہے۔ نمبر۲۔ مثال اور تشبیہ مراد ہے اور ان کی مثال اس لئے نہ تھی کیونکہ انہوں نے کبھی نہ کوئی نافرمانی کی اور نہ ہی اس کا ارادہ کیا اور وہ بوڑھے باپ اور بوڑھی ماں کے اکلوتے تھے۔ اور یہ عورت سے بے رغبت تھے۔
۸: جب فرشتوں نے ان کو بشارت دے دی۔ قَالَ رَبِّ اَنّٰى یَكُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ (کہا اے میرے رب میرے لئے لڑکا کیسے ہوگا) اَنّٰى كَیْفَ کے معنی میں ہے۔ یہ استبعاد نہیں بلکہ اس بات کو ظاہر کرانے کیلئے ہے کہ وہ کس طریقہ سے ہوگا۔ کیا وہ دونوں اسی حالت میں رہیں گے اور وہ ان کو عنایت کیا جائے گا۔ یا نمبر۲۔ جوانی میں لوٹ کر جائیں گے۔
وَّ كَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا وَّ قَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِیًّا (اور میری بیوی بانجھ ہے اور میں بڑھاپے میں انتہائی عمر کو پہنچ چکا ہوں) ای بَلَغْتُ عِتِیًّا۔ عتیًا خشکی کو کہتے ہیں۔ جوڑوں اور ہڈیوں میں لاغری جیسا خشک ٹہنی جو بڑھاپے کی وجہ سے ہو۔ اور انتہائی عمر کو پہنچنا
قراءت: عِتِیًّا، صِلِیًّا، [مریم: ۷۰]، جِثِیًّا [مریم: ۶۸] بُكِیًّا [مریم: ۵۸] تمام کے شروع میں حمزہ و علی، حفص نے کسرہ پڑھا۔ مگر بُكیا میں حفص نے با پر ضمہ پڑھا ہے۔
۹: قَالَ كَذٰلِكَ (کہا اسی طرح)۔ کاف مرفوع ہے تقدیر یہ ہے الامر كذلك۔ اس میں ان کی تصدیق کی ابتداء کرتے ہوئے کہا۔ قَالَ رَبُّكَ تمہارے رب نے کہا۔ نمبر۲۔ یہ قال کی وجہ سے منصوب ہے۔ اور ذٰلك سے اس مبہم کی طرف اشارہ کیا جس کی تفسیر ہو عَلَیَّ هَیِّنٌ کر رہا ہے۔ هُوَ عَلَیَّ هَیِّنٌ وہ مجھ پر آسان ہے) یعنی یحییٰ کا دو بوڑھوں سے پیدا کر دینا آسان ہے۔ وَّ قَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے ہم نے تجھے پیدا کیا) یحییٰ سے پہلے تمہیں وجود دیا۔
قراءت: حمزہ، علی نے خلقناك پڑھا ہے۔ وَلَمْ تَكُ شَیْئًا (اور تو کچھ نہ تھا) کیونکہ معدوم کوئی چیز نہیں ہوتا۔
۱۰: قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّیْ اٰیَةً (کہا اے میرے رب میرے لئے کوئی نشانی مقرر فرما) ایسی علامت جس سے میں اپنی عورت کا

حاملہ ہونا پہچان سکوں۔ قَالَ اٰیَتُکَ اَلَّا تُکَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَیَالٍ سَوِیًّا (کہا تیری نشانی یہ ہے کہ تو لوگوں سے تین راتیں صحیح سالم ہونے کے باوجود کلام نہ کر سکے گا) سَوِیًّا یہ تکلم کی ضمیر سے حال ہے تقدیر کلام اس طرح ہے۔ حال کونک سوی الاعضاء واللسان۔ **مطلب** ہوا کہ تیری علامت یہ ہے کہ تو کلام سے رک جائے گا اس کی طاقت نہ ہوگی حالانکہ تیرے اعضاء صحیح سالم ہونگے گونگے پن کا نام نہ ہوگا۔

فَائِدَہ: یہاں **لیالی** کا ذکر کیا جبکہ آل عمران میں ایام کا۔ اس لئے کہ اس سے یہ بتلایا کہ کلام سے یہ رکنا مسلسل تین دن رات رہے گا۔ ایام کا ذکر کرنے سے اس کے ساتھ والی راتیں خود شامل ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح عرف عام میں بھی راتیں بول کر جوان سے متصل دن ہے وہ مراد لیا جاتا ہے۔

۱۱: فَخَرَجَ عَلٰی قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ (وہ اپنی قوم کے پاس مسجد سے نکل کر گئے) محراب سے نماز کی جگہ مراد ہے۔ وہ ان کے انتظار میں تھے۔ آپ کو کلام پر قدرت نہ رہی۔ فَاَوْحٰی اِلَیْهِمْ (پس آپ نے ان کی طرف اشارہ کیا) انگلی سے اشارہ مراد ہے۔ اَنْ سَبِّحُوْا (تم تسبیح کرو) یعنی نماز پڑھو۔ یہ اَن مفسرہ ہے۔ بُکْرَةً وَّ عَشِیًّا (صبح، شام) فجر وعصر کی نماز مراد ہے۔

یحییٰ علیہ السلام کی صفات:

۱۲: یٰیَحْیٰی خُذِ الْکِتٰبَ اے یحییٰ تو کتاب کو پکڑ) مطلب یہ ہے کہ ہم نے ان کو یحییٰ عطا کیا اور ہم نے یحییٰ کو ولادت کے بعد یا خطاب کے زمانے میں کہا اے یحییٰ کتاب سے تورات مراد ہے۔ بِقُوَّةٍ (مضبوطی کے ساتھ) یہ حال ہے مطلب یہ ہے کہ خوب کوشش کے ساتھ اور اللہ کی تائید و توفیق کی پشت پناہی کے ساتھ۔ وَاٰتَیْنٰهُ الْحُکْمَ صَبِیًّا ہم نے بچپن میں ہی ان کو حکم دیا) حکم سے مراد یہاں توراۃ کی سمجھ اور دین کی فہم ہے۔ صَبِیًّا یہ حال ہے ایک قول یہ ہے کہ بچے حضرت یحییٰ کو کھیلنے کیلئے بلاتے تو آپ فرماتے ہم کھیل کیلئے پیدا نہیں کئے گئے۔

۱۳: وَّ حَنَانًا (اور شفقت) شفقت اور رحمت اپنے والدین اور دوسروں کے حق میں) نحو: کو اس کا عطف الحکم پر ہے مِّنْ لَّدُنَّا (اپنی طرف سے) وَزَکٰوةً (اور پاکیزگی) یعنی طہارت و بھلائی کہ انہوں نے کوئی گناہ نہ کیا وَّکَانَ تَقِیًّا (اور وہ متقی تھے) یعنی فرمانبردار اور اطاعت شعار۔

۱۴: وَّبَرًّا ۢبِوَالِدَیْهِ (والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنے والے) یعنی ان کے ساتھ بھلائی کرنے والے تھے ان کی نافرمانی نہ کرتے تھے۔ وَلَمْ یَکُنْ جَبَّارًا عَصِیًّا (اور وہ متکبر اور نافرمان نہ تھے) عصیًا کا معنی اپنے رب کا نافرمان۔

پروانۂ سلامتی:

۱۵: وَ سَلٰمٌ عَلَیْهِ (اور ان کے لئے سلامتی ہے) یعنی اللہ کی طرف سے ہر دکھ اور اذیت سے امان ہے۔ یَوْمَ وُلِدَ وَیَوْمَ یَمُوْتُ (جس دن وہ پیدا ہوئے اور جس دن وہ مریں گے) یعنی ولادت کے وقت شیطان کے اثرات سے اور موت کے وقت فتنہ قبر سے وَیَوْمَ یُبْعَثُ حَیًّا (اور جب وہ زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے) یعنی بڑی گھبراہٹ سے محفوظ کر دیئے جائیں گے۔ سفیان بن عیینہ کہتے ہیں یہی تین موقعے سب سے زیادہ وحشت ناک ہیں۔

وقف لازم

وَاذْكُرْ فِى الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۘ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ۙ﴿۱۶﴾ فَاتَّخَذَتْ مِنْ

اور کتاب میں مریم کو یاد کیجئے جبکہ وہ اپنے گھر والوں سے علیحدہ ہو کر ایک ایسی جگہ چلی گئی جو مشرق کی جانب تھا پھر اس نے ان لوگوں سے ورے

دُوْنِهِمْ حِجَابًا ۗ فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ﴿۱۷﴾ قَالَتْ اِنِّىْٓ

ایک پردہ ڈال لیا سو ہم نے اس کی طرف اپنا فرشتہ بھیج دیا جو اس کے سامنے صحیح سالم آدمی بن کر ظاہر ہو گیا مریم نے کہا کہ میں

اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ﴿۱۸﴾ قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖ لِاَهَبَ لَكِ

تجھ سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں اگر تو اللہ سے ڈرنے والا ہے' فرشتے نے کہا میں تو تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں تاکہ تجھے ایک

غُلٰمًا زَكِيًّا ﴿۱۹﴾ قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِىْ غُلٰمٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِىْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا ﴿۲۰﴾

پاکیزہ لڑکا دے دوں' مریم نے کہا کہ میرے لڑکا کیسے ہو گا حالانکہ مجھے کسی بشر نے چھوا بھی نہیں اور نہ میں بدکار ہوں

حضرت مریم علیہا السلام کا تذکرہ:

۱۶: وَاذْكُرْ فِى الْكِتٰبِ مَرْيَمَ (اور یاد کیجئے یا تذکرہ کیجئے کتاب میں مریم کا) کتاب سے قرآن مراد ہے مطلب یہ ہے کہ ان کو مریم کا واقعہ پڑھ کر سنائیں تاکہ اس کی ان کو اطلاع ہو اور جو کچھ ان پر گزرا اس کا ان کو علم ہو جائے۔

نحو: اِذْ یہ مریم کا بدل الاشتمال ہے کیونکہ اوقات اس سب پر مشتمل ہوتے ہیں۔ جو ان سب میں پایا جاتا ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ مریم کے تذکرے میں مقصود اس وقت کا ذکر کرنا ہے۔ جس میں یہ عجیب واقعہ پیش آیا۔ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا (الگ ہو گئی اپنے اہل سے) یعنی دور ہو گئی مَكَانًا شَرْقِيًّا (مشرقی جانب والے مکان میں) یعنی ایسے مکان میں عبادت کیلئے علیحدگی اختیار کی جو بیت المقدس کے مشرقی جانب تھا۔ یا گھر میں لوگوں سے الگ تھلگ ہو گئیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اپنے گھر کے مشرقی کونے میں غسل حیض کیلئے بیٹھیں۔

۱۷: فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا (انہوں نے گھر والوں سے پردہ ڈال لیا) یعنی انہوں نے اپنے اور گھر والوں کے درمیان اسلئے پردہ لٹکایا تاکہ اس پردے کے پیچھے غسل کر سکیں۔ فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا (پس ہم نے بھیجا ان کے پاس جبرئیل امین کو) روحنا کی اضافت تشریف کیلئے ہے اور ان کو روح اسلئے کہا جاتا ہے کیونکہ دین ان سے زندہ ہے وہ اس کی وحی لاتے رہے ہیں۔ فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا (پس ان کے سامنے پورا آدمی بن کر نمودار ہوئے) یعنی جبرئیل ایک نوجوان آدمی کی صورت میں ان کے سامنے آئے جن کا چہرہ چمک رہا تھا۔ بال گھنگریالے اور منہ پر ڈاڑھی نہ تھی۔ سَوِيًّا کا معنی اعضاء بدن ان کے بالکل درست تھے۔ جبرئیل صورت انسانی میں ان کے سامنے اسلئے آئے تاکہ ان کی کلام سے وہ مانوس ہوں اور متنفر نہ ہوں اگر وہ ان کے سامنے صورت ملکیہ میں آتے تو وہ نفرت کرتیں اور انکا کلام سننے کی قدرت نہ پاتیں۔

۱۸: قَالَتۡ اِنِّیۡۤ اَعُوۡذُ بِالرَّحۡمٰنِ مِنۡكَ اِنۡ كُنۡتَ تَقِیًّا (کہنے لگی میں تجھ سے خدائے رحمان کی پناہ مانگتی ہوں اگر تو متقی ہے) یعنی اگر تجھ سے تقویٰ کی امید ہے تو تب بھی میں تجھ سے رحمان کی پناہ مانگتی ہوں یا اس شرط کی جزاء محذوف ہے کہ اگر تو تقوے والا ہے تو تقویٰ کا تقاضا بدکاری کی طرف اقدام نہ کرنا ہے۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام کی گفتگو:

۱۹: قَالَ اِنَّمَاۤ اَنَا رَسُوۡلُ رَبِّكِ (جبرئیل نے کہا بیشک میں تیرے رب کا قاصد ہوں) اس کو اس سلسلے میں مطمئن کیا جس سے وہ ڈر رہی تھی اور اس کو اطلاع دی کہ وہ انسان نہیں بلکہ وہ اسی رحمان کا قاصد ہے جس کی وہ پناہ طلب کر رہی ہیں۔ لِاَهَبَ لَكِ تاکہ میں تجھے عطا کروں)۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے یا لڑکا عطا کرنے کا میں گریبان میں پھونک مار کر سبب بن جاؤں۔

قراءت: نافع اور ابوعمرو نے لِیَهَبَ لك پڑھا ہے۔ یعنی لیهب الله لك ۔ غُلٰمًا زَكِیًّا (پاکیزہ لڑکا) یعنی گناہوں سے پاک یا خیر و برکت پر نشو و نما پانے والا۔

۲۰: قَالَتۡ اَنّٰی یَكُوۡنُ لِیۡ غُلٰمٌ (کہا میرے لڑکا کیسے ہوگا) انّٰی یہاں کیف کے معنی میں اور غلام ابن کے معنی میں ہے۔ وَّلَمۡ یَمۡسَسۡنِیۡ بَشَرٌ (اور مجھے کسی انسان نے نہیں چھوا) یعنی نکاح سے کوئی میرا خاوند نہیں وَّلَمۡ اَكُ بَغِیًّا (اور میں نے برا کام بھی نہیں کیا) یعنی فاجرہ عورت۔ جو مردوں کو تلاش کرتی پھرے یعنی کسی بھی آدمی سے اپنی شہوت کو پورا کرے اور عادت یہ ہے کہ لڑکا ان دو صورتوں سے ہی ہوتا ہے۔ مبرد کہتے ہیں کہ بغی فعول کے وزن پر ہے اصل بغوی ہے واؤ کو یا کر کے اس میں ادغام کر دیا اور اتباعا غین کو کسرہ دیا اسی وجہ سے اس میں تائے تانیث نہیں جس طرح کہ امرئة صبور و شکور میں دیگر علماءِ نحو نے یہ کہا کہ یہ فعیل کے وزن پر ہے اور اس کے آخر میں ۃ نہیں آتی کیونکہ یہ مفعولہ کے معنی میں ہے۔ اور اگر فاعلہ کے معنی میں ہو تو کبھی اس میں مشابہت ہو جاتی ہے جیسے ان رحمت الله قریبٌ [الاعراف:۵٦]

قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ ۚ وَلِنَجْعَلَهٗٓ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَكَانَ

فرشتہ نے کہا یوں ہی ہوگا تیرے رب نے فرمایا ہے کہ یہ مجھ پر آسان ہے اور تاکہ ہم اسے لوگوں کے لئے نشانی بنادیں اور اپنی طرف سے رحمت بنادیں' اور یہ

اَمْرًا مَّقْضِيًّا ﴿۲۱﴾ فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا ﴿۲۲﴾ فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى

ایسی بات ہے، جس کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ سو اس لڑکے سے وہ حاملہ ہوگئی لہٰذا وہ اس حمل کو لئے ہوئے علیحدہ ہو کر دور چلی گئی سو دردزہ اسے کھجور کے تنے کے

جِذْعِ النَّخْلَةِ ۚ قَالَتْ يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا ﴿۲۳﴾ فَنَادٰىهَا مِنْ

پاس لے آیا' وہ کہنے لگی ہائے کاش میں اس سے پہلے مر گئی ہوتی اور بالکل بھولی بسری ہو جاتی' سو اسے اس کے نیچے سے آواز

تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِيْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ﴿۲۴﴾ وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ

دی کہ تو غمگین مت ہو تیرے رب نے تیرے نیچے ایک نہر پیدا فرما دی ہے اور تو کھجور کے تنے کو اپنی جانب

النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ﴿۲۵﴾ فَكُلِيْ وَاشْرَبِيْ وَقَرِّيْ عَيْنًا ۚ فَاِمَّا

حرکت دے جس سے تجھ پر پکی تیار کھجوریں گریں گی سو تو کھا اور پی اور اپنی آنکھیں ٹھنڈی کر' سو اگر

تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا ۙ فَقُوْلِيْٓ اِنِّيْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا ﴿۲۶﴾ ۚ

تو کسی انسان کو دیکھے تو کہہ دینا کہ میں نے رحمٰن کے لئے روزہ رکھنے کی منت مان لی ہے لہٰذا آج میں کسی بھی انسان سے بات نہیں کروں گی۔

۲۱: قَالَ كَذٰلِكِ (جبرئیل نے کہا اسی طرح) یعنی معاملہ اسی طرح ہے جس طرح تم نے کہا کہ تمہیں کسی مرد نے نکاح سے یا زنا سے نہیں چھوا۔ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ (تمہارے رب نے کہا ہے کہ وہ مجھ پر آسان ہے) یعنی بغیر باپ کے لڑکا دینا میرے لئے آسان ہے۔ وَلِنَجْعَلَهٗٓ اٰيَةً لِّلنَّاسِ (اور تاکہ ہم اس کو لوگوں کیلئے نشانی بنادیں) یہ جملہ تعلیلیہ ہے اس کا معلل محذوف ہے تقدیر کلام اس طرح ہے ولنجعله آية للناس فعلنا ذالك یا تعلیل مضمر پر اس کا عطف ہے تقدیر کلام اس طرح ہوگی لنبین به قدرتنا ولنجعله آية للناس یعنی ہماری قدرت پر دلیل اور عبرت ہوگا۔ وَرَحْمَةً مِّنَّا اور رحمت ہماری طرف سے) اس کے لئے جو ان پر ایمان لائے گا وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا (یعنی عیسیٰ علیہ السلام کی خلقت طے شدہ کام ہے) مَّقْضِيًّا کا معنی مقدر اور لوح کے اندر لکھا ہوا۔

حمل مریم کے متعلق ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول:

۲۲: جب وہ ان کی بات سے مطمئن ہوگئیں تو ان کے قریب ہوئیں جبرئیل نے ان کے گریبان میں پھونک ماری وہ پھونک ان کے پیٹ تک پہنچی۔ فَحَمَلَتْهُ (پس وہ اس بچے سے حاملہ ہوگئیں) یعنی جو بچہ ان کو عطا کرنا تھا۔ مریم کی اس وقت عمر تیرہ سال یا دس یا

بیس سال تھی ۔ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ (پس اس حمل کولیکر ایک جگہ میں چلی گئیں) یعنی وہ دور چلی گئیں اس حال میں کہ حمل ان کے پیٹ میں تھا۔

نحو : یہ جار اور مجرور موضع حال میں ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ان کی مدت حمل ایک لمحہ تھی جونہی وہ حاملہ ہوئیں اسی وقت وہ الگ ہوگئیں ایک کمزور قول یہ ہے کہ چھ مہینے مدت تھی دوسرا قول سات مہینے تیسرا قول آٹھ مہینے ۔ آٹھ مہینے کا کوئی بچہ بھی سوائے عیسیٰ کے زندہ نہیں رہا ایک قول یہ ہے کہ ایک ساعت میں حاملہ ہوئی دوسری ساعت میں ان کی تصویر بنی اور تیسری ساعت میں عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوگئے ۔ مَكَانًا قَصِيًّا (دور جگہ میں) جو گھر والوں سے دور پہاڑ کے پیچھے تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ جب انہوں نے حمل کو محسوس کیا تو ملامت کے خوف سے وہ اپنی قوم سے دور بھاگ گئی۔

۲۳: فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ (پس دردزہ ان کو لے آیا) لے آیا یا ان کو مجبور کیا۔ یہ جاء سے منقول ہو کر آیا البتہ اس کا استعمال اِلْجَاء کے معنی کی طرف منتقل ہونے سے بدل گیا۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ اس طرح نہیں کہتے ۔ جئت المكان ، اجاء فيه زيدٌ المخاص دردزہ۔ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ (کھجور کے تنے کی طرف) کھجور کی جڑ کی طرف اور یہ درخت خشک تھا۔ اور یہ موسم سردی کا تھا۔ النخلة کو معرفہ لا کر ظاہر کیا۔ کہ یہ کھجور کا معروف درخت تھا۔ نمبر۲۔ اور یہ بھی درست ہے کہ تعریف جنس کو ظاہر کرنے کیلئے ہو۔ یعنی جذع هذه الشَّجَرَة اس درخت کے تنے کی طرف گویا کہ اللہ تعالیٰ نے کھجور کی طرف اس کی راہنمائی کی تاکہ وہ اس سے تر کھجور کھائے ۔ کیونکہ نفاس والی عورتوں کی یہ مخصوص خوراک ہے۔ پھر تکلیف کی شدت کی وجہ سے قالت بول اٹھی ۔ يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا (اے کاش میں اس سے پہلے مرچکی ہوتی) هٰذا کا مشار الیہ الیوم ہے۔

قراءت: مدنی، کوفی نے سوائے ابوبکر کے مِتُّ کسرہ سے اور دیگر قراء نے مُتُّ پڑھا ہے۔ کہا جاتا ہے مات یموت و یمات

وَ كُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا (اور ہو جاتی بھولی بسری) ایسی متروکہ چیز جو نہ معروف ہو اور نہ قابل تذکرہ ہو۔

قراءت: حمزہ، حفص نے نسیًا کو فتحہ نون سے اور دیگر قراء نے کسرہ سے ۔ مگر دونوں کا معنی یکساں ہے۔ ایسی چیز کو کہتے ہیں۔ جو پھینکے جانے اور حقارت کی وجہ سے بھلا جانے کے قابل ہو۔

تسلی جبرئیل علیہ السلام:

۲۴: فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ (اس کو آواز دی اس کے پائیں مکان سے) یعنی اس شخص نے جو اس کے بائیں جانب تھا۔ نادٰی کا فاعل جبرئیل علیہ السلام ہیں۔ کیونکہ وہ اس سے گہرے مقام میں تھے۔ نمبر۲۔ عیسیٰ علیہ السلام نے ان کو خطاب کیا ان کے اپنے دامن کے نیچے سے۔

قراءت: مدنی، کوفی نے سوائے ابوبکر کے من تَحْتِها اس کا فاعل مضمر ہے اور وہ عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔

نمبر۳۔ جبرئیل علیہ السلام اور تحتها کی ضمیر نخلہ کی طرف راجع ہے۔ کیونکہ ان کو شدید تکلیف کا سامنا تھا اس لئے ان الفاظ سے تسلی دی۔ اَلَّا تَحْزَنِيْ (تو مغموم مت ہو) اکیلے پن کا غم نہ کر اور طعام و شراب کی فکر تجھے دامن گیر نہ ہو اور لوگوں کی باتوں کے سلسلہ میں دلگیر نہ ہو۔ ان یہ ای کے معنی میں ہے۔

ندی کا جاری ہونا:

قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا (تیرے رب نے تیرے پائیں سے ایک نہر پیدا کردی) تحت سے قرب مراد ہے۔ نمبر۲۔ تیرے حکم کے ماتحت کردی اگر تو حکم دے گی چلے گی اور تو اس کو ٹھہرائے گی تو ٹھہر جائے گی۔ السری، چھوٹی نہر، عندالجمہور۔ آنحضرت ﷺ سے سری کے متعلق سوال کیا گیا تو فرمایا ھو الجدول [رواہ الطبرانی فی الصغیر] حضرت حسن کہتے ہیں السری سخی سردار مراد عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ روایت میں ہے کہ خالد بن صفوان نے ان کو کہا عرب تو جدول کو سری کہتے ہیں تو حسن نے کہا تو نے سچ کہا اور خالد کے قول کی طرف رجوع کرلیا۔

۲۵: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ عیسی علیہ السلام یا جبرئیل علیہ السلام نے اپنی ایڑی زمین پر ماری جس سے میٹھے پانی کا چشمہ ابلنے لگا خشک نہر جاری ہوگئی اس سے کھجور سرسبز ہوگئی۔ اور پھل آگیا اور پھل پک کر تیار ہوگیا۔ اس پر مریم کو کہا گیا۔ وَهُزِّيْٓ (تو حرکت دے) اِلَيْكِ (اپنی طرف) بِجِذْعِ النَّخْلَةِ کھجور کے تنے کو (ابوعلی کا قول با زائدہ ہے ای ھزی جذع النخلۃ۔ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ (وہ تیرے اوپر تروتازہ کھجوریں گرائے گا)۔

قراءت: اول تا کو دوسری میں ادغام کردیا مکی، شامی، مدنی، ابوعمرو، علی، ابوبکر کے ہاں اسی طرح ہے۔ یہ اصل میں تتسا قط ہے۔ تَسَاقَطْ تا، قاف کے فتحہ کے ساتھ، دوسری تا کو گرادیا سین میں تخفیف سے حمزہ نے پڑھا۔ اور یساقط یا کا فتحہ، قاف کا فتحہ، سین مشدد۔ یہ یعقوب، سھل، حماد، نصیر نے پڑھا۔ تُساقط مفاعلہ سے حفص نے پڑھا۔ اور تُسقط، یُسقِط وَتَسقُط وَیَسقُط تا النخلۃ کی وجہ سے اور یا الجذع کیلئے یہ کل نو قراءتیں ہیں۔

رُطَبًا یہ تمیز ہے نمبر۲۔ مفعول بہ ہے قراءت کے مطابق جَنِيًّا تازہ۔ لوگوں نے کہا زمانہ قدیم میں نفاس والی عورتوں کو کھجور دیتے تھے۔ دوسرا قول یہ ہے نفساء کیلئے کھجور سے بہتر کوئی چیز نہیں۔ اور مریض کیلئے شھد سے بہتر کوئی شی ءنہیں۔

ہدایات:

۲۶: فَكُلِيْ (پس تو کھا) اس چنی ہوئی کھجوروں میں سے۔ وَاشْرَبِيْ (اور نہر کا پانی پی)۔ وَقَرِّيْ عَيْنًا (اور تو اپنی آنکھیں دودھ پیتے بچے سے ٹھنڈی کر) عیناً یہ تمیز ہے۔ تو عیسیٰ سے اپنے نفس کو خوش کر اور غم والی چیز اپنے سے دور رکھ۔ فَاِمَّا اس کی اصل اِنْ ما ہے اِنْ شرطیہ کو مَا سے ملا کر اس میں ادغام کردیا۔ تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا فَقُوْلِيْٓ اِنِّيْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا (پس اگر تو کسی آدمی کو دیکھے تو اس سے کہہ دینا کہ میں نے آج اللہ کیلئے خاموش رہنے کی نذر مانی ہے) یعنی اگر تو کسی آدمی کو دیکھ پائے اور وہ تم سے تمہارا حال دریافت کرے تو تو خاموش رہ اور کلام سے اپنے کو روک کر رکھ جیسا کہ کھانے پینے کا روزہ رکھتے ہیں۔ نمبر۲۔ یہ حقیقتاً روزہ تھا۔ ان کے روزے میں خاموشی تھی اور خاموشی کا التزام روزے کا التزام تھا۔

آپ ﷺ نے خاموشی کے روزے سے منع فرمایا پس یہ ہماری شرع میں منسوخ ٹھہرا۔ حضرت مریم کو خاموشی کی نذر ماننے کا حکم تھا۔ کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام کی گفتگو ان کی براءت کیلئے کافی تھی۔ اور دوسری وجہ یہ تھی کہ احمق لوگ جدال پر نہ اتر آئیں۔

مَسْئَلَہ: اس میں یہ بتلایا کہ بیوقوف کی بات سے خاموشی لازم ہے اور اعراض وغیرہ سے روکا جائے اور اس کی زبان کی لگام کو

فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ ؕ قَالُوْا يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْئًا فَرِيًّا ﴿۲۷﴾ يٰۤاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا

سو وہ اس بچہ کو اٹھائے ہوئے اپنی قوم کے پاس لے کر آئی' ان لوگوں نے کہا کہ اے مریم یہ تو نے بڑے غضب کا کام کیا اے ہارون کی بہن

كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا ﴿۲۸﴾ فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ ؕ قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ

نہ تو تمہارا باپ برا آدمی تھا اور نہ تمہاری ماں بدکار تھی سو مریم نے بچہ کی طرف اشارہ کر دیا وہ لوگ کہنے لگے کہ ہم اس سے کیسے بات کریں

مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ﴿۲۹﴾ قَالَ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ ؕ اٰتٰنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا ﴿۳۰﴾

جو گہوارہ میں ابھی بچہ ہی ہے۔ وہ بچہ بول اٹھا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں مجھے اس نے کتاب عطا فرمائی اور اس نے مجھے نبی بنایا

وَّجَعَلَنِيْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ ۪ وَاَوْصٰنِيْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ﴿۳۱﴾

اور مجھے برکت والا بنایا میں جہاں کہیں بھی ہوں' اور اس نے مجھے نماز پڑھنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا جب تک کہ میں زندہ رہوں

وَّبَرًّا بِوَالِدَتِيْ ؗ وَلَمْ يَجْعَلْنِيْ جَبَّارًا شَقِيًّا ﴿۳۲﴾ وَالسَّلٰمُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ

اور مجھے اپنی والدہ کے ساتھ اچھا سلوک کرنے والا بنایا' اور مجھے سرکش بدبخت نہیں بنایا اور مجھ پر سلام ہے جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن

اَمُوْتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا ﴿۳۳﴾

مجھے موت آئے گی اور جس دن زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا۔

بالکل آزاد نہ چھوڑے۔ حضرت مریم نے ان کو نذر کی اطلاع اشارہ سے دی اور اشارہ کو کلام وقول سے تعبیر کیا۔ جیسا شاعر نے قبور کی تعریف میں کہا۔ و تکلمت عن اوجه تبلی۔ تو تکلم کی نسبت قبور کی طرف کی۔ ایک قول یہ ہے کہ خاموشی اس کلمہ کے کہنے کے بعد لازم تھی۔ یا اتنی مقدار ان کے لئے نطق سے بنائی گئی۔

فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا (میں ہرگز آج کسی انسان سے کلام نہ کرونگی) اِنْسِيًّا سے آدمی مراد ہے۔

۲۷: فَاَتَتْ بِهٖ (پس پھر اس کو لے کر آئیں) عیسیٰ علیہ السلام کو قَوْمَهَا (اپنی قوم کے پاس) نفاس سے پاکیزگی کے بعد تَحْمِلُهٗ (اٹھائے ہوئے) ھا ضمیر سے حال ہے۔ مطلب یہ ہے وہ عیسیٰ علیہ السلام کو اٹھائے ہوئے اپنی قوم کی طرف متوجہ ہوئی۔ جب انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو اس کے ساتھ دیکھا تو۔ قَالُوْا يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْئًا فَرِيًّا (کہنے لگے اے مریم تو نے بہت برا کام کیا) فریًّا او پری عجیب، اصل الفری کا معنی کاٹنا ہے گویا وہ عادت کو کاٹتا ہے۔

۲۸: يٰۤاُخْتَ هٰرُوْنَ (اے ہارون کی بہن) یہ مریم کا باپ کی طرف سے حقیقی بھائی تھا۔ اس زمانہ کے بنی اسرائیل کے افضل ترین لوگوں میں سے شمار ہوتا تھا۔ نمبر۲۔ یہ موسیٰ علیہ السلام کے بھائی کا نام ہے اور یہ ان کے اجداد میں سے تھے اور ان کے مابین ایک

ہزار برس کا فاصلہ ہے اور یہ اسی طرح ہے جیسے کہتے ہیں یا اخا عمران یعنی ان میں سے ایک یا نمبر۳۔ کوئی نیک آدمی یا نمبر۴۔ ان کے زمانے میں بدترین آدمی اس کے ساتھ مریم کو تشبیہ بھلائی میں دی۔ نمبر۵۔ یہ کہہ کر وہ مریم کو گالی بک رہے تھے۔

مَا كَانَ اَبُوۡكِ امۡرَاَ سَوۡءٍ (اور تمہارا باپ برا آدمی نہ تھا) ابوك سے عمران مراد ہیں۔ امراء سواء کا مطلب زنا کار۔

وَّمَا كَانَتۡ اُمُّكِ بَغِيًّا (اور نہ تیری ماں زنا کار تھی) بغیًا زانیہ کو کہتے ہیں۔

اشارہ مریم:

۲۹: فَاَشَارَتۡ اِلَيۡهِ (پس مریم نے اس کی طرف اشارہ کیا) عیسیٰ علیہ السلام کی طرف کہ وہ ان کو جواب دیں اور اس کی وجہ یہ تھی کہ عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی والدہ کو کہا لَا تَحۡزَنِیۡ واحیلی بِالۡجَوَابِ عَلی۔ غم نہ کرنا اور انکا جواب دینا میرے حوالہ کرنا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے ان کو یہ حکم دیا۔ جب اشارہ کیا تو وہ سب ناراض ہوگئے اور متعجب ہوئے اور قَالُوۡا كَيۡفَ نُكَلِّمُ مَنۡ كَانَ (کہنے لگے ہم اس سے کیسے بات کریں جو ہے) گود کا بچہ اور موجود ہے۔ فِي الۡمَهۡدِ پنگھوڑے میں صَبِيًّا اس حال میں کہ وہ بچہ ہے) صَبِيًّا یہ حال ہے۔

معجزانہ خطاب عیسیٰ علیہ السلام:

۳۰: قَالَ اِنِّیۡ عَبۡدُ اللّٰهِ (کہا بلاشبہ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں) جب مریم نے اللہ تعالیٰ کی خاطر اپنی بولنے والی زبان کو روک لیا تو اللہ تعالیٰ نے خاموش زبان کو اس کے لئے قوت گویائی سے نواز دیا۔ جس نے سب سے قبل اپنی عبودیت کا اعتراف کیا اس وقت ان کی عمر چالیس راتوں کی تھی۔ دوسرا قول ایک دن کی عمر تھی۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ انہوں نے اپنی انگشت شہادت سے اشارہ کیا اور بلند آواز سے کہا بیشک میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں۔ اس میں نصاریٰ کے قول (ابن اللہ) کی تردید ہے۔

اٰتٰنِیَ الۡكِتٰبَ (اور وہ مجھے کتاب دے گا)۔ کتاب سے انجیل مراد ہے۔ وَجَعَلَنِیۡ نَبِيًّا (اور اس نے مجھے نبوت سے نوازا۔ حسن بصری سے روایت ہے کہ وہ پنگھوڑے میں نبی تھے۔ اور ان کا کلام معجزہ نبوت تھی۔ نمبر۲۔ اس کا معنی یہ ہے کہ یہ دونوں باتیں تقدیر الٰہی میں طے شدہ ہیں نمبر۳۔ مستقبل کے واقعہ کو لامحالہ ہونے کی بنا پر اس طرح ذکر کیا گویا کہ وہ موجود ہے۔

۳۱: وَّ جَعَلَنِیۡ مُبٰرَكًا اَيۡنَ مَا كُنۡتُ (اور مجھے بابرکت بنایا۔ جہاں بھی ہوں) مُبٰرَكًا فائدہ پہنچانے والا جہاں بھی ہوں۔ نمبر۲۔ خیر کا معلم وَاَوۡصٰنِیۡ (اور مجھے حکم دیا) بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ (نماز اور زکوٰۃ کا) اگر میں مال کا مالک ہوا۔ نمبر۲۔ زکوٰۃ سے صدقۃ الفطر مراد ہے۔ نمبر۳۔ تطہیر بدن مراد ہے۔

ایک احتمال یہ ہے اَوۡصَانِیۡ بان امر کم بالصلاۃ والزکوۃ کہ مجھے اس نے تمہیں نماز و زکوٰۃ کی وصیت کرنے کا حکم دیا۔

مَا دُمۡتُ حَيًّا زندگی بھر۔

نحو: حَيًّا ظرف ہونے کی وجہ سے منصوب ہے ای مدة حیاتی ساری زندگی۔

۳۲: وَبَرًّاۢ بِوَالِدَتِیۡ اور اس نے مجھے اپنی والدہ کا فرمانبردار بنایا)

نحو: اس کا عطف مبارکًا پر ہے کہ اس کے ساتھ نیکی کرنے والا اس کی تکریم و تعظیم کرنے والا۔

ذٰلِكَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ ۚ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِي فِيهِ يَمْتَرُونَ ﴿۳۴﴾ مَا كَانَ لِلّٰهِ أَنْ يَتَّخِذَ

یہ ہیں عیسیٰ ابن مریم، ہم نے سچی بات کہی ہے جس میں وہ لوگ شک کر رہے ہیں، یہ اللہ کے شایان شان نہیں ہے کہ وہ کسی کو اپنی اولاد

مِنْ وَلَدٍ ۙ سُبْحٰنَهٗ ۚ إِذَا قَضٰى أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهٗ كُنْ فَيَكُونُ ﴿۳۵﴾ وَإِنَّ اللّٰهَ رَبِّي

بنائے وہ اس سے پاک ہے، جب وہ کسی کام کا فیصلہ فرماتا ہے تو صرف یوں فرما دیتا ہے کہ ہو جا سو وہ ہو جاتا ہے، اور بلاشبہ اللہ میرا رب ہے

وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ ۚ هٰذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ﴿۳۶﴾ فَاخْتَلَفَ الْأَحْزَابُ مِنْ بَيْنِهِمْ ۖ

اور تمہارا رب ہے پس اسی کی عبادت کرو یہ سیدھا راستہ ہے، پھر جماعتوں نے آپس میں اختلاف کر لیا۔

فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ مَشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿۳۷﴾ أَسْمِعْ بِهِمْ وَأَبْصِرْ ۙ يَوْمَ يَأْتُونَنَا

سو بڑے دن کی حاضری کے موقعہ پر ان لوگوں کی بڑی خرابی ہے جنہوں نے کفر اختیار کیا، وہ کیا ہی سننے والے اور کیا ہی دیکھنے والے ہوں گے جس دن ہمارے پاس آئیں گے،

لٰكِنِ الظّٰلِمُونَ الْيَوْمَ فِي ضَلٰلٍ مُبِينٍ ﴿۳۸﴾ وَأَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ إِذْ قُضِيَ الْأَمْرُ ۘ

لیکن ظالم لوگ آج صریح گمراہی میں ہیں اور آپ انہیں حسرت کے دن سے ڈرائیے جبکہ فیصلہ کر دیا جائے گا

وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ وَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۳۹﴾ إِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْأَرْضَ وَمَنْ عَلَيْهَا وَ

اور وہ غفلت میں ہیں اور ایمان نہیں لاتے بلاشبہ زمین اور جو کچھ زمین میں ہے ہم اس کے وارث ہوں گے اور

إِلَيْنَا يُرْجَعُونَ ﴿۴۰﴾ ع

وقف لازم ع

سب ہماری طرف لوٹائے جائیں گے۔

وَلَمْ يَجْعَلْنِي جَبَّارًا (اور اس نے مجھے سرکش اور بدبخت نہیں بنایا) جبار کا معنی متکبر شَقِيًّا (بدبخت) یعنی عاق و نافرمان۔

۳۳: وَالسَّلٰمُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ (اور مجھ پر سلام جس روز میں پیدا ہو)

نحو: یوم ظرف ہے اور عامل اس میں عَلَيَّ خبر ہے۔

وَيَوْمَ أَمُوتُ وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا (اور جس روز میں مرجاؤں گا اور جس روز زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا) یہ سلامتی کے مواقع جو یحییٰ کی طرف متوجہ ہونے والے ہیں۔ وہ مجھے بھی میسر آنے والے ہیں۔ نحو: یہ مطلب اس صورت میں ہے جبکہ الف، لام عہد کے ہوں۔ نمبر۲: اور اگر الف لام جنس کا ہو تو اس وقت مطلب یہ ہے کہ جنس سلام مجھ پر ہو۔

فائدہ: اس میں مریم اور اسکے بیٹے کے دشمنوں کیلئے لعنت کی تعریض ہے کیونکہ جب اس نے کہا کہ سلامتی کی جنس میرے لئے ہے تو یہ تعریض کر دی اسکی ضد اور عکس تمہارے لیے ہوگا۔ کیونکہ یہ موقع انکار و عناد کا ہے۔ اسلئے اس قسم کی تعریض اس سے نکلے گی۔

۳۴: ذٰلِكَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ (یہ عیسیٰ ابن مریم ہے)۔

نحو: ذلك مبتدا عیسیٰ خبر اور ابن مریم خبر کی صفت ہے۔ یا نمبر۲۔ دوسری خبر ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے ذلك الذی قال انی عبدالله و كذا و كذا عیسی بن مریم لا كما قالت النصاری انهٗ الهٌ او ابن الله۔ یہی جس نے اِنی عبدالله الخ کہا عیسٰی ابن مریم ہے۔ وہ نہیں جو نصاریٰ نے کہا وہ معبود یا ابن اللہ ہے۔

قَوْلَ الْحَقِّ (سچی بات) اللہ تعالیٰ کا کلمہ۔ القول کلمہ کو کہتے ہیں اور الحق اللہ تعالیٰ کی ذات نمبر۲۔ ان کو کلمۃ اللہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے کلمہ کُن سے بلا واسطہ باپ کے پیدا ہوا۔

نحو: یہ مرفوع اس لئے ہے کہ دوسری خبر ہے۔ نمبر۲۔ مبتدا محذوف کی خبر ہے۔ نمبر۳۔ بدل ہے۔ نصب کو شامی و عاصم نے بطور مدح کے اختیار کیا ہے۔

الَّذِیْ فِیْهِ یَمْتَرُوْنَ (جس کے متعلق لوگ شک میں پڑے ہیں) المریه سے یمترون بنا ہے جس کا معنی شک آتا ہے۔ نمبر۲۔ المراء سے پس تو اختلاف کرنا معنی ہوگا۔ یہود نے تو ساحر کذاب کہا اور نصاریٰ نے ابن اللہ اور ثالث ثلاثۃ کہا۔

۳۵: مَا كَانَ لِلّٰهِ اللہ تعالیٰ کیلئے یہ زیبا نہیں) مناسب نہیں اَنْ یَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ کہ وہ بیٹا بنائے۔

نحو: یہاں مِنْ تاکید نفی کیلئے لایا گیا ہے۔

سُبْحٰنَهٗ وہ پاک ہے) بیٹا بنا لینے سے اس کی ذات کو منزہ قرار دیا گیا۔ اِذَا قَضٰی اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ جب وہ کسی کام کا ارادہ کر لیتا ہے تو اس کو کہتا ہے ہو جا۔ پس وہ ہو جاتا ہے)

قراءت: شامی نے نصب سے پڑھا۔ یعنی كما قال لِعیسٰی كن فكان من غیر اَبٍ جونہی عیسیٰ کو کن کہا وہ بلا باپ بن گیا اور جو اس صفت سے متصف ہو وہ اس بات سے منزہ ہے کہ وہ حیوان والد کے مشابہ ہو۔

۳۶: وَاِنَّ اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ اور بیشک اللہ تعالیٰ میرا اور تمہارا رب ہے پس تم اسی کی عبادت کرو۔

قراءت: شامی اور کوفی نے ابتداء کی وجہ سے مکسور پڑھا اس صورت میں یہ عیسیٰ علیہ السلام کے کلام میں سے ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے كما انا عبدهٗ فانتم عبیده و علیّ و علیكم ان نعبده جس طرح میں اس کا بندہ ہوں تم بھی اس کے بندے ہو اور مجھ پر اور تم پر اس کی عبادت لازم ہے۔ نمبر۲۔ جنہوں نے فتحہ دیا انہوں نے الصَّلٰوۃ پر عطف کیا تقدیر عبارت یہ ہے او صانی بالصلاۃ وبالزكاۃ و بان الله ربی و ربكم فاعبدوه۔ اس نے نماز و زکوۃ کی وصیت فرمائی اور اس بات کی کہ اللہ تعالیٰ میرا اور تمہارا رب ہے اس کی عبادت کرو۔ هٰذَا یہ) جس کا میں نے تذکرہ کیا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ (سیدھا راستہ) پس اسی کی تم عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔

احزاب کا مراد:

۳۷: فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ (پس پھر بھی مختلف گروہوں نے باہم اختلاف ڈالا) الحزب وہ فرقہ جو دوسروں سے راستے میں منفرد ہو یہ تین فرقے ہیں نمبر۱۔ نسطوریہ نمبر۲۔ یعقوبیہ نمبر۳۔ ملکانیہ۔

مِنْۢ بَيْنِهِمْ (اپنے مابین) عیسیٰ علیہ السلام کے اصحاب کے مابین نمبر۲۔ اپنی قوم کے درمیان نمبر۳۔ لوگوں کے درمیان۔
اور وہ اس طرح ہے کہ نصاریٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق رفع کے وقت اختلاف کیا پھر انہوں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ وہ تین کے قول کی طرف رجوع کریں یہ ان کے زمانہ میں سب سے زیادہ علم والے تھے۔ ان کے نام یعقوب، نسطور، ملکاء تھے۔
نمبر۱۔ یعقوب کا قول وہ بعینہ اللہ تعالیٰ ہے جو زمین پر اتر آیا۔ پھر آسمان کی طرف چڑھ گیا نمبر۲۔ نسطور نے کہا وہ اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے جسطرح چاہا اس کو ظاہر کر دیا پھر اس کو اٹھایا۔ نمبر۳۔ ملکاء نے کہا ان دونوں نے جھوٹ بولا ہے۔ وہ مخلوق بندے نبی تھے اب ان میں سے ہر ایک کی اتباع ایک گروہ نے کی۔
فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا (پس کافروں کیلئے بڑی خرابی ہے) کافروں سے یہ گروہ مراد ہیں کیونکہ ان میں سے ایک حق پر تھا۔
مِنْ مَّشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيْمٍ (ایک بڑے دن کی حاضری سے) یوم عظیم سے قیامت کا دن مراد ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ قیامت کے دن حساب و جزاء کے لئے حاضر ہونگے۔ نمبر۲۔ وہ دن ان پر شہادت دے گا۔ انبیاء اور ملائکہ اور خود ان کے جوارح ان کے متعلق کفر کی گواہی دیں گے۔ نمبر۳۔ مکان شہادت سے ان کے لئے خرابی ہے۔ نمبر۴۔ وقت شہادت مراد ہے۔ نمبر۵۔ مشورہ کیلئے ان کے اجتماع کا دن مراد ہے۔ اس کو یوم عظیم قرار دیا اس لئے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق جو کچھ وہ ملاحظہ کریں گے اس سے وہ گھبرا جائیں گے۔
۳۸: اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ يَوْمَ يَاْتُوْنَنَا (کس قدر زیادہ سننے اور دیکھنے والے ہونگے جبکہ یہ ہمارے پاس آئیں گے)

جمہور کی رائے:

کہ اَسْمِعْ وَ اَبْصِرْ صیغہ ہائے امر ہیں مگر معنی تعجب دے رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ تعجب سے پاک ہے۔ لیکن جمہور کے نزدیک مراد یہ ہے کہ انکا سننا اور دیکھنا اس لائق ہے کہ اس پر تعجب کیا جائے اس کے بعد کہ یہ دنیا میں اندھے بہرے تھے۔

قول قتادہ رحمۃ اللہ علیہ:

جبکہ وہ دنیا میں حق سے اندھے اور بہرے رہے پس ایسے دن ان کے سننے اور ہدایت کے راستہ کو دیکھنے کا کیا فائدہ جبکہ اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوسکتا۔
بھم یہ فاعلیت کی وجہ سے محلاً مرفوع ہے جیسے اکرم بزید اس کا معنی کرم زیدٌ جدا۔
لٰكِنِ الظّٰلِمُوْنَ الْيَوْمَ (لیکن ظالم آج کے دن) یہاں ظاہر کو ضمیر کی بجائے لایا گیا۔ ای لکنھم الیوم فی الدنیا **بظلمھم انفسھم حیث ترکوا الا ستماع والتظر حین یجدی علیھم ووضعوا العبادۃ فی غیر موضعھا۔**
لیکن وہ آج کے دن انہوں نے اپنے نفوس پر اس طرح ظلم کیا کہ حق کو سننا چھوڑ دیا اور حق کے راستے کی طرف دیکھنا چھوڑ دیا۔ جبکہ ان کو حق کا فائدہ تھا اور انہوں نے عبادت کو اس کے غیر مقام پر رکھا۔
فِيْ ضَلٰلٍ (یہ حق سے گمراہی میں ہیں)۔ مُّبِيْنٍ (ظاہر)۔ کھلی اور وہ انکا یہ عقیدہ کہ عیسیٰ الٰہ و معبود ہے حالانکہ اس میں حدوث کے آثار ظاہر ہیں۔ اس سے بڑا ظلم اور کوئی نہیں۔

یوم حسرت:

۳۹: وَاَنْذِرْهُمْ (اوران کوڈرائیں) یَوْمَ الْحَسْرَةِ (حسرت کے دن سے) اس سے قیامت کا دن مراد ہے کیونکہ اس سے گزشتہ پر شرمندگی ہوگی۔ حدیث میں وارد ہے یہ حسرت اس وقت ہوگی جب وہ اپنے مقامات جنت میں دیکھیں گے اگر وہ ایمان لے آتے۔ اِذْ یہ یَوْمَ الْحَسْرَةِ سے بدل ہے۔ نمبر۲۔ حسرت کا ظرف ہے اور وہ مصدر ہے)۔ قُضِیَ الْاَمْرُ جبکہ معاملے کا فیصلہ کر دیا جائے گا)۔ جب حساب سے فارغ ہو جائیں گے اور اہل جنت جنت اور اہل جہنم جہنم کی طرف لوٹ جائیں گے۔

وَهُمْ فِیْ غَفْلَةٍ (اور وہ لوگ غفلت میں پڑے ہیں) یہاں دنیا میں غافل ہیں اسی لئے وہ اس مقام کیلئے اہتمام نہیں کرتے۔ وَّ هُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ (اور وہ ایمان نہیں لاتے) وہ تصدیق نہیں کرتے (خبر رسول کی)

نحو: پہلا ھُم اور دوسرا ھُم یہ دونوں حال ہیں۔ یعنی آپ ان کو ڈرائیں اس حالت میں کہ وہ غافل ہیں اور ایمان لانے والے نہیں ہیں۔

۴۰: اِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْاَرْضَ وَمَنْ عَلَیْهَا (بیشک ہم ہی زمین اور جو کچھ اس پر ہے اس کے وارث ہونگے) ملک و بقاء میں ہم منفرد ہونگے جبکہ ہر چیز پر ہلاکت و فناء عام ہوگی۔ مَنْ کو عقلاء کی تغلیب کیلئے ذکر کیا وَاِلَیْنَا یُرْجَعُوْنَ (اور ہماری طرف ان کو لوٹایا جائے گا)

قراءت: یُرجعون یاء کے ضمہ اور جیم کے فتحہ کے ساتھ البتہ یاء کے فتحہ سے یعقوب نے پڑھا ہے۔ یعنی وہ لوٹیں گے اور پورا پورا ان کو بدلہ دیا جائے گا۔

وَاذْكُرْ فِى الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ ۬ؕ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿۴۱﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يٰۤاَبَتِ لِمَ

اور کتاب میں ابراہیم کا ذکر کیجئے۔ بے شک وہ صدیق تھے نبی تھے جبکہ انہوں نے اپنے باپ سے کہا کہ اے میرے باپ تم ایسی چیز کی

تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِىْ عَنْكَ شَيْــًٔا ﴿۴۲﴾ يٰۤاَبَتِ اِنِّىْ قَدْ جَآءَنِىْ مِنَ

عبادت کیوں کرتے ہو جو نہ سنے اور نہ دیکھے اور نہ تمہارے کچھ کام آسکے اے میرے باپ میرے پاس ایسا علم آیا

الْعِلْمِ مَا لَمْ يَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِىْۤ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ﴿۴۳﴾ يٰۤاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ ؕ اِنَّ

ہے جو تمہارے پاس نہیں آیا' سوتم میرا اتباع کرو میں تمہیں سیدھا راستہ بتاؤں گا' اے میرے باپ تم شیطان کی پرستش نہ کرو' بلاشبہ

الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا ﴿۴۴﴾ يٰۤاَبَتِ اِنِّىْۤ اَخَافُ اَنْ يَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ

شیطان رحمٰن کا نافرمان ہے' اے میرے باپ بلاشبہ میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ تمہیں رحمٰن کی طرف سے کوئی عذاب پکڑ لے۔

فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا ﴿۴۵﴾ قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِىْ يٰۤاِبْرٰهِيْمُ ۚ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ

پھر تم شیطان کے دوست ہو جاؤ' ان کے باپ نے جواب دیا کہ اے ابراہیم کیا تو میرے معبودوں سے ہٹنے والا ہے۔ اگر تو باز نہ آیا

لَاَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِىْ مَلِيًّا ﴿۴۶﴾ قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ ۚ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّىْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِىْ حَفِيًّا ﴿۴۷﴾

تو میں ضرور ضرور تجھے سنگسار کردوں گا اور تو مجھے ہمیشہ کے لئے چھوڑ دے۔ ابراہیم نے کہا کہ میرا سلام لے لو میں تمہارے لئے عنقریب اپنے رب سے استغفار کروں گا' بلاشبہ وہ مجھ پر بہت مہربان ہے

ابراہیم علیہ السلام کی والد کے ساتھ گفتگو:

۴۱: وَاذْكُرْ (اورتم تذکرہ کرواپنی قوم کو) فِى الْكِتٰبِ (قرآن مجید میں) اِبْرٰهِيْمَ (یعنی ابراہیم کا واقعہ جوان کے والد کے ساتھ پیش آیا۔ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا (بے شک وہ صدیق نبی تھے)۔

قراءت: نَبِيًّا بغیر ہمزہ کے البتہ نافع نے اس کو ہمزہ کے ساتھ پڑھا ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ صادق اس کو کہتے ہیں جو افعال میں مستقیم ہو اور صدیق وہ ہے جو احوال میں مستقیم ہو۔ پس صدیق یہ مبالغہ کا وزن ہے اس کی مثال الضِّحِّيْكُ ہے۔ مراد اس سے بہت زیادہ اس کا سچا ہونا اور کثرت سے اللہ تعالیٰ کی غیبی صفات اور آیات اور کتابیں اور رسول جن کا بیان اللہ نے کیا ان کی تصدیق کرنے والا یعنی کہ وہ تمام انبیاء اور ان کی کتابوں کی تصدیق کرنے والے تھے اور خود بھی پیغمبر تھے یہ درحقیقت جملہ معترضہ ہے جو ابراہیم اور جو اس کا بدل ہے اس کے مابین واقع ہے۔

۴۲: اِذْ قَالَ (جب اس نے کہا)۔

نَحْو : اذ کو کان کے متعلق کریں جائز ہے یاصدیقا نَبِیًّا کے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ خطابات ابراہیم علیہ السلام نے جب اپنے والد کو کہے تو اس وقت وہ صدیقین اور انبیاء کی خصوصیات کو اپنے اندر جمع کرنے والے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے تذکرہ کا حکم دینے کا مطلب یہ ہے کہ ان کا جو واقعہ قرآن مجید میں آیا ہے وہ ذکر کریں اور لوگوں کو پڑھ کر سنائیں اور ان کو پہنچائیں جیسا کہ دوسرے قول میں موجود ہے۔ واتل علیھم نبأ ابراھیم [شعراء:۶۹] ورنہ تو اللہ تعالیٰ اس کا خود تذکرہ فرمانے والے ہیں اور قرآن میں اتارنے والے ہیں۔

لِاَبِيْهِ يٰٓاَبَتِ (اپنے والد کو کہ اے میرے باپ) قراءت ابَتِ کی تاء کو فتحہ اور کسرہ سے ابن عامر نے پڑھا۔ تاء یائے اضافت کے عوض ہے اس طرح نہیں کہتے کہ یَاابَتِ تا کہ عوض اور معوض دونوں جمع نہ ہو جائیں۔ لِمَ تَعْبُدُ مَالَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ (تم ان کی عبادت کیوں کرتے ہو جو نہ سنتے اور نہ دیکھتے ہیں۔)

نَحْو : ان دونوں میں مفعول نیت میں نہیں بلکہ نسیا منسیا ہے البتہ مقدر ماننا جائز ہے ای لا یسمع شیئاً و لا یبصر شیئا وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْئًا (اور نہ آپ کے کچھ کام آسکتی ہے)۔

نَحْو : شیئا کے متعلق یہ احتمال ہے کہ مصدر کی جگہ ہو ای شیئا من الغنی دوسرا احتمال یہ ہے کہ یہ مفعول بہ ہو پھر اس محاورے میں ہو أغن عنّي وجھك ای بعد یعنی چہرے کو مجھ سے دور کر دے۔

۴۳: يٰٓاَبَتِ اِنِّيْ قَدْ جَآءَنِيْ مِنَ الْعِلْمِ (اے میرے باپ میرے پاس ایسا علم آچکا) علم سے یہاں وحی یا معرفتِ رب مراد ہے۔ مَالَمْ يَاْتِكَ (جو آپ کے پاس نہیں آیا۔) اس میں ''ما'' ما لایسمع کی طرح موصولہ یا موصوفہ ہو سکتا ہے۔ فَاتَّبِعْنِيْٓ اَهْدِكَ (آپ میرا کہنا مانیے میں آپ کو راہ دکھاؤں گا) یعنی ہدایت کی طرف تمہاری راہنمائی کرونگا۔ صِرَاطًا سَوِيًّا (سیدھے راستے کی طرف) یہاں سَوِيًّا مُسْتَقِيْم کے معنی میں ہے۔

۴۴: يٰٓاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ (اے میرے باپ تو شیطان کی عبادت نہ کر) یعنی اس بات میں اس کی اطاعت نہ کر جو اس نے تیرے لیے بتوں کی عبادت کو مزین کر رکھا ہے۔ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا (بیشک شیطان رحمان کا نافرمان ہے)۔ عَصِيًّا : عاصی کے معنی میں ہے نافرمانی کرنے والا۔

۴۵: يٰٓاَبَتِ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا (اے میرے باپ مجھے ڈر ہے رحمان کی طرف سے کوئی عذاب آپ پر نہ آجائے۔ پھر آپ شیطان کے ساتھی بن جائیں) ایک قول کے مطابق یہاں اَخَافُ اَعْلَمُ کے معنی میں ہے۔ وَلِيًّا کا معنی آگ میں ساتھی بنے گا۔ تو اس کے ساتھ ہوگا اور وہ تیرے ساتھ ہوگا۔

فَائِدَہ : اس میں غور کرنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ نصیحت کرنے میں انہوں نے اپنے والد کے ساتھ کس طرح نرمی حسن اخلاق اور ادب کا لحاظ رکھا۔ جیسا کہ حکم دیا گیا ہے۔ حدیث میں وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ تو میرا خلیل ہے پس تمہارے اخلاق عمدہ ہونے چاہئیں خواہ کفار کے ساتھ ہو ایسا کرنے سے تم ابرار کے مقامات میں داخل ہو جاؤ گے۔ (ذکرہ الھیثمی فی مجمع الزوائد) نمبرا۔ اسی لئے آپ نے اپنے خطاب میں سبب کا مطالبہ کیا جیسا کہ اصرار کرنے